رجسٹرڈ نمبر

ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر ویامرون بالمعروف وینہون عن المنکر

اشاعت اسلام

اردو ترجمہ

اسلامک ریویو اینڈ مسلم انڈیا مجریہ لندن

زیر ادارت
مسلم مشنری
خواجہ کمال الدین بی اے ایل ایل بی
صدر الدین بی اے بی ٹی

قیمت سالانہ تین روپے

یہ کار ثواب ہے کہ آپ ان رسالجات کی خریداری بڑھائیں کیونکہ انہیں رسالوں کی آمد بہت حد تک مسلم ووکنگ مشن کے اخراجات کی کفیل ہے رسالہ ہذا کی دس ہزار اشاعت ووکنگ مشن کے ½ اخراجات کی ذمہ دار ہوسکتی ہے

جلد (۵) | بابت ماہ جنوری سنہ ۱۹۱۹ء | نمبر (۱)

فہرست مضامین

بیبیوں اور بچوں کے پڑھنے کی دلچسپ کتابوں کا نچوڑ

ان کتابوں کے پڑھنے سے عورتوں میں اخلاق تہذیب اور روشن خیالی کا اضافہ ہوتا ہے

نام کتاب	قیمت	نام کتاب	قیمت
رسول عربی	۸ر	چپ کی داد	۲ر
بنت رسول	۵ر	لائق ماں کا لائق بیٹا	۳ر
حسنین	۴ر	ناصح مشفق	۳ر
جام کوثر	۴ر	تاثیر صحبت	۱۰ر
آداب نسوان جدید	۶ر	مجموعہ وظائف	۲ر
جمیلہ خاتون	۳ر	خوش انجام	۲ر
زنانہ حساب کتاب مجلد	۱۰ر	رباعیات حالی	۴ر
نیا باورچیخانہ	۶ر	ایک شائستہ خاتون کی جمع کی ہوئی سولہ دلچسپ اور مزیدار کہانیاں	عہ ر
مناجات بیوہ	۲ر		
زنانہ خطوط	۵ر	مسدس حالی	۸ر
صبر کی دیوی	۳ر	انشائے نسوان	۴ر
اصلاح الرسوم	۳ر	ادیب نسوان	۴ر
قومی گیت	۵ر	اخلاقی کہانیاں	۴ر
لیکچر اسلام	۳ر	چڑے چڑیا کی کہانی	۳ر

راہ جنت ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۴ر

المشتہر

خواجہ عبدالغنی مینیجر اشاعت اسلام بک ڈپو [illegible] نولکھا لاہور

(نوٹ) یہ رسالہ بعض احباب کی خدمت میں بطور نمونہ بھی ارسال کیا جاتا ہے۔ براہ کرم وہ احباب اپنی رضامندی ۔۔
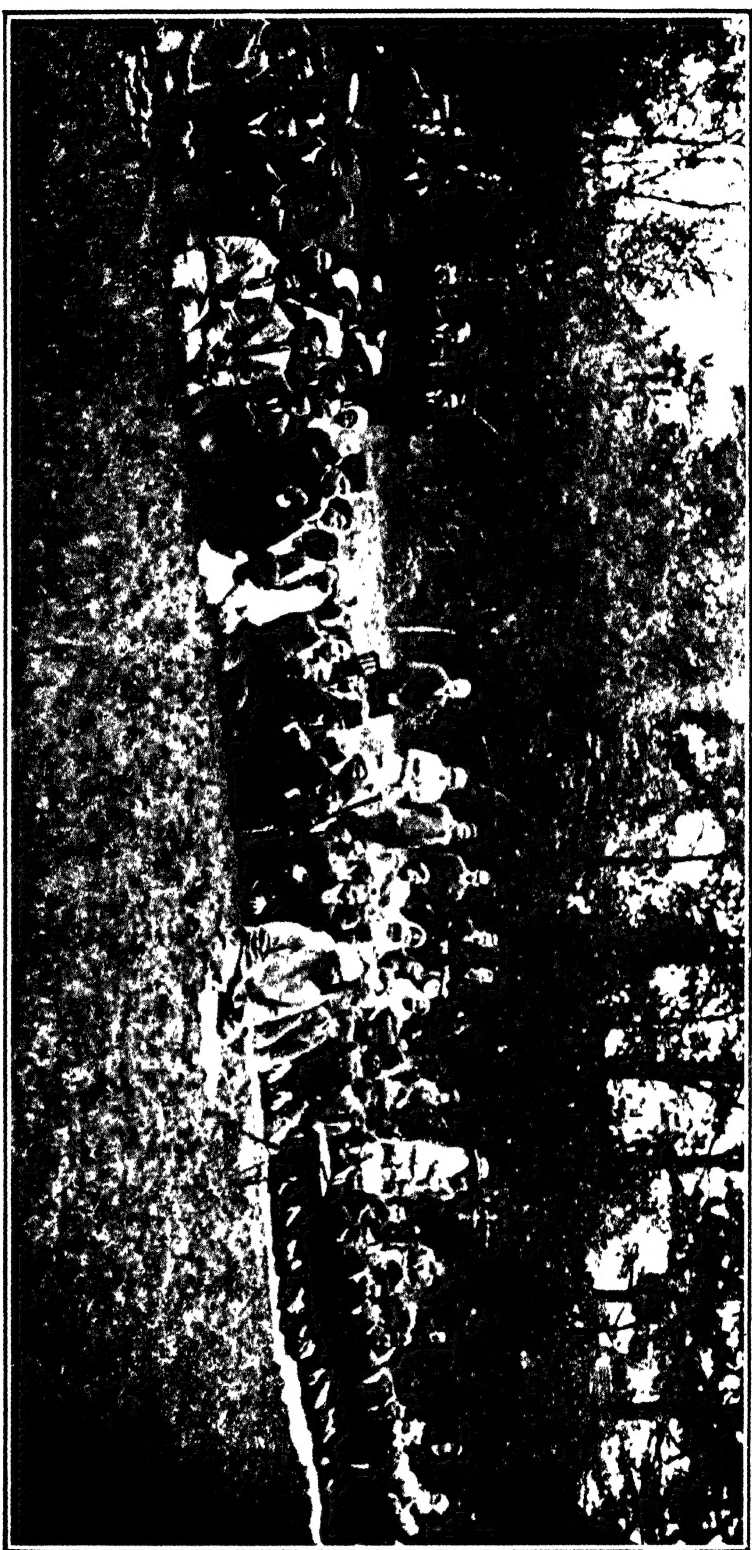
THE EID-UD-DUHA PRAYER (SEPTEMBER 16).
After finishing the prayer the Muslim congregation is saying "Takbirs."

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

اشاعت اسلام

ترجمہ اردو اسلامک ریویو اینڈ مسلم انڈیا مجریہ لندن

جلد (۵) بابت ماہ جنوری سنہ ۱۹۱۹ء نمبر (۱)

شذرات

اِس ماہ کے رسالہ کے ساتھ عید الضحےٰ کی نماز کا فوٹو شائع کیا جاتا ہے۔ جو ۱۲ ستمبر سنہ ۱۹۱۸ء کو مسجد ووکنگ کے میدان میں پڑھی گئی۔ اِس فوٹو میں وحدت کا رنگ نظر آتا ہے توحید تثلیث پر غالب آ رہی ہے۔ اور انگلستان جیسی سرزمین میں جہاں کہا جاتا ہے کہ لوگ مذہب کی ضرورت سے قطعاً آزاد ہیں اسلام نے کتنوں کے قلوب میں جگہ کی ہے اِس فوٹو میں نومسلمین یورپ کے علاوہ دیگر عیسائی معززین کس دلچسپی کے ساتھ اسلامی خطبہ میں حصّہ لے رہے ہیں۔ اِس فوٹو میں اخوت اسلام کا منظر ہے۔ جس نے تمام گورے اور کالے امتیازات کو اُڑا دیا ہے۔ مشرق و مغرب کے مسلمان کس طرح پہلو بہ پہلو ملے جلے حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مسلم مشنری کی اقتدا میں ایک ساتھ ایک صف میں بیٹھے اپنے وحدہٗ لاشریک خدا کے حضور اللّٰہ اکبر۔ اللّٰہ اکبر۔ لا الٰہ الا اللّٰہ۔ اللّٰہ اکبر۔ اللّٰہ اکبر وللّٰہ الحمد کی تکبیریں ہم آہنگ ہو کر بآوازِ بلند پڑھ کر اسلامی اخوت و وحدت کا عملی ثبوت دے رہے ہیں +

اسی رسالہ میں ناظرین کرام کسی دوسری جگہ عید الضحیٰ کی مفصل روئداد ملاحظہ فرمائینگے اسکے علاوہ لندن کے دو مشہور و معروف اخبار نویسوں کی رائیں بھی قابل دید ہیں جو انہوں نے اِس اسلامی اجتماع اور حضرت خواجہ صاحب موصوف کے خطبہ کے متعلق اپنے ۷ ستمبر ۱۹۱۸ء کے گرامی صحیفوں کی اشاعت میں دی ہیں +

کاغذ کی کمی کی وجہ سے ہمیں پھر اکتوبر اور نومبر کیلئے ایک ہی رسالہ (اسلامک ریویو انگریزی) شائع کرنا پڑا ہے۔ گو حجم کو کم کرنا پڑا ہے۔ لیکن جو مضامین دیئے گئے ہیں وہ ہمارے دو رسالوں کے مضامین کے برابر ہیں۔ یہ اس وجہ سے نہیں کیا گیا کہ کاغذ کی قیمت اس وقت اُس قیمت سے جو جنگ سے پیشتر تھی تین گنا ہو گئی ہے۔ بلکہ کاغذ کے دستیاب نہ ہونے کی وجہ سے ہے۔ بڑی کفایت شعاری سے ہمنے اِس کاغذ کے ذخیرہ سے سال ۱۹۱۸ء کی ضرورت کو پورا کیا ہے لیکن ہمارے لندن کے کاغذ کے ایجنٹ نے ہمیں یقین دلایا ہے کہ سال ۱۹۱۹ء میں حالات بہتر ہونگے ممکن ہے کہ ہمیں اس سے بہتر کاغذ نہ ملے۔ لیکن امید ہے کہ ہماری ضرورت کے مطابق کافی کاغذ ملتا رہیگا +

ووکنگ کی تازہ ڈاک سے ہمیں یہ پڑھ کر بہت رنج ہُوا کہ حضرت خواجہ صاحب کو علالتِ طبع کی وجہ سے کئی ہفتوں تک طبی ہدایت کے ماتحت مشن کے کاروبار سے علیحدگی اختیار کرنی پڑی۔ نماز گاہ لندن اور دوسری کسی جگہ بھی آپ طبیعت کی ناسازی کی وجہ سے حصہ نہ لے سکے آپ کی عدم موجودگی میں ہمارے مکرم و معزز برادران جناب عبد الخالق صاحب اسمعیل بے جناب احسان البکری صاحب اور جناب مسٹر خواجہ اسمعیل صاحب نماز جمعہ کراتے رہے اللہ تعالےٰ اِن احباب کو جزائے خیر عطا فرمائے +

جن احباب نے حضرت خواجہ صاحب کے فرزند اکبر کی حسرتناک وفات پر ہمیں تعزیت کے خطوط فرداً فرداً ارسال فرمائے ہیں۔ ان سب کا ہم تہ دل سے شکریہ ادا کرتے ہیں۔ اللہ تعالےٰ اُن کو

اپنی درگاہ سے اس ہمدردی کا اجر جزیل عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین

یہ خبر اسلامی دُنیا میں فرحت افزا ہو گی۔ کہ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور نے اپنے سالانہ جلسہ میں جو مورخہ ۲۵-۲۶-۲۷ دسمبر ۱۹۱۸ء کو لاہور میں منعقد ہوا یہ تجویز باتفاق رائے پاس کی۔ کہ ہندوستان کے اندر اور بیرونی ممالک میں متعدد اسلامی مشن قائم کئے جائیں اس کام کیلئے بیس ہزار روپیہ سالانہ کا تخمینہ کیا گیا ہے۔ جس کو پورا کرنے کے لئے جماعت احمدیہ کے ممبروں نے ایک ایک ماہ کی تنخواہ دینے کا وعدہ کیا ہے۔ اسی جلسہ میں اس پاک مقصد کو سرانجام دینے کیلئے ایک اور اہم تجویز کی گئی جسمیں تقریباً پچاس حضرات نے صرف اسلام کے لئے اپنی زندگیاں وقف کیں۔ ان میں سے خصوصیت کے ساتھ ذیل کے اصحاب کے اسماء گرامی قابل تذکرہ ہیں:-

(۱) حضرت* مولوی محمد علی صاحب ایم اے۔ ایل ایل بی۔

(۲) حضرت مولوی غلام حسن صاحب آنریری مجسٹریٹ۔

(۳) جناب صاحبزادہ سید عبدالجبار شاہ صاحب سابق بادشاہ سوات۔

(۴) جناب نواب زادہ محمد سلیم خانصاحب ٹیری۔

(۵) حضرت مولوی صدرالدین صاحب بی اے۔ بی ٹی۔

(۶) جناب ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب آنریری سکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور

لندن میں جلسہ مولود النبی صلعم

سنٹرل اسلامک سوسائٹی کے زیر اہتمام گذشتہ سالوں کی طرح سال ۱۹۱۸ء میں بھی آنحضرت صلعم کا یوم ولادت بڑی دھوم دھام سے منایا گیا۔ یہ سعید تقریب دسمبر ۱۹۱۸ء کی کسی درمیانی تاریخ کو لندن نماز گاہ میں منعقد ہوئی۔ رسالہ دسمبر ۱۹۱۸ء اسلامک ریویو انگریزی مولود نمبر شائع ہوا ہے جسمیں وہ تمام تقاریر و مضامین درج ہیں جو کارکنان مع کنگ

* آپ نے حال ہی میں انگریزی زبان میں قرآن کریم کا ترجمہ کیا ہے جو یورپ میں چھپا ہے اور قبولیت عام حاصل کر چکا ہے۔

و دیگر مشاہیر قوم نے اِس مبارک و سعید تقریب کو کامیاب بنانے اور آنحضرت صلعم کی ذات پاک کی فضلیت جتانے کے لئے پڑھے۔ یہ مضامین موجودہ زمانہ کے عجیب و غریب حالات کو (جنہیں کہ ہم اس وقت تمام کے تمام گذر رہے ہیں) ملحوظ نظر رکھ کر لکھے گئے ہیں۔ تاکہ مسلم و غیر مسلم قارئین رسالہ اسلامک ریویو کو آنحضرت صلعم کی اس پیشوائی کی خوبی معلوم ہو۔ جو آپ کے جلیل القدر پیغام میں موجود ہے۔ اور اس قسم کے دیگر حالات کے اندر آپ کی زندگی میں ہمیں ایک درخشاں نمونہ ملتا ہے۔ اور آنحضرت صلعم کے عالمگیر پیشوائی کے دعویٰ کو جو وسعت اور معقولیت پر مبنی ہے تمام دنیا کے سامنے ثابت کرنے کیلئے موجودہ وقت سے بڑھ کر کوئی اور وقت موزُوں نہیں ہو سکتا ہے۔

ایٹ ہوم

(دعوت چاء وغیرہ)

مورخہ ۷ ستمبر ۱۹۱۸ء بروز ہفتہ ایک نہایت ہی کامیاب وشاندار ایٹ ہوم (دعوت چاء) منعقد ہُوئی۔ چاء نوشی اور نماز عصر کے بعد حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مسلم مشنری نے ایک مہتم بالشان لیکچر دیا جسمیں آپنے بتایا کہ "مذہبی دُنیا کے آپس کے اختلاف میں سے اتحاد و وحدت کس طرح پیدا ہوتی ہے"۔ سامعین نے معزز مقرر کے لیکچر کو نہایت سکون و اشتیاق اور ہمہ تن گوش ہو کر سُنا۔ لیکچر کے اختتام پر سامعین میں سے بہت سے احباب نے مختلف قسم کے استفسارات فاضل لیکچرار سے کئے۔ جن کے تسلی بخش جوابات فاضل لیکچرار نے نہایت معقولیت اور خوش اسلُوبی سے دئے۔

اس کے بعد "دی کوسٹ" کے فاضل ایڈیٹر جناب مسٹر میڈ صاحب نے ایک نہایت ہی فصیح اور مختصر سی تقریر فرمائی۔ جسمیں کہ انھوں نے اس فراخ حوصلگی اور وسیع القلبی کا اظہار کیا۔ جو انھوں نے حضرت خواجہ صاحب موصوف کے دوران تقریر میں مشاہدہ کی۔ فاضل ایڈیٹر نے حضرت خواجہ صاحب کی تقریر کی تائید کی۔ اور اس مبارک دن کے دیکھنے کی دلی خواہش ظاہر کی۔ جبکہ متذکرہ بالا فراخ حوصلگی اور وسیع القلبی کی رُوح کُل دُنیا کے مذاہب کا

خاصہ ہو جائے +

اِس کے علاوہ مورخہ ۸ ستمبر سنہ ۱۹۱۸ء کو بروز ہفتہ حضرت خواجہ کمال الدین صاحب کو اور اُن کثیر التعداد مسلمین و دیگر احباب کو دعوت دیگئی جو اسلامی کام میں حصہ لیتے رہتے ہیں۔ اور جنہوں نے ان تمام جلسوں میں باقاعدہ طور پر شامل ہونے کا عہد کیا ہوا ہے جو لندن نماز گاہ میں منعقد ہوتے رہتے ہیں نماز اور چاء کے بعد ایک مختصر سی تقریر حضرت خواجہ صاحب نے "میرا بہشت میرا اپنا ہے" کے موضوع پر فرمائی جسمیں آپنے بتایا۔ کہ اسلام میں بہشت کی اصلیت اور ماہیت کیا ہے۔ تقریر کے اختتام پر سوال وجواب کا سلسلہ جاری ہا

لندن مُسلم نماز گاہ

لندن مسلم نماز گاہ میں اتوار کے لیکچر اور جمعہ کی نماز حسبِ معمول باقاعدہ جاری ہیں لندن مسلم نماز گاہ میں ہر اتوار کی دوپہر کے بعد لیکچر ہوتے رہے ہیں۔ جن کا پروگرام تاریخوار ہدیۂ ناظرین کیا جاتا ہے +

(۱) ۲۱ جولائی سنہ ۱۹۱۸ء حضرت خواجہ کمال الدین صاحب نے "خُدا کے ساتھ عاجزی سے چلو" پر لیکچر دیا +

(۲) ۲۸ جولائی سنہ ۱۹۱۸ء جناب مسٹر احسان البکری صاحب نے "نماز" پر لیکچر دیا +

(۳) ۴۔ اگست سنہ ۱۹۱۸ء کو حضرت خواجہ کمال الدین صاحب نے "نماز" پر لیکچر دیا جسمیں بتایا۔ کہ نماز پاکیزگی اور طہارت کی جڑ ہے +

(۴) ۱۱۔ اگست سنہ ۱۹۱۸ء کو مسٹر سی سلمان سلج نے "ترک اعتقاد" پر لیکچر دیا +

(۵) ۱۸۔ اگست سنہ ۱۹۱۸ء کو حضرت خواجہ صاحب نے قرآن کریم کی تعلیمات کی فضیلت پر لیکچر دیا جسمیں معاشرتی قوانین پر روشنی ڈالی +

(۶) ۲۵۔ اگست سنہ ۱۹۱۸ء کو جناب مسٹر احسان البکری نے "زندگی کی جدوجہد" پر لیکچر فرمایا +

(۷) یکم ستمبر سنہ ۱۹۱۸ء کو حضرت خواجہ صاحب نے قرآن کریم کی تعلیمات کی فوقیت پر لیکچر دیا

مسلمانوں کا تہوار عید الضحےٰ

مسجد ووکنگ میں تہوار عید الضحیٰ کے متعلق ہمیں پھر قلم اُٹھانے کی خوشی حاصل ہوئی ہے۔ اب یہ ایک امر مسلمہ ہے کہ یہاں کے مسلمان جو کہ تمام انگلستان میں پھیلے ہوئے ہیں اسلامی تہواروں کے بڑے شوق سے منتظر رہتے ہیں حسب معمول اس موقعہ پر بھی ہر فرقہ اور ہر طبقہ کے لوگ جمع تھے صرف اس لحاظ سے نہیں کہ وہ مسلمان مرد و زن جو کثیر تعداد میں جمع ہوئے مختلف قسم کے کاروبار کرنیوالے تھے۔ اور جن میں ہندوستانی مسلمان افسر جو فرانس سے چند یوم آرام کرنے کے لئے انگلینڈ آئے ہوئے تھے۔ اور ہمارے نومسلم انگریز بھائی کچھ تو سول کے اور کچھ جنگی محکمہ کے اپنی خاکی وردیوں میں اور ایک کثیر تعداد ہندوستانی اور مصری طالبعلموں کی جو انگلستان کی بڑی بڑی یونیورسٹیوں میں تعلیم حاصل کرتے ہیں شامل تھی بلکہ اس خیال سے بھی کہ ایشیا۔ افریقہ اور یورپ کے مختلف طبقوں کے لوگ ایک بھاری مجمع میں اسطرح اکٹھے ہوئے تھے کہ قومیّت رسم و رواج اور لباس کے اختلاف کی ذرہ بھر بھی پرواہ نہ تھی۔ دُنیا کے کسی حصّہ میں ایسا مجمع شاید ہی دکھائی دے جسمیں مسلمان اور دیگر مذاہب کے مرد و زن شامل ہوں۔ اس موقعہ پر بڑے بڑے معزز پارسی۔ ہندو اور سکھ صاحبان بھی موجود تھے۔ لندن سے آخری ریل گاڑی میں مسلمانوں کے پہنچنے پر جناب خواجہ کمال الدین صاحب امام مسجد نے نماز پڑھائی۔ اس کے بعد وعظ میں قربانی کے وسیع الاصل معنوں کے متعلق خطبہ بیان کیا۔ خُطبہ* کے بعد مجمع میں سے ایک نے تمام حاضرین سے عموماً اور انگریزوں سے انڈیا ڈے فنڈ میں چندہ دینے کیلئے درخواست کی۔ یہ چندہ ان ہندوستانی مجروحین اور بیماروں کے لئے سامان آرام و آسائش مہیا کرنے کیلئے تھا جو جنگ میں تھے۔ ایکدوسرے کو عید مبارک کہنے کے بعد ساری جماعت نے حسب معمول عید کا کھانا تناول کیا اور نماز ظہر کے بعد چاء نوشی ہوئی۔ اور پھر نماز عصر کے بعد زیادہ حصہ جماعت کا رخصت ہوا چند اصحاب نماز مغرب تک ٹھیرے۔ اور کھانا کھاکر رخصت ہوئے +

ہم اپنی انگریزی بہنوں کے ازحد مشکور ہیں جنہوں نے دو دن بڑی محنت سے کام کر کے عید کے دن کو کامیاب بنایا۔

* خطبہ عید اسی رسالہ میں کسی دوسری جگہ درج ہے

مسلم تہوار عید الضحیٰ کے متعلق

لندن کے مشہور و معروف اخبار پالمال گزٹ کی رائے

مسجد ووکنگ میں میں مسلم اجتماع کو دیکھ کر بہت مرعوب ہوا۔ ہندوستان عرب۔ ایران و مصر کے مسلمین اپنے انگلستانی نومسلمین بھائیوں سے ملے۔ ان لوگوں میں جو اسلامی طرز سے نماز ادا کرتے تھے۔ میں نے دو ٹومیز (گوروں) کو دیکھا۔ جن کی خاکی ٹوپیاں اپنے ہم مذہب بھائیوں کی سُرخ فیض ٹوپی سے نمایاں فرق ظاہر کر رہی تھی۔ خواجہ کمال الدین صاحب جنہوں نے نماز کرائی اور اسکے بعد ایک شاندار خطبہ پڑھا پنجاب یونیورسٹی کے بی اے ایل ایل بی ہیں۔ خواجہ صاحب موصوف انگریزی بولنے میں بڑے فصیح و بلیغ ہیں۔ اور ان کی آواز بھی خاصی بلند ہے + (پالمال گزٹ ۷ ستمبر ۱۹۱۸ء)

مسجد ووکنگ

مسجد ووکنگ میں اتوار کی نماز اور لیکچر حسب معمول مسلسل طور پر ہوتے رہتے ہیں جنمیں حضرت خواجہ صاحب و جناب سید الکبری صاحب۔ اور جناب ملک عبد القیوم صاحب باری باری اس خدمت کو سر انجام دیتے رہتے ہیں +

ماہ اکتوبر و نومبر ۱۹۱۸ء میں مندرجہ ذیل لیکچر مسجد ووکنگ میں جناب ملک عبد القیوم صاحب نے دیئے۔

(۱) ۶۔ اکتوبر ۱۹۱۸ء کو جنگ پر لیکچر دیا۔ اور اسمیں اسلامی نقطۂ خیال سے روشنی ڈالی۔ اور جنگیوں کے حقوق بتلائے +

(۲) ۱۳۔ اکتوبر کو بھی جنگ پر لیکچر دیا۔ اسمیں جنگیوں کے فرائض بتلائے +

(۳) ۲۰۔ اکتوبر ۱۹۱۸ء "اسلام میں فتح و نصرت کے مفہوم" کو بیان کیا +

(۴) ۲۷۔ اکتوبر ۱۹۱۸ء کو "حضرت محمد صلعم کا تاج" پر لیکچر دیا +

(۵) ۳ نومبر ۱۹۱۸ء کو "زندگی کے چھوٹے سے چھوٹے شعبہ میں اسلام کی حیثیت و ضرورت" پر لیکچر دیا +

قربانی اور تقوےٰ

ترجمہ خطبہ عید الضحیٰ (عید قربان) جو جناب خواجہ کمال الدین صاحب نے مسجد ووکنگ میں ۱۳ ستمبر ۱۹۱۸ء کو پڑھا

ولکل امۃٍ جعلنا منسکاً لیذکروا اسم اللہ علیٰ ما رزقھم من بھیمۃ الانعام ۚ فالٰھکم الٰہ واحد فلہ اسلموا ۗ وبشر المخبتین ۝ الذین اذا ذکر اللہ وجلت قلوبھم والصٰبرین علیٰ ما اصابھم والمقیمی الصلوٰۃ ۙ ومما رزقنٰھم ینفقون ۝ والبدن جعلنٰھا لکم من شعائر اللہ لکم فیھا خیر ۖ فاذکروا اسم اللہ علیھا صواف ۖ فاذا وجبت جنوبھا فکلوا منھا واطعموا القانع والمعتر ۚ کذٰلک سخرنٰھا لکم لعلکم تشکرون ۝ لن ینال اللہ لحومھا ولا دماؤھا ولٰکن ینالہ التقویٰ منکم ۚ کذٰلک سخرھا لکم لتکبروا اللہ علیٰ ما ھدٰکم ۗ وبشر المحسنین ۝ ان اللہ یدٰفع عن الذین اٰمنوا ۗ ان اللہ لا یحب کل خوان کفور ۝ سورۃ الحج آیت ۳۴ سے ۳۸ + (ترجمہ) اور ہر ایک اُمت کیلئے ہم نے قربانی قرار دی تھی۔ تاکہ خدا نے جو ان کو مویشی چار پائے دے رکھے ہیں (قربانی کرتے وقت) ان پر خدا کا نام لیں۔ سو (لوگو) تم سب کا خدا (وہی) خدائے واحد ہے تو اس کے فرمانبردار رہو۔ اور (اے پیغمبر) عاجزی کرنیوالے بندوں کو (جنت کی) خوشخبری سُنا دو (جو) ایسے (نیک ہیں) کہ جب خدا کا نام لیا جاتا ہے۔ انکے دل لرزا اُٹھتے ہیں۔ اور جب مصیبت اُن پر آپڑے اُس پر صبر کرتے اور نمازیں پڑھتے اور جو ہم نے انکو دے رکھا ہے اسمیں سے (راہ خدا میں) خرچ کرتے ہیں۔ اور (مسلمانو) ہم نے تمہارے لئے قُربانی کے اونٹوں کو (بھی) اور (قابل اداب) چیزوں میں قرار دیا ہے۔ جو خدا کے ساتھ نامزد کیجاتی ہیں۔ ان میں تمہارے لئے (چند در چند) فائدے ہیں۔ تو (ان فائدوں کے شکریہ میں خدا کے نام قربانی کرتے وقت) ان کو کھڑا رکھ کر (ذبح کرو اور ذبح کرتے وقت) ان پر خدا کا نام لو۔ پھر جب وہ کسی پہلو پر گر پڑیں (اور

ٹھنڈے ہو جائیں) تو ان میں سے (آپ بھی) کھاؤ۔ اور قناعت پیشہ اور گدائی پیشہ (ہر طرح کے محتاجوں) کو کھلاؤ۔ ہم نے یوں ان (جانوروں) کو تمہارے بس میں کر دیا ہے۔ تاکہ تم (ہمارا) شکر کرو۔ خدا تک نہ تو ان کے گوشت ہی پہنچتے ہیں۔ اور نہ ان کے خون بلکہ اس تک تمہاری پرہیزگاری (اور فرمانبرداری) پہنچتی ہے۔ خدا نے ان کو یوں تمہارے بس میں کر دیا ہے۔ تاکہ اس نے جو (احکام حج تعلیم کرکے) تم کو (دین کا) رستہ دکھا دیا ہے۔ تو (اس کے) اس (احسان) کے بدلے میں اسکی بڑائیاں کرو۔ اور اے پیغمبر خلوص دل سے نیک کام کرنے والوں کو (جنت کی) خوشخبری سنا دو۔ خدا مسلمانوں (کے دشمنوں کو ان) سے ہٹاتا رہتا ہے بیشک اللہ کسی دغاباز ناشکر کو پسند نہیں کرتا +

آج ہم یہاں قربانی کا تہوار منانے کیلئے جمع ہوئے ہیں۔ یہ رسم ہر ایک قوم کے نزدیک متبرک ہے۔ اور ہر جگہ مذہب اور روایات اسے مقدس ٹھیراتا ہے۔ آج سے چار سال پیشتر میں اسی دن اس مشہور پہاڑی پر جو کہ مکہ معظمہ سے قریباً چھ میل کے فاصلہ پر ہے۔ اس غرض کیلئے گیا۔ کہ خدا کے اس صادق عاشق یعنے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی یادگار کی زیارت کروں جو کہ قوموں کے باپ ہیں جو اپنے لڑکے حضرت اسمعیل کو قریباً پانچہزار سال آج سے پہلے اس مقام پر قربان کرنے کے لئے لائے۔ تاکہ اس روک کو جو دنیاوی محبت کی وجہ سے اُن کی خدا کی محبت کے درمیان حائل ہو سکتی ہے دُور کر دیں سچی محبت کے کیا معنے ہیں؟ دل وجان سے اس چیز میں محو ہو جانا جس کی ہم عبادت کرتے ہیں۔ سچی محبت ایک سے زیادہ میں تقسیم نہیں ہو سکتی۔ اور نہ سچا دل ہر ایک کا عبادتگاہ بن سکتا ہے۔ محبت کا تقاضا ہے کہ ہر ایک کو جس کی ہم قدر کرتے ہیں یا جس کا ہمیں خیال ہے قربان کر دیں۔ ہماری زندگی ہی ہمارے خیال میں سب سے زیادہ قیمتی ہے۔ اور سب سے زیادہ اسکی حفاظت کی جاتی ہے۔ اس سے زیادہ عمدہ چیز ہم محبت کے مذبح پر قربان نہیں کر سکتے ہیں۔ پس یہ کوئی تعجب کی بات نہیں کہ خدا کے صادق عاشق کو جب اِس معشوق کے مذبح کیلئے کوئی مناسب تر بانی نہ ملے تو وہ

اپنی زندگی قربانی کی صورت میں پیش کر دیں۔ اسی وجہ سے انسانی قربانی کا رواج گذشتہ زمانہ میں ہوا۔ لیکن تم اپنے لڑکے کو اپنی جان سے زیادہ عزیز خیال کرتے ہو۔ کیونکہ بڑھاپے میں وہ تمہارے لئے عصا کا کام دیتا ہے۔ اور تمہاری وفات کے بعد تمہارا نام زندہ رکھنے والا ہے۔ ہم اپنے بچوں کے فائدہ کیلئے کیا کچھ نہیں کرتے۔ باوجود ان باتوں کے حضرت ابراہیم اپنے بڑے لڑکے حضرت اسمعیلؑ کو عشق و محبت کے مذبح پر قربان کرنے کیلئے لاتے ہیں انہوں نے گوارا نہ فرمایا کہ انکی اور ان کے معشوق کے درمیان وہ چیز حائل رہے جو اُن کی نظر میں نے بہا تھی۔ لیکن اپنے لڑکے کو ذبح کرنے سے پیشتر انہیں اس محبت کو اور اُن خیالات و تمام جذبات کو بھی ذبح کرنا تھا جو انسان کے دل کو اپنی اولاد سے جکڑ دیتی ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ضرور ان تمام رشتوں کو مذبح پر آنے سے پیشتر کاٹ دیا ہوگا۔ انہوں نے پدرانہ محبت کو ذبح کر دیا۔ ان کے دل سے وہ تمام باتیں نکل گئیں جن کی وجہ سے وہ پیارے بچہ کو محبت کرتے تھے۔ اور وہ دل صرف خدا کا ہو گیا۔ دل کے اِس قسم کی کیفیت کے ساتھ وہ قوموں کے باپ خدا کے حضور اپنی قربانی لایا حضرت ابراہیم کا امتحان کیا گیا۔ اور وہ اسمیں کامل اُترے۔ وہ خدا کی عبادت کے اعلےٰ ترین مقام پر پہنچے۔ اور رُوحانیت کے تمام مدارج میں سے ہو کر گذرے۔ تو پھر کیا یہ ضروری تھا کہ وہ قربانی جو وہ کرنا چاہتے تھے ضروری کیجاتی۔ میں کہتا ہوں کہ ہرگز نہیں اس قربانی کا مُدّعا تو پورا ہو چکا۔ کیونکہ تمام خواہشیں اور جذبات تو فنا ہو چکے۔ عشق فتحمند ہُوا۔ تمام خواہشیں اور جذبے قتل کیئے گئے۔ اور رُوح تمام دُنیاوی رغبتوں سے پاک کیا گیا۔ اس صُورت میں جان قربان کرنے کی ضرورت نظر نہیں آتی۔ اس کے خدا نے الہام کیا۔ اور انسانی قربانی کی جگہ حیوان کی قربانی مقرر کی گئی۔

رسم قربانی کا تنزّل

لیکن قربانی کی اِس پاک رسم کو جہالت اور خوش اعتقادی کی وجہ سے بگاڑ دیا گیا ہے۔ اس رسم سے جو رُوح پیدا کرنے کی غرض تھی اس کی طرف توجہ نہیں کی گئی۔ توہمات نے عجیب طرح کے خیالات سے اسے ملبُوس کر دیا۔ اس سے تو دینداری اور صفائی کی رُوح پیدا کرنا تھا لیکن

اب اسے بدی اور گناہ کا کفارہ خیال کیا جاتا ہے۔ اور ان مقدس انسانوں کو جنہوں نے راستی کیلئے قربان ہو کر اپنے خدا کے ساتھ محبت کا اظہار کیا خدا بنایا گیا۔ اور اُن کی موت کو کفارہ خیال کیا گیا +

اب سوال ہو سکتا ہے کہ آیا خون اور جان کُشی سے خدا جو کہ رحیم اور رحمٰن ہے حقیقت میں خوش ہوتا ہے۔ اور کیا وہ بخارات جن میں حیوان کے خون کے ذرات ملے ہوئے ہوں اس خدا کے نتھنوں میں خوشبو کا کام دیتے ہیں۔ جو کہ برکات سخاوت اور رحم دلی کا سرچشمہ ہے لیکن بد قسمتی سے جہالت اور خوف۔ زود اعتقادی اور بزدلی نے اس پُر معنی رسم قربانی کو ایسی باتوں کے ساتھ وابستہ کر رکھا ہے۔ وہ کہتے ہیں۔ کہ سوائے خُون اور قُربانی کے ناراض شدہ خدا خوش نہیں ہوتا۔ خدا کا غصّہ خونریزی ہی سے فرو ہو سکتا ہے۔ اس امر کا خیال نہیں کیا جاتا۔ کہ خدا کو ہم نے اپنے گناہوں سے ناراض کیا ہے۔ اور اُس کے غضب کو اپنی بے انصافی اور بدکرداری سے بھڑکایا ہے۔ کیا ہم پر اس کا حکم سزا اس گناہ کی وجہ سے جاری نہیں ہوا جیسے بعض موروثی خیال کرتے ہیں۔ اب خدا کو جو ہمارے گناہوں کی وجہ سے ناراض ہوا ہے کیسے خوش کریں۔ انسان تو یُوں استدلال کرتا ہے کہ یا تو ہمیں سزا ملے۔ یا ہم قربانی کریں اور یا کوئی چیز یا انسان ہمارے لئے کفارہ ہو۔ اور اِس طرح اِس پاک رسم قربانی کو اس نے بگاڑ دیا ہے۔ وقتاً فوقتاً ایک انسان کی شرارتوں کے کفارہ کے لئے مینڈھا۔ بکرا۔ کبوتر اور دیگر طیور کو اِس مذبح پر جو خدا کے لئے تیار کیا ہو ذبح کر دیا گیا لیکن کسی قوم کی اِس شرارت اور ظلم کے لئے کفارہ دیا جائے جو بعض اوقات قوم کی بھاری تباہی کا موجب ہو۔ اس سے بچنے کیلئے کسی بڑی قربانی کی ضرورت ہے اور اِس طرح ہندوستان میں زمانہ قدیم میں اسوا میدا یعنے گھوڑے کی قربانی کا رواج ہُوا۔ اور آج ہم بنگالہ میں کالی دیوی کے مذبح پر سینکڑوں بھینسوں کو ذبح ہوتے دیکھتے ہیں۔ بس اگر یہ طریق استدلال صحیح ہے۔ اور اگر ہمارا خدا قدّوس جو آسمانوں پر ہے ایسا سخت دل ہے۔ کہ وہ بغیر معاوضہ لئے رحم اور مہربانی نہیں کرتا۔ اور معاوضہ بھی بہت بھاری خون کی شکل میں مانگتا ہے۔ تو پھر سینٹ پال کی نیم پیغمبرانہ منطق

خوش کن معلوم ہوگی۔ اگر ایک قوم کی شرارت کا کفارہ گھوڑا ہو سکتا ہے۔ یعنے ایسا جانور جو سب جانوروں سے شریف ترین اس وقت ہندوستان میں خیال کیا جاتا تھا۔ تو تمام نسل انسانی کا بوجھ دُور نہیں ہو سکتا۔ جب تک کہ گھوڑے سے زیادہ شریف چیز کو قُربان نہ کیا جائے۔ یعنے خود انسان کو۔ مگر یہ عجیب منطق سینٹ پال کے دماغ میں سب سے پہلے پیدا نہیں ہوئی۔ ایک نے ضرر نحیف انسان کو جو گلیل کا رہنے والا تھا مقام کالوری میں صلیب پر چڑھانے سے بیشتر بھی گاہ بگاہ انسانی گناہوں کیلئے بہت سی قربانیاں دی جا چکی تھیں۔ اور حقیقت تو یہ ہے کہ یہودیوں۔ یونانیوں اور مصریوں کے نزدیک یہ نیا مذہب ان کے اپنے پُرانے قصّوں کو گویا دُہرانا تھا +

لیکن خدا کی نسبت ایسا خیال ایک سخت غلطی ہے۔ آپ کا اس انسان کی نسبت کیا خیال ہوگا جو سوائے معاوضہ قبول کئے معافی نہیں دیتا۔ اور جس کے نزدیک دوسرے لوگوں کی غلطیوں کی سوائے خون اور قتل کے اور کسی قسم کی سزا نہیں۔ اور جس کی رضا جوئی سوائے خون بہانے کے حاصل نہیں ہو سکتی۔ کیا ایسا شخص ایک وحشی حیوان نہیں؟ اگر آپ کا یہ فیصلہ اسکی نسبت درست ہے تو پھر آپ اپنے خدا کی نسبت کیا خیال کرینگے۔ کیا تمام قوموں اور تمام ممالک میں لفظ خدا یا دیگر زبانوں میں اس لفظ کے ہم معنے لفظ عظمت اور نیکی بتمامہ کا لُبّ لباب نہیں۔ آپ خدا کو اپنا باپ جو آسمانوں میں ہے کہہ کر پکارتے ہیں تو کیا اس قسم کا اعتقاد اس باپ کے متعلق خیال میں عزیمت پیدا کرتا ہے۔ باپ کی طرف تو محبت۔ اُلفت۔ اور نرم دلی کو منسوب کیا جاتا ہے۔ آپ اس باپ کے متعلق کیا رائے قائم کرینگے۔ جس کی غیروں کے ساتھ محبت کا اظہار خون کے قطروں میں ہوتا ہے میرے بھائیو اس قسم کے اعتقادات سے آپ خدا کو ناراض کر رہے ہیں۔ خدا کی نسبت صحیح خیالات پر یہ ایک قسم کی زد ہے۔ خون کے ذریعہ گناہ کا کفارہ دُنیا کے کسی مذہب میں نہ ہوا اور نہ جائز رکھا گیا۔ یہ خدا کی خوشی کا موجب نہیں۔ اسمیں کوئی شُبہ نہیں کہ قرآن شریف قربانیوں کی اجازت دیتا ہے لیکن ساتھ ہی جب قربانیوں کے متعلق آیات بالا میں ذکر کرتا ہے تو یہ فرماتا ہے کہ خدا تک نہ تو ان کے گوشت ہی پہنچتے ہیں اور نہ انکے خون بلکہ اس تک تمہاری پرہیزگاری ہی پہنچتی ہے +

تمام مغالطہ خون اور قتل کو تقویٰ کی غرض کے ساتھ مخلوط کرنے سے پیدا ہؤا ہے - اور اس سے اسلئے ایک بُری قسم کی آئین پیدا ہو گئی ہے - آئین بنانیوالا حکم دیتا ہے کہ فلاں فلاں موقعہ پر حیوان ذبح کرو اور اس سے تمہیں نیکی و تقویٰ کا سارٹیفکیٹ ملجائیگا - اور تمہیں تمہارے تمام بُرے افعال کے نتائج سے مخلصی حاصل ہو جائیگی - کیا یہ خیالات کی قابل افسوس پستی نہیں - اور کیا یہ ایک عظیم الشان خیال کی طرف سے پست اور مسخر انگیز خیال کی طرف قابل نفرت تنزل نہیں - وہ قربانی جس کی غرض و غایت بے نفسی کے خیالات پیدا کرنا - خدا کی رضا کے آگے جُھک جانا اور احکام الٰہی کو پورا کر کے کامل تقویٰ حاصل کرنا تھا اس طریق سے گناہ کرنے کے لئے ایک طرح کا انعام اور بدمعاشی کے لئے ایک پروانہ راہداری کا کام دینے لگی +

پیشتر اس کے کہ میں کچھ اسکے متعلق بیان کروں کہ قرآن کس طرح سکھلاتا ہے کہ قربانی اور تقویٰ کا باہمی تعلق ایسا ہے جیسا کہ اسباب اور نتائج کا میں چاہتا ہوں کہ اس نکتہ چینی کا جواب مختصراً دوں جو اس رسم قربانی پر وہ لوگ کرتے ہیں جو بمدردان اسلام کے نام سے پکارے جاتے ہیں - میں پوچھتا ہوں کہ کیا حیوانوں پر ظلم کرنا بدی نہیں - اور کیا کسی چیز کا ضائع کرنا خلاف راستی اور تقوےٰ نہیں - اور کیا قربانی کا تیوار آج اسلامی دنیا میں ہزارہا حیوانوں کے ذبح ہونے کا باعث نہ ہوگا - اس سے کسقدر خوفناک فضولخرچی اور تباہی اور کسقدر ظلم جانوروں پر ہے - یہ منطق تو واقعی فرحت کن ہے لیکن افسوس ہے کہ اسبارے میں امور تنقیح طلب پر اچھی طرح غور نہیں کی گئی اور ٹھیک طور پر نہیں نکالے گئے - ظلم و رحم - خونریزی اور نرم دلی وغیرہ وغیرہ الفاظ صرف ذہنی اختراعات ہی نہیں تبدیلئے حالات سے ان کے معنوں پر اثر پڑتا ہے - اغراض و مُدعا اور نتائج کے لحاظ سے ہمارے تمام کام قابل تحسین یا قابل مذمت ٹھیرائے جاتے ہیں - اسبارے میں اس سوال پر گوشت خور اور سبزی خور فرقوں میں بحث ہے - اگر اُصول حفظان صحت اور علم موجودات جو کہ حال ہی میں سائنسدانوں نے دریافت کئے ہیں گوشت خوری کو تمہارے جسم کی ساخت کیلئے اور جسمانی اعضا کے درست طور پر کام دینے کیلئے آب وہوا کے حالات کو مدنظر رکھ کر ضروری قرار دیتے ہیں - اور اگر آپ ہر روز مختلف قسم کے گوشت پکاتے ہیں تو پھر سمجھ میں نہیں آتا کہ ذبح کرنے کے معاملہ میں آپ کیوں اسقدر رزود حس ہو جاتے ہیں - کیا آپ اس تمام خونریزی کے ذمہ وار نہیں - آپ کا قصاب گویا قاتل ہے - اور اُسے آپنے ملازم رکھا ہے وہ ایک تنخواہ دار سفاک ہے اور آپ اس کے آقا ہیں +

اپنے آپ کو دھوکہ میں نہ ڈالیں - اگر آپ جناب بُدھ کی سی زندگی کو اختیار نہیں کر سکتے - گو اس زندگی کو معدودے چند ہی نے اختیار کیا ہو لیکن عام طور پر انسانوں کیلئے یہ مفید ثابت نہیں ہؤا - تو آپکا فعل آپکے خیالات کے مطابق نہیں - اور اگر آپ گوشت کو عمدہ غذا اور لطیف اور ضروری قسم کی خوراک خیال کرتے ہیں تو

توکیا آپ اسمیں سے اپنے پڑوسی غریب کو حصہ نہ دینگے - مجھے تو آپ کے فیاض طبع ہونے پر یقین ہے لیکن کیا آپ نے سوسائٹی کے غریب اور محتاج لوگوں کو اسمیں سے تھوڑا سا حصہ دینے کا انتظام کیا ہے جس کا آپ ہر دن مزا اُڑا رہے ہیں - ور اگر آپ نے غریبوں کو بھلا دیا ہے تو چاہئے کہ مذہب آپ کو اپنے فرائض یاد دلانے کیلئے موجود ہو یہیں اسلئے قربانی کا تہوار منانا چاہئے - اور جسقدر جانور ہماری خوراک کیلئے روزانہ ذبح کئے جاتے ہیں انکی تعداد میں چند ایک ہزار کا اضافہ کردیا جائے - آپ نے تو اپنے فائدہ کی خاطر جانوروں کو مارنے کے فعل کو جائز رکھا ہے - تو آپ پھر دوسروں کے نقصان کیلئے کیوں نئے طرز کے اخلاق کا وعظ کرتے ہیں - اب تو سوال صرف تعداد اور قسم قربانی کا باقی رہگیا ہے - اور اس کا فائدہ غریب اور نادار لوگوں کو پہنچتا ہے - جیسا کہ کتاب اللہ میں آیا ہے - فاذکروا اسم اللہ علیہا صواف فاذا وجبت جنوبہا فکلوا منہا واطعموا القانع والمعتر - **ترجمہ** - ان کو کھڑا رکھ کر ان پر خدا کا نام لو پھر جب وہ کسی پہلو گر پڑیں تو ان میں سے کھاؤ اور قناعت پیشہ اور گدائی پیشہ کو بھی کھلاؤ -

کیا آپ کہہ سکتے ہیں کہ غربا اور مساکین کی ضروریات کا خیال رکھنا فضولخرچی ہے - اور کیا یہ ناخداترسی ہے کہ آپ کی جیب میں سے کچھ رقم اس غرض کیلئے نکال لیجائے - کہ سال میں ایک یا دو دفعہ محتاج لوگ اس قسم کی مزیدار خوراک کھالیں جس کا لطف آپ ہر دن اُڑاتے ہیں +

اب ہمارے سوال حیوانی زندگی کو تکلیف دینے اور اس پر ظلم کرنے کا سامنے آتا ہے - اس سے تو کوئی بھی انکار نہیں کرتا - کہ جانوروں کو تکلیف ہوتی ہے اور خطرناک ہوتی ہے - میں اس فعل کو یہ کہہ کر جائز قرار نہ دونگا کہ دنیا میں میرے چاروں طرف ایسا ہی دیکھنے میں آتا ہے کہ ادنےٰ طبقہ کے جاندار اعلیٰ طبقہ کے جانداروں کی خوراک کا موجب ہوتے ہیں - لیکن یہ بات میں وثوق سے کہہ سکتا ہوں کہ بہتری اور ترقی تکلیف کی راہ سے ملتی ہے - اس کیلئے مصائب اور ابتلاؤں میں پڑنا پڑتا ہے - اور جان بھی قربان کرنی پڑتی ہے - فناہ کے دروازوں میں سے گذر کر تکریم و احترام حاصل ہوتا ہے - ذرہ ان مختلف مدارج کا خیال آپ کریں جنمیں سے ایک ذرہ بھر ایتھر* کو گذرنا پڑتا ہے پیشتر اسکے کہ وہ انسانی جسم تک پہنچے - اور کس طرح ان ذرات سے جو کسی خاص غرض کو پورا کرتے ہوئے نظر آتے ہیں ایک نئی ترتیب پیدا ہوتی ہے مگر اعلیٰ طبقہ میں ظہور کرنے سے پہلے ادنےٰ طبقہ میں موت کا اختیار کرنا ہے - کسی قسم کی ترقی اور عروج حاصل نہیں ہوتا - جبتک کہ فنا نہ ہوا ور موجودہ ساخت بگڑ نہ جائے - اور کوئی نئی ترتیب اور ساخت نہیں ہوتی پیشتر اسکے کہ پرانی ترکیب کے حصے منتشر نہ ہوجائیں ترقی کا اصول فنا ہے - اور جناب بدھ کے اس کلام سے کہ فناہ ہی مُکتی ہے - یہی مراد ہے +

(باقی آیندہ)

---

*ایک مادہ لطیف جو کرہ ہوائی کے اوپر ہے -

رسُول کا کارِ منصبی

قُل لَّا اَمْلِكُ لِنَفْسِىْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ ط وَلَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ ج وَمَا مَسَّنِىَ السُّوْٓءُ ج اِنْ اَنَا اِلَّا نَذِيْرٌ وَّبَشِيْرٌ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ۝ (سُورۂ اعراف آیت ۱۸۸)

یہ سُورت جس عمدگی اور سادگی سے رسُول کے فرضِ منصبی و کام کو ظاہر کرتی ہے۔ اُسکی نظیر دکھائی نہیں دیتی۔ رسُول صلعم مومنوں کو فتح و ظفر کی خوشخبری دیتے ہیں۔ اور شریروں کو ان کے افعال کے بدنتائج سے جو انہیں اس دُنیا میں اور آخرت میں بھگتنے پڑینگے آگاہ کرتے ہیں لیکن آپ یہ دعویٰ نہیں فرماتے کہ آپ میں خُدائی زور اور طاقت ہے۔ عربوں کی ایک توہم پرست قوم تھی۔ اور اگر رسُول پاک جیسا کہ میں نے اُوپر ذکر کیا ہے چاہتے تو آپ دعوے فرما سکتے تھے۔ کہ آپ میں بہت بڑی فوق العادت طاقتیں ہیں۔ لیکن آپ کی رسالت کا لُبِ لباب آیتہ کریمہ بالا نے مختصر الفاظ میں صاف ظاہر کر دیا ہے۔ بہت سی ایسی روایات بیان کی گئی ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ لوگوں نے آپ کی طرف خدائی طاقتوں کو منسوب کیا لیکن آپ نے اس قسم کے تمام بیہودہ خیالات کا صاف صاف انکار کر کے زائل کر دیا۔ روایت ہے کہ آپ کے بیٹے ابراہیم کی وفات کے دن سُورج کو گرہن کامل لگا۔ لوگوں میں چُپکے چپکے یہ بات ہو رہی تھی کہ رسُول صلعم کے بیٹے کی وفات کی وجہ سے سُورج بالکل سیاہ ہو گیا ہے لیکن آپ ایسے دیانتدار اور صادق تھے۔ کہ آپ نے گوارہ نہ فرمایا کہ لوگ اس قسم کے دھوکہ میں رہیں اگرچہ آپ کی خاموشی سے آپ کی قدر و منزلت آپ کے متبعین کی نظروں میں بہت بڑھ جاتی۔ لہٰذا آپ منبر پر چڑھے اور یُوں گویا ہوئے :۔

الشمس والقمر ایتان من ایات اللّٰہ لا تنکسفان لموت احد ... الخ چاند اور سُورج یقیناً اللہ کے دو نشان ہیں۔ نہ تو انہیں کسی کی وفات کی وجہ سے گرہن لگتا ہے اور نہ کسی کے پیدا ہونے سے پس اگر تم گرہن دیکھو تو اللہ کو پکارو۔ اسکی تسبیح کرو۔ اسکی عبادت کرو۔ اور خیرات دو۔ کبھی کسی رسول نے اس سے زیادہ صراحت کے ساتھ اور اس سے زیادہ صاف دلی

سے اپنی قوم سے گفتگو نہیں کی۔ جن لوگوں کو حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے مخاطب کیا وہ کئی صدیوں سے توہم پرستی اور بُت پرستی میں ڈوبے ہوئے تھے۔ اور اگر رسول پاک اپنے لئے دعویٰ خدائی پیش کرتے تو لوگ بڑی خوشی سے اس دعوےٰ کو قبول کر لیتے۔ لیکن آپ تمام اغراض نفسانی سے بالاتر تھے۔ اور جو کچھ آپنے فرمایا۔ وہ ایک ایسے قلب سے نکلتا تھا جو ہر ایک قسم کی ریاکاری اور ذاتی خیال و مفاد سے مبرا تھا۔ آپنے صاف صاف خدا کے حکم کی تعمیل میں فرما دیا۔ کہ آپ ایک انسان ہی ہیں۔ اور آپ کے پاس خزائنے غیب۔ اور نہ انسان ہونے کی حیثیت میں آپنے دعوے کیا کہ آپ غیب دان ہیں۔ اور نہ ہی آپنے بشریت سے بالاتر ہونے کا اظہار کیا۔ جتنے عمدہ اور احسن کام آپ نے کیئے۔ اور جتنی پیشگوئیاں آپنے کیں۔ ان سب کی وجہ سے کسی قسم کی شہرت یا نام آپنے حاصل کرنا پسند نہ فرمایا۔ آپنے پکار پکار کر یہی کہا۔ کہ سب بڑائی اور بزرگی اللہ ہی کے لئے ہے۔ ہاں عوام الناس میں اور آپ میں یہ مابہ الامتیاز تھا کہ آپ پر اللہ تعالیٰ اپنی رضا و حکم ظاہر کرتا تھا۔ اور آپ بڑی دیانت اور امانت سے اس پر چلتے اور جو کچھ آپ پر نازل ہوتا اُسے عملی جامہ پہنانے تھے۔ اور آپ چاہتے تھے کہ لوگ بھی آپ کی طرح ہی بن جائیں۔ آپ کا ہرگز منشاء نہ تھا کہ آپکے متبعین خزانوں کے مالک بنیں یا طلسمات دکھائیں یا نجومیوں کا سا کام کریں۔ بلکہ آپ کی خواہش تھی کہ ان میں انسانیت اور شرافت پیدا ہو اور وہ زندگی کے اُن اعلےٰ اصولوں پر قدم ماریں جو آپ پر خدا کی طرف سے ظاہر ہوتے تھے۔ آپنے لوگوں کو کھلے الفاظ میں بتلا دیا کہ آپ اُن سے کیا چاہتے ہیں۔ اور اپنی صاف گوئی ہی کی وجہ سے آپ کو بار بار قرآن شریف میں نذیر مبین کر کے پکارا گیا ہے +

رسول کریم صلعم کی بے مثال بزرگی اور عظمت یہیں تھی۔ کہ آپنے کبھی بھی لوگوں سے یہ نہیں کہا کہ آپ مافوق الانسانی طاقتیں ہیں۔ اگرچہ بہت سی قرآن شریف کی پیشگوئیاں آپ کی زندگی ہی میں پوری ہو گئی تھیں۔ لیکن آپ یہی فرماتے رہے۔ کہ آپ کو غیب کا علم نہیں۔ اسلام نے غلبہ پایا لیکن آپنے کبھی بھی یہ نہیں فرمایا کہ آپ خدائی خزانوں کے مالک ہیں۔ پیشگوئیوں کے پورا ہونے اور کامیابیوں کے حاصل کرنے پر آپ یہی فرماتے رہے کہ یہ سب کچھ اس اللہ کی طرف سے ہے جو قادر اور علیم ہے +

قل لا اقول لکم عندی خزائن اللہ ولا اعلم الغیب ولا اقول لکم انی ملک ان اتبع الا ما یوحی الیّ - کہدے (اے رسول) میں تم سے نہیں کہتا کہ خدا کے خزانے میرے پاس ہیں - نہ میں غیب کا حال جانتا ہوں - اور نہ میں تم سے کہتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں - اور میں پیروی نہیں کرتا کسی چیز کی سوائے اسکے کہ جو مجھ پر اُتاری گئی ہے +

ان آیات کا مقابلہ جناب مسیح کے ان اقوال سے جو انہوں نے اپنے متعلق کہے کہا - میں خود بخود کچھ نہیں کرتا (یوحنا ۸ باب ۲۸ آیت) میرا باپ مجھ سے بڑا ہے - (یوحنا ۱۴ باب ۲۸ آیت) مجھے تم نیک کیوں کہتے ہو سوا ایک کے اور کوئی نیک نہیں جو اللہ ہے میں شیطان کو خدا کی اُنگلی سے نکال دیتا ہوں (لوقا ۹ باب ۲۰ آیت) لومڑوں کے لئے بل ہیں - ہوا کے پرندوں کے لئے گھونسلے ہیں لیکن انسان کے فرزند کیلئے کوئی جگہ سر رکھنے کی نہیں - میری نسبت پوچھتے ہو تو میں کہتا ہوں - کہ میں کچھ نہیں کر سکتا - اُس دن اور اُس ساعت کی نسبت کسی انسان کو علم نہیں - اور بیٹے کو بھی نہیں) ان الفاظ کے خواہ کچھ ہی معنے کیئے جائیں - کیا ان سے معلوم ہوتا ہے کہ ان الفاظ کے بولنے والا ایک بے بس انسان تھا نہیں وہ ایک رسول تھا یا ایک خدا - لیکن اگر اُسے خدا مانیں تو دیکھئے کہ خدائی کو کس درجہ تک گرا دیا گیا ہے +

اب ہم یہاں قرآن شریف کی اُن آیات کو لکھتے ہیں جو خدا کی صفات کے متعلق ہیں:

لَهُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ ج وَلَا يَئُوْدُهٗ حِفْظُهُمَا +

ظہورِ اسلام اور مابعد

ترجمہ لیکچر جو جناب عبدالحق اسمعیل صاحب خان نے مسلم لٹریری سوسائٹی لندن میں دیا۔

حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کا کام ایک قسم کا سلسلۂ انقلابات تھا۔ اور میں آپ کی کامیابیوں کے متعلق مختصر طور پر کچھ بیان کرونگا۔ آپنے ایک تنزل کی طرف لیجانے والے طرز زندگی کا خاتمہ کرکے اُسکی بجائے ایک جدید اور نہایت مفید تہذیب کا بیج بو دیا +

مذہبی انقلاب

حضرت محمدؐ کے زمانہ میں بہت سے مذاہب موجود تھے ہر ایک میں مادہ کی پرستش کسی نہ کسی رنگ میں کیجاتی تھی۔ اور ہر ایک میں جدا جدا فرقے تھے۔ جو ایکدوسرے کے ساتھ زبان سے قلم سے ہاتھ سے اور تلوار سے لڑتے تھے۔ اِس طرح مذہب بجائے امن و آرام کے سرچشمہ ہونے کے لڑائی اور ابتری کا منبع تھا کسی جگہ کُشت و خون ہوتا۔ اور کسی جگہ آتشزدگی ہوتی۔ غرضیکہ ہر جگہ طوفان بے تمیزی برپا تھا +

حضرت محمد صلعم کو معلوم تھا۔ کہ عرب و شام میں اس قسم کی حالت ہے۔ آپنے اِن معاملات پر غور فرمایا۔ اور اس نتیجہ پر پہنچے۔ کہ مذہب کا کام بگاڑنا اور تباہ کرنا نہیں بلکہ سنوارنا اور بنانا ہے ایک کو دوسرے سے جُدا کرنا نہیں بلکہ ملاتا۔ لوگونکو غلام نہیں بلکہ انہیں آزاد کرنا۔ اور اُنہیں بجائے ذلیل اور بداخلاق بنانے کے انہیں خوشحال عروج کی طرف لیجانا ہے۔ آپ کئی سال کی توجہ کے بعد اس نتیجہ پر پہنچے کہ اچھا مذہب جس کی طرف ہر ایک کو رجوع کرنا چاہئے وہ ہے جسمیں انسان ایک اعلےٰ اور غیرفانی خدا کی عبادت کرے۔ اور غیر متزلزل خدائی قوانین پر چلے آپنے خیال کیا کہ ایک گندم کے دانے یا کسی پودے یا درخت کے بیج بونے۔ اسکی نشو و نما پانے اس کے پھوٹنے۔ اور پھر اس کا انسان کے جسم کے لئے خوراک دینے اور آنکھوں کے لئے خوش منظر پیش کرنے میں صرف خدا ہی کا ہاتھ ہے۔ اس حیرت انگیز دُنیا میں ہر ایک کام کی تہ میں ایک ہستی ہے اور وہ ہستی نہ تو چاند سُورج اور ستارے ہیں اور نہ درخت پودے اور پھول ہیں۔ نہ وہ پہاڑ۔ دریا اور سمندر ہی ہیں۔ اور نہ کوئی اور بیجان چیز ہے اور پھر وہ ہستی انسان بھی نہیں۔ بلکہ وہ مخلوق کی

رُوح ہے جو ہر جگہ موجود ہے۔ خدا کا غیر فانی ہونا نہایت ضروری امر ہے وہ ہر جگہ حاضر ہے لیکن وہ دکھائی نہیں دیتا۔ وہ شرق و غرب سیاہ و سفید و زرد رنگ قوموں کا اور ہر ایک ذرہ کا جہاں کہیں بھی وہ ہو۔ خدا ہے۔ وہ واحد ہے اور سب کا خدا ہے۔ اسکی نظر میں سب سے اچھا انسان وہ ہے جو خلق اللہ کی سچی خوشی و آرام کیلئے سب سے زیادہ کوشاں ہے۔ خواہ وہ سیاہ رنگ کا ہو اور خواہ سفید کا +

اِس قسم کا مذہب تمام مخلوق پر حاوی ہوتا ہے۔ اور تمام سابقہ رسولوں کو جو اتحاد علم اور تہذیب پھیلانے کیلئے آئے۔ کُل جہان کے لوگوں کا مشترکہ ہادی خیال کرتا ہے۔ اور اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ تمام دُنیا متحد و متفق ہو جاتی ہے۔ حضرت محمد صلعم نے اس مذہب کو جسیں انسانی ہمدردی ہے محمدی مذہب کے نام سے نہیں پُکارا۔ اور نہ وہ شخص جو اس کا متبع ہے محمدی کہلایا۔ حضرت محمد صلعم بشر تھے غیر فانی نہ تھے۔ مگر یہ مذہب غیر فانی ہے۔ اور اس کا نام اسلام ہے۔ فقط ایک اور واحد خدا ازل سے ہے۔ اور اسکے قوانین ازلی و ابدی ہیں۔ اللہ کی عبادت کرنا اور اس کے اٹل قوانین کی اطاعت کرنا ہی اسلام ہے۔ اور حضرت محمدؐ آپ کی اور میری طرح تھے اور مسلمان تھے +

اسلام ایک مفید اور متواتر ترقی چاہتا ہے مسلمان بعد از موت بھی ترقی کرتا ہے۔ وہی مسلمان ہے جو فطرت کے باریک اور پوشیدہ رازوں کی تلاش میں ہمیشہ لگا رہتا ہے۔ اور ہمارے اس علم میں جو دُنیا کے متعلق ہے اضافہ کرتا ہے۔ یہ کام اِسی طرح جاری رہیگا حتّٰی کہ انسان اس کمال تک پہنچ جائے جس کا اُسے وعدہ دیا گیا ہے۔ اِس حالت میں کل خدا سے وصال ہو گا۔ اور یہی اسلام ہے +

اِنقلاب قوائے عقلیہ

آزادی رائے۔ اولین اصول اسلام

دوسرا امر جس کی طرف حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو توجہ مبذول فرمانی پڑی یہ تھا۔ کہ لوگ بجائے ترقی کرنے اور متحد ہونے کے کیوں روبہ تنزل اور ایکدوسرے سے علیحدہ علیحدہ ہیں نہایت غور و خوض کے بعد آپنے دیکھا۔ کہ تمام توہمات تعصبات اور خرابیوں کی تہ میں

عقل و قوت استدلال کو استعمال نہ کرنا اور اسے گویا جکڑ بند میں رکھنا ہے۔ انسان عقل سے کام نہیں لیتے اور وہ بھیڑوں کی طرح آنکھ بند کر کے چلتے ہیں۔ حضرت محمد صلعم نے فرمایا کہ عقل و فہم خدا کی طرف سے ایک عطیہ ہے۔ وہ شخص جو اسے استعمال کرتا ہے وہ خدا کا شکر گذار ہے۔ اور جو اس سے کام نہیں لیتا۔ وہ کفران نعمت کرتا ہے۔ ہر ایک بات کی سچائی حتےٰ کہ خدا کی ہستی کے متعلق بھی اطمینان کرنے کیلئے عقل و دلائل کو کام میں لانا چاہیئے۔ حضرت محمد صلعم پیغمبر ہیں نہ صرف اسلئے کہ آپ نے ہمیں یہ سب باتیں بتلائیں۔ بلکہ اسلئے بھی کہ آپ نے انسانی بہتری اور ہمدردی کے لئے بہت معجز نما کام کیا۔ جسے ہم دیکھتے ہیں۔ اور قدر کرتے ہیں۔ اس طرح آزاد خیالی کی بنیاد ڈالکر حضور نے ان عجائبات کے لئے راہ کھولدی جو علم سائنس۔ تجارت۔ حرفت اور لوگوں کے میل جول سے ظہور میں آئے۔ پس اسلام نے معقولیت اور استدلال کو ممتاز جگہ دی +

انقلاب تمدن

حضرت محمد صلعم نے جو اصلاحیں تمدن کے متعلق فرمائیں وہ بہت عظیم الشان تھیں اور اُن کا اثر دُور تک پہنچا۔ آپ کے قوانین کاغذات ہی پر لکھنے کیلئے نہیں تھے۔ بلکہ آپ نے تمام لوگونکو اپنا گرویدہ بنالیا تھا۔ اور وہ آپ کے ہر حکم کی تعمیل کرنے کیلئے ہر وقت مستعد اور سرگرم تھے + یہ اصلاحات مختلف قسم کی ہیں۔ اور ہر ایک بذاتہٖ ایک جدا مضمون ہے۔ میں ان کے متعلق مختصراً ہی بیان کرسکتا ہوں +

(الف) عورت کے متعلق

ا۔ کثیر الازدواجی اس وقت عالمگیر تھی۔ اور عیسائی ممالک میں بھی باوجود جسٹینین کے حکم کے اس کا رواج تھا۔ ایک مرد علاوہ ناجائز طور پر عورتوں سے تعلق رکھنے کے جسقدر بیویاں اپنے بیاہ میں لانا چاہے لاسکتا تھا۔ عرب میں تو عورت کو جائداد سمجھا جاتا تھا۔ اور جب کبھی کوئی مرد فوت ہوتا۔ اس کا لڑکا علاوہ دیگر جائداد پر قبضہ کرنے کے اسکی بیویوں کا بھی مالک بنتا اور جس طرح چاہتا ان سے برتاؤ کرتا۔ اس کے اختیار میں تھا کہ وہ ان میں سے ایک یا زیادہ سے شادی کرے یا اُن سے ناجائز طور پر تعلق پیدا کرے یا اُنہیں فروخت کر دے۔ یا انہیں بطور تحفہ

کسی دوسرے کے پیش کرے +

۲ - عرب میں لڑکیوں کو زندہ دفن کرتے تھے - اور مصر میں ہر سال ایک جوان دوشیزہ لڑکی کو دریائے نیل میں غرق کر دیا جاتا تھا +

۳ - اگر کوئی آزاد (حر) عورت کسی غلام سے بیاہ کرتی تو اُسے قتل کر دیا جاتا +

۴ - اِس قسم کے بیشمار ہولناک واقعات ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ عورت کی کچھ قدر و منزلت نہ تھی اِس وقت ایسے حالات کی موجودگی میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ فرماکر دُنیا کو چونکا دیا کہ جنّت ماں کے قدموں کے نیچے ہے - اور مسلمان کو چاہیئے کہ عورتوں کے متعلّق بدگوئی نہ کرے - خُدا کی نظر میں مرد اور عورت برابر ہیں - اور اسلام نے مرد اور عورت کو اتحاد محبّت اور برادری کے سلسلہ میں باندھ دیا ہے ! اور تعلیم سب مرد اور عورت کیلئے لازمی ہے - نیز آپ نے عورت کے حقوق اس کے لڑکی بیوی - ماں اور فرد خاندان یا جماعت ہونے کی حیثیّت میں قائم کر دیئے +

وہ حقوق جو مسلمان عورتوں کو گذشتہ کئی صدیوں سے ملے ہوئے ہیں - یورپین عورتوں کو تھوڑے عرصہ میں اس ایکٹ کے ذریعہ دیئے گئے ہیں جو انگلینڈ میں شادی شدہ مستورات کی جائداد کے متعلّق نافذ ہوا ہے - عام کاروبار میں اسلام نے مرد و عورت کو ہمیشہ یکساں رکّھا ہے +

(ب) غلامی

غُلامی بھی عالمگیر ہو رہی تھی - زبردست زیردست کو غلام بنا لیتا تھا - غُلام کو خوراک اور لباس بُری قسم کا دیا جاتا تھا - اُسے دُکھ و عذاب میں رکّھا جاتا تھا - حتّٰے کہ اُسے بلا خوف سزا قتل بھی کر دیا جاتا تھا - عیسائیت نے بھی غُلام کی حالت بہتر نہیں بنائی - رُوما کے قانون اِسپارہ میں جاری ہوئے لیکن غلامی پھر بھی موجود رہی غُلام آپسمیں ایک دوسرے سے شادی کر سکتے تھے - اگر غُلام کسی آزاد (حُر) عورت سے شادی کر لیتا تو اُسے زندہ جلا دیا جاتا - دُور کیوں جائیں امریکہ والوں کا طرزِ عمل غُلاموں کے بارے میں اکثر لوگوں کو یاد ہوگا - اور اسپارے میں بیسویں صدی کے نئے قسم کے قوانین ایسے عام ہیں کہ انکی تشریح کی ضرورت نہیں +

اسلام نے شروع میں انسانی مساوات کا اعلان کیا - اور غُلاموں کے متعلّق قانون جاری کیا جس کی غرض و غایت اِس شرمناک طریقہ کو بالکُل نیست و نابُود کرنا تھا - میں ذیل میں چند ایک کا

ذکر کرتا ہوں :-

۱- جو شخص انسانوں کی تجارت کرتا ہے وہ دائرہ انسانیت سے خارج سمجھا جائیگا +

۲- اگر کسی غلام عورت کے پیٹ سے بچہ پیدا ہو تو وہ آزاد سمجھی جائیگی - اور اُس بچے کے وہی حقوق ہونگے - جو ایک جائز اولاد کے ہوتے ہیں +

۳- کوئی مسلمان غلام نہیں بنایا جاسکتا +

۴- ان جنگوں میں جو جائز طور پر کئے جائیں گرفتار دشمن لوگ اس وقت تک غلام تصور کئے جائینگے جب تک کہ وہ اسلام قبول نہ کریں یا زرِ فدیہ ادا نہ کریں یا آزاد نہ کئے جائیں

۵- غلام اپنے آقا کی لڑکی سے شادی کر سکتا ہے +

۶- خدا کی عبادت کا نہایت مقبول طریق یہ ہے - کہ غلاموں کو آزاد کر دیا جائے +

۷- صاحبِ غلام اگر قانون کی نظر میں مستوجبِ سزا سمجھا جائے تو ایک سزا یہ بھی ہے کہ اُس کا غلام آزاد کیا جائے +

۸- آقا اور غلام کے لباس اور خوراک میں کوئی تمیز نہ ہو +

۹- کسی غلام کو اُسکی طاقت اور قابلیت سے زیادہ کام نہ دیا جائے +

۱۰- غلام کو بوجہ اُس کی غلامی کے حقارت سے نہ دیکھا جائے +

۱۱- بیت المال کا ایک یہ بھی فرض ہے - کہ روپیہ ادا کر کے غلاموں کو اُن کے مالکوں سے آزاد کرایا جائے +

۱۲- اگر آقا اور غلام کے باہمی معاہدہ کا توڑا جانا آقا کی طرف سے پایا جائے تو اُس سے غلام کو حتے الامکان آزاد کئے جانے کا فائدہ اُٹھایا جائے +

(ج) قوانین

۱- دیوانی اور فوجداری قوانین

مجموعۂ قوانین دیوانی و فوجداری تیار کیا گیا - اور اس قسم کے عام اصول جو ذیل میں لکھے جاتے ہیں - آیندہ ہونیوالے واضعانِ قوانین کی ہدایت و رہبری کے لئے درج کر دیئے گئے -

(۱) علما و فضلا میں سے صرف وہی لوگ قانون وضع کر سکتے ہیں جو اپنے تمام علوم کی

واقفیت اور انسانی زندگی کے حالات جاننے کی وجہ سے ممتاز ہوں۔ قوانین پرانے روایات پر مبنی ہوں بلکہ نئے حالات کو مدنظر رکھ کر اصول اسلام کے مطابق ہوں۔ جب کبھی انمیں اختلاف پیدا ہو تو فیصلہ کثرت رائے پر کیا جائے +

(۲) تمام امور میں خواہ وہ اخلاقی ہوں یا جسمانی اعتدال کو مدنظر رکھا جائے +

(۳) کسی کو نقصان نہ پہنچایا جائے +

(۴) قانون کے ظاہری الفاظ پر اس کی اصل غرض منشا کو ہمیشہ فوقیت دیجائیگی +

(۵) ازروے قانون تمام لوگ برابر سمجھے جائینگے (۶) بدی کو احسن طریق سے دور کیا جائے +

قوانین جنگ

اسلام سے پہلے فاتح لوگ مغلوب دشمن کے ساتھ نہایت بیرحمی سے سلوک کرتے تھے۔ کسی قانون سے بھی اُن کے اس ظلم و تعدی کی روک تھام نہ تھی۔ اس طرح یہودی۔ یونانی۔ اہل روما اور اہل فارس میں زندہ انسان کو جلانے اور مقتول کی لاش کو ٹکڑے ٹکڑے کرنے کا رواج تھا +

انجیل کی عبارتوں سے جو ذیل میں درج کیجاتی ہیں اس قسم کے واقعات کی صاف تصویر نظر آتی ہے۔

کتاب چہارم عہدنامۂ قدیم (گنتی) ۳۱ باب ۱۰ آیت۔ اور انکے سارے شہروں کو جنمیں وہ بستے تھے اور اُن کے سب قلعوں کو پھونکدیا +

کتاب چہارم عہدنامۂ قدیم (گنتی) ۳۱ باب ۱۷ آیت۔ سو تم ان بچوں کو جتنے لڑکے ہیں سب کو قتل کرو +

کتاب استثناء۔ ۳ باب ۶ آیت۔ اور ہم نے اُن کو یعنی انکے مردوں اور عورتوں اور لڑکوں کو ہر ایک شہر میں ...... حرم کیا +

حزقیل۔ ۹ باب ۶ آیت۔ اور چھوکروں اور ننھے بچوں اور عورتوں کو ایک لخت مار ڈالو +

اسموایل۔ ۱۵ باب ۳ آیت۔ سو اب تو جا اور عمالیق کو مار۔ اور سب جو کچھ کہ اُن کا ہے کہ - ایک لخت حرم کر۔ اور ان پر رحم مت کر۔ بلکہ مرد اور عورت ننھے بچے اور شیر خوار۔ اور بیل بھیڑ اور اونٹ اور گدھے تک سب کو قتل کر +

آؤ آیات بالا کا ان ہدایات سے جو حضرت محمد صلعم نے اسلامی مہمات کے سرداروں کو دیں مقابلہ کریں۔

آپ حکم دیتے ہیں۔ کہ ان تکالیف کے بدلے میں جو ہمیں دیگئی ہیں اُن نے ضرر لوگونکو جو گھروں میں ہیں دُکھ نہ دو۔ مستورات کو بچاؤ۔ جو بچے دُودھ پیتے ہیں اُنھیں ایزا مت دو۔ اور بیماروں کو بھی تکلیف نہ دو۔ اُن باشندوں کے گھروں کو جنہوں نے مقابلہ نہیں کیا مسمار نہ کرو۔ اور اُنکے ذرائع خورونوش کو ضائع نہ کرو اور نہ ہی اُن کے پھلدار درختوں کو جو احکام حضرت ابوبکرؓ خلیفۂ حضرت محمد صلعم نے اسلامی فوجوں کو دیئے وہ بھی ذیل میں برائے مقابلہ لکھے جاتے ہیں :۔

اِس امر کا اطمینان کرلو کہ تم اپنی قوم کو تکلیف نہیں دے رہے۔ اور انہیں بیچینی میں نہیں ڈال رہے۔ بلکہ ہر معاملہ میں ان سے مشورہ کرو۔ اور خبردار کوئی ایسا کام نہ کیا جائے جو سچائی اور انصاف سے دُور ہو۔ کیونکہ جو اس کے خلاف کرینگے وہ خوشحال نہ ہونگے۔ اپنے دشمنوں کے ساتھ بہادری سے مقابلہ کرو۔ اور اپنی پیٹھ مت دکھاؤ۔ اور اگر تم فتح حاصل کرو۔ تو چھوٹے بچوں۔ بوڑھے مردوں اور عورتوں کو قتل نہ کرو۔ کھجور کے درخت ویران نہ کرو۔ اور اناج کے کھیت مت جلاؤ۔ پھلدار درخت نہ کاٹو اور نہ کسی مویشی کو ایزا پہنچاؤ بجز اُن جانوروں کے جنہیں تم اپنی خورش کیلئے ذبح کرو۔ اور اگر تم کوئی معاہدہ کرو تو اُسکی پابندی دل سے کرو۔ تمہیں سفر میں ایسے مذہبی لوگ ملینگے جو خانقاہوں میں گوشہ نشین ہیں اور اپنے طریق پر خدا کی عبادت کرنے میں لگے ہوئے ہیں ایسے لوگوں کو ہرگز قتل نہ کرو اور نہ اُنکی خانقاہوں کو ویران کرو +

اِسلامی جرنیلوں نے اِن ہدایات کے مطابق اپنے سپاہیوں سے بڑی احتیاط کے ساتھ کام لیا۔ عُمرابنِ عباس جب قاہرۂ قدیم میں داخل ہوئے۔ تو اُنھوں نے تمام مصریوں کے قانون کے مقابل میں آزادی اور مساوات کا اعلان کردیا۔ امن اور انصاف اور قانونی عدالتیں قائم کردیں۔ اور عوام الناس کی بہتری کے انتظام میں مصروف ہوئے۔ جب وہ قاہرہ سے سکندریہ جانے لگے تو اُنھوں نے دیکھا کہ ایک کبوتری نے اُن کے خیمہ کے اُوپر گھونسلا بنا رکھا ہے اور اُسمیں انڈے دیئے ہوئے ہیں۔ اُنھوں نے اس کبوتری کی خاطر خیمہ چھوڑ دیا اور تاکیدی حکم دیا۔ کہ کوئی اس جانور کو نہ چھیڑے۔ یا اس خیمہ کو نہ اُکھاڑے جب تک کہ کبوتر کے بچے اُڑنے کے قابل نہ ہوں +

اُس زمانہ میں مصریوں کا اعتقاد تھا کہ دریائے نیل میں اس وقت تک طغیانی نہیں آتی جبتک کہ کسی جوان باکرہ کو عروسانہ لباس پہنا کر ہر سال اسمیں نہ ڈالا جائے۔ جب انھوں نے اس رواج کے متعلق

سُنا تو انہوں نے خلیفہ وقت کی خدمت میں لکھا اور اُنکی ہدایات کے مطابق اس مکروہ رسم کو فوراً بند کردیا

قوانین حفظان صحت

حضرت محمد صلعم کو علم تھا کہ شراب۔ گرد و غبار اور ناصاف ہوا انسان کیلئے مضر ہیں اسلئے آپنے روزانہ وضو و غسل کے متعلق ہدایات صادر فرمائیں۔ اور حکم دیا کہ ہفتہ میں کم از کم ایکبار تمام جسم کو پانی سے صاف کیا جائے اور ستھرے کپڑے پہنے جائیں۔ اور شراب سے اور تمام ایسی اشیاء سے جو تجربہ سے انسانی صحت کے لئے مضر پائی گئی ہیں قطعاً ممانعت فرمادی۔ قرآن کا حکم ہے کہ کھاؤ پیو لیکن اعتدال سے باہر قدم نہ مارو۔ اس حکم کی ممانعت میں ہمیشہ فائدہ ہی ہے +

۴۔ اخلاقی قوانین

ہر مسلمان کیلئے بعض فرائض مقرر کردئے گئے ہیں۔ جو اسکی ذات کے متعلق دیگر مسلمانوں کے عام انسانوں کے اور بیزبان جانوروں کے متعلق ہیں +

قمار بازی قطعاً بند کردی گئی۔ انصاف۔ راست گوئی اپنے جذبات پر قابو رکھنے اور دیگر نیک خصائل کے بارے میں بہت تاکید کی گئی۔ چونکہ وقت تھوڑا ہے۔ اسلئے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صرف تین احکام اس موقعہ پر بیان کئے جاتے ہیں:۔

(۱) مسلمان بوجہ ہم مذہب ہونے کے ایکدوسرے کے بھائی ہیں۔ اسلئے چاہئیے کہ وہ ایکدوسرے کو تکلیف نہ دیں۔ اور نہ ایک دوسرے کی مدد سے پہلوتہی کریں۔ اور نہ ایکدوسرے کو حقارت سے دیکھیں وغیرہ وغیرہ +

(۲) سب سے اچھا انسان وہ ہے جس سے عام لوگوں کو فائدہ پہنچے +

(۳) جانوروں کے ساتھ سلوک کرنے میں خدا کا خوف دل میں رکھو۔ ان پر اس وقت سواری کرو جب وہ سواری کے قابل ہوں۔ اور جب وہ تھک جائیں ان سے کام نہ لو۔ جو بیزبان جانوروں کے ساتھ بھلائی کرتے ہیں اُنہیں اجر ملیگا +

بہت سی مخرب الاخلاق باتوں کی ممانعت کردی مثلاً کعبہ کے گرد برہنہ اور بے تمیزی سے طواف کرنا

(د) ممانعت رہبانیت

حضرت محمد صلعم نے دیکھا کہ انسان نہ تو سبکے سب نیک ہی ہیں اور نہ سبکے سب برے البتہ لگاتار

ترقی کرنے سے کمال حاصل ہو سکتا ہے۔ لیکن رُہبان بن کر ترقی کرنا مشکل ہے۔ یہ بھی رفتہ رفتہ اس طریق سے دور ہو سکتی ہے۔ کہ انسان دُنیا اور اس کے طریقوں کا پُورا پورا علم حاصل کرے اسی وجہ ہر قسم کی رُہبانیت سے اسلام نے لوگوں کو روک دیا +

(۳) اِنسدادِ مفلسی

اسلام کے بینظیر ارکان میں سے ایک رُکن زکوٰۃ یعنی انسدادِ مفلسی ہے۔ سال کے بعد ہر ایک سرمایہ میں سے جس کی مقدار ایک خاص رقم سے زائد ہو اڑھائی روپیہ فیصدی محصول یا ٹیکس وضع کیا جاتا تھا۔ جو معہ دیگر ٹیکسوں کے بیت المال کا بنیادی پتھر تھا۔ اس طرح آمد و خرچ کا اندازہ رکھا جاتا تھا۔ اور موجودہ بجٹ کی ابتداء اس سے ہوئی ہے۔ اسلام سے پہلے بادشاہ اپنی بدقسمت رعیت اور مفتوح لوگوں سے جس قدر مال جبر و تعدی سے وہ وصول کر سکیں کرتے تھے۔ اور اس مال کو بیہودگیوں اور دیگر اپنی بدمعاشیوں میں صرف کر دیا کرتے تھے۔ لوگوں کی آرام آسائش کا کبھی خیال نہ کیا جاتا تھا۔ تاوقتیکہ حاکم کی بھی اسمیں دلچسپی نہ ہو۔ لیکن اسلام نے حکومت کو لوگوں کا خادم بنا دیا۔ بیت المال قائم کیا گیا اور وہ لوگوں کی مشترکہ جائداد سمجھا جاتا تھا خلیفہ اسمیں سے فقط اسقدر ملتا تھا جو اس کے اور اسکے عیال کے گذارہ کیلئے کافی ہو۔ جو دولت باہر سے آتی تھی وہ اسلام کے عام اغراض پر بڑی دانشمندی کے ساتھ خرچ کیجاتی تھی یتیموں بیوگان اور بیکسوں کی خورونوش کا انتظام کیا جاتا تھا۔ جو بحیثیت ہونے کے ان کا حق تھا لیکن اسے خیرات نہ سمجھا جاتا تھا۔ اور ضرورت کے وقت مدد دی جاتی تھی۔ ہر ایک مسلمان کا فرض تھا کہ وہ اپنی قوم کی بہتری کیلئے کچھ نہ کچھ امداد کرے۔ اور اگر وہ نادار ہوتا تو اُسے کچھ دیا جاتا۔ اگر کوئی معزز مسلمان دیوالیہ ہو جاتا تو اس کا خاندان کسی قسم کی امدادی کام کرنے کی درخواست نہ کرتا بلکہ وہ اُلٹا ایک حق طلب کرتا جو اُسے فوراً دیا جاتا۔ اگر ناداری اسکی اپنی کسی غفلت کی وجہ سے ثابت نہ ہوتی۔ اگر وہ کسی کام کیلئے درخواست کرتا گو اُسے دیا جاتا اور اسکی مدد ہر طریق سے کیجاتی تاکہ وہ اپنی پہلی تجارت قائم کر سکے۔ یا کوئی اور تجارت شروع کرے۔ مثلاً اگر اسلامی سلطنت کے کسی حصہ میں قحط سالی ہوتی تو بیت المال ضروری امداد دینے کیلئے تیار رہتا تھا۔ اور اس ہر مسلمان ہونے کی حیثیت سے لوگوں کا حق تھا۔ اس دستورالعمل کو وہ لوگ قدر کی نگاہ سے دیکھیں گے جنہیں

انتہا ہی کا اور اس کے نتائج کا علم ہے جو یورپ کے ان مقامات میں ہو رہی ہے۔ جہاں مفلس اور نادار لوگ رہتے ہیں۔ یورپ میں بیکاروں کے جلوس دیکھے جاتے ہیں۔ اور ان میں سب ایسے نہیں ہوتے جو کام کرنا نہیں چاہتے بلکہ ان میں ایسے بد قسمت لوگ بھی پائے جاتے ہیں جو باوجود قوی اور طاقتور ہونے کے کام حاصل نہیں کر سکتے۔ ان کے دُبلے پتلے چہروں اور پھٹے پُرانے کپڑوں سے صاف طور پر مفلسی عیاں ہوتی ہے۔ اکثر ان میں سے آسمان تلے رات گذارتے ہیں اور جب کبھی لمحہ بھر کیلئے ان پر نیند غالب آتی ہے۔ تو پولیس والا ہوشیار ہو کہ کر انہیں بے آرام کر دیتا ہے کہ فلاں جگہ چلے جاؤ۔ اگر مفلس لوگوں کے محلّوں کے تنگ و تار کوچوں اور صحنوں میں آپ جائیں تو وہاں ان کی مفلسی کا ایک نیا نظارہ دکھائی دیگا۔ وہاں اس قسم کے غریب مزدوری پیشہ لوگ آباد ہیں جنہیں محنت کی مزدوری اسقدر ملتی ہے جو ان کے جسم و جان کو قائم بمشکل رکھ سکتی ہے کوچے ایسے بچّوں سے پُر نظر آتے ہیں جو گندی نالیوں ہی میں کھیلتے ہیں۔ ان بچوں کی حالت نہایت رحم کے قابل ہے۔ کیونکہ ابتدا ہی سے انہیں کوئی مفید موقعہ نہیں ملتا جس صورت میں ان کے چاروں طرف ناقابل بیان گندگی اور اُس کے لازمی نتائج ہوں تو کب معزز شہری بننے کا وہ موقعہ پا سکتے ہیں نیویارک کے ایک شخص کی نسبت میں نے سُنا کہ وہ ہر سال موسم سرما میں خفیف سے جرم کا مرتکب اسلئے ہوتا کہ اُسے جیلخانہ میں خوراک اور گرم جگہ ملیگی۔ اسیطرح ایک ضعیف العمر شخص نے چند ہفتے لیوی پوسٹ سٹریٹ میں کہا کہ میں جیلخانہ میں جا کر مشقت کرنے کو اس کارخانہ پر ترجیح دیتا جہاں کہ وہ گذشتہ سال سے کام کر رہا ہے۔ اصل تہذیب اس کا نام نہیں کہ ہر ایک شخص کیلئے کام مُہیّا کیا جائے بلکہ اس ذلیل مفلسی کو دُور کرنا ہی سچی تہذیب ہے جیسا کہ اسلام نے مختلف طریقوں سے کیا +

انقلاب مُلکی

نئی طرز حکومت جس کی بُنیاد مدینہ میں رکھی گئی حقیقت میں جمہوری سلطنت تھی۔ مرد اور عورت بُوڑھا اور جوان۔ شہری اور آزاد شدہ سب کے سب اس سچی جمہوری حکومت کے ماتحت مساوی حقوق رکھتے تھے۔ اور ہر ایک کا کُل سلطنت و قوم کی بہبُودی کیلئے کوشاں رہنا فرض تھا۔ اس نئی حکومت نے کمزور کو زبردست سے غریب کو دولتمند سے اور عوام کو طبقۂ امرا سے بچانیکا

بیڑا اُٹھایا۔ غربا کیلئے یہ پہلا موقعہ تھا کہ انہوں نے اپنے آپ کو پناہ و حفاظت میں سمجھا اور اُنہیں معلوم ہُوا کہ کوئی زبردست طاقت انہیں بچانے والی موجود ہے۔ زبردست اب محتاط ہو گئے کیونکہ انہوں نے دیکھا کہ انکی سختیوں کی وجہ سے انہیں سزا ملیگی +

اس وقت نہ تو کوئی مطلق العنان اور نہ موروثی بادشاہ تھا۔ قوم میں سے جو سب سے اچھا ہوتا اُسے قوم کی بہتری کیلئے اور اسلام کے اصُولوں کے مطابق حکومت کرنے کیلئے منتخب کیا جاتا تھا خلیفۂ ثانی حضرت عمر اکبرؓ مسجد کی سیڑھیوں پر سویا کرتے خلیفہ کا خزانۂ عامرہ پر دوسرے لوگوں کے مقابلہ میں زیادہ حق نہ تھا۔ اُنکی تنخواہ مقررہ تھی۔ اور مسلمانوں کی رائے کے خلاف اسمیں اضافہ نہ کیا جا سکتا تھا +

محصُول و ٹیکس مقررہ تھے۔ اور بیت المال کے ذریعہ اکٹھے کئے جاتے اور اُنکا انتظام ہوتا بیت المال کا کام ایک نرالی قسم کا تھا۔ بیوگان یتیمی اور بیکسوں کی پرورش اس سے ہوتی۔ بیکاروں کیلئے کام کا انتظام ہوتا۔ اور جب تک یہ انتظام اپنی اصلی اور ابتدائی صُورت میں رہا مفلسی معدوم ہو گئی۔ بیت المال کسی فرقہ سے تعلق نہ رکھتا تھا۔ بلکہ تمام مسلمانوں کا اس پر برابر حق تھا۔ یہ سچی اخوت حقیقی تھی اور متحد کرنیوالی تھی۔ کسی جماعت کو کوئی خاص حقوق لوگوں پر ظلم کرنے کیلئے حاصل نہ تھے۔ خواہ جماعت دُنیا داروں سے تعلق رکھتی ہو اور خواہ مذہبی لوگوں سے مشرقی مصر اور مغربی ہسپانیہ کا حال پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ اس اتحاد و اخوت نے غیر ممالک کے لوگوں پر اور بالخصوص ان مفتوحہ اقوام پر جو رومیوں کے ماتحت تھے ضرور اثر کیا ہوگا۔ یہ لوگ مدینہ میں آئے۔ اور دیکھا کہ اس قسم کے حالات اور کسی جگہ نہیں۔ پس انہوں نے فوراً مسلمانوں سے التجا کی کہ وہ انہیں ان ظالموں کے پنجہ سے جن کے ماتحت وہ اس وقت تھے نجات دلائیں +

حالتِ ہسپانیہ رومیوں اور مغربی گاتھ کے زیرِ حکومت اسلام کے ابتدائی زمانہ میں سلطنتِ روما کے دیگر علاقوں کی طرح ہسپانیہ کی بھی بہت بُری حالت تھی۔ گو اُمرا تعداد میں زیادہ نہ تھے لیکن اُنکے قبضہ میں قریباً ملک کی ساری دولت تھی۔ ان کی خدمت میں بیشمار غلام موجود رہتے۔ اور وہ تمام عمر قمار بازی عیاشی اور ہر ایک قسم کی بدمعاشی میں صرف کرتے۔ اور عجیب بات یہ تھی کہ ان پر کسی قسم کا ٹکس و محصُول نہ تھا۔ بلکہ اس کا بوجھ دیگر فرقوں اور اشخاص پر تھا۔ ان خونخوار و حریص رومیوں کی خاطر

مختلف قسم کی تعدی و دست درازی کا استعمال کیا جاتا تھا۔ اگر کوئی مالگذار یا ٹکس ادا کرنیوالا نادار ہو جاتا تو اُس کے ہمسایہ کو دُگنا ٹکس یا خراج ادا کرنا پڑتا ✢

متوسط درجہ کے زمینداروں کی حالت قابل افسوس تھی۔ ان لوگوں پر تمام محصول و خراج کا بوجھ پڑتا۔ پھر اپنی زمین بلا منظوری شاہ روما فروخت نہ کرسکتے تھے! ور اگر ان میں سے کوئی مایوسی کیحالت میں بھاگ جاتا تاکہ کوئی بُری بھلی ملازمت کرے تو اُسے ڈھونڈ کر پکڑا جاتا۔ اور اپنے پہلے کام پر پھر اُسے جبراً لگایا جاتا۔ زمینداروں کی آسامیوں کی حالت تو اَور بھی بدتر ہوتی۔ وہ گویا زمین کے ساتھ جکڑے ہُوئے تھے۔ اور زمین کے ساتھ وہ بھی بیچ دیئے جاتے تھے۔ اُن کا فرض تھا۔ کہ وہ زمین کے مالک کے لئے کام کریں اور غلہ بہم پہنچائیں۔ رومیوں کو وہ اپنا علیحدہ محصول ادا کرتے۔ اُن سے فوجی خدمت لینے کا رومیوں کو ہر وقت حق تھا۔ غلاموں کی ان سے بھی بڑھ کر خراب حالت تھی وہ اپنے مالک کے نزدیک ایک قسم کی جائداد سمجھے جاتے تھے۔ وہ تعداد میں اس قدر بیشمار تھے کہ جب ایک دفعہ روما کے مُدبروں نے تجویز کی کہ سب کے سب ایک ہی قسم کی پوشاک پہنا کریں تو اس تجویز کو اس بنا پر رد کیا گیا کہ غلاموں کو معلوم ہو جائیگا کہ انکی تعداد ان کے مالکوں کے مقابلہ میں بہت ہی زیادہ ہے۔ ایک بہت بڑی جنگ کے بعد بھی جسمیں بیشمار غلاموں کا نقصان ہُوا دیکھا گیا کہ بعض مالکوں کے پاس چار ہزار بلکہ آٹھ ہزار تک غلام موجود تھے۔ اُن غریب بدقسمتوں کے ساتھ انکے مالک بڑی بےرحمی سے سلوک کرتے۔ اور ان کی زندگی اور موت برابر سمجھی جاتی تھی ✢

اوسط درجہ آدمی اور زمینداروں کی آسامی اور غلام کے لئے اِس ظُلم سے نجات حاصل کرنیکی ایک راہ تھی۔ وہ جنگلوں میں بھاگ جاتے اور وحشیوں کی طرح زندگی بسر کرتے۔ وہ قزاقوں کا ایک جتھا بنا لیتے اور وقتاً فوقتاً جہاں کہیں ممکن ہوتا ڈاکہ زنی کرتے ایکدفعہ تو ان کا وجود ایسا خطرناک ہو گیا کہ ان سے مقابلہ کیلئے ایک فوج بھیجنی پڑی ✢

اِن واقعات سے معلوم ہوسکتا ہے کہ عوام کو اِس بات کی بالکل پرواہ نہ تھی کہ ملک پر کون حکمران ہوتا ہے۔ انکی اِس قسم کی لاپرواہی سے مغربی گاہتہ کیلئے ہسپانیہ کا فتح کرنا آسان ہو گیا۔ ان وحشیوں نے اگرچہ ان کا مقابلہ بھی کسی نے نہ کیا۔ گرجوں اور گھروں کو جلا دیا۔ اور عورتوں مردوں اور بچوں کو یا تو قتل کیا اور یا غلام بنالیا۔ اس خوف کی وجہ سے جو لوگوں کے دلوں پر طاری ہُوا جنگلوں میں قزاقوں

کی تعداد بہت بڑھ گئی۔ کچھ عرصہ کے بعد کاہنہ وہاں مالک کی حیثیت میں مقیم ہو گئے لیکن پادریوں کے اثر میں آگئے جو اِس طرح ایک زبردست طاقت بن گئے +

جب پادریوں کی طاقت کمزور تھی۔ تو یہ آسامیوں اور غلاموں کی مدد کرتے۔ بلکہ اُنکی آزادی اور رہائی کے لئے وعظ بھی کیا کرتے تھے لیکن جونہی انکی طاقت بڑھی۔ اور اُن کے قبضہ میں بڑے ہوئے املاک اور محلات معہ خدمتگاروں اور غلاموں کے آگئے تو انھوں نے علے الاعلان ظاہر کیا۔ کہ فطرت نے بعض کیلئے غلام اور بعض کیلئے آقا ہونا لکھ دیا ہے۔ جب حالات اس سے بھی بدتر ہو گئے۔ اور لوگ پکار اُٹھے کہ پادریوں کی حکومت بجائے زمینی بہشت ہونے کے ایک نوع دوزخ ہو گئی ہے۔ تو کلیسیا سے جواب ملتا کہ یہ حالت اسلئے ہے کہ یہودیوں کو جنہوں نے جناب مسیح کو مارا تھا تا حال سزا نہیں ملی۔ آخرش اس کا نتیجہ یہ ہُوا کہ ان بدبختوں کو ہر جگہ دُکھ دیا گیا۔ پھر موت سے بچنے کیلئے بعض یہودی عیسائی بن گئے لیکن اس حالت میں بھی ان کے بچے اُن سے جُدا کئے گئے۔ تاکہ ان بچّوں کی تربیت پشتینی عیسائیوں کی طرح ہو۔ بعض کی آزادی اور جائدادیں چھن گئیں۔ اور اُنہیں ان عیسائیوں کا غلام بننا پڑا جو خود پہلے غلام تھے +

(باقی دارد)

دین عیسوی کا مفاد

اکثر اور بار بار میرے دل میں خیال پیدا ہوتا ہے کہ کیا فائدہ کیسی راحت اور طمانیت اور کیا نفع رُوحانی۔ اخلاقی یا مادی ان لوگوں کو ہوتا ہے۔ جو اس زمانہ میں مسیحی عقائد پر ایمان رکھتے اور اپنے آپ کو عیسائی کہتے ہیں جبکہ سائنس اور معقولیات اس درجہ ترقی کر چکی ہیں۔ اور جو زمانہ اسی حیرت انگیز انقلاب سے تیرہ صدی سے بھی زیادہ عرصہ کے بعد آتا ہے۔ جو انقلاب بی بی آمنہ کے یتیم بچے نے مذہب۔ اخلاق۔ رُوحانیت۔ تمدنی اور سیاسی نظامات کے متعلق انسانی خیالات میں پیدا کر دیا بلکہ خود عقل انسانی میں ایک تغیر پیدا کر دیا۔ اور اُسے اوہام باطلہ اور تعصبات کی جکڑبندیوں سے آزاد کر کے حریت کے زیور سے آراستہ کر دیا پس میں نہایت انکساری اور خاکساری کے ساتھ ان فاضل بزرگوں سے استبارہ میں ہدایت چاہتا ہوں۔ جو موجودہ یا سابقہ عیسائیت پر پختہ یقین

رکھتے ہیں۔ اگرچہ ایسے اصحاب واقعی کہیں موجود ہیں +

یہ مبحث ایسا بلند پایہ اور رفیع الشان ہے کہ اسکے متعلق سوال دلآزاری اور رنج دہی کی نیت سے نہیں کیا جا سکتا۔ لہٰذا اسکا جواب بھی کٹ حجتی کے خیال سے نہیں بلکہ پورے طور پر یقین دلانے والا ہونا چاہئے۔ عیسائیت متعدد شاخ در شاخ فرقوں اور گروہوں میں تقسیم ہو چکی ہے کہ یہ کہنا مشکل ہے کہ عیسائیوں میں علم اور متفق علیہ عقیدہ کیا ہے۔ جسے عیسائیت کے نام سے موسوم کیا جا سکے عیسائیت اب ہرگز ایسی مشخص اور مصرح نہیں رہی۔ جیسا کہ مثلاً اسلام ہے۔ اسلام میں بھی مذہبی مناقشات اور فرقہ بندیاں ہوئی ہیں بہت سے اختلافات اور تفرقے پیدا ہوئے ہیں۔ جن سے اسلام کے اس پہلو کے اعتبار سے جو علم فقہ سے متعلق ہے۔ بلکہ بعض رسمیات کے بارہ میں بھی کئی فرق ہو گئے ہیں۔ لیکن اسلام کے بنیادی اصول آج بھی بعینہٖ وہی ہیں۔ جو آج سے تیرہ سو برس پیشتر تھے۔ اللہ تعالےٰ کی توحید پر کامل اور شرک سے پاک ایمان کہ وہ پاک اور بزرگ ہے حاضر و ناظر ہے۔ قادر مطلق ہے اور الرحمٰن اور الرحیم ہے۔ فراخ دلانہ اور فرق نہ کرنیوالا ایمان تمام ان انبیاء اور صحف پر جو اللہ تعالےٰ نے مختلف اقوام و ممالک کے لوگوں کی ہدایت کیلئے وقتاً فوقتاً اور آخری اور خاتم النبیین نبی کی بعثت سے پیشتر جو اپنے ساتھ آخری اور ابدی اور ناقابل تحریف ہمہ گیر کتاب لایا مبعوث ہوئے یا نازل فرمائے گئے اور ایمان اللہ تعالےٰ کے فرشتوں پر اور یوم آخرت پر۔ یہ تمام عقائد حال اسلام کے اساسی عقائد ہیں۔ علیٰ ہذا اسلام کے پانچ ارکان بھی وہی ہیں جو پہلے تھے یعنی (۱) کلمہ طیبہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ پر صدق دل سے ایمان (۲) نماز پنجگانہ (۳) زکوٰۃ یعنی غربا کی اعانت اور دیگر نیک کاموں کے لئے لازمی چندہ (۴) حج کعبہ زندگی میں کم از کم ایکبار (۵) ماہ رمضان میں روزے +

بخلاف اس کے دین مسیحی میں کیا بلحاظ عقائد اور کیا بلحاظ اصول زندگی کوئی بات بھی معین و مشخص نہیں رہی ہے۔ اکثر عیسائی اب بھی پُرانے عہد نامہ کو اپنے لئے غیر الہامی کتاب مانتے ہیں۔ لیکن یہی جماعت کثیرہ بعثت مسیح کے متعلق جو عقیدہ رکھتی ہے اس کا اُسے پہلے عقیدہ سے توافق نہیں ہے۔ اسمیں کوئی شُبہ نہیں ہے کہ عام عقیدہ تو یہی ہے کہ پرانا عہد نامہ الہامی کتاب ہے۔ لیکن عام عقیدہ یہ بھی ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام ایک نیا قانون

اور نادر شریعت لائے۔ شریعت کے آئین کی جگہ قربانی نے لے لی۔ جس سے کفارہ کا مسئلہ منتج ہوا
ان دونوں باتوں میں توافق پیدا کرنا ناممکن ہے۔ اگر شریعت کو قائم رکھا جاتا۔ اور اگر ان قوانین
کی بجاآوری جو ایک خاص قوم کے لئے خاص حالات میں وضع کئے گئے تھے۔ اس ترقی یافتہ زمانہ میں
جبکہ نوع انسانی ایکدوسرے سے قریب تر آگئی ہے۔ ممکن ثابت ہو جاتی۔ تو صاف ظاہر تھا
کہ عیسائیوں کو عیسائی ہونے سے وہی خلاقی یا مادی فوائد حاصل ہوتے جو یہودیوں کو یہودی ہونے سے
حاصل ہوتے ہیں لیکن عیسائیت موجودہ صورت میں تمام الہامی قوانین سے تقریباً پورے طور پر مبرا
اور بے تعلق ہو چکی ہے۔ مسیحی دنیا میں قانون سازی کا کام ان لوگوں کے ہاتھوں میں چلا گیا ہے۔
جنہیں مذہب سے کوئی تعلق نہیں۔ پس کاروبار کی سرانجام دہی کیلئے انفرادی یا قومی حیثیت سے ان کا
عیسائی یا دہریہ کہلانا کوئی اہمیت نہیں رکھتا۔ حقیقت یہ ہے کہ ہم عیسائی ممالک میں دیکھتے
ہیں کہ پادریوں کی مخالفت کے باوجود قانون پاس کرتے جاتے ہیں۔ جیسا مثلاً انگلستان میں متوفی زوجہ
کی ہمشیرہ کے ساتھ جوازِ نکاح کا قانون +

عیسائیوں کے مذہبی اور تمدنی قوانین بھی پرانے عہد نامہ کے قانون نہیں ہیں۔ ان کا سبت
الگ ہے انہوں نے تعداد ازدواج کو جس کا یہودی بزرگوں میں رواج تھا۔ ترک کر دیا ہے وغیرہ وغیرہ
جیسی کہ آجکل عیسائیت کی صورت ہے۔ وہ عملاً اس عقیدہ پر عامل ہے۔ کہ حضرت مسیح ایک بالکل
نئی شریعت لائے۔ ہزاروں سال کے تجربہ کے بعد خدا کو معلوم ہوا کہ انسان جو خود اسکی مخلوق ہے۔ اس
قابل نہیں ہے۔ کہ اسکے قوانین کی تابعداری کر کے نجات حاصل کر سکے۔ لہٰذا اس نے نوع انسان
کیلئے نجات حاصل کرنے کا ایک نیا طریق نکالا اور وہ یہ کہ تمام بنی آدم کے اعمال کی ذمہ واری کا
بوجھ ایک شخص کے کندھوں پر ڈال دے۔ مسیح کے مصلوب ہونے کے دن اسبات کی ضرورت نہ رہی
کہ لوگ قانون الٰہی کی تابعداری کرتے ہیں یا نہیں۔ بلکہ نفس الواقعہ یہ تسلیم کر لیا گیا۔ کہ وہ ان
قوانین کی پابندی کے فطرتاً ناقابل ہیں۔ کیونکہ انہوں نے کجروی اور نافرمانی اپنے مورثان
اعلیٰ حضرت آدم اور حوا سے ورثہ میں پائی ہے۔ اگر وہ دوسری دنیا میں نجات حاصل کر سکتے ہیں
تو صرف بپتسمہ کے ذریعہ سے۔ اور جہانتک بنیادی معتقد کا تعلق ہے۔ یہ بادشاہوں کا فرض ہے۔ کہ
انکی نگہداشت کریں۔ عیسائیت کو بنا بریں اس سے کوئی تعلق نہیں۔ سوائے اسکے کہ معاشرتی قوانین

مثلاً طلاق یا اقوام میں ترک مسکرات کے متعلق اصلاحات میں رُکاوٹ پیدا کرے +

تمام وہ قومیں مثلاً یہودی اور مسلمان جو مذہبی شریعت رکھتی ہیں ان شریعتوں پر عمل کرتی ہیں نہ صرف ان قوانین پر جو انکی کتب مقدسہ میں مرقوم ہیں بلکہ انبیاء علیہم السلام کے اسوہ پر بھی۔ موسے علیہ السلام یہود کیلئے سند ہیں۔ وہ ان کے لئے اسوہ اور نمونہ ہیں۔ وہ محسوس کرتے ہیں کہ آج بھی وہ موسیٰ کے نقش قدم پر چلنے سے کچھ حاصل کرتے ہیں یعنی کہ وہ آج اُن کے ہادی اور رہنما ہیں مسلمانوں کیلئے تو زندگی یا خیال کا کوئی ایسا شعبہ نہیں جس میں حضرت محمد صلعم کی ذات مبارک ایسا ہی اسوہ۔ نمونہ اور مثال پیش نہ کرتی ہو۔ جیسا کہ وہ اس زمانہ میں پیش کرتی تھی۔ جبکہ آج سے تیرہ سو سال پہلے آنحضرت صلعم بجسد عنصری اس معمورہ میں تشریف فرما تھے ہر ایک مسلمان کو اپنے ابدقرار اور ہمہ گیر پیغمبر کی ذات مبارک پر فخر اور ناز ہے۔ تاریخ کے فتوے نے ان پر ثابت کر دیا ہے۔ کہ جس قدر وہ حضرت محمد صلعم کے اُسوہ پر عمل پیرا ہوتے ہیں۔ اسیقدر زیادہ وہ قومی اور انفرادی حیثیات سے مادی عقلی اور رُوحانی ترقی کرتے ہیں۔ اسلام کی پاک کتاب محفوظ ہے۔ اور تحریفات اور تصرفات سے پاک ہے۔ کیونکہ اسکی تصنیف انسانی ہاتھوں سے نہیں ہوئی ہے۔ تمام ضروری قوانین اسمیں موجود ہیں۔ پھر بھی اہل اسلام محسوس کرتے رہے ہیں۔ کہ اس دنیا میں بھی وہ اسوہ اور نمونہ کے محتاج ہیں۔ انہوں نے نہایت صحت کے ساتھ ہزاروں احادیث نبوی جمع کی ہیں۔ اس وسیع عالم میں کوئی انسان نہیں ہے۔ بلکہ اس ہزارہ سالہ دنیا میں ایک انسان بھی ایسا نہیں گذرا۔ جس کے حالات زندگی اس قدر تفصیل۔ باریک بینی خلوص عقیدت اور صحت کے ساتھ معرض تحریر میں لائے گئے ہوں۔ جیسے کہ ختم المرسلین۔ ختم المصلحین۔ خاتم النبیین حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کے حالات لکھے گئے ہیں مسلمان رسُول اللہ کے اُسوہ کی ضرورت کامل طور پر محسوس کرتے ہیں۔ حالانکہ آنحضرت نے خود فرما دیا تھا۔ کہ میں تو تمہاری طرح ایک انسان ہوں۔ اسلام کا مرکزی اصُول ہمیشہ مسلمانوں کو آگاہ کرتا رہتا ہے۔ کہ محمد صلعم صرف اللہ کے رسُول تھے۔ یعنی اللہ کے بندے تھے با وجود اسکے تمام جہان کے مسلمانوں میں ایک متنفس بھی ایسا نہیں ملیگا۔ جو یہ یقین نہ کرتا ہو۔ کہ وہی نبی تمام جہان کیلئے اُسوہ حسنہ ہے +

عیسائیوں کا معاملہ اس سے بالکل مختلف ہے۔ مسیح ان کے لئے اُسوہ نہیں ہیں۔ اور وہ بھی کیسے سکتے ہیں جبکہ انہوں نے اسکو خدا بنا رکھا ہے۔ وہ اسکو خدا کے بےشمار فرزندوں سے ایک نہیں سمجھتے۔ بلکہ واحد اور اکلوتا بیٹا مانتے ہیں۔ اگر انہوں نے ایسا نہ کیا ہوتا۔ اور اس کے نمونہ کو اس دنیا میں ناقابل اتباع نہ بنا دیا ہوتا۔ تو بھی وہ شخص جسے سر ٹکانے کو جگہ نہیں ملتی تھی۔ جو تحفظ ذاتی کے خلاف وعظ کہتا تھا جس نے دولتمندوں کیلئے بہشت میں جانا ناممکن قرار دے دیا تھا۔ جو خود اپنی زندگی میں اپنے مٹھی بھر قریبی پیرؤوں اور شاگردوں میں وفاشعاری۔ راستبازی اور اخلاقی جرأت کی روح نہ پھونک سکا۔ اور جو ایک قبیلے کی زندگیوں میں بھی کوئی اصلاح نہ کر سکا ممکن نہیں کہ اس زمانہ کی ترقی یافتہ اور منضبط نسل انسانی کے لئے نمونہ بن سکے +

پس یہ سمجھ لینا آسان نہیں۔ کہ عیسائی لوگ اپنے آپ کو مسیح کا پیرو کہنے سے اس دنیا میں کونسا فائدہ حاصل کرتے ہیں۔ فی الواقعہ وہ اسکی پیروی نہیں کرتے۔ نہایت نیک ارادوں اور نہایت بلیغ کوششوں کے باوجود وہ اسکی پیروی نہیں کر سکتے۔ عیسائیوں کو اس سے کوئی اخلاقی فائدہ بھی حاصل نہیں ہوتا۔ عیسائیت زندہ نہیں ہے۔ اسلام کی طرح یہ ایک زندہ طاقت نہیں ہے۔ مسلمانوں کے اعمال و افعال ان کے عقائد پر مبنی ہوتے ہیں۔ اگر علاوہ اس کامیابی کے جو اسے نسل انسانی کے ایک کثیر حصہ کو جمہوریت۔ مساوات اور اخوت کے اصولوں پر عمل پیرا بنا دینے اور اُن میں مسکرات کے قطعاً ترک کرا دینے میں حاصل ہوئی۔ اور یہ ایسی کامیابی تھی جس میں شک و شبہ کی کوئی گنجائش نہیں۔ اور جس سے کوئی انکار نہیں کر سکتا۔ اگر اسلام سوائے اسکے اس دنیا میں اور کچھ بھی نہ کرتا۔ تو بھی یہ اس قابل تھا۔ کہ ہر ایک مسلمان اپنے آپ کو مسلمان کہنے پر فخر اور ناز کرتا۔ وہ زندہ اخوت جو باوجود تنزل و انحطاط کے اس زمانہ میں بھی مسلمانوں میں پائی جاتی ہے اسلام کا ایک انمول عطیہ ہے +

جب میں قسطنطنیہ گیا۔ اور مجھے پرائیویٹ طور پر مسلمانانِ عالم کے خلیفہ شہنشاہ معظم کے حضور میں شرف باریابی بخشا گیا۔ تو میں نے عرض کیا۔ کہ اس عنایتِ خسروانہ سے مجھے اور میرے ہموطنوں کو بہت بڑا شرف اور اعزاز حاصل ہوا ہے۔ اس کا جواب نہایت سنسنی خیز تھا۔ سلطان المعظم نے فرمایا۔ کہ شرف وغیرہ کا کیا ذکر۔ تمام مسلمان بھائی بھائی ہیں۔ پس وہ سب ایکدوسرے

سے مساوی درجہ رکھتے ہیں۔ کیا یہ ایسا موقعہ نہ تھا۔ کہ میں اپنے مسلمان ہونے پر فخر کرتا۔ یقیناً محض زبانی یا سخاطر کی راہ سے نہیں تھا۔ بلکہ حقیقی اور عملی بات تھی۔ میں اس ملک میں اجنبی تھا۔ جو مرتبہ نہ مجھے اپنے ملک میں حاصل ہے۔ سلطان المعظم کو اس کا چنداں علم نہ تھا۔ میرا اثاثہ تعارف صرف یہ تھا۔ کہ میں مسلمان تھا۔ اور میں نے دیکھ لیا۔ کہ نہایت عالیمرتبت اور بلند ترین ہستی سے مساویانہ اور برادرانہ سلوک حاصل کرنے کیلئے صرف یہی سند کافی ہے +

تھوڑا ہی عرصہ ہوا ہے۔ کہ ایک عجیب و غریب واقعہ پیش آیا۔ ایک انگریز مسلمان کے ایک عیسائی بھائی کو جرمنوں نے اس جنگ میں گرفتار کر لیا۔ اتفاق ایسا ہوا۔ کہ اسی کیمپ میں الجیریا کا ایک مسلمان بھی اسیر جنگ تھا۔ مسلمان قیدی کو جب معلوم ہوا۔ کہ انگریز قیدی کا ایک بھائی مسلمان ہے۔ تو اخوت اسلامی نے فوراً اپنا اثر دکھایا۔ اور اسے انگریز مسلمان بھائی کو محبت آمیز خط لکھنے پر مجبور کیا۔ حالانکہ نہ تو وہ اسکی زبان جانتا تھا۔ نہ اس کا ملک اس نے کبھی دیکھا تھا۔ اور کوئی جان پہچان نہ تھی +

اس قسم کی ہزارہا مثالیں موجود ہیں۔ جو ثابت کرتی ہیں۔ کہ اسلامی اخوت ایک زندہ طاقت ہے۔ پس کم از کم اس لحاظ سے تو مسلمان بحیثیت مسلمان ہونے کے بہتر حالت میں ہیں +

بخلاف اس کے عیسائیوں میں ایسی اخوت اور ہمہ گیر جمہوریت یا مساوات ہرگز نہیں ہے امریکہ میں ایک سفید رنگ عیسائی دوسرے سیاہ رنگ والے عیسائی کو مار پیٹ کرنے سے چنداں پس و پیش نہیں کرتا۔ ہندوستان میں جب عیسائی مشنری پادری کسی نہایت نیچ ذات کے آدمی کو (اور عیسائی مشنری عموماً نہایت نیچ اور مفلس طبقہ سے اپنے رنگروٹ بھرتی کرتے ہیں) گمراہ کرنے میں کامیاب ہو جاتے ہیں۔ تو ذات پات کا امتیاز نہ صرف باقی رہتا ہے۔ بلکہ پہلے سے بھی زیادہ نمایاں ہو جاتا ہے۔ نام نہاد گوروں کا مسیحی تکبر و نخوت نہایت بیدردانہ ہے عیسائیوں میں رنگی ملکی۔ تو اعظم فیصلی۔ طبقی بلکہ جنسی متیازات بھی ہمیشہ اور زندگی کے ہر شعبہ میں جس میں مذہبی شعبہ بھی شامل ہے نہایت نمایاں رہتے ہیں۔ حالانکہ جس انسان کو وہ خدا بناکر پوجتے ہیں وہ ایک معمولی عورت کے بطن سے پیدا ہوا تھا۔ جس کا خاوند نجاری پیشہ کرتا تھا۔ عیسائی جماعت میں پیشہ ور اور مزدور حقارت کی نظر سے دیکھے جاتے ہیں۔ یہانتک کہ

اُمرا کے محلّات میں تاجر پیشہ لوگوں کے اندر آنے کے لئے الگ پائیں دروازے مخصوص ہوتے ہیں پس مساوات اور اخوت کے اعتبار سے اور ہمہ گیر جمہوریت کے لحاظ سے کوئی عیسائی بحیثیت عیسائی ہونیکے بہتر حالت میں نہیں ہے۔ جیسا کہ ایک مسلمان ہے +

اخلاقی بندشوں کے لحاظ سے عیسائیوں کی حالت اور بھی خراب ہے۔ ایک عیسائی ملک میں جہاں کہ کلبوں اور پرائیویٹ مکانات میں قمار بازی کی اجازت ہوتی ہے۔ جہاں زنا کاری کوئی جرم نہیں ہوتا۔ جہاں شراب خانوں کی تعداد گرجوں سے زیادہ ہوتی ہے۔ اور جہاں شراب نوشی نہ صرف ممنوع ہی نہیں۔ بلکہ خاص خاص مواقع پر مذہبی تقدس اپنے اندر رکھتی ہے۔ وہاں ایک مسلمان مسلمان ہونے کی حیثیت سے اپنے آپ کو بہتر حالت میں محسوس کرتا ہے۔ کیونکہ یہ محض اسکے مذہب کی تعلیمات ہی کے فیض سے ہے۔ کہ وہ ان تمام بدیوں سے حظ اُٹھانے کی ترغیبات اور تحریصات پر قابو پانے کے قابل ہوجاتا ہے +

مسلمانوں کی زندگی ان کے مذہب کے قواعد کے پورے پورے تابع ہوتی ہے عیسائیوں کی زندگی پر ان کے مذہب کا ہرگز کوئی اثر نہیں ہوتا۔ اور اگر ہوتا ہے تو بہت کم۔ اسلام ایک مسلمان کو تمام وہ قوانین اور تعلیمات دیتا ہے۔ جو اس کو ایک بہتر رعایا۔ بہتر سپاہی بہتر تاجر۔ بہتر سیاست دان الغرض بحیثیت مجموعی بہتر مرد اور عورت بنانے کیلئے ضروری ہیں عیسائیت کو ان جُملہ معاملات سے کوئی واسطہ نہیں۔ اس کے پیرو ونکو اس سے کوئی مدد نہیں ملتی۔ اس سے وہ کوئی ہدایت نہیں پاتے۔ یہ ان کو کوئی ضابطہ نہیں سکھاتی +

پس اخلاقی تمدنی سیاسی یا اخوت ہمہ گیر کے اعتبار سے عیسائیت قطعی بے سُود ہے اور اس سے کوئی خاص فائدہ نظر نہیں آتا۔ اور نہ ہی میری سمجھ میں آتا ہے۔ کہ اس شخص کو جو یہ یقین کرتا ہے کہ اس کے اعمال کی ذمہ واری کا بار کسی دوسرے کے کندھوں پر ڈالا جاچکا ہے اور اسکی نجات اور بھلائی بجاے اسکے کہ اپنے اعمال پر مبنی ہو اس کا انحصار کسی دوسرے شخص کے خون کی قربانی پر ایمان لانے پر ہو جو ان تمام لوگوں کیلئے جو اس پر ایمان لاتے ہیں کفارہ ہو کر مرا۔ ایسے شخص کو اس مذہب سے کیا رُوحانی فائدہ پہنچ سکتا ہے۔ کسی مسلمان شاعر نے کیا خوب کہا ہے ؎

حقا کہ با عقوبت دوزخ برابر ست
رفتن بہ پائمردی ہمسایہ در بہشت

مسیح کے خون کے ذریعہ کفارہ کا ایمان اگر واقعی اور حقیقی ہو۔ تو سوائے بغایت مخرب الاخلاق ہونے کے اور کچھ نہیں ہو سکتا۔ مجھے یقین واثق ہے۔ کہ کوئی سلطنت اس ایمان کی بناء پر کہ بپتسمہ ہی حصول نجات جبلی اور فطری معصیت کی بیخکنی کیلئے کافی ہے۔ قوم کے بچوں کو اخلاقی قوانین و احکامات کی تعلیم دینا ترک نہیں کردیگی +

اسلامی عقیدہ یہ ہے کہ کوئی روح جو خود اپنا بار اُٹھائے ہوئے ہے کسی دوسری روح کا بار نہیں اُٹھائیگی۔ غیر مسلم لوگ اپنے اعمال کا نتیجہ پالینگے اور مسلمان اپنے اعمال کا اجر پالینگے وعلیٰ ہذا القیاس +

خون کے ذریعہ حصول نجات کا عقیدہ نہ صرف مخرب اخلاق ہے بلکہ بالکل وحشیانہ ہے۔ روحانیت اور تقویٰ کے خلاف اس سے زیادہ اور کیا بات ہو سکتی ہے کہ قادر مطلق۔ رحیم اور منصف خدا نہ صرف ایک سفاکانہ قتل تجویز کرے۔ بلکہ ایک معصوم انسان کو نہایت شدید عذاب کا شکار بنائے۔ خواہ اس فعل کا مقصد تمام نسل انسانی کی نجات ہی کیوں نہ ہو۔ یہ عقیدہ تو خدا کو ایک ظالم۔ سنگدل اور ناکارہ ہستی ثابت کرتا ہے۔ جو دیدہ و دانستہ اپنے اکلوتے بیٹے پر عذاب الیم نازل کرنے کا صرف اس وجہ سے تہیہ کر لیتا ہے۔ کہ وہ خود انسانی روح کو معصوم پیدا نہ کر سکا۔ اس سے تو خدا ایک معمولی آدمی سے جو اپنے لخت جگر کو رنج و بلا سے محفوظ رکھنے کیلئے خود اپنے آپ کو گرفتار بلا کرنے کو تیار ہو جائیگا بھی کم محبت کرنے والا کم فیاض اور کم شفقت پدری رکھنے والا ثابت ہوتا ہے +

کیا ایسے عقائد سے کوئی شخص بھی جو اپنے اندر روح رکھتا ہے روحانیت میں ترقی کر سکتا ہے۔ کیا ایسے ایمان سے اسکو راحت اور طمانیت حاصل ہو سکتی ہے۔ نسل انسانی کا بہترین طبقہ اس قسم کی خود غرضی سے بہت بالا ہے۔ کہ ایسے مکروہ عقائد پر ایمان لا کر دوسرے دنیا میں نجات کے وعدہ پر خوش ہو۔ ایک بلند ہمت اور عالی حوصلہ شخص ایسے خدا کی پرستش کرنے کی بجائے جو اسقدر بے درد۔ ظالم اور سفاک ہے کہ اسنے اپنے اکلوتے بیٹے کو عذاب میں گرفتار کرنے کا منصوبہ

باندھا۔ اسبات کو زیادہ پسند کریگا۔ کہ اس خدا کے قہر کا شکار رہنے اور ابدی جہنم میں رہتے ایک بلند ہمت شخص اپنے اعمال بد کی سزا بھگتنا زیادہ پسند کریگا۔ اور یہ گوارا نہ کرے گا کہ کوئی بیگناہ آدمی اسکی جگہ اسکو بچانے کیلئے سزا پائے +

جو عیسائی اس عقیدہ سے اپنے قلب میں راحت محسوس کرتے ہیں کہ مسیح کا خون اُن کیلئے نجات حاصل کر سکتا ہے۔ یہ کبھی ہو نہیں سکتا کہ شرافت و نجابت اور عدل و انصاف کا صحیح مفہوم انکے دلوں میں ہو۔ مردمی بلکہ انسانیت کے درجہ سے بھی وہ بہت گرے ہوئے ہیں۔ اگر میں یقین رکھوں کہ کسی دوسرے شخص نے میری جگہ اپنی جان دے دی ہے۔ تو خوش ہونے کی بجائے میری تمام عمر رنج و الم کی تلخکامی میں گذریگی۔ کیا کسی مرد یا عورت کو کوئی تسلی اسبات سے ہو سکتی ہے کہ مسیح اُن کیلئے ظلم کی موت مرا +

نہ صرف اخلاقی نقطۂ نظر سے بلکہ آلہیات کے نقطۂ نظر سے بھی مسیحی تثلیث کا عقیدہ کوئی فائدہ نہیں دے سکتا۔ اور مذہب میں ایک گھندسا نہ پیچیدگی داخل کرنیسے کوئی زمینی مفاد یا سماوی طمانیت حاصل نہیں ہو سکتی۔ واحد۔ علیم و بصیر۔ قادر مطلق رحیم لیکن ساتھ ہی جزا و سزا کے مالک خدا پر ایمان لانا اور اسکے آگے سر بسجود ہونا بہت زیادہ سیدھا سادہ دلنشین ہونیوالا اور روح کو ترقی دینے والا ہے اس سے کہ انسان اپنے دماغ کو پریشان کرے اور از راہِ خوش عقیدگی ظاہرداری کے طور پر ایمان لے آئے۔ کہ "ایک تین ہے اور تین ایک ہے"۔ تضرع۔ محبت۔ اطاعت اور تابعداری کو ایک سے زیادہ ہستیوں میں کیوں تقسیم کرتے ہو۔ اس سے کیا فائدہ ہے۔ اس سے کونسی راحت حاصل ہوتی ہے۔ اگر خدا قادر مطلق ہے۔ تو اسکو ایک بیٹے کی امداد کی ہرگز ضرورت نہیں ہے۔ اگر وہ علیم و بصیر اور رحمٰن ہے تو انسان کو اسبات کی ضرورت نہیں کہ اس کا قرب حاصل کرنے کے لئے کسی دوسرے انسان کو وسیلہ بنائے +

اگر ہم مسیح کی صلیب کشی کے ساتھ روح فرسا پر ایمان لے بھی آئیں۔ کہ خدا نے اپنا اکلوتے کو بھیجا کہ عذاب سہے اور قتل ہو۔ تو اب تثلیث پر ایمان رکھنے کی کیا ضرورت ہے۔ جبکہ باپ اور بیٹا پھر ایک ہوگئے ہیں۔ بیٹا پھر باپ کے اندر ضم ہو گیا ہے۔ لہٰذا تمام عبادت اور عاجزی صرف باپ کے آگے ہی ہونی چاہئے۔ خدائے منقسم پر اب کیوں ایمان جاری رکھا جائے۔ اور خدا کے لئے یہ بھی تو

بتاؤ کہ خدا کا رحم اور محبت مقابلۃً نہایت قلیل تعداد تک کیوں محدود رکھتے ہو۔ مسیحی الُوہیت کفّارہ پر ایمان رکھنے والوں کی تعداد نسل انسانی کے اس کثیر حصہ کے مقابلہ میں جو اس پر ایمان نہیں رکھتی بہت تھوڑی ہے اُنہیں کیوں ابدی جہنم کا سزاوار ٹھیراتے ہو اور اس قرآنی تعلیم پر کیوں عمل نہیں کرتے کہ ان الذین امنو والذین ھادو والنصاریٰ والسابیین من امن باللہ والیوم الاخر وعمل الصالحاً فلھم اجرھم عند ربھم ولا خوف علیھم ولا ھم یحزنون (سورہ بقر آیہ ۶۲) ترجمہ۔ تحقیق وہ جو ایمان لائے (مسلمان) اور وہ جو یہودی ہیں اور عیسائی ہیں اور سابی ہیں جو کوئی بھی اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر ایمان لاتا ہے اور نیک عمل کرتا ہے۔ وہ اپنے ربّ سے اس کا اجر پائینگے۔ پس ان کے لئے خوف نہیں ہے۔ اور نہ ہی ان کو رنج ہوگا +

الغرض کسی پہلو سے بھی نگاہ ڈالی جائے بحیثیت مذہب اخلاقی قوت۔ نظام تمدّن ملائمت اور نرمی پیدا کرنے اور عقل کو فروغ دینے کا ذریعہ اور طاقتور محرک عمل ہونے کے عیسائیت کا مفاد اسلام کے مقابلہ میں بہت تھوڑا ہے! اسلام تمدّنی پاکیزگی اور مسکرات سے قومی پرہیزگی کی کامیابی کے ساتھ تعلیم دیتا ہے عیسائیت ایسا نہیں کرتی۔ اسلامی ہمہ گیر اخوت اور مساوات عمومی کی عملی تعلیم دیتا ہے۔ دین مسیحی اس سے قاصر ہے۔ اسلام موثر اخلاقی قوانین نافذ کرتا ہے عیسویت اِس سے غافل ہے۔ اسلام مردانگی۔ بہادری عمل اور قوت کی رُوح پھونکتا ہے۔ نصرانیت بےہمتی۔ اباحت اور رہبانیت پیدا کرتی ہے اسلام عملی تحقیقات و اشاعت علوم سفر اور تجارت کی حمایت کرتا اور حوصلہ افزائی کرتا ہے۔ مسیحیت کا جب روز تھا۔ تو اس نے ان سب کی مخالفت کی۔ اور ہسپانیہ سے لیکر گلیلیو تک ذکی الذّہن اور نئے خیالات پیدا کرنیوالوں کے ساتھ نہایت بے دردانہ سلوک کیا جہاں اسلام نے غلاموں کو آزادی اور عورتوں کو حقوق دینے کیلئے قوانین بنائے وہاں عیسائی مذہب نے غلاموں پر جفا کاری کی اور عورتوں کو جادوگرنیاں کہہ کر زندہ آگ میں جھونک دیا عیسائی مذہب نے سب سے زیادہ خون بہایا ہے۔ اور سب سے زیادہ انسانوں کو ایذا اور دکھ پہنچایا ہے +

عیسائیت کا الٰہیات کا پہلو وحشیوں سے بھی گرا ہوا ہے خالص ویدک اور بدھی مطمح نظر
بھی اس سے بلند مرتبہ رکھتے ہیں۔ ویدمت اور بدھ مت دونوں نے خدا کا قرب حاصل کرنے کے لئے
انسان کے لئے ایک راہ نکالی ہے۔ گو وہ تنگ پرخطر دشوار گذار اور مشکل ہے تاہم
انہوں نے انسان کو بلند کرنے کی کوشش کی ہے +

اسلام ایک کشادہ صاف پختہ جنگلہ دار اور ہموار راستہ۔ شاہراہ بلکہ شارع عام
بنانے میں کامیاب ہوا۔ جس پر اندھے بھی سلامتی سے چل سکیں اور عورتیں اور بچے بھی
خدا کی راہ میں چل سکیں۔ اسلام نے انسان کو اس زمین پر خدا کا خلیفہ بنا دیا۔ جو سوائے اس بالا و
برتر ذات کے اور کسی سے کم نہ رہا۔ بخلاف اسکے دین عیسوی نے انسان کو ایک بدنصیب بدبخت
اور فطرتاً معصیت کار بتایا۔ عیسائیت نے خود خدا کو بھی نیچے گھسیٹ کر انسان کے برابر کر دیا
اور اسے ایک ایسا انسان بنا دکھایا۔ جو انسانی اور شہوانی جذبات سے پُر ہے۔ یہانتک کہ
وہ ایک بچہ پیدا کر دیتا ہے۔ دین مسیحی نے خدا کو بت پرستوں کا سا خدا بنا دیا ہے۔
جس کا قہر صرف خونی قربانی سے ہی ٹھنڈا ہو سکتا ہے۔ جو مصیبت اور بلا میں پھنستا ہے
بشری خصائص اور کیفیات سے متّصف ہے۔ انصاف نہیں کرتا۔ اسکے بیٹے کے توسل
کے بغیر اس تک پہنچنا ناممکن ہے۔ وقس علےٰ ہذا۔ عیسائیت نے خدا کا رتبہ کم کیا۔ انبیا کا رتبہ
کم کیا۔ اخلاقی۔ روحانیت اور انسانیت کو ذلیل کر دیا۔ اور فرقہ اناث پر فتوے کفر لگا دیا
کہ نافرمانی اور گناہ کی علت اولےٰ یہی ہے۔ پس عیسائیت سے انسانی روح کو کیا فائدہ پہنچ سکتا ہے
ہر ایک مرد اور عورت کو جو اپنے آپ کو عیسائی کہتے ہیں۔ یہ سوال اپنے آپ سے پوچھنا چاہئے +

مندرجہ بالا گفتگو سے یہ خیال نہیں کرنا چاہئے۔ کہ مسیح کی ذات کی کوئی عزت میرے
دل میں نہیں ہے۔ بلکہ حقیقت حال اس کے بالکل برعکس ہے۔ میں اپنے آپ کو مسلمان نہیں کہہ سکتا
اگر میرے دل میں حضرت مسیح علیہ السلام کی عزت نہ ہو۔ وہ ایک اولوالعزم پیغمبر تھے۔ گو اتنی محبت
تو نہیں لیکن اسقدر عزت میرے دل میں حضرت مسیح کی ہے جس قدر خود آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی
ذات مبارک کے لئے ہے۔ مجھے کوئی شبہ نہیں کہ وہ عیسائی لوگ (بدقسمتی سے انکی تعداد نہایت
ہی قلیل ہے) جو مسیح کی درویشانہ زندگی کا تتبع کرتے ہیں جو سادگی اور افلاس کی زندگی بسر کرتے ہیں۔

مجرد اور تارک الدنیا رہتے ہیں۔ انکساری اور مسکینی سے رہتے ہیں اور ہمہ تن مصروف عبادت ہیں۔ وہ اس قسم کی زندگی سے کچھ نہ کچھ قلبی راحت اور سکون محسوس کرتے ہوں گے گو ان کے لئے بھی شاید گوتم بدھ بہتر نمونہ ہوتا لیکن جس سوال کی تشریح میں چاہتا ہوں۔ وہ یہ ہے۔ کہ وہ بیس کروڑ انسان جو اپنے آپ کو عیسائی کہتے ہیں عیسائیت سے کیا فائدہ اٹھاتے ہیں وہ بوجہ عیسائی ہونے کے آپ کو کس طرح بہتر حالت میں پاتے ہیں عیسائیوں کو عیسائیت سے کونسا روحانی۔ اخلاقی۔ سیاسی۔ تمدنی یا عقلی فائدہ ہوتا ہے عیسائیت کے وجود کے ہی سرے سے کیا فائدہ ہے +

(القدوائی)

اسلام سراسر امن ہے

اسلام و وفاداری مترادف ہیں تاج برطانیہ کا وفادار حامی اور قیصر ہند شاہ انگلستان کا عقیدت کیش ہواخواہ ہونے کی حیثیت سے میں اس امر کا اظہار کردینا اپنا فرض منصبی سمجھتا ہوں۔ کہ پیغمبر عرب صلے اللہ علیہ وسلم کے دین کی اشاعت اور اسلام کے حلقہ بگوشوں کی کثرت کسی طرح بھی سلطنت برطانیہ کیلئے موجب خطرہ نہیں ہوسکتی۔ کیونکہ **اسلام اور وفاداری** دو مترادف الفاظ ہیں۔ اور ہر ایک مومن جو قرآن کو خدا کی کلام سمجھتا ہے۔ اُس کا فرض ہے۔ کہ محبت آلہی اور شفقت علے خلق اللہ کو اپنا شعار بنائے۔ اور دنیا کے کسی لالچ یا حرص سے مغلوب ہوکر صراط مستقیم کو نہ چھوڑے۔ اور ہمیشہ بغاوت و دغا کی راہوں سے بچتا رہے +

مسلمان باغی نہیں ہوسکتا قرآن کریم میں لکھا ہے۔ لا اکراہ فی الدین یعنی دین میں کوئی زبردستی نہیں۔ اور اس حکم کی اہمیت کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ اس کے ماقبل آیت الکرسی جیسا اسم اعظم اور بعد میں مفصلہ ذیل ارشاد باری ہے

قد تبین الرشد من الغی فمن یکفر بالطاغوت ویومن	تحقیق ظاہر ہوگئی نیکی بغاوت سے پس جو شخص انکار کرے شیطان کا اور ایمان لائے اللہ پر

بااللہ فقد استمسک بالعروۃ الوثقیٰ لا انفصام لھا واللہ سمیع العلیم

اس نے پکڑ لیا مضبوط رسہ کو جو کہ ٹوٹنے والا نہیں ہے۔ اور اللہ تعالےٰ سُننے والا اور جاننے والا ہے +

اب اس حکم ربانی سے صاف ظاہر ہے کہ قرآن کا عامل ہرگز کوئی ایسی راہ اختیار نہیں کر سکتا۔ جو بغاوت کے گرد و غبار سے آلودہ اور امن و آشتی سے بیگانہ ہو +

حقیقی مُسلمان ہر ایک سچا مُسلمان خدا تعالیٰ کے احکام کی تعمیل کو اپنا فرض اولین سمجھتا اور خالق ارض و سما کی رضا کے سامنے تسلیم و نیاز خم کرنا اپنے لئے نہ صرف موجب سعادت تصور کرتا ہے۔ بلکہ اسکی نظر میں مقام تسلیم ہی وہ مقام ہے جہاں سے بہشت بریں بہت قریب اور نزدیک ہے اُس مقام پر پہنچا ہُوا مومن خواہ امیر ہو یا غریب۔ وہ بہرحال محبت اور عشق آلہی کے جام تلطف آفرین سے سرشار رہتا اور ورلی زندگی کے جملہ بیم و ہراس سے امن میں ہوتا ہے۔ اور وہ کیوں اس امن و سلامتی سے بہرہ اندوز نہ ہو؟ جب کہ اس کے رگ و ریشہ میں یہ خواہش سرایت کر چکی ہے۔ کہ اس کا کوئی فعل خلاف منشاء ایزدی نہ ہوگا اور وہ ہر حالت میں رُوح القدس کی رہنمائی اور تائید سے خدائیتعالیٰ کی خوشنودی اور رضا جوئی حاصل کرتا رہیگا مسیحی دُنیا اگرچہ حقیقی مُسلمان کے مدارج سے ناواقف ہے تاہم فطرت انسانی نے ان دُعاؤں کی کتاب میں بھی محولہ بالا مقام کے حصُول کیلئے ایک دعا کا اندراج کرا دیا ہے۔ جس کا ترجمہ حسب ذیل ہے:-

امن و سلامتی کے لیے دُعا اے خُداوند خدا! ہم تیرے بغیر تیری عبادت کرنے کے قابل نہیں ہوسکتے۔ پس تو اے رحیم و کریم خُداوند رُوح القدُس سے ہماری رہنمائی کر اور ہمارے دلوں پر حکومت کر +

سُبحان اللہ کیا اعلیٰ دُعا ہے۔ اور مخلوق کی طرف سے اپنے خالق کے حضُور میں کیسی نیازمندانہ التجا ہے لیکن اگر اس انسانی تصنیف کردہ دُعا کو دین فطرت کے آسمانی صحیفہ کی فتتاحی دُعا کے سامنے رکھ دیا جائے۔ تو نہ صرف یہ کہنا پڑیگا کہ

چہ نسبت خاک را با عالم پاک

بلکہ اسباب کا بھی مقر ہونا پڑیگا۔ کہ حقیقی **سلامتی و امن** کا وہی راستہ ہے جس کی طرف قرآن کریم کی پہلی سورت لیجا رہی ہے +

اللہ اللہ کیا پاک عبارت ہے اِھدِنَا الصِّرَاطَ المُستَقِیمَ ۝ صِرَاطَ الَّذِینَ اَنعَمتَ عَلَیھِم۔ یعنی مولا ہم تو صرف اُنہی لوگوں کا راستہ چاہتے ہیں۔ جن پر تیرا انعام ہوا ہے۔ اور یہ راستہ اے رب العلمین ہم ابھی عرض کر چکے ہیں۔ کہ ہم صرف اِیَّاکَ نَعبُدُ وَاِیَّاکَ نَستَعِینُ ۝ یعنی تیرے ہی حضور جھکنے اور تیری ہی مدد و رہنمائی سے حاصل کر سکتے ہیں +

تسلی دینے والا مذہب

اب جو قوم صرف خدا ہی سے اپنی دستگیری اور راہنمونی کی ملتجی ہو اور اسی اسلام یعنی مبداء سلامتی سے اپنی سلامتی اور امن کی خواہاں ہو۔ بھلا وہ کیونکر بغاوت کی راہیں اختیار کر سکتی اور کیونکر اپنے اطمینان قلب کو ہیجان و بد دلی سے مُبدّل کر کے خدا کی عطا کردہ تسلی و تسکین کو پس پشت ڈال سکتی ہے + اور ہر ایک سچا مسلمان جو ذات باری کو احکم الحاکمین اور اسلام کو "تسلی دینے" والی سچائی کی رُوح کا تعلیم کردہ پاک مذہب یقین کرتا ہے۔ اسکی نظر میں مشرق بعیدہ کا ازرنگ چینی یا برِّ اعظم افریقہ کا سیاہ فام حبشی نئی دُنیا کا سُرخ رنگ انڈین ہو یا فرنگستان کا گورا فرنجی سب کے سب ایک ہی خدا کی مخلوق اور ایک ہی آسمان کے نیچے رہنے والے انسان ہیں مسلمان کو اُنکی دنیوی حیثیت اُن کے مُلکی حالات ان کی قومیت اختلاف السنہ اور آب و ہوا سے سروکار نہیں۔ اگر وہ اُس کے ہم عقیدہ ہیں تو کُلُّ مُؤمِنٍ اِخوَۃٌ کے ماتحت اُن کے برادران دینی ہیں۔ اگر وہ مسافر ہیں تو ابناء السبیل ہونے کی حیثیت سے قابل خدمت ہیں۔ اگر وہ محکوم ہیں تو رعیت ہونے کے باعث قابل رعایت ہیں۔ اور اگر وہ حاکم ہیں۔ تو سلامتی کا مذہب اُن کی اطاعت اور وفاداری کا سبق دیتا ہے۔ غرض ہر حالت میں اسلام کامل تسلی اور امن کا مذہب ہے۔ اور اسکی تعلیم تشکر و تلطف۔ جود و سخاوت۔ کامل اطاعت و حمد و ثنائے الٰہی اور صلح و آشتی کے سُنہری اصولوں پر مبنی ہے +

امن کیلئے جنگ کرنی پڑتی ہے

ہمارے مسیحی دوست کہہ سکتے ہیں کہ دراصل

امن کا مذہب تو مسیحیت ہے۔ کیونکہ خداوند یسوع مسیح نے فرمایا "جو کوئی تیرے دہنے گال پر طمانچہ مارے دوسرا بھی اسکی طرف پھیر دے"۔ لیکن میں کہوں گا۔ یہ تعلیم مسیح علیہ السلام کے زمانہ میں ہی موزوں ہو سکتی تھی۔ اب تو اس پر عمل کرنا بعض حالات میں معصیت کا موجب ہو سکتا ہے کیونکہ شیطان کی افواج تمام اقطاع عالم میں مستعدی سے یلغار کرتی اور ایمان کے قلعوں کو توڑنے میں مصروف ہیں۔ اس لئے امن کی بحالی کی بہترین صورت اب بھی ہے۔ کہ بدیوں کے شہزادہ کو دار پر لٹکا دیا جائے۔ اور جزاءُ سیئۃٍ سیئۃ مثلھا پر عمل پیرا ہو کر شیاطین کے کیمپ پر خطرناک گولہ باری کی جائے لیکن سوال یہ ہے کہ اس عظیم الشان جنگ کی طرح کس طرح ڈالی جائے؟ اور تاریکی کے فرزندوں کا کن قوانین حرب کے ساتھ مقابلہ کیا جائے؟ اور ملائکہ کی افواج کس کے اشارہ وارشاد پر میدان جنگ میں اُتریں؟

شہزادۂ امن ان سوالوں کا بہترین جواب صرف وہی لوگ دے سکتے ہیں۔ جو الہام الٰہی کے تواتر پر ایمان رکھتے اور اس بات کے قائل ہیں۔ کہ قادر مطلق خدائے یگانہ اب بھی اسیطرح زندہ خدا ہے۔ جس طرح وہ پہلے انبیاء کے زمانہ میں تھا۔ اور اب بھی ہماری ہدایت کیلئے اسیطرح آسمان کے دروازے کھلے ہیں جس طرح پہلے تھے +

ایسے مومن اپنے ایمان کی بناء پر کہہ سکتے ہیں۔ کہ چونکہ حضرت رب الارباب جناب احدیت مآب کو نقص امن اور بغاوت ناپسند ہے۔ لہذا مقدر تھا کہ رب العلمین کی پیشگاہ عالی سے لشکر اشرار کی سرکوبی کا خاص حکمنامہ ایک موعود شہزادۂ امن یا آسمانی سپہ سالار کے سپرد ہو اور وہ شیطان کی باغی جمعیت و ذریت کو مغلوب و مقہور کر کے اُن کی شرارتوں سے خدا کے پاکبازوں کو مخلصی دے +

وہ مثیل انبیا ہوتا ہے لیکن جب ایسے شخص دنیا کی اصلاح اور تاریکی کے فرزندوں کی گوشمالی کے لئے مقرر ہوتے ہیں۔ تو شیطان کے کیمپ میں ایک کھلبلی مچ جاتی ہے۔ اور کم فہمی سے دوست کو دشمن خیال کر لینے کی غلطی کا ارتکاب ہوتا ہے مثلاً کسی وقت دنیا اپنی ارتقائی رفتار سے ترقی کرتے کرتے ایسی حالت میں پہنچے کہ مسیح علیہ السلام

کی نرم تعلیم میں مصلحتِ وقت کے تقاضا سے ترمیم یا ایزادی کی ضرورت لاحق ہو تو خیال کیا جائیگا۔ کہ ایسی تعلیم کا وعظ کرنیوالا دجال اور مسیح کا دشمن ہے۔ حالانکہ یہ بات نہیں بلکہ ایسا شخص تو خدا تعالےٰ کے ہاتھ میں بمنزلہ ایک آلہ کے ہوتا ہے۔ اور اُس سے وہی کام لیا جاتا ہے جس کیلئے موسیٰ۔ مسیح اور محمد الرسول صلے اللہ علیہ وسلم کی بعثت وقوع میں آئی تھی۔ وہ سلسلۂ انبیاء کی زنجیر کا ایک جزو اور الہام الٰہی کے چشمہ سے جاری شدہ ندی کے پانی کی مانند ہوتا ہے چونکہ قانون فطرت کی دفعات غیر متبدل اور غیر متغیر ہیں۔ لہذا بعد میں آنیوالا الہام اپنی نوعیت میں نرالا ہونے کی بجائے سابقہ الہامات سے مماثلت رکھتا۔ اور ملہم من اللہ انبیائے سابقین کا مثیل ہوتا ہے +

دُنیا مخالفت کرتی ہے

تاریخ سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ آسمانی لوگوں کی آمد پر زمینی انسانوں کو اُن کے شناخت کرنے میں ہمیشہ غلطی لگتی رہتی ہے۔ جس کی وجہ سوائے اس کے اور کچھ نہیں۔ کہ دُنیا شیاطین کے زیر اثر ہو کر آسمانی حکومت سے بغاوت کا رنگ اختیار کر لیتی ہے۔ اور جب کوئی آسمانی عامل پروانۂ حکومت لیکر آتا ہے۔ اور اپنی سرکار کے محکم و صریح احکام سُناتا ہے۔ تو باوجود اس صراحت و توضیح کے بگڑی ہوئی دُنیا اُس مُرسل من اللہ کو مجنون وسڑی اور وہمی خیال کرتی ہے۔ آہ۔ اُس پیار کرنیوالے ہاتھ کو کاٹنے کی کوشش کی جاتی اور آسمانی پیغام سُنانے کا صلہ مخالفت اور ایذادہی کی صورت میں دیا جاتا ہے مگر آخر فرشتے اُس کی نصرت کو آتے اور ایک نہ ایک دن تاریکی کے بادلوں کو کاٹ کر راستی کا منور چہرہ دُنیا کو دکھاتے ہیں +

مخالفت کی وجہ جہالت ہے

یہاں پر اگر کوئی شخص متعجب ہو کر پُوچھے۔ کہ ایں! اپنے محسن اور بہی خواہ کی مخالفت کی جا سکتی ہے؟ تو میں کہوں گا۔ کہ اس مخالفت کی وجہ نادانی اور ناواقفی ہے۔ اور چنانچہ آپ فرض کر لیں۔ کہ اگر آج کوئی شخص البرٹ ہال میں لیکچر دیتا ہوا کہہ دے۔ کہ مسٹر یوحنا فقیہہ کی کرامات مندرجہ کتاب مکاشفات

کا اپنی ذات میں مشاہدہ کیا ہے۔ تو ایسے خطیب پر فوراً مجنون ہونے کا فتویٰ صادر کیا جائیگا اور اسے اپنے دماغ کا علاج کرانے کا مشورہ دیا جائیگا۔ اور کوئی تحقیقات نہ ہوگی۔ کہ آیا اُس کا بیان صحیح ہے یا غلط۔ اس جلد بازی اور حق کی تلاش سے لاپرواہی کا باعث یہ ہے۔ کہ دہریت اور مادیت نے دُنیا پر غلبہ حاصل کر لیا ہے اور وہ خداوند تعالےٰ کی لامحدود طاقتوں سے ناواقف ہونے کے باعث یہ نہیں جانتے۔ کہ وہ اپنے قوانین کو معطل یا مبدل یا حالات کے موافق کر سکتا ہے۔ اور

شہزادۂ امن کے اوصاف

اپنی مخلوق میں سے جس کو چاہتا ہے الہام سے مستفیض کر کے مختلف عالموں کی خوبیوں اور کُنہ سے آگاہی بخشتا ہے۔ اور اُس کو غیب کے اُن امور سے مطلع کرتا ہے۔ جن کی اُس عالم الغیب کی وساطت کے بغیر کسی نفس کو قطعاً اطلاع نہیں ہو سکتی۔ اور اس طرح وہ السلام خدا شیطان کے مکاید و حیل کو توڑنے اسکی بڑھی ہوئی افواج کو شکست دے کر امن و امان بحال کرنے کے لئے بوقت ضرورت ایک شہزادۂ امن مامور کر کے اسلام کی نصرت کرتا رہتا ہے

پس اے مسلم! تو خوش ہو۔ کہ تیرا مذہب سراسر امن ہے"۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

الم یأن للذین اٰمنوا ان تخشع قلوبھم لذکر اللہ وما نزل من الحق

کیا ابھی ان لوگوں کے لئے جو ایمان لائے ہیں۔ یہ وقت نہیں آیا کہ ان کے دل سے ذکر کے لئے اور اس کے لئے جو حق سے نازل ہؤا جھک جائیں +

برادرانِ اسلام!

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ

ایک درددل کا پیغام آپ کی خدمت میں پہنچاتا ہوں۔ اور دعاء کرتا ہوں کہ اللہ تعالےٰ آپ کے دلوں کو اس کے لئے کھول دے +

اسلام پر مصائب کی انتہا ہوگئی ہے۔ بہتوں کی نظر **اسلام کی ملکی طاقت** کے جاتے رہنے پر ہے۔ اس کی بادشاہتوں کی بربادی میں وہ اسلام کی تباہی کا نقشہ دیکھنا چاہتے ہیں۔ عیسائی۔ پادری کھُلے طور پر یہ لکھتے ہیں کہ اسلام اب تباہ ہو جائیگا۔ کیونکہ اسکی طاقت کا موجب اس کا ملکی اقتدار تھا۔ وہ جاتا رہا۔ واقعاتِ عالم کو دیکھ کر کچھ دوستوں کے دل بھی بیٹھے جاتے تھے۔ مگر علیم و حکیم خدا نے اسلام کی کمزوری کے وقت یہ سنا دیا تھا۔ ھُوَ الَّذِیْ اَرْسَلَ رَسُوْلَہٗ بِالْھُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْھِرَہٗ عَلَی الدِّیْنِ کُلِّہٖ

خدا وہ ہے جس نے اپنا رسول ہدایت اور دین حق دے کر بھیجا۔ تاکہ اسے سارے دینوں پر غالب کرے۔ یہ

خدا کا وعدہ

اسلام کے بڑے بڑے مصائب کے وقت میں سچا ہُوا۔ خود بانیٔ اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زندگی میں ایسے موقع آئے کہ دشمنان اسلام نے سمجھا کہ اسلام اب گیا۔ کبھی عین میدان جنگ میں محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے مارا جانے کی خبر اُڑتی ہے مگر ایمان ان لوگوں کا تھا۔ کہ اس خبر کو سُن کر بول اٹھے ان کان محمدًا قد قتل فرب محمد لم یقتل۔ اگر محمد صلے اللہ علیہ وسلم قتل ہو گئے۔ تو رب محمد قتل نہیں ہُوا۔ کبھی چوبیس ہزار لشکر جرار مٹھی بھر مسلمانوں کو محصور کر لیتا ہے۔ اور کمزور دلوں میں وعدہ الٰہی کی صداقت پر شبہات پیدا ہوتے ہیں۔ تو سچے مومن بجائے گھبرانے کے پکار اٹھتے ہیں۔ ھذا ما وعدنا اللہ ورسولہ وصدق اللہ ورسولہ یہ وہی ہے جو اللہ اور اس کے رسول نے وعدہ کیا تھا (کہ اسلام پر بڑے بڑے سختی کے دن آئینگے) اور اللہ اور اس کے رسول نے سچ کہا (کہ اسلام آخر کار کامیاب اور غالب ہوگا) اور تھوڑے ہی دنوں میں۔

اسلام کی بادشاہت دور دراز ملکوں میں قائم ہو جاتی ہے

کبھی ایک دوسرا نقشہ نظر آتا ہے۔ کہ اسلام کی سلطنت غیر مسلموں (تاتاریوں) کے ہاتھ سے تباہ ہو کر جب اسلام شکست خوردہ نظر آتا ہے۔ تو خود فاتح قوم ہی اسلام کی زبردست آسمانی سلطنت کے سامنے سر جھکا دیتی ہے۔ اور یوں **شکست ہی اسلام کی فتح کا موجب** ہو جاتی ہے۔ غرض اگر کبھی خدا کا زبردست ہاتھ اپنے وعدہ کو پورا کرنے کے لئے اسلام کے غریب نام لیواؤں کو ملکوں کا فاتح اور بادشاہ بنا دیتا ہے تو وہی زبردست ہاتھ دوسرے وقت میں زبردست فاتحین اور بادشاہوں کو اسلام کی غلامی میں لا کھڑا کرتا ہے۔ پس اگر یہ بھی فرض کر لیا جائے کہ اسلام کا ملکی اقتدار جاتا رہا۔ تو اس میں اسلام کی مغلوبیت کی کوئی دلیل نہیں۔ بلکہ یہ کسی **فتح کا پیش خیمہ** ہے۔ اور یہ ملکی اقتدار کوئی ایسی چیز نہیں جس پر کسی مذہب کی ترقی و تنزل کا حقیقی مدار ہو۔ بلکہ یہ خود ایک تبدیل ہوتے رہنے والی چیز ہے۔ اور سب

سے بڑھ کر یہ کہ ہر قوم کا اپنی قسمت اور اپنے نظم ونسق کا آپ مالک ہوتے چلے جانا ایک ایسا امر ہے جس کی طرف کل دنیا میں ایک حرکت پیدا ہو رہی ہے۔ مذہب کے اصول ہمیشہ کے لئے قایم ہیں۔ بدلنے والی چیزیں ان پر اپنا آنی اثر ڈال لیں۔ مگر ان اصول کو برباد نہیں کرسکتیں

اسلام کی آخری کامیابی

دنیا کے کل مذاہب پر غالب آنے کی خوشخبری جو ہم کو ہمارے مولا نے آج سے تیرہ سو سال پیشتر دی اور جس کا ظہور ان تیرہ سو سال میں وقتاً فوقتاً ہوتا رہا ہے۔ اگر غور کی نگہ سے دیکھا جائے تو آج اس کے کھلے آثار بھی ہم کو نظر آتے ہیں۔ بلکہ خود یہ جنگ جس میں چار ساڑھے چار سال کے عرصہ میں لاکھوں کی تعداد میں تندرست اور توانا انسان خاک کے نیچے جا سوئے اگر کوئی دیرپا خوشخبری ہم کو دیتی ہے تو وہ **اصول اسلامی کی کامیابی** ہے۔ آجتک عیسائی مذہب کو یہ فخر رہا کہ انجیل کی اخلاقی تعلیم نہایت اعلےٰ درجہ کی ہے۔ اور قرآن اس کا مقابلہ نہیں کرسکتا۔ کیونکہ انجیل کہتی ہے دشمنوں سے پیار اور محبت کرو۔ مگر قرآن دشمنوں کے ساتھ جنگ کرنے کا بھی حکم دیتا ہے۔ ساری دنیا کو ایک جنگ میں شامل کر کے خدا نے اپنے طاقتور ہاتھ سے بتا دیا کہ انجیل کی تعلیم ناقص ہے۔

جنگ ضروریات انسانی میں سے

ہے۔ اور ظلم وتعدی کو روکنے کے لئے جنگ کرنا نتیجہ خواہ فتح ہو یا شکست۔ اخلاق انسانی میں ایک نہایت اعلےٰ مقام رکھتا ہے۔ اب جنگ کے بعد صلح سے جو فیصلہ قوموں کی قسمت کا ہو وہ کب تک قایم رہے یہ خدا ہی بہتر جانتا ہے۔ انسان آج ایک چیز بناتا ہے کل اسے خود معلوم ہوتا ہے کہ اس نے غلطی کی ہے۔ آج ایک کے ساتھ دوستی گانٹھتا ہے۔ کل کو معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس کا دشمن تھا۔ یہ چیزیں جلد جلد تغیر پذیر ہیں۔ مگر صلح کا اگر کوئی مستقل اور دیرپا اثر نوع انسانی پر رہ سکتا ہے تو وہ

اصول جمہوریت

اصول شوریٰ۔ اصول مساوات نسل انسانی کی فتح ہے۔ کیونکہ یہ فتح دلوں پر ہے۔ مگر کیا یہ سچ نہیں کہ یہ اصول بحیثیت ایک مذہب کے اسلام ہی سے سکھائے۔ امرھم شوریٰ بینھم حکومت شورہ کا ہی کام ہے۔ بسوائے اسلام کے کس مذہب نے سکھایا؟ انما انا بشر مثلکم جب سید الکونین

فخر نسلِ انسانی محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جیسے انسان کے منہ سے یہ کہلوایا جائے کہ میں بھی تمہارے جیسا ہی بشر ہوں۔ حالانکہ بشر اس آفتاب کے سامنے خاک کے ذرات کی طرح ہیں۔ تو جمہوریت کی وہ بنیا در کھدی گئی جس کو کوئی جابرانہ حکومت دنیا سے ہمیشہ کے لئے نیست و نابود نہیں کر سکی۔ گو ایک وقت اس کے اوپر تاریکی کا پردہ پڑ جاتا ہے۔ ان اکرمکم عند اللہ اتقٰکم میں بتادیا کہ

چھوٹے سے چھوٹا انسان بڑے سے بڑے مرتبہ تک پہنچ سکتا ہے

عرب و عجم گورے کالے آزاد غلام کے فرق کو ایسا مٹایا۔ کہ جس قوم کے لئے ابو بکرؓ عمرؓ فخر ہیں۔ اس میں **ایک حبشی غلام بلالؓ** کی عزت کسی طرح کم نہیں۔ غرض جو کچھ **قوموں کی قسمت کا فیصلہ** اس جنگ کے نتیجہ میں ہوگا۔ وہ ایک عارضی اور تبدیل ہوتے رہنے والی چیز ہے مگر جو فتح اصولِ جمہوریت اصول مساواتِ نسلِ انسانی۔ اصول شوریٰ کو عطا ہوئی ہے۔ یا یُوں کہو کہ جو عظیم الشان فتح اصولِ اسلامی کو ہوئی وہ ہمیشہ کے لئے ہے غرض

اصُولِ اسلامی کی کامیابی کا نظارہ

نظر دوربین اس وقت دیکھ سکتی ہے اصول مذہب میں مسئلہ توحید کو جو غلبہ بت پرستی تثلیث وغیرہ غلط عقاید پر حاصل ہو رہا ہے۔ نیکی بدی کی جزا و سزا کا جو مسئلہ اسلام نے سکھایا تھا جس طرح کفارہ اور دوسرے عقاید کی بیخ کنی کر تا جا رہا ہے۔ اصول سیاست میں جمہوریت جو فتح حاصل کرتی جا رہی ہے۔ اصول تمدن میں جو آج زکوٰۃ اور مسئلہ وراثت میں سوشلزم کی مشکلات کی حل موجود ہے۔ اصول معاشرت میں جو ضروریاتِ انسانی قوموں کو اسلامی اصول کی طرف لے آنے کے لئے مجبور کر رہی ہیں یہ سب کھلی علامات اس بات کی ہیں۔ کہ **آخری غلبہ دنیا میں اسلام کے لئے مقدر ہے** مگر ضعف کا اس قدر ہجوم ہے۔ کہ اکثر دلوں میں بجائے اس مضبوط ایمان کے کہ اسلام غالب ہوگا۔ ایک کمزوری پیدا ہو گئی ہے یاد رکھو **اسلام کے غلبہ پر ایمان** ہی ہماری کوششوں میں جان ڈال سکتا ہے۔ اور ان کو بارآور کر سکتا ہے یہی ایمان صحابہ رضی اللہ عنہم کے دلوں میں تھا جس نے ان سے اسلام کی جان نثاری کے ناممکن کام کرا دیئے۔ اور اسی ایمان کے اس زمانہ میں دوبارہ پیدا ہونے کی ضرورت ہے۔ اور اس کے ساتھ ہی کامیابی کی حقیقی راہ پر قدم مارنا ضروری ہے۔ اور یہی وہ دو باتیں ہیں۔ جن کی طرف

اس صدی کے مجدد اسلام کے مسیح موعود

حضرت مرزا غلام احمد صاحب نے مسلمانوں کو توجہ دلائی +

جب چاروں طرف اسلام پر مصائب کے گھٹا ٹوپ بادل چھائے ہوئے تھے۔ جب کوئی انسان واقعات عالم پر غور کر کے اپنے قیاس سے اس نتیجہ پر نہ پہنچ سکتا تھا۔ کہ دنیا میں آخری کامیابی اسلام کے لئے مقدر ہے۔ بلکہ مسلمانوں کی حالت دن بدن تنزل کی طرف جاتی نظر آتی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے یہ خوشخبری اسی انسان کے ذریعہ سے ہم تک پہنچائی۔ کہ

بخرام کہ وقت تو نزدیک رسید و پائے محمدیاں بر منار بلند تر محکم اُفتاد

یہ وہ زمانہ تھا جب اسلام کی سلطنتیں یکے بعد دیگرے گرتی چلی جاتی تھیں۔ جب مسلمانوں کا اخلاقی تنزل حد درجہ کو پہنچ گیا تھا۔ جب اس قوم کو گرتی ہوئی سلطنتوں کی خطرناک آوازیں بھی خواب غفلت سے بیدار نہ کرتی تھیں۔ جب مسلمان سب کے سب ایک مایوسی کی حالت میں تھے۔ جب غیر مذاہب کے حملوں سے غیر مذاہب کی جد و جہد سے اسلام میں لوگوں کے داخل ہونے کی بجائے اسلام سے لوگ نکل رہے تھے۔ اور مسلمان دوسرے مذاہب کی تردید ایک طرف رہی اپنے مذہب کو غیروں کے حملوں سے بچانے کی طاقت بھی اپنے اندر نہ دیکھتے تھے۔ ان حالات میں یہ **روشنی کی چمک** ایک قلب پر خدا کی طرف سے پڑی۔ اور یہ **زندگی بخش پیغام** خدا کی طرف سے ایک دل زندہ کو ملا کہ یہ سب ظلمتیں پاش پاش ہو جائیں گی۔ اور انہی بادلوں کے نیچے سے اسلام کا منور آفتاب نمودار ہو کر ساری دنیا میں اپنی روشنی پھیلائیگا۔ یہاں تک کہ وہ **مغرب بھی جس نے اس آفتاب کی روشنی کو آجتک قبول نہیں کیا اس کی تیز شعاعوں سے بچ نہ سکیگا۔** اور

اسلام کی صداقت کا آفتاب مغرب سے

نمودار ہوگا پس پہلی وہ بات جو اس شخص کو اس زمانہ میں مسلمانوں کی امیدوں کا مرجع بناتی ہے۔ وہ یہی ہے۔ کہ خود اللہ تعالےٰ نے اپنی بشارت دینے والی آواز اس زمانہ میں سب سے پہلے اسی کے دل پر ڈالی۔ اور یہی وجہ تھی کہ اس کا دل اسلام کی آیندہ کامیابی پر ایمان سے لبریز تھا۔ اور یہی ایمان اس نے اپنے پاس بیٹھنے والوں کے دلوں میں بھی پیدا کر دیا۔ برادران اسلام! میں سچ کہتا ہوں۔ کہ یہ ایمان جو حضرت **مرزا غلام احمد صاحب** نے ایک قوم کی قوم کے اندر پیدا کر دیا ہے۔ اسی کی سب سے پہلے ضرورت ہے۔ **جب تک دل مایوس ہیں۔ جبتک ان کے اندر سے وہی آواز نہیں اُٹھتی** جو تمام اسباب شکست کے پیدا ہو جانے پر صحابہ کے دلوں سے اٹھتی تھی

ولما رأ المومنون الاحزاب قالوا ھذا ما وعدنا اللہ ورسولہ وصدق اللہ ورسولہ

جب تک ان کے دلوں میں وہ ہمت پیدا نہیں ہوتی۔ جو حد درجہ کے زخم رسیدہ ہونے پر بھی اس پاک گروہ کے دلوں میں موجود تھی +

اذ قال لھم الناس ان الناس قد جمعوا لکم فاخشوھم فزادھم ایمانا وقالوا حسبنا اللہ و نعم الوکیل

اس وقت تک کامیابی کا منہ وہ نہیں دیکھ سکتے۔ اس آواز کو ایک خادم نے اس زمانہ میں زندہ کیا۔ اور اس نے یہ بشارت دیکر اپنی طرف بلایا ہے۔ ہمارے کام کرنے کے لئے سب سے پہلے ہمیں ایسے ندا دینے والے کی ضرورت تھی۔ وہ ندا خدا نے اپنے ایک

مُجدِّد

کے ذریعہ سے دیدی ہے۔ اب اس کو سن کر اس کی طرف آنا نہ آنا آپ لوگوں کا اختیار رہے دوسری ضرورت جیسا کہ میں نے کہا یہ تھی۔ کہ

اسلام کی کامیابی کی حقیقی راہ

پر ہمارے قدم پڑیں۔ عام طور پر مسلمانوں کے دلوں میں یہ خیالات جاگزین تھے کہ اسلام کی آخری کامیابیاں اس مہدی و مسیح کے ذریعہ سے ہوں گی جن کا غلبہ تلوار سے ہوگا۔ مگر وہی شخص جس کے ذریعہ اللہ تعالےٰ نے ایک بشارت کی آواز ہم تک پہنچائی کہ اسلام ضرور سب دینوں پر غالب ہوگا۔ اسی کے ذریعہ یہ بھی ہم کو بتایا کہ اسلام کی وہ **آخری کامیابیاں تلوار کے ذریعہ سے نہیں۔ بلکہ قلم کے ذریعہ سے** دلایل و براہین سے مقدر ہیں۔ پادریوں نے اسلام کی پہلی کامیابیوں کو یہ کہکر مشتبہ کرنا چاہا۔ کہ وہ اسلام کی کامیابی نہ تھی۔ بلکہ تلوار کی کامیابی تھی۔ **اس لئے اللہ تعالےٰ نے اس زمانہ میں یہ دکھانا چاہا ہے کہ اسلام کے اصول کے اندر کامیابی کے بیج مخفی ہیں۔** اور وہ اپنی کامیابی کے لئے کسی تلوار کا محتاج نہیں اس نے پہلے بھتیرے تلوار چلانے والوں کو اپنا غلام بنایا ہے۔ اب اس زمانہ میں جو ایک علمی زمانہ ہے۔ وہ اسلام کو علوم کے ذریعہ سے کامیاب کر کے دکھائیگا۔ اور مسلمانوں کے فاتحین کو اسلام کی حلقہ بگوشی میں داخل کر کے یہ دکھاویگا۔ کہ اسلام کا غلبہ فتوحات ملکی سے نہ ہوا تھا۔ کیونکہ وہ آج بھی دلوں کو اسی طرح فتح کرتا جا رہا ہے۔ بلکہ

فتوحات ملکی درحقیقت اصول اسلام کی صداقت کا نتیجہ تھیں

جس طرح اب اصول اسلامی کی فتوحات ان کی صداقت کا نتیجہ ہیں۔ ہاں چونکہ وہ پہلا زمانہ ایک

ایسا زمانہ تھا۔ کہ اس وقت اگر اسلام کی بادشاہت قایم نہ ہوتی۔ تو دینِ اسلام کے پھیلانے میں خطرناک رکاوٹیں تھیں۔ اس لئے اللہ تعالےٰ نے

اپنی حکمت بالغہ سے

ان رکاوٹوں کو دور کرنے کے لئے فوراً سلطنت اسلام کو قایم کر دیا۔ اور اب جب اس نے ان رکاوٹوں کو ایک بڑی حد تک اپنے فضل سے یوں ہی دور کر دیا ہے تو اب اسلام کے اقتدار ملکی کے کم ہو جانے سے اسلام کو کوئی حقیقی نقصان نہیں پہنچ سکتا۔ اگر واقعات عالم پر غور کیا جائے تو خود اس خیال کا بطلان نظر آتا ہے۔ جو ایک مدت تک غلطی سے مسلمانوں کے دلوں میں جاگزین رہا ہے کہ اسلام کا آخری غلبہ تلوار کے ذریعہ سے ہوگا۔ گذشتہ سو سال میں جہاں جہاں مسلمانوں نے تلوار اٹھائی ہے ان کے قدم پیچھے ہٹے ہیں لیکن جہاں

اسلام کی تبلیغ

کے لئے تھوڑی سی بھی کوشش کی ہے اس کا ثمرہ امید سے بڑھ کر پایا ہے۔ اگر ایک طرف افریقہ میں اسلام کے بڑھتے ہوئے قدم نے عیسائی دنیا کو حیران کیا ہے تو دوسری خود یورپ میں ایک تھوڑی سی کوشش وہم وگمان سے بڑھ کر پھل لائی ہے۔ اور یہ وہ حقیقت ہے جس پر اللہ تعالےٰ نے اس زمانہ کے مجدد کو مطلع فرمایا۔ اور پرانے خیالات کو اس کے ذریعہ سے دلوں سے نکال کر اسلام کی کامیابی کی صحیح راہ پر لگایا۔ پس ان برادران اسلام سے جو اسلام کے لئے اپنے سینے میں کچھ درد رکھتے ہیں میری یہ درخواست ہے کہ وہ ان واقعات پر غور کریں۔ اور ان اسباب کو جو اسلام کی کامیابی کے لئے اللہ تعالےٰ پیدا کر رہا ہے تحقیر کی نظر سے نہ دیکھیں مجدد ہر صدی کے سر پر آتے رہے۔ اب جب کہ اسلام کی مصائب وبیکسی کی انتہا ہوگئی یہ ممکن نہ تھا کہ اللہ تعالیٰ اس وعدہ کو پورا نہ کرتا۔ وہ آواز آئی۔ جو بشارت اس نے ہمیں دی اس کے آثار بھی ہمیں نظر آتے ہیں پھر بھی اس کی طرف توجہ نہ کرنا محبت اسلام کے دعوے کے منافی ہے۔ ایک عظیم الشان کام کرنے میں چھوٹی چھوٹی باتوں پر رک جانا اور ان پر غالب آنیکی کوشش نہ کرنا صد درجہ کی بدقسمتی ہے۔ آخر اس ندا دینے والے کے ساتھ ہو جانے سے کچھ بگڑتا تو نہیں۔ وہ اسلام سے الگ نہیں کرتا۔ کوئی نیا مذہب نہیں لایا۔ قران وحدیث اس کا مسلک ہے۔ اور اسلام کی خدمت کے لئے بلاتا ہے۔ اور اس راہ پر لگاتا ہے جسپر آج سب دل بھی شہادت دے اٹھے ہیں

کہ وہی کامیابی کی سچی راہ ہے جس پر چل کر کامیابی کی جھلک بھی نظر آرہی ہے موہوم باتوں پر خواب غفلت میں پڑے رہنا اور ہاتھ پاؤں نہ ہلانا شیوۂ دانشمندی نہیں۔

برادران اسلام!

لا تیئسوا من روح اللہ انہ لا ییئس من روح اللہ الا القوم الکفرون

اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو۔ اللہ کی رحمت سے کافر مایوس ہوا کرتے ہیں تھوڑی سی ہمت کرو۔ کچھ قدم آگے اٹھاؤ۔ کچھ غور و فکر سے کام لو۔ اور دیکھ لو کہ اللہ تعالیٰ ان کوششوں میں کیا برکات ڈالتا ہے حضرت مرزا صاحب نے جماعت اسلام میں ایک اور فرقہ بڑھانے کیلئے نہیں بڑھائی۔ بلکہ اس لئے کہ بغیر جماعت خدمت اسلام کا وہ عظیم الشان کام نہیں ہو سکتا تھا۔ جو آپ کے سپرد کیا گیا تھا۔

آؤ

اور تجربہ کر کے ہی دیکھ لو کہ اس کے ساتھ ہونے میں اسلام کو کیا فایدہ پہنچ سکتا ہے۔ بہرحال غور کرو تحقیق کرو اور اس آواز کو تحقیر کی نظر سے نہ دیکھو۔ یہ ہماری بھلائی کے لئے ایک آواز ہے۔ اس کے گرد جمع ہو کر ہم خدمت اسلام کے ایک عظیم الشان کام میں لگ سکتے ہیں۔ اسلام کے مزدور بننا بڑے فخر کا مقام ہے خواہ کام لینے والا کوئی ہو۔ پھر جب خدا تعالیٰ اپنی طرف سے ایک شخص کو کام لینے کیلئے کھڑا کر دے تو انتظار کیا ہے

اسلام کے مزدور

وہ لوگ بنے جن کے ناموں پر ہم آج فدا ہوتے ہیں۔ پھر اس پاک گروہ میں شامل ہونے سے گھبراہٹ کیوں ہے؟ کوئی عزت اس عزت سے بڑھ کر نہیں جو اسلام کی خدمت سے حاصل ہو سکتی ہے۔ میں درد دل کے ساتھ اس آواز کی طرف اور ان واقعات کی طرف توجہ دلاتا ہوں جو اس آواز کی صداقت پر شہادت دے رہے ہیں۔ یہ واقعات کی شہادت اسکے صدق پر اللہ تعالیٰ کی گواہی ہے۔ دنیا میں تو میں اپنے اپنے نصب العین کو ترقی دینے کی سر توڑ کوششیں کر رہی ہیں۔ ہمارا نصب العین

دین اسلام کا کل دینوں پر غلبہ

ہونا چاہئے۔ اور اسی کے لئے ہمیں سر توڑ کوششوں میں لگ جانا چاہئے۔ میں امید کرتا ہوں کہ اسلام سے محبت رکھنے والے میری اس درخواست کو بے توجہی کی نگاہ سے نہ دیکھینگے +

واٰخر دعوینا ان الحمد للہ رب العلمین۔ والسلام

خاکسار محمد علی احمدیہ بلڈنگس لاہور (۲۲ دسمبر ۱۹۱۸ء)

رجسٹرڈ ایل نمبر ۹۰۸

اسلامک ریویو مجریہ لندن

قیمت سالانہ ۸؍ سات روپے

اس کا اردو ترجمہ رسالہ اشاعت اسلام قیمت سالانہ تین روپے

ایڈیٹرز خواجہ کمال الدین صاحب بی اے ایل ایل بی و مولوی صدر الدین صاحب بی اے بی ٹی

مسلم پبلک میں اسلامک ریویو کسی معرف کرانے کا محتاج نہیں صرف ہم برادران اسلام کو یہ اطلاع دینا چاہتے ہیں۔ کہ اس وقت اسی کے منافع پر انگلستان میں اسلامی مشن کے اخراجات بہت حد تک چل رہے ہیں اس کا ہر ایک خریدار اب گویا بلاد غربیہ میں اشاعت اسلام کا خود متکفل ہو جاتا ہے۔ اگر برادران ملت کوشش کر کے انگریزی رسالہ کے پانچ ہزار اور اردو کے دس ہزار خریدار پیدا کر دیں تو ان کا منافع ہمارے دو کنگ کے اسلامی مشن کا کفیل ہو سکتا ہے۔ ہم چاہتے ہیں کہ انگریزی رسالہ کئی ہزار تک بلاد غربیہ میں مفت تقسیم ہو اگر کوئی تبلیغ اسلام کا شیدائی ہمیں پانچ روپے سالانہ بھیجدے تو ہم اُن کی جگہ ایک انگریزی رسالہ یورپ میں مفت تقسیم کر دینگے۔ کیا ملت بیضا کی اشاعت کے عاشق چند ہزار بھی ہندوستان میں ایسے نہیں ؟

دوستو اُٹھو! جاگو!! وقت کو غنیمت سمجھو!!! اسلامک ریویو ہی ایک کامیاب ذریعہ اشاعت اسلام کا ثابت ہوا ہے۔ اور بفضلہ تعالےٰ اس نے اپنی عزت کو یورپ میں نہایت آب و تاب سے قائم کیا ہے اسکو مضبوط کرنے کی کوشش کرو۔ اور اللہ تعالےٰ سے اجر جزیل پاؤ ۔ والسلام

نوٹ ہر دو کا نمونہ ۱؍ ٹکٹ آنے پر مفت ارسال خدمت کیا جائیگا۔ کل درخواستہائے خریداری بتہ ذیل آنی چاہئیں

لمعات انوار محمدیہ

رسول الکریم صلعم کے پاک حالات آپکے خلق عظیم کا آئینہ حسن معاشرت کا فوٹو علمی ادبی تمدنی اخلاقی و اصلاحی مضامین کا دلنواز مجموعہ آنحضرت کے مختلف شعبہ ہائے زندگی کا دلکش مرقع حسین جناب خواجہ کمال الدین صاحب بی اے ایل ایل بی حضرت مولوی صدر الدین صاحب بی اے۔ بی ٹی و حضرت مولوی محمد علی صاحب ایم اے ایل ایل بی و جناب شیخ مشیر حسین صاحب قدوائی بیرسٹر ایٹ لاء جناب مارمیڈیوک پکتھال و جناب لیس۔ ایچ لیڈر مصنف ڈیزرٹ و دیگر مشاہیر قوم کے گرانقدر مضامین بیش بہا جواہر ہیں اور آنحضرت صلعم کو مختلف حیثیتوں میں پیش کیا گیا ہے قیمت ۶؍ مجلد ۱۰؍

المشتہر خواجہ عبد الغنی منیجر اشاعت اسلام عزیز منزل ۔ لاہور

[illegible] حافظ منظفر الدین کے اہتمام سے چھپ کر خواجہ عبد الغنی منیجر اشاعت اسلام [illegible] لاہور سے شائع ہوا

ممالک غیر کے لئے چھ

قیمت چار روپے آٹھ آنے

رجسٹرڈ ایل نمبر ۹۰۸

وَلْتَكُن مِّنكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ

اشاعت اسلام

اردو ترجمہ

اسلامک ریویو مجریہ ووکنگ (انگلستان)

زیر ادارت

خواجہ کمال الدین بی۔اے ایل ایل بی مبلغ اسلام

جلد (۹) | بابت ماہ جنوری سنہ ۱۹۲۳ء | نمبر (۱)

فہرست مضامین

درخواستہائے خریداری بنام منیجر اشاعت اسلام لاہور آنی چاہئیں

ضروری اعلان

۱۔ رسالہ اشاعت اسلام لاہور ماہواری رسالہ ہے جو ہر انگریزی ماہ کی یکم تاریخ کو لاہور سے شائع ہو

۲۔ رسالہ نہ پہنچنے کی اطلاع ۱۰ تاریخ تک دفتر میں آجانی چاہئیں۔ ورنہ شکایت معاف۔

۳۔ اشاعت اسلام کا چندہ بنام مینیجر اشاعت اسلام عزیز منزل لاہور آنا چاہئے۔

۴۔ خریداران رسالہ کو بوقت خط و کتابت اپنے خریداری نمبر کا ضرور حوالہ دینا چاہئے۔ ورنہ تعمیل نہ ہونے کی شکایت قابل معافی ہوگی۔

۵۔ سالانہ قیمت للعہ ششماہی عہ۔ بیرون از ہندوستان صہ نمونہ کا پرچہ مفت ارسال ہو سکتا

۶۔ جواب طلب خطوط کیلئے ۱ر کا ٹکٹ یا جوابی کارڈ آنا چاہئے۔

۷۔ جو صاحب آٹھ خریدار عنایت فرمائینگے۔ انکے نام رسالہ ایک سال کیلئے مفت جاری کیا جاویگا

اجرت نامہ اشتہار رسالہ اشاعت اسلام

تعداد طبع	ایک صفحہ	نصف صفحہ	ربع صفحہ
۱۲	۶۰ـہ	صـہ ۳۵	عـہ ۲۰
۶	صـہ ۳۵	عـہ ۲۰	عـہ ۱۲
۳	عـہ ۲۰	عـہ ۱۵	للعہ ۸
۱	للعہ ۸	صمہ	سے ۳
اجرت اشتہار پیشگی لیجاویگی	معاہدہ اشتہار منسوخ نہیں ہوسکتا	مدت معینہ کے اندر اشتہار بدل سکتا ہے	اشتہار کے حرفے بھجوانے چاہئیں

قواعد اشتہارات

۱۔ اگر اشتہار خود کاتب سے نہ لکھوا سکیں تو عہ ر دینا ہوگا کتابت کی اجرت اشتہار کی اجرت کے علاوہ ارسال کرنی ہوگی۔

۲۔ فحش اور خلاف تہذیب اشتہارات ہرگز نہیں لئے جائیں گے۔

۳۔ ٹائٹل کے اشتہارات کی اجرت نرخنامہ ۲۵ فیصدی زائد ہوگی +

تمام درخواستیں بنام مینیجر اشاعت اسلام۔ عزیز منزل لاہور آنی چاہئیں

THE WOKING MUSLIM MISSION STAFF AND ASSOCIATES

1922.

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

اشاعت اسلام

جلد (۹) — بابت ماہ جنوری سنہ ۱۹۲۳ء — نمبر (۱)

شذرات

تشریح تصویر

مسلم مشن ووکنگ کا عملہ اور دیگر بہی خواہان کا فوٹو اس رسالہ کی زینت کا موجب ہے +

(دائیں طرف سے) (۱) جناب داؤد فنا ہے صاحب بی۔ اے سابق سب مجسٹریٹ پریزیڈنسی مدراس مبلغ اسلام (۲) جناب فیض محمد خان صاحب بابی (۳) جناب وڈالف بکتھال صاحب (۴) حضرت خواجہ کمال الدین صاحب امام مسجد ووکنگ انگلستان (۵) جناب سید عبد المحیی عرب (مولوی فاضل) (۶) خواجہ نذیر احمد صاحب مینیجر اسلامک ریویو ووکنگ (۷) جناب ماسٹر یعقوب خان صاحب بی۔ اے۔ ایل ٹی مبلغ اسلام (کھڑے ہوئے) (۸) جناب محمد امین صاحب قریشی کلرک (۹) جناب قاضی مظہر الحق صاحب کلرک (۱۰) خوشی محمد صاحب کک (۱۱) جناب احمد یوسف صاحب بیرسٹر (۱۲) جناب خلیفہ عبد الحق صاحب کلرک (۱۳) مسٹر جے۔ آر۔ ٹائنک (۱۴) عبد الکریم (خادم) (۱۵) جمال الدین ٹمکو (خادم) (۱۶) عبد الرحمن اکک

نظم

حضرت خواجہ صاحب کے جونا گڈھ جانے کے وقت ذیل کی نظم وہاں کے ایک رئیس جناب قاضی احمد میاں صاحب اختر نے لکھی جو مدت سے پڑی رہی اس قسم کی بہت سی نظمیں لکھنے والوں کی دلی قدردانی اور دلی جذبات کو ظاہر کرتی ہوئی ہمارے پاس اور جناب خواجہ صاحب کے پاس آیا کرتی ہیں۔ اور ہم تہ دل سے مشکور ہیں۔ کہ خدا تعالے نے ہمارے مشن کی محبت اور قدردانی مسلم احباب کے دل میں پیدا کر رکھی ہے۔ لیکن خواجہ صاحب بہت کم پسند کرتے ہیں۔ کہ ایسی نظمیں اس رسالہ میں شائع ہوں لیکن جونا گڈھ کے بعض احباب کے اصرار پر یہ نظم درج کیجاتی ہے۔ بہرحال ہم قاضی صاحب کے تہ دل سے مشکور ہیں۔

من نگویم ایں زماں بودم چساں در اضطراب
از وفورِ مادیت افتادہ بودم دل حزیں

می شنیدم حالت ایں اکتشافاتِ جدید
زیپلین - ایرو پلین و توپہائے آہنین

ایں چہ شورِ لے تمیزی در جہاں افتادہ است
ایں چہ دورِ زندقہ و دہریت آمد ترین

تا کجا ایں شور و شر مادیت برہم زند
جوہرِ انسانیت - ایں امر ربّی - را چنیں

آں ضیاء روح را یارب کجا بر بودم؟
تا کجا در ظلمتِ سائنسہا باشم مکیں؟

شد مکدّر راز چنیں احوالِ قلب باصفا
از قصور عقل و دانش روح شد اندوہگیں

ناگہاں از جانب پنجاب شد ابرے رواں
در رہِ خود سایۂ افگند در ایں سرزمیں

گرچہ کشتِ دل از و سیرابی حاصل نکرد
چوں صدف از گوہر افشانیش بودم خوشہ چیں

آں نکات حکمت و رُوحانیت کردم بگوش
راحت و تسکیں کز اں یابد دل اندوہگیں

ہر یکے اسرارِ مصحف را چنیں تفسیر کرد
آں کمال الدین خواجہ حامیٔ دینِ متیں

آنکہ فیض صحبتش مس را زرِ خالص کند
آنکہ تقریر دل افروزش کند دل را رہیں

آنکہ مقناطیس در شخصیتش آمودہ بود
آنکہ در وقت تکلم در دہانش انگبیں

مرحبا! اے شاہسوار گردِ مُلک انگلینڈ
حبذا! اے پہلوانِ عرصۂ تعلیم دیں

اے کمال الدین خواجہ ہمچو تو باشد کسے
ہم توئی میگو یمت از صدق دل صدق یقیں

از تو دینِ احمدی را شد فروغ اے باکمال
مشرق و مغرب شدہ از محنت تو بہتریں

غلغلہ از نام تو افتادہ در مغرب زمیں
از تو تبلیغ و اشاعت یافتہ دینِ مبیں

تو کمالستی و ہم دیں را کمال افزا ستی
ایکہ از نام تو در لندن شدہ تکمیل دیں

(ز) ایکہ شد امروز در لندن از تو تکمیل دیں
از جناب قاضی احمد میاں صاحب اختر جوناگڑھ (کاٹھیاواڑ) یکم نومبر ۱۹۲۱ء

مراعات

مشرق قریب کے مطلع پر ابھی تک سیاہ بادل چھائے ہوئے ہیں مراعات کا سوال معرض بحث میں ہے۔ یہی ایک سوال ہے جس پر حکومت انگورہ اڑی ہوئی ہے۔ اور کسی کی اطاعت قبول کرنا نہیں چاہتی۔ اس معاملہ میں اس کا یہ طرز عمل حق بجانب ہے۔ ظاہرا طور پر تو مراعات کا سوال کوئی ایسا اہم معلوم نہیں ہوتا۔ لیکن حقیقت میں اس کا اثر بہت گہرا ہے۔ سیاسی اور اقتصادی امور کے علاوہ جو اس سوال سے وابستہ ہیں مجوزہ مراعات لوگوں کی سوشل اور مذہبی زندگی کیلئے مضر ثابت ہونگی۔ ان کے ماتحت غیر ملک کے باشندوں کی اشیائے درآمد پر کوئی محصول نہ لیا جائیگا۔ ملک کی کوئی عدالت انکے کسی مقدمہ کی سماعت نہیں کر سکتی۔ اس کا کیا اثر ہوگا۔ نہ صرف ملک کی تجارت اور صنعت و حرفت تباہ ہو جائیگی۔ بلکہ سوسائٹی کا کل نظام درہم برہم ہو جائیگا۔ اسلام منشیات سے کلی پرہیز رکھنے کا حکم دیتا ہے۔ مردوں اور عورتوں کے درمیاں ناجائز تعلقات کو سختی سے روکتا ہے۔ اس مذہب میں جوئے کی ممانعت ہے۔ لیکن یہ تمام لعنتیں مغربی تہذیب کے ہم رکاب ہوتی ہیں۔ جہاں کہیں اس کا منحوس قدم آتا ہے۔ وہاں زناکاری شرابخانے اور قمار خانے خود رو پودوں کی طرح اُگ آتے ہیں۔ جو اس ملک کی تہذیب و تمدن کو برباد کر دیتے ہیں۔

جب تک اسلامی ممالک مغرب کے اثرات سے محفوظ رہے یہ بلائیں وہاں نمودار نہیں ہوئیں۔ لیکن جونہی موجودہ تہذیب کی برکات وہاں نازل ہوئیں وسکی کی بوتل اور دیگر خباثت نے جن کا ذکر اوپر ہو چکا اپنا تسلط اس ملک میں جما لیا۔ ان امور کے ساتھ بغداد اور دمشق خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ ابھی تھوڑا عرصہ ہوا۔ کہ یہ مقام جدید خباثت سے پاک تھے لیکن جب سے مغرب کا سایہ ان پر پڑا ہے۔ شراب خوری زناکاری اور جوا بازی نے وہاں اپنا گھر بنا لیا ہے۔ عرب اور افغانستان بہت دور افتادہ ممالک ہیں۔ اسلئے وہ ان باتوں سے متاثر نہیں ہوئے۔ اور ابھی تک اسلامی پاکیزگی پر قائم ہیں ہندوستان نے

بھی ایک عرصہ کے بعد اپنی آنکھیں کھولی ہیں۔ اور مغرب نے دیرینہ تعلقات کے سبب جو سنگین خطرہ یہاں پیدا ہو گیا ہے اسے محسوس کرتے ہوئے اب شراب کے خلاف اس ملک میں بھی گورنمنٹ کی مخالفت کے باوجود ایک جنگ شروع ہو گیا ہے۔ ترک اگر اپنے ملک میں ان خبائث کے دوبارہ رائج ہونے سے نفرت کرتے ہیں تو وہ حق پر ہیں۔ لڑائی سے پہلے وہ ان کا تلخ تجربہ حاصل کر چکے ہیں۔ یہ مرا تمام مغربی اقوام کو ان تمام بدیوں کو رائج کرنے میں پوری آزادی دے دیتی ہیں سارے ملک کے اصلی باشندوں کے اخلاق کو خراب کر کے وہ آزادانہ زندگی کے ان اصولوں کو ناکام بنا دیتی ہیں جن کی اسلام تلقین کرتا ہے۔ ایک ایسی سلطنت جو خلافت اسلامیہ کی نمائندگی کرتی ہو۔ اس کا طرز عمل یہی ہونا چاہئے۔ اس کا دائرۂ اخلاق تمام بدیوں سے پاک ہونا چاہئے۔ اسلام اور مذکرہ بالا تین خبائث ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتے +

مریض یورپ

مسٹر لائڈ جارج اور انکی وزارت کے باوجود یورپ کا مریض پھر اٹھ کھڑا ہوا ہے اور اسے تباہ کرنے کی تمام کوششیں ناکام رہیں۔ یونان کی تا گھانی بلا اس بیچارہ کی کٹی پیچی جسے خدا رکھے اسے کون چکھے تلوار اور آتشزدگی کی مصیبتوں سے وہ محفوظ رہا۔ تھریس کی زرخیز اور مشہور و معروف سرزمین سے محروم کرکے دشمنوں نے اسے اپنے وطن مالوف ایشیا کو چک میں بھی چین نہیں لینے دیا۔ تاخت و تاراج اور کشت و خون غرضیکہ ہر طریق سے اسکی بربادی اور ذلت کے سامان کئے گئے لیکن خداوند تعالیٰ نے جو مردہ ہڈیوں میں بھی جان ڈال دیتا ہے اسے پھر زندہ کیا۔ اس کے صبر کی آزمائش حد سے بڑھ کر ہو چکی۔ آخر وہ جنگ پر آمادہ ہوا۔ اور یونانی جو بھیڑیوں کی طرح حملہ آور ہوئے تھے

بھیڑوں کی طرح پسپا ہو گئے۔ اس وقت سے آج تک حالت ایسی ہے کہ کوئی انسان وثوق سے نہیں کہہ سکتا۔ کہ آئندہ کیا ہو گا۔ لارڈ کرزن جو فاتحی سمرنا کو ملاقات سے سرفراز نہ کرتے تھے فوراً سمندر عبور کر کے یورپ پہنچے۔ لیکن فرانس اور اٹلی نے جنگ سے انکار کر کے ان کے جوش کو ٹھنڈا کر دیا۔ ایشیائے کوچک سے فرانسیسی اور اطالوی جھنڈے اٹھا لئے گئے لیکن انگریزی فوج رعب وداب قائم کرنے کے لئے چناق کی طرف روانہ کی گئی۔ انگلستان میں عوام نے جنگ کے خلاف آواز بلند کی لیکن اسے نظر انداز کر کے ڈریڈ ناٹ اور ہوائی جہاز بھیجے گئے۔ معتبر فرانسیسی رپورٹوں سے ظاہر ہے کہ سمرنا میں آتشزدگیوں کے ذمہ وار ارمنی ہیں۔ ترکوں نے پُرامن قبضہ سے جو شہرت حاصل کی تھی۔ اس پر دھبہ لگانے کی کوشش کی گئی۔ فرانس کی مصالحت نے معاملہ کو بہت سلجھا دیا۔ عصمت پاشا اور جنرل ہیرنگٹن نے مدانیہ کانفرنس میں شرائط طے کیں +

ہماری تبلیغی کوششیں

لندن مسلم پریئر ہوس کے لکچروں کی اہمیت روزافزوں ترقی پر ہے۔ ذیل کے دو مضامین پر لیکچروں کا سلسلہ شروع ہوا جو عوام میں بہت مقبولیت حاصل کر چکا ہے (۱) روح۔ اسکی اصلیت پیدائش اور حقیقت۔ روح کی ترقی کے تین مدارج۔ ایک ترقی یافتہ روح کی قابلیتیں۔ اور اس کا خداوند تعالے کے ساتھ تعلق (۲) اسلام اور دیگر مذاہب میں عورتوں کا مرتبہ۔ اسلام میں نکاح کے قوانین۔ ایک بیوی کی حیثیت میں عورت کی حالت۔ تاریخ میں مسلم عورتیں + اسکے علاوہ ووکنگ میں بھی مفید لیکچر ہوتے رہتے ہیں۔ اور خواجہ صاحب نے کثیر مجمع میں برائٹن کی چار مختلف سپرچولسٹ سوسائٹیوں میں لیکچر دیئے جو بہت پسند کئے گئے ایک لیکچر برمنگھم کی تھیوسوفیکل سوسائٹی میں اور دوسرا ڈسپٹا ک اسکوئر لندن میں ہوا۔ ماہ دسمبر کیلئے ذیل کا پروگرام ہے:۔

۳ دسمبر۔ زندگی بعد الموت
۱۵ " روح کی دوسری زندگی
۱۷ دسمبر۔ بہشت
۲۴ " دوزخ
۳۱ دسمبر۔ کرسمس کی حکایت

گوشوارہ آمد و خرچ بابت ماہ نومبر ۱۹۲۲ء

بابت دفتر ووکنگ مسلم مشن ہندوستان

تفصیل آمد	نمبر نقشہ	رقم آمد ہندوستان پائی	آنہ	روپیہ	تفصیل خرچ	نمبر نقشہ	رقم خرچ ہندوستان پائی	آنہ	روپیہ
امداد مشن	۱	۰	۱۲	۵۰۸	خرچ ووکنگ مشن	۳	۹	۹	۳۵۴
قیمت رسالہ اسلامک ریویو	۲	۰	۱۴	۷۹۲	خرچ اسلامک ریویو	۴	۳	۲	۷۱۶
میزان		۰	۱۰	۱۳۰۱	میزان		۰	۱۲	۱۰۷۰

دستخط - ڈاکٹر غلام محمد آنریری فنانشل سکرٹری ووکنگ مسلم مشن ہندوستان

نقشہ ۱ تفصیل آمد مشن در ہندوستان بابت ماہ نومبر ۱۹۲۲ء

نام معطی صاحبان	پائی	آنہ	روپیہ	نام معطی صاحبان	پائی	آنہ	روپیہ
جناب قاضی خادم حسین صاحب بارہ بنکی	۰	۰	۲	جناب عبدالحمید صاحب بمبئی بریڈلس	۰	۰	۲۵
" سید سرور شاہ صاحب عیسے خیل	۰	۰	۲	" احسان الحق صاحب میانوالی	۰	۰	۵
" واپس تنخواہ خوشی محمد باورچی	۰	۰	۲۴	" فضل الدین صاحب اکودیا	۰	۰	۵
جناب منہاج الدین صاحب بھٹنڈا	۰	۰	۵	" نذیر احمد صاحب امرتسر	۰	۰	۳
" فریدالدین صاحب اندور	۰	۰	۱	" بابو محمد ابراہیم صاحب بھوانی	۰	۰	۲
دیسی چیکی عشق منجملہ رقم یا مخیرہ از طبع کتب لشبر لائبریری	۰	۰	۱۲۰	" عبدالرحمن صاحب ہوشیارپور	۰	۰	۱۰
جناب عبدالکریم صاحب سمالکی راچی	۰	۰	۲۰	" علی احمد صاحب خانصاحب	۰	۰	۱۰
" فضل کریم صاحب ابازی پشاور	۰	۰	۵	" الارملی صاحب نلرکانڈا	۰	۰	۲
" فاطمہ بیگم صاحبہ لاہور	۰	۰	۱	معرفت عبدالباسط صاحب از طرف پوسٹل آڈٹ	۰	۱۳	۴
" سید محبوب علی صاحب حدنو البار	۰	۰	۱۰	ماہواری چندہ از دفتر احمدیہ انجمن	۰	۱۲	۱۷۰
از انجمن اسلام بلگام	۰	۰	۲۵	میزان	۰	۱۲	۵۰۸
جناب تاج الدین صاحب کالی کرچی	۰	۰	۵				

۱ یہ رقم غلطی سے امداد مشن میں جمع ہوئی جو کہ مفت تقسیم اسلامک ریویو میں منتقل کرائے گئے۔

نقشہ ۳ خرچ میں ڈال کر نقشہ ۲ مفت تقسیم اسلامک ریویو میں دکھلائی گئی ہے۔

نقشہ ۲ تفصیل آمد اسلامک ریویو در ہندوستان بابت ماہ نومبر ۱۹۲۲ء

تفصیل	روپیہ	آنہ	پائی
مفت تقسیم سید محبوب علی شاہ صاحب فورٹ گوالیار			
قیمت اسلامک ریویو	۷۸۲	۱۴	۰
میزان الکل	۷۹۲	۱۴	۰

نقشہ ۳ تفصیل اخراجات مشن در ہندوستان بابت ماہ نومبر ۱۹۲۲ء

تفصیل	روپیہ	آنہ	پائی
تنخواہ عملہ ووکنگ مشن ماہ اکتوبر ۱۹۲۲ء	۳۴۴	۹	۹
یہ رقم سید محبوب علی صاحب علی سے جمع ہوئی مفت تقسیم اسلامک ریویو میں منتقل کرائے گئے	۱۰	۰	۰
کل میزان	۳۵۴	۹	۹

نقشہ ۴ تفصیل اخراجات اسلامک ریویو در ہندوستان بابت ماہ نومبر ۱۹۲۲ء

تفصیل	روپیہ	آنہ	پائی
تنخواہ عملہ اسلامک ریویو بابت ماہ اکتوبر ۱۹۲۲ء	۳۳۱	۹	۹
اس بل کی رقم واپسی پیشگی امداد مشن میں جمع ہوئی۔	۱۷۰	۷	
یہ رقم غلطی سے اسلامک ریویو میں جمع ہوگئی تھیں عنہ امداد مشن میں مبلغ ۲۳ اشاعت اسلام میں منتقل کی گئیں	۳۳	۰	۰
بل ہائے اسلامک ریویو ٹکٹ لفافہ وغیرہ عہ	۱۸۱	۱	۶
کل میزان	۷۱۶	۲	۳

تفصیل ٹکٹ کارڈ لفافہ ۹۲ ۔ براؤن کاغذ چھ دستے برائے ریپر ۲۶ الیکٹرو (چھر) سادہ لفافہ عہ ۔ ایک ریم کاغذ سفید برائے اپیل ۸ ۔ نصف ریم کاغذ سفید برائے چھپائی اسلامک ریویو ۔ ڈیڑھ ریم کاغذ براؤن برائے ریپر ۱۵ ۔ مزدوری ۴ چھپوائی جلد برائے اسلامک ریویو ۶ ۔ میزان مالہ ۱۸۱ +

نامۂ ووکنگ

برادرانِ نے الاسلام۔ السلام علیکم و رحمۃ اللہ

اب ہم اپنی مساعی کے دوسرے دور میں داخل ہو چلے ہیں۔ مشن کی تاریخ میں اگست ۱۹۱۲ء کے دن کی یادگار ہمیشہ تازہ رہیگی۔ کیونکہ اُسی دن حق کے متلاشیوں کے لئے اس مسجد کے دروازے کھولے گئے۔ جو اس سے پیشتر مغرب میں صرف ایک مشرقی عجوبہ خیال کیا جاتا تھا۔ اُس دن سے آج تک ہم نے اپنی وسعت کے مطابق نورِ اسلام کو اس تاریک جزیرے میں پھیلانے کی ہر ممکن کوشش کی ہے۔ اس جدوجہد میں ہمیں کہاں تک کامیابی نصیب ہوئی ہے۔ ہم اسے قارئین کے فیصلہ پر چھوڑتے ہیں۔ ہماری تسلی کیلئے یہی کافی ہے کہ ہم نہایت دیانتداری سے اس فرض کو بجالاتے رہے ہیں۔ ہمنے پہلا مرحلہ جو واقعی بہت دشوار تھا طے کر لیا ہے۔ ابتدائی کام ہو چکا ہے۔ تمام رُکاوٹیں جو راستہ میں حائل تھیں دُور کر دیگئی ہیں۔ اسی دوران میں بہت سی اہم تبدیلیاں خُداوند تعالیٰ کے غیبی ہاتھ نے پیدا کر دی ہیں۔ جن کا معرضِ وجُود میں لانا ہماری طاقت سے باہر تھا۔ کلیسیا کے مذہب میں اندرُونی وجوہات سے تنزّل رُو پذیر ہو رہا ہے۔ اِن اُمور کی طرف احادیث میں بھی اشارہ ہے۔ کہ ایک وقت ایسا آئیگا۔ کہ تمام دُنیا میں دجّال کا تسلّط ہو جائیگا۔ اور اسکے بعد دجّال اپنے ہاتھوں اپنی تباہی کے سامان پیدا کر لیگا۔ اور واقعی اب ہم دیکھتے ہیں۔ کہ دجّال نے اپنی تباہی کے سامان پیدا کر لئے ہیں۔ کیا موجُودہ کلیسیا سے بڑھ کر اَور کوئی دجال ہو سکتا ہے۔ کیا اس کے عقائد حضرت مسیح کی تعلیم کے برعکس نہیں۔ یہ مذہب خلافِ عقل عقائد کا مجموعہ ہے۔ اور مسیح ناصری کے پاک نام پر ایک بدنما داغ کی مانند ہے۔ چند سال ہُوئے کسی کو وہم بھی نہ تھا۔ کہ دجال کی اس ترقی کے بعد اُسے کبھی تنزّل بھی دیکھنا پڑے گا لیکن جس بات کی ہمیں توقع نہیں ہوتی وہ ضرور ہو کر رہتی ہے۔ نبی کریم صلعم کے مطابق خود کلیسیا کے اندر وہ اُمور پیدا ہو گئے جن کے سبب

اسکی جڑیں ہل گئیں انجیل کا الہامی کتاب ہونا۔الوہیت مسیح۔ازلی گناہ اور کفارہ کے عقائد جن پر کلیسیا کی بنیاد تھی۔اراکین کلیسیا کی بابت باطل ثابت کئے گئے عام طور یہ دستور ہے کہ جب کسی کو پادری کا عہدہ دیا جاتا ہے تو اس سے عہد لیتے ہیں کہ وہ اناجیل کو خدا کا کلام مانیگا۔اس سے سوال پوچھا جاتا ہے کہ کیا تمہارا پرانے اور نئے عہد نامے پر پورا ایمان ہے جس کے جواب میں وہ کہتا ہے۔ہاں میں ان پر ایمان لاتا ہوں لیکن روشن طبع اور راستباز پادری اس گولی کو آسانی سے نہیں نگل سکتے تھے اناجیل کی تمام حکایات کو کون خدا کی طرف سے مان سکتا ہے۔ان پر تو ایک معمولی انسان بھی ایمان نہیں لاسکتا۔اس عہد کی خلاف ورزی ضروری تھی اور وہ ہوکر رہی اب یہ عہد ذیل کے الفاظ میں لیا جاتا ہے۔کیا تم واقعی نئے اور پرانے عہد نامہ پر ایمان لاتے ہو جس کے مختلف حصوں میں مختلف طریقوں سے ہمیں وحی الٰہی پہنچی ہے جو حضرت مسیح کے وجود میں پوری ہوئی۔گو ان الفاظ میں صد درجہ کی احتیاط سے کام لیا گیا ہے لیکن پھر بھی ان سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ اناجیل کو الہامی کتب ماننے سے انکار ہے۔ایک ماہ کے بعد ۹۔اگست سنہ ۱۹۱۷ء کو جدید کلیسیا کا ایک اجلاس کیمبرج میں منعقد ہوا معاملہ زیر بحث یہ تھا۔کہ کیا کلیسیا کی بنیاد حضرت مسیح نے رکھی۔اس کا جواب اگرچہ گول مول الفاظ میں دیا گیا لیکن پھر بھی اس سے یہی نتیجہ نکلتا ہے۔کہ حضرت مسیح کلیسیا کے بانی نہ تھے۔بلکہ آپ کی تعلیم پر کلیسیا قائم ہوا۔انسان اپنی بہت سی محبوب اشیاء کو چھوڑ سکتا ہے لیکن اپنے عقائد کو جو اسے بزرگوں سے ورثہ میں ملے ہیں ترک کر دینا ایک بہت ہی مشکل امر ہے۔اور خاص کر جب اس کا یہ فعل عوام میں بدنامی کا باعث بھی ہو۔ایک مدت تک ظاہری واقعات کی تہ میں یہ رو چلتی رہی ہے۔اور آخر اگست سنہ ۱۹۲۱ء میں کیمبرج کے مقام پر ایک آتش فشاں پہاڑ پھوٹ پڑا۔جدید اراکین کلیسیا کی اس کانفرنس میں یہ اعلان کیا گیا۔کہ حضرت مسیح حقیقت میں مادی۔روحانی اور اخلاقی طور پر ایک انسان تھے۔آپ نے صرف اخلاقی معنوں اپنے تئیں خدا کا بیٹا کہا ہے جس طرح پر ایک انسان

اخلاقی معنوں میں خداوند تعالیٰ کا بیٹا بن سکتا ہے۔ اس اعلان نے درحقیقت کلیسیا پر ایک موت وارد کر دی۔ کلیسیا کا دارومدار ہی الوہیت مسیح کے عقیدے پر تھا۔ اس بنیاد کے متزلزل ہونے سے اسکی تمام بالائی عمارت خاک میں ملگئی۔ راسخ الاعتقاد طبقہ اس پر بہت کچھ چین بجبیں ہوا۔ اور کفر و الحاد کے فتوے بھی شائع ہوئے۔ لیکن ضمیر کی آواز جو ایک دفعہ نکل چکی تھی اسے روکنا کس کی طاقت میں تھا۔ عقل و ادراک کے تقاضوں کے مطابق عقائد پر تنقیدی نگاہ ڈالی گئی اور اس سے کلیسیا کا غلاف تار تار ہو کر بکھر گیا۔ ایک شخص نے کہا۔ کہ حضرت یونس کی حکایت اور دیگر انجیل کی حکایات پر ایمان لانا گویا علمی بد دیانتی کو رواج دینا ہے کسی دوسرے نے آواز اٹھائی کہ پیدائش اور ہبوط آدم کے قصے سچائی کے معیار کو پست کرنیوالے ہیں۔ یہ لہر امریکہ کے ساحل سے بھی جا ٹکرائی اور پورٹلینڈ آرگن کے پادری بھی روزانہ عبادت کی کتاب میں ترمیم کرنے کیلئے جمع ہوئے ٹائمز کے مطابق یہ قرار پایا۔ کہ عبادت کی کتاب میں سے یہ الفاظ کہ تمام انسان گناہ میں ہی پیدا ہوتے ہیں منسوخ کر دیئے جائیں۔ کیونکہ یہ نکاح کے پاک رشتہ پر ایک داغ کی مانند ہیں۔ ازلی گناہ اور الوہیت مسیح کے عقیدہ کو اس طرح باطل قرار دیکر کلیسیا کی بنیاد کو ہی تباہ کر دیا +

جدید اراکین کلیسیا کے جلسہ میں جو اس سال منعقد ہوا۔ یہ مسئلہ پیش تھا کہ کیا عیسائیت دنیا کا مذہب بننے کے قابل ہے۔ اس بحث کے دوران میں عیسائیت کی یہ تعریف ہوئی۔ اور درحقیقت اسکے علاوہ وہ کچھ اور کر ہی نہیں سکتے تھے۔ کہ عیسائیت سے اعشائے ربانی یا دیگر عقائد مراد نہیں بلکہ عیسائیت کی روح حقیقی شے ہے لیکن اس امر پر کسی نے روشنی نہیں ڈالی۔ کہ وہ روح کیا چیز ہے۔ اگر اس سے عیسائی محبت مراد ہے جس پر اکثر فخر کیا جاتا ہے تو صرف محبت عیسائیت کا کوئی امتیازی نشان نہیں ہو سکتا۔ کوئی مذہب ایسا نہیں جو بنی نوع انسان سے محبت کی تلقین نہ کرتا ہو۔ الغرض عملی طور پر اور بلحاظ عقائد عیسائیت اپنی

طبعی کو پہنچ چکی ہے۔ اسلئے قانون قدرت کے مطابق دُنیا اب کسی اور بہتر مذہب کو اپنا نصب العین قرار دے گی۔ اور یہ مذہب سوائے اسلام کے اور کوئی نہیں ہو سکتا ایک اور اہم امر ہے جو حال ہی میں رُونما ہوا ہے وہ مشرق کی بیداری ہے۔ اسے مغرب کی کم ظرفی کا علم ہو گیا ہے۔ وہ ایک مُدت سے مغرب کا دلدادہ تھا۔ ہر ایک مغربی چیز کو خاص وقعت کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔ مغرب کی صنعت و حرفت کا سیلاب اسکے دُور و دراز کونوں تک پہنچ گیا۔ اور اس کا یہی نتیجہ ہوا کہ مشرق پر مغرب کا خوف اور رُعب چھا گیا اور وہ اسکی غلامانہ تقلید میں لگ گیا۔ مغربی اشیا اور اوضاع و اطوار نے اسے ایک عرصہ تک چکا چوند کے عالم میں رکھا۔ لیکن اب یہ جادو اُتر گیا ہے۔ مشرق نے مغربی تہذیب کی ظاہری زرق برق کے باوجود اس کے بے حقیقت ہونے کو سمجھ لیا ہے مشرق کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک ایک لہر دوڑ گئی ہے۔ اور ہر مقام پر مغرب کی لامذہب تہذیب کے خلاف آواز بلند ہو رہی ہے۔ دجّال کی کامیابی اب تنزّل میں تبدیل ہو گئی ہے۔ کلیسیا کا بُت گر چکا ہے۔ تمام دُنیا جو نہایت ہی خستہ حالت میں ہے کسی رُوحانی نوشدارو کی تلاش میں ہے۔ جب حالات اس حد تک تبدیل ہو چکے ہیں تو اس صورت میں ہمیں بھی اپنی روش کو بدلنا چاہئے۔ اب تک ہم صرف عیسائیت کے باطل عقائد کی تردید کرتے رہے ہیں جو غلطی سے حضرت مسیح کی طرف منسوب کیئے جاتے ہیں۔ اسلام کے متعلق ہمنے صرف ان غلطیوں کو دُور کرنے پر ہی اکتفا کیا ہے جو مغرب میں پھیلی ہوئی ہیں۔ یا بعض اوقات ہم اسلام کے محاسن کو بیان کرتے رہے ہیں۔ یہ طریق گذشتہ حالات کے مطابق بہتر تھا اور مفید ثابت ہوا لیکن دُنیا اب اس خلیج سے نکلکر ایک نیا سفر اختیار کرنیوالی ہے۔ اسلئے ہمیں بھی اپنے بادبان ہوا کے موافق کر لینے چاہئیں۔ نئے واقعات اور نئے حالات ہمارے در پیش ہیں ہماری رفتار بھی انہی کے مطابق ہونی چاہئے۔ ہمارے لئے اب کسی عملی رنگ کو اختیار کرنا ضروری ہے۔ وہ عملی رنگ کیا ہونا چاہئے اسے ہم قارئین کرام کی مرضی اور مذاق پر چھوڑتے ہیں کیونکہ ہمیں تو انہی کی مرضی اور مذاق کے مطابق چلنا ہے۔ اگر قارئین وسط دسمبر تک

اپنی تجاویز اور آراء سے ہمیں آگاہ کر دیں تو ہم بہت ہی مشکور ہونگے کیونکہ اس طرح ہم نئے سال کے شروع میں رسالہ کو نئے طریق پر شروع کر سکینگے۔ ہم چاہتے ہیں کہ مذہبی اور اخلاقی مضامین کے علاوہ ایسے مضامین بھی شائع کئے جائیں جو ہماری روزانہ عملی زندگی سے تعلق رکھتے ہوں مثلاً دنیا کی عام حالت پر تبصرہ ہو۔ اور اسلامی دنیا کے حالات خاص طور پر درج کئے جائیں۔ ایسے موضوع پر مضامین لکھے جائیں جن سے ظاہر ہو کہ دنیا کی مختلف اقوام کس طرح زندگی بسر کرتی ہیں۔ اور ان کی سوشیل سیاسی اور اقتصادی حالت کیا ہے۔ ایک بہادران اسلام کا سلسلہ جاری ہو جسمیں گذشتہ اور موجودہ اسلامی اولوالعزم ہستیوں کی قربانیوں اور ایثار کا تذکرہ ہو آج تک پہلے صفحہ پر کسی نومسلم کا فوٹو ہی لگتا رہا ہے لیکن اب ہمارا خیال ہے کہ اسکی بجائے کوئی ایسا فوٹو رسالہ کی زینت ہو جو عام دلچسپی کا موجب ہو سکے ہم یہ بھی پوچھنا چاہتے ہیں۔ کہ بیاض صوفی کا سلسلہ جاری رہنا چاہئے یا نہیں۔ یہ مضمون یہاں اور انگلستان میں بہت پسند کیا گیا ہے۔ یہ سلسلہ موجودہ سپرچولیزم کی تحریک پر شروع کیا گیا تھا۔ مشرق میں روحانی نظارے کشف اور اسی قسم کی اور باتیں معمولی خیال کی جاتی ہیں لیکن مغرب کیلئے جو مادہ پرستی میں غرق ہے۔ یہ امور بہت اہمیت رکھتے ہیں +

اسلام کی موجودہ ترقی نے انگریز نومسلموں پر بھی اثر کیا ہے۔ باقی تمام اسلامی دنیا کی طرح ان کے دل میں بھی اللہ اور اس کے رسول محمد صلے اللہ علیہ وسلم کا نام بلند کرنے کا جوش پیدا ہو گیا ہے۔ اب تک یہ نومسلمین ہمیں اشاعت کے کام میں مختلف طریق سے مدد دیتے رہے ہیں لیکن اب ان میں اپنے مذہب کی اشاعت کے لئے وہ جوش پیدا ہو گیا ہے۔ جو پہلے مسلمانوں کا خاصہ ہوا کرتا تھا۔ ہمارے نومسلم خالد حبیب فاروق اور انگریزی بہنوں نے ایک سوسائٹی قائم کی ہے جس کا نام برٹش مسلم سوسائٹی رکھا ہے۔ اس کا مقصد اسلام کو اس جزیرے کے کونے کونے تک پہنچا دینا ہے۔ آخر میں اسلامک ریویو کی اشاعت کے متعلق چند الفاظ کہنا چاہتا ہوں۔ یہ

رسالہ کسی تجارتی خیال پر نہیں چلایا جاتا - اس کا مقصد تو صرف اسلام کے نور کو لوگوں تک پہنچا دینا ہے - اسمیں نفع و نقصان کے خیالات کو ہرگز اہمیت نہیں دیجاتی - اسکی ایک بڑی تعداد مفت تقسیم میں صرف ہوتی ہے - اور خریداروں کی تعداد نہایت قلیل ہونے کے سبب ہم اس رسالہ کو بہت مشکل سے چلا رہے ہیں - اور حیران ہیں کہ کب تک اسے نقصان اٹھا کر شائع کرتے رہینگے - اگر اس کی کوئی آمدنی ہوتی بھی ہے تو وہ مشن فنڈ میں منتقل کر دی جاتی ہے - مگر فی الحال اسلامک ریویو بجائے مشن فنڈ کو تقویت پہنچانے کے اس پر ایک بار گراں ہے - ہم ریویو کے بہی خواہوں سے بہ الحاح درخواست کرتے ہیں - کہ وہ از راہ کرم اس تکلیف کے رفع کرنے میں ہماری اعانت فرمائیں - اس قومی آرگن کی سب سے بڑھ کر یہی امداد ہے - کہ اس کے دائرہ اشاعت کو وسیع کیا جائے - اگر قارئین اپنے حلقہ اثر میں سے ایک نیا خریدار بھی پیدا کر دیں تو ہماری موجودہ مشکلات کا بہت حد تک دفعیہ ہو سکتا ہے - مفت تقسیم لٹریچر کے فنڈ میں مندرجہ ذیل اصحاب کا چندہ وصول ہوا جس کا ہم تہ دل سے شکریہ ادا کرتے ہیں +

	پنس	شلنگ	پونڈ
میسرز ای - اے سلیمان اینڈ کمپنی - ڈربن - جنوبی افریقہ	—	۸	۱
مسٹر سی - ایس بونیرڈ - کیلنٹان - ملایا	۰	۰	۱
S.A. Ezbroyke - Alee	۰	۱۹	۰
او - ایچ سماط - سنگاپور	۰	۰	۱
حیدر علی مشرقی افریقہ	۰	۱۰	۰
میگات عثمان کوٹا بہارو	۰	۰	۱
انیچ - ای - علی دبابے الگزینڈریہ	۰	۱۰	۰
مسٹر عباس بن طاہر - سنگاپور	۰	۱۰	۰
مس - اے - کے خاتون منصوریہ مصر	۰	۰	۱
خواجہ کمال الدین	۰	—	۲

	پنس	شلنگ	پونڈ
مسٹر ٹیس - جی - شیر	ـــ	۱	ـــ
عبداللطیف جمال - رنگون	۰	۰	۱
علی ایچ - ڈی - آدم	۰	۰	۱
محمد حسین - ڈیمیرارا	۰	۰	۱

خواجہ نذیر احمد صیلخز

تہذیب کے اثرات

مشرق قریب کی پیچیدہ حالت کے متعلق ذکر کرتے ہوئے ایک صاحب ٹائمز مورخہ ۱۹ جون سنہ ۱۹۲۲ء کی اشاعت میں یوں رقمطراز ہیں۔ اسلامی دنیا کی موجودہ بیداری ان طاقتوں کا نتیجہ ہے۔ جو یورپ میں پیدا ہوئیں۔ اور انکی گونج نے مشرق کو بھی چونکا دیا۔ اب اگر فرانس اور انگلستان متحدہ طور پر اپنے تہذیب پھیلانے کے اثرات کو اسلامی دنیا پر نہیں ڈالینگے تو یہاں ضرور بدامنی پھیل جائیگی۔ ممکن ہے کہ مشرق کی یہ بیداری حفاظت خود اختیاری کے خیال پر مبنی ہو جو قدرت نے فطرت انسانی میں رکھ دیا ہے۔ اور اس خیال نے اسی گونج کی وجہ سے تقویت حاصل کی ہو۔ جو مغرب میں پیدا ہوئی اور علاوہ اس احتمال کے کہ اسلام بھی اور ہمسایہ اقوام کی طرح بدامنی کے نقصانات سے ویسا ہی آگاہ ہے۔ یہ بہتر ہوگا۔ اگر ہم تہذیب پھیلانے کے ان اثرات پر غور کریں۔ جو فرانس اور انگلستان میں آجکل بدامنی پھیلانے میں مانع ہیں۔ اور کس حد تک یہ اثرات مشرق کیلئے مفید ثابت ہو سکتے ہیں۔ اس سے تو انکار نہیں کہ اسلام اپنی ایک مخصوص تہذیب رکھتا ہے لیکن یہ خیال ہے کہ اسلام کی تہذیب آجکل معدوم ہے۔ اور وہ ناکافی ہے۔ تہذیب کیا ہے اور تہذیب کے اثرات سے ہم کیا مفہوم لیتے ہیں۔ ہم انگلستان کے رہنے والے اور ان سے دوسرے درجہ پر اہل یورپ

(گو فرانسیسیوں کے متعلق میں اس معاملہ میں کچھ نہیں کہہ سکتا) بعض اشیاء اور حالات کا باہم مقابلہ کر کے تہذیب کے مفہوم کو بیان کرنیکے عادی ہو گئے ہیں مثلاً ہیٹ (انگریزی ٹوپی) اور سوٹ کا مقابلہ مشرقی مجبّے اور عمامہ سے ایک عالیشان عمارت کا مقابلہ بدوی خیمہ سے ان امور میں گو ہمیں یک گونہ فضیلت حاصل ہے مگر یہ باتیں مذاق سے تعلق رکھتی ہیں۔ ان کے علاوہ ہر ایک انسان اپنے دل میں سمجھتا ہے کہ تہذیب ان سے زیادہ گہری باتوں پر مبنی ہے۔ اخلاق جو حقوق اللہ اور حقوق العباد کے ادا کرنے سے تعلق رکھتا ہے۔ دراصل یہی تہذیب کی بنیاد ہے ہمیں دیکھنا یہ ہے کہ اس اہم معاملہ میں ہم کس مقام پر ہیں۔ گذشتہ صدیوں سے مشرق کو انصاف سے یا بے انصافی سے مکاری اور منصوبہ بازی کا گھر ظاہر کیا جا رہا ہے۔ جو مغربی ایمانداری کی متضاد صفت ہے۔ آجکل بھی بہت سے لوگ مشرق کی دانشمندی کو مکّاری کے مُترادف سمجھتے ہیں۔ اور مشرق کے اس خاصے کی وہاں خوب مذمت ہوتی ہے۔ اور بین الاقوامی تعلقات میں خاص کر اسکی خوب شہرت ہے مشرق اور مغرب کا واسطہ دراصل انہی تعلقات کی وجہ سے ہوا ہے۔ مکّاری یا اس صفت کو آپ کسی اور نام سے تعبیر کر لیں۔ مگر حقیقت میں اس سے یہی مُراد ہے۔ کہ اسمیں اتنی چالاکی ضرور ہوتی ہو کہ اسے کوئی بیوقوف نہیں بنا سکتا۔ اور جب تک اسے کسی خاص امر کے حصُول کا یقین نہ ہو جائے وہ شرائط کا پابند نہیں ہوتا۔ اب اس کا مغربی ایمانداری سے مقابلہ کرو جو آجکل رائج ہے۔ کیا پارلیمنٹ کے ممبر محض ووٹ حاصل کرنے کی خاطر چند ایک اصولوں کی حمایت میں کھڑے نہیں ہوتے لیکن کیا وہ اپنی پارٹی کے دباؤ میں آ کر انہی اصولوں کی خلاف ورزی نہیں کرتے۔ یہ روز کے واقعات ہیں جنہیں ہرگز معیوب نہیں سمجھا جاتا۔ کیا وزیر اعظم نے مسلم دنیا کی وفاداری کو حاصل کرنے کیلئے دارالعوام میں صاف الفاظ میں نہیں کہا کہ ہم جنگ میں اس لئے شامل نہیں ہوئے کہ ٹرکی کو ایشیاے کوچک اور تھریس کے مشہور معروف علاقوں سے محروم کر دیں۔ اور کیا اسی وزیر اعظم نے ایکدوسرے موقعہ پر جب کسی اور مطلب کو حاصل کرنے کیلئے عہدنامہ سیوریز کی شرائط پر دستخط ثبت نہیں کئے۔ جو انتقام

اور غارتگری کیلئے مرتب کیگئی تھیں۔ برطانیہ کی پبلک ان سیاسی اخلاقیات کی عادی ہوگئی ہے۔ اور وہ نہ صرف ان امور کی تائید کرتی ہے بلکہ قول و فعل کے اس اختلاف کو اگر اس کے پیش کیا جائے تو ناراضگی کا اظہار کرتی ہے۔ کیونکہ اپنے کہے ہوئے الفاظ کی خلاف ورزی کرنا آجکل کے سیاسی ماہرین کا خاصہ ہوگیا ہے۔ کیا آجکل کی حکومتیں ایک غیر یقینی فائدے کیلئے غداروں سے سازباز نہیں کرلیتیں۔ اور عام قاتلوں کو بہادروں کا رُتبہ عطا نہیں کرتیں۔ جس کا لازمی نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ اپنی ہی قوم سے غداری کرتی ہیں۔ ان جرائم کا ارتکاب کرکے وہ ان افعال کو سیاسی تدبر سے موسوم کرتی ہیں۔ ظاہرا طور پر اسے کوئی بُری بات نہیں سمجھتا۔ لیکن ایسا طرز عمل درحقیقت سچائی اور جھوٹ اور عزت و ذلت کی حدفاصل کو بالکل مٹا دیتا ہے۔ جسے مشرقی مکاری بظاہر قائم رکھنے کی کوشش کرتی ہے۔ دیانتداری جسے بعض ضمیر کہتے ہیں تہذیب کیلئے ایک ضروری عنصر ہے کیا تجارتی رُوح نے انگلستان کو عظیم الشان بنا دیا ہے۔ کیا اسی سے ہم دُنیا پر اپنی فضیلت کا اظہار کرسکتے ہیں۔ کیا سنگدل تجاروں کو اسلامی ممالک میں چھوڑ دینے سے ہی ہم ان پر تہذیب کے اثرات ڈال سکتے ہیں۔ انگلستان اس تجارتی رُوح کا بہت حد تک زیر احسان ہے۔ جس نے بہت سے ایسے معقول اور خدا ترس انسان پیدا کردیئے ہیں جن کا یہ اصول ہے کہ دنیاوی کاروبار اور تجارت میں صرف ایک ہی طریق عمل ہے۔ جس پر اس حد تک عمل پیرا ہونا چاہئے کہ قانون کی مداخلت اور گرفت نہ ہوسکے۔ اس خیال کو یہاں تک فروغ حاصل ہؤا ہے کہ اب یہ لوگ اپنے ہمسایہ کو حفاظت خود اختیاری کی غرض سے اسی اصول پر کاربند ہونے کیلئے مجبور کرتے ہیں۔ اس تجارتی رُوح کا لازمی نتیجہ یہ ہؤا ہے کہ ہمارے جیلخانے بہت سے ہونہار نوجوانوں سے اور ہمارے کارخانے بیشمار ناکام بڈھوں سے بھرپور ہوگئے ہیں۔ اور ہمارے شہروں کی شان و شوکت اور رونق (جو تجارتی دنیا کے نزدیک رونق ہے) اس طریق سے دوبالا ہوئی ہے کہ ایک طرف مگر

کنسکٹن میں شاہی محلات ہیں تو دوسرے حصّے میں نہایت ہی تنگ و تاریک جھونپڑیاں دکھائی دیتی ہیں۔ اس نے پیداوار کا ایک بُت کھڑا کر دیا ہے جس کا فرج لاکھوں انسانوں کی راحت اور خوشی کی قربانی کو طلب کرتا ہے۔ اور جس کی عبادت میں ایک خلاف انسانیت مذہب اپنے پیروؤں کو نہایت خود غرضانہ نجات کا وعدہ دیتا ہے اسلام جواب پیدا ہو رہا۔ اگر ان نظاروں سے متنفر ہو جائے تو کوئی عجب نہیں۔ کیا ہماری خانگی زندگی میں ہماری تہذیب پھیلانے والے اثرات پوشیدہ ہیں۔ ایک انگریزی گھر بیوی اور خاوند کے پاک تعلقات ماں کی آغوش محبت میں بچّوں کا کھیلنا اور اسی قسم کے نظارے جن کا نازک خیالی سے تعلق ہے۔ اور وہ صدیوں سے نسلاً بعد نسلاً لوگوں کو ورثہ میں ملتے رہے ہیں لیکن بحیثیت قوم ہماری کیا حالت ہے۔ جہاں زنا ایک روزانہ مشغلہ ہے اور نکاح کے پاک تعلقات طلاق کی عدالتوں میں جانے کیلئے ایک بہانہ ہو گئے ہیں۔ اس طرز عمل سے زنا کو رائج کرنا مقصود نہیں تو اور کیا ہے۔ اب صرف تہذیب کا ایک شعبہ باقی رہ گیا ہے جس میں واشنگٹن کانفرنس کے باوجود بھی فرانس اور انگلستان اتحاد کرکے اپنی فضیلت کا اظہار کر سکتے ہیں۔ اور وہ فوجی طاقت ہے۔ جو بڑی بڑی فوجوں ہوائی جہازوں بموں ڈریڈ ناٹوں اور دیگر سامان جنگ سے ظاہر ہو سکتی ہے۔ شاید ٹائمز کا نامہ اسی فضیلت کو ظاہر کرنا چاہتا تھا + (آر۔ جی۔ پی)

بیاضِ صوفی

(از قلم حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مبلغ اسلام)

(دوسری زندگی اور دوزخ و بہشت کی کیفیت)

میں نے مادی نکتۂ نگاہ سے بہت حد تک بعض مظاہر قدرت کی تشریح کر دی ہے جنہیں بعض لوگ نہایت عجیب و غریب اور پُر از اسرار تصوّر کرتے ہیں۔ اس کا خُلاصہ یہاں درج کیا جاتا ہے ÷

ایک خاص امر جو معمول کے مطابق ہوتا ہے۔ اگر وہی خاص حالات کے ماتحت کسی خاص ذریعہ سے ہمارے مشاہدے میں آئے تو ہم اُسے عجیب و غریب خیال کرتے ہیں مثلاً سانپ کی نگاہ خاص قسم کے پرندوں کے لئے جادو کا اثر رکھتی ہے۔ وہ انہیں اس کشش سے اپنی طرف کھینچ لیتا ہے اور کھا جاتا ہے۔ بلی ایک خاص فاصلہ سے کبوتر پر ایسا اثر ڈالتی ہے کہ وہ بیچارا آنکھ بند کر لیتا ہے۔ اور جان بوجھ کر اس کا شکار ہو جاتا ہے۔ ان جانوروں کے لئے یہ اثر پیدا کرنا ایک معمولی بات ہے لیکن اگر ایک انسان بعینہٖ یہی اثر ایک دوسرے انسان پر پیدا کر دے۔ تو یہ ایک تعجب اور حیرانی کی بات ہو جائیگی۔ فرض کر لیجئے۔ کہ انسان کے جسم میں وہ تمام عناصر موجود ہیں جو سانپ بلی کے جسم کی تکمیل کیلئے ضروری ہیں۔ اور اس میں وہ اجزا بھی پائے جاتے ہیں جو کبوتر اور چڑیا کی جسمانی ساخت کیلئے لازمی ہوتے ہیں۔ نیز بات تو ظاہر ہے کہ قوت مدرکہ چند ایک عناصر کا مجموعہ ہے۔ اور جسم انسانی میں وہ تمام عناصر ایک خاص ترکیب میں پائے جاتے ہیں جن سے ایک انسان سانپ اور بلی کے مدرکہ کو اپنے اندر پیدا کر سکتا ہے اس کے برعکس انسان کے جسم میں وہ عناصر بھی موجود ہیں جن کے ذریعہ وہ کبوتر یا چڑیا کے مدرکہ کا اظہار کر سکتا ہے۔ ادراک انسانی درحقیقت ایک ایسی قوت ہے جو بہت سی چیزیں پیدا کرنے کی قابلیت رکھتی ہے۔ پھر یہ کونسی تعجب کی بات ہے کہ اگر ایک انسان اپنے

قوّتِ ارادی سے اپنے مادی عناصر میں وہ یگانگت پیدا کرلے کہ ان سے سانپ کے مُدرکہ کا اظہار ہونے لگے۔ اور وہ اپنے دیگر کمزور طبیع ابنائے جنس میں چڑیا کے مُدرکہ کو پیدا کرکے ان پر وہی اثر پیدا کرنے لگے جو ایک سانپ چڑیا پر طاری کرلیتا ہے۔ جن لوگوں سے خوارق کا اظہار ہوتا ہے ان کا یہی راز ہے۔ وہ اپنے اندر ایک ایسا مُدرکہ پیدا کرنے کے عادی ہوگئے ہیں جو کسی دوسری مخلوق سے تعلق رکھتا ہے لیکن یہ طریق عمل بدی سے خالی نہیں۔ کیونکہ اس سے وہ ایک دوسری مخلوق کی تمام بُرائیوں کو بھی اپنے اندر پیدا کر لیتے ہیں۔ جس طرح مقناطیس لوہے کو اپنی طرف کھینچ لیتا ہے اسی طرح ایک انسان جو دوسروں کی طاقت مقناطیسی کو عمل میں لانا سیکھ گیا ہو وہ ضرور انہیں اپنی طرف کھینچ لیگا۔ ہر ایک انسان میں لوہے اور مقناطیس کے خواص موجود ہوتے ہیں۔ بہت سے لوگ جو امراض کا علاج کرتے ہیں۔ اور دیگر خلاف عادت امور کا اظہار کرتے ہیں۔ انہیں سے اکثر نہایت ہی ناپسندیدہ اخلاق کے ہوتے ہیں یہ ظاہرا اختلاف مندرجہ بالا سبب کا نتیجہ ہے۔ وہ ایک دوسری مخلوق کے قویٰ کو حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اور انہیں حاصل کرکے خاص اثر پیدا کرتے ہیں اس کوشش میں وہ ایک دوسری مخلوق کے عادات کو بھی اپنے اندر جذب کرلیتے ہیں اگر ایک انسان سانپ کی سی کشش اپنے اندر رکھتا ہے۔ تو اور امور میں بھی وہ سانپ کی خاصیتوں کو ظاہر کریگا۔ مُدرکہ انسانی مختلف قویٰ کا مجموعہ ہے انسانی جسم کی تکمیل میں دنیا کی تمام اشیاء شامل ہیں۔ اور ان سب پر ادراک کی حکمرانی ہے جس طرح خداوند تعالیٰ تمام دنیا پر حکمران ہے انسان کو بھی اسی مرتبہ کے حصول میں کوشاں ہونا چاہئے جس سے وہ اپنے جسم کی دنیا پر اسی طرح حکومت کرنے کے قابل ہوجائے اس طرح وہ اپنے طرزِ عمل کو خداوند تعالیٰ کی رضا کے ماتحت کرلیگا۔ اور اس سے اخلاق اللہ کا اظہار ہونے لگیگا۔ اس منزل کو طے کرنا بہت ہی دشوار ہے لیکن انسان دُنیا میں اسی غرض کیلئے بھیجا گیا ہے۔ یہ زندگی تو تیاری کی زندگی ہے۔ جو ایک زمین کی مانند ہے جسمیں ہل چلا کر بیج بوتا ہے فصل اپنی پوری انزالہ کے ساتھ آئندہ زندگی

میں حاصل ہو گی جسمیں انسان سے اخلاق اللہ کا مکمل اظہار ہو گا۔ جو لوگ اس منزل پر اسی دُنیا میں گامزن ہو کر اخلاق اللہ کا نامکمل صورت میں اظہار کرتے ہیں۔ وہ اوروں کے لئے حیرت کا موجب بن جاتے ہیں۔ اس مقصد کے حصول میں صرف ہمارے جسم کا مادی حجاب ہی مانع ہے موت کے بعد ان بندشوں سے مکمّل آزادی حاصل ہو جاتی ہے۔ مندرجہ بالا امور سے ایک حد تک ہم دوسری زندگی کا اندازہ لگا سکتے ہیں جسمیں مادّی فطرت بالکل مفقود ہو جاتی ہے۔ یہاں بھی جو لوگ اخلاق اللہ سے بہرہ ور ہو جاتے ہیں۔ ان کی مادی فطرت بھی بالکل فوت ہو جاتی ہے میں تو کہونگا۔ کہ جن مراتب کا میں ذکر کر رہا ہوں ان تک ایک انسان ہرگز نہیں پہنچ سکتا۔ جب تک وہ پہلے اپنی نفسانی خواہشات پر موت وارد نہ کرلے۔ اس منزل پر پہنچنے کیلئے صرف موت ہی ایک ذریعہ ہے۔ دوسری زندگی میں ہمارے سامنے رُوحانی ترقی کیلئے ایک وسیع میدان ہوتا ہے۔ کیونکہ مادی فطرت کا خاتمہ ہو چکا ہے۔ اور رُوح نے بھی اخلاق اللہ کا پُورا رنگ اختیار کر لیا ہے۔ انسان کی آنکھیں بند ہوتے ہی مادّی فطرت کا خاتمہ ہو جاتا ہے لیکن موت کے بعد اگر رُوح ابھی نامکمّل حالت میں ہے۔ اور وہ دنیاوی خواہشات اور آلائشوں سے پاک نہیں ہوئی تو اسے دوزخ کا سامنا کرنا پڑیگا۔ جو ان خواہشات کے پورا نہ ہونے کی وجہ سے ظہور میں آتا ہے۔ جن سات دوزخوں کا قرآن کریم میں ذکر آیا ہے یہ دوزخ بھی انہی کی ایک قسم ہے۔ دوسری زندگی کی خوبیوں کو سمجھنے اور محسوس کرنے کی قابلیّت نہ رکھنا حالانکہ یہ قابلیت اسی دُنیا میں پیدا ہو جانی چاہئے یہ قرآن کریم کے مطابق دوسری قسم کا دوزخ ہے۔ رُوح کو سزا کے ذریعہ دنیاوی خواہشات سے پاک کرنا اور اسے رُوحانی ترقی کے قابل بنانا دوزخ کی ایک اور شکل ہے موت کے بعد کی زندگی میں کامیابی کے داخل ہونے کے لئے اخلاق اللہ کا حاصل کرنا ایک ضروری شرط ہے۔ ایک انسان کا بچہ حالت جنین میں زندگی کی تیاری کرتا ہے۔ جو اس دنیا میں اسے درپیش ہے۔ جسے ہم پیدائش کہتے ہیں۔ وہ دراصل بچہ کیلئے رحم کی دنیا سے موت کا پیغام ہے جس طرح اس موت کے بعد ہم زندہ رہتے ہیں۔ اسی طرح اس دنیاوی زندگی کے بعد بھی ایک

اور زندگی ہے۔ اگر اس دُنیا میں ہم صحیح قوے اور تندرست اعضاء لیکر داخل نہ ہوں تو ہرگز پورے طور سے مادّی ترقی نہیں کر سکتے۔ دوسری تو محض رُوحانی زندگی ہے اگر رُوح اس دُنیا کی آلائشوں سے پاک ہو کر اور آئندہ ترقّی کی قابلیت حاصل کر کے وہاں پہنچیگی تو وہ ترقی کی پہلی منزل میں داخل ہو گی جسے قرآن کریم نے پہلا آسمان کہا ہے ترقی کی یہ سات منازل قرآن کریم کے سات آسمانوں کے مترادف ہیں لیکن یہاں ہی ترقی کی انتہا نہیں۔ یہ سات مدارج طے کرنے کے بعد ترقی کا ایک اور سلسلہ شروع ہو گا یہی قرآن کریم کی تعلیم ہے۔ قارئین آئندہ زندگی کی حقیقت کو اب سمجھ گئے ہونگے۔ یہیں تو روح کو اخلاق اللہ کا جامہ پہننا ہے مغرب جو مادہ پرستی کا شکار ہے۔ وہ اس راحت کی زندگی کا مطلق تصور نہیں کر سکتا جس کی وجہ صرف یہی ہے کہ ان امُور کو مادّی نکتۂ نگاہ سے بیان نہیں کیا جا سکتا۔ خداوند تعالیٰ کا شکر ہے کہ اسمعاملہ میں اس نے بنی نوع انسان کی امداد کی۔ اور لوگ بعض اپنے ہی ابنائے جنس میں اس زندگی کا مشاہدہ کرنے لگ گئے۔ گو ابھی انہوں نے آئندہ زندگی کی ایک نامکمّل اور دُھندلی سی جھلک دیکھی ہے آئندہ اشاعت میں میں رُوحانی ترقی کے متعلق کچھ بیان کرونگا۔ اور ان راہوں کا ذکر کرونگا جو قرآن کریم اور مسلم علماء اور اولیائے اس مقصد کو حاصل کرنے کے لئے بتائی ہیں +

اسلام اور آزاد خیال فرقہ

{ذیل میں ہم حضرت خواجہ کمال الدین صاحب کے اس خط کو درج کرتے ہیں جو آپ نے "فری تھنکر" کو اس تنقید کے جواب میں لکھا جو اس نے آپ کے خطبہ عید الضحیٰ پر کی تھی مترجم}

مسٹر ایے ۔ ڈبلیو سیکالسن نے مندرجہ بالا عنوان کے تحت میں میرے پچھلی عید کے خطبہ پر جو میں نے مسجد ووکنگ میں پڑھا ایک دلچسپ تنقیدی نگاہ ڈالی ہے۔ اس خطبہ میں میں نے ان چند ایک وجوہات کو بیان کیا تھا۔ جو میرے نزدیک ایک سائنٹیفک آدمی کو اس پوشیدہ طاقت پر ایمان لانے کے لئے کافی ہیں جسے ہم مسلمان اللہ کے نام سے موسوم کرتے ہیں ۔

اس تنقید کے راقم نے اپنے خیالات اور نتائج کو کچھ ایسا مخلوط کیا ہے جس سے ان کے تنقیدی مضمون کی وقعت بہت ہی کم ہو گئی ہے۔ کیونکہ ان امور میں تو نہایت متانت اور معقولیت کا اظہار ہونا چاہیئے۔ میرے نتائج کی مخالفت کرنے کی بجائے انہیں میرے دلائل پر حملہ کرنا چاہیئے تھا جنہیں میں ذیل میں مختصر طور پر درج کر دیتا ہوں

قدرت کی ہر ایک شے پابند قوانین ہوتی ہے۔ ہر ایک ذرہ اور ذروں کا ہر ایک مجموعہ جسمیں انسان بھی شامل ہے قوانین کے ماتحت ہے متقدمین کا نظریہ کہ قدرت پابند قوانین نہیں ایک گذشتہ بات ہے۔ علم حیات کے ماہرین نے اب اپنا خیال تبدیل کر لیا ہے وہ اب مادہ کو کل اشیاء کا آغاز نہیں سمجھتے۔ اب وہ ایک ایسی شے کو ماننے لگ گئے ہیں جو پابند قوانین پائی گئی ہے۔ گو کارخانہ قدرت میں بیشمار قوانین کام کر رہے ہیں لیکن ان سب کا مرکز ایک ہی ہے موجودہ سائنٹیفک فرقہ اب تمام دنیا کی پیدائش کا ایک ہی ذریعہ مانتا ہے اور ہیکل نے کسی بہتر نام کی عدم موجودگی میں اس ذریعہ کو ایک ایسی شے کہا ہے جو پابند قوانین پائی گئی ہے۔ الغرض دنیا کے قیام کیلئے قانون ہی ایک اہم چیز ہے۔ اس عالم میں قدرت کے مختلف مظاہر اور بنی نوع انسان کی زندگی کا ہر ایک شعبہ اس امر کا بین ثبوت

ہے۔ قانون کی فرمانبرداری سب کے لئے لازمی ہے۔ اور اللہ جو مسلمانوں کا معبود ہے اس کے لفظی معنی ہی فرمانبرداری کیا گیا پس ایک ترقی یافتہ آزاد خیال اور مسلمان میں صرف ایک قدم کا فرق ہے۔ ہم اللہ ہی کو تمام قوانین کا سرچشمہ تصور کرتے ہیں۔ ایک آزاد خیال کے دل میں اگر سائنٹیفک حقیقتوں کی کچھ بھی وقعت ہے تو وہ قانون کے بعد ایک ایسی ہستی کا انکار نہیں کر سکتا جو ہماری نظروں سے پوشیدہ ہے۔ دنیا میں کوئی ہستی ایسی نہیں جسمیں قوانین کے ماتحت رہکر نشو ونما اور ترقی کی استعداد نہ ہو۔ جو نہیں وہ قانون کی شاہراہ سے منحرف ہو جاتی ہے۔ اسمیں تنزل رونما ہونے لگتا اور اسکے اجزا ایکدوسرے سے جدا ہونے لگتے ہیں۔ اس حالت میں بھی اگر یہ مختلف اجزا ایک انسانی ادراک کے ذریعہ قوانین کی حکومت تلے آجائیں تو وہ دوبارہ ایک مفید شے میں تبدیل ہو سکتے ہیں۔ لکڑی کا ایک ٹکڑا جب درخت سے کاٹ لیا جاتا ہے تو اسمیں نمو کی طاقت نہیں رہتی لیکن انسانی دماغ کے ماتحت اسی لکڑی کے ٹکڑے سے میز کرسیاں اور دیگر سامان بن سکتا ہے۔ انسانی زندگی کے مختلف شعبوں میں جب بھی بیجان مادہ خاص اصول کے ماتحت کارآمد اشیاء میں تبدیل ہو جاتا ہے۔ تو کیا اس سے ہمیں ایک مدرکہ کا ثبوت نہیں ملتا۔ جس کا دائرہ عمل تمام عالم پر چھایا ہوا ہے۔ اور جسمیں کل کائنات روز ازل سے اٹل قوانین کی فرمانبرداری میں لگی ہوئی ہے۔ اگر آپ اس شخص کے وجود کو جو ٹیلیفون کے وسیع نظام کو ایک مرکز سے قابو میں رکھتا ہے کسی ادراک کے ماتحت سمجھتے ہو جو اس حالت میں ٹیلیفون کا موجد ہے تو پھر انسانی دماغ کو بھی اسی طرح کسی اور مدرکہ کی صنعت کا نتیجہ کیوں تصور نہ کیا جائے جس طرح ٹیلیفون کے مرکز پر ایک شخص اپنے فرائض بجالاتا ہے۔ دماغ بھی جسم انسانی میں بعینہ وہی کام کرتا ہے۔ جب ہمیں کسی چیز کی حاجت ہوتی ہے تو اعصاب کے ذریعہ دماغ اس سے آگاہی حاصل کرتا ہے دماغ اس پیغام کا جواب ایک دوسری قسم کے اعصاب سے دیتا ہے انسان نے اپنے فوجی نظام کو اسی طریق پر قائم کیا ہے سپہ سالار اور اس کا اعلےٰ عملہ فوج کا دماغ کہلاتا ہے +

معدہ جب بھوکا ہوتا ہے تو وہ اندرونی اعصاب کے ذریعہ دماغ کو اسکی خبر دیتا ہے۔ اور

دماغ بیرونی اعصاب کی مدد سے اس حاجت کو پورا کرنے کیلئے عملی ذرائع اختیار کرتا ہے، وہ لوگ عجب متضاد خیال واقع ہوئے ہیں جو فوجی نظام میں تو ادراک انسانی کو فوج کا دماغ مانتے ہیں لیکن اس ادراک کی پیدائش کے منبع کو تسلیم نہیں کرتے۔ میں نہایت وثوق سے کہتا ہوں کہ جن وجوہات سے ہم انسانی اعمال کا تعلق اس کے دماغ سے دریافت کر سکتے ہیں۔ وہی اسباب ہستی باری کو ثابت کرنے کیلئے کافی ہیں مسٹر میلکالمسن اسبات کی تصویری کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ یہ طریق استدلال ایک لامتناہی سلسلہ ہے۔ ہم اس ذریعہ سے کبھی دنیا کی پیدائش کا اصلی سبب دریافت نہیں کر سکتے لیکن یہ ہماری لاعلمی اور نااہلیت کو ظاہر کرتا ہے! اگر ایک شئے کی نسبت ہم علم نہیں رکھتے تو اس سے ہرگز یہ لازم نہیں آتا کہ اس شئے کا وجود ہی نہیں ہم مسلمان اس امر کا اعتراف کرتے ہیں۔ کہ ہمیں خداوند تعالے کے متعلق پورا علم نہیں۔ قرآن کریم کے مطابق استدلال کی تو کوئی حد نہیں انکے ذریعہ بھی آخر ہم پیدائش پرورش اور قیام کے قوانین کو دریافت کرینگے۔ اسطرح بھی مجبوراً ہم اسی اللہ پر ایمان لائیں گے۔ جو ہماری پیدائش پرورش اور حفاظت کرنیوالا ہے +

حقیقتاً مسٹر میلکالمسن نے ان لوگوں کیلئے ایک دشواری پیدا کر دی ہے۔ جو یہ دعوے کرتے ہیں کہ خداوند تعالیٰ کا علم حاصل ہو سکتا ہے۔ اور اس کا اظہار صلیب پر ہوا۔ اسلامی نماز کے مسئلہ کو معرض بحث میں لانا مسٹر میلکالمسن کیلئے ہرگز ضروری نہ تھا۔ او خاص کر ایک ایسے امر کو ظریفانہ رنگ میں بیان کرنا جسے دوسرے لوگ وقعت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ ایک عبث فعل ہے۔ ہمارے نزدیک عبادت صرف ظاہری حرکات و سکنات کا نام نہیں۔ بلکہ اس کا اصلی مفہوم کچھ اور ہے۔ عربی زبان میں اللہ کے معنی ہیں فرمانبرداری کیا گیا۔ اور عبادت کے لفظی معنے فرمانبرداری کے ہیں۔ ایک مسلمان کیلئے اللہ کی عبادت کرنا اسکی فرمانبرداری کرنیکے مترادف ہے۔ جس میں تمام روحانی اخلاقی اور مادی قوانین کی فرمانبرداری شامل ہے۔ ہمیں ان قوانین کی غلامانہ فرمانبرداری کرنے میں کوئی عار نہیں۔ اور نہ ہی مسٹر میلکالمسن ان قوانین کی فرمانبرداری

سے پہلوتہی کر سکتے ہیں۔ وہ بھی اور انسانوں کی طرح قوانین کی غلامانہ فرمانبرداری کرنے
پر مجبور ہیں۔ قدرت کے قوانین اٹل ہیں۔ اگر کوئی شخص انہیں توڑتا ہے تو اپنی سزا ضرور
بھگت لیتا ہے۔ پھر مجھ میں اور مسٹر میل کالمسن میں کیا فرق ہے۔ انہیں بھی اپنے سر کو
مجبوراً قانون کے سامنے جھکانا پڑتا ہے۔ میرے لئے قانون ایک دیوتا بن جاتا
ہے۔ اگر میری عبادت اس ذات کیلئے مخصوص نہیں جو تمام قوانین کا سرچشمہ ہے۔ مجھے
ایک دماغ عطا ہوا ہے۔ جو قوانین مرتب کر سکتا ہے۔ ان معنوں میں وہ قانون سے بالاتر ہے
خداوند تعالیٰ کی عبادت میں ادراک کے سامنے جھکتا ہے۔ اگر ظاہری حرکات و
سکنات سے دل کی کیفیت کا اظہار ہوتا ہے تو ہمارا زمین پر گرنا قوانین الٰہیہ کی فرمانبرداری
کا نشان ہے میرے نزدیک تو اسمیں تمسخر کی کوئی بات نہیں۔ مسٹر میل کالمسن اصولوں پر آزادی
سے نکتہ چینی کر سکتے ہیں لیکن ایک اصولی بحث میں تمسخر کو راہ دینا معقولیت سے بہت بعید ہے۔

یورپ میں اسلام کا مشن

(از قلم مسٹر خالد بینگ۔ پی۔ ایچ۔ ڈی)

ہم ایک ایسے زمانہ میں رہتے ہیں جو حد درجہ کا مادہ پرست واقعہ ہؤا ہے لیکن اس امر
کے باوجود بھی آجکل روحانی ترقی کے لئے نہایت بےچینی کا اظہار ہو رہا ہے۔ پرانے خیالات
سے ہر ایک بیزار ہے۔ اور نئی باتوں کی تلاش ہے جو ابھی حاصل نہیں ہوئیں۔ جنگ
یورپ سے پہلے مغربی اقوام اپنی گذشتہ کامیابیوں کے سبب بیحد متکبر اور مغرور ہو گئی
تھیں۔ قوم کی اس حالت کو مصائب کا پیش خیمہ سمجھنا چاہیئے۔ اراکین سلطنت نے قوم کے
اس غرور کو اور بھی فروغ دیا اور قوم پرستی کی کوئی انتہا نہ رہی اخباروں کے ذریعہ اسکی
اشاعت ہوئی سٹیج پر لوگوں نے آکر اسی امر پر زور دیا سکولوں اور یونیورسٹیوں میں بھی
قوم پرستی کی تعلیم دیجانے لگی۔ چھوٹی سے چھوٹی قوم بھی ان خیالات کے اثر سے نہ بچ سکی
یورپ کے شاہانہ اقتدار نے مشرق قریب کی جانب رجوع کیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اتحاد اسلامی

تباہ ہو گیا۔ یا یوں کہئے کہ اسکی رفتار رُک گئی۔ ٹرکی کی بربادی اسی وجہ سے ہوئی۔ اس تکبر اور غرور کی جڑ میں درحقیقت اقتصادی وجوہات ہیں۔ کیونکہ ان خیالات کا آغاز نوآبادیوں کے زمانہ سے ہی ہُوا ہے۔ پندرھویں صدی میں واسکوڈے گاما نے ہندوستان کا بحری راستہ دریافت کیا اور کولمبس نے امریکہ میں جاکر اپنا جھنڈا نصب کیا۔ ان معلومات سے یورپ نے دولت کے لاانتہا ذرائع حاصل کر لیئے۔ لیکن ان واقعات سے مشرق قریب کی تجارت مفقود ہوگئی۔ جس سے پہلے تو اسکی اقتصادی حالت کمزور ہوئی۔ اور اس کے بعد سیاسی اقتدار بھی جاتا رہا۔ اور آخر اسمیں اس قدر ضعف آگیا کہ وہ مغرب کے دندان آز کا شکار ہو گیا۔ نوآبادیوں اور کمزور اقوام کی لوٹ مار سے مالامال ہو کر یورپین اقوام کو کوئی غم و فکر نہ رہا اور اُن کے لئے افراط اور تکبر کا زمانہ شروع ہُوا۔ اس لاانتہا سرمایہ نے جو نوآبادیوں سے حاصل کیا گیا یورپ اور امریکہ کی صنعت کو ترقی دی۔ اس زمانہ کی تمام مذہبی اور سیاسی تحریکات اقتصادی وجوہات پر مبنی تھیں۔ ان نوآبادیوں کے دَور سے پہلے اور اس وقت بھی یورپ میں مذہبی خیالات کا ایک ہیجان تھا۔ نوآبادیوں کی لوٹ مار سے یورپ کا متوسط الحال طبقہ بہت دولتمند ہو گیا۔ اس خوشحالی کا اظہار پہلے تو معمولی امور میں ہوتا رہا لیکن اسکی نوبت یہاں تک پہنچی کہ بادشاہوں کو تخت سے اُتار اگیا۔ اور انکی جگہ حکومت جمہوریت نے لی۔ اس طبقہ نے دولت کے غرور میں یہ سوال کیا کہ ہمیں مذہب کی کیا ضرورت ہے۔ شاہی اقتدار ترقی کے راستہ میں (ترقی سے اسوقت محض اقتصادی ترقی مراد لیجاتی تھی) ایک روک سمجھا جاتا تھا اسلئے اسمیں تنزل شروع ہُوا۔ اور ساتھ ہی مذہب کم ہونے لگا۔ مذہب اور شاہی اقتدار میں بظاہر کوئی تعلق نہیں لیکن موجودہ صورت میں اقتصادی ترقی کے سبب ان میں زوال شروع ہُوا۔ ہمارا تعلق صرف مذہب سے ہے۔ اسلئے ہم اپنی توجہ اسی ایک امر کیطرف مبذول کرینگے۔ اگر ہم اس زمانہ کی ادبیات پر غور کریں تو ہمیں بھی اسی اقتصادی ترقی کا ثبوت ملیگا۔ ہاں اس امر میں ہم کو نسلی خصوصیات کی ضرور رعایت کرنی پڑیگی کیونکہ بعض اقوام فطرتاً زیادہ مذہبی خیالات کی ہیں۔ لیکن ہر ایک شخص جو معاملات

کو نظر تعمق سے مشاہدہ کرتا ہے۔ اس پر یہ امر روشن ہو جائیگا کہ یورپ میں جس تناسب سے دولت بڑھتی گئی۔ اس کے مطابق مذہبی احساس میں زوال ہوتا گیا۔

دُنیا میں قدرتی طور پر جن لوگوں کے دماغ میں اپنی اہمیت کا خام خیال سما جاتا ہے وہ مذہب کو ایک غیر ضروری چیز سمجھنے لگتے ہیں۔ اور اپنے خود غرضانہ مقاصد میں اسے ایک روک تصوّر کرتے ہیں۔ اگر بعض نیکدل مالدار لوگ مذہب پر قائم ہے اور دوسروں نے اپنی مقصد براری کیلئے مذہب کو ایک آڑ بنائے رکھا تو ان باتوں سے مندرجہ بالا امور کی صداقت پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ جو عوام کی طبائع کے رجحان کو ظاہر کرتے ہیں۔ اس زمانہ کی ادبیات کے ملاحظہ سے بھی یہی نتیجہ نکلتا ہے نو آبادیوں کے زمانہ سے ہی ان فلسفیوں کا آغاز ہوتا ہے۔ جو دہریت کی تعلیم دیتے رہے۔ اور آجتک انکی تعداد میں اضافہ ہوتا رہا ہے۔ یورپ کے موجودہ علم ادب پر بھی اگر غور کیا جائے تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ اسمیں مذہب کا بہت کم حصّہ ہے۔ اب مذہب صرف ظاہری نمائش اور سیاسیات میں جنگ برپا کرنے کا ایک آلہ بنگیا ہے۔ جنگ یورپ کے اختتام کے تین سال بعد ہمیں اس غرور اور لاف زنی کے بدنتائج سے آگاہی ہوئی ہے۔ جس کا اظہار ہربرٹ سپنسر کے فلسفہ میں ہوا۔ ابھی چند سال ہوئے لوگوں کا یہ دعویٰ تھا۔ کہ نسل انسانی نے انصاف اور تہذیب میں بہت ترقی کر لی ہے لیکن ایک ناگہانی مصیبت نے دُنیا کو اس خوشگوار خواب سے بیدار کر دیا۔ جنگ ختم ہو چکا ہے۔ اور ہم محسوس کرتے ہیں کہ دنیا پہلے کی نسبت زیادہ مفلس ہو گئی ہے۔ اور جن باتوں کی ہم توقع کرتے تھے۔ وہ ہرگز پوری نہیں ہوئیں۔ گو اب بھی اراکین سلطنت اور اخبار نہایت اُمید افزا منظر دکھا رہے ہیں لیکن معاملہ اس کے برعکس نظر آتا ہے۔ لوگوں میں اب وہ پہلی سی قوت باقی نہیں رہی اب وہ اخلاق نہیں ملتے جو پہلے زمانہ میں پائے جاتے تھے۔ لوگ ایکدوسرے سے متنفر ہو گئے ہیں ہر ایک مُلک میں اقتصادی تکالیف رُونما ہو رہی ہیں۔ اور سب سے بڑی تکلیف جو رُوحانی تکلیف ہے ہر جگہ پائی جاتی ہے۔ کیا یورپ ان اقتصادی اور رُوحانی تکالیف سے نجات حاصل کر سکتا ہے۔ بعض ممالک دیگر اقوام کو نقصان پہنچا کر

اقتصادی کمی کو پُورا کر سکتے ہیں۔ یورپ اپنی مادی کمی کو پُورا بھی کر لے لیکن اسکی ترقی ہرگز مؤثر نہیں ہو سکتی۔ جب تک اسکی زندگی میں ایک رُوحانی طاقت پیدا نہ ہو جس سے انسان کی رُوح کو تسلی حاصل ہو۔ اور جو اس کے نصب العین کو اس چند روزہ زندگی کی ضروریات سے بلند تر کر دے۔ گذشتہ تجربہ اور موجودہ حالات ہمیں بتاتے ہیں کہ انسان فطرتاً کوئی ایسی مقدس ہستی نہیں جیسا ہمارے بعض دوست اسے ظاہر کرتے ہیں۔ بلکہ اُسنے متضاد صفات کا اظہار کیا ہے سرمایہ نے لوگوں کو بھوک کے خوف سے ڈرا کر ان سے عجیب وغریب کام لئے ہیں۔ مارکس (Marx) کے پیرو سرمایہ کی لعنت کو دُور کرنے کا وعدہ کرتے ہیں۔ اور وہ اس اصول پر کاربند ہیں کہ انسان یا مزدور پیشہ لوگ ولیوں سے کم نہیں۔ اور ان کی ہدایت کیلئے کسی اعلےٰ طاقت کی ضرورت نہیں اس خیال نے دنیا میں ایسی ابتری پیدا کر دی ہے جس کا تجربہ پہلے کبھی نسل انسانی کو نہیں ہوُا لیکن بعض لوگ جو خیالی باتوں کے عادی ہو گئے ہیں۔ ان معاملات کو اور بھی طول دینا چاہتے ہیں۔ دُنیا کو اس قعر مذلت سے نکالنے کیلئے ایک عظیم الشان رُوحانی طاقت کی اشد ضرورت ہے جو انسان سے بھی بلند مرتبہ رکھتی ہو۔ تاکہ انسان اسکے ذریعہ ایک اعلیٰ مقام کو حاصل کرے۔ یہ مقصد محض قوم پرستی اور حُبُّ الوطنی کے جذبات سے حاصل نہیں ہو سکتا۔ گو یہ جذبہ بھی دیگر اخلاق فاضلہ کی عدم موجودگی میں ایک اخلاقی طاقت ہے، لیکن اراکین سلطنت اسی جذبہ کے پردہ میں تنفر اور جنگ برپا کرتے ہیں۔ اور اپنے خود غرضانہ مقاصد کے حصول میں اس کا ناجائز استعمال کرنے کے عادی ہو گئے ہیں علاوہ ازیں عیسائی مذہب جو کسی زمانہ میں یورپ کے اندر ایک بڑی اخلاقی طاقت تھی۔ اب وہ عوام کو غیر عیسائی اقوام کے خلاف برانگیختہ کرنے کیلئے ایک آلہ بن گیا ہے۔ یورپ کے اخلاقیات کی بنا اب اسی مذہب پر ہے جس کی موجودہ زمانہ میں نہایت ہی ابتر اور خستہ حالت ہے +

کلیسیا کے اراکین عیسائیت کے بنیادی اصولوں پر حملہ کر کے اپنے تئیں روشن خیال ظاہر کرتے ہیں۔ اور عوام الناس کی تحسین حاصل کرنے کے لئے وہ اس طریق پر عمل پیرا ہیں عیسائیت کے دن پورے ہو چکے ہیں۔ اور اسی مذہب کا اثر تو زندہ رہتا

ایک ناممکن امر ہے۔ زمانہ کی موجودہ رفتار یہی ظاہر کر رہی ہے۔ کہ یہ مذہب اب ایک اخلاقی طاقت کا کام دینے کی قابلیت نہیں رکھتا۔ اسمیں جزا و سزا کے قوانین ایسے بعید از عقل اور مضحکہ انگیز ہیں کہ موجودہ زمانہ کے لوگ انہیں ہرگز قبول نہیں کرتے۔ اس مضمون کا راقم بہت سے ممالک میں رہا ہے۔ اور مختلف تحریکات سے اس کا واسطہ پڑا ہے لیکن اس نے اسلام جیسی اخلاقی طاقت کی نظیر کہیں نہیں پائی اس طاقت کو مغربی اقوام مدتوں سے تباہ کرنے اور مٹانے کی کوشش میں لگی ہوئی ہیں۔ زمانہ وسطی کی روایات کے اثر سے کوتاہ اندیش ارا کین سلطنت اسلام کی بربادی میں اپنی پوری کوشش صرف کر رہے ہیں۔ اور اپنے لاانتہا ذرائع کی مدد سے اب تک عوام کو اسلام کے متعلق تاریکی میں رکھا ہوا ہے۔ آج یورپ میں ایک ایسی اخلاقی طاقت کی اشد ضرورت ہے۔ جو اسے اس دلدل سے باہر نکال لے اور جس کی عدم موجودگی میں وہ دن بدن اسمیں غرق ہو رہا ہے عیسائیت کی بنیاد ہل چکی ہے صرف سرمایہ کی بدولت اس کا نظام قائم ہے لیکن کسی کو علم نہیں کہ کل کیا واقعات پیش آنیوالے ہیں۔ ان امور کے علاوہ تمام ممالک میں لوگوں کی ایک کثیر تعداد ایک نور کی تلاش میں سرگرداں ہے۔ اور بہت سے نہایت مجبوری کی حالت میں عیسائیت کا سہارا لئے ہوئے ہیں۔ جرمنی میں کرسچن سائنٹسٹ مورمن تھیوسوفسٹ اور دیگر فرقوں میں لوگ کثرت سے شامل ہوتے ہیں جو سب ایک ایسی اخلاقی طاقت کیلئے پریشان ہیں جو ان کی روح کی تسلی کا موجب ہو سکے۔ اب اسلام کی ترقی کیلئے ایک وسیع میدان ہے۔ یہ مذہب ادراک کے تقاضوں کو ہر پہلو سے پورا کرتا ہے۔ اس معاملہ میں تو یہ تمام روئے عالم پر ایک لاثانی مذہب ہے۔ اگر اسکی اشاعت کیلئے مناسب طریق اختیار کئے جائیں تو یقیناً لوگ اسے قبول کرینگے۔ اور اسلام دوبارہ دنیا میں ایک نور اور تہذیب کو پھیلانیوالا ہوگا جیسا یہ گذشتہ ایام میں تھا جبکہ یورپ پر جہالت کی تاریکی چھائی ہوئی تھی۔ اسلام کی ترقی کا یہی موزوں وقت ہے۔ یہ سچ ہے کہ ہم ایک حد درجہ کے مادہ پرست زمانہ میں رہتے ہیں جیسا شروع میں کہا جا چکا ہے لیکن تاریخ اس امر پر شاہد ہے کہ تمام مذہبی تحریکات

مادہ پرستی کے زمانہ میں ہی پیدا ہوتی رہی ہیں۔ موجودہ مادہ پرستی لوگوں کی تسلی کا موجب نہیں بن سکی! اور اس کے پرستاروں کی حالت ابتر ہے اور خستہ ہے۔ دولتمند لوگ دولت سے تنگ آ گئے ہیں۔ اور جو مفلس ہیں انکی حالت واقعی قابلِ رحم ہے۔ جنگ یورپ کے اختتام پر جسمیں بیشمار جانوں کی قربانی ہوئی اور بہت سے خیالات مٹ گئے۔ اور امیدوں پر پانی پھر گیا یہ حالات اور بھی نمایاں ہو گئے ہیں۔ ہر جگہ ایک ہی حالت ہے۔ عوام ان بھیڑوں کی مانند ہیں جن پر کوئی گڈریا نگران نہیں۔ اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے جو لوگوں کو دنیاوی اور عقبیٰ کی راحت دے سکتا ہے۔ اسلام زندگی کیلئے ایک مقصد کو ظاہر کرتا ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ آیا مسلمان موجودہ حالات کو دیکھ کر بیدار ہونگے۔ اور نورِ اسلام کی مشعل کو مغرب میں پہنچائیں گے یا نہیں اسلام کی اشاعت حالات حاضرہ کو مدنظر رکھ کر جدید طریق پر ہونی چاہئے لیکن مغرب کے تعصب کی وجہ سے اسکے عقائد میں ذرہ بھر بھی تبدیلی نہیں ہونی چاہئے

پاک روایات

(جمہوریت)

وامرھم شوری بینھم

خلافت کی وراثت کا تعلق کسی ایک فرقہ سے نہیں۔ کوئی خاص جماعت اس سوال کو حل کرنے کی مجاز نہیں۔ یہ معاملہ تو صرف عوام کے انتخاب سے ہی طے ہو سکتا ہے۔ یہ اصول انسانی حقوق پر مبنی ہی جمہوریت اسلام کا ایک اہم جزو ہے۔ جسے قائم کرنیکے لئے نبی کریم صلعم کی بعثت ہوئی۔ آپ وحی الٰہی کی برکات کے سبب علم میں سب سے افضل تھے لیکن کوئی معاملہ شوریٰ کے بغیر طے نہ ہوتا تھا۔ خلافت کا حقدار اسی کو سمجھا جاتا تھا جسے عوام کثرت آراء سے منتخب کرلیں۔ قبیلے اور رشتہ داری کا اس معاملہ میں کوئی اثر نہیں جو شخص اس منصب جلیلہ کیلئے منتخب ہو۔ وہ تقویٰ دیانتداری اور دانشمندی میں بے مثل ہونا چاہئے سلطنت کے معاملات ایک ایسے شخص کے سپرد ہوں جو ان صفاتِ حمیدہ سے

آراستہ ہو" یہ وہ الفاظ ہیں جو حضرت ابوبکرؓ نے انصار کی ایک جماعت کے روبرو کہے نبی کریم صلعم کی وفات ہو چکی تھی۔ آپ رفیق اعلےٰ کا وصال حاصل کر چکے تھے قوم آپ کے بعد کسی جانشین کو مقرر کرنا چاہتی تھی۔ اسلامی اخوت میں نفاق پیدا ہو جانے کا خطرہ تھا۔ اور مساوات انسانی کا اصول جسے نبی کریم صلعم نے سخت صعوبتوں کے بعد قائم کیا تھا برباد ہوا چاہتا تھا۔ جس مسجد میں مہاجرین خلیفہ کے انتخاب کیلئے جمع تھے۔ وہاں آ کر کسی نے اطلاع دی کہ انصار نے بھی اسی مقصد کیلئے ایک مجلس منعقد کی ہے حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ انصار کی مجلس میں تشریف لے گئے۔ تاکہ ان سے بھی مشورہ لیا جائے۔ حضرت ابوبکرؓ کے خطبہ نے جو فصاحت و بلاغت سے پُر تھا حاضرین پر ایک گہرا اثر پیدا کیا لیکن بعض لوگ اپنی جماعت کی ترقی کے خواہاں تھے۔ اور اس کے مطالبات پیش کرتے تھے۔ اس پر ابو عبیدہ کھڑے ہوئے اور فرمایا۔

"اے برادران انصار! اسلامی خدمات میں تم یکتا ہو تمہیں تھے جنہوں نے رسول خدا اور اس کے ہمراہیوں کو آڑے وقت پناہ دی تمہیں نے اسلام کے نازک پودے کی پرورش کی۔ تمہاری ہی کوششوں کا نتیجہ ہے۔ کہ اسلام عرب میں چاروں طرف پھیل گیا۔ کیا اب تمہارے لئے یہ زیبا ہے کہ اپنے ہی ہاتھوں اسلام کو تباہ کر دو"۔ اس اپیل نے انصار کے دلوں کو موم بنا دیا۔ اور ان کے اعلےٰ جذبات مشتعل ہو گئے۔ ان میں سے ایک شخص زید بن ثابت اُٹھا اور کہا کہ "انتخاب مہاجرین کے حسب منشا ہونا چاہئے۔ کیونکہ وہ اسلام کی خدمات میں بہت بڑھ کر ہیں"۔ بشیر بن سعد نے ذیل کی تقریر کی:-

"اگر ہمنے اسلام کی حفاظت میں اور لوگوں کی نسبت زیادہ عالی ہمتی اور شجاعت کا اظہار کیا ہے تو اس سے ہمارا مقصد ہرگز ناموری یا شہرت کو حاصل کرنا نہ تھا جو کچھ ہمنے کیا وہ محض رضائے الٰہی کو حاصل کرنے اور رسول اللہ صلعم کی فرمانبرداری میں کیا۔ ہمنے یہ خدمات کسی خود غرضانہ مقصد کیلئے سرانجام نہیں دیں۔ بلکہ ہم نے

تو محض اپنے فرض کو ادا کیا ہے۔ اب یقیناً ہمیں یہ شایاں نہیں کہ موجودہ حالت میں اسلام کی ان بے غرضانہ خدمات کے صلہ میں کوئی فوقیت حاصل کریں جن کا بدلہ ہمیں ضرور خداوند تعالیٰ سے ملیگا۔ اگر اس موقعہ پر ہم طاقت اور اقتدار کے احساسات کو دل میں جگہ دینگے تو درحقیقت ہم خود اس تعلیم کے برعکس عمل کرنے والے ہونگے جسے دنیا میں پھیلانے کی غرض سے ہم نے وفاداری کا اظہار کیا خلیفہ تو اسی شخص کو بنانا چاہیئے۔ جو اس جلیل القدر عہدہ کے ہر طرح مناسب ہو۔ اور جسے کثرت رائے سے لوگ منتخب کرلیں میں اس اصول پر قائم رہنے کا عہد کرتا ہوں۔ اس مؤثر اپیل نے انصار کے دلوں پر ایک عجب کیفیت پیدا کردی۔ ان کے درمیان مخالفت کا نام ونشان نہ رہا اور کچھ عرصہ تک مجمع پر ایک سکتہ کا عالم رہا۔ اس کے بعد خلافت کیلئے مختلف نام پیش کیئے گئے حضرت عمرؓ نے حضرت ابوبکرؓ کی بہت سی بلند صفات اور خدمات اسلامی کا ذکر کر کے آپ کا نام خلافت کیلئے پیش کیا۔ حاضرین نے یک زبان ہوکر حضرت ابوبکرؓ کو اسلامی جمہوریت کا رکن اعلیٰ اور اوّل خلیفہ منتخب کرلیا آپ نے مسجد نبوی میں رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے منبر سے ذیل کا خطبہ پڑھا جو خلیفہ کی حیثیت میں آپ کا پہلا خطبہ تھا +

تمام تعریف اسی خدائے عز وجل کیلئے ہے جو بڑی حکمت اور طاقت والا ہے جس نے جہاں کو پیدا کر کے اس کے نظام کو قائم کیا۔ یہ درست ہے کہ آپ نے مجھے اپنا خلیفہ منتخب کرلیا ہے لیکن میں آپ سے ہرگز بہتر نہیں میرے لئے یہ نہایت ہی مسرت کا مقام ہوتا۔ اگر مجھ سے کوئی بہتر شخص اس عہدہ پر ممتاز کیا جاتا حکومت کے خیال نے کبھی میرے دل میں راہ نہیں پائی طاقت اور رتبہ کی مجھے کوئی ہوس نہیں۔ مجھے تو یہ امر پریشان کر رہا تھا کہ شاید اخوت اور مساوات کے اصولوں کو سمجھنے میں لوگوں کو غلط فہمی نہ لگ جائے اور مہاجرین اور انصار کے درمیان کہیں نفاق پیدا نہ ہو جائے۔ خدا کا شکر ہے کہ ہم اس ابتلا سے محفوظ رہے ہم سب ایک رشتہ اخوت میں منسلک ہیں جسمیں مکمل آزادی اور مساوات ہے آپ نے

مجھ پر ایک ایسی ذمہ واری کا بوجھ ڈال دیا ہے جسے پورا کرنے کی مجھ میں طاقت اور قابلیت نہیں ہیں اس عظیم الشان فریضہ کی اہمیت کو خوب محسوس کرتا ہوں اور مجھے اپنی نا اہلیت کا بھی پورا علم ہے۔ اسلئے میں ہر وقت آپ کے مشورے اور نصیحت کا محتاج رہونگا۔ ایک حکمران اپنے فرائض کو خداوند تعالیٰ کی مدد کے سوا بجا نہیں لاسکتا۔ میں اپنے عہد حکومت میں تعصب اور طرفداری سے نفرت کرونگا اس منصف پر خداوند تعالیٰ کا غضب نازل ہوتا ہے جو طرفداری کا اظہار کرتا ہے جو قوم نیکی کے راستہ میں جدوجہد نہیں کرتی وہ تباہ ہوجاتی ہے جب تک میں صحیح راہ پر چلوں تم میری امداد کرتے رہو۔ اور جس وقت تک میں قال اللہ اور قال الرسول پر کاربند رہوں تم میری فرمانبرداری کرتے رہو۔ اگر میں ان حدود سے تجاوز کرجاؤں تو تمہیں مجھ پر حکومت کرنے کا کوئی حق نہیں۔ اگر میں صراط مستقیم سے منحرف ہو جاؤں تو تمہیں مجھے سیدھا کرنا تمہارا فرض ہوگا" +

مسیحی محبت

(از قلم خواجہ کمال الدین صاحب مبلغ اسلام)

جدید اراکین کلیسیا کی کانفرنس میں ہم پھر سنتے ہیں کہ مسیحی محبت ہی عیسائیت کی اخلاقی ترقی کا موجب ہے۔ جسمیں عیسائیت اور بدھ مت کی طرف اشارہ پایا جاتا ہے حضرت مسیح کے زمانہ سے ہی اسکے مذہبی پیشوا شاعرانہ نازک خیالوں اور مبہم خیالات میں سرگردان رہے ہیں حقیقت میں اگر یورپ ہی عیسائیت کا گھر رہا ہے۔ اور اسی براعظم سے دنیا میں عیسائی مذہب کی تلقین ہوتی رہی ہے تو کس زمانہ میں اور کن ذرائع سے مسیحی محبت کا اظہار ہوا۔ جب تک اس مذہب کے پیرو غلامی کی حالت میں رہے۔ اس مذہب میں پاک خیالات اور اعلےٰ اخلاق پائے جاتے تھے لیکن کانسٹنٹائن کے تبدیل مذہب کے بعد مختلف زمانوں میں عیسائیت گھٹنوں تک خون میں غلطاں رہی ہے۔

جنگ یورپ کے دوران میں تو مسیحی محبت درجۂ کمال کو پہنچ گئی۔ عیسائیت کا مقصد تو محبت اور خداوند تعالیٰ کی عالمگیر ربوبیت کا پھیلانا ہے۔ اور اس کے پیرو بنی نوع انسان کی راہنمائی اس منزل کی طرف کرنا چاہتے ہیں لیکن کیا دوسرے مذاہب اسی مقصد کو مدنظر نہیں رکھتے۔ اس کانفرنس نے بدھ مت کے متعلق تو اس اصول کو تسلیم کیا ہے۔ اسلام خداوند تعالیٰ کی محبت کو تمام محبتوں سے افضل قرار دیتا ہے جس کا اظہار بنی نوع انسان اور دیگر مخلوقات سے محبت کرنے میں ہے۔

ومن الناس من یتخذ من دون اللہ انداداً یحبونھم کحب اللہ والذین امنوا اشد حباً للہ (البقرہ ع ۲۰) اور لوگوں میں سے کچھ ایسے بھی ہیں جو اللہ کے سوا اوروں کو خدا کا شریک ٹھیراتے ہیں۔ اور جیسی محبت خدا سے رکھنی چاہئے ویسی محبت ان سے رکھتے ہیں۔ اور جو ایمان والے ہیں۔ ان کو سب سے بڑھ کر خدا کی محبت ہوتی ہے) حب اللہ کی تشریح ذیل کی آیت میں کی ہے +

واتی المال علی حبہ ذوی القربیٰ والیتمیٰ والمساکین وابن السبیل والسائلین وفی الرقاب (اور مال اللہ کی محبت پر رشتہ داروں اور یتیموں اور محتاجوں اور مسافروں اور مانگنے والوں کو دیا اور غلامی کی قید سے لوگوں کی گردنوں کے چھڑانے میں) +

قرآن کریم نے خداوند تعالیٰ کی محبت کے اس اظہار کو متعدد موقعوں پر بیان فرمایا ہے۔ یہ کتاب بنی نوع انسان کی خدمت کو ہی محبت الٰہی کا ایک بڑا نشان بتاتی ہے۔ احادیث سے بھی اس کا ثبوت ملتا ہے۔ نبی کریم صلعم نے فرمایا۔ قیامت کے دن اللہ کہیگا اے انسان میں بیمار تھا لیکن تو نے میری خبر نہیں لی۔ میں بھوکا تھا مگر تو نے مجھے کھانا نہیں دیا انسان کہیگا اے میرے رب اور مالک میں تیری بیماری میں کس طرح خبر لیتا تو جہانوں کا رب ہے۔ خداوند تعالیٰ فرمائیگا۔ کیا تجھے علم نہیں تھا کہ میرا بندہ بیمار ہے اور تو اس کا خبر گیر نہ ہوا اگر تو اس بیمار انسان کے پاس جاتا تو یقیناً مجھے اسکے نزدیک پاتا اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ مخلوق سے خداوند تعالیٰ کا تعلق کیسا قریب ہے۔ اسلام کے مطابق بنی نوع انسان کی خدمت ہی خداوند تعالیٰ کی خدمت ہے۔ اب ہم خداوند تعالیٰ کی

ابویت پر غور کرتے ہیں - اس صفت کو قرآن کریم نے ربّ العالمین کے پُر معنی الفاظ
میں بیان کیا ہے - اور اس کے مطابق خداوند تعالیٰ جہانوں کا پیدا کرنے والا پالنے والا
اور انہیں ترقی کے مختلف مدارج سے گزار کر درجۂ کمال تک پہنچانیوالا ہے محبت کے
یہ تمام تقاضے باپ کے لفظ میں ہرگز نہیں پائے جاتے - گو ایک باپ کیلئے یہ نہایت
ضروری ہے کہ وہ اپنے بچوں کی نہایت عمدہ طریق سے پرورش کرے لیکن ہزاروں باپ
ایسے ہوتے ہیں - جو اس اہم فرض کو پورا نہیں کرتے اور بچوں کی نگہداشت میں کوتاہی
کرتے ہیں ہزاروں بچے ایسے بھی ہوتے ہیں - جو شفقت پدری سے محروم ہی
رہتے ہیں - جو باپ اپنے بچوں کی پرورش نہیں کرتا وہ ایک حیوان ہی لیکن اس کے
باوجود بھی وہ باپ ہی کہلائیگا - قرآن کریم کو دیگر مذاہب کی کتب سے اسبات میں فضیلت
حاصل ہے کہ اس کے الفاظ نہایت پُر معنی اور برجستہ ہوتے ہیں - ہم جانتے ہیں - کہ
حضرت مسیح نے خداوند تعالیٰ کو باپ کیوں کہا - لیکن قرآن کریم نے اسی مفہوم کو ادا کرنے
کیلئے ربّ العالمین کے الفاظ استعمال کرکے اسمیں بہت اصلاح کردی ہے - ان الفاظ
میں باپ کی تمام صفات آجاتی ہیں - اور ان میں اور بھی بہت سے ایسے معانی نکلتے
ہیں جو لفظ باپ سے ظاہر نہیں ہوتے - اس امر پر میں اور زیادہ زور نہیں دوں گا -
لیکن صرف اسقدر کہنا چاہتا ہوں کہ محض تخیلات سے دنیا کی ہدایت نہیں ہو سکتی - ایک پاک ہستی نے
خطبہ کوہ میں جن تصورات کا اظہار کیا ہے - وہ آج تک پورے نہیں ہوئے اور اس خواب
کی تعبیر آج تک ظاہر نہیں ہوئی - جدید کلیسیا کے تخیلات کا بھی یہی حشر ہوگا - بُدھ
کی تعلیم بھی محبت کی تھی - اور عملی رنگ میں اس کے پیرو عیسائیوں کی نسبت بہت
بلند مقام پر ہیں - تاہم وہ بھی اس محبت کے اصول کو پورے طور پر عملی جامہ پہنانے
میں کامیاب نہیں ہوئے - الغرض محبت ہی ہر ایک مذہب کا بڑا اصول ہے اور مسلمانوں
کے نزدیک دنیا کی پیدائش بھی اسی صفت الٰہی کا اظہار ہے - عیسائی مذہب میں
وہ طریق نہیں پائے جاتے جو اظہار محبت کیلئے ضروری ہیں - کیا چار انجیلوں میں کسی ایسے
امر کیطرف اشارہ ہے جس کے ماتحت تم بنی نوع انسان سے محبت کر سکیں - موجودہ زمانہ میں جبکہ

محکوم اقوام عیسائی حکومتوں کی تیرہ دستی سے نالاں ہیں ایسی تعلیم کی اشد ضرورت ہے۔ اپنے دشمنوں سے محبت کرنے کا حکم نہایت عمدہ معلوم ہوتا ہے لیکن کیا عیسائیوں کے مختلف فرقوں نے اپنے عمل سے اسکی سچائی کا ثبوت دیا ہے۔ ایک چور یا کوئی اور مجرم سوسائٹی کا دشمن ہے۔ ہم اس سے کس طرح اپنی محبت کا اظہار کرسکتے ہیں جبکہ ہم سوسائٹی میں امن وامان قائم رکھنے کا بھی دم بھرتے ہیں۔ کیا حضرت مسیح کی تعلیم جو انجیل میں موجود ہے۔ وہ سوشل اور بین الاقوامی تعلقات محبت قائم رکھ سکتی ہے۔ عیسائی مذہب میں عملی رنگ مفقود ہونے کے سبب گذشتہ صدیوں میں خون کی ندیاں بہائیں۔ مذہب کی تشریح کرنے میں یہاں انسان کو مکمل آزادی حاصل ہے۔ اس نے دشمن سے محبت کرنے کے حکم کی ایک تشریح کرلی ہے جو اور کچھ نہیں تو خودغرضی اور اپنے مفاد کے لئے تو ضرور فائدہ مند ہے۔ اس خوبی کو آپ عیسائیت کی مطابقت کے نام سے ظاہر کیجئے۔ یا کوئی اور تشریح کرلیجئے۔ لیکن یہ باتیں ہرگز تسلی کا موجب نہیں ہوتیں۔ یہ امور جو عیسائیت کے پیروؤں کے نزدیک اس مذہب کی خوبیاں ہیں دراصل انہی کے سبب عیسائیوں کے تعلقات دیگر اقوام سے اسقدر کسیقدر رہ گئے ہیں۔ مذہبی عقائد اور اصول ہی تمام انسانی اعمال کی بنیاد ہوتے ہیں۔ یا دوسرے الفاظ میں ہم اپنے عقائد کا اعمال سے عملی ثبوت دیتے ہیں۔ کیا ایک عیسائی جو بنی نوع انسان کو ناجی اور غیر ناجی گروہ میں منقسم کرتا ہے دوسری اقوام کیلئے اپنے دل میں کوئی محبت محسوس کرسکتا ہے۔ اگر یہ تقسیم خداوند تعالیٰ کی طرف ہے جیسا کہ کئی صدیوں تک کلیسیا مانتا رہا۔ اور اگر خدا کی صفات کے مطابق عمل کرنا نیکی ہے۔ تو کیا صفات الٰہیہ پر عمل کرتے ہوئے غیر ناجی فرقہ سے وہی سلوک نہیں کرنا چاہئے۔ جو خداوند تعالےٰ ان سے کرتا ہے۔ اگر غیر ناجی فرقے کو دوسری زندگی میں جہنم ملتا ہے تو ہم اس فرقہ کیلئے اسی دنیا میں جہنم پیدا کرکے کیوں رضائے الٰہی کو حاصل نہ کریں۔ کیا عیسائیت کے

ایک فرقہ نے اور فرقوں کیلئے ایک ازسال سے جہنم نہیں بنا رکھا۔ کیا موجودہ نسل سے پہلے زمانے کے لوگ مذہب کے زیادہ پابند نہ تھے۔ زمانہ وسطیٰ کے لوگ گو متعصب تھے اور غلط راہ پر لگ گئے تھے لیکن ان کا ایمان تھا کہ وہ اپنے افعال سے مذہب کی خدمت کر رہے ہیں۔ یہی دلائل کی عدم موجودگی ہیں وہ اپنے مذہب کو حالات زمانہ کے مطابق بنا لیتے جس صفت کی آج اسقدر تعریف ہوتی ہے۔ اس طریق سے انہوں نے عیسائی اخلاق کو ایسا رنگ دے لیا۔ کہ انہیں حضرت مسیح کی تعلیمات سے تو کوئی تعلق نہ رہا بلکہ وہ شیطانی اعمال کا مجموعہ بن گئے۔ محبت ایک اخلاقی طاقت ہے۔ کائنات میں اور بھی بہت سی طاقتیں موجود ہیں۔ مادی طاقتیں حیوانی طاقتوں کے مشابہ ہیں۔ لیکن اگر انہی کا صحیح کا استعمال ہو تو وہ انسان کے لئے رحمت بن جاتی ہیں۔ جسے آپ اخلاق کہتے ہیں۔ وہ بھی درصل انسانی جذبات اور خواہشات کی تہذیب کرنے کا ہی نام ہے۔ انسانی جذبات کا مناسب موقع پر صحیح استعمال کرنا اخلاق کے مترادف ہے۔ محبت کا جذبہ شوق اور وابستگی کو ظاہر کرتا ہے لیکن جب اسی کو مناسب موقع پر استعمال کیا جائے۔ تو یہ ایک اخلاقی طاقت بن جاتی ہے۔ مختلف کتب مقدسہ سے جن میں انجیل بھی شامل ہے۔ لوگ اپنے جذبات کا صحیح استعمال نہیں سیکھ سکے۔ انسانی سوسائٹی کی مختلف ضروریات کو مدنظر رکھتے ہوئے اگر جدید اراکین کلیسیا ہمیں انجیل کی تعلیم کے مطابق محبت کا استعمال بتادیں تو ہم ان کے بہت مشکور ہوں گے۔ موجودہ حالت میں تو یہ ایک تیز آلہ ہے۔ جس سے بنی نوع انسان کے فائدے یا نقصان دونوں کے لئے یکساں کام لیا جا سکتا ہے۔ عیسائیت کی مطابقت سے دنیا نے نہایت ہی تلخ تجربہ حاصل کیا ہے مثال کے طور پر میں ایک چور کو لیتا ہوں جو سوسائٹی کا دشمن تصور کیا جاتا ہے۔ اگر پہلی مرتبہ خطا کرنے کے بعد وہ اپنی اصلاح نہیں کرتا تو وہ اپنا بھی دشمن ہے۔ کیونکہ ایکدن وہ ایسا ہو جائیگا کہ جرم کرنا اسکی سرشت میں داخل ہو جائیگا۔ اگر ایک ایسے شخص کو ہم پہلی مرتبہ جرم کرتا ہؤا پکڑ لیں تو اس کے ساتھ ہم کس طریق سے محبت کا اظہار کریں۔

حضرت مسیح خطبہ کوہی والی تعلیم کہ اپنے دشمن سے بھی محبت کرو یقیناً اسکی ذات کیلئے اور سوسائٹی کیلئے ضرر رساں ہوگی۔ اور اگر کوئی تیرا کوٹ لیجائے تو اسے اپنا جبہ بھی دیدے۔ ایک ایسا اصول ہے۔ جس کا آج تک کبھی عملی ثبوت نہیں ملا۔ ہاں خطبۂ کوہی کی یہ تعلیمات خاص حالات میں مفید ہو سکتی ہیں لیکن سوشل اور بین الاقوامی تعلقات میں ان اصولوں پر عمل پیرا ہونے سے ابتری پھیل جائیگی۔ یہ الفاظ جس زبان سے نکلے ہیں درحقیقت یہ اس شخص کی بزرگی کو ظاہر کرتے ہیں لیکن ساتھ ہی یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ وہ شخص انسانی طبیعت اور اسمیں بدی کے میلان سے کس حد تک ناواقف تھا اور اسے یہ علم بھی نہ تھا کہ اسکی اصلاح کن طریق سے ہو سکتی ہے۔

پھر مندرجہ بالا امثال کی طرف متوجہ ہوتے ہوئے میں سوال کرتا ہوں کہ ایک چور کی پہلی خطا پر ہم کس طرح اس سے محبت کا اظہار کر سکتے ہیں۔ اسے چھوڑ دینا تو سوسائٹی اور اس کے مال و دولت کیلئے ایک خطرے کو پیدا کر دینا ہے۔ اور یہ اس چور کی ذات کیلئے بھی مضر ہے۔ کیونکہ وہ اس سے فائدہ اٹھا کر اور جرم کا ارتکاب کریگا۔ اور ایکدن عادی مجرم بن جائیگا۔ اگر سزا سے اسکی اصلاح ہو سکتی ہے۔ اور اسکے ذریعہ وہ اس عادت بد سے باز آ سکتا ہے۔ تو اس صورت میں دشمن سے محبت کرنیکے یہی معنی ہونگے کہ ہم اسے سزا دیں۔ تاکہ سوسائٹی اس کے فتنہ سے نجات پائے اسی خیال کی بنا پر قید خانے بنائے گئے۔ اور قید کی سزا ایجاد کی گئی لیکن جیل کی زندگی کبھی تسلی بخش نہیں ہوئی۔ بہت سے مجرم جو صرف پہلی دفعہ چوری کے مرتکب ہوئے جیل میں قید کی میعاد گزارنے کے بعد عادی مجرم بنگئے۔ کیونکہ جیل کی بدصحبت اور وہاں کے مضر اثرات کے باعث ان کے دل سخت ہو جاتے ہیں۔ اسلئے اکثر حالتوں میں سزا کا مقصد فوت ہو جاتا ہے۔ اگر اس سزا سے بعض لوگوں پر اچھا اثر ہوا ہے تو ہم نے درحقیقت اس فعل سے دشمن کے ساتھ محبت کا اظہار کیا ہے۔ اگر ہم جسٹینین کے زمانہ سے ضابطۂ فوجداری پر نظر ڈالیں تو ہمیں معلوم ہوگا کہ مجرموں کے ساتھ آنکھ کے بدلے آنکھ اور دانت کے بدلے دانت والے قانون ہی کو ترجیح دیجاتی

ہے۔ تمام عیسائی سلطنتوں نے اپنے قوانین بناتے وقت حضرت مسیح کی تعلیم کو نظر انداز کر دیا ہے۔ اگر کوئی تیری دائیں گال پر مارے، تو دوسری بھی آگے کر دے صرف اتوار کے وعظوں کیلئے ہی رہ گئی ہے۔ باقی تمام ہفتہ میں یہ تعلیم طاق نسیان ہو جاتی ہے تیچھلی صدی سے یہ خیال پیدا ہوا ہے۔ کہ ہر ایک مجرم کو سزا نہیں دینی چاہیئے۔ بلکہ سوسائٹی کیلئے یہی مفید ہے کہ ایسے لوگوں کو ایک الگ جگہ رکھا جائے۔ جہاں اس کے بداطوار سے کسی کو نقصان نہ پہنچے۔ اور وہ خود بھی عادی مجرموں کی صحبت بد سے بچ جائے۔ اسلئے اب ایسے مدرسے قائم ہو گئے ہیں۔ جہاں ابتدائی مجرموں کو اصلاح کی غرض سے بھیجا جاتا ہے۔ اس سزا کے بعد وہ پھر نیک چلن باشندے بنکر نکلتے ہیں۔ اس مثال سے ظاہر ہو جاتا ہے کہ مختلف حالات میں اپنے دشمن سے محبت کرنے کے حکم کا کس طریق سے اظہار ہو سکتا ہے۔ ایک حالت میں تو آنکھ کے بدلے آنکھ والے اصول کے ذریعہ ہم اپنے دشمن سے محبت کا اظہار کرینگے۔ اور ایکدوسری حالت میں ہم حضرت مسیح کے اس حکم کی لفظی پیروی کرنے سے ہی اپنے دشمن سے محبت کا سلوک کر سکیں گے حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ نے وہ اصول بیان نہیں کیا۔ جس کے ماتحت ہم ایک دشمن سے اپنی محبت کا اظہار بھی کر سکیں اور ساتھ ہی اسے سزا دے کر انصاف کے تقاضوں کو بھی پورا کر لیں۔ یہ اصول ایک انسان کو دوبارہ راہ راست پر لانا ہے۔ جس کے ذریعہ سزا یا نرمی کا سلوک کر کے ہم اپنے دشمن سے دوبارہ دوستانہ تعلقات قائم کر سکتے ہیں۔ نبی کریم صلعم نے ہمیں اس اصول کی طرف متوجہ کیا ہے+

اصلاح کرنا اور دوبارہ راہ راست پر لانا ہی ایک بڑا اصول ہے۔ اگر تم اپنے دشمن کی اصلاح میں کوشش کرتے تو اسکے لئے اس سے بڑھکر اور کیا محبت ہو سکتی ہے۔ سزا یا عفو دونوں میں سے

جو بھی اس مقصد کو پورا کر سکے اسی میں محبت کا اظہار ہو جاتا ہے۔ اگر ہمارا معاف کر دینا ایک شخص کو برے افعال کے ارتکاب پر اور بھی مضبوطی سے قائم کر دیتا ہے۔ تو عفو اس کے حق میں دشمنی ہو جائیگی۔ محبت کا بیجا استعمال ایک جرم اور گناہ ہو جاتا ہے۔ انسان کے سینے میں مختلف قسم کے جذبات موجزن ہیں۔ ان کے باموقع اور صحیح استعمال کیلئے ہمیں کسی ہدایت کی ضرورت ہے غصہ اور محبت انسان کے دو بڑے جذبات ہیں جن سے اور بہت سے جذبات پیدا ہوتے ہیں جن پر بدرکہ انسانی کی بنیاد ہے۔ ان جذبات کی بد استعمالی تمام جرائم کی جڑھ ہے۔ غصہ کا صحیح استعمال محبت کی صورت میں بدل جاتا ہے کیونکہ اس سے تادیب اور اصلاح منصور ہوتی ہے۔ کیا خداوند تعالیٰ سراز سر محبت نہیں۔ پھر بھی ہم اس کے غضب کی نسبت پڑھتے ہیں۔ اگر محبت ایک اخلاقی طاقت ہے۔ تو غصہ بھی اس سے کم اخلاقی طاقت نہیں۔ غصہ کے بغیر دنیا بدی اور گناہوں کا گھر بن جاتا۔ محبت اور غصہ کا صحیح استعمال دو پہیوں کی مانند ہے۔ جن پر دنیا کی گاڑی چل رہی ہے۔ دنیا کا تجربہ اس حقیقت پر شاہد ہے۔ اگر حضرت موسےٰ نے غصہ کا اظہار کیا۔ تو حضرت مسیح سراسر محبت ہی میں غرق تھے۔ محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں جذبات کے صحیح استعمال کو ظاہر کر کے انسان کے لئے مکمل ہدایت بہم پہنچائی +

اسلامی نکتۂ نگاہ سے دوسری زندگی کی حقیقت

قدرتی طور پر انسان آیندہ زندگی کی حقیقت کو دریافت کرنے کا خواہاں رہتا ہے، اسلئے اس مسئلہ کے متعلق مختلف مذاہب اور فرقوں نے عجیب وغریب خیالات پیدا کردیئے ہیں۔ تمام مذاہب جو سامی منبع سے نکلے ہیں۔ ایک دوسری زندگی پر ایمان رکھنے کی تلقین کرتے ہیں جہاں ہمارے موجودہ افعال پر جزا وسزا ملیگی۔ آجکل جو الہامی کتب پائی جاتی ہیں۔ وہ اس موضوع پر روشنی ڈالنے سے قاصر ہیں صرف قرآن کریم ہی ایک ایسی کتاب ہے۔ جس نے ان نازک مسائل کو نہایت واضح طور سے حل کردیا ہے۔ نہایت افسوس سے کہنا پڑتا ہے۔ کہ باوجود ان خوبیوں کے عیسائی مشنریوں نے اسلام کو بدنام کرنے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا۔ حضرت مسیح سے جب ایک شخص نے آئندہ زندگی کے متعلق سوال کیا تو آپنے اسے کچھ اور کہہ کر ٹال دیا۔ عیسائی مشنری حضرت مسیح کے اس جواب کے نقائص پر پردہ پوشی کی غرض سے اور متلاشیان حق کی توجہ کو حقائق قرآنی سے پھیرنے کیلئے بہشت اور دوزخ کے متعلق قرآن کریم کی تعلیمات کو نہایت غلط رنگ میں پیش کرتے رہے ہیں۔ اور اسکی آیات کے وہ معنی بیان کرتے ہیں۔ جو اصلی الفاظ کے بالکل منافی ہیں۔ اس غلط بیانی کی یہانتک اشاعت کی ہے کہ اسلام کا بہشت انگریزی لٹریچر میں ایک عیش وعشرت کا مقام سمجھا جاتا ہے۔ موت کے بعد کی زندگی ایک بالکل نئی حالت نہیں۔ بلکہ وہ ہماری موجودہ روحانی زندگی کا ایک مکمل اظہار ہے۔ اس دنیاوی زندگی میں انسان کے بُرے افعال یا خیالات اسکی ذات تک ہی محدود رہتے ہیں۔ اور ان کا اثر پوشیدہ ہوتا ہے لیکن دوسری زندگی میں وہ روز روشن کی طرح ظاہر ہو جاتے ہیں۔ خواب میں ہم اس کیفیت کا نظارہ دیکھتے ہیں لیکن یہ نہایت ہی نامکمل صورت میں ہوتا ہے۔ جو خیالات انسانی دماغ پر

گہرا اثر پیدا کرتے ہیں خواب میں وہی خیالات ایک خاص شکل اختیار کر لیتے ہیں۔ جب طبیعت بخار کی طرف مائل ہوتی ہے تو ایک شخص خواب میں آگ کے شعلے دیکھتا ہے اسی طرح زکام ہونے سے پہلے وہ خواب میں اپنے تئیں پانی کے ایک سیلاب میں دیکھتا ہے جسم انسانی میں ایک خاص بیماری پیدا ہونے سے پہلے اسکی اصلیت خواب کے ذریعہ ظاہر ہو سکتی ہے۔ جس طرح انسان کے اندرونی حالات خواب میں ایک خاص شکل اختیار کر لیتے ہیں۔ اسی طرح ہم آئندہ زندگی کی اس روحانی حالت کا اندازہ لگا سکتے ہیں۔ جب یہاں ہماری زندگی ختم ہو جاتی ہے تو ہم ایک ایسے عالم میں منتقل کر دئیے جاتے ہیں۔ جہاں ہمارے اعمال اور ان کے نتائج ایک خاص شکل اختیار کر لیتے ہیں۔ اور اس دنیا میں جو باتیں ہماری ذات میں پوشیدہ ہوتی ہیں۔ ان کا وہاں مکمل اظہار ہو جاتا ہے۔ یہ روحانی حالت ایک جسم اختیار کر لیتی ہے اور وہ حقیقت پر مبنی ہوتا ہے۔ خواب میں تو جسم فوراً غائب ہو جاتا ہے لیکن جب وہ آنکھوں کے سامنے رہتا ہے حقیقی معلوم ہوتا ہے۔ خواب میں واقعات کا یہ اظہار خداوند تعالے کی طاقت کو ظاہر کرتا ہے ہم اسے بعض واقعات کے مجسمہ کے علاوہ ایک نئی مخلوق کہہ سکتے ہیں جسے خداوند تعالے کے دست قدرت نے پیدا کر دیا ہے۔ اس مسئلہ پر قرآن کریم یوں فرماتا ہے۔ فلا تعلم نفس ما اخفی لھم من قرۃ اعین جزاء بما کانوا یعملون (السجدہ ع)
خداوند تعالیٰ فرماتا ہے کہ آئندہ زندگی کی رحمتیں اور افضال کو جو اس کے نیک بندوں پر نازل ہونگے وہ پوشیدہ ہیں۔ کیونکہ اس دنیا میں کوئی شے انکی مشابہت نہیں رکھتی اسلئے کسی انسان کو ان کے متعلق صحیح علم نہیں ہو سکتا۔ اس دنیا کی چیزیں ہم سے پوشیدہ نہیں ہم انار۔ کھجور اور دودھ کو نہ صرف جانتے ہیں بلکہ ان کے ذائقے سے بھی آشنا ہیں۔ ان اشیا کو پوشیدہ نہیں کہہ سکتے۔ گو بہشت کے ثمرات کو دنیاوی پھلوں سے تشبیہ دی ہے۔ لیکن ان میں مطلقاً کوئی مماثلت نہیں۔ وہ شخص جو بہشت کو ایک ایسا مقام تصور کرتا ہے جہاں اس دنیا کی چیزیں افراط کے ساتھ ملتی ہیں وہ دراصل قرآن کریم سے حد درجہ کی لاعلمی کا اظہار کرتا ہے۔ نبی کریم صلعم

نے مندرجہ بالا آیت کی تشریح میں فرمایا۔ کہ بہشت اور اسکی نعمتوں کو آنکھ نے نہیں دیکھا۔ کانوں نے نہیں سُنا۔ اور نہ ہی کوئی انسان ان کا تصوّر اپنے دماغ میں لا سکتا ہے لیکن دنیاوی اشیاء کے متعلق ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ انکو آنکھ نے نہیں دیکھا کانوں نے نہیں سُنا۔ اور اُن کا تصور انسانی دماغ میں نہیں آیا۔ جب خدا کی پاک کتاب قرآن کریم اور ہمارے نبی کریم صلعم کی کلام سے یہ ظاہر ہے کہ بہشت کی نعمتوں سے انسانی حواس بالکل نا آشنا ہیں۔ اسلئے ہم اگر اس مسئلہ پر تعلیم قرآنی کے خلاف من گھڑت عقائد بتالیں کہ بہشت میں اس دودھ کی نہریں جاری ہیں جو ہم یہاں پیتے ہیں۔ تو یقیناً ایک گناہ کے مرتکب ہونگے۔ ایسے عقیدہ کے مطابق ہمیں یہ بھی فرض کرنا پڑیگا کہ گائے بھینسوں کے بیشمار گلے بہشت کی چراگاہوں میں پھر رہے ہیں اور جابجا شہد کی مکھیوں کے لاانتہا چھتے لٹکتے ہوئے ہیں جو ہر لحظہ شہد اکٹھا کرنے میں سرگرم رہتی ہیں۔ اور فرشتے ہر وقت دودھ دوہنے اور شہد جمع کرنے میں مشغول ہیں۔ تاکہ دودھ اور شہد کی نہریں ہمیشہ جاری رہیں۔ کیا یہ خیالات جنہیں عیسائی عقائد اسلام کے نام سے مشہور کرتے ہیں مندرجہ بالا آیت کے مطابق ہیں جس سے صاف ظاہر ہے کہ یہ دنیا بہشت کی نعمتوں سے بالکل آشنا ہے۔ یہ درست ہے کہ ان نعمتوں کو مادی اشیاء سے مشابہت دی ہے لیکن ساتھ ہی یہ بھی ظاہر کر دیا ہے کہ ان کا منبع ملکی اور روحانی امور ہیں +

انسانی زندگی

تعلیم قرآنی کی رو سے اس کا مقصد اور طریق حصول

انسان کی زندگی ایک کھیل اور تماشہ نہیں۔ لوگ اس کی اہمیت کو محسوس کرتے ہیں۔ اور انہیں علم ہے کہ انسانی زندگی کا ایک عظیم الشان مقصد ہے۔ جسے ہر ایک شخص نہیں سمجھتا۔ اس دنیا میں بہت سے ایسے لوگ ملتے ہیں جو زندگی کے متعلق چاہے کچھ بھی خیالات رکھیں لیکن وہ اپنی زندگی کو نہایت ہی سہل انگاری اور بے پرواہی سے گزار دیتے ہیں۔ ان کا یہ اصول ہے۔ اگر یہ اصول کہلانے کے قابل ہے کہ کھاؤ پیو اور خوشی سے زندگی بسر کرو۔ ان کی زندگی اور ایک چوپائے کی زندگی میں کوئی امتیازی نشان نہیں ہوتا۔ ان کے نزدیک زندگی کا اس سے بڑھ کر اور کوئی مقصد نہیں۔ ان لوگوں سے اپنی توجہ ہٹا کر ہم ایک دوسرے گروہ پر نظر ڈالتے ہیں جن کا یہ خیال ہے کہ محنت کرنے سے ہی زندگی کا مقصد حاصل ہو سکتا ہے۔ وہ انکا نازمحنت میں ہی اس مسئلہ کا حل دیکھتے ہیں۔ ہاتھ سے محنت مزدوری کرنا بھی ایک وقعت رکھتا ہے۔ نبی کریم صلعم کی زندگی کے حالات سے ظاہر ہے . . .

. . . .

. . کہ آپ ہاتھ سے محنت مزدوری کرنے کو کیسی وقعت کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ آپ صحابہؓ کی موجودگی میں بہت سے کام اپنے ہاتھ سے انجام دیتے تھے۔ حالانکہ ایسے لوگ موجود تھے جو آپ کا ادنے سے ادنے کام کرنے کو اپنا فخر سمجھتے تھے۔ اور آپ کیلئے جان تک دینے کیلئے تیار تھے۔ بہرحال ہمیں یہ دریافت کرنا ہے کہ آیا انسانی زندگی کا مقصد صرف محنت و مزدوری میں ہی نہاں ہے کارخانوں میں کام کرنے والے اور کھیتوں کے مزدور علی الصباح اٹھتے ہیں۔ اور اپنے کام کاج

میں مشغول ہو جاتے ہیں۔ اور تمام دن کی سخت محنت کے بعد شام کو اپنے گھر واپس آتے ہیں۔ اپنے اہل و عیال کے ہمراہ کھانا کھا کر رات کے وقت سو جاتے ہیں۔ اور دوسری صبح پھر اپنے روزانہ مشاغل میں لگ جاتے ہیں۔ اعلٰے پیشوں میں بھی محنت کا یہی دستور العمل ہے۔ کیا ویسا انسان ایک مشین سے بہتر ہے۔ وہ مشین کی طرح ہی کام کرتا ہے جس سے وہ اپنے دماغی اور روحانی قوٰی کو ضعف پہنچاتا ہے۔ اس طریق پر مشین کی طرح کام کرنے کو ہم ہرگز ایک انسان کی زندگی کا مقصد قرار نہیں دے سکتے۔ لوگوں میں ایک اور جماعت ہے جس کا یہ دعوٰی ہے۔ کہ دنیا پر دماغ کی حکومت ہونی چاہئے۔ وہ سمجھتے ہیں کہ جو انسان اپنی تمام عمر دماغی ترقی میں صرف کر دیتا ہے۔ اس نے درحقیقت زندگی کے مقصد کو حاصل کر لیا وہ اپنی پوری توجہ ان امور پر ہی صرف کرتے ہیں جن کا تعلق دماغ سے ہوتا ہے اور فطرت انسانی کے دیگر اہم شعبوں کو بالکل نظر انداز کر دیتے ہیں۔ اس زمرے میں وہ فلسفی شامل ہیں جن کا تمام انحصار دماغ پر ہی ہوتا ہے۔ وہ کسی ایسی چیز کو ماننے کیلئے تیار نہیں جو انسانی فہم سے بالاتر ہو۔ وہ اس امر کو دل سے محو کر دیتے ہیں کہ جن مسلمہ امور کی بنیاد پر وہ اپنے دلائل کی عمارت کھڑی کرتے ہیں وہ مکمل نہیں۔ بہت سے واقعات اور امور ایسے ہیں جو کبھی ان کے مشاہدے میں نہیں آئے۔ اسکے علاوہ اس چند روزہ زندگی میں ایک نہایت ذہین اور عالم شخص کو بھی تمام دنیا کے حالات کا علم اور مختلف اقوام کے رسم و رواج کا مشاہدہ نصیب نہیں ہوتا۔ اسمیں کوئی شک نہیں کہ آسمان اور زمین میں بھی بہت سی ایسی اشیاء ہیں جن کا ہمیں مطلق علم نہیں فلسفیوں کا یہ گروہ ادراک کا دلدادہ ہے۔ اور اسمیں خود بینی کا مادہ پیدا ہو جاتا ہے۔ اگر وہ دہریت کی طرف مائل نہیں ہوتا تو متشکک ضرور بن جاتا ہے۔ ایک سائنسدان بھی کسی حالت میں اس سے بہتر نہیں۔ وہ مادیت میں اس قدر غرق ہے کہ روحانیت کی طرف اسکی نگاہ اٹھتی ہی نہیں۔ جس شے کو اسکے حواس خمسہ محسوس نہیں کرتے وہ اس پر کوئی اثر پیدا نہیں کرتی۔ جب تک ایک چیز کے اجزا کو جدا جدا

کر کے نہیں دیکھ لیتا۔ اس کا وزن دریافت نہیں کرتا اور چیر پھاڑ کر اس کا امتحان نہیں کرتا وہ ہرگز اس پر ایمان نہیں لاتا۔ فلسفی اور سائنسدان جن کی نگاہ فہم و ادراک تنگ ہی محدود رہتی ہے وہ حقیقی طور سے خدا پر ایمان نہیں لاتے۔ وہ خدا کو ایک فرضی شئے تصور کرتے ہیں جس سے بنی نوع انسان کی ترقی وابستہ ہے۔ گویا خداوند تعالیٰ کی ہستی محض انسان کی نظر عنایت سے قائم ہے۔ اسلامی نکتہ نگاہ سے وہ ہستی مقبول نہیں جو صرف دماغی ترقی کو ہی اپنی زندگی کا مقصد قرار دیتا ہے۔ اس سے ہم اخلاقیات اور روحانیات میں کوئی ترقی نہیں کر سکتے۔ مختلف زمانوں میں بہت سے ایسے قابل اور ذہین انسان ہوئے ہیں جنہیں اخلاقیات یا روحانیات سے کوئی تعلق نہ تھا۔ بائرن (Byron) برنز (Burns) بیکن (Bacon) اور نپولین کی اندرونی زندگی کے ملاحظہ سے ہم نتیجہ نکال سکتے ہیں کہ ذہانت اور بدچلنی ایک ہی وجود میں جمع ہو سکتی ہیں اس سے ظاہر ہے کہ محض ذہانت سے ہم زندگی کے مقصد کو حاصل نہیں کر سکتے۔ بہت سے لوگوں کا خیال ہے کہ انسان کیلئے صرف اخلاق کی ضرورت ہے۔ اور ان کا دعوےٰ ہے کہ ہم دیانتداری سے اپنے پسینہ کی روزی کما کر اور سوسائٹی کا ایک مفید ممبر بن کر اور حکومت کی وفاداری کا دم بھرنے سے زندگی کے مقصد کو حاصل کر سکتے ہیں۔ یہ دستور العمل تو انسان کو محض اخلاقیات کا پیرو بنا دیتا ہے۔ اس پر قائم ہو کر انسان خداوند تعالیٰ سے کوئی تعلق پیدا نہیں کر سکتا اور حقوق اللہ کی ادائیگی سے محروم رہتا ہے۔ اس قسم کی اخلاقی زندگی اسلام کے نزدیک ایک نامکمل اور بیجان شئے ہے۔ ان معنوں میں تو ایک دہریہ بھی اعلےٰ اخلاق کا اظہار کر سکتا ہے۔ اور لاعلمی میں انجیل کے دس احکام پر کاربند ہو سکتا ہے۔ لیکن کیا ایک دہریہ اور ایک صاحب ایمان کی اخلاقی حالت برابر ہو سکتی ہے۔ ایک خدا پرست انسان تو ہر لمحہ خدا کی امداد اور رہنمائی کا طالب رہتا ہے۔ کیا ایک دہریہ کے متعلق ہم اسی وثوق سے کہہ سکتے ہیں جیسا ایک نبی کے متعلق کہا جا سکتا ہے کہ وہ ایک نیک اور بااخلاق انسان کے سوا اور کچھ ہو ہی نہیں ہو سکتا۔ ایک خدا پر ایمان لانا جو ہر ایک شئے پر قادر ہے جو دنیا کی رہنمائی کرتا ہے اور اسکے نظام کو قائم رکھتا ہے۔ جو ہر وقت انسان کا نگران حال رہتا ہے۔ اور اپنے نیک بندوں سے جو اسکی رضا حاصل کرنیکے لئے عاجزی سے جھکے رہتے ہیں۔ اور جو آخرت میں ہمارے افعال خیالات اور ایک ایک لفظ پر جزا و سزا دیگا یقیناً ایسا عقیدہ ایک اخلاقی زندگی بسر کرنیکے لئے کتنی بڑی طاقت کا موجب بن سکتا ہے۔ یہ عقیدہ روحانی ترقی کے لئے ایک مضبوط بنیاد ہے جس کے ذریعہ انسان اپنی پوشیدہ طاقتوں کا اظہار کرنے لگتا ہے۔ لیکن کیا یہ مقصد احکام الٰہی

کی فرمانبرداری کے باوجود حاصل ہوسکتا ہے ۔کیونکہ یہ علم تو صرف خداوند تعالیٰ کو ہے کہ انسان میں کیا کیا طاقتیں موجود ہیں ۔ اور وہ اپنی زندگی کے مقصد کو کس طرح حاصل کرسکتا ہے ۔ اگر انسان کی پوشیدہ طاقتوں کا اظہار ہی زندگی کا اصلی مقصد ہے تو ہم اسے بغیر خداوند تعالیٰ کی عبادت اور فرمانبرداری کے حاصل نہیں کرسکتے ۔ وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون ۔ قرآن کریم کے مطابق صرف یہی زندگی کا مقصد ہے ۔ جب ایک انسان دنیا کے تمام واقعات میں اور اپنی زندگی کے ادنےٰ سے ادنےٰ امور میں خداوند تعالیٰ کے دست قدرت کا اظہار دیکھتا ہے تو خداوند تعالیٰ پر اس کا ایمان اور بھی مضبوط ہو جاتا ہے ۔ وہ ایک بچے کی طرح خدا پر بھروسہ کرنے لگتا ہے ۔ اور اسکی زندگی نہایت ہی پاک ہو جاتی ہے ۔ جو خداوند تعالیٰ کی عبادت میں صرف ہوتی ہے ۔ ایسے انسان کے دل میں ہر لحظہ قرب الٰہی کی تڑپ رہتی ہے محبت الٰہی کا یہ احساس اور ایک ایسی ہستی پر ایمان لانا جو زندہ ہے اور جس نے انسان کو شرف کلام حاصل ہے ہماری روزانہ زندگی کے غیر دلچسپ فرائض اور تاریک امور میں مسرت کی چمک پیدا کردیتا ہے ۔ اس قسم کا احساس دنیاوی زندگی کو ایک خاص فضیلت بخشتا ہے ۔ اور ہمارے مردہ اخلاق میں ایک روح پیدا کرکے انسان کی پوشیدہ قابلیتوں اور قویٰ کو بارآور کردیتا ہے ۔ جس شخص کا یہ ایمان ہو وہ لازمی طور پر سوسائٹی کا ایک بہتر ین ممبر بن سکتا کسی سوسائٹی کا نظام قائم نہیں رہ سکتا ۔ اگر اسکی بنیاد اعلیٰ اخلاق پر نہ ہو ۔ تمام اخلاق فاضلہ کی بنیاد مذہب پر ہے ۔ جو دنیا میں سب سے بڑی طاقت ہے ۔ خداوند تعالیٰ کے اعلیٰ مقصد کو نہ ایک دن رات محنت کرنیوالا انسان اور نہ ایک فلسفی اور نہ ہی ایک اخلاقیات کا دلدادہ پورا کرسکتا ہے ۔ اس بلند مقام پر تو وہی انسان گذر رکھتا ہے ۔ جس کا ایمان خداوند تعالیٰ کی عنایات رحم اور انصاف پر نہایت پختہ ہوتا ہے ۔ جو اپنی ہستی کو رضائے الٰہی کے سامنے مٹا دیتا ہے ۔ اور اسی پر اپنا تمام انحصار رکھتا ہے ۔ دوسرے الفاظ میں یہ اسلام ہے ۔ اسکی روح نے ایک مقام عافیت کو پالیا ہے جسمیں پہنچکر اسنے تمام نفسانی خواہشات اور سرکشیوں سے نجات پالی ہے ۔ اور امن اور سکون کی دولت کو حاصل کرلیا ہے ایسا انسان عشق الٰہی کے شعلہ میں پروانہ وار جل جاتا ہے ۔

بُرقعۂ نو ایجاد

ہندوستان کے ہر طبقہ کے لوگوں میں مقبول ہے مختلف نمائشوں سے بارہ طلائی و نقرئی تمغے حاصل کر چکا ہے

آپ بھی منگا کر خود ملاحظہ فرمائیں اور دیگر خواتین کو معائنہ کا موقع دیں یہ برقعہ نو ایجاد دو حصوں پر منقسم ہے۔

بالائی حصہ

سر سے شروع ہو کر ہاتھوں کی لمبائی تک رہتا ہے جس میں ہماری ایجاد کردہ ٹوپی لگی ہوئی ہے جو نقاب کو چہرہ سے الگ رکھتی ہے تاکہ چہرے پر لگنے سے دم نہ گھٹ جائے۔ اور نہ باہر سے چہرے کا خاکہ معلوم ہو سکے۔

قیمت

سفید مع ۱۸ و ۱۵

خوبصورت آرام دہ اور پردہ دار ہونے کے علاوہ زمانہ کے حسب حال ہے +

ایک خاتون کا خط

برقعہ کا وی پی پارسل ملا جیسی تعریف سنی تھی ویسا ہی خوبصورت اور نہایت آرام دہ پایا +

اور بہنوں نے بھی بہت پسند کیا۔ آپ کا برقعہ ہر ایک بہن کو پہننے کی ترغیب دونگی +

بنت عبد الحمید الرضوی
وکیل ـ لکھنؤ

زیرین حصہ

مثل ڈھیلے ڈھالے اور کافی گھیر دار کوٹ کے پیر کے ٹخنے تک رہتا ہے۔ کوٹ ہی کے مانند سامنے کے رخ بٹن لگے ہوتے ہیں پہلوؤں میں ہاتھ نکالنے کیلئے جگہ ہے، و مال وغیرہ رکھنے کے جیب لگی ہوئی ہے۔

قیمت

رنگین ۳۰ و ۲۵ ریل کے سفر۔ ڈولی اور گاڑی کی سواری وغیرہ میں یکساں آسانی و آرام دیتا ہے +

آج ہی کندھے سے قد کی لمبائی اور سر کے دور کی نہایت صحیح ناپ روانہ کریں + اور بشرط واپسی منگوائیں

ٹوپیاں

صحیح وضع
عمدہ تراش

عام بازاری ساخت سے مختلف اعلیٰ اقسام

خلافت، امان، جرنل، کلپاخ،

عہ و ۸ر ۸ر ۔ ۱۲ر و للعہ ۱۲ر ۸ر ۱۲ر و للعہ ۱۲ر

تصاویر

آدھ آنہ کا ٹکٹ بھیجکر
مفت طلب کریں

خاتون اسٹور نمبر ۱۲ امین الدولہ پارک لکھنؤ

ریویو

نسیم صبح

یہ رسالہ چھ ماہ سے زیر ادارت حکیم جلال الدین صاحب شفا

بٹالہ ضلع گورداسپور سے ہر انگریزی مہینہ کی یکم و ۱۵ تاریخ کو

عمدہ لکھائی چھپائی سے مزین شائع ہوتا ہے

علمی ادبی اخلاقی طبی صنعتی حرفتی تاریخی تمدنی اصلاحی مضامین کا

دلنواز مجموعہ ہے قیمت سالانہ ۱عہ نمونہ مفت

منیجر نسیم صبح بٹالہ سے طلب فرمائیں

فصلی بخار و طحال کی دوا

فصلی بخار اور طحال کے لئے یہ ایک ہی دوا ہے

آجکل سینکڑوں اشتہار فصلی بخار اور طحال کے دوا کا آپ دیکھتے ہونگے نہیں عموماً کونین ہوتی ہے۔ اسلئے یہ دوائیں بخار کو کچھ وقت تک تو روک دیتی ہیں لیکن جڑ سے آرام نہیں کرسکتی ہیں ایسے بخار کیلئے ڈاکٹر ایس کے برمن کی فصلی بخار کی دوا چندروز میں ایکدم آرام کرنے کا خاص دعویٰ رکھتی ہے اور عوام کے فائدہ کو مدنظر رکھکر قیمت بھی بہت ہی کم رکھی گئی ہے۔ اسمیں تین خاص صفتیں ہیں (۱) یہ ملیریا کے کیڑوں کو ماردیتی ہے۔ اسلئے چار یا پانچ ہی خوراک کے استعمال سے بخار کا آنا بند ہو جاتا ہے (۲) یہ خون کو گاڑھا کرتی ہے اور اسکی خرابیوں کو مٹاتی ہے (۳) یہ طحال گلاتی ہے۔ قیمت فی شیشی کلاں عہ خورد ۱۰؍ محصول کلاں ۸؍ خورد ۷؍

داد کا مرہم

ہر وقت کے کھجانے سے آرام کرتا ہے

دیکھئے جناب مہاراجہ صاحب ریاست نسنگرپور ضلع بھاگلپور سے کیا تحریر فرماتے ہیں۔ یہ دوسرا دفعہ ہے کہ آپکے داد کے مرہم نے جادو کا اثر دکھلایا جس سے میں نے ہر وقت کی پریشانی سے نجات پائی میں آپکا نہایت درجہ ممنون و مشکور ہوں۔ اسکے استعمال کرنیوالے سبھی جناب مہاراجہ صاحب کی طرح تراح ہیں۔ کیونکہ دوا ہی تین دن اسکے استعمال سے بغیر کسی تکلیف کے ایکدم اچھا کردیتا ہے۔ قیمت فی ڈبیہ ۶؍ محصولڈاک ۵؍

کونین کی گولیاں

یہ چار گرین کی خوبصورت چھوٹی چھوٹی کونین کی ٹکیاں کل سے بنتی ہیں اور سنہری پیٹینٹ ڈبیہ میں آتی ہیں۔ کونین کا استعمال کرنا ہو تو گولیاں اپنے پاس رکھنے سے نہ وزن کی ضرورت ہے، نہ کھانے میں تلخ ہے۔ قیمت عہ محصولڈاک ۶؍

ڈاکٹر ایس کے برمن نمبر ۵ تاراچند دت اسٹریٹ کلکتہ

لاہور میں یہ دوائیاں منیجر صاحب کارخانہ پیسہ اخبار لاہور کے پاس ملسکتی ہیں +

رجسٹرڈ ایل نمبر ۹۰۵

ایک دلچسپ مکالمہ

باپ (دروازہ کھٹکھٹا کر) ارے بھئی دروازہ تو کھولو

بیٹا (دریچے سے جھانک کر) اماں جان ایک شخص ابا کو ملنے آئے ہیں

ماں - بیٹا جاؤ کہدو کہ ابا جان ابھی باہر گئے ہیں -

بیٹا بابو جی ابا جان گھر نہیں ہیں کہیں باہر گئے ہیں

باپ (پھر زور سے دروازہ کھٹکھٹا کر) ارے بیٹا دروازہ کھولو میں ہی تمہارا ابا ہوں +

بیٹا (ماں سے) اماں جان دروازے پر کھڑا شخص کہتا ہے کہ میں تمہارا ابا ہوں لیکن نہ تو اس کی آواز ہی ملتی ہے مگر شکل دیکھیں ہو ابا جان جیسے ہیں داڑھی نہ ہو چکی ہے مگر یہ شخص تو بالکل جوان معلوم ہوتا ہے داڑھی بالکل سیاہ ہے -

ماں بیٹا جا کر دروازہ کھولو کہ کہو کہ اندر تشریف لے آئیں غالباً تمہارے [illegible] ہو گئے دروازہ کھلنے پر صاحب [illegible] بیٹیاں کی [illegible] بیٹیا دو [illegible] اندر گھسا آتا ہے +

خاوند (بیوی اور بیٹے سے) آپ اسقدر تعجب کیوں کرتے ہو میں ایک دوست نے شیخ فیروز الدین لائلپوری سے خضاب فیروزی منگایا تھا میں نے بھی آزمائشاً لگا دیکھا - یہ ایسی کا جادو بھرا اثر ہے کہ بغیر تکلیف اور ترددتین منٹ میں بال سیاہ اور نہایت قدرتی انداز کے ہو گئے - جس سے تم مجھے پہچان نہ سکے - یہ بات سنکر وہ تنگ رہ گئے اور خوش ہو کر کہا کہ آپ بھی ضرور اسکی چند شیشیاں منگوائیں -

بیوی میاں ایسی چیز تو غالباً بہت مہنگی ہو گی +

خاوند خوبی تو یہی ہے کہ مہنگی بھی نہیں ایک شیشی صرف عہ میں ملتی ہے جو حقیقتاً اگر استعمال کیجائے تو چھ ماہ کیلئے کافی ہے اور ایک سے چھ شیشی تک کا خرچ محصولڈاک صرف ۸ ہے۔

بیوی ہاں میاں ایک بات مجھے اور یاد آئی ہے کہ اگر یہ دوائی رنگ نہ دے تو پھر کیا کیا جائے +

خاوند میرے کا دعوے ہے کہ اگر خضاب فیروزی بالوں کو سیاہ نہ کرے جسم پر داغ دھبہ دے یا اس میں کاسٹک تیزاب ہو تو ہر شخص پچاس روپے کا دعوے کر کے بطور ہرجانہ لے سکتا ہے

بیوی - تو آپ بھی تین شیشیاں منگائیں - کچھ میں اپنے میکے بطور سوغات بھیجدونگی +

بڑے میاں نے فوراً تین شیشیوں کا آرڈر بنام

منیجر خضاب فیروزی لائل پور (پنجاب) بھیجدیا

اسلامیہ سٹیم پریس لاہور میں باہتمام منشی عبدالرشید چھپوا کر خواجہ عبدالغنی منیجر اشاعت اسلام لاہور نے شائع کیا

رجسٹرڈ ایل نمبر ۹۰۸

وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ

اشاعت اسلام

اردو ترجمہ

اسلامک ریویو انگریزی مجریہ مسجد ووکنگ انگلستان

زیر ادارت

خواجہ کمال الدین مبلغ اسلام

درخواستہائے خریداری بنام منیجر اشاعت اسلام

قیمت سالانہ للعہ عزیز منزل - لاہور ممالک غیر کیلئے ہر

شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ ؕ وَمَنْ كَانَ مَرِيْضًا
اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ ؕ يُرِيْدُ اللّٰهُ
بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ ز وَ
لِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ وَلِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰىكُمْ
وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝ وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِيْ عَنِّيْ
فَاِنِّيْ قَرِيْبٌ ؕ اُجِيْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ
فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لِيْ وَلْيُؤْمِنُوْا بِيْ لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُوْنَ ۝
اُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ اِلٰى نِسَآئِكُمْ ؕ
هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَاَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ ؕ عَلِمَ اللّٰهُ
اَنَّكُمْ تَخْتَانُوْنَ اَنْفُسَكُمْ فَتَابَ عَلَيْكُمْ
وَعَفَا عَنْكُمْ ۚ فَالْئٰنَ بَاشِرُوْهُنَّ وَابْتَغُوْا مَا كَتَبَ
اللّٰهُ لَكُمْ ۪ وَكُلُوْا وَاشْرَبُوْا حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ
الْخَيْطُ الْاَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْاَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ ۪
ثُمَّ اَتِمُّوا الصِّيَامَ اِلَى الَّيْلِ ۚ وَلَا تُبَاشِرُوْهُنَّ
وَاَنْتُمْ عٰكِفُوْنَ فِي الْمَسٰجِدِ ؕ تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ

Mr. Ahmad A. R. Graves.

فہرستِ مضامین

رسالۂ اشاعت اسلام لاہور

جلد (۱۱) — بابت ماہ فروری ۱۹۲۵ء مطابق ماہ رجب ۱۳۴۳ھ — نمبر (۲)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہٗ و نصلّی علیٰ رسولہ الکریم

اشاعت اسلام

بابت ماہ فروری ۱۹۲۵ء

شذرات

حضرت خواجہ صاحب کا لیکچر بمبئی میں حضرت خواجہ کمال الدین صاحب نے کاؤس جی جہانگیر ہال بمبئی میں "اسلام صلح و محبت کا مذہب" کے عنوان سے ایک لیکچر دیا۔ جو کسی آئندہ کی اشاعت میں ہدیۂ ناظرین ہو گا۔ ڈاکٹر جیونجی جے مودی کرسئ صدارت پر رونق افروز تھے۔ خواجہ صاحب نے نہایت فخر کے ساتھ اس امر کا اعتراف کرتے ہوئے۔ کہ میں پہلے مسلمان ہوں اور اسکے بعد ہندوستانی یہ بتایا۔ کہ کوئی ملکی یا قومی و نسلی یا حب الوطنی کا خیال ایسا نہیں کہ وہ ان تمام جذبات کو جو کل دنیا میں صلح و محبت باہمی احساس و ہمدردی اور حب وطن کے خیالات کو پیدا کرنے کیلئے ضروری ہیں اس طرح سے پیدا کر سکے جیسے اسلام پیدا کر سکتا ہے +

آپ نے بتایا۔ کہ مذہبی جنگیں جن کی قرآن نے اجازت دی ہے مدافعانہ تھیں۔ اور اُن میں مذہبی معبدوں کی حفاظت میں جو لڑائی لڑی جائے وہ خاص اہمیت رکھتی ہے۔ اسلام کے تیرہ صد سال میں اس کا بنیادی اصول

رواداری رہا ہے - اور اسکے ثبوت میں ہندوستان کی تاریخ سے بڑھ کر اور کوئی زبردست شہادت نہیں ہوسکتی +

لیکچر کے آخر میں آپ نے مسلمانوں کو تبلیغ مذہب کے مقدس فرض کیطرف توجہ دلائی - جو آگ اور تلوار یا کسی قسم کے تشدد اور جبر سے نہیں بلکہ نیک نمونہ کے ذریعہ سے جو تمام دلوں کو اپیل کرتا ہے - اور ان پاک اعمال سے جو مذہب کیلئے زندگی کی رُوح ہے دوسروں کو اسلام میں لایا جائے +

یہ لیکچر جس کے سُننے والوں میں تمام مذاہب کے نمائندے موجود تھے بہت کچھ مؤثر ثابت ہوا - جس کا اظہار فاضل صدر نے نہایت شاندار اور موزوں الفاظ میں کیا +

ڈاکٹر جیونجی جے مودی نے لیکچرار کا شکریہ ادا کرتے ہوئے حاضرین سے کہا - کہ جس طرح سے آپ حضرت نبئ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا کا رسُول سمجھتے ہیں - ویسے ہی آپ میں سے ہر ایک کا یہ فرض ہے - کہ آنحضرت کے نمونہ کی پیروی کرتے ہوئے اپنے محدُود دائرہ کے اندر رسالت کا کام کرے - آپ سب کا یہ فرض ہے - کہ اسلام کا پاک پیغام جو آج آپ نے اس ہال میں سنا ہے اپنے ہم مذہبوں اور ان سب لوگوں میں لیجائیں جنمیں آپ رہتے اور کام کرتے ہیں +

اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الاِسْلَام ۔ اس آیہ کریمہ میں اللہ تعالےٰ نے اس فطری مذہب کی طرف توجہ دلائی ہے - جو نسل انسانی کیلئے خدا تعالےٰ کی طرف سے آیا - کس قدر مسرت اور خوشی کا مقام ہے - کہ جُوں جُوں دُنیا تہذیب و اخلاق میں ترقی کرتی ہے - اس کا قدم اس فطری مذہب کی طرف تیز تر ہوتا جاتا ہے - آج یُورپ کے مادہ پرست اپنے دُنیوی انہماک کے باوجود اصُول اور معتقدات کے لحاظ سے انہی باتوں کو مانتے ہیں - جن کی اسلام نے تعلیم دی ہے - اور وہ نہیں جانتے کہ اسلام فی الحقیقت یہی ہے - ووکنگ مسلم مشن

نے اس وقت تک کثیر التعداد انگریزوں کو اس سے واقف کیا۔ اور انہیں حلقہ اسلام میں لانے کا موجب ہوا +

سال سابق و سال نو

ذیل میں ہم خواجہ نذیر احمد صاحب کا وہ پیارا مضمون درج کرتے ہیں جو انھوں نے اسلامک ریویو کے جنوری کی اشاعت میں ووکنگ مشن کی سال گذشتہ کی زندگی پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا۔ یہ سال بفضلہ کامیاب گذرا۔ اور اس سال کے کارنامے ہمارے لئے کچھ کم حوصلہ افزا نہیں خصوصاً جب ہم اس بات کو دیکھتے ہیں کہ بعض ناگزیر حالات نے وہاں مشن کے کل کا کل کام خواجہ نذیر احمد صاحب کے یکہ و تنہا کندھوں پر ڈال دیا۔ سنہ ۱۹۲۳ء کے آخر میں خواجہ کمال الدین صاحب کو اپنے گرامی قدر برادر اکبر خواجہ جمال الدین صاحب مرحوم کی اچانک وفات ہندوستان لے آئی۔ اور دوسری طرف اسی طرح جناب ماسٹر محمد یعقوب خان صاحب بی اے بی ٹی بعض امور ضروریہ کی وجہ سے ہندوستان واپس لوٹ آئے۔ اس وجہ سے اس سال مبلغان کی مشن میں کمی رہی۔ لیکن جو بات حوصلہ افزا ہے وہ یہ ہے کہ اگر سچے جوش اور ارادے سے خدا کی راہ میں کوئی نکلے تو خدا کا فضل اس کے شامل حال ہو جاتا ہے۔ اصل میں انسانی کوششیں کوئی چیز نہیں۔ صرف سچی ارادتمندی اور خدمت اسلام کا حقیقی شوق اگر قلب مسلم میں پیدا ہو تو باقی دیگر کمی خود بخود فضل الٰہ سے پوری ہو جاتی ہے +

زندہ مذہب

آج ہم سال نو کے آستانہ پر کھڑے ہیں۔ یہ سال بھی ہمارے سامنے جہاں سرگرمی اور جرأت کی فضا پیش کرتا ہو۔ وہاں ساتھ ساتھ ہی کچھ ناکامیوں اور ناامیدیوں

کی جھلک دکھاتا ہے۔ ان دو متضاد حالتوں کو دیکھ کر طبعاً انسان کی طبیعت گذشتہ حالات پر جا پڑتی ہے۔ واقعات گذشتہ پر نگاہ ڈالنا فائدہ سے خالی نہیں ہے۔ اس سے یہاں یہ نظر آتا ہے۔ کہ کس قدر اپنے راہ کی مسافت ہم نے طے کر لی۔ کیا کیا کامیابیاں ہمیں نصیب ہوئیں۔ کس کس قسم کی مشکلات کا سامنا ہوا۔ کن راہوں سے ہم نے ان سد راہوں کو دُور کیا یا ان کے دفعیہ کی کوشش کی۔ وہاں ساتھ ہی یہ بھی نظر آتا ہے کہ کہاں تک ہمارا قدم پھسلا۔ اور کس طرح ہم غلطی میں پڑ کر کامیابی سے دُور جا پڑے۔ وہ کونسے عمدہ سے عمدہ اسباب تھے جنہیں ہم نے اپنے غلط اندازوں ہی سے اپنے لئے مفید نہ بنایا +

یہ تبصرہ حالات گذشتہ اگر ہمیں یہ سکھلاوے کہ سال آیندہ ہمیں کن راہوں کو اختیار کرنا ہے۔ اور کس طرح اپنی گذشتہ ناکامیابیوں سے سبق عبرت حاصل کر کے اس خار راہ کو عصا ہدایت میں تبدیل کرنا ہے۔ تو شاید یہ گذشتہ منظر آئندہ منزل مقصود کیلئے خضر راہ بن جاوے +

گذشتہ سال کے بعض منظر نے الواقع حوصلہ افزا ہیں۔ ان ایام میں عیسائیت کی بیخ و بُن ہل گئی۔ نصرانیت کے گلّہ بان دھوکا دہ ثابت ہوئے۔ مسیحی بھیڑوں کی آنکھ کُھل گئی۔ مایُوسی اور نا اُمیدی کی گھٹنیاں ان کو دکھائی دینے لگ پڑیں۔ گلہ پراگندہ ہو گیا۔ اور گلہ بانوں نے گلے کی تعداد گھٹتے دیکھی۔ گرجے خالی اور ویران ہو گئے اور ان گرجوں کی عبادت کرنیوالے کسی اور معبد کی تلاش میں لگ گئے۔ کلیسیا کے فرمانروا آرچ بشپ اور بشپ اس فکر میں ہیں کہ ان کے محل اور انکے اسباب راحت ہاتھ سے نکلنے نہ پائیں طبعاً حالات نو کے ساتھ موافقت کرنے کیلئے اس سعی میں کوشاں ہونے لگے۔ کہ کسی نہ کسی طرح حالات جدیدہ کے ساتھ مذہب کی مطابقت کریں۔ آرچ بشپ آف یارک نے بآواز بلند اعلان کیا

کہ دنیا کو کلیسیائی مذہب سے بالکل نفرت ہے۔ آرچ لبشپ آف کنٹربری اس ٹوہ میں
لگ گئے کہ کس طرح گلہ نصرانیت اپنی بھیڑوں کو گلے میں تھام سکے۔ لندن
کے لارڈ بشپ نے بصد حسرت و یاس یہ دیکھا۔ کہ لندن کے شہری حصہ کے
گرجاؤں میں معابدین کی تعداد سینکڑوں کی جگہ ۸ سے ۱۲ تک ہی رہ گئی۔
انگلستان کی مسیحی کانفرنسیں عقائد مروجہ کی ترمیم کرنے لگیں لیکن زنگ خوردہ
آئینہ کی صفائی یہاں تک کی کہ خود آئینہ کا صفایا ہو گیا۔ آہستہ آہستہ ۱۹۱۵ء
سے ۱۹۲۲ء تک عیسائی عمارت کے مختلف حصص کو اس طرح بدلا اور اسکے
پرانے ستونوں کی جگہ کچھ ایسے نئے عمود اور شہتیر ڈالے کہ ۱۹۲۳ء میں
جس نئی عمارت کا خاکہ پیش کیا گیا۔ وہ اصلی سابقہ عمارت سے بالکل جداگانہ
دکھائی دینے لگی۔ لیکن نتیجہ کچھ نہ ملا۔ مذہب ایک ربانی عمارت ہے۔ اسکے لئے
اینٹ اور پتھر اس کا مصالحہ اور چونا ربانی ہاتھ ہی کا ہونا چاہئیے تو وہ عمارت
قائم رہ سکتی ہے۔ انسانی دماغ اس ربانی ہیکل کو قائم نہیں رکھ سکتی۔ کائنات میں
جس حیوان یا انسان نے اپنے آرام و آسائش کے لئے مکان تعمیر کیا۔ اس کا
استحکام و قیام اسی حد تک رہا کہ جس حد تک خدائی ہاتھ کا پیدا کردہ مصالحہ
اسمیں جڑا گیا۔ پتھروں کی بنا کردہ عمارت خشتی عمارت سے اسی وجہ سے
زیادہ مضبوط اور پائدار ہوتی ہے کائنات میں ایک ہی جانور ہے جو اپنے گھر کا مصالحہ
اپنے اندر ہی سے نکالتا ہے۔ اسی لئے عنکبوت کا گھر سب سے کمزور ہے۔
قرآن کریم نے دین باطلہ کی مثال اسی لئے بیت العنکبوت سے دیکر فرمایا۔ کہ
ان اوھن البیوت لبیت العنکبوت یعنی مکڑی کا گھر تمام گھروں سے زیادہ
ناپائدار ہے۔ حوادث بیرونی جب اسکے گھر کو توڑتے ہیں۔ تو وہ فی الفور مرمت میں لگجاتی ہے
لیکن وہ مرمت کردہ گھر اپنی شکل و صورت میں پہلے گھر سے بالکل جداگانہ
ہوتا ہے۔ دوسری صدی مسیحی ہی انسان نے مسیحی مستعمرات کو بدلنا شروع کیا۔ اسطرح
ہر تیسری چوتھی صدی پر آ اسکی شکل بدلتی رہی۔ آخر آج یہ مذہب اپنے خط و خال

یں کہیں سے کہیں جا پہنچا۔ اس کا سبب بدیہی ہے کہ مسیحی مذہب میں حقیقی حیات باقی نہیں رہی۔ جب حقائق کائنات پر انسان کی آنکھ کھلی اس نے مسیحیت کو متضاد باتوں کا مجموعہ پایا۔ علمی انکشافات کی روشنی میں جب انسانی نگاہ نے نصرانیت کی آنٹول کی تو یہ حقائق اور صداقت سے نہ صرف برعکس نظر آئی۔ بلکہ اس کے خط و خال کچھ ایسے گھنونے نظر آنے لگے کہ اس مذہب کا جادو آہستہ آہستہ ختم ہونے لگا۔ اور آج اس پر سکرات موت وارد ہو گئی۔ بلکہ معقول لگا ہوں میں تو اس مذہب کا جنازہ تک اُٹھ چکا ہے۔ انسان ایک زندہ جاوید مذہب کی تلاش میں ہے۔ جو اسکی رات دن کی زندگی کا دستور العمل ہو سکے۔ اسلام ہی وہ چیز ہے جس کی تلاش میں فطرت انسان لگی ہوئی ہے۔ یہی وہ مذہب ہے جو ہمیشہ سے استقامت لاتبدیل حقائق کو اپنے اندر لئے ہوئے ہے۔ اسکی تعلیمات غیر متبدل معقول۔ علم و منطق کی جان اور صداقتوں کی رُوح رواں ہے۔ فرقی تنازعات اور انفرادی تفرقات سے بہت ہی ارفع اور بلند تر ہے۔ علمی انکشافات اور سائنٹیفک صداقتوں کی آندھیاں چلیں۔ علمی سرگرمیاں نئے سے نئے طوفان برپا کریں۔ علم و منطق نو زنو دور محشر خیز ہوں۔ لیکن اسلام جس ربانی چٹان پر مستحکم ہے۔ ان باتوں سے متزلزل نہیں ہوتا ہے۔ آج تیرہ سو برس گذرے۔ وہی عقیدہ۔ وہی اصول وہی اخلاق۔ وہی تمدن کے اصول۔ وہی عبادات ہیں ۔

اسلام کیلئے بہترین مواقعے

ان انقلابات سے نے مغرب میں اسلام کے لئے وہ فضا پیدا کر رکھی ہے جس کی نظیر صدیوں سے اس سرزمین تثلیث میں پیدا نہ ہوئی تھی۔ اگر ہم ایک ہی پیغام پر عمل کریں۔ اور اس پیغام پر پورے انہماک سے کاربند ہوں تو مغرب کی منتظر اور مشتاق آنکھیں خدا کے اس آخری پیغام کے قبول کرنے کو تیار ہیں۔ جو حضرت خاتم النبیین علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذریعے نسل انسانی کو

ملا۔ لیکن جس پیغام قرآنی پر مسلم بھائیوں کو آج عمل کرنا ہے وہ پیغام عمل ہے۔ ووکنگ مسلم مشن کی سرگرمیاں محتاج بیان نہیں۔ مشن نے روح و راستی کے ساتھ اس آخری پیغام کو مغربی دنیا میں بلا کم و کاست پہنچا دیا۔ وہی مذہب حنیف جس کی تعلیم ختمیت مآب نے فرمائی۔ اور جو اسلام کے نام نہاد فرقی تنازعات سے ارفع ہے اسے ہی مغرب کے سامنے پیش کرنا ہے +

خدا تعالےٰ نے مختلف رنگوں میں ہمیں کامیاب کیا۔ خصوصاً جب ہم یہ دیکھتے ہیں۔ کہ انسانی امداد نے ہماری توقعات کو بہت محدود طریق پر پورا کیا۔ اللہ تعالیٰ کا احسان ہے۔ کہ ہم سالگذشتہ کی کامرانی پر خدا کی جناب میں سجدات تشکر بجا لانے کے قابل ہیں۔ ہماری جد و جہد کا معاوضہ بھی اسی جناب سے ہمیں ملنے کا ہے۔ اور وہ معاوضہ بھی یہی ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اس سے بھی بڑھ کر خدمت کا موقع دے۔ انجیل عمل پر ہمارا عمل ہے۔ یہی ہمارا خضر راہ ہے۔ اگرچہ سرمایہ کی کمی اور مسلم بھائیوں کی عدم توجہ ہماری منزل کو لمبا کرتی جاتی ہے یہ بھی سچ ہے۔ کہ ہم نے ابھی بہت سی ایسی جگہوں سے استمداد نہیں کی جہاں سے اعانت ہوسکتی ہے۔ اور حق الامر یہ ہے۔ کہ ہمیں ان دلوں کا پتہ نہیں جو ہماری آواز پر لبیک کہنے کو تیار ہوں۔ بہرحال ہمیں اس حقیقی مستعان کی طرف ہی جھکنا ہے۔ جس کی عنایت سے من حیث لا یحتسب راہوں سے امداد آئی اور آئیگی۔ لیکن انجیل عمل کو عامل کو سرمایہ کی طرف سے بےفکر رہنا چاہئے۔ ہم تو ان سرگرم نفوس کی ضرورت ہے جو اپنی روزانہ زندگی میں اور اپنی سرگرمیوں میں اس عمل کو ہر وقت ثابت کرنے کو تیار ہوں کہ اسلام ایک زندہ مذہب ہے۔ اور ہم اسکے سچے پیرو ہیں +

سیاسی الجھنوں نے آج مطلع اسلامی کو گدلا کر رکھا ہے۔ لیکن اگر میدان عمل میں ہمارا قدم مستحکم ہو جائے۔ تو مایوسی کے سیاہ بادلوں کے کنارے روشن ہونے لگے ہیں۔ آفتاب امید کی کرنوں نے مغرب میں مشرق کا رنگ پیدا کرنا شروع کر دیا ہے۔

اُفق مغرب پر نئے سے نئے مواقع سامنے آرہے ہیں۔ ایک بڑا بھاری فصل پختہ ہونے کے قریب آرہا ہے۔ خرمن تیار ہے بشرطیکہ ہم ان مواقع کو مفید بنالیں اوران فصلوں کے پکانے کے لئے مزدور بھیجدیں۔ اور ان خرمنوں کو جمع کرنیوالے مغرب میں لے آئیں۔ کیا ہی عجیب تماشہ ہے۔ کہ اور مذہب کی تعلیمات سُننے والے موجود ہی نہیں۔ اور مغرب میں اسلام کے سُننے والے اور گرویدہ تو ہیں مگر اسلام کے سنانیوالے نہیں۔ حق الامر یہی ہے۔ جیسے کہ خداتعالے نے فرمایا ہے ان الدین عند اللہ الاسلام۔ اسلام ہی اللہ کا اور اسکی مخلوق کا مذہب ہے اسلام پر پہلے بھی نازک وقت آیا۔ ان مصیبت افزاء حالات کا مطالعہ ایک ہی بات کو قائم کرتا ہے۔ اور وہ یہ ہے۔ کہ اس وقت کے مسلمانوں کی اپنی ہی اسلام سے دور افتادہ حالت نے اسلام پر قیامت پیدا کی۔ اور وہ قیامت بظاہر اسلام کے فنا کرنیوالوں کی شکل میں نمودار ہوئی لیکن وہی دشمنان اسلام آخر کار فرزندان اسلام کہلانے لگے۔ تاریخ نے آج بھی سابقہ واقعات کو دُہرایا ہے۔ وہی قومیں جو سیاسی طور پر اسلام کے مٹانے کے درپے ہیں انہی سے وہ لوگ پیدا ہو رہے ہیں جو رُوحانیت اسلام کے حلقہ بگوش ہو رہے ہیں جنہیں مسلم کہلانے پر آج ناز ہے مسلمان بھائی اگر تبلیغ اسلام کے فرض اولین کی طرف متوجہ ہو جائیں تو مغرب میں

یدخلون فی دین اللہ افواجاً

کا منظر دیکھنا کچھ مشکل نہیں۔ گذشتہ چند ماہ میں ذیل کی سعید روحوں نے اسلام کی فرزندیت کو قبول کیا +

مترجم۔ اس فہرست میں خواجہ نذیر احمد صاحب نے اٹھائیس نام درج فرمائے ہیں انمیں سے اٹھارہ نام دسمبر کے اشاعت اسلام میں درج کئے جاچکے ہیں۔ اسلئے انکو نظر انداز کرکے ذیل کے گیارہ نام یہاں درج کئے جاتے ہیں۔ وھو ھذا:۔

نمبر شمار	اصل نام	مقام	اسلامی نام
۱	ملین سالیٹ۔ ایم۔ پرسھوس	برسنگھم	فاطمہ

نمبر شمار	اصل نام	مقام	اسلامی نام
۲	ولیم سائر	لندن	عبدالوحید
۳	آرتھر ایس۔ کنگ	؍؍	احمد
۴	ایس۔ ای۔ ڈائٹ	سلسلے	علیہ
۵	جے۔ ایچ۔ ڈیون	مصر	حمید
۶	لیلین ماڈ ہملٹن	سلسے	مریم
۷	سٹنس بلڈ براؤن	؍؍	عبداللہ
۸	فلورنٹس کوکس	وچاچڈ	فاطمہ
۹	فرڈورک سونڈرس	ناٹنگھم	فضلکریم
۱۰	الفرڈ دوپرمٹ گریوز	یارک	احمد
۱۱	سرجنٹ میجر ٹامس البرٹ برٹن ڈگلس	دوکنگ	عبدالمجید

تنظیم! اتحاد!! اشاعت!!!

خدا کی شان! وہ قوم جو اخلاق۔ آداب سوسائٹی کے اسالیب اور تنظیم کی بہترین راہوں کو جانتی تھی۔ اور جس کے تعلیم کردہ اصول آج بھی دوسروں کی ہدایت کا موجب ہو رہے ہیں۔ وہی قوم آج دوسروں کے قدموں کو دیکھ رہی ہے۔ فرقی تنازعات میں تو ایک گروہ دوسرے کو تقلید کا مطعون کرتا ہے۔ لیکن ملکی وسیاسی معاملات میں کل کے کل اندھی تقلید میں پڑے ہوئے ہیں۔ اور پھر تقلید بھی کسی اپنے مذہبی پیشوا یا مجتہد کی نہیں بلکہ کسی اور قوم کے مذہبی اور قومی لیڈر ہمارے پیشوا بنے ہوئے ہیں۔ ملکی معاملات میں اشتراک یا اتحاد کسی غیر قوم یا غیر مذہب سے کر لینا تو ایک اسلامی حقیقت ہے۔ لیکن

جس اشتراک میں ایک فریق جو چاہے منائے اور دوسرے فریق میں اتباع اور اطاعت ہی رہجاوے۔ اور ان میں ہر دماغ اپنے لئے راہ سوچنے کی استعداد کو بھلا وے تو وہ افراد من حیث القوم اگر دنیا سے مٹ جائیں تو یہ ایک طبعی امر ہے۔ حضرت ختمیت مآب علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایکدفعہ اُمّت مرحومہ کی کسی آنیوالی حالت کو دیکھ کر ٹھنڈی سانس بھری۔ آپ افسردہ خاطر ہوئے صحابہ کرامؓ کے دریافت کرنے پر آپ نے اس آنیوالی دردناک حالت کا ذکر فرمایا۔ صحابہؓ نے عرض کی۔ کہ کیا اس وقت مسلمان تعداد میں کم ہو جائیں گے آپ نے فرمایا۔ کہ تعداد میں تو بیشمار ہونگے۔ لیکن اس خس و خاشاک کی مانند ہونگے جنہیں ہوا یا آندھی کے جھونکے جدھر چاہینگے اپنے آگے لگا لیو ینگے۔ مخبر صادقؐ کے الفاظ کے مصداق اگر کوئی قرن ہے تو یہ ہماری۔ کبھی مغرب میں ہمیں خس و خاشاک بنایا۔ اور آج برادران وطن میں سے بعض ہمیں یہی سمجھے۔ یہ باتیں نہ تشریح کی محتاج ہیں۔ اور نہ ہی کسی گہرے تبصرہ کو چاہتی ہیں +

یہ بھی خدا کا شکر ہے۔ کہ اس کورانہ تقلید سے آنکھ کھُلنے لگ گئی ہے ہندو بھائیوں میں سے بعض لوگ ہم سے یہ توقع رکھتے ہیں۔ کہ ہم ان کی ہاں میں ہاں ملاتے جائیں۔ لیکن اگر ہم اپنی کسی بہبودی کو سامنے رکھ کر کوئی تجویز پیش کریں تو ہمیں ہر طرح سے مطعون کیا جائے۔ وہ سنگھٹن بنائیں۔ وہ کسی آیندہ مہم کو سامنے رکھ کر جسمانی ورزشوں کی فکر میں لگجائیں لیکن اگر ہم اپنی تنظیم کا فکر کریں تو ہم مورد الزام ٹھیریں۔ مولوی ظفر علیخانصاحب اگر پنڈت مالویہ کی حقیقت حال سے خلافت کانفرنس امرتسر میں پردہ اُٹھانا چاہیں تو روک دیئے جائیں۔ ڈاکٹر کچلو اگر بدگام کانفرنس میں کھری کھری بات سنانے لگیں تو کل ہندو پریس اُنہیں برا بھلا کہیں۔ اگر ہم میں سے بعض کہیں کہ ہم پہلے مسلمان ہیں اور پھر ہندوستانی۔ تو پھر ہم ہندی برادری میں شمولیت کے

قابل نہیں ٹھیرائے جاتے۔ بہرحال وقت آگیا ہے۔ کہ ہم اپنے لئے کوئی دستورالعمل سامنے رکھیں۔ اور اپنی ہستی کے قیام و بقا کی فکر میں لگجائیں۔ میری اس سے یہ مراد نہیں کہ ہم برادران وطن سے معاملات ملکیہ میں الگ ہو جائیں۔ ۱۹۲۱ء کے آخر میں انگلستان کو جاتے ہوئے میں نے واقعات حاضرہ پر ایک نظم لکھی تھی اس کا ایک بند یہاں لکھے دیتا ہوں:-

بہ پلٹیک[۱] کسانے گشتہ شاد	مگر پلٹیکِ قرآں رفت از یاد
ہمہ پلٹیک درج مصحفِ پاک	مگر چیزے دگر ہا از تو ایجاد
بکارِ اشتراک و نیک با غیر	بکن شرکت کہ قرآں کرد ارشاد
مگر شرکت تساوی شرط آرد	چہ شرکت۔ دست تو باشد نہ آزاد
چہ شرکت؟ پیشوا چوں اتباع شد	تو شاگردی ترا شد دیگر استاد
ہمے بینیم چو وقتِ کار آید	گنا ہت لازم و نیکیت برباد
چہ شد گر شیخ رُوے از حرم تاخت	مگر میخانہ ما باد آباد
سیاسیات خود را کن تماشا	تو در بندی و یارِ ماست آزاد
مصائب ہا اگر وارفتہ کردت	ز ما ہم یک سخن ماند ترا یاد
سرِ تسلیم کن بر گفتۂ یار	مگر ہستئ قومی را نگہدار

مگر ہستی قومی را نگہدار۔ اس بات کو ہمنے سامنے رکھنا ہے ہمیں برادران وطن کے ساتھ اشتراک میں کوئی تامل نہ ہونا چاہئے۔ جیسے کہ علی برادران کی رائے ہے اور یہ صحیح رائے ہے۔ مگر کسی ایسے امر سے ہمیں ان کے ساتھ اتفاق نہ کرنا چاہئے۔ نہ کسی ایسی بات میں ہمیں شرکت کرنا ہے۔ جس سے ہماری قومی ہستی کو اور مسلم کی انفرادی شخصیت کو نقصان پہنچے۔ پنجاب کے ہندو بھائیوں میں سے بعض نے جن کی روح سماجی روح ہے۔ گذشتہ سال کے طرز عمل سے یہ ثابت کردیا۔ کہ وہ کسی ایسے کام میں شریک نہ ہوسکیے۔ جن میں مسلمانوں کی شرکت یا احتیاج کرنی پڑے۔ وہ ایکدن اس طریق عمل سے پچتاویں گے۔

[۱] پلٹیک معرب پالٹیکس۔ دریں اشعار حضرت مصنف بہ سیاست مسلمانان ہند و بہ اتفاق ہندو مسلمانان اشارہ کنند۔ از مرتب

ہندوستان مسلم شرکت کے سوا کچھ نہیں کر سکتا۔ اس کے مقاصد کے حصول ہماری ذات سے وابستہ ہیں۔ ہم اس زنجیر کی ایک لازمی کڑی ہیں۔ اسلئے میں یہ تو نہیں کہتا کہ ہم پنجاب کے ہندو بھائیوں کے قدم بہ قدم رکھیں لیکن میں یہ کہتا ہوں کہ ہماری قومی تنظیم کچھ اس قسم کی ہونی چاہئے۔ کہ اگر برادران وطن پنجاب کے برادران کی طرح ہم سے الگ ہونا چاہیں۔ تو پھر ہم اپنے آپ کو ایک مضبوط حصن حصین پائیں۔ آج ہندو بھائی اگر الگ ہوں۔ تو وہ ایک طاقت اپنے اندر رکھتے ہیں۔ ہمنے گذشتہ دس سال میں غلامانہ اطاعت ہی سیکھی۔ اسے ہمیں چھوڑ دینا چاہئے ملکی معاملات میں ہمیں برابر کا شریک ہونا چاہئے۔ نہ یہ کہ اگر شریک غالب ہم سے الگ ہو تو ہم ایک قدم آزادانہ بھی اٹھانے کے قابل نہیں۔ اگر ڈاکٹر کچلو نے ہر لوم لائم سے لاپرواہ ہو کر سچی سچی باتیں بلگام کانفرنس میں سنادی ہیں۔ اور کسی قسم کے مداہنے سے کام نہیں لیا۔ تو مولوی ظفر علیخان صاحب نے اپنے صدارتی خطبہ کانفرنس امرتسر میں جو لائحہ عمل پیش کیا۔ وہ بہت حد تک قابل قدر ہے۔ قید فرنگ میں انہیں حالات حاضرہ پر غور کرنے کا بہت موقع ملا۔ اور اگر تنہا سوچ کا یہ معنی خیز تقریر ایک نتیجہ ہے تو نہایت ہی قابل قدر نتیجہ ہے۔ مجھے ان دو بزرگوں کے قابل قدر خیالات پر ایزاد کرنے کی ضرورت نہیں۔ لیکن میں اپنے خیال کے مطابق چند عملی باتیں یہاں لکھونگا +

اگر کسی قوم کو اس وقت تنظیم کی ضرورت ہے تو وہ مسلم قوم ہے۔ لیکن یہ تنظیم جس کا دوسرا نام مسلم اتحاد ہے۔ کوئی عملی شکل اختیار نہیں کر سکتی جبتک وہ عناصر سکوت وجمود میں نہ آجائیں۔ جو فرقی تنازعات کو اپنی سرگرمیوں کا معراج سمجھتے ہیں۔ کس قدر حیرت کا مقام ہے۔ کہ برادران وطن تو ایسے وسیع القلب ہو جائیں کہ ہندو مذہب کی تعریف میں ان تمام مذاہب

کو شامل کریں۔ جو اپنے عقاید و تعلیم کے لحاظ سے تو ایکدوسرے سے مشرق و مغرب کا بعد رکھے۔ لیکن اگر وہ مذہب ہندوستان کے پیدا شدہ ہوں تو وہ ہندو ہیں۔ ایک خدا پرست۔ ایک دہریہ۔ ایک تناسخ کا ماننے والا یا اس کا منکر وید کو خدا کی کتاب ماننے والا۔ یا اس کے الہامی ہونے کا منکر۔ بتوں کے توڑنے والا یا بتوں کا پرستار۔ مشرک یا مواحد۔ الغرض کسی کا کوئی خیال ہو یہ سب کے سب ہندو ہو سکتے ہیں۔ لیکن وہ قوم جس کے افراد اصول مذہب میں متفق ہیں۔ جن کا خدا۔ جن کا رسول۔ جن کی کتاب۔ جن کا کعبہ ایک ہے۔ جن کے ارکان اسلام ایک ہیں۔ جن کی عبادات ایک ہیں۔ جن کا آداب و اخلاق کا سرچشمہ مشترک ہے۔ جن کے شعار کُل کے کُل ایک ہیں۔ جن کی رسمیات مذہبی ایک ہیں۔ وہی لوگ ان اختلافات کے باعث جن کو فروع بھی نہیں کہنا چاہیئے۔ جن کو اساس مذہب سے کوئی تعلق بھی نہیں۔ وہی ایکدوسرے کی تکذیب۔ تفسیق۔ تکفیر میں لگ کر شیرازۂ قومی کا ستیاناس کر رہے ہیں۔ کیا جس غرض نے ہندو بھائیوں کو آپس میں اجتماع اضداد پر مجبور کر دیا ہے۔ کیا وہی ضرورت اجزاء متفقہ کو منفرد کرنے سے ہمیں نہیں روکتی۔ وہ آگ پانی کے ملانے کی فکر میں ہیں۔ تو ہم کیوں پانی کے پھاڑنے کی دھن میں ہیں۔ جن شرائط کے ہونے پر آنحضرت صلعم نے اسلام کا سرٹیفکیٹ دیدیا اُن کو دائرہ اسلام سے خارج کرنے کا کس کو حق حاصل ہے۔ وہ تو صلوٰۃ زکوٰۃ و اہل قبلہ ہونا۔ اسلامی ذبیحہ کا کھانیوالا مسلمان ہونے کیلئے کافی سمجھتے ہیں تو پھر کسی کا اور کیا حق ہے کہ مفروضہ قطعیات شرعیہ کی فکر میں لگ جائیں۔ یہ بات کچھ ایسی نہیں کہ جس پر ہیں زور دوں مسلمان سمجھنے سے بیچ نہیں سکتے۔ اگر سب سے اوّل اپنے اندر اس اتحاد کو پیدا نہ کر لیں جس میں شرکت کے لئے آنحضرت صلعم کے الفاظ قطعی اور آخری نہ سمجھے جائیں۔ قرآن کریم تو

ایمان باللہ وبالیوم الآخر اور عمل صالح پر جنت کے دروازے کھولے اور اسمیں ایک عیسائی ایک یہودی اور ایک صابی تک کو بھی شامل کرے۔ آج دائرہ کے بڑھانے کی ضرورت ہے۔ اور میں نہایت ادب سے علماء کرام کیخدمتمیں اور مدیران اخبار کیخدمت میں عرض کرتا ہوں۔ کہ وہ بخاری شریف کو دیکھیں آنحضرتؐ نے جس کو مسلمان کہا ہے۔ جو بھی اہل قبلہ اور کلمہ گو ہو اُسے کسی غرض کے لئے نہیں تو قومی استحکام کیلئے اور شماری طاقت کو ایک مجتمع حالت میں کام کرنے کے لئے دائرہ اسلام سے خارج نہ کریں ہاں کوئی ایسی جماعت جو اپنے عمل سے ہر ایک اسلامی معاملہ میں برادران اسلام سے الگ ہونی چاہئے۔ انہیں حوالہ بخدا کریں شدھی کے معاملہ میں ہمیں چند ہزار نفوس کے چلے جانے پر رنج ہوا ہم نے بہت شور وغوغا کیا۔ ہم آریوں کے مقابل میدان عمل میں آ گئے۔ جو نتیجہ ہؤا۔ اس پر میں کچھ نہیں لکھتا۔ مَیں صرف دو باتیں عرض کرتا ہوں کہ اگر وہ غیرت ہماری جو چند ہزار کے ایسے نفوس کے چلے جانے سے صدمہ خوردہ ہوگئی ہے۔ جو نہ کلمہ سے واقف۔ نہ انہیں نماز سے تعلق۔ جنکی رسمیات کُل کی کل ہندوانہ۔ جن کی طرز معاشرت کل کی کل غیر مسلم۔ تو وہی غیرت کیوں جوش میں نہیں آتی۔ جب ہم لکھوکھا اہل کلمہ وکعبہ کو زکوٰۃ دینے والوں کو۔ نماز و روزہ کے پابند رہنے والوں کو۔ ذبیحہ ... کے کھانے والونکو اور فی الجملہ ہر ایک ایسے امر کے پابند کو جسکی موجودگی سے ایک شخص خدا اور رسُول کے سامنے مسلمان ہو جاتا ہے دائرہ اسلام سے خارج ہوتا دیکھیں۔ اس موضوع پر میں صرف ایک بات عرض کرتا ہوں۔ کہ معاملۂ تکفیر میں اب لمبے چوڑے اجتہادوں کو چھوڑ دیا جائے۔ صرف خدا اور رسُول کے ان الفاظ کو اُنہی کے صحیح اور سادہ معنوں میں لیا جائے۔ آج اسلام کے ان تمام نہاد فرقوں نے فرادہ فرادہ ہر فرقے اور ہر جماعت

میں نہایت کارگر ایثار کرنیوالے قومی معاملات پر سوچ کر صحیح راہ پر گامزن ہونیوالے موجود ہیں۔ وہ کیوں لا الہ الا اللہ کے لوائے تلے تحتیت آپ کے علم کے تلے جمع نہ کر لئے جائیں۔ مسلم بھائی ایک دس سال کیلئے اس پر عمل کریں وہ کسی فرقہ سے تعلق رکھتے ہوں۔ اگر کوئی شخص اہل قبلہ ہے۔ قرآن کو خاتم الکتب مانتا ہے۔ اور حضرت محمد صلعم کو خاتم الرسل مانتا ہے اسے اپنے میں شامل سمجھ کر اتفاق کی کوئی صورت پیدا کریں +

قومی چندوں کے لئے بھی مجھے کچھ کہنا ہے۔ گزشتہ تجربے نے ہم پر یہ روشن کر دیا ہے۔ کہ ہم اب کل ہندوستان کے مسلم سرمایہ کو ایک جگہ جمع کرنے کے خیال کو چند عرصہ تک چھوڑ دیں۔ اول تو ہر شہر میں ضلعوار اتحاد کی انجمنیں ہوں۔ جو لوکل سرمایہ پر چلیں۔ وہیں کے کارکن ہوں اور وہیں کے عہدہ دار اور وہیں اپنے ہاں اتحاد و تنظیم کا کام کریں۔ وہاں کا سرمایہ بہت حد تک وہیں خرچ ہو۔ یہ کہنا کہ ان ضلعوار انجمنوں کے اصول ایک ہی ہونگے۔ ایک تحصیل حاصل ہے۔ اسلام نے حبل اللہ ہمارے ہاتھ دی ہے۔ وہی حبل اللہ کا اہتمام تنظیم کی بہترین کنجی ہے۔ میں یہ نہیں کہتا کہ سیاسی کانفرنسیں نہ ہوں۔ ہندوستان سے باہر کے معاملات میں دلچسپی نہ لیجائے لیکن یہ سب کے سب معاملات تو ہی کامرانی کا منہ دیکھینگے۔ جب ہم میں کامل اتحاد ہو گا +

آریوں نے تو چند ہزار مرتد بنا کر شور و شغف کیا۔ لیکن میں کہتا ہوں کہ خدا نخواستہ اگر چند لاکھ بھی چلے جائیں۔ لیکن ان کے مقابل میں یہاں کے سات کروڑ مسلمانوں میں سے پچاس لاکھ مسلم صحیح معنوں میں متحد ہو جائیں۔ تو ہمارے تمام مقاصد حل ہو جائیں۔ جن لوگوں کے ساتھ ہمیں ملنے کی ضرورت بتلائی جاتی ہے۔ اور تیرے خیال میں صحیح طور پر بتلائی جاتی ہے۔ وہی لوگ بہزار منت ہم سے رشتۂ محبت جوڑنے کی خود بخود سعی کرتے ہیں +

اشاعت اسلام کے لئے ضروری نہیں کہ ساری کی ساری قوم اس کام پر لگجاوے میرا مطلب یہ ہے ۔ کہ اگرچہ اشاعت اسلام ہمارے فرض اوّلین میں سے ہے لیکن اس وقت اتحاد اسلام کی ضرورت شدید ترین ہے۔ اس کام میں تو میں چاہتا ہوں ۔ کہ ہمارا ہر ایک فرد کوشش میں لگجائے ۔ ہر ایک کی زبان پر اتحاد ہو۔ اور ہمارے عمل اس کی تصدیق کریں۔ اور ان عناصر کو سکوت میں لانے کی کوشش کریں ۔ جو کفر بازی سے اسلامی اتحاد اور طاقت کو کمزور کر رہے ہیں۔ بدقسمتی سے آج سے ۳۰ سال سے پیشتر کا دفن شدہ تنازع مابین حنفی و اہلحدیث پھر مشتعل ہؤا ہے۔ اور ان بجھے ہوئے انگاروں کو راکھ میں سے بڑی تلاش کے ساتھ نکالا جا رہا ہے ۔ آورتو اور رفع یدین آمین با لجہر تنازع پھر بمبئی اور دیگر مقامات میں شروع ہو رہے ہیں چند سال ہوئے لندن مسلم ہوس میں بعد از نماز جمعہ چند نومسلموں نے میرے خطبہ پر جس کا موضوع یہ تھا ۔ کہ "اسلام میں کوئی فرقہ نہیں" نماز کے بعض شعار پر جن میں فقہاء نے ایکدوسرے سے اختلاف کیا ہے سوال کیا ۔ خدا کے فضل سے انگلستان میں ایک ہی امام کے پیچھے ہر فرقہ کے لوگ نماز پڑھتے ہیں ۔ شیعہ ۔ حنفی ۔ شافعی ۔ مالکی حنبلی اپنی اپنی طرز پر شعار نماز ادا کرتے ہیں ۔ کبھی کوئی ایکدوسرے سے متعارض نہیں ہؤا ۔ اس موقع پر ایکدفعہ جو گفتگو مجھ میں اور نومسلموں میں بھی ہوئی وہ میں نے اپنی کتاب مکالمات ملیہ کے ایک حصہ میں درج کی ہے ہمارے ہندی مسلم بھائی غور فرمائیں ۔ کہ جو باتیں انگلستان کے نومسلموں کی نگاہ میں وجہ تفریق نہیں سمجھی جاتیں وہی باتیں ان مسلم نہادوں میں کیوں باعث پیکار ہو جاتی ہیں +

مسئلہ اشاعت و تبلیغ اسلام اتحاد کے بعد اس وقت ہمارے لئے مسئلہ بقا و حیات ہے میں اپنے تجربے سے کہتا ہوں ۔ کہ اگر اسلام کی خوبیوں کو اس ملک میں بھی پیش کیا جاوے ۔ تو وہی لوگ جو ہمارے قلع قمع کرنے پر تلے ہوئے ہیں

وہ حلقہ بگوش اسلام نہیں۔ تو سچے مداح اسلام ہو سکتے ہیں۔ میں پھر عرض کرتا ہوں۔ کہ یہ بات میں اپنے تجربہ سے کہتا ہوں۔ ابھی پچھلی اکتوبر میں میں نے بمبئی میں۔ بزبان انگریزی کاؤس جی ہال میں ایک لیکچر دیا۔ جس کا صدر پارسی قوم ایک فاضل موبد ڈاکٹر جیونجی مودی تھا۔ یہی لیکچر آریوں کی خواہش پر کانپور میں ہؤا۔ جس کا صدر وہاں کی سماج کا پریزیڈنٹ ڈاکٹر مراری لال تھا۔ اس لیکچر کے بعض حصص ہندوستان کے بعض شہروں میں دُہرائے گئے۔ ہر جگہ غیر مذاہب والوں نے بہ الفاظ ڈاکٹر مراری لال یہی کہا۔ کہ اگر اس مذہب کو ایک سال کیلئے ہندوستان میں تبلیغ کیا جائے تو کُل کے کل ملک کے اندر امن و آشتی پھیل سکتی ہے۔ بمبئی کے لیجیلیٹو کونسل کے ممبر پنڈت سبے کار سرٹے اور مسٹر بھروچہ نے بہ اصرار مجھ سے درخواست کی۔ کہ میں اس اسلام اور اس قرآن کو ہندو مسلمانوں میں تبلیغ کروں ایک ذمہ اور ذی حیثیت ہندو بھائی نے مجھے کہا۔ کہ جو نفرت مجھے اپنی ناواقفیت کے باعث اسلام سے تھی۔ وہ اس ایک لیکچر سے دور ہو گئی۔ آج ہندو سوسائٹی کے نزدیک ہم ہمسائیگی کے قابل نہیں۔ ہمارے اخلاق انہیں محمود نظر نہیں آتے۔ اور یہ جو کچھ ان کی رائے ہے۔ ہمارے اپنے اعمال اسکے ذمہ وار ہیں۔ جب ہماری آپس کی مخالفتیں انتہائی مقام پر پہنچی ہوئی ہیں تو اسے دیکھ کر وہ ہم سے کس سلوک کی توقع رکھ سکتے ہیں۔ وہ اگر ہم سے اتفاق چاہتے ہیں تو محض وقتی ضرورت کے لئے۔ کیونکہ وہ ہمیں کسی تمدن کے قابل سمجھتے ہی نہیں۔ انہیں چند ایک جانفروشوں کی ضرورت ہے۔ اور وہ سمجھتے ہیں۔ کہ ہماری پیٹھ پر ہاتھ پھیر کر ہم سے جاں فروشی کرا سکتے ہیں۔ چنانچہ جہاں گورنمنٹ کے مقابل ہنگامہ ہؤا۔ اور اسمیں ہندو مسلم نے تو برابر کا حصہ لیا۔ لیکن جیل میں مسلمان زیادہ گئے۔ جہاں ہندو مسلم آپسمیں لڑے وہاں ہر جگہ ابتداء تو ہندوؤں نے کی۔ لیکن جب پولیس آئی تو ہاتھ مسلمانوں پر پڑے۔

جس بات کو ہم ہاتھ سے کھو بیٹھے ہیں۔ وہ یہ ہے۔ کہ ہم نے علم و عقل پر جذبات پر غلبہ دیا۔ ہم چند خوش کن باتوں میں آکر اپنے جذبات کے غلام ہو جاتے ہیں +

اشاعت اسلام کی یہاں اور باہر از حد ضرورت ہے ہمیں یہ یقین کر لینا چاہیئے کہ اسلام کے محاسن اور خوبیاں کچھ ایسی دلربائیاں اپنے اندر رکھتی ہے۔ کہ ان کی کاٹ تلوار سے زیادہ کام دیتی ہے۔ نقص ہم میں یہ آرہا ہے کہ ہم سب کے سب وقت پر ایک ہی طرف جھک جاتے ہیں۔ اور باقی امورِ ضروریہ کو پس پشت ڈال دیتے ہیں۔ گذشتہ دس سال میں ہم نے اس امر اولین کو پس پشت ڈال دیا۔ ہمیں یہ کہا گیا کہ بعض سیاسی کامیابیوں کے حصول پر ہمارے تمام معاملات سلجھ جائیں گے۔ خیر جو ہوا سو ہوا۔ اب ہمیں تقسیم عمل پر کام کرنا ہے۔ ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر و یامرون بالمعروف واولئک ھم المفلحون کے حکم کے ماتحت ہمیں تبلیغ و شاعت کی بہت ساری جماعتیں بنانی چاہئیں۔ ہمارے علماء کو آپس کے جھگڑے چھوڑ کر ایسا لٹریچر پیدا کرنا چاہیئے جو غیر مسلموں کو اسلام کا گرویدہ بنا دے۔ اگر انگلستان کے لوگ تمام مشکلات کے ہوتے ہوئے اسلام کی طرف راغب ہو رہے ہیں۔ اور وہ دن قریب ہے جب یدخلون فی دین اللہ افواجاً کا نظارہ دکھائی دے تو وہی اسلامی مقناطیس ہندوستان میں بھی کام کر سکتا ہے۔ جس لٹریچر کی ضرورت ہے۔ وہ اخلاق اور اعمال کے متعلق ہونا چاہیئے۔ اس سے نہ صرف برادرانِ وطن کی رائے ہمارے متعلق بدل جائیگی۔ بلکہ خود مسلم بھائی سمجھ لینگے۔ کہ اگر انہیں دنیا میں کامیاب ہونا ہے۔ تو انہیں کیا کچھ کام کرنا ہو گا۔ اور کن اخلاق سے متصف ہونا ہے +

لندن مسلم ہوس میں چند نومسلموں سے گفتگو

(اقتباس از مکالمات علیہ مصنفہ حضرت خواجہ کمال الدین صاحب امام مسجد ووکنگ)

میں نے لندن مسلم ہوس میں ایک جمعہ کے خطبہ میں اس امر پر زور دیا کہ جہاں عیسائیوں میں اور ایسے ہی دیگر مذاہب میں مختلف فرقہ جات ہیں انکے مقابل اسلام میں کوئی فرقہ نہیں۔ اس خطبہ کے بعد ایک خاتون نے مجھ سے کچھ باتیں کرنے کے لئے کہا۔ چنانچہ کچھ وقت کے بعد خاتون مذکورہ مع دوچار اور احباب نومسلم میرے ہمراہ ڈرائنگ رُوم میں آگئیں جہاں ہم میں ذیل کی گفتگو ہوئی:۔

نومسلم۔ آپ کا خطبہ تو نہایت مفید اور نئے معلومات اپنے اندر رکھتا تھا۔ بات بھی سچ ہے۔ خدا کی طرف سے اگر مذہب آئے تو وہ سب دنیا کے لئے ایک ہی ہونا چاہئے۔ اور اس کی تعلیم ایسی بین اور مبرہن ہونی چاہئے کہ اسکی کسی اصولی تعلیم پر دورائی نہ ہوسکے۔ یہ بھی آپ نے نہایت صحیح طور پر ثابت کردیا۔ کہ اگر قرآن اس قسم کی تعلیم لایا ہے۔ تو پھر یہ خاتم الکتب ہونا چاہئے۔ جب ایک دفعہ تعلیم آگئی۔ اور وہ مغشوش و مخدوش ہونے سے بچ چکی ہے۔ تو پھر اس تعلیم کے اعادہ کی کیا ضرورت ہے۔ لیکن میں نے چند باتیں نوٹس کی ہیں جنمیں مجھے ہمارے بعض مشرقی مسلم بھائی ایکدوسرے سے اختلاف رکھتے نظر آتے ہیں +

میں۔ واقعی شاید آپ کو غلطی لگ گئی۔ میرے علم میں تو ایسا نہیں +

نومسلم۔ ممکن ہے کہ ایسا ہی ہو۔ ہاں آپ تو امام ہوتے ہیں اسلئے آپکو ان اختلافات کا علم نہ ہوتا ہوگا +

میں۔ میں سمجھتا نہیں۔ آپ تشریح کریں +

ؔ اس گفتگو میں باقی حاضرین نے بھی حصہ لیا تھا لیکن میں نے سب جگہ یہاں لفظ نومسلم لکھا ہے خواہ بولنے والا مرد تھا یا عورت۔

نومسلم - اعلان اسلام سے پہلے بھی میں یہاں آیا کرتا تھا - اور آپ کو نماز پڑھتے دیکھتا تھا - اب بھی نماز جماعت کے بعد جو حصہ نماز کا آپ لوگ ادا کرتے ہیں - اسمیں کچھ اختلاف سا نظر آتا ہے - بعض لوگ ہاتھ چھاتیوں پر رکھتے ہیں - بعض زیر ناف - بعض دوست ہر ایک سکون و حرکت پر ہاتھ کانوں کی طرف ٹھیک اسی طرح لیجاتے ہیں - جیسے آپ اور آپ کی اقتدا میں ہم سب شروع نماز میں اپنے ہاتھ کانوں کی طرف لیجاتے ہیں - پھر جب آپ قرآن کی پہلی سورت (سورت فاتحہ) ختم کرتے ہیں - تو بعض گو تھوڑے کسی قدر بلند آواز سے آمین کہتے ہیں - عیسائی گرجوں میں تو ایک قسم کی ہم آہنگی اور ایک رنگی ہوتی ہے - آپ ہمارے ہاں کیوں نہیں کراتے +

میں - اب میں آپ کا مطلب سمجھ گیا - یہ ایک لمبی بحث ہے +

نومسلم - تو شاید آپ کے پاس اس وقت وقت نہ ہو گا پھر کبھی سہی +

میں - اس سے بہتر میرے لئے اور کوئی مصروفیت نہیں - میں اب بھی حاضر ہوں لیکن پیشتر ازیں کہ میں اس مسئلہ پر مزید روشنی ڈالوں - میں آپ سے یہ پوچھتا ہوں - کہ آپ نے میرا عمل ان مراسم نماز میں کیا دیکھا +

نومسلم - آپ کے ہاتھ کان کی طرف تو بار بار نہیں جاتے - نہ آپ مقتدیوں میں ہوتے ہیں - کہ جس سے معلوم ہو کہ آیا آپ آمین اونچی کہتے ہیں یا نیچی البتہ جب آپ تنہا نماز پڑھتے ہیں تو اس وقت میں نے غور کیا کہ آپکے ہاتھ کبھی زیر ناف ہوتے ہیں کبھی چھاتی پر - ہاں ہماری جماعت میں ایک دو احباب اور بھی ہیں مسٹر ..... جن کے ہاتھ اکثر کھلے رہتے ہیں +

میں - میں نے یہ سوال بھی اسی لئے کیا تھا - کہ تا آپ سمجھ جائیں - یہ باتیں اصول مذہب میں داخل نہیں - اس اختلاف سے نماز میں خلل نہیں ہوتا اگر یہ اہم باتیں ہوتیں - تو بالضرور ہم مسلم شہزادوں میں اس پر کبھی تنازعہ ہوتا -

ہم نے یہ مراسم نماز آنحضرت (صلے اللہ علیہ وسلم) سے لئے ہیں۔ یہ سب طریق انہی کے ہیں۔ انہوں نے ہی نماز میں یہ مختلف انداز اختیار کئے ہیں جن کی اتباع ہم لوگ کرتے ہیں۔ بات صرف یہ ہے۔ کہ زید کے نزدیک آنحضرت صلعم کا کثرت عمل ایک طرح پر ثابت ہے۔ اور دوسرے کے نزدیک دوسری طرح پر۔ یہ سب محبوب کے ہی انداز ہیں۔ کوئی مسلمان یہ نہیں کہہ سکتا۔ کہ جو انداز میں نے اختیار کیا وہی صحیح ہے۔ اور دوسرے انداز آنحضرت صلعم سے ثابت نہیں +

نومسلم۔ یہ تو صحیح ہو گا۔ جیسے کہ آپ فرماتے ہیں۔ کیونکہ آپ مشرقی مسلمانوں میں باوجود اس اختلاف کے کبھی ان امور پر تنازع نہیں ہوا۔ نہ آپ نے کبھی آپس میں ان امور کے مٹانے اور ایک طریق عمل کے اختیار کرنے کے لئے تصفیہ کیا +

میں۔ اسی لئے کہ یہ اختلاف کوئی اصولی اختلاف نہیں۔ اور اختلاف تو تب ہو۔ کہ ان باتوں کو ہم نماز میں مخلل انداز سمجھتے ہوں +

نومسلم۔ اچھا ہمارے نبی (صلعم) نے یہ مختلف باتیں کیوں اختیار کیں

میں۔ اس بات کے سمجھنے کے لئے ضروری ہے۔ کہ آپ پہلے یہ سمجھ لیں کہ مسلم نماز نے اور ایسا ہی مختلف مذاہب کی عبادتوں نے مختلف شکلیں کیوں اختیار کر لیں۔ نماز تو ایک قلبی کیفیت ہے جسکے پیدا کرنے یا قائم رکھنے کے لئے بعض الفاظ زبان پر لائے جاتے ہیں بعض نادان لوگ تفکر اور دھیان نماز کے لئے کافی سمجھتے ہیں۔ اور الفاظ کا دہرانا یا دیگر حرکات وسکنات کو ایک رسمی نماز کہتے ہیں۔ انہوں نے انسانی سائیکالوجی پر کبھی غور ہی نہیں کیا۔ آپ خود تجربہ کر لیں کہ الفاظ اور ان کے مفہوم کو زیر نظر رکھنا جو تفکر اور دھیان کو پیدا کرتا ہے۔ وہ خالی خولی تفکر نہیں پیدا کر سکتا۔ انسانی دماغ کبھی

خالی رہتا ہی نہیں۔ کوئی نہ کوئی خیال اس پر مستولی رہتا ہے کسی خاص خیال کو انسانی دماغ پر مسلّط کرنے کا صحیح اور آسان طریق یہی ہے۔ کہ اس خیال کو الفاظ کا جامہ دیدیا جائے۔ اور پھر ان الفاظ کو زبان پر لایا جائے۔ یہی علّت غائی نماز کے چند فقرات دُہرانے کی ہے۔ قلبی کیفیّت کا اظہار انسان کے جوارح سے ہوتا ہے۔ بعض وقت بعض حرکات جوارح خاص کیفیات پیدا کرنے کا موجب ہو جاتی ہیں۔ ایک لیکچرار کو آپ پلیٹ فارم پر دیکھ لیں۔ اس کے ہاتھ اسکی آنکھیں اس کے چہرہ پر دیکھ لیں۔ اس کے ہاتھ اسکی آنکھیں اس کے چہرہ کے مختلف حصّے اضطرارًا کیا کیا نئے نقشے اختیار کرتے ہیں۔ یہ نہ صرف اسکی دلی کیفیت کا اظہار ہوتا ہے۔ بلکہ سامعین پر بعض وقت یہ حرکات و سکنات اس کے الفاظ سے کہیں زیادہ تاثیر بخش ہوتی ہیں۔ ادب کا اظہار سر جُھکانے سے ہوتا ہے۔ لیکن اگر آپ نے انسانی سائیکالوجی پر غور کیا ہوگا تو آپ سمجھ لیں گے کہ بعض وقت ان حرکات کے ادا کرنے سے جو کسی خاص جذبۂ قلب کے لئے انسانی سوسائٹی نے تجویز کیا ہو۔ وہی جذبہ اور کیفیت دل میں پیدا ہو جاتی ہے۔ مثلاً کیفیت ادب سر کو جُھکاتی ہے۔ اور سر کا جھکانا خود بخود کیفیت ادب کو دل میں پیدا کر دیتا ہے۔ عربی زبان بھی بڑی خوبصورت زبان ہے۔ اور بڑے بڑے حقائق اپنے اندر رکھتی ہے۔ یہ جو ہم اپنے سر کو زمین پر رکھتے ہیں۔ عربی میں اس فعل کا نام سجدہ ہے۔ اور لفظ سجدہ کے ایک معنی اطاعت کرنے کے ہیں۔ گویا اطاعت کا اظہار سجدہ سے ہوتا ہے۔ اور سجدہ کیفیت اطاعت پیدا کرتا ہے۔ نادان ہیں وہ لوگ جو ارکان نماز کو ایک رسمی بات سمجھتے ہیں۔ کوئی شکل نماز کی اختیار کیجائے آخر وہ بھی ایک صورت ہوگی۔ لیکن اگر خدا کا نبی خدا سے علم پاکر عبادت

کیلئے کوئی شکل تجویز کرے۔ تو پھر وہ شکل کسی اتفاقی خیال یا فوری تجویز و تحریک کا نتیجہ نہ ہونا چاہئے۔ بلکہ وہ باتیں وہ ہوں جن کی صداقت پر علم النفس والقویٰ کے حقائق مہر کریں۔ یعنی عبادت میں جسمانی حرکات وسکنات ان جذبات وکیفیات کے مولد اور مؤید ہوں جو نماز میں پیدا ہونی چاہئیں۔ رُوح نماز تو ادب اور اطاعت ہے جو بعض وقت خوف سے اور بعض وقت محبت سے پیدا ہوتی ہے بعض وقت انسان میں ایک صاحب جبروت حاکم کے سامنے کھڑے ہوکر بیکسی کی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے۔ اب یہ تین کیفیات محبت و اطاعت بیکسی لازماً تین مختلف شکلیں اظہار کے وقت اختیار کرینگی۔ شاید آپ کو مختلف اقوام اور ممالک کے دیکھنے کا موقع نہ ملا ہوگا مجھے ایسا اتفاق ہوا ہے۔ جب کوئی شخص کسی حاکم کے سامنے کھڑا ہوکر اپنے اعضاء سے اظہار اطاعت کرنا چاہے۔ تو خواہ وہ ہندوستان ہو یا انگلستان مشرق میں ہو یا مغرب میں۔ اس کے دونوں ہاتھ ناف پر آکر جمع ہو جاتے ہیں۔ کمال محبّت کا اظہار ہاتھوں کو سینہ پر جمع کر لینا ہے ہاں جب انسان پر سخت خشیت اور خوف طاری ہو۔ حتّٰی کہ وہ اپنی ذات کو بھی بھول جائے تو پھر ممکن نہیں کہ اس کا قابو اس کے ہاتھوں پر ہو نہ ہاتھ چھاتی پر رہینگے نہ ناف پر۔ اضطراراً ہاتھ کھلے جائینگے۔ نماز پڑھنے والے پر اگر حقیقی کیفیت اطاعت یا محبّت یا بیکسی طاری ہو جائے تو پھر اضطراراً اس کے ہاتھ جو بھی شکل اختیار کریں صحیح ہے۔ نماز تو قلبی کیفیت ہے۔ اور یہ حرکات اس کیفیّت کے اظہار کی شکل یا اسکے متممات و مکمّلات ہیں +

نومسلم ہم سب آپکے از حد مشکور ہیں۔ بہت دقتیں آج حل ہوگئیں۔ اس سے تو یہ پایا گیا۔ کہ ہم نماز کے وقت ان مروی طریقوں میں سے جو بھی طرز اختیار

کریں۔ اس سے نماز ساقط نہیں ہوتی۔ لیکن ایک بات سمجھ میں نہیں آئی کہ کیوں مسٹر...... ہمیشہ نماز میں ہاتھ کھلے رکھتا ہے۔ اور مسٹر...... کے ہاتھ ہمیشہ سینے پر ہوتے ہیں۔ اور بعض ہمارے بھائیوں کے ہمیشہ ناف پر ہوتے ہیں۔ آپ کے ہاتھ بھی زیادہ تر ناف پر ہوتے ہیں۔ اور کبھی کبھی سینہ پر۔ لیکن آپ کے ہاتھ کبھی کھلے نہیں دیکھے +

مبلغ ۔آپ نے تو کمال ہی کر دیا کس طرح آپ ہمارے ہر سکون و حرکت کو دیکھتے رہتے ہیں۔ ہاں بات بھی ٹھیک ہے۔ یہ طریق بھی مذہب سیکھنے کا نہایت عمدہ ہے۔ آپ کا سوال بجا ہے۔ اگر حضور قلب سے نماز پڑھی جائے اور پڑھنے والے کی قلبی کیفیات بھی مختلف جلوہ آرائیاں کریں تو لازماً ہاتھوں کی نشست ہر نماز میں یکساں نہ ہو گی۔ بلکہ میں تو کہتا ہوں کہ ہر رکعت میں ہاتھوں کی صورت بدل جائیگی۔ بلکہ ایک ہی رکعت میں اگر ایک شخص نہایت تذلل سے جناب باری کے آگے ہاتھ ناف پر رکھ کے کھڑا ہوا اپنا عجز اپنی گناہگاری اور اپنی نااہلیت ایکطرف اس کے سامنے آ جائے۔ دوسری طرف جبروت الٰہیہ اور خشیت ربی اس پر طاری ہو تو ممکن نہیں کہ اسکے جسم میں ایک قسم کی سنسناہٹ نہ ہو۔ اس کے جسم کے بال کھڑے نہ ہو جائیں۔ اور اس کا دل رعب الٰہی سے نہ بھرا ہو۔ یہ وہ حالت ہے۔ کہ جب انسان کا نہ اپنے جسم پر قابو رہ سکتا ہے۔ نہ اسکے ہاتھ اسکے قبضہ میں رہینگے۔ ہاتھ کھلجا ئینگے۔ اس وجدانی کیفیت میں انسان بعض وقت منٹوں کھڑا رہتا ہے۔ اسی حالت کا نام نماز ہے۔ اسی حالت کے پیدا کرنے کیلئے یہ مختلف قیام قعود رکوع و سجود ہوتے ہیں۔ روحانی کیفیات پیدا کرنے میں جسمانی اوضاع کا خاص تعلق ہے۔ اختلاف طبائع اور اختلاف خلقت و جسمانی کو بھی اس سے خاص تعلق ہے۔ بعض لوگوں میں

جو کیفیت قلب سجدہ کے وقت پیدا ہو جاتی ہے۔ وہ دوسرے قیام یا قعود میں حاصل کر لیتے ہیں۔ بعض کیلئے رکوع زیادہ موزوں ہے۔ اسلئے اسلام نے جو اپنے ہر شعار میں ہمہ گیری لئے ہوئے ہے۔ نماز میں جسمی حرکات کی ساری اوضاع کو جمع کر لیا ہے۔ میری طبیعت کے مطابق سجدہ زیادہ موزوں ہے۔ یہ جو میں نے قلبی کیفیت کا اُوپر بیان کیا ہے۔ یہ کوئی قصہ و کہانی نہیں۔ میں ان کیفیات سے ایک حد تک آشنا ہوں۔ کبھی کبھی نماز تنہائی میں ایسی کیفیت طاری ہوگی مجھ پر پیدا ہوئی ہے۔ کہ میرے ہاتھ کھل گئے ہیں۔ چونکہ یہ کیفیت اپنے اختیار میں نہیں۔ نہ محبت ہر نماز میں جوش زن ہوتی ہے۔ اسلئے جب نماز میں کھڑا ہوتا ہوں تو اطاعت کے رنگ میں کھڑا ہوتا ہوں۔ اسلئے میرے ہاتھ زیر ناف ہوتے ہیں +

نومسلم - مسٹر۔۔۔ کے ہاتھ ہمیشہ چھاتی پر ہوتے ہیں۔ اور ایسا ہی مسٹر۔۔۔۔ ہمیشہ ہاتھ کھلے نماز پڑھتے ہیں۔ کیا ان کا اپنے دل پر اس قدر قابو ہے۔ کہ جب وہ نماز میں کھڑے ہوں ہمیشہ اپنے دل کو محبت یا بیکسی کی کیفیت سے رنگین کر لیں۔ یہ تو امر ناممکن سا ہے۔ بصورت دیگر نماز میں کوئی رُوح نہ ہوگی۔ بلکہ مشین کی حرکات رہ جائیں گی +

میں - یہ آپ نے پتہ کی بات کہی مُسلم ہو یا غیر مسلم نمازیں بہت حد تک ایک مُردہ حالت میں پڑھی جاتی ہیں۔ جیسا کہ آپ نے مشین کی حرکات کے ساتھ مشابہت دی ہے۔ جیسا کہ میں نے پہلے کہا۔ یہ سب کے سب حرکات و سکنات آنحضرت (صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے ہی مروی ہیں صرف بعض کے نزدیک ایک عمل کثرت سے ثابت ہے۔ بعض کے نزدیک دوسرا۔ چونکہ نماز میں صاحب حال تھوڑے ہوتے ہیں۔ اسلئے

جس مجتہد یا محقق کا کوئی مُقلّد ہوتا ہے۔ اس کی تقلید میں کوئی عمل اختیار کرلیتا ہے۔ یہ سب باتیں جائز ہیں۔ جو کیفیت قلب آپ کی نماز کے وقت ہو آپ اختیار کرلیں۔ یہ جو کچھ میں نے کہا ہے اپنی کیفیت قلبی کے مطالعہ پر کہا ہے +

نومسلم۔ ہاتھ کانوں کی طرف لیجانے کی غرض کیا ہے۔ آپ تو صرف نماز کے شروع میں ایسا کرتے ہیں۔ بعض نمازیں جسم کی ہر وضع بدلنے پر ایسا کرتے ہیں +

میں۔ اصل میں یہ فعل کسی امر سے دستکش کرنے کے اظہار میں کیا جاتا ہے جب انسان کسی دوسرے پر یہ ظاہر کرنا چاہے کہ میں فلاں کام سے ابرا کرتا ہوں یا میرا اس سے کوئی تعلق نہیں۔ اور اس اظہار ابرا پر زور دینا چاہے۔ تو طبعاً اور اضطراراً اسکے ہاتھ کانوں کی طرف جاتے ہیں۔ ہم نماز کے وقت دُنیا جہان سے کنارہ کشی کر کے خدائے اکبر کے سامنے کھڑے ہوتے ہیں۔ اور اس کنارہ کشی کے اظہار کے لئے شروع نماز میں ہمارے ہاتھ کانوں کی طرف جاتے ہیں۔ کہ اب ہم دُنیا کو چھوڑ چکے ہیں۔ چونکہ حرکات جسم انسان کے خیالات کو بھی بعض وقت بدل دیتے ہیں۔ اور اس سے یکسوئی نہیں رہتی۔ اسلئے کیا ہرج ہے کہ انسان نماز میں جسم کی ہر وضع بدلنے پر ان بیرونی خیالات سے کانوں پر ہاتھ دھرے جنہوں نے اس کی طبیعت کو ممکن ہے اپنی طرف کھینچ لیا ہو۔ اگر یہ باتیں حضور قلب سے ہوں۔ تو پھر نماز میں رُوح پیدا ہوجاتی ہے۔ والّا مشین کی گردش۔ وضو میں بھی گویا دنیا سے ہم ہاتھ دھوتے ہیں وغیرہ وغیرہ +

نومسلم۔ اب ایک بات رہگئی جو محتاج روشنی ہے۔ ہمنے تو آج آپ کو بہت ہی تکلیف دی۔ اور بہت ہی فائدہ بھی ہوا۔ اسلامی باتیں تو

نہایت ہی اعلیٰ درجہ کی حکمت اپنے اندر رکھتی ہیں۔ گرجاؤں میں بھی نماز ہوتی ہے۔ اسمیں بھی بعض ارکان ہوتے ہیں لیکن جب کبھی کسی بڑے سے بڑے پادری سے بھی ان کی وجہ دریافت کی گئی۔ تو خشک منطق کے سوا ان سے کچھ جواب نہیں بنتا۔ جو باتیں ان کے ہاں محض رسمیات ہیں۔ وہ اسلام میں نو حقیقت و حکمت نظر آتی ہیں۔ اب آخری بات اُونچی آواز آمین کہنے کے متعلق ہے +

میں۔ یہاں تو نادر ہی موقعہ کسی دوسرے کے پیچھے مجھے نماز پڑھنے کا ملا لیکن ہندوستان میں میں دوسروں کے پیچھے نماز پڑھتا ہوں میں نے آمین بالجہر بھی کہی ہے۔ اور اس کے برعکس بھی۔ میں اپنی قلبی کیفیت آپ کو عرض کر دیتا ہوں۔ اصلی حقیقت سے خدا یا اس کا رسول (صلعم) آشنا ہے۔ اگر انسان کے دل میں حقیقی خشیت اور خوف طاری ہو تو اس کا اثر لازماً اسکی آواز پر پڑتا ہے۔ اسکی آواز ہلکی ہو جاتی ہے۔ اور اس قابل نہیں رہتی۔ کہ اس کا ہمسایہ اسکی آواز کو سُن سکے۔ خوشی کا رنگ اظہار جہری چاہتا ہے۔ محبت کے نقشے بھی دونوں ہی قسم کے ہوتے ہیں۔ کہیں اخفا ہوتا ہے کہیں اظہار۔ سُورۂ فاتحہ ایک دُعا ہے۔ آمین کے معنے ہیں۔ اے خدا تو ایسا ہی کر۔ یعنی امام اصالتاً یا وکالتاً بارگاہ الٰہی میں اپنی طرف سے اور مقتدیوں کی طرف سے عرض حال کرتا ہے۔ اور مقتدی آمین کہتے ہیں۔ بعض وقت ایک سائل اپنی مصیبت اور مایوسی سے تنگ آکر اپنے درد دل کو گلا پھاڑ پھاڑ کر بیان کرتا ہے۔ اس سے یہ مراد نہیں ہوتی۔ کہ سننے والا اُونچا سنتا ہے۔ بلکہ یہ کہ سُنانے والا بلند آوازی سے اپنا اضطراب قلب ظاہر کرتا ہے +

نو مسلم۔ کیا عجیب بات ہے۔ تو ہی تو آپ کے مقتدی نماز میں مختلف الحرکات رہتے ہیں۔ لیکن آپس میں ایک دوسرے کے فعل پر نکتہ چینی نہیں کرتے

اور بات بھی ٹھیک ہے یہ ممکن نہیں - کہ نماز میں سب مقتدیوں کی کیفیات قلبی یکساں ہوں - تو پھر کیسے ہوسکتا ہے کہ رفع یدین یا آمین کہنے یا ہاتھوں کے باندھنے میں سب کا طرز عمل ایک ہی ہو - ہاں نماز پڑھنا اگر مشینی حرکات کا رنگ اپنے اندر رکھے تو بالضرور سب کے سب حرکات ایک ہی قسم کے ہوتے - چنانچہ عیسائی گرجاؤں میں اسبات کا بڑا اہتمام رہتا ہے - کہ جو ان کے مقررہ حرکات ہیں - انمیں فرق نہ آئے - یہ جو عیسائیوں میں مختلف فرقے ہیں - ان کے مراسم نماز بھی جُدا جُدا ہوتے ہیں - بلکہ ان امُور پر یہاں تک زور دیا جاتا ہے - کہ ایک کے نزدیک دوسرے کی نماز ہوتی ہی نہیں - بلکہ کسی مقتدی کی کسی گرجا میں کیا مجال ہے - کہ وہ مراسم نماز میں کسی دوسرے فرقے کا طریق عمل اختیار کرے - خدا کا شکر ہے کہ ہمارا مذہب (اسلام) اِن تنازعات سے پاک ہے +

آہ! یہ آخری فقرہ کس قدر چوٹ میرے دل پر لگا گیا - ہمارے احباب بعد از نماز عصر چائے پی کر رُخصت ہُوئے - اور میں گھنٹوں ان تنازعات اور مُقدّمات پر سوچتا رہا - جنہیں ہم بغرض حصُول ثواب شوق سے کیا کرتے تھے - کس طرح آج سے تیس چالیس برس پہلے وہ مسجدیں دھلائی گئیں - جہاں کسی نے آمین بالجہر یا رفع یدین کی - کس ظالمانہ جرأت سے ایک شخص نے لاہور کی ایک مسجد کے دروازہ پر اعلان لکھ دیا - کہ اس مسجد میں کوئی ایسا شخص داخل نہ ہو جو حنفی طریقہ پر ارکان نماز ادا نہ کرتا ہو - وہ بلوے وہ دنگہ فساد وہ جھگڑے ابھی تک یاد ہیں - جو انہی باتوں پر ہماری مسجدوں میں ہُوا کرتے تھے - کیا شانِ رَبّی ہے - کہ آمین بالجہر کا مقدمہ الہ آباد اور کلکتہ ہائیکورٹ تک نہیں بلکہ پریوی کونسل لندن تک پہنچے - اور وہاں مسلمان نہیں بلکہ عیسائی ججوں کی کونسل

یہ فیصلہ کرے ۔ کہ آمین بالجہر ساقط نماز نہیں ۔ یہ سب باتیں مُسلّم طور پر سُنن نبویہ ہیں ۔ اور ہر ایک مسلمان کو حق پہنچتا ہے ۔ کہ ہر ایک مسجد میں جاکر اپنے فرقے کے انداز پر نماز ادا کرے +

نادان نہیں سمجھتے کہ کسی مذہب میں یہ وہ امُور نہیں ہوسکتے کہ جس سے کوئی فرقہ پیدا ہو ۔ جب یہ ساری باتیں سُنّتِ نبویّہ ہیں تو یہ کس قدر گستاخانہ جرأت ہے ۔ کہ ہم جو فعل نہ کریں اس پر نکتہ چینی کریں ۔ یہ تو ایک پیارے محبُوب کے مختلف خطّ وخال اور انداز ہیں ۔ یہ تو ممکن بلکہ طبعی امر ہے ۔ کہ کسی کو محبوب کا کوئی انداز بھا گیا ہو کسی کی نگاہ میں کوئی ادا کھب گئی ہو ۔ لیکن سچّی محبّت اور حقیقی عشق اس امر کی اجازت نہیں دیتا ۔ کہ عاشق اسی محبُوب کی دوسری اداؤں پر نکتہ چین ہو ۔ مجھے ایک ادا نے اپنا شکار کرلیا ہے ۔ لیکن اگر حقیقی عاشق ہوں تو اس کی سب اداؤں کے آگے سر جُھکاتا ہوں میرے نزدیک جو اہلحدیث کسی حنفی المذہب کی انداز ادائیگی نماز پر حرف گیری کرتا ہے ۔ وہ مذہب عشق میں غدّار ہے ۔ اسی طرح جو حنفی المذہب کسی کی رفع یدین یا آمین بالجہر پر برافروختہ ہوتا ہے وہ نیک فعل نہیں کرتا ۔ حضرت سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والتحیات کی توہین کرتا ہے +

کیا یہی باتیں نہیں جو ہم مسلمانوں میں بنائے فساد ہوئی ہیں
جنہوں نے قبیلوں اور خاندانوں کو جُدا کر دیا
اور مسلمانوں کو ضعف اور ادبار تک پہنچایا ۔
حالانکہ اس کو اصول مذہب سے
چنداں تعلق نہ تھا +

الاسلام

(از خامہ گہر بار حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مبلغ اسلام)

(سلسلہ کیلئے دیکھو جلد ۱۱ نمبر ۲ صفحہ ۳۵)

ابتدائی اصلاحیں

اب تک میں نے اسلام کا ایک عام نقشہ پیش کیا ہے۔ قرآن چونکہ عالمگیر اصلاح کے سامان لے کر آیا۔ اسلئے اسمیں نسل انسانی کے ہر شعبہ کی اصلاح کا ذکر ہے انسانی اخلاق کی بالیدگی پر غذا کا ایک خاص اثر ہوتا ہے۔ صحیح دل و دماغ ہی صحیح اخلاق پیدا کرتا ہے۔ لیکن صحیح دل و دماغ کا ظہور بھی تندرست جسم میں ہی ہوتا ہے۔ اسلئے قرآن کریم نے ان اکل و شرب کی چیزوں سے ہمیں روکدیا ہے۔ جو جسم کے علاوہ روح و قلب کیلئے بھی مضر واقع ہوئی ہیں قرآن نے اسلئے خون کو یا ایسے مذبوح جانوروں کے گوشت کو جنمیں سے پورا خون نہ نکل چکا ہو۔ مثلاً جو خود مرجائیں یا کہیں سے گرکر یا ضرب رسیدہ حالت میں یا شکاری جانور کے حملہ تلے مرجائیں۔ ان سب کو حرام کر دیا ہے۔ اسطرح لحم خنزیر یا چڑھاوے کا گوشت یا خدا کے سوا کسی اور کے نام پر مارا ہوا جانور بھی جائز نہیں رکھا۔[1] جو چیزیں ستھری ہوں انہیں کھانے پینے کی اجازت دیدی۔[2] ہاں اسراف ہر حال میں روکدیا۔[3] کپڑونکو دھونے[4] اور جسم کو پاک[5] رکھنے کے احکام دیئے۔ عام برتاؤ کے اخلاق بھی تعلیم کر دیئے مثلاً فرمایا۔ جب تم کہیں جمع ہو۔ تو دوسرونکے بیٹھنے کے لئے بھی جگہ کردیا کرو۔[6] اگر کسی مصلحت پر تمہیں کہا جائے کہ تم پہلے جاؤ تو چلے جایا کرو۔ بات چیت[7] کرو۔ جو سچائی اور نرمی کے ساتھ ہو۔ آواز اونچی نہ کرنی چاہیئے۔ دوسروں کی طرف حقارت سے نہ دیکھو۔ چلنے میں متکبرانہ قدم نہ ہو۔ قدم ہمیشہ صحیح[8]

(۱) ۲/۵ (۲) ۲/۵ (۳) ۲/۵ (۴) ۱۴۲/۶ (۵) ۴۷۵/۴۴ (۶) ۶/۵ (۷) ۱۱/۵۸ (۸) ۱۹-۲۱/۳۱

راہ پر ہو۔ جب کسی کے گھر جاؤ تو اسکے دروازہ میں سنے[1]۔ اور پھر بھی بلا اجازت کسی کے گھر کے اندر نہ جاؤ۔ جب گھر میں داخل ہو تو صاحب خانہ کو سلام کہو۔ اور اگر گھر میں کوئی نہ ہو تو پھر گھر میں نہ جاؤ[2]۔ جب کوئی تم پر سلام کہے تو تمہارا جواب اس سے احسن تر ہو یا کم از کم اس انداز پر ہو جس پر تم کو دوسروں نے مخاطب کیا[3]۔ شراب۔ قمار بازی اور بت پرستی سے بچو[4]۔ قتل یا زنا مکرو[5]۔ نہ عورتوں سے خفیہ سازش کرو[6]۔ نیک اور صالح بیبیوں سے نکاح کرو[7]۔ انہیں ان کے مہر دیدو[8]۔ تمہارے باپ کے نکاح میں آئی ہوئی عورتیں بہنیں۔ پھوپھیاں اور خالائیں۔ رضاعی مائیں۔ رضاعی بہنیں نا سکہ لڑکیاں اور بہوئیں۔ سب تم پر حرام کردیگئیں ہیں[9]+

اس قسم کی ہدایات۔ اور ایسی بہت ساری قرآن میں اور بھی ہیں۔ انسان کو ابتدائی سے ابتدائی حالت حیوانیت سے اُٹھانے کیلئے قرآن کریم نے تجویز فرمائیں۔ اور یہ وہ حالت تھی جسمیں بعثت نبوی پر عرب کے لوگ ملوث تھے +

اصلاح کا دوسرا درجہ

لیکن اس سے بھی مشکلتر اصلاح کا وہ مقام ہے جب انسان مذکورہ بالا پہلی حالت سے نکل آتا ہے۔ اس مقام پر اصلاح کی غرض یہ ہوتی ہے کہ انسان کے سینہ میں نفس لوامہ پیدا ہو جائے۔ اسے اصطلاح عامہ میں ضمیر انسانی کہتے ہیں یعنے نفس انسانی کی وہ کیفیت جو اسے امور بد پر ملامت کرے نفس لوامہ کی تکمیل ہی ایک بڑی چیز ہے۔ اور یہ وہ بات ہے جو کروڑ در کروڑ انسانوں میں پائی نہیں جاتی +

انسان مدنی بالطبع واقع ہوا ہے۔ تمدن کی بہتری چاہتی ہے کہ سوسائٹی کے حدود یعنی عزت۔ علم۔ تجربہ اور عقل کی افزائش اور حدود سوسائٹی کے توڑنے پر طرح طرح کی تکلیف جو بطور تادیب یا تعذیب ہمیں پہنچتی ہیں ہمارے اندر

(۱) ۱۸۹/۲ (۲) ۲۷-۲۸/۲۴ (۳) ۸۶/۴ (۴) ۹۰/۵ (۵) ۳۲/۲۷ (۶) ۲۵/۴ (۷) ۵/۵ (۸) ۴/۵ (۹) ۲۵/۴ +

ایک قسم کی پشیمانی کو پیدا کر دیتی ہیں۔ اس پشیمانی کا دوسرا نام پیدائش ضمیر ہے۔ ہر فعل بد پر ہمارے سینہ میں ایک قسم کا ہیجان پیدا ہوتا ہے تحریکات بد یا تحریص ہمیں اپنی طرف کھینچتی ہے۔ ضمیر ہمیں روکتا ہے قدم قدم پر ہم اکثر پھسل جاتے ہیں۔ لیکن اگر ہم ضمیر کی آواز پر کان دھریں تو آہستہ آہستہ ضمیر میں طاقت پیدا ہو جاتی ہے۔ اور نفس امارہ کی مدافعت کے قابل یہ ہو جاتا ہے۔ ہم چاہتے ہیں کہ بدی سے بچیں اور نیک و بد میں تمیز کرنے کے قابل ہوں +

قرآن کریم نے اس حالت کے پیدا کرنے کا ایک عجیب لیکن فطری رستہ تجویز کیا ہے۔ انسان کی فطرت میں ایک معبود کی پرستش مرکوز ہے۔ خدا کا کوئی بھی مفہوم ہو ہمارے زاویہ نگاہ میں جو عمدہ سے عمدہ اور اچھی سے اچھی باتیں ہوں۔ وہی ہماری نگاہ میں ہمارے نزدیک اخلاق خداوندی ہیں۔ خدا کی خوشی یا اسکی ناراضگی ہی ہمارے ضابطۂ اخلاق کی اساس ہوتی ہے۔ جسکے متعلق ہمارا خیال ہو کہ خدا فلاں فلاں بات سے محبت کرتا ہے اس کا نام ہم نیکی رکھتے ہیں۔ اور ایسے ہی وہ چیزیں ہماری فہرست بدی میں داخل ہو جاتی ہیں۔ جو ہمارے نزدیک خدا کی نگاہ میں مقہور ہیں۔ چنانچہ جو باتیں اول الذکر کی فہرست میں آجائیں۔ انہیں ہم خوشی سے کرتے ہیں۔ اور آخر الذکر امور سے ہم بچنا چاہتے ہیں یہی باتیں ہمارے ضمیر یا نفس لوامہ کی ساخت ہوتی ہیں اسکے اُٹھان کے لئے قرآن کریم نے بعض باتوں کے متعلق فرمایا ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ ان باتوں سے پیار کرتا ہے۔ اور بعض کے متعلق فرمایا۔ کہ ان سے نفرت کرتا ہے۔ مثلاً فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ان سے محبت نہیں کرتا جو حدود کو توڑیں (۱) نقصان رساں چیزوں کے مرتکب ہوں (۲) ناشکر گذار (۳) ناانصاف (۴) مغرور (۵) شیخی باز (۶) دغاباز (۷) بدزبان (۸) اسراف کرنیوالے (۹) فخر ہونا (۱۰)

(۱) ۱۸۵/۲ (۲) ۲۰۵/۲ (۳) ۲۷۶/۲ (۴) ۵۶/۳ (۵) ۳۳/۱۴۰ (۶) ۳۶/۴ (۷) ۱۰۷/۴ (۸) ۱۴۸/۴ (۹) ۱۴۰/۶ (۱۰) ۲۳/۵۷ +

تحفظ و مباہات سے کام لینے والا (۱) +

اللہ تعالیٰ ان سے محبت کرتا ہے جو محسن ہوں (۲) انصاف پسند ہوں (۳) مطہر ہوں (۴) خدا کی جناب میں توبہ کریں (۵) اس پر بھروسہ کریں (۶) نیک کام کریں (۷) سچ بولیں (۸) اسی طریق پر فرمایا کہ خدا کی لعنت کا مورد وہ ہے جو بے ایمان ہو (۹) یا گنڈا تعویذ (۱۰) یا ٹونہ منتر جنتر پر ایمان رکھے (۱۱) توہم پرست (۱۲) مشرک (۱۳) منافق (۱۴) لوگوں کو صحیح راستہ سے روکنے والا (۱۵) معاہدے اور عہد کا توڑنے والا (۱۶) حق کا چھپانے والا (۱۷) صداقت پر تنازعہ کرنیوالا (۱۸) جھوٹ بولنے والا (۱۹) خدا اور خدا کے رسول کے متعلق بدزبانی کرنیوالا (۲۰) اور ایسے ہی قتل عمد کرنیوالا (۲۱) قرآن نے لعنت کا مفہوم خدا تعالیٰ سے دوری بتایا ہے۔ اس پر قرآن نے نفس لوامہ کے مضبوط کرنے کیلئے یہ باتیں بتلائیں۔ لیکن ان حسنات و سیئات کو کسی ایک صفحہ یا کسی سورت میں جمع نہیں کر دیا۔ نہ ان پر کوئی خطبہ یا سرمن پڑھا جس میں کہیں لعنت کا اور کہیں برکت کا ذکر ہو۔ ان باتوں کا ذکر جدا جدا مختلف طریقوں پر کیا۔ بعض جگہ فطرت انسانی کے نیک یا بد استعدادوں کا ذکر کرتے ہوئے ان حسنات و سیئات کا ذکر کیا۔ کہیں سابقہ قوموں کے ترقی و تنزل کے اسباب بیان کرتے ہوئے ان حسنات و سیئات کی طرف اشارہ کیا +

قرآن نے ان امور کا صرف نام ہی نہیں گنا دیا۔ بلکہ انکے خط و خال بھی بیان فرمائے۔ اور ان کا ایک ایسے انداز پر ذکر کیا۔ کہ جس سے ہمارے نفس میں بدی سے نفرت اور نیکی سے محبت پیدا ہو۔ اور اس محبت و نفرت کے باعث نفس لوامہ کی بالیدگی ہو۔ اسی کے متعلق قرآن نے بالتصریح ان امور کا بھی ذکر کر دیا۔ جو انسان کے دل کو پتھر بنا دیتی ہے۔ اور وہ اس درجہ تک پہنچ جاتا ہے۔ جب خدا تعالیٰ اسکے دل اور کان پر مہر لگا دیتا ہے۔ اور آنکھ پر پردہ ڈال دیتا ہے (۲۲) انکے ضمیر مردہ ہو جاتے ہیں۔ ان پر ترقی کی راہیں ہی بند ہو جاتی

(۱) ۷۶/۲۸ (۲) ۱۹۵/۲ (۳) ۱۴۲/۹ (۴) ۱۴۲/۵ (۵) ۵۸/۴ (۶) ۱۵۸/۳ (۷) ۷۵/۳ (۸) ۷۵/۱۰ (۹) ۶۴/۳۴ (۱۰، ۱۱، ۱۲) ۱۵۲، ۱۵۱/۴
(۱۳) ۵/۴۸ (۱۴) ۶۸/۹ (۱۵) ۲۳/۴۷ (۱۶) ۱۳/۵ (۱۷) ۵۹/۲ (۱۸) ۶۰/۴ (۱۹) ۷/۲۴ (۲۰) ۵۷/۳۳ (۲۱) ۹۳/۴ (۲۲) ۷/۲ +

ہیں - اور وہ اسفل السافلین میں چلے جاتے ہیں - وہ حالات ذیل کے ہیں:-

(۱) نطبے نیبزء الیٰ - نہ ماننے والوں کی جماعت ہیں کہ ایسے لوگ جن کے لئے ڈرانا یا نہ ڈرانا برابر ہو - الذین کفروا سواء علیھم ءانذرتھم .... + (۱)

(۲) منافق (۲)

(۳) دو رُخے - جب انہیں کہا جائے کہ فساد نہ کرو تو کہتے ہیں کہ ہم تو امن کے قائم کرنیوالے ہیں + (۳)

(۴) گھمنڈی - جب انہیں کہا جائے کہ تم بھی دوسروں کی طرح ایمان لاؤ تو کہتے ہیں - کہ کیا ہم دوسروں کی طرح ایمان لائیں + (۴)

(۵) بُزدل - جب ایمانداروں سے ملتے ہیں - تو کہتے ہیں کہ ہم مانتے ہیں اور جب اپنے شیطانوں (سرداران مخالفت) سے تنہا ملتے تو کہتے ہیں کہ درحقیقت ہم تو مذاق کرتے تھے + (۵)

(۶) عدم قوت فیصلہ - نہ ادھر نہ اُدھر + (۶)

(۷) موروثی بلا اعتقادی کی غلامی - جس پر ہم نے اپنے باپ دادوں کو پایا - وہی ہمارے لئے کافی ہے + (۷)

ان حالات سے بچنے اور مذکورہ بالا حسنات کو اختیار کرنے اور سیئات سے بچنے کے ساتھ ضمیر انسانی مضبوط ہو جاتا ہے - اور اس مقام پر پہنچ جاتا ہے کہ جب سیئات کا اس پر کوئی اثر نہیں رہتا - اور وہ نیکیوں کی طرف طبعاً مائل ہو جاتا ہے - اس مقام پر آ کر انسان اخلاق کی ابتدائی منازل میں آ جاتا ہے +

لیکن اس مقام پر ایثار کے بغیر پہنچنا ناممکن ہے - اور یہ مقام اسے ہی نصیب ہوتا ہے جو دوسروں کے لئے ہر ایک ایسی بات کرنے کو تیار ہو جاتا ہے - جو وہ اپنے نفس کیلئے کرتا ہے - کیونکہ بدی سے وہ بچتا ہے جو دوسروں کو بچنے

(۱) ۵/۲ (۲) ایسے بھی ہیں جو کہتے ہیں کہ ایمان لائے - حالانکہ وہ ایمان نہیں ۸/۲ (۳) ۱۱/۲ (۴) ۱۳/۲ (۵) ۱۴/۲ (۶) ۱۴۳/۴ (۷) ۱۰۴/۵ ، ۲۷/۵

ساتھ وہ نہیں کرنا چاہتا جو اپنے لئے پسند نہیں کرتا۔ اسی لئے میں نے کہا۔ کہ یہ امر ایثار کے سوا ناممکن ہے۔ اور ایثار انسان میں کس طرح طبعاً اور بلاتکلف پیدا ہو۔ اس راز کو بھی قرآن مجید نے ہی کھولا۔ یہ بات ایک صاحب عیال کو ہی حاصل ہوتی ہے۔ اسی لئے قرآن کریم نے انسان کی ابتدائی اصلاحوں میں شادی کا ذکر کیا۔ ایثار شرح صدر اور وسعت قلب کو چاہتا ہے۔ اسکے لئے سب سے پہلے نفس مُدرکہ میں توسیع کی ضرورت ہے۔ یعنی جس طرح انسان اپنی ضروریات اور اسباب دفع ضروریات کا ادراک طبعاً کرتا ہے۔ وہی ادراک دوسروں کی ضرورت اور اسکے دفعیہ کے لئے اسمیں پیدا ہو جاوے۔ اس معاملہ میں ادراک حیوانی اگرچہ بہت ہی محدود ہے۔ یہانتک کہ بچے کے پیدا ہونے پر جو ادراک مادری حیوانوں میں پیدا ہوتا ہے۔ اور جس ادراک کے ماتحت وہ بچوں کی ضروریات دیکھتے رہتے ہیں۔ وہ ادراک حیوانوں میں اُسی وقت معدوم ہو جاتا ہے۔ جب بچے اپنی ضروریات کو دیکھنے کے قابل ہو جاتے ہیں۔ مگر یہی ادراک حیوانی جب انسانی سینے میں اپنی ابتدائی شکل میں پیدا ہوتا ہے۔ تو یہ ایک لامحدود توسیع کی استعداد اپنے اندر رکھتا ہے۔ مسلم متکلمین نے اس ادراک حیوانی سے الانسان کی بالیدگی کے سات منازل تجویز کئے ہیں (۱) ادراک حیوانی (۲) ادراک انفرادی (۳) ادراک اہلی (۴) ادراک قومی (۵) ادراک ملکی (۶) ادراک نوعی (۷) ادراک کونی۔ دراصل ترقی رُوح بھی ترقی وسعت ادراک پر ہی وابستہ ہے۔ ادراک حیوانی میں سوائے ذاتی احساس کے کسی دوسرے کی ضرورت کا احساس نہیں ہوتا۔ بچپن میں کچھ تھوڑے عرصہ کے لئے یہ ادراک انسان میں رہتا ہی۔ لیکن بہت ہی جلد یہ ادراک ادراک انفرادی میں منتقل یا منبدل ہو جاتا ہے۔ آخر کار ہم مدنی بالطبع ہیں۔ اور کوئی سوسائٹی چل نہیں سکتی جسمیں انفرادی حقوق کی عزت نہ ہو۔ جسکے دوسرے معنے یہ ہیں کہ ممبران سوسائٹی

میں ادراک انفرادی نشو و نما پالے یعنی ذاتی حقوق کا جیسے مجھے خیال ہوتا ہے۔ ویسے مجھے دوسرے کے حقوق کا خیال ہو۔ یہ کیفیت تو ضرور تاہر ایک طبیعت میں پیدا ہو جاتی ہے۔ کیونکہ نظام سوسائٹی چل نہیں سکتا۔ لیکن اس ادراک کو اور وسیع کرنا بہت ہی گراں ہے۔ اسکے معنے یہ ہیں کہ ہم دوسرونکی ضروریات کا احساس اپنی ضرورت کی طرح کریں۔ اور انکے لئے دفع ضرورت کا تہیہ کریں۔ یہ تو ہی ہو گا کہ ہم اپنے مکسوبات اور مقبوضات کو بوقت ضرورت دوسرونکے سامنے رکھ دیں۔ اسی کا نام ایثار و قربانی ہے۔ اسی امر کا نام قرآن نے پہاڑی کے اوپر جانے کا نام تجویز کیا ہے (۱) لوگ عموماً محبت کا چرچا کرتے ہیں لیکن نہیں جانتے کہ محبت کا دوسرا نام قربانی ہے۔ اخلاق فاضلہ کی جان بھی بے نفسی ہی ہے۔ لیکن یہ بے نفسی نہایت آسانی سے اور بلا تکلف ایک متاہل کی زندگی میں پیدا ہو جاتی ہے۔ عقد نکاح سے دو شخص باہم پیوستہ ہو جاتے ہیں۔ باہمی اختلاط ان میں ایک دوسرے کے لئے ذاتی احساس پیدا کر دیتا ہے۔ بچے پیدا ہو کر روح ایثار کو اور بھی ترقی دیدیتے ہیں۔ ہماری گاڑھے پسینے کی کمائی بچوں کی خدمت میں لگجاتی ہے۔ نفسانیت مرجاتی ہے۔ قنا دہی ہی نئے تعلقات کو پیدا کر دیتی ہے۔ رشتہ داری اور دوستی کا دائرہ وسیع ہو جاتا ہے۔ ہمارے احساسات انکے لئے بھی ویسے ہی ہونے شروع ہو جاتے ہیں۔ جیسے اپنی ذات کیلئے۔ اسلئے وہ ادراک ذاتی جو متاہل زندگی میں ادراک اہلی میں متبدل ہو چکا تھا۔ اہل وعیال کی چار دیواری سے نکلکر اپنی چوتھے درجہ پر پہنچ جاتا ہے۔ جسے ہم ادراک قومی کہہ سکتے ہیں۔ یعنی قوم کے افراد کیلئے یا اپنے رشتہ داروں کے لئے۔ اسی طرح ایک امر کو محسوس کرنا جیسے اپنی ذات کیلئے۔ اس سے اگلی منزل ادراک ملکی اور اسکے بعد چھٹی منزل ادراک نوعی ہے۔ یعنی ہر فرد ملک ہر فرد انسان کی ضرورت کو اپنی ضرورت کیطرح محسوس کرنا۔ آخری شکل ادراک کی ادراک کونی یا ادراک ربانی ہے یعنی اس

(۱) ۹ / ۱۲ +

ادراک کا ساحل اپنے میں اور ہر مخلوق الٰہی میں فرق نہیں دیکھتا۔ ان کی ضرورت کو اپنی ضرورت سمجھتا ہے۔ اس مقام پر ہمارا ادراک اپنے مقام عالی پر پہنچ جاتا ہے۔ اور ہماری روح کے کُل پر و پرزے نکل آتے ہیں۔ الغرض ان سب کی تہ میں جو بنیادی چیز ہے۔ وہ محبت و مرحمت ہے۔ اس محبت و مرحمت کا تخم ہماری فطرت میں ہے لیکن اس تخم کی بالیدگی متاہل زندگی میں ہی ہوتی ہے۔ چنانچہ قرآن کریم نے فرمایا کہ "اللہ تعالے کا ایک یہ بھی نشان ہے۔ کہ اس نے تمہارے جوڑے پیدا کئے۔ اور تم میں مودت اور رحمت پیدا کردی (۱) اسلام میں شادی کا مقصد ہی یہی ہے۔ کہ انسانی فطرت کا جوہر محبت و رحمت باور ہو جائے + صحیح محبت اور سچی مرحمت طبعی رنگ میں ایک متاہل گھر میں ہی پیدا ہوتی ہے۔ قرآن کریم نے ایک اور آیت میں اس حقیقت کی طرف اشارہ کیا ہے۔ جو ہر خطبۂ جمعہ میں پڑھی جاتی ہے۔ ان اللہ یامر بالعدل والاحسان وایتاء ذی القربیٰ۔ اللہ تعالیٰ تمہیں نصفت شعاری اور احسان کا حکم کرتا ہے۔ اور یہ بھی حکم کرتا ہے کہ تم اوروں سے وہی سلوک کرو جو تم اپنے اہل و عیال سے کرتے ہو (۲) + نصفت شعاری سے ہی سوشل معاملات تکمیل حاصل کر لیتے ہیں۔ اس سے صحیح طریق پر ادراک انفرادی پیدا ہوتا ہے لیکن اس سے آگے کی ترقی یا تو احسان پر مبنی ہے یا دوسروں کے ساتھ اس سلوک کے کرنے سے پیدا ہوتی ہے جو ہم اپنے اہل و عیال سے کرتے ہیں۔ کیسے مختصر لیکن بلیغ طریق پر قرآن نے اس آیت میں کل فلسفہ اخلاق کو دو لفظوں میں جمع کر دیا۔ تم مخلوق الٰہی سے اس طرح پیش آؤ۔ جیسے تم اپنے بچوں سے پیش آتے ہو۔ تو ادراک مادری یا پدری متبدل بہ ادراک ربانی ہو جائیگا۔ النکاح من سنتی فمن رغب عن سنتی فلیس منی۔ **ترجمہ**۔ نکاح میری سنتوں میں سے ہے۔ اور جس نے میری سنت کو چھوڑا وہ مجھ سے نہیں + لیکن یہ بھی یاد رہے۔ کہ نکاح و شادی سے ہی یہ مقصد عظمیٰ پورا نہیں ہو سکتا۔ جبتک عورت کی حیثیت سوسائٹی میں نہ بڑھے۔ اور اخلاق اہلی

(۱) ۲۱/۳۰ (۲) ۹۰/۱۶ +

کوئی بہتر شکل اختیار نہ کریں +

اسلام کے ظہور سے پہلے کل دنیا میں عورت کی جو ذلیل سے ذلیل حالت تھی وہ محتاج بیان نہیں۔ قرآن آیا اور ایک ہی آیت میں عورت کا رتبہ مرد کے برابر کر دیا۔ یایها الناس اتقوا ربکم الذی خلقکم من نفس واحدۃ وخلق منها رجالا کثیرا ونساء۔

ترجمہ۔ اے انسانو! تم اپنے ربّ سے ڈرو جس نے تم مرد و عورت کو ایک ہی جوہر اور ایک ہی نفس سے پیدا کیا (۱) پھر فرمایا۔ عورتیں تمہارا لباس ہیں۔ اور تم انکے لباس ہو (۲) تمہارے حقوق ان پر وہی ہیں۔ جو ان کے تم پر ہیں (۳) اس ضمن میں نبی اکرم صلعم فرماتے ہیں۔ کہ مرد و عورت ایکدوسرے کے قوام ہیں۔ ایک نیک بی بی دنیا کی ایک قیمتی سے قیمتی چیز ہے۔ پھر فرمایا۔ اللہ تعالےٰ تمہیں حکم دیتا ہے۔ کہ عورتوں سے بہت ہی نیک سلوک کرو۔ وہ تمہاری مائیں۔ بہنیں۔ پھوپھیاں اور خالائیں ہیں۔ عورتوں کے حقوق کا احترام کرو۔ کیونکہ ہر حال میں ان کے حقوق محترم ہیں +

گوشوارہ آمد و خرچ ووکنگ مسلم مشن

دفتر ہندوستان بابت ماہ دسمبر ۱۹۲۴ء

تفصیل آمد	نمبر تفصیل	رقم آمد در ہندوستان: پائی	آنہ	روپیہ	تفصیل خرچ	نمبر تفصیل	رقم خرچ در ہندوستان: پائی	آنہ	روپیہ
امداد مشن	۱	۰	۲	۲۱۳	خرچ مشن	۳	۰	۰	۵۰۰
قیمت ریویو منفعت تقسیم	۲	۰	۸	۵۷۷	خرچ اسلامک ریویو	۴			
میزان	×	۰	۱۰	۷۹۰	میزان	۰	۰	۰	۵۰۰

نوٹ۔ پانصد روپیہ عملہ کی تنخواہ کیلئے پیشگی برامد کرایا گیا ہے۔ بجٹ پاس ہونے پر باقاعدہ تنخواہ عملہ دفتر محاسب میں جائیں گے اور یہ رقم واپس پیشگی میں جمع ہوگی۔ سکرٹری

دستخط ڈاکٹر غلام محمد آنریری فنانشل سکرٹری ووکنگ مسلم عزیز منزل لاہور

(۱) ۱/۴ (۲) ۱۸۷/۲ (۳) ۲۲۸/۲ +

نقشہ ۱ تفصیل آمد مشن درہندوستان بابت ماہ دسمبر ۱۹۲۴ء

اسمائے معطی صاحبان	پائی	آنہ	روپیہ
اسٹاک پوسٹل آڈٹ آفس مدراس	-	-	۳
جناب عبدالمعبود خان صاحب جیت پور	-	-	۱
" فضل الدین صاحب	-	-	۱۰
" فتح محمد صاحب راجمندری	-	-	۵
" سید سرمست حسین صاحب ٹمکور	-	-	۳
" محمد فاروق صاحب گورداسپور	-	-	۱
" اسد اللہ خان صاحب	-	-	۱
" عبدالعظیم صاحب انجن گاؤں	-	-	۱
" محمد ابراہیم صاحب بھوالی	-	-	۲
" میاں محمد خان صاحب اوکاڑہ	-	-	۲۰
" ڈاکٹر ایم۔ای صوفی صاحب بی۔اے کلکتہ	-	-	۱۰
" ایم۔ای خان صاحب بمبئی	-	-	۱
" امیر حسن صاحب کاکوری لکھنو	-	-	۱
" نور غنی صاحب امروکہ	-	-	۱۵
" خیرایت اللہ صاحب	-	-	۳
جنابہ فاطمہ بی بی صاحبہ لاہور	-	-	۱
جنابہ والدہ خلیل احمد صاحب لاہور	-	-	۲
جناب عبدالکریم صاحب رانچی	-	-	۳۰
جناب سلطان علی صاحب سیرامپور	-	-	۱۰
" تاج الدین صاحب ٹنڈی دتم	-	-	۱۰
حضور رفعت یار جنگ صاحب حیدرآباد	-	-	۱۵
جناب محمد عبدالواحد صاحب اجمیر	-	-	۱۲
" قاضی عابد علی صاحب حبتی پور	-	-	۴
" میاں محمد خان صاحب اوکاڑہ	-	-	۲۰
" عبدالرحیم صاحب کمی میسور	-	-	۱۲
" امیر حسن صاحب کاکوری لکھنو	-	-	۱
" سید محمد محمود صاحب دہلی	-	-	۴
" حکیم اجمل خان صاحب دہلی	-	-	۵
" منہاج الدین صاحب	-	-	۵
" فضل کریم صاحب آبازئی پشاور	-	-	۳
" سید سرمست حسین صاحب ٹمکور	-	۸	۱
میزان کل	۰	۲	۲۱۳

نقشہ ۲ تفصیل آمد اسلامک ریویو درہندوستان بابت ماہ دسمبر ۱۹۲۴ء

	پائی	آنہ	روپیہ
مفت تقسیم۔ جناب سید مقبول احمد صاحب مرادآباد	۰	۰	۵
" جناب ڈاکٹر ایم۔ای صوفی صاحب بی۔اے۔ کلکتہ	۰	۰	۱۰
" جناب رفعت یار جنگ صاحب حیدرآباد دکن مفت تقسیم شدہ طباعت کتب مشن	۰	۰	۲۰
" جناب حاجی محمد حمید اللہ خان صاحب بہادر بھوپال	۰	۰	۱۵۰
میزان	۰	۰	۱۸۵
قیمت اسلامک ریویو	۰	۸	۳۹۲
کل میزان اسلامک ریویو و مفت تقسیم	۰	۸	۵۷۷

اسلام قرآن کی زبان میں

صلح و محبت کا مذہب

حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مبلغ اسلام کا لیکچر بمبئی میں

۱۳ - اکتوبر کی رات کو کاؤس جی جہانگیر ہال بمبئی میں حضرت خواجہ کمال الدین صاحب نے انگریزی زبان میں ایک لیکچر اسلام کے صلح اور محبت کا مذہب ہونے پر ڈاکٹر جیونجی مودی کی صدارت میں دیا۔ جس کا ترجمہ قارئین کرام کے فائدہ کیلئے حسب ذیل ہے:-

مجھے ایک ایسے مضمون پر لیکچر دینے کے لئے کہا گیا ہے جس کو اسقدر تھوڑے وقت میں جو میرے سپرد ہے پورے طور پر بیان کرنا مشکل ہو۔ گھنٹہ یا دو گھنٹہ کی تو ایک طرف ان اصولوں کی وضاحت اور تشریح کے لئے جو قرآن اور حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے نسل انسانی میں صلح محبت اور رشتہ موانست پیدا کرنے کیلئے وضع کئے ہیں۔ اور جن کو خیالات قومیت رنگ اور زبان کے امتیازات سے قطع نظر کرتے ہوئے مختلف شعبہ ہائے زندگی میں قائم کرنا چاہا ہے جلدوں کی جلدیں بکار ہیں۔ اس مختصر سے وقت کو مدنظر رکھتے ہوئے میری سپرد ہے۔ میں اس مسئلہ کے نام نہاد مذہبی پہلو کو لیتا ہوں (نام نہاد مذہبی پہلو میں اس کو جان بوجھ کر کہتا ہوں ورنہ ہر کام جو میں مختلف شعبہ ہائے زندگی میں کرتا ہوں وہی قرآن کریم کی تعلیم کے ماتحت میرا مذہب ہے) اسلام مذہب کو چند رسمیات کی ادائیگی یا خاص عبادت تک ہی محدود نہیں رکھتا۔ ہم مسلمان اپنے ہفتہ کے دنوں کو اس طرح تقسیم نہیں کرتے کہ کچھ دن خدا کے ہوں اور کچھ انسانوں کے +

ہر ایک دن خدا کا دن

ہے۔ اگر انسان خدائی زندگی کو بسر کرتا ہو۔ میری خانگی زندگی میری کاروباری زندگی میری وہ زندگی جو ایک شہری ہونے کے لحاظ سے ہے۔ وہ زندگی جو ایک ہمسایہ ہونیکے

لحاظ سے میں بسر کرتا ہوں۔ یہ سب میرا مذہب ہے۔ اگر میں ان تمام مختلف حالات میں احکام الٰہی کی کامل اطاعت کو مدنظر رکھتا ہوں۔ وہ احکام جو انسانی معاملات کی سرانجام دہی میں ہمارے معین و مددگار ہیں۔ ایک مسلمان کیلئے ضروری ہے کہ وہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا مطیع و فرمانبردار ہو۔ جن کو قرآن کریم کا حکم ہے کہ اپنی زندگی کا مقصد دنیا کو ان الفاظ میں بتائیں۔ کہ قل ان صلوٰتی ونسکی ومحیای ومماتی للہ رب العٰلمین۔ کہدے کہ میری نماز اور میری قربانی اور میرا جینا اور میرا مرنا سب خدا کے لئے ہے جو رب العالمین ہے۔ یعنے تمام اقوام۔ تمام مذاہب اور مختلف طبقات انسانی کا خالق۔ ان کو قائم رکھنے والا اور رازق ہے (المائدہ ۱۶۳)

غرض انسانیت کو بلند کرنا ایک بہت بڑا مقصد ہے۔ جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ہے۔ لیکن آج میں مذہب کو اس تنگ دائرے کے اندر دیکھنا چاہتا ہوں۔ جو اس لفظ کا عام طور پر مفہوم سمجھا جاتا ہے۔ اگلے دن چوپاٹی (بمبئی) پر ایک خاص بات میرے خیال میں آئی۔ جو شاید بہت لوگوں کے نزدیک ایک بے سرا راگ سمجھی جاتی ہوگی۔ ہمارے بعض دوست ایک مسلمان کے منہ سے یہ سننا زیادہ پسند کرتے ہیں۔ کہ وہ پہلے ہندوستانی ہے اور بعد میں مسلمان"۔ لیکن میں کہتا ہوں۔ اور میں ایسا کہنے میں اپنا فخر سمجھتا ہوں۔ کہ میں پہلے مسلمان ہوں اور پھر ہندوستانی" اسلام اور صرف اسلام ہی ہے (اور کوئی ایسا ملک جو قومیت کے خیال کا دلدادہ ہو یا کوئی حب الوطنی کا جذبہ نہیں۔ جو میرے اندر یہ احساس پیدا کرتا ہے کہ میں ان تمام ضروریات کو پورا کروں جو دنیا میں صلح و محبت باہمی ہمدردی اور احساس اور حب الوطنی کے اصولوں کو قائم کرنے کے لئے درکار ہیں۔ اور

مسلمان کون ہیں؟

میری بجائے قرآن کریم اس سوال کا جواب دیگا۔ قل اٰمنا باللہ وما انزل الینا وما انزل الی ابراھیم واسمٰعیل واسحٰق ویعقوب والاسباط وما اوتی موسیٰ وعیسیٰ وما اوتی النبیون من ربھم لا نفرق بین احد منھم ونحن لہ مسلمون (البقرہ: ۱۳۶) کہدے ہم ایمان لائے اللہ پر اور جو اتارا ہم پر اور جو

اُتارا گیا ابراہیم اور اسمٰعیل اور اسحاق اور یعقوب اور قبائل کیطرف اور جو اُتارا گیا موسیٰ اور عیسیٰ کی طرف اور جو نبیوں کو انکے رب کی طرف سے دیا گیا۔ ہم انمیں سے کسی میں فرق نہیں کرتے۔ اور اسکے بعد (اللہ تعالےٰ کے) فرمانبردار ہیں +

ہم اس پر ایمان رکھتے ہیں جو نبیوں کو انکے رب کی طرف سے دیا گیا۔ اور کیا قرآن کریم نے کھلے لفظوں میں نہیں فرمایا۔ کہ ہر ایک قوم ہر ایک جماعت اور ہر ملک کو خدا تعالیٰ کی طرف سے ایک نہ ایک رہنما اور نذیر ملا ہے ؟ اور ہندوستان اسمیں کیوں شامل نہیں ؟ میں بحیثیت مسلمان اس بات کا پابند ہوں کہ

دنیا کے تمام پیغمبروں کی صداقت

پر ایمان لاؤں قرآن کریم کے فرمان کے مطابق میرے لئے ضروری ہے کہ میں بائبل کی اصل تعلیم کو جو ابتدا میں اتری اپنی مذہبی کتاب سمجھوں۔ جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوئی ہے۔ میں وید مقدس اور جناب زرتشت کے دانشمندانہ اقوال کو اپنے ہندو اور پارسی بھائیوں کی محبت میں ایک مشترکہ جائداد سمجھتا ہوں مجھے انبیائے کرام میں کوئی تفریق نہ کرنی چاہئے۔ کہ میں ایک نبی کو مانوں اور دوسرے کا انکار کروں۔ جیسا کہ قرآن کریم نے مجھے حکم دیا ہے۔ اور کیوں میں ایسا کروں جبکہ مجھے خدا تعالیٰ کی اطاعت کرنی ہے۔ نہ کہ کسی انسان کی ؟ یہی اسلام ہے۔ اسلئے اللہ تعالےٰ کے الہام کے آگے سر تسلیم خم کر دینا چاہئے۔ اور قطعاً اس بات کا خیال نہ کرنا چاہئے کہ وہ کہاں نازل ہوا۔ خواہ وہ ہندوستان میں آیا ہو یا عرب میں مجھے اس کا ماننا ضروری ہے۔ بشرطیکہ اسکی اصل اور خالص تعلیم مجھ تک پہنچ جائے۔ اگر ہم قرآن کریم کے اس زرین اصول پر عمل کریں۔ اور نصف سے زیادہ مشکلات اور مصائب ہمارے رستے دُور ہو جاتی ہیں۔ میں تمام قدیم مذاہب کی اصلیت کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے مانتا ہوں اور یہی قرآن کا ارشاد ہے۔ اگر بعض جگہ مجھے دوسروں سے اختلاف ہوگا تو وہ کسی عبارت کے مطلب و مفہوم یا اس کی اصلیت کے سوال میں ہوگا۔ کیا ہمارے ہندو بھائی جو مختلف فرقوں اور خیالات سے تعلق رکھتے ہیں عبارات

کے مطالب اور مفہوم کے سمجھنے میں آپس میں مختلف ہونے کی وجہ سے ایکدوسرے سے دست و گریبان نہیں ہیں؟ کیا ویدوں کے سمجھنے میں

آریہ اور سناتن دھرمی

ہندوؤں میں بُعد المشرقین نہیں پایا جاتا؟ مجھے وہ اگر بُت شکن قرار دیتے ہیں تو سوامی دیانند نے بھی وہی کام نہیں کیا؟ میں اگر توحید الٰہی پر ایمان رکھتا ہوں تو کیا راجہ رام موہن رائے بھی اسی کا قائل نہ تھا؟ ہندو دوستو! جب تم ایک آریہ اور برھمو سے بھی مل کر اپنے دل کو برقرار رکھ سکتے اور اُسے تشفی دے سکتے ہو تو میرے ساتھ کیوں تم اُلجھتے اور جنگ کرتے ہو۔ ہندوؤں کے مختلف اصولوں اور تعلیمات کا مطالعہ کرو! اور تم میرے اعتقادات میں جہانتک بُنیادی اصولوں کا تعلق ہے۔ ایک بھی ایسی بات نہ پاؤ گے جس کو ہندوؤں کا ایک یا دوسرا فرقہ مانتا نہو +

پہلے مسلمان اور پھر ہندوستانی

میں تمہارے ہر فرقہ کے اصولوں میں سے بہتر بن خیالات کو لے لیتا ہوں اور انہی میں اسلام کا بہت بڑا حصہ آجاتا ہے۔ کیا میرا ہندوستانی ہونا میرے اندر ایسا احساس پیدا کر سکتا ہے جس کی وجہ سے دُنیا کے تمام آسمانی رہنماؤں کی عزت میرے اندر پیدا ہو جائے؟ میں کہتا ہوں ہرگز ایسا نہیں ہوسکتا۔ لیکن اسلام اس قسم کا احساس پیدا کر دیتا ہے! اور اسلئے میں بڑے فخر کے ساتھ یہ کہتا ہوں کہ میں پہلے مسلمان ہوں اور پھر ہندوستانی۔ یہ وسیع القلبی کی تعلیم ایک ایسے مذہب کے ذریعہ ہمیں ملی ہے جس کو تنگدلی کے الزام سے مُلوّث کیا گیا ہے۔ دُنیا کے تمام مقدس صحائف کو کھولو اور انہیں مجھے دکھاؤ۔ کہ کہاں اس قسم کی تعلیم انہیں دی گئی ہے۔ جسکو میں نے قرآن کریم سے تمہیں پڑھکر سنایا ہے۔ اس کتاب کا نام تنزیل من رب العٰلمین رکھا گیا ہے۔ یعنے وہ الہام جو تمام جہانوں کے خالق و رازق کیطرف سے نازل ہُوا ہے کس طرح وہ کوئی ایسی تعلیم دے سکتی تھی جو کسی ایک انسان کی بھی بہبودی اور فائدہ کے خلاف ہو۔ قطع نظر اسبات سے کہ وہ کون سے مذہب

کا پیرو ہے۔ میں یہاں صرف ایک آیت آپ کے سامنے پڑھتا ہوں اور قرآن کریم اس قسم کی آیات سے بھرا پڑا ہے:۔

اعبدوا اللہ ولا تشرکوا بہ شیئا و بالوالدین احسانا و بذی القربیٰ والیتمیٰ والمساکین والجار ذی القربیٰ والجار الجنب والصاحب بالجنب۔ اللہ کی عبادت کرو۔ اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھیراؤ اور والدین کے ساتھ احسان کرو۔ اور قریبیوں کے ساتھ اور یتامیٰ اور مساکین اور قریبی ہمسایوں کے ساتھ اور اجنبی ہمسائیوں کے ساتھ اور جو شخص سفر میں تمہارا ساتھی ہوا اس پر احسان کرو (النساء: ۳۶)

الجار الجنب (اجنبی ہمسایہ) کے الفاظ پر غور کرو۔ اور بتاؤ کہ کونسی قوم نسل انسانی کا کونسا طبقہ ہے جو اس سے باہر رہجاتا ہے۔

پھر دوسری بات یہ ہے کہ ہمارے حضرت نبی کریم صلعم کو رحمۃ للعالمین کہا گیا ہے۔ یعنے آپ تمام نسل انسانی کے لئے باعث رحمت ہیں۔ کیا ایک مسلمان محمد رسول اللہ صلعم کا سچا متبع ہوسکتا ہے اگر اسکی حرکات سے اسکے ساتھیوں کو تکلیف اور دُکھ پہنچے

تیسرے میں اپنی روزانہ نمازوں میں اس خدا کی عبادت کرتا ہوں جو رب العلمین ہے۔ یعنے سب کا خالق اور رازق ہے۔ نمازیں یا زبانی شکریے اللہ تعالیٰ کے نزدیک کوئی حقیقت نہیں رکھتا اگر انہی الفاظ کا جو ہم زبان سے نکالتے ہیں مطلب و مفہوم عمل میں لاکر نہیں دکھاتے خدا تعالےٰ کی عبادت اور پرستش تم کس طرح کرسکتے ہو۔ اگر دوسروں پر ظلم و ستم کرتے۔ اور ان کیلئے موجب تکلیف ہوتے ہو۔ کیا دوسرے لوگ اسی رب العلمین کی مخلوق نہیں۔ جس کے ہم بھی پیدا کردہ ہیں؟ ایک مسلمان اسبات کا پابند ہے کہ وہ

ربّ العالمین کے مقاصد

اور اُسکے کاموں کو پورا کرے۔ اپنے اردگرد دیکھ لو جہانتک جسمانی ربوبیت کا تعلق ہے۔ ایک دہریہ بھی الٰہی رحمتوں کا مورد ہے جو ایک مومن پر نازل ہوتی ہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ اپنی برکات کو سب پر نازل فرماتا ہے۔ تو اے ہندوؤ! عیسائیو!

اور مسلمانو! تم کو کیا حق حاصل ہے۔ کہ کسی کو رحمت الٰہی سے محروم کر دو؟ مسلمانو! تم تو اس بات کے قائل ہو کہ تمہارا اللہ رحمٰن اور رحیم ہے وہ رحیم و کریم خدا ہے جس کی رحمت و ربوبیت سب پر حاوی ہے۔ اور اس بات کا اسے کوئی لحاظ نہیں کہ کوئی شخص کسی عقیدہ یا مذہب کا پابند ہے۔ کیا تمہیں تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے یہ ارشاد نہیں۔ کہ اپنے بچوں کے نام تم خدا کے نام پر رکھو۔ اور اس سے پہلے عبد (یعنے بندہ) کا لفظ لگا دو؟ پس اگر تم عبد الرحمٰن نام کو پسند کرتے ہو تو ضروری ہے کہ تمہارے کاموں سے یہ ظاہر ہو کہ تم رحمٰن کے بندے ہو! ور تم نہایت عجز کے ساتھ اس رستہ پر گامزن ہو جو رحمٰن کا رستہ ہے۔ کیا حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم نے

تخلقوا باخلاق اللہ

کے پاکیزہ الفاظ میں تم پر یہ فرض نہیں ٹھیرا دیا۔ کہ تم سے وہی اخلاق ظاہر ہونے چاہئیں۔ پس اگر تم عبد الرب اور عبد الرحمٰن ہو تو ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ کی تمام مخلوق کو تم سے فائدہ حاصل ہو مسلمانو! تم کو قرآن کریم نے حکم دیا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ سے محبت کرو۔ اور اسی کو اپنی تمام مقصود اور مطلوب اشیاء پر مقدم رکھو لیکن

اللہ سے محبت کسطرح ہو

اسکے جواب کے لئے میرے پاس مت آؤ۔ تمہارا پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم تمہیں بتاتا ہے کہ "اگر تم اللہ سے محبت کرنا چاہتے ہو تو اسکی مخلوق سے محبت کرو"۔ آہ! ان پاک اور مقدس الفاظ کو اپنے نازیبا حرکات سے ہم کسقدر جھٹلاتے ہیں۔ تم ایک جانور۔ ایک کتے ایک گھوڑے اور ایک بلی سے محبت کرتے ہو۔ لیکن کیا انسان اللہ تعالیٰ کا ظل نہیں؟ کیا وہ اللہ تعالیٰ کی بہترین صنعت نہیں۔ قطع نظر اس سے کہ وہ ہندو ہے یا پارسی یا عیسائی؟ ہندو دوستو! تم

گائے کی حفاظت

پر بیشک اپنا پورا زور صرف کرو۔ لیکن انسان "رام مور لی" اللہ تعالیٰ کی تصویر ہے! اور وہ یقیناً گائے سے بڑھ کر ہے، گائے کی حفاظت پرمیشر کی نظر میں کیا وقعت حاصل کر سکتی ہے اگر تم اپنے جذبات کی حرارت کے اثر سے نسل انسانی کو دکھ پہنچاتے ہو؟

میں اس مضمون پر گھنٹوں تقریر کر سکتا۔ اور قرآن کریم میں سے اپنی تائید میں آیات پر آیات پڑھ سکتا ہوں۔ لیکن مجھے اس ضروری مسئلہ کے متعلق بھی کچھ کہنا ہے۔ جو مختلف مذاہب کے معابد سے تعلق رکھتا ہے +

ہستئ باریتعالیٰ

یہ مضمون جس قدر اہم ہے۔ اور جسقدر مشکل سے مشکل امور ایک مصنف کی راہ میں پیدا کر دیتا ہے۔ جب وہ خدا تعالیٰ کی ہستی کے ثبوت میں قلم اٹھاتا ہے۔ ویسا ہی اسبات کی بھی ضرورت ہے۔ کہ قرآن کی روشنی میں اس مضمون پر کچھ لکھا جائے۔ قارئین کرام نے اشاعت اسلام کے صفحات میں اکثر یہ بحث دیکھی ہوگی۔ کہ جس بات نے مختلف مذاہب میں اعتقادی تفرقہ ڈال رکھا ہے۔ اس کی بناء خدا تعالیٰ کی وہ صفات ہیں۔ جو مختلف مذاہب میں مختلف زاویۂ نگاہ سے بیان کئے یعنی ان صفات باریتعالیٰ کے بیان کرنے میں مختلف مذاہب نے ایکدوسرے سے اختلاف کیا۔ اور اسی اختلاف نے عقاید مختلفہ پیدا کر دیئے۔ آخر ایک بڑا بھاری فرق جو عیسائیت اور اسلام میں ہے وہ یہ ہے کہ ہمارا خدا

لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ

ہے۔ اور عیسائی خدا باپ بھی ہو سکتا ہے اور بیٹا بھی۔ یہی اصولی اختلاف اسلام اور دیگر مذاہب میں ہے۔ دہریہ بھی اس ہستی کو مان نہیں سکتے جس کا نقشہ عیسائیوں نے یا دوسرے مذاہب نے کھینچا ہے بالمقابل اگر خدا ے

اسلام کو یا بالفاظ دیگر ان صفات الٰہیہ کو جو قرآن کریم نے پیش کئے ہم ایک دہریہ کے سامنے رکھیں تو آج کل سائنس کی روشنی میں اس خدا کی ہستی سے اِنکار کرنا کوئی آسان کام نہیں۔ یعنی اگر خدا کی ہستی کا ثبوت سائنس کی روشنی میں ہوسکتا ہے تو وہ **خدائے اسلام** ہے۔ ایک مدت سے مختلف اصحاب نے ہمیں لکھا۔ کہ ہم حضرت خواجہ صاحب سے اس مضمون پر کچھ لکھائیں۔ خواجہ صاحب نے بھی کئی دفعہ قلم اُٹھائی۔ لیکن وہی دماغی عوارض تکمیلِ کتاب کے مانع ہوئے۔

بحمد اللہ!

یہ مضمون آخر کار تکمیل تک پہنچ گیا۔ اور عنقریب ناظرین کے سامنے آجائیگا +

اسلامیہ اسٹیم پریس بیرون بھاٹی دروازہ لاہور میں منشی محمد شفیق خاں کے اہتمام سے چھپوا کر خواجہ عبدالغنی مینجر ادارہ اشاعت اسلام عزیز منزل لاہور سے شائع کیا

بابت ماہ مارچ ۱۹۳۱ء

رجسٹرڈ ایل نمبر ۹۰۸

وَلْتَكُن مِّنكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ ۚ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ

رسالہ
اشاعت اسلام

اردو ترجمہ

اسلامک ریویو انگریزی مجریہ مسجد ووکنگ (انگلستان)

زیر ادارت

خواجہ کمال الدین

قیمت تین روپیہ آٹھ آنے سالانہ

قیمت پانچ روپیہ سالانہ ممالک غیر کیلئے

پتہ۔ درخواستہائے خریداری بنام منیجر رسالہ اشاعت اسلام

عزیز منزل۔ برانڈرتھ روڈ۔ لاہور (پنجاب)

سنہ ۱۹۳۱

مسلم پرنٹنگ ورکس لاہور میں [illegible] کے اہتمام سے چھپوا کر خواجہ عبدالغنی منیجر اشاعت اسلام عزیز منزل برانڈرتھ روڈ لاہور سے شائع کیا

تصنیفات حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مبلغ اسلام امام شاہجہان مسجد ووکنگ انگلستان

نام کتاب	قیمت	نام کتاب	قیمت
توحید فی الاسلام بلا جلد عہ مجلد	۵ر	ام الالسنہ معروف بہ زندہ و کامل زبان بلا جلد ۱۲ار	عہ ر
سلک مرواریدمعرکۃ الارا دس لیکچروں کا مجموعہ بلا جلد ۲ر	۱۲ار	براہین نیرہ بلا جلد ۱۲ار مجلد	۲ر
ینابیع المسیحیت بلا جلد عہ مجلد	۱۲ار	پیام اسلام	۸ر
ضرورت الہام بلا جلد ۱۲ار مجلد	۱ر	مقصد مذہب	۳ر
راز حیات یا انجیل عمل بلا جلد عہ مجلد	۱۰ار	خطبات غربیہ بلا جلد ۱۲ار مجلد	۸ر
مکالمات ملیہ بلا جلد ۱۳ار مجلد	۲ر	سیر افکار یا روحانیت فی الاسلام بلا جلد ۱۲ار مجلد	۱ر
مطالعہ اسلام بلا جلد ۱۲ار مجلد	عہ ر	ہستی باری تعالیٰ بلا جلد	۶ر
اسلام میں کوئی فرقہ نہیں ۱۴ار مجلد	۲ر	یسوع کی الوہیت اور اسکی کامل انسانیت پر ایک نظر	۴ر
لمعات انوار محمدیہ بلا جلد ۶ر مجلد	۱۰ار	اسلام اور علوم جدیدہ	۴ر
مذہب محبت	۷ر	صلائے نصرت باہل ہمت۔	۳ر
ذرات عالم کا مذہب	۸ر	حیات بعد الموت	۱۳ار
اسوۂ حسنہ معروف بہ زندہ و کامل نبی بلا جلد	۷ر	جہد للبقاء	۴ر

دیگر مصنفین

نام کتاب	قیمت	نام کتاب	قیمت
جمع قرآن	۱۲ار	سیرت نبوی قیمت صرف	۴ر
قرآن شریف مترجم شاہ رفیع الدین صاحب محدث دہلوی مجلد	للعہ	لندن میں جلسۂ مولد النبی صلعم	۲ر
دنیا کے مشہور شہدائے ثلاثہ بلا جلد	۷ر	قرآن اور جنگ۔ قیمت صرف	۳ر
اسلامی نماز کا فلسفہ قیمت صرف	۳ر	پادری صاحبان کے لیئے حل طلب معمہ	۱ر
تفسیر سورہ فاتحہ قیمت	۲ر	سیرت خیر البشر عہ مجلد عہ۔ مقام حدیث بلا جلد عہ مجلد	۹ر
اسلام یعنی ہمدردی بنی نوع کا مذہب۔	۴ر	تصاویر نو مسلمان یورپ فی درجن ۱ار تین درجن مجلد	۲ر
اسلامی نماز اور اُسپر مغربی اعتراض صرف	۱ر	تصاویر نماز عیدین مسجد ووکنگ قیمت فی درجن	۱۰ار

درخواستیں بنام منیجر مسلم بک سوسائٹی۔ عزیز منزل برانڈرتھ روڈ لاہور (پنجاب) آنی چاہئیں۔

Mr. LINICH, whose declaration form is appended below, was introduced to Islam by Mr. R. E. Walker, who accepted Islam last year (*vide* his photo in ISLAMIC REVIEW for January, 1930). Mr. Walker writes to say that "this young man is tired of a religion which is built upon legends and stories of past ages. He wants a solid foundation to build his character on. He does not find it in the Christian religion; hence his conversion to Islam."

DECLARATION FORM

I, Ernest Linich, son of Franz Linich, do hereby faithfully and solemnly declare of my own free will that I adopt ISLAM as my religion; that I worship One and only Allah (God) alone; that I believe Muhammad to be His messenger and servant; that I respect equally all prophets—Abraham, Moses, Jesus, etc.; that I will live a Muslim life by the help of Allah.

Lā Ilāha il 'l-Lāha
Muhammad ar-Rasūl Allāh.

فہرست مضامین

رسالہ

اشاعت اسلام

نمبر ۱۷ | بابت ماہ مارچ سنہ ۱۹۳۱ء مطابق ماہ شوال سنہ ۱۳۴۹ھ | نمبر ۳

ووکنگ مسلم مشن } آپ کی صدقات ۔ زکوٰۃ ۔ خیرات کا بہترین مصرف اشاعت اسلام کا وہ عظیم الشان کام ہے ۔ جو ووکنگ مسلم مشن کے ذریعہ یورپ میں ہو رہا ہے ۔ ہم اُن احباب کا شکریہ ادا کرتے ہیں ۔ جنھوں نے اپنی زکوٰۃ و فطرانہ کا کثیر حصہ اُس کار خیر میں ارسال فرمایا ہے ۔ اُن احباب کے اسمائے گرامی اشاعت آئندہ میں انشاءاللہ بدیہ ناظرین کرام ہونگے +

خادم ۔ سکرٹری

نمبر ۳

تشریح تصویر اس رسالہ کو ہم جناب مسٹر لینج کے فوٹو سے زینت دیتے ہیں شکل و صورت سے ہی یہ پُرجوش نوجوان نظر آتے ہیں۔ لیکن اُن کے قبول اسلام سے جو ہمیں ایک خاص مسرت ہُوئی ہے۔ وہ یہ ہے کہ ان کو اسلام کی طرف ایک نومسلم ہی لے آئے ہیں۔ ابھی پچھلے سال ہی مسٹر واکر کی تصویر ان صفحات میں چھپی تھی۔ اور ان کے اعلان اسلام پر ہم سجدات شکر بجالا رہے تھے۔ مسٹر موصوف نے اپنا اعلان کرتے ہوئے جو کچھ کہا اُسے سچ کر دکھایا۔ اور اپنی مصروفیتوں کے ہوتے ہُوئے وہ اشاعت اسلام میں بجیم مصروف ہیں۔ اور آخر اُن کی مساعی جمیلہ مشکور ہوئی +

ہم اُس دن کے منتظر ہیں۔ کہ جب ہمارے نومسلم بھائی مشعلِ اسلام اُٹھا کر خود اس مذہب کے مبلغ ہو جائینگے۔ تاریخ اسلام بھی یہی کہتی ہے۔ ہماری یہ بھی دُعا ہے کہ یہ لوگ خود غرضی سے بچ جائیں۔ اور مذہب کو تجارت نہ بنائیں۔ جیسا کہ پچھلے دو تین سال میں ایک عبدالاغراض نے ایسا کیا۔ وہ نادان اس طرح سے لالچ کا شکار ہو گیا۔ کہ ۱۹۲۷ء میں اُس نے اپنے گھر کے تہ خانے میں چند نمازیں پڑھ کر اعلان کر دیا۔ کہ میں نے لندن میں مسجد بنالی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون مسلمان بھائی اس سے بچیں +

ذیل میں مسٹر لینج کا اعلان اسلام ہدیہ ناظرین کرام کیا جاتا ہے

میں فرزند لینج کا بیٹا۔ آرنسٹ لینج اپنی رضا و رغبت سے ضمیم قلب کے ساتھ اسلام قبول کرتا

ہوں۔ میں ایک ہی خدائے واحد کی عبادت کرتا ہوں۔ میرا ایمان ہے کہ حضرت محمد صلعم اللہ تعالےٰ کے سچے پیغمبر اور اس کے بندے ہیں۔ میرے دل میں تمام انبیاے کرام حضرت ابراہیم جناب موسیٰ، جناب عیسیٰ علیہ السلام کی مساویانہ عزت و احترام ہے۔ میں انشاء اللہ تعالیٰ ایک مخلص مسلم کی زندگی آیندہ بسر کرونگا۔ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ +

ایک اور شہید قوم

آج قوم کو صحیح طور پر محمد علیؒ کا رونا ہے۔ آج وہ آواز جو غفلت سے اپنے بھائیوں کو جگانے کے لئے بخوف و خطر ہو کر پکارتی تھی۔ وہ ہمیشہ کیلئے خاموش ہو گئی۔ مرحوم نے اپنے دُنیوی مفاد کو قومی مفاد پر ہمیشہ قربان کیا۔ ہم میں کون ہے۔ جو غلطیوں سے پاک ہے۔ اور اگر مرحوم و مغفور کسی معاملہ میں کسی نقطۂ خیال سے جادۂ اعتدال سے اِدھر یا اُدھر ہو گیا۔ تو اس لئے قابل اعتنا نہیں ہے۔ وہ اُن کی کسی ذاتی غرض کی وجہ سے نہ تھا۔ اُن کی اپنی ذاتی رائے میں وہی بات صحیح تھی۔ جو انھوں نے اختیار کی۔ ولایت جانے سے پہلے ہی وہ امراض و آلام کا شکار تھے۔ کون عقلمند اُن کو ولایت جانے کا مشورہ دے سکتا تھا۔ انھیں سب نے ہی روکا۔ لیکن اُن کا قومی درد انھیں ولایت لیگیا۔ اور جسے انھوں نے قومی فرض سمجھا۔ اُسی کی ادائیگی میں اس دُنیا سے رخصت ہو گئے +

اس موقعہ پر ہمیں شہید مرحوم کا ایک واقعہ یاد ہے۔ جس کی طرف حضرت خواجہ صاحب نے کئی دفعہ مرحوم کو متوجہ کیا۔ ایام سکونت چھندواڑہ میں مرحوم نے ایک خط لکھا تھا۔ کہ وہ آیندہ اپنی زندگی اشاعت اسلام میں صرف کرینگے۔ اور اُن کا مسکن دوکنگ ہوگا۔ اُن کے اس پاک ارادہ کا خیر مقدم اگر حضرت خواجہ صاحب نہ کرتے تو اور کون کرتا۔ لیکن جُوں ہی مرحوم اسیری فرنگ سے نکلے۔ تو وہ کانگرس کے پلیٹ فارم پر دیکھے گئے۔ پھر چند سال کے بعد اُنھوں نے یہ لکھا۔ کہ وہ اپنے تجربہ کے رُو سے اس نتیجہ پر آ چکے ہیں۔ کہ کشتیٔ اسلام آج اشاعت اسلام کے ذریعہ سے ہی بچ سکتی ہے۔ لیکن جب وہ دوبارہ پولیٹیکل قید سے

باہر آئے۔ تو پھر سیاسی دلچسپیاں اُنھیں اشاعت اسلام کی طرف نہ لا سکیں +

بہر حال جس رنگ میں وہ رہے۔ وہ قوم کے خادم ہی رہے عُسر یُسر کی دونوں حالتیں دیکھیں لیکن انھوں نے قومی خدمت کو مقدم سمجھا۔ ہمیں اس بات کا افسوس ہے۔ کہ اگر یہ بزرگ اشاعت اسلام کے غرض کو سیاست پر مقدم رکھتے۔ اور ہندوستان میں ہی کام کرتے تو آج قوم کسی اور حالت میں ہوتی۔ ہم نے محاورۂ پنجابی ہر قسم کے پاپڑ بیل لئے۔ نیک نیتی سے ہر ایک کام کر دیکھا۔ لیکن آج سوائے ناکامی کے اور کوئی بات ہمیں نظر نہیں آتی نتیجہ یہ ہماری حالت ہو گئی ہے۔ کہ آج ہم میں دوسرا محمدؐ علی نہیں۔ دن بدن ہلاکت کے قریب جا رہے ہیں۔ گدھے کی طرح ایک دلدل میں ہم پھنس گئے ہیں۔ اور اس سے نکلنا مشکل ہو گیا ہے۔ اور حیرت یہ ہے۔ کہ یہ دلدل۔ مذہب کے غلط مفہوم اور نظریہ نے پیدا کر رکھا ہے۔ مسلمان خوب یاد رکھیں۔ کہ اگر وہ کامیاب ہونگے۔ تو صرف دو اصُولوں سے اول یہ کہ اپنی اصلاح کریں۔ اور اُن کی اصلاح کا بہترین رستہ قرآن کریم کی پیروی ہے۔ وہ مذہبی دلدل سے نکل کر حقیقی مذہب کی طرف آئیں۔ انہی اوراق میں ایک قابل غور مضمون بعنوان حمل و تسبیح وغیرہ حضرت خواجہ صاحب کی قلم سے نکلا ہُوا درج کیا گیا ہے۔ خدارا مسلمان اس پر توجہ کریں۔ اس پر عمل کریں تو ایک حصہ میں ہم کامیاب ہو جائینگے۔ دوسری شرط کامیابی کی قرآن نے یہ تجویز کی ہے۔ کہ ہم اپنے نیک اصُولوں کو دوسروں تک پہنچائیں۔ اور اپنے ہمخیالوں کی تعداد بڑھائیں۔ اسی کا نام اشاعت ہے۔ الغرض **اصلاح و اشاعت** کو ہم سامنے رکھیں۔ خُود مُسلمان بنیں۔ دوسروں کو مسلمان بنائیں۔ پیغمبر کا بھی بڑا مشن یہی ہوتا ہے۔ وہ **اصلاح اور اشاعت** کے لئے ہی دُنیا میں آتا ہے پیغمبر کا مشن ان تین لفظوں میں آجاتا ہے۔ یتلوا علیھم آیاتہ و یزکیھم و یعلمھم الکتٰب والحکمۃ یعنی پیغمبر **آیاتِ الٰہیہ** جو باعث اصلاح ہوں اُنھیں سناتا ہے اُن کا **تزکیۂ نفس** کرتا ہے۔ اور **علم اور حکمت** کی باتیں اُنھیں تعلیم کرتا ہے

خلاصہ یہ کہ وہ **صلاح و اشاعت** کرتا ہے۔ ہم نے یہ پختہ ارادہ کر لیا ہے۔ کہ ہر ماہ ان کالموں میں اسلام کے متعلق کچھ نہ کچھ لکھیں۔ جس کی بنیاد قرآن پر ہوگی۔ رہا اشاعت کا کام۔ سو اس طرف قوم کو متوجہ کرنے کیلئے ہم انشاء اللہ نہ تھکینگے۔ ہم ہر وقت قوم کو اس طرف بلائیں گے۔ ہم اس یقین پر آپہنچے ہیں۔ کہ ہم اشاعت اسلام کے سوا نہیں بچ سکتے۔ اگر ہم اس موت سے بچنا چاہتے ہیں جو منہ کھولے ہوئے ہماری طرف آرہی ہے۔ تو وہ اشاعت اسلام ہے۔ ہم نے کئی دفعہ لکھا۔ اور یہ ایک حقیقت ہے۔ کہ متمدن و زندہ قوموں کو مسلمان کرلو تو پھر گئی گذری شوکت واپس لیلو۔ مسلمان بھائی خدارا اس ہماری عرض کو سامنے رکھیں۔ سال بھر میں جو بھی تھوڑی بہت خیرات کرسکیں۔ اس کی گداگری کیلئے ہمارا مشن موجود ہے +

شاہجہان مسجد ووکنگ میں عید الفطر

شدت سرما کے باوجود یہ عید بھی کامیابی کے ساتھ ختم ہوئی۔ وقت پر رپورٹ نہ آسکی۔ تاکہ ہم اس حسینہ کیفیات عید سے قارئین کرام کو اطلاع دے سکیں۔ انشاء اللہ آئندہ نمبر میں صحیفہ آمدہ ووکنگ درج کیا جائیگا +

اس سال نماز عید سفیر حجاز متعینہ لندن حضرت حافظ شیخ وہبہ صاحب کی اقتدا میں ادا ہوئی۔ امام مسجد ووکنگ نے شیخ موصوف کی امامت کے انتخاب میں روایات ووکنگ کو قائم کیا۔ باوجودیکہ یہ مشن ابتدا سے ایک مدت تک احمدی اصحاب کے ہاتھ میں رہا۔ لیکن ان بزرگوں نے حقیقی اخوت اسلام کے قائم کرنے کیلئے ایک ایسے امر کی تجدید کی۔ جس کے نہ ہونے سے مسلمان تباہ ہو رہے ہیں۔ چالیس سال گذرے جب حضرت مرزا غلام احمد صاحب مرحوم و مغفور

نے اپنی تصانیف میں اس بات کا بالتصریح زور دیا۔ کہ اسلام میں کوئی فرقہ نہیں
حضرت مرزا صاحب کو کوئی مجدد مانے یا نہ مانتے۔ لیکن آپ نے کام وہی کیا۔ جو ایک
مُجدّد کا کام تھا۔ مُجدّد نہ کوئی نبی ہوتا ہے۔ نہ شارع ہوتا ہے۔ وہ انہی
باتوں کی تجدید کرتا ہے۔ جو اس کے متبوع حضرت محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام
نے تجویز فرمائیں +

آج اسلام غیر قوموں میں عالمگیر اخوت کے لئے قابل امتیاز سمجھا جاتا ہے
لیکن بد قسمتی سے اخوت کا وعظ کرتے ہوئے قرآن کریم نے جس بات سے ہم کو ڈرایا
ہے وہی آج ہم میں نمودار ہوئی ہے۔ قرآن نے نعمت اخوتؔ کا ذکر کرتے ہوئے
مسلمانوں کو فرقہ بندی سے ڈرایا۔ اسی سورۂ شریف میں فرقہ بندی کی لعنت سے بچنے
کے لئے محکمات و متشابہات کی تعلیم کی طرف اشارہ کیا۔ پھر قرآن کریم نے اور اسکی
پیروی میں آنحضرت صلعم نے اسلام کے کُل اصولوں کو محکم سے محکم طریق سے برنگ
بیّنات بیان کر دیا۔ حتّٰے کہ آج تیرہ صدیوں کے بعد۔ بُعد زمانہ اور تشتّت و افتراق
نے بھی خواہ کتنے ہی فرقے اسلام میں پیدا کر دیئے لیکن ہر ایک فرقہ محکم اصُول پر
قائم ہے۔ ان فرقوں میں سے بعض میں اس قسم کے ادنےٰ سے ادنےٰ معاملات کے
اختلاف ہیں (اور جہاں اختلاف ہے۔ وہ محکمات کے نیچے نہیں آتا۔ وہ متشابہات
میں ہے) کہ اگر کوئی شخص اپنے سر میں سے وجوہ اختلاف کو نکال بھی دے تو تو بھی
اسلام میں فرق نہیں آسکیگا۔ لیکن تباہی اور انحطاط چونکہ ہمیں چاروں طرف
سے گھیرے ہوئے ہے۔ اسلئے ہم مسلمان فرقوں میں تقسیم ہو گئے۔ حضرت مرزا صاحب
نے اس زمانہ میں سب سے اوّل اس مرض کو سمجھا۔ اور کھلے کھلے الفاظ میں تعلیم کی۔
کہ اسلام میں کوئی فرقہ نہیں لیکن ہم مسلمان تو اسقدر تباہ حال ہو چکے ہیں کہ آج اس بزرگ کی جماعت کا ایک حصہ
فرقہ بندی کو ہی مایۂ حیات سمجھ رہا ہے۔ اسی بزرگ نے تکفیر کلمہ گویاں کی سخت مخالفت کی۔ اور اسی کی

ؔ اذ کنتم اعداءً فالف بین قلوبکم فاصبحتم بنعمتہ اخوانا +

جماعت کا ایک حصہ کلمہ گویوں کی تکفیر پر مُصر ہے۔ ہاں ایک حصہ اُن اصحاب کا بھی ہے جو اسلام میں کسی فرقہ کے قائل نہیں۔ اور ان راہ ہر نکے بھی مخالف ہیں جن سے فرقہ بندی کو تقویت ہو +

اس اصُول پر چلنے کی پہلی مثال ووکنگ مشن ہے۔ اُسکی بُنیاد ایسے وقت نہیں پڑی جب اس جماعت کے دو ٹکڑے ہو چکے تھے۔ بلکہ ایسے وقت میں پڑی جب کل جماعت ایک تھی۔ اور اس جماعت کے سر پر حضرت حکیم نور الدین صاحب مرحوم تھے اُن کی اجازت سے ووکنگ کی کارکُن جماعت میں کُل اسلامی جماعتوں کے نمائندے رکھے گئے۔ اگر حضرت حکیم صاحب مرحوم کارکن جماعت کے مربی تھے تو عالیجناب نواب وقار الملک وعالیجناب حکیم اجملخان صاحب جیسے بزرگ حکیم صاحب کی نیابت میں تجویز ہوئے۔ الغرض احمدی جماعت لاہور نے ووکنگ مشن کو قائم کر کے اسبات کا عملی ثبوت دیا۔ کہ اسلام میں کوئی فرقہ نہیں۔ پھر اس اصُول کو آج تک عملاً قائم رکھا۔ اسی اصول کے ماتحت نیا ٹرسٹ بنا۔ قریباً ۱۹۱۴ء میں حضرت حکیم صاحب نے بذریعہ تار خواجہ صاحب کو اطلاع دی۔ کہ انگلستان میں معاملہ امامت نماز میں وہ فرقی تمیز نہ رکھیں۔ اور اس امر کو وقتاً فوقتاً کارکنان ووکنگ نے ملحوظ رکھا۔ ابھی پچھلے سال ہی نماز عید کا ایک حصہ مفتی اعظم فلسطین نے ادا کیا۔ اور آج ہم پھر نماز عید کو حضرت شیخ وہبہ صاحب کی اقتدا میں ادا کرتے ہوئے دیکھتے ہیں +

یہ ایک معمولی بات نہیں۔ جو لوگ اسبات کے مدعی ہیں کہ اسلام میں کوئی فرقہ نہیں جیسا کہ حضرت مرزا صاحب نے چالیس سال ہوئے اعلان کیا۔ وہ خوب یاد رکھیں۔ کہ اخوت کا عملی نمونہ مسجد کی پانچوقتہ نماز میں ہی نظر آتا ہے۔ جماعت ہی ایک بندھن ہوتی ہے۔ جو ہم میں روح اتفاق پیدا کر دیتی ہے فقہ حنفیہ نے اسی لئے اہلیت امام میں فرقہ کی تخصیص کو نہیں رکھا جو لوگ مصائب فرقہ سے اسلام کو آزاد کرنا چاہتے ہیں وہ پہلے مسلمانوں میں سے امامت کی تمیز کو دُور کریں۔ تبلیغ کے لئے گھر سے باہر نکلنا اوّل اس بات کا متقاضی ہے۔ کہ ہم عملاً اس فرقی تمیز کو اپنے میں سے نکال دیں کیونکہ یہ ثابت ہو چکا ہے۔ کہ فرقی اسلام غیر قوموں میں پھیل نہیں سکتا۔ اب اگر ہمارا ایمان ہے کہ

اسلام میں کوئی فرقہ نہیں ۔ اور فرقی اسلام پھیل بھی نہیں سکتا ۔ تو پھر ہمیں قرآن کریم کی تحدید کی عزت کرنی چاہیئے ۔ جہاں مُصحف پاک نے فرمایا ۔ لِمَا تَقُوْلُوْنَ مَالَا تَفْعَلُوْنَ ۔ یہ ایک قسم کی منافقت ہے ۔ کہ ہم فرقی تمیز کو اُڑانے کے لئے اسبات پر تو زور دیں ۔ کہ انتخاب امام میں فرقی تمیز نہ ہونی چاہیئے لیکن عمل کے وقت اس امر سے رُک جائیں +

اِس امر کو نہ بھولنا چاہیئے ۔ کہ مذہب تمدن کی جان ہے ۔ تمدن کیلئے ہی مذہب آیا کرتا ہے حقیقی تمدن کی بُنیاد اتفاق ۔ اتحاد ہے یا بہ الفاظ دیگر اخوت ہے ۔ اس راز کو آنحضرت صلعم نے خوب سمجھا ۔ اسی لئے آنحضرت صلعم نے مسلمانوں کو پانچ وقت مسجد میں جمع کیا لیکن بدقسمتی سے ہم نے امامت کے سوال کو سامنے رکھ کر اسی تشتت و افتراق کو اپنے اندر پیدا کر لیا ۔ ہاں تکفیر ایک بڑی بھاری لعنت ہے جس کو ہمیشہ آنحضرتؐ کے بعد بزرگان دین نے نفرت سے روکا اسی کے روکنے کیلئے آنحضرت صلعم نے یہانتک فرما دیا ۔ کہ جو مومن کو کافر کہے وہ خود کافر ہو جاتا ہے ۔ یہ تکفیر ایک قسم کی تعزیری تکفیر ہے ۔ یہ آجکل کے محاورے کے مطابق بائیکاٹ یعنی مقاطعہ ہے ۔ ہم سارے ہی آج تکفیر کو نفرت سے دیکھتے ہیں لیکن یہ لعنت ہم سے تب ہی دُور ہوگی ۔ اگر ہم کلمہ گوئے مکفّر کے ساتھ حسب فرمودہ مصطفویؐ کامل مقاطعہ کریں ۔ اور مقاطعہ کی پہلی صورت یہ ہوگی ۔ کہ کسی کلمہ گوئے مکفّر کے پیچھے ہم نماز ادا نہ کریں ۔ لیکن اس کا صحیح عکس منطقی یہ ہے ۔ کہ جو مکفّر نہیں ۔ اور اپنے اندر امامت کی اہلیت رکھتا ہے ۔ تو اختلاف فرقی کے باعث نمازیں اس کی اقتدا سے پرہیز نہ کریں ۔ مجھے تو سمجھ نہیں آتی ۔ کہ ایک طرف تو ہم دوسرے کو کافر نہ سمجھیں ۔ اور بابانگ دہل اسبات پر زور دیں ۔ کہ فرقی اختلاف مانع اقتداء نماز نہیں ہونا چاہیئے اور جب موقع پیش آجائے ۔ تو اس وقت ہم نہ صرف متامل ہی ہوں ۔ بلکہ اس فعل حسنہ پر نکتہ چین ہوں ۔ اسی کے باعث النسان لِمَا تَقُوْلُوْنَ مَالَا تَفْعَلُوْنَ کے مصداق ہو جاتے ہیں +

آئین ضابطۂ جنگ و جدل

(بقلم حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مدظلہ)

امن و امان حاصل کرنے کے لئے ہمیں بسا اوقات مشغول جنگ ہونا پڑتا ہے اور اس وقت وہ جنگی روح جو خدا نے ہمارے اندر ودیعت کی ہے۔ بڑے کار آتی ہے۔ حفاظت جان و مال ایک عالمگیر احساس ہے لیکن بعض اوقات لوگ اسے جنگ و جدل کے لئے بہانہ بھی بنا لیتے ہیں۔ ہم لوگ اکثر اوقات جادۂ اعتدال سے باہر ہو جاتے ہیں۔ اور اگر ہمیں کسی ایسی شئے کی ضرورت ہے۔ جو ہمیں صحیح راستہ پر چلائے۔ تو جنگ و جدل ایک ضروری امر ہے۔ تاکہ ہم ان لوگوں کو دائرہ ضبط میں لاسکیں۔ جو ہمارے حیطۂ اقتدار سے باہر ہیں۔ دوسرے لفظوں میں ہمیں ایک ضابطۂ جنگ کی ضرورت ہے۔ کیونکہ جنگ ضروریات زندگی میں سے ہے اور ہمارے تمدن کا ایک لازمی جزو ہے۔ اور اسی لئے ایک شمشیر زن نبی کی ضرورت تھی۔ جو اس معاملہ میں ہمارے سامنے ایک عمدہ نمونہ قائم کر دے۔ بائبل میں تو جنگ و جدل کیلئے مفید اصولوں کا کہیں ذکر ہی نہیں بنی اسرائیل کی جنگوں کا مقصد صرف دشمنوں کو نیست و نابود کرنا تھا۔ اور ان کی بناء پر قلوب انسانی میں نفرت و حقارت کے جذبات پیدا ہو جاتے تھے۔ "صلح کا شہزادہ" اگرچہ صلح کے لئے نہیں آیا۔ بلکہ آگ لگانے اور تلوار چلانے۔ جیسا کہ خود اس نے اعتراف کیا۔ لیکن اس نے بھی اپنے شاگردوں سے یہی کہا۔ کہ اگر کچھ نہ ہو تو لباس بیچ کر سامان جنگ خرید لو۔ ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ اس کے دماغ میں مختلف بلند بانگ لیکن متضاد خیالات چکر لگا رہے تھے اور وہ نہ ان میں تطابق باہمی پیدا کر سکا نہ پورے طور پر سمجھ سکا۔ جنگی اصولوں کے لحاظ سے اس نے اپنے

شاگردوں کو بالکل تاریکی ہی میں رکھا۔ اور اس کی وفات کے بعد وہ لوگ خون کی ہولی کھیلنے لگے۔ جب موقعہ ہوتا ہے۔ تو اب بھی اُس کے پیرؤوں کا یہی شغل ہو جاتا ہے۔ لیکن ذرا خوبصورتی کے ساتھ +

فی الجملہ انسان کو اِس موضوع پر رہنمائی کی شدید ضرورت تھی۔ ہیگ کانفرنس اسی مقصد کیلئے قائم ہوئی تھی۔ لیکن بُری طرح ناکامی ہوئی۔ مجلسِ بین الاقوام نے بھی اب اسی طرف حرکت کرنی شروع کی ہے۔ لیکن اس کے بانیوں کی نیّت صاف نہیں معلوم ہوتی۔ کہا جاتا ہے۔ کہ یہ مجلس مشرقی اقوام کے جذبۂ حریّت کو فنا کرنے کے لئے بنائی گئی ہے۔ یورپی طاقتوں کے پاس کافی سامانِ حرب موجود ہے۔ جس کے بدولت وہ دوسروں کو محکوم رکھ سکتے ہیں۔ اور مجلس مذکور میں استردادِ اسلحہ کی تجویز محض مشرق کو بیدست و پا بنانے کے لئے پیش کی گئی ہے۔ تاکہ وہ کبھی اپنی طاقت بازرفتہ کو بحال نہ کر سکے +

لیکن یہ جماعتیں بہرحال انسانی ساختہ ہیں۔ اور اگر کوئی بات میرے مفاد کے خلاف ہو تو کوئی وجہ نہیں کہ میں اس کی پابندی کروں۔ اور اگر میں کسی طرح اس کی پابندی پر مجبور ہو جاؤں۔ تو پھر میں کوشش کروں گا۔ کہ اُس سے رہائی نصیب ہو۔ یورپ کے صلحنامے عمومًا ردّی کی ٹوکری میں ڈال دیئے جاتے ہیں۔ اور بجائے اُن کی پابندی کرنے کے دول یورپ اُن کی خلاف ورزی کیا کرتی ہیں لہٰذا ہمیں خدائی احکام کی ضرورت ہے۔ تاکہ وہ ہمارے ایمانیات کا جزو بن سکیں۔ یہ ایک محض نظریہ ہی نہیں ہے۔ جنگجو اقوام کی تاریخ سے یہ بات ثابت ہو سکتی ہے۔ جو لوگ کسی زمانہ میں ظلم و ستم کا مجسّمہ تھے۔ اور بوجہ اپنی طاقت کے انسانیت کے حق میں ایک بلائے عظیم تھے۔ وہ الہامِ ربّانی کے زیرِ اثر آ کر رحمت اور شفقت کے پُتلے بن گئے۔ اور دُنیا نے .... اُنھیں شریف سپاہیوں کا خطاب دے دیا۔ بیشک پہلے تو وہ زندگی کے معاملہ میں بڑے بے پرواہ تھے۔ اور جا و بیجا اپنی تلوار کا استعمال کرتے تھے لیکن احکامِ الٰہی کے ماتحت آ کر یہ بیضابطہ لوگ بہت

متصف مزاج جنگجو بن گئے +

بحرِ خزر کے ارد گرد ابتدا ہی سے جنگجو اقوام آباد چلی آتی ہیں۔ قدیم زمانہ میں یہ لوگ بالکل وحشی تھے۔ اور لوٹ مار اُن کا پیشہ تھا۔ گویا قدیم یاجوج اور ماجوج کی یاد دلاتے تھے۔ اسی لئے دارا نے ایک زبردست دیوار بحرِ خزر اور کوہ قاف کے مابین تعمیر کرائی تھی۔ تاکہ ایران ان لٹیروں کی دستبرد سے محفوظ رہ سکے۔ بعد چند یہ لوگ سیتھین کے لقب سے دُنیا میں نام آور ہوئے۔ اور ہندوستان تک اُن کے حملوں سے محفوظ نہ رہ سکا۔ یورپ میں یہ لوگ دوسرے نام سے حملہ آور ہوئے۔ اور یسوع کے زمانہ میں یہ لوگ ہن اور گاتھ کے نام سے مشہور تھے۔ ان کی خونخواری کا اثر ہنوز اُن کی نسل میں باقی ہے۔ اسی نسل کے لوگ آریوں کے نام سے ہندوستان میں آدھمکے اور یہاں کے قدیم اور اصلی باشندوں کو پہاڑوں میں مار کر بھگا دیا۔ اور ان بیچاروں کو سانس لینے کیلئے بھی چپہ بھر زمین نہ دی۔ ہم آج کل اکثر سنتے ہیں۔ کہ اہلِ ہنود اپنی قدیم آریائی تہذیب پر فخر کیا کرتے ہیں لیکن جبکہ اُن کی مزعومہ تہذیب کا نتیجہ یہ تھا۔ کہ آریوں نے "اچھوتوں" کے ساتھ بدترین طرز کا برتاؤ کیا۔ اور یہ اچھوت جو ہندوستان کے قدیم اور اصلی باشندوں کی یادگار ہیں۔ تو پھر صاف ظاہر ہے۔ کہ اُن کی تہذیب کو اخلاق اور شائستگی کی ہوا ابھی نہیں لگی تھی۔ بیچارے اچھوتوں کو آج بھی انسانیت کے اکثر حقوق سے محروم رکھا گیا ہے۔ ایک زمانہ میں ہندو انکے سایہ سے بھی دُور بھاگتے تھے۔ اور اب بھی یہ لوگ دُور دُور رہتے ہیں۔ اور یہ تفرقہ سابقہ مظالم اور سختیوں کا ادنےٰ نمونہ ہے۔ جو پہلے زمانہ میں ان لوگوں پر روا رکھی جاتی تھیں۔ محض اس قصور کی پاداش میں کہ وہ ہندوستان کو اپنا آبائی وطن سمجھتے تھے +

اسی نسل کے دیگر افراد ایام جاہلیت میں تاتاری کہلاتے تھے۔ یہ لوگ وسط ایشیا پر چھا گئے۔ اور تمام خطہ کو تباہ کر دیا۔ اور جہاں کہیں جاتے تھے قتل و غارت اور تباہی و بربادی کے سوا دوسرا کام نہیں کرتے تھے۔ ان کے نقاروں کی آواز مفتوح

اور بیکس اقوام کے حق میں موت کی گھنٹی ہُوا کرتی تھی۔ اگرچہ اُنھوں نے بُدھ مذہب اختیار کرلیا تھا، لیکن ہلاکو اور چنگیز کے نام ایسے ہیں۔ جن کو سُن کر بحر خزر کے لوگ اب بھی لرزہ براندام ہو جاتے ہیں۔ بعد ازیں یہ لوگ مختلف مذاہب کے زیر اثر آئے۔ تاتاری مذہب کے لحاظ سے بُدھ کے پیرو تھے۔ اور آریہ یہُودی کے بعض عیسائی ہو گئے لیکن کسی مذہب نے ان کے اندر سے خونخواری اور سفاکی عناصر کو دُور کرنے میں کامیابی حاصل نہ کی +

الغرض مسئلہ جنگ ہمیشہ سے ایک پیچیدہ مسئلہ رہا ہے۔ نہ تو امن و امان کی خاطر ہم جنگ و جدل سے کنارہ کش ہو سکتے ہیں۔ اور نہ یہ ممکن ہے۔ کہ قدیم الایام سے جن اصولوں پر جنگ ہوتی رہی ہے۔ ان کا اتباع کیا جائے۔ اس معاملہ میں اہل دُنیا کو اشد ضرورت تھی۔ کہ کوئی مصلح ربانی، جنگ و جدل کے صحیح اصول اُنھیں تلقین کرے۔ اور خُدا کا شکر ہے۔ کہ اسلام نے اس ضرورت کو پُورا کیا ہے +

مَیں بغیر کسی تمہید کے اصل مطلب پر آنا چاہتا ہوں۔ اسلام نے ایسی جنگوں کو جو محض جلب منفعت یا حصولِ طاقت یا غصب مملکت کے لئے برپا کی جائیں، مردود قرار دیا ہے۔ لیکن دُنیا میں جنگ و جدل کے لئے یہی باتیں شروع سے محرک رہی ہیں۔ اور آج بھی یہی جذبہ ہے۔ جو دُنیا کی متمدن اقوام کو حرص طمع کی طرف مائل کئے ہوئے ہے۔ ممکن ہے۔ وہ تجاویز اور منصوبے بنائیں اور عذر تراشیں لیکن حرص اور لالچ اور طمع اُن کی جُملہ حرکات کی تہ میں کارفرما ہے۔ اسلام نے اِن امور کے لئے جنگ کرنا ممنوع قرار دیا ہے۔ وہ محض انہی حالات میں جنگ کی اجازت دیتا ہے۔ جن کے ماتحت جنگ کرنے کیلئے خالق ارض و سما نے ہمارے اندر جنگی رُوح ودیعت فرمائی ہے۔ اسلام تین وجُوہ سے جنگ کی اجازت دیتا ہے +

(۱) فتنہ کا سدباب کرنے اور مملکت کو اغیار کے حملوں سے بچانے کیلئے +

(۲) دوسروں کے حملوں سے اپنی جان اور اپنے اموال کی حفاظت کے لئے +

(۳) ہر شخص کو اپنے معتقدات مذہبی پر بہ آزادی عمل پیرا ہونے کے لئے، خواہ وہ کسی

مذہب کا پیرو کیوں نہ ہو +

پہلی دو صورتوں کے متعلق کسی تصریح کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ وہ اظہر من الشمس ہیں۔ لہٰذا اُن کے متعلق صرف قرآنی آیات نقل کرنے پر اکتفا کروں گا +

(۱) اگر تم جنگ نہ کرو گے تو مُلک میں فساد اور فتنہ برپا ہوجائیگا (۸ : ۷۳)

(۲) جنگ کرنے کی اجازت دی جاتی ہے۔ اُن لوگوں کو جن پر غیروں نے حملہ کیا۔ کیونکہ وہ مظلوم ہیں۔ اور اللہ یقیناً اُن کا ناصر ہے۔ وہ لوگ جن کو اُن کے گھروں سے بلا وجہ معقول باہر نکال دیا گیا ہے .... (۲۲ : ۳۹ و ۴۰)

جنگ کا تیسرا مقصد ایک متنازعہ فیہ امر ہے۔ اور اسکی بناء پر معاندان اسلام کو اسلامی تعلیمات کے خلاف لغو اعتراضات کا موقعہ ملا ہے۔ حالانکہ قرآن مجید نے اس معاملہ میں نہایت خوش آیند اور معقول تعلیم پیش کی ہے +

قرآن نے یہ کہکر کہ لا اکراہ فی الدین یعنی دین کے معاملہ میں کسی پر کوئی جبر نہیں ہے۔ دُنیا کو امن اور آزادی کا پیغام سُنا دیا ہے۔ اور ہر شخص خواہ وہ کسی مذہب سے تعلق کیوں نہ رکھتا ہو۔ اس فرمان کی رُو سے معتقدات کے لحاظ سے بالکل آزاد ہے +

اسلام علی الخصوص اس لئے آیا۔ کہ مذہبی آزادی اور ضمیر اور فعل کی آزادی دُنیا میں قائم کرے مُسلمان پر فرض ہے۔ کہ اگر کوئی شخص خواہ وہ اُس کا عزیز یا ہم مذہب ہی کیوں نہ ہو کسی دوسرے پر زیادتی کرے۔ یا اس کے مذہب میں مداخلت کرے۔ تو وہ اس سے جنگ کرے۔ مذہب میں اس صورت معاملات کو دین اللہ کہا گیا ہے۔ یعنی ہر شخص اپنے معتقدات اور اعمال میں آزاد ہے۔ جس طرح چاہے اپنے معبود کی پرستش کرے۔ اگر مُسلمان کسی کے خلاف تلوار نکالیگا۔ تو اس لئے کہ مذہبی آزادی مفقود ہو گئی ہو گی۔ ملحد اور دہریہ بھی اس زریں اصول سے مستثنےٰ نہیں ہے۔ گویا اسلام سے پہلے ضمیر کی آزادی کا دُنیا میں کہیں وجود نہ تھا۔ لوگ اپنے اپنے مذاہب کو الہامی یا منزل من اللہ مانتے تھے۔ وہ نہ دوسروں کو اپنے مذہب میں شامل

کرتے تھے۔ اور نہ اپنے ہم مذہبوں کو دوسرے عقاید اختیار کرنے کی اجازت دیتے تھے۔ اسلام نے دونوں باتوں کی اجازت دی، اور اس طرح تہذیب و تمدن کی تکمیل فرمائی۔ اسلام میں مذہبی آزادی کا جذبہ اس درجہ قوی ہے۔ کہ جملہ معابد کی حفاظت بھی ایک مسلم پر فرض ہے۔ مثلاً اگر کوئی شخص یا جماعت خواہ وہ مسلمانوں ہی کی کیوں نہ ہو کسی گرجے پر حملہ آور ہو تو ایک مسلم کا فرض ہے۔ کہ وہ اس گرجے کی حفاظت کرے۔ قرآن مجید اس موضوع پر بالکل واضح ہے۔ "اور اگر اللہ تعالیٰ ایک جماعت کو دوسری جماعت سے دفع نہ کرتا رہتا تو صومعے اور گرجے ہیاکل اور مساجد سب برباد ہو جاتیں۔ جن میں خدا کا ذکر بکثرت کیا جاتا ہے۔ اور یقیناً اللہ اس کی مدد کریگا۔ جو اللہ کے کام میں معاون ہو (۲۲:۴۰)

آیت مذکورہ بالا میں قرآن مجید نے حفاظتِ معابد کو مقصدِ خداوندی کا مرادف قرار دیا ہے۔ یہ امر قابلِ لحاظ ہے۔ کہ مسلمانوں کو حکم دیا گیا ہے۔ کہ وہ نہ صرف اپنی مساجد بلکہ دوسرے مذاہب کے معابد کی حفاظت میں اپنی جانوں کو قربان کر دیں +

موجودہ متمدن دنیا، جس کے سینہ میں عدم رواداری کے مسیحی خیالات پوشیدہ ہیں۔ ابھی تک ان اصولوں سے، جو قرآن مجید نے تلقین فرمائے ہیں بہت دور پڑی ہوئی ہے۔ علاوہ بریں مسیحی حکمرانوں کو اسلام سے ایک اور سبق بھی سیکھنا چاہیئے مذہب اسلام نے مسلمان بادشاہوں پر یہ بات فرض قرار دی ہے۔ کہ وہ دوسرے مذاہب کے معابد کی بقاء و استحکام میں بقدر استطاعت حصہ لیں۔ چنانچہ شہنشاہِ اورنگ زیب نے بنارس میں یہی کیا۔ تاریخ اسلام میں صرف یہی ایک مثال نہیں ہے لیکن میں نے قصداً یہ دو نام منتخب کیئے ہیں۔ ہندوستان کے موجودہ مؤرخین نے، خواہ وہ ہندی ہوں یا یوروپین، سیاسی مصالح کی بناء پر، اسلامی حکومت کو بدنام کرنے کیلئے مسلسل دروغ بافی سے کام لیا ہے۔ اور انہوں نے اورنگ زیب کو خصوصیت کے ساتھ اپنے اعتراضات کا نشانہ بنایا ہے۔ یہ لوگ

کہتے ہیں۔ کہ اُس نے بنارس میں بہت سے مندر مسمار کرا دیئے۔ اور ہندوؤں کی بہت سی رسوم حکماً بند کرادیں۔ حالانکہ حقیقت حال اس کے برعکس ہے۔ بادشاہ مذکور نے ہندوؤں کے معابد کے لئے بہت سی جائداد عطا کی تھی۔ اور خوش قسمتی سے ان معابد کے منتظمین کے پاس آج اُس کے فرامین موجود ہیں۔ ورنہ وہ جائدادیں تحت سرکار انگلشیہ ضبط ہوگئی ہوتیں۔ میرے پاس اُن فرامین کے عکس موجود ہیں۔ کشمیر میں جو ایک ہندو ریاست ہے آج بہت سی جائدادیں مسلمانوں کی دی ہوئی وقف کی صورت میں موجود ہیں۔ اور اُن میں سے بہت سی جائدادیں اورنگ زیب کی عطا کردہ ہیں۔ اور آج بھی ریاست حیدرآباد اور بھوپال میں اس قسم کی فیاضی کی مثالیں مل سکتی ہیں۔ جہاں کہ بہت سی جائدادیں مذہبی اوقاف کی صورت میں موجود ہیں۔ اور اُن کی آمدنی عیسائی اور پارسی معابد کی نگہداشت پر صرف کی جاتی ہے +

بحالت جنگ بھی مسلمانوں کو یہ حکم ہے۔ کہ وہ کسی معبد کو مسمار نہ کریں۔ اور نہ مذہبی پیشواؤں کو قتل کریں۔ اس ضمن میں خلیفۂ اوّل حضرت ابوبکر صدیقؓ کا فرمان قابل غور ہے "مسلمانو! دشمنوں کے ساتھ صلحناموں میں کسی قسم کی فریب کاری اور دغابازی کو دخل نہ دو! ہر معاملہ میں ایمانداری سے کام لو۔ اور ہمیشہ شرافت اور راستبازی کا برتاؤ کرو۔ کسی زاہد یا عابد کو آزار مت پہنچاؤ۔ نہ اُن کے معابد کی بیحرمتی کرو۔ اپنے وعدوں کو پورا کرو۔ لیکن جو لوگ تمہاری عاید کردہ شرائط کی پابندی نہ کریں ان کو سخت سزا دو" +

پس یہ نہایت افسوس کی بات ہے۔ کہ گزشتہ جنگ عظیم میں یورپ کی متمدن اقوام نے ان زرّیں اصولوں پر عمل نہ کیا۔ فرانس اور بلجیم میں بہت سے گرجے مسمار کر دیئے گئے۔ اور پادری قتل و غارت کی لپیٹ میں آگئے +

آنحضرت صلعم، جیسا کہ میں پیشتر لکھ چکا ہوں بحیثیت ایک ایسے نبی کے جلوہ گر ہوئے جس نے نہ صرف اپنا مذہب محفوظ رکھنے کے لئے بلکہ اپنے پیروؤں کی جانیں

بچانے کیلئے اور جنگی معاملات میں آیندہ نسلوں کو ضابطہ اور ہدایات دینے کیلئے۔ جنگِ عظیم کی داستان اس بات کی زندہ مثال ہے کہ انسانی ساختہ قوانین یا صورت حالات کا مقابلہ کرنے کے ناقابل ہیں یا متخاصمین جن کے مفاد سے وہ ضوابط اختلاف کرتے ہیں۔ ان کو بالائے طاق رکھ دیتے ہیں۔ آپ کو اکثر جنگوں میں شریک ہونا پڑا۔ اس لئے آپؐ نے ہمارے لئے اس معاملہ میں بھی کامل ہدایات بہم پہنچائی ہیں۔ آپؐ ہمیشہ ان صلحناموں کا احترام فرماتے تھے، جو آپؐ نے دشمنوں کے ساتھ کئے۔ اب میں آپ کے سوانح حیات اس ضمن میں اختصاراً بیان کروں گا۔ اور ان قرآنی آیات کو بھی لکھوں گا۔ جو اس سلسلہ میں نازل ہوئیں +

ابتدائے بعثت سے آپؐ کو مع اپنے وفادار ہمراہیوں کے سخت سے سخت مشکلات کا پورے تیرہ برس تک سامنا کرنا پڑا۔ اسلام کے دشمنوں نے حتے الوسع کوشش کی۔ کہ مذہب اسلام کا ابتدا ہی میں قلع قمع کر دیا جائے۔ اگر ان تکالیف کا کوئی شخص تصور بھی کرے۔ جو ابتدائی زمانہ میں مسلمانوں کو برداشت کرنی پڑیں۔ تو اسکے رونگٹے کھڑے ہو جائینگے۔ جب حضرت یسوعؑ نے پہاڑی وعظ بیان کیا تھا۔ تو جو خطرات اُن کو اپنے دشمنوں کی طرف سے دل میں پیدا ہو گئے تھے۔ وہ سب مادی شکل میں، آنحضرت صلعم کے زمانہ میں ظاہر ہو گئے۔ ایسے موقعہ پر دشمنوں سے مقابلہ کرنا گویا موت کے مُنہ میں جانا تھا، لیکن اس سلسلہ میں حضرت یسوعؑ نے جو تعلیم دی تھی۔ یعنی اگر دشمن دائیں گال پر طپانچہ مارے تو بایاں گال بھی اُس کے سامنے کر دیا جائے۔ وہ ایسی تھی۔ کہ اگر اس پر عمل کیا جاتا تو آپؐ کے متبعین کے اندر سے جوانمردی اور ہمت کا عنصر مفقود ہو جاتا۔ لہٰذا آپؐ نے کمال دانشمندی سے کام لے کر حکم دیا۔ کہ یا تو مصائب کا مردانہ وار مقابلہ کرو۔ یا ہجرت کر جاؤ۔ لیکن اپنے اصولوں سے دستبردار نہ ہو۔ اور نہ دشمنوں کی اطاعت کرو۔ اس طرح کہ اپنے عقاید کو ترک کرنا پڑے + آپ کے اکثر متبعین ملک حبش میں ہجرت کر گئے

لیکن وہ وقت بھی آگیا۔ جب دشمنوں کے مظالم نے مسلمانوں کا پیمانۂ صبر لبریز کر دیا۔ چنانچہ سب مسلمانوں کو مکہ چھوڑنا پڑا۔ اور نبوت کے تیرھویں سال صرف چند ہمراہی آپ کے ساتھ مکہ میں رہ گئے۔ دشمنوں نے صلاح کی۔ کہ آنحضرت صلعم کو قتل کر دینا چاہیئے۔ اسلیئے آپ کو بھی ہجرت کرنی پڑی۔ مدینہ ہجرت کرنیسے چندماہ پیشتر خدا کی طرف سے یہ وحی نازل ہوئی "اجازت دی جاتی ہے جنگ کی اُن لوگوں کو جن پر جنگ عاید کی گئی ہے۔ دوسروں کی طرف سے کیونکہ وہ مظلوم ہیں'۔ اور یقیناً اللہ اُن کی مدد کرنے کے لائق ہے"۔ نیز "یہ جو لوگ بغیر کسی معقول وجہ کے اپنے گھروں سے نکالے گئے ہیں'۔ اور ان کا کوئی قصور نہیں۔ سوائے اسکے کہ وہ کہتے ہیں۔ کہ ہمارا رب اللہ ہے" (قرآن مجید سورت ۲۲ آیت ۳۹، ۴۰)

یہ وحی ایک رنگ میں مسلمانوں کے لئے تنبیہ تھی۔ کہ عنقریب دشمن اُن پر حملہ آور ہونگے۔ مدینہ کی طرف ہجرت کو مشکل سے ایک سال گزرا ہوگا۔ کہ مکہ سے ایک ہزار قریش تیر و کمان سے مسلح ہوکر' اسلام کو مٹانے کے لئے نکلے۔ آنحضرت صلعم نے بھی یہ خبر سُنی۔ آپ سوائے اُن چند لوگوں کے جو مسلمان ہوگئے تھے مدینہ والوں پر اعتماد نہ کر سکتے تھے۔ الغرض تین سو تیرہ آدمیوں کی مختصر جماعت کے ساتھ جسمیں بہت سے بیس سال سے کم عمر کے لوگ بھی شامل تھے! آپ دشمنوں کے مقابلہ کو باہر نکلے۔ اور بدر کے مقام پر جو مدینہ سے تیس میل کے فاصلہ پر ہے۔ دونوں فوجیں صف آرا ہوئیں۔ اہل مکہ کے بہت سے لوگ مارے گئے۔ اور بقیۃ السیف بھاگ کر مکہ پہنچے'۔ وہاں جاکر اُنھوں نے شکست کا ماجرا مکہ والوں کو سُنایا'۔ وہ لوگ بہت برافروختہ ہوئے۔ اور اُنھوں نے دوبارہ مُقابلہ کی طیاری کی۔ اب کی مرتبہ ان کی فوج کی تعداد تین ہزار سے متجاوز تھی۔ آنحضرت صلعم پھر مدینہ سے باہر مقابلہ کے لئے نکلے۔ آپ کے ساتھ نوسو آدمی تھے۔ اُحد کے مقام پر دوسری جنگ ہوئی۔ اگرچہ مسلمان فتحیاب نہ ہو سکے لیکن دشمنوں کو بھی کوئی فائدہ حاصل نہ ہوا۔ آخرالذکر نے اب مسلمانوں کو بالکل

نیست و نابود کر دینے کا تہیہ کر لیا۔ اُنھوں نے عرب کے دوسرے قبائل سے آنحضرت صلعم کے خلاف ساز باز شروع کی۔ اور دس ہزار آدمیوں کی فوج طیار رکی اور مدینہ کا محاصرہ شروع کیا۔ کوئی باقاعدہ جنگ نہیں ہوئی لیکن ایک رات زبردست طوفان برپا ہو گیا۔ مکہ والوں کے تمام چراغ گل ہو گئے۔ اور سارے خیمے ہوا سے اُکھڑ گئے۔ اس بات سے اُن کے اوسان خطا ہو گئے۔ اور وہ فوراً راتوں رات سر پر پاؤں رکھ کر بھاگ نکلے۔ اگرچہ اس محاصرہ کے بعد دشمنانِ اسلام کوئی دوسری سازش نہ کر سکے لیکن اس واقعہ سے تمام عرب میں آتشِ جنگ مشتعل ہو گئی مسلمان چاروں طرف سے دشمنوں میں گھرے ہوئے تھے۔ اور زیادہ تر اس موقعہ پر مفصلہ ذیل آیات قرآنی نازل ہوئی تھیں۔ ان میں جو رنگ اعتدال پایا جاتا ہے۔ وہ ہر طرح لائق تحسین ہے +

"جس قدر فوج تم اُن کے مقابلہ میں لا سکتے ہو مہیا کرو۔ اور گھوڑے سامنے رکھو۔ تاکہ تم اُنھیں خوفزدہ کر سکو، جو اللہ کے اور تمھارے دشمن ہیں۔ اور اُن کے علاوہ اَوروں کو بھی جن کو تم نہیں جانتے مگر اللہ خوب جانتا ہے۔ اور جو کچھ تم اللہ کے راستہ میں خرچ کرو گے۔ وہ تم کو پورا پورا واپس ملجائیگا۔ اور تمھارے ساتھ ناانصافی ہرگز نہ ہوگی" (قرآن مجید سورت ۸ آیت ۶۰) +

"منکروں سے کہہ دو۔ اگر وہ باز آجائیں تو اُن کے سابقہ قصور معاف کر دیئے جائینگے۔ اور اگر وہ پھر شرارت کرینگے تو اگلے لوگوں کی روش پڑ چکی ہے وہی انجام اُن کا بھی ہوگا۔ اور کافروں سے ساتھ لڑو یہانتک کہ فساد نام کو بھی باقی نہ رہے اور مذہب صرف خدا ہی کے لئے قائم ہو جائے۔ اور اگر وہ باز آجائیں تو اللہ اُن کے اعمال سے خبردار ہے اور اگر سرتابی کریں تو مسلمانوں کو سمجھنا چاہیئے کہ اللہ تمھارا حامی ہے۔ کیا ہی اچھا حامی ہے۔ اور کیا ہی اچھا مددگار ہے" (قرآن مجید سورت ۸ آیت ۳۸ تا ۴۰) +

"اور اگر تم فیصلہ کے طالب تھے۔ تو فیصلہ تمھارے پاس آگیا (کہ سچے کو

فتح ہوئی) پس اگر تم اپنی شرارت سے باز آجاؤ تو تمہارے حق میں بہتر ہوگا۔ اور اگر تم مخالفت کروگے۔ تو ہم بھی مخالفت کرینگے۔ اور تمہاری فوجیں تمہارے کام ہرگز نہ آئینگی۔ خواہ وہ بہت سی کیوں نہ ہوں۔ اور جان رکھو کہ اللہ مومنوں کے ساتھ ہے" (قرآن مجید سورت ۸ آیت ۱۹)

ان تمام آیات سے صرف حفاظت خود اختیاری میں جنگ کرنے کی اجازت ظاہر ہوتی ہے۔ اور ان میں صراحت کی گئی ہے۔ کہ جب دشمن جنگ وجدل سے باز آجائیں تو مسلمان بھی ہاتھ روک لیں خواہ اسمیں انھیں نقصان ہی کیوں نہ ہو۔ چنانچہ یہ آیت اس پر دال ہے "اور وہ صلح کی طرف جھکیں۔ تو تم بھی صلح کی طرف جھکو۔ اور اللہ پر اعتماد رکھو۔ اور اگر وہ تمھیں دھوکہ دینے کی کوشش کریں۔ تو تم .. بھی یقین رکھو۔ کہ اللہ تمہاری مدد کے لئے کافی ہے" (۸: ۶۱ و ۶۲) +

بہرحال اس کے بعد بہت سے قبائل آنحضرتؐ کے طرفدار ہو گئے اگرچہ اُن کا مقصد جیسا کہ قرآن سے ظاہر ہے مسلمانوں کو دھوکہ دینا تھا "جن لوگوں کے ساتھ تم نے عہد کیا ہے۔ اور وہ ہر مرتبہ عہد شکنی کرتے ہیں۔ اور عذاب خداوندی سے نہیں ڈرتے" (۸: ۵۶)

اس جنگی سپرٹ کو زائل کرنے کے لئے مسلمانوں نے حتی المقدور مصالحت کی کوشش کی۔ لیکن جب کبھی غیر مسلموں کو آنحضرتؐ پر کوئی تفوق حاصل ہو جاتا تھا۔ وہ فوراً تعلقات نسبی یا مواعید دونوں کو بالائے طاق رکھ دیتے تھے۔ اس صورت حال کے تسلسل سے مسلمانوں کی جانیں معرض خطر میں پڑ گئیں۔ وہ لوگ، ان لوگوں سے جن کے ساتھ عہد وپیمان تھا، دوست سمجھ کر ملتے جلتے تھے لیکن یہ منافقین بسا اوقات مخلص طبع مسلمانوں کو فریب دیتے تھے۔ اور بہت سے مسلمان اس سلسلہ میں مارے گئے۔ لہذا صرف یہی صورت رہ گئی۔ کہ اُن کے خلاف اعلان جنگ کردیا جائے۔ بہت سے ان لوگوں کے پابند نہ تھے جنہوں نے خلاف ورزی کی تھی لہذا مفصلہ ذیل وحی بطور اعلان نازل ہوئی :-

"یہ اعلان ہے اُس آزادی کا جو اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسُول کی طرف سے اُن مشرکین کے سلسلہ میں جن کے ساتھ تم مسلمانوں نے مواعید کئے تھے پس چار مہینے تک بہ آزادی مُلک میں گھومتے پھرتے رہو۔ اور جان لو کہ تم اللہ کو کمزور نہیں کرسکتے۔ اور اللہ کافروں پر ذلت نازل کریگا۔ اور سب سے بڑے حج کے موقعہ پر اللہ اور اسکے رسُول کی طرف سے یہ اعلان بھی ہے۔ کہ اللہ اور اُس کا رسُول دونوں مشرکین کے ساتھ کسی معاملہ میں پابند نہیں ہیں۔ پس اگر تم توبہ کروگے تو تمہارے حق میں بہتر ہوگا اور اگر رُوگردانی کروگے۔ تو جان لو کہ تم اللہ کو کمزور نہیں کرسکتے۔ اور کافروں کو عذاب الیم کی خبر دیدو۔ سوائے ان کافروں کے جن کے ساتھ تم نے معاہدے کئے اور اُنھوں نے کسی معاملہ میں خلاف ورزی نہیں کی۔ اور نہ تمہارے خلاف کسی شخص کی امداد کی۔ پس اُن کے ساتھ اپنا معاہدہ پُورا کرو۔ یقیناً اللہ ان لوگوں کو دوست رکھتا ہے۔ جو اپنا فرض ادا کرتے ہیں۔ پس جب مقدس مہینے گزر جائیں تو قتل کرو کافروں کو جہاں پاؤ۔ اور اُنھیں قید کرو۔ اور اُن کا محاصرہ کرو۔ اور ہر جگہ اُنکی تاک میں رہو۔ لیکن اگر وہ توبہ کریں اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ دیں تو اُنھیں آزاد چھوڑ دو۔ یقیناً اللہ معاف کرنیوالا اور مہربان ہے۔" اور اگر کوئی بُت پرست تمہاری پناہ میں آئے تو اُسے پناہ دو۔ یہاں تک کہ وہ کلام خُدا کا سُنے، تب اُسے کسی محفُوظ جگہ تک پہنچنے میں مدد دو۔ یہ اسلئے کہ یہ وہ لوگ ہیں۔ جو (حقیقت سے) خبردار نہیں ہیں (سُورت ۹: آیات ۱ تا ۶)

مذکُورہ بالا اقتباس کی چوتھی آیت معاملہ کو صاف کردیتی ہے۔ اور اُن لوگوں کیلئے، جو عہد کی پابندی کریں، حفاظت کا سامان مُہیّا کرتی ہے۔ جس سزا کا آیت ۵ میں ذکر کیا گیا ہے۔ وہ صرف ان پر عاید ہوتی ہے۔ جو اس بچانے والے جُملے کے ماتحت نہیں آسکتے۔ بہرحال مسلمانوں کے خلاف جنگ کرنے اور اُن سے وعدہ خلافی کرنیوالے کافروں کے خلاف جنگ کا اعلان کیا گیا۔ جو بار بار مسلمانوں کو ستاتے رہتے تھے۔ اور اگرچہ اب اُنھیں کوئی حق نہ تھا۔ کہ وہ محفُوظ رہ سکیں لیکن اس سُورت

کی چھٹی آیت اُن کو بھی زندگی کا ایک اور موقعہ عطا کرتی ہے +

بہر کیف، اس آیت سے لوگوں کو غلط فہمی بھی پیدا ہوئی ہے۔ اور مخالفین اسکی بناء پر اسلام کے خلاف نہایت مضحکہ انگیز اعتراض کرتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں۔ کہ ابتدائی مسلمانوں نے غیر مسلموں کے سامنے دو چیزیں پیش کیں۔ اسلام یا تلوار۔ ایک معترض لکھتا ہے۔ کہ یا تو غیر مسلموں کو جبراً مسلمان بنایا گیا یا اُنھیں تلوار کے گھاٹ اُتار دیا گیا۔ غالباً قرآنی الفاظ کے اس سے زیادہ غلط معانی بیان کرنے کی کوئی دوسری مثال نہیں مل سکتی۔ میرے خیال میں اس آیت کے یہ معنی بیان کرنا، جس کے پہلے اور آخر میں دو آیات اور بھی شامل ہیں، پرلے درجہ کی شرارت ہے۔ اوّل الذکر آیت میں ان غیر مسلموں کو مستثنےٰ کر دیا گیا ہے۔ جو اپنے عہد پر قائم رہے۔ اور آخر الذکر ان لوگوں کو دُنیا میں زندہ رہنے کا حق دیتی ہے، جن کو زندہ رہنے کا کوئی حق حاصل نہ تھا۔ اس سے ظاہر ہے۔ کہ مشرکین اور بُت پرستوں کو محض اس بناء پر قتل کرنے کا حکم نہیں دیا گیا۔ کہ وہ مسلمان نہ تھے۔ بقولِ سیل جیسا کہ اُس نے اس آیت کے حاشیہ میں لکھا ہے۔ کہ "مسلمانوں نے اس آیت کے ماتحت اُن کفار کو جنہوں نے اسلام قبول کرنا مناسب نہ سمجھا بحفاظت تمام ان کے گھروں کو واپس پہنچا دیا"۔ میں نے تو کسی شخص کو اپنے دشمن کے ساتھ اس سے بہتر سلوک کرنے کی مثال آج تک کہیں نہیں پڑھی ہے۔ اب میں ناظرین کے سامنے چند قرآنی آیات اَور بھی بیان کرونگا جن سے یہ فیصلہ ہو سکتا ہے۔ کہ اسلام نے جنگ کو کیا مرتبہ دیا ہے۔ میری مُراد گیارھویں سُورت کی آیات ۱۲ تا ۱۶ سے ہے۔ سُورۂ برأت کی آیت ۱۲۳ سے صاف معلوم ہوتا ہے۔ کہ مسلمانوں کی جنگ دُنیا بھر کے کفار سے نہ تھی بلکہ صرف ان لوگوں سے جنہوں نے اسلام کو صفحۂ ہستی سے نابود کر دینے کا تہیہ کر لیا تھا۔ وہ آیت یہ ہے:۔

"اے لوگو۔ جو ایمان لائے ہو! اُن کافروں سے لڑو! جو تمہارے قریب ہیں

اور اُن کے ساتھ سختی سے پیش آؤ۔ اور یقین رکھو کہ اللہ پرہیزگاروں کے ساتھ ہے" +

یہ حکم عام نہیں ہے۔ پس اسلامی لڑائیوں کی صحیح توضیح کرنے کیلئے اس اصول کو مدنظر رکھنے کی ضرورت ہے۔ جو اس آیت میں بیان کیا گیا ہے۔ مذکورہ بالا اقتباسات میں اُن تمام آیات کا مذکور بھی ہُوا ہے۔ جن پر مخالفین نے وقتاً فوقتاً اعتراضات کئے ہیں۔ نقاد کا فرض ہے۔ کہ وہ بے لاگ تنقید کرے۔ میں حیران ہوں کہ عیسائی معترضین۔ اور اسلام کے خلاف لکھنے والے زیادہ تر یہی لوگ ہیں۔ کسی طرح قرآن مجید کی ان صاف آیات پر کوئی اعتراض کر سکتے ہیں؟ اور کس قدر شرم کی بات ہے کہ اس قماش کے لوگ مختلف مقامات سے آیات لے کر جو اُن کے مفید مطلب نظر آئیں، سیاق و سباق سے قطع نظر کر کے چند مہمل اعتراضات وارد کر دیتے ہیں +

مختصر یہ کہ دنیا کو اصول جنگ کی ہمیشہ سے ضرورت لاحق رہی ہے اور اسلام ہی وہ مذہب ہے۔ جس نے یہ اصول دنیا کو تلقین کئے ہیں۔ اسلام نے ایسی تمام جنگوں کی ممانعت کر دی جو دوسروں کی املاک اور جائداد غصب کرنے کے لئے برپا کی جاتی تھیں یا جو مذہب کے نام پر جاری ہوتی تھیں۔ اسلام دنیا میں امن و امان قائم کرنے کیلئے آیا ہے، جیسا کہ اس کے نام سے ظاہر ہوتا ہے۔ اور اس نے تلوار چلانے کی اجازت محض اس وقت دی جبکہ اپنی جان و مال، اور مذہب خطرہ میں ہو۔ اور جبکہ کوئی شخص بغیر کسی معقول وجہ کے دوسرے پر حملہ آور ہو +

قرآنی اخلاقِ منزلیہ

از قلم حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مبلغ اسلام

یورپ کی متمدن دنیا کو دیکھ کر انسان کی نگاہ میں قرآن کریم کی خاص عظمت پیدا ہو جاتی ہے۔ ایک وقت امور منزلیہ کے متعلق کتاب مقدس کی بعض باتیں مجھے بے ضرورت نظر آتی تھیں۔ نہ تو اس وقت زندگی کے اُتار چڑھاؤ پر غور کرنے کا مجھے موقع ملا تھا۔ نہ دوسروں کے تمدن سے چنداں واقفیت تھی۔ ہم مغربی مال و منال اور اُن کے اسباب عیش و آسائش کے حالات سُن کر دُور سے ہی حیران رہجاتے ہیں۔ اور اُن کے قدم بہ قدم چلنے کی خواہش کرتے ہیں۔ لیکن جو جاکر وہاں نظر آیا۔ وہ یہی تھا۔ کہ اسباب راحت کے موجود ہونے پر یہ لوگ گھر کی خوشی سے محروم ہیں۔ کاش شادی کے بعد میاں بیوی کا تعلق ہی آپس میں صحیح ہوتا۔ وہ بھی نظر نہیں آتا۔ مغرب میں شادی ایک قسم کی لاٹری سمجھی جاتی ہے۔ اس سے مُراد وہ راحت افزا شادی ہے جو ایک کنبہ کو راحت و آرام میں رکھے۔ اسی شادی کا فقدان اس قدر بیّن ہے۔ کہ شادی کو مغرب نے لاٹری قرار دیا۔ یعنی جس طرح سینکڑوں میں سے ایک شخص کے حق میں لاٹری کا خاتمہ ہوتا ہے۔ اسی طرح راحت افزا متاہل زندگی بھی نادرات میں سے ہے۔ حافظ علیہ الرحمتہ کا یہ شعر ہر جگہ صادق نظر آتا ہے ؎

دختراں را ہمہ جنگ است و جدل با مادر ‏ ‏ ‏ پسراں را ہمہ بدخواہ پدر مے بینم
ہیچ رحمے نہ برادر بہ برادر دارد ‏ ‏ ‏ ہیچ شفقت نہ پدر را بہ پسر مے بینم

چودہ سال تک تو علے العموم بچوں کا تعاہد تو والدین کے ذمہ ہر جگہ ہے لیکن

اس عمر کے بعد درمیانی درجے کے لوگ عموماً اس بات کی توقع رکھتے ہیں۔ کہ ان کے بچے خواہ کسی صنف کے ہوں کچھ کما کر والدین کو دیں۔ اس تمدّن کا اثر جو بچوں پر ہوتا ہے۔ وہ یہ ہے۔ کہ کمانے کے ایک دو سال بعد ہی لڑکا ہو یا لڑکی اپنی آمد میں سے اس قدر روپیہ اپنے والدین کو دیتا ہے۔ جو اس کی رہائش اور خوراک کیلئے مکتفی ہو۔ وہ اپنی آمد کا ایک حصہ اپنے لئے الگ کرلیتا ہے۔ استثنائی حالات بھی ہوتے ہیں۔ لیکن یہ طریق زندگی ہر خاندان کو ہر گھر کو مغرب میں ایک ہوٹل بنا دیتا ہے۔ جس کے چلانے والے ماں یا باپ ہوتے ہیں۔ اس کا ایک اور اثر خصوصاً صنف لطیف میں ایک اور رنگ میں پیدا ہوتا ہے لڑکی کو حق حاصل ہو جاتا ہے۔ کہ جسطرح چاہے روپیہ پیدا کرے۔ والدین کو دخل اندازی کا کوئی حق نہیں رہتا۔ اس سے بعض بچے بد اخلاقی کے راہ پر قدمزن ہو جاتے ہیں +

اسمیں شک نہیں کہ ابتداہی میں ہر بچے میں ذاتی ذمہ واری کا احساس پیدا ہو جاتا ہے لیکن دیگر سوشل نقص جو اس سے پیدا ہوتے ہیں وہ اس فائدہ سے کہیں زیادہ ہیں۔ یہ عموماً نظر آتا ہے۔ کہ لڑکے لڑکیاں بیس سال کی عمر کے ہوکر جہاں اُن کے سینگ سمائیں چلے جاتے ہیں۔ اگر ایسے بچوں میں والدین کے تعاہد کا خیال نہ رہے۔ تو ایک طبعی امر ہے۔ یہ کون نہیں جانتا۔ کہ بچے تو اپنے روزگار میں پرلے درجے کی خوشحالی کے مالک ہو جاتے ہیں۔ اور اُن کے والدین ضعیفی کے علاوہ تنگئ معاش سے نالاں رہتے ہیں۔ والدین کی کیا مجال ہے۔ کہ وہ اپنے آسودہ اولاد کی چھت تلے کسی لمبے وقت کے لئے راحت کو دیکھیں۔ ایک ہندوستانی افسر جو ڈپٹی کمشنر ہوکر آخر پنشن یاب ہوئے۔ وہ ۱۹۱۴ء میں انگلستان آئے۔ وہ ہمارے ہاں ہی مہمان تھے۔ ایکدن وہ پنجاب کے ایک پنشن یافتہ لفٹننٹ گورنر کو ملنے گئے جہاں ایک عورت جاروب کشی کر رہی تھی۔ جو بعد میں معلوم ہوا۔ کہ اُسی افسر مذکور کی حقیقی بہن ہے۔ یہ تسلیم کیا کہ اس طریق تمدّن سے ایک قسم کی ذمہ واری اور

خود اعتمادی کی رُوح پیدا کرنے کی طرف انسان کی توجہ ہوتی ہے لیکن منزلی راحت کسی کُنبے کو نصیب ہونی چاہئے۔ وہ مغرب میں نظر نہیں آتی +

اس فقدان راحت کا ایک بھاری باعث تعلیم مذہب ہے۔ بانیٔ مذہب کے اخلاق اور اُسکی تعلیم انسان میں اچھّے اخلاق پیدا کرتی ہے۔ مذہب کا فرض چند رسمی عبادات یا چند نرم اخلاق کی تعلیم دینے تک محدُود نہیں۔ حقیقی مذہب وہ ہی ہے۔ جو اپنے پیرووں کے ہر شعبۂ زندگی میں سامان راحت پیدا کر دے۔ انجیل توریت کو شروع سے آخر تک دیکھ لیا جائے۔ جناب موسیٰ کے دس احکام شریعت کے ایک حکم کے سوا منزلی اخلاق کی تعلیم بہت ہی کم نظر آتی ہے۔ مذکورہ بالا احکام عشرہ میں سے ایک حکم یہ بھی ہے۔ کہ ہم والدین کی عزت کریں۔ جہاں کہیں توریت میں اس امر پر تعلیم دیکھی جائے۔ وہ اسی حکم کا اعادہ ہے لیکن انجیل میں جو نمُونہ جناب مسیح کے متعلق روایت کیا گیا ہے۔ وہ کوئی اچھا نمونہ نہیں۔ جناب مریم تو اپنے بچے کی تلاش میں اپنے دوسرے بیٹوں کے ساتھ سرگرداں ہو رہی ہے۔ لیکن جب وہ آپ کے پاس آتی ہے۔ اور اپنی سرگردانی کا حال بیان کرتی ہے۔ تو حسب روایت انجیل جناب مسیح اپنی والدہ ماجدہ کو کسی ادب کے لفظ کے ساتھ مخاطب نہیں کرتے۔ آپ فرماتے ہیں:-

"اے عورت میرا تجھ سے کیا واسطہ" پھر آپ اپنے شاگردوں کی طرف ارشاد کرتے ہیں۔ کہ یہ میرے بہن بھائی ہیں۔ مانا کہ اپنے بھائیوں سے آپ کا کوئی مذہبی تخالف ہوگا لیکن آپ کے اس نمونہ نے کُل مغرب کا نقشہ بدل دیا۔ نہ کسی کو بھائی سے تعلق ہے۔ نہ ماں باپ کی کوئی حقیقی خدمت کرتا ہے دوسری طرف آنحضرتؐ کی زندگی میں ایک نہایت ہی سبق آموز واقعہ پیش آتا ہے۔ آپؐ مدینہ میں فاتحانہ زندگی کے ساتھ بیٹھے ہوئے ہیں۔ حربی قیدیوں کا ایک گروہ آپؐ کے سامنے آتا ہے۔ اُن میں ایک ضعیف بی بی بھی ہے۔ وہ اپنے آپ کو چھپا رہی ہے آپؐ دیکھتے ہی کھڑے ہو جاتے ہیں۔ آپؐ اُس وقت شفقت پسری کا ایک مجسمہ

بن جاتے ہیں اپنی رداء مبارک کندھوں سے اتار کر زمین پر بچھا دیتے ہیں۔ اور اس اسیرا کو اس پر بیٹھنے کیلئے مجبور کرتے ہیں۔ پھر نہایت شفیقانہ الفاظ کے بعد نہ صرف اس بی بی کو بلکہ اس کل کی کل جماعت کو آزاد فرما دیتے ہیں جو غلامانہ حیثیت میں آپ کے پاس حاضر ہوئے۔ یہ بی بی حلیمہ دائی تھی۔ جس نے ایام رضاعت میں آپ کی پرورش فرمائی تھی +

الغرض مذسب حقہ کا یہ فرض ہے۔ کہ وہ ہماری زندگی میں راحت کے اسباب پیدا کر دے۔ اس نقطۂ نگاہ سے جب میں قرآن حکیم کو دیکھتا ہوں تو مجھے یہ نظر آتا ہے کہ اس کتاب نے کس قدر حقیقی خدمت انسان کی کی۔ اور نہ صرف اس ایک امر میں بھی آنحضرت صلعم حقیقی رحمۃ اللعلمین تھے۔ یوں تو طرح طرح سے اور مختلف دلائل دیگر ہم پر مبرہن کر دیا ہے۔ کہ ہمیں والدین کی خدمت میں کس طرح حاضر ہونا چاہئے لیکن سورۂ بنی اسرائیل کی ذیل کی آیت نہ صرف اسی امر پر ہی زور دیتی ہے بلکہ ہمیں ایک ایسے وقت کی طرف اشارہ کیا ہے۔ کہ ایک طرف تو والدین محتاج خدمت ہوں۔ اور دوسری طرف ہمارا اُن کی خدمت میں رہنا ایک کٹھن امر ہے۔

وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ۭ اِمَّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ اَحَدُهُمَآ اَوْ كِلٰـهُمَا فَلَا تَقُلْ لَّهُمَآ اُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا ۔ وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِيْ صَغِيْرًا ۔ رَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِمَا فِيْ نُفُوْسِكُمْ ۭ اِنْ تَكُوْنُوْا صٰلِحِيْنَ فَاِنَّهٗ كَانَ لِلْاَوَّابِيْنَ غَفُوْرًا ۔ وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ وَالْمِسْكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِيْرًا ۔ (سورہ بنی اسرائیل آیت ۲۳ تا آیت ۲۶)

ترجمہ۔ اور تیرے رب نے فیصلہ کر دیا ہے۔ کہ اس کے سوائے (کسی کی) عبادت نہ کرو۔ اور ماں باپ سے نیکی کرو۔ اگر تیرے سامنے دونوں میں سے ایک یا دونوں ہی بڑھاپے کو پہنچ جائیں۔ تو انکو اُف (تک) نہ کہہ۔ اور نہ انکو ڈانٹ۔ اور ان دونوں سے ادب سے بات کر۔ اور ان دونوں کے آگے رحم کے ساتھ فرمانبرداری

کا بازو جھکا۔ اور کہہ اے میرے رب تو ان پر رحم کر جس طرح انھوں نے مجھے چھوٹے ہوتے پالا تمہارا رب خوب جانتا ہے۔ جو تمہارے دلوں میں ہے۔ اگر تم نیک ہو۔ تو وہ بار بار رجوع کرنیوالوں کی حفاظت کرنیوالا ہے اور قریبی کو اس کا حق دو۔ اور مسکین اور مسافر کو (بھی) اور بیجا خرچ کر کے (مال کو) ضائع نہ کرو +

سب سے پہلے ہمیں اس امر کو دیکھنا ہے۔ کہ خدا تعالےٰ نے اپنے حقوق عباد کے بعد والدین کی خدمت کا ذکر کیا ہے یعنی خدا کے بعد انسان کے اگر کوئی مخدوم ہو سکتے ہیں۔ تو اس کے والدین۔ چنانچہ صرف ایک بات کے علاوہ ہمیں اُن کے سامنے سر تسلیم خم کرنا ہے۔ اور وہ امر یہ ہے۔ کہ اگر وہ ہم سے احکام خداوندی کے خلاف کچھ وہ کہنا چاہیں۔ تو وہ ہم نہ مانیں۔ لیکن اس موقع پر بھی نرمی اور حسن سلوک کو اپنے ہاتھ سے نہ دیں۔ والدین کی زندگی کا نازک وقت اُن کی ضعیفی یا ارذل عمر ہوتی ہے۔ اُس وقت وہ مزاج کے تلخ اور چڑ چڑے ہو جاتے ہیں۔ نشیب و فراز زمانہ کو وہ نہیں سمجھتے۔ جو ان کے مُنہ میں آتا ہے کہ گذرتے ہیں۔ اُن کے الفاظ بچوں کے اشتعال کا موجب ہوتے ہیں۔ لیکن اسی وقت کیلئے کتاب حکیم کی تعلیم ہے۔ کہ ہم اُن کے مقابل مُنہ کھولنا تو درکنار اُف تک بھی نہ کریں۔ انجیل کی تعلیم اور قرآن کے اس ارشاد میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ اور اُن کا عملی اثر جو مغرب مشرق میں نظر آتا ہے وہ بھی ظاہر ہے +

جن دو باتوں کا قرآن کریم میں بار بار ذکر ہے۔ وہ صدقات و حسنات اور نماز ہیں۔ لیکن جہاں کہیں بھی تقسیم صدقات کا حکم ہے۔ تو سب سے پہلے والدین کا ذکر ہے۔ لفظ صدقہ ہماری زبان میں ایک مُتبذّل لفظ ہو گیا ہے۔ یہی خیرات کی حقیقت ہے۔ حالانکہ اسلام نے ان دونوں الفاظ کو اُن نیکی کے کاموں پر استعمال کیا ہے جن میں ہمارے مکسوبات خرچ ہوتے ہیں۔ والدین چھوڑ جو کچھ بھی ہم اپنے بی بی اور بچوں پر خرچ کرتے ہیں۔ اُسے بھی قرآن کریم نے لفظ صدقہ سے تعبیر کیا ہے۔ یہ لفظ اسلئے استعمال ہُوا ہے۔ کہ ہم اپنے مال کو

خرچ کر ایک طرف احکام خداوندی کی تصدیق کرتے ہیں۔ اور دوسری طرف اُن تعلقات قلبی کو وسیع کر دکھاتے ہیں۔ جو ہمیں دوسروں سے ہوتے ہیں +

تقسیم آمد۔ قرآن کریم کے کُل احکامات کو سامنے رکھ کر ہمیں اپنی آمد کو بطریق ذیل خرچ کرنا چاہیئے۔ سب سے اوّل ہم اپنی آمد میں سے زکوٰۃ کو الگ کر دیں۔ اور اس کا بہترین طریق یہ ہے۔ کہ ہم اپنی ماہوار آمد میں سے اڑھائی فیصدی قرآن کے اُن مقرر کردہ راہوں پر خرچ کریں۔ جو زکوٰۃ کے متعلق قرآن نے فرمائے ہیں۔ اس کے بعد والدین پر کچھ حصّہ خرچ کرے۔ پھر اپنے عیال و اقربا کا فکر کرے۔ ان ہی میں ہمارے محتاج دوست بھی آجاتے ہیں۔ بعد میں ہمیں قومی امور کا فکر کرنا ہے۔ اس سے یہ مُراد نہیں۔ کہ ہم کُل کی کُل آمد کسی ایک مد پر ہی خرچ کر دیں۔ اپنے حالات کے مطابق اپنی آمد کی تقسیم کریں۔ اور ہر ایک مد میں کچھ نہ کچھ خرچ کریں +

وحدتِ انسان

جس طرح عامہ تہذیب و تمدن کے مقابل عدم وحدتِ انسانیہ کا نظریہ حائل ہُوا ہے۔ شاید ہی کوئی اور ایسی روک ترقیٔ انسانی کی راہ میں پیدا ہُوئی ہو۔ وہ انسان جس کے لئے خدا تعالیٰ نے طرح طرح کی نعمتیں پیدا کیں۔ اور جن نعمتوں سے مستفید ہونے کے لئے کُل انسانوں کو ایک ہی قسم کی قوتیں اور استعدادیں دی گئیں اُن کی نسل کا ایک بھاری حصّہ اسی عدم وحدت کے اعتبار سے محروم ہو چکا ہے۔ مذہب اگر رب العالمین کی طرف سے تھا۔ تو اُس کا پہلا فرض یہ ہونا چاہیئے۔ کہ وہ اس وحدت کو قائم کرے لیکن قبل اسلام مذہب نے ہی اس مصیبت کو پیدا کیا۔ قدیم ایرانی

مذہب یعنے پارسیوں کے طریق نے ہی ہندوستان میں ذات پات کو پیدا کیا۔ انھیں کی طرح یہاں کے باشندے چار قوموں میں تقسیم ہوئے۔ مذہب نے ہی ہندوستان کے کئی کروڑوں انسانوں کو معمولی حقوقِ انسانیت سے محروم کر دیا۔ آج گیارہ کروڑ سے زیادہ اچھوت قومیں ہندوستان میں موجود ہیں۔ ان کے سایہ تک سے اعلےٰ قوم کو مذہباً نفرت ہے۔ اور تو اور انھیں نہ تو خدا کے گھر میں جانے کا حق حاصل ہے۔ نہ وہ خدا کے کلام کو سُن سکتے ہیں۔ اپنی معیشت کے لئے جس ادنےٰ سے ادنےٰ کاروبار میں وہ پھنس گئے ہیں۔ ہزاروں برس سے اُسی میں گرفتار ہیں۔ ہم نے تو مغرب میں قصابوں اور موچیوں کے بیٹوں کو وزیر اعظم ہوتے دیکھا لیکن ہندوستان کا دس ہزار برس کا چمار آج چمار ہی ہے۔ ہاں یہ چمار بھی مسلمان ہو کر عموماً دوسری پُشت میں تاجر چرم اور تیسری میں جنرل مرچنٹ ہو جاتے ہیں۔ مجلسی طور پر بھی یہ لوگ اعلےٰ طبقہ کے ممبر بن جاتے ہیں۔ اسی طرح مسئلہ تناسخ کی رُو سے جو لوگ ادنےٰ حالت میں ہوتے ہیں وہ پچھلی جنم کے سیاہ کار اور گناہگار ہوتے ہیں۔ پھر اچھوت یا ادنےٰ درجہ کے لوگ دوسرے ہندو اصحاب کے نزدیک کیوں قابل نفرت نہ سمجھیں جائیں۔ یہ لوگ اگر واقعی پچھلے جنم میں بدمعاش اور بے ایمان تھے۔ تو کیوں ہم اُن سے نہ بچیں۔ اس طرح اس مسئلہ تناسخ نے جو ہندو مذہب کا ایک بنیادی مسئلہ ہے۔ نسلِ انسانی میں ایک خطرناک تفریق پیدا کر دی۔ خود عیسائیت بھی اس جرم کی مرتکب ہوئی۔ مثلاً پیدائش کے وقت جو بپتسمہ پالے وہ تو جنتی ہے۔ اور باقی کے دوزخی سمجھے جاتے ہیں۔ حتےٰ کہ کوئی عیسائی بچّہ بھی اگر بپتسمہ پانے سے پہلے مرجائے۔ تو اُسے مقدس کردہ قبرستان میں دفن نہیں کیا جاتا۔ اور چند صدی پہلے تو رُوس میں ان بچّوں کو جلا دیا کرتے تھے۔ جب عیسائی کی نگاہ میں کُل غیر عیسائی دُنیا پیدائشاً جہنّمی اور بے ایمان ہے تو پھر کیوں اُنھیں دوسروں سے نفرت نہ ہو۔ اس حقیقت کے خلاف آجکل کے عیسائیوں کا طرزِ عمل پیش نہیں ہو سکتا۔ یہ تو آجکل کی تمدّن آجکل کی تعلیم اور اُن کے ماتحت آجکل کے وسعتِ قلب کے نتائج ہیں۔ دیکھنا تو یہ چاہئے۔ کہ چند صدیاں پہلے اس کا

میں عیسائی قلب کی کیا کیفیت تھی۔ آج جب یہ لوگ گرجے میں جاتے ہیں۔ تو اُنکے مُنہ سے کیا کلمات نکلتے ہیں۔ کتاب دُعا عمومی کے موجودہ ترمیم سے پہلے کی اڈیشن کو دیکھا جائے۔ اور یہ ترمیم بھی کوئی پانچ چھ سال ہوئے۔ تو اسمیں سے صاف ظاہر ہوتا ہے۔ کہ جو مسیح پر ایمان نہ لائے۔ اس کے لئے ابدی جہنم ہے پھر جو گرجے کے اندر پرستاروں کے مُنہ پر الفاظ لعنت کے آتے ہیں۔ ان میں سے ایک حصّے کے مستحق ترکوں کو قرار دیا گیا ہے۔ اور آج تو نہیں لیکن آج سے دو نسل پہلے تُرکوں سے مُراد مُسلمان لئے جاتے تھے۔ اب جو نیک مزاج عیسائی ان دُعاؤں اور لعنتوں کو پڑھ کر گرجے میں سے نکلیگا۔ اُس کی نگاہ میں غیر عیسائی کی حقیقت کیا ہوگی۔ کیا اس معاملہ میں اسلام نے نسل انسانی پر کچھ کم رحم کیا۔ جب آنحضرت صلعم نے فرمادیا۔ کہ جو بھی پیدا ہوُا وہ گناہ سے پاک پیدا ہُوا۔ اور وہ پیدائش کے رُو سے جنتی ہے۔ ہندو عیسائیوں کے بعد قریب قریب ہر مذہب کی ایسی ہی تعلیم ہے۔ جب ان کے نزدیک دوسری قومیں خدا کے مخاطبہ کے قابل ہی نہیں رہیں۔ تو پھر ان کی حقیقت ہی کیا ہے +

مذہب کے بعد پولیٹیکل قوانین نے نسل انسانی میں بیخ کن تمدّنی تفرقہ پیدا کر دیا ہے۔ رُومی یُونانی تو کسی الہامی مذہب سے تعلّق نہ رکھتے تھے اُنھوں نے بھی مفتُوح قوموں سے بہت ہی بُرا سلُوک کیا۔ اُنھیں غلامانہ حیثیّت میں میں رکھا۔ ان پر طرح طرح کے مظالم کئے جسٹینن جیسے مقنن نے اہل روما کو دو جماعتوں میں تقسیم کیا۔ جن میں ایک کی حیثیت تو آقا کی تھی۔ اور دوسرے کی حیثیت غلاموں سے بھی بدتر تھی۔ اسلام سے پہلے جس طرف جاؤ یہی نقشہ نظر آتا ہے۔ ہر جگہ نسل انسانی کا ایک بھاری حصّہ ہر ایک قسم کی ترقی اور آسائش سے محروم کیا گیا۔ وہ تو خیر پُرانی باتیں ہیں۔ آج بھی مغربی قومیں کم وبیش یہی کر رہی ہیں۔ افریقہ کے اصلی باشندوں سے غلامانہ سلوک ہو رہا ہے۔ اور محکوم قوموں کو بھی ایک حد تک وہ حقُوق نہیں دئے جاتے جو حاکم قوم اپنے

لئے رکھتی ہے۔ جنگ عظیم سے دارالسلام (افریقہ) میں تو حاکم محکوم قوموں کے لئے تعزیری قوانین تک الگ الگ تھے +

لوگ آج بھی ایک حد تک حقیقت مذہب کو نہیں سمجھتے۔ اصل کام تو یہ ہے کہ نسل انسانی کو راحت پہنچے اور اُنھیں تمدن کے بارگراں سے نجات دی جائے۔ مذکورہ بالا مصائب سے بڑھ کر نسل انسانی کے لئے اور کیا مصیبت ہوسکتی ہے۔ اسلام سے پہلے کسی قوم کی تہذیب و مذہب کو اچھی طرح سے دیکھ لیا جائے کسی نے انسان کو ان اغلال سے آزاد نہیں کیا۔ اگر مذہب یا الہام کا کوئی کام ہے۔ تو یہ کام ہے۔ میں نے ایک اور جگہ یہ بات لکھی ہے۔ کہ مذہب میں رواداری پیدا کرنے کے لئے جو قوانین قرآن کریم نے مرتب کئے ہیں صرف ان کی بناء پر آنحضرت صلعم افضل الانبیاء کہلانے کے مستحق ہیں۔ اب وہ ہی بات میں یہاں کہتا ہوں۔ کہ اگر جناب موسیٰؑ یا عیسیٰؑ یا حضرت کرشن و رامچندر نبی ہو کر نسل انسان کو اس تکلیف سے جو عدم وحدت انسانیہ نے پیدا کر رکھی تھی۔ اور اب بھی بہت حد تک موجود ہے نجات نہیں دے سکے۔ تو پھر اس لحاظ سے تو آنحضرت صلعم کا بدرجہ اولےٰ حق ہے کہ انھیں نبی کہا جائے +

سب سے اول قرآن نے شروع میں خُدا کا نام رب العالمین رکھا یعنی اُس نے نسل انسانی کے ہر فرد کی ربوبیت ایک ہی طرح کی ہے۔ پھر اس موجودہ مغربی امتیاز کی لعنت کو دُور کرنے کیلئے خُدا کا نام رب المشرق والمغرب رکھا یعنی مشرق مغرب کے باشندے اسکے سایۂ ربوبیت کے نیچے یکساں طور پر آئے ہیں۔ پھر قرآن نے اس خُدا کا نام رحمان رکھا جس کے معنے یہ ہیں۔ کہ وہ تقسیم فیض میں کسی قوم و مذہب و نسل و خاندان کی تمیز نہیں کرتا۔ اسکی رحمت کا دروازہ سب کے لئے یکساں کھلا ہے۔ سوشل طور پر فرمایا۔ کہ کُل نسل انسانی ایک ہی کنبے کے اراکین ہیں۔ اور انھیں ایک ہی مذہب دیا گیا۔ بعد میں لوگوں نے اختلاف پیدا کر دیا۔ پھر اخوت عالمگیر کے قائم کرنے کے لئے یہ تعلیم دی۔ کہ نیک اصولوں کے ماننے والے اور اُن پر چلنے والے ایکدوسرے

کے بھائی ہیں +

دُنیا میں جس بات نے نسل انسانی میں تفرقہ ڈالا۔ وہ نسلی۔ قومی۔ اور مذہبی امتیازات تھے۔ قرآن کریم نے ان سب امتیازات کو اڑانے کیلئے نیک اعمال کو وجہ مُکرمت قرار دیا۔ اور یہ وہ چیز ہے جو کالے گورے چھوٹے بڑے سب کے لئے ممکن الحصول ہے۔ مثلاً فرمایا کہ مغل شیخ پٹھان یا برہمن چھتری انگریز فرانسیسی وغیرہ صرف تعارف کی غرض سے ایسے کہلاتے ہیں۔ لیکن یہ باتیں کوئی وجہ عزت نہیں۔ انسان کو بحیثیت مجموعی خُدا تعالےٰ نے مُکرم و معظم کیا ہے۔ لیکن یہ مُکرمت کسی کو نسلی یا قومی وجُوہ سے حاصل نہیں ہوتی۔ بلکہ تقویٰ سے حاصل ہوتی ہے۔ اور تقوے سے مُراد حُسن اعمال ہے۔ نسلی امتیاز کے اُڑانے کے لئے یہودیوں کو مخاطب کر کے فرمایا۔ کہ تمہیں اگر یہ ناز ہو۔ کہ ہم ابراہیم کی اولاد ہیں۔ تو یاد رہے کہ جب جناب ابراہیم نے اپنی نسل کی بابرکت ہونے کی دُعا فرمائی۔ تو خدا تعالیٰ نے کہدیا۔ کہ تیری قوم تو بابرکت ہوگی۔ لیکن بدعمل اس سے فائدہ نہ اُٹھا سکینگے۔ اسی طرح یہ جو ہر ایک مذہب والا فخر یہ کہدیا کرتا ہے۔ اور اس عیب میں مُسلمان بھی شامل ہیں۔ کہ ہم فلاں مذہب سے تعلق رکھتے ہیں۔ اسلئے باقی کُل لاشئے ہیں۔ جو کچھ ہیں۔ ہم ہی ہیں۔ اس موقعہ پر تشریح کیلئے عیسائی یہودیوں کو سامنے رکھ کر کہا کہ یہ تو مُنہ کی باتیں ہیں۔ حقیقت مذہب تو یہ ہے۔ کہ انسان اپنے کل قواء کو خُدا کی منشا کے ماتحت لانے کا ارادہ کرے۔ اور پھر اس پر عمل کرے۔ بقول قرآن ایسے لوگ ہی خُدا کی ربُوبیت کے ماتحت آتے ہیں +

مذہب حقہ واقعی ایک قابلِ امتیاز چیز ہے۔ لیکن آج بدقسمتی سے کسی مذہب کا پیرو کہلانا ہی وجہ امتیاز سمجھا گیا ہے۔ اور اس امتیاز کی وجہ سے دوسروں کو نفرت سے دیکھا جاتا ہے۔ اس بیہودہ خیال کو دُور کرنے کیلئے فرمایا۔ کہ خُدا کے

۱؎ ولقد کرمنا بنی آدم ۲؎ ان اکرمکم عند اللہ اتقکم ۳؎ قال انی جاعلك للناس اماما قال ومن ذریتی قال لا ینال عھد الظالمین ۴؎ قالوا لن یدخل الجنۃ الا من کان ھودا او نصاریٰ تلك امانیھم +

سامنے وہی کامیاب ہوگا۔ جو خدا اور یوم آخرت پر ایمان لانے کے علاوہ امر صالح کرے۔ خواہ ایسا شخص کسی مذہب سے تعلق رکھے۔ غور سے دیکھا جائے۔ تو خدا تعالیٰ اور یوم آخرت پر ایمان کی غرض بھی عمل صالح سے ہی ہے۔ کیونکہ یہی دو چیزیں انسان کو نیک عمل کی طرف لئے جاتی ہیں۔ اور بدی کی طرف سے روکتی ہیں۔ الغرض اگر کوئی چیز وجہ امتیاز ہے۔ تو وہ حسنِ اعمال ہے۔ حتّٰی کہ ایک موقعہ پر یہودی عیسائیوں کو کہا گیا کہ تم تو ابراہیمؑ یا یعقوبؑ کی اولاد ہونے کے باعث دوسروں کو اپنی نگاہ میں نہیں لاتے۔ لیکن ابراہیمؑ اور یعقوبؑ تو بذاتِ خود احتسابِ عمل کے ماتحت ہیں۔ ان سے خود پوچھا جائیگا۔ کہ تمہارے اعمال کیسے تھے۔ پھر ایسے ہی اختلاف و امتیاز مٹانے کے لئے یہ فرمایا۔ کہ خدا تو سب کا ایک ہے۔ معاملہ سب اعمال پر ہے۔ پھر آپس میں جھگڑا کیوں ہو +

اس طرح ایک طرف یہ تعلیم کرنا۔ کہ سب کا خدا ایک ہے۔ اور اس کی رحمت ربوبیت کے فیوض سب کے لئے یکساں ہیں۔ پھر یہ کہنا کہ تم سب ایک ہی کنبے کے افراد ہو۔ مشرق و مغرب کی کوئی تمیز نہیں۔ اور سب سے بڑھ کر صرف نیکیٔ اعمال کو وجہ امتیاز ٹھہرا کر کل قومی۔ نسلی۔ جدّی ملّی امتیازات کا خاتمہ کر دینا۔ اور کل نیک انسانوں کو ایک دوسرے کا بھائی کہنا۔ یہ وہ چار باتیں ہیں۔ جو اسلام

بقیہ صفحہ گذشتہ: الذین اٰمنوا والذین ھادوا والنصاریٰ والصابئین من اٰمن باللہ والیوم الاٰخر و عمل صالحاً فلھم اجرھم عند ربھم ولا خوف علیھم ولا ھم یحزنون (سورۂ بقرہ)

یعنی جو لوگ ایمان لائے یا جو یہودی۔ عیسائی یا صابی ہیں۔ جو بھی خدا اور یوم آخر پر ایمان لائے اور نیک اعمال کرے۔ اُس کا اجر اس کے رب کے پاس ہے۔ اور وہ خوف و غم سے پاک ہے +

کُل مذہبی لٹریچر میں ہر قسم کے امتیازات و تعصبات کو مٹانے اور کُل نسل انسانی کو وحدت اور آزادی کا فرمان (چارٹر) دینے میں قرآن ہی ایسی کتاب ہے جو اپنی نظیر آپ ہے۔ آج اگر اس آیت کے مطابق صرف نیک عملی ہی کو وجہ امتیاز رکھا جائے تو دُنیا سے کل قومی۔ لسانی۔ لونی اور مُلکی فسادات آن واحد میں مٹ جاتے ہیں۔ کیونکہ انہی امتیازات نے آج دُنیا کو تباہ کر رکھا ہے +

اس آیت کے سمجھنے میں کسی قدر اشکال بھی پیش آ گئے ہیں۔ بعض نے تو اس آیت کے ماتحت ایمان بالرسالت کی ضرورت نہیں سمجھی +

سے پہلے مقصود تھیں۔ اور جن کی تعلیم کے فوائد کو لکھنا تحصیل حاصل ہے۔ ان امور کی تعلیم اور پھر اُن کو عملی لباس دینا صرف اسلام نے ہی کیا ہے۔ لہٰذا جیسے میں نے اُوپر کہا کہ صرف ان چار امور کی تعلیم کے لئے آنحضرت صلعم کو نبی کہا جائے۔ وہ ایک امر حقّہ ہے +

حمد۔ تسبیح۔ استغفار۔ تکبیر

(بقلم حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مبلغ اسلام)

(سلسلہ کے لئے دیکھو رسالہ اشاعت اسلام صفحہ ۷۷ جلد ۱۷ نمبر ۲)

میں پہلی تین چیزوں کے ساتھ **تکبیر** کو بھی شامل کرتا ہوں۔ یہ حقائق اربعہ حیوانیت سے اُٹھا کر انسان کو ربّانی حدود تک پہنچا دیتے ہیں۔ میری مُراد ربّانی حدود سے نہ صرف مشہور معنوں میں تزکیہ نفس ہے۔ بلکہ ان حدود میں وہ عظمت و جلال و علوشان بھی شامل ہے۔ جن کا مظہر ایک طرف صحیفہ قدرت اور دوسری طرف مُصحف پاک ہے۔ یہ ربّانی عظمت و شوکت نہیں۔ بلکہ اس کا ایک حصّہ ہمارے حصّے میں بھی آیا ہے۔ خدا کا مذہب یا الہام انسانوں کو اسی عظمت و شان کے دینے کے لئے آیا ہے۔ چنانچہ نماز بھی ان ہی حقائق کو اپنے اندر لئے ہُوئے ہے۔ چنانچہ سُورۂ عنکبوت آیت ۴۵ میں "ذکر اللہ اکبر" یعنی نماز پڑھنے والے کے سامنے خُدا کی کبریائی آجاتی ہے۔ اور نماز اُسے یاد دلاتی ہے۔ کہ اُس کا نصب العین اسی عظمت خداوندی کو بطور ظل حاصل کرنا ہے۔ نماز کو ان ہی معنوں میں ذکر کیا گیا ہے۔ یعنی جونہی ہم نماز میں کھڑے ہوں۔ اور اللہ اکبر کہیں تو فوراً یاد کریں۔ کہ ہم نے بھی انسانی حدود میں اکبر ہی بننا ہے۔ اور ہمارا فرض ہے۔ کہ نماز کے بعد اسے حاصل کرنے کی کوشش کریں +

اگر نماز سے غرض محض رسمی سجود و رکوع ہی ہوتے۔ جن سے وہ ہستی برتر خوش ہوتی ہے۔ تو یہ ایک

ایسا تخیل ہے۔ جو نہ شان ایزدی کے شایاں ہے۔ نہ اس میں ہمیں کوئی چنداں فائدہ ہے۔ آج ہم مسلم ایک قسم کی مذہبی دلدل میں نشکھنسے ہوئے ہیں۔ ہم نے رسمیات کو مذہب سمجھ لیا۔ ہم الفاظ پرست

ہو گئے ہیں۔ ہم نے رُوح مذہب کو ذبح کر دیا ہے۔ یہی نماز بہ الفاظ آنحضرت صلعم معراج (ترقی) تھی۔ آج ایک مُقدس شغل بیکاری ہو گئی۔ یہ مَیں نہیں کہتا۔ خود قرآن یُوں ہی فرماتا ہے۔ مثلاً ہماری نماز کی بہترین افضل اور ضروری جزو نماز کے وقت رُو بہ قبلہ کھڑا ہونا ہے۔ جو کسی اور طرف مُنہ کرے۔ اُسے ہم مسلمان نہیں گنتے لیکن اسی رُو بہ کعبہ ہونے کے متعلق قرآنِ کریم کھلے سے کھلے الفاظ میں فرماتا ہے، کہ مشرق یا مغرب کی طرف مُنہ کرنے کا نام تو کوئی نیکی نہیں۔ صحیح نیکی تو صحیح عقاید اور صحیح عمل سے حاصل ہوتی ہے۔ جن میں نماز بھی ایک عمل ہے۔ نماز رُو بہ کعبہ ہونے کا یا رکوع سجود کا خالصتہً نام نہیں۔ اُن کا ہونا ضروری ہے۔ لیکن اگر ہم ان امور کی بجا آوری کے بعد اصل مقصد کے حصول کی کوئی فکر نہ کریں۔ تو حسب ارشاد قرآن ہم ٹکریں ہی مارتے ہیں جہاں ہمارا ایسا کرنا فی نفسہٖ کوئی نیکی نہیں۔ ویسے ہی نماز کا اس ہیئت میں ادا کرنا یا خُود نماز ہی پڑھنا اس واسطے ضروریات انسانی سے ہے۔ کہ وہ ہمارے مقصد حقیقی کو آٹھوں پہر ہمارے سامنے لا رکھتی ہے۔ وہ مقصد تسبیح۔ حمد۔ استغفار اور تکبیر ہے۔ اگر پہلی تین چیزوں کا ذکر "سبحانك اللّٰھم" میں آ جاتا ہے۔ تو ہم نماز کی ہر حرکت و سکُون ما قبل یا ما بعد تکبیر کہتے ہیں۔ الغرض کل کی کُل نماز ان چار چیزوں پر منقسم ہے۔ لیکن اگر یہ چاروں باتیں تکرار لسانی تک محدُود ہیں۔ تو پھر یہ ایک بے معنی حرکت ہے +

میں نے یہ بیان کیا ہے۔ کہ حمد کرتے ہوئے۔ ہم خُدا تعالیٰ کی طرف ہر خیر و خوبی کو منسوب کرتے ہیں۔ یعنی ہر قسم کی خوُبی اور شرف جو تخیل انسانی میں آ سکتا ہے اس کی ذوات میں آ جمع ہُوا۔ اس کے بالمقابل تسبیح کرتے ہوئے ہم یہ کہتے ہیں

سورہ بقرہ آیت ۱۷۷ سورہ عنکبوت آیت ۴۵ +

کہ وہ ذات پاک ہر قسم کے عیب نقص یا بدی سے منزہ و ارفع ہے۔ اسی طرح تکبیر کرتے ہوئے ہم اس امر کا اظہار کرتے ہیں۔ کہ وہ بلند سے بلند مقام پر جو ہمارے خیال و وہم میں آسکتا ہے قائم ہے۔ بلکہ وہ اس سے بھی برتر ہے۔ یہ حقائق ہیں لیکن کیا خدا اس بات کا محتاج ہے۔ کہ ہم دن میں پانچ دفعہ اس کے سامنے کھڑے ہو کر تسبیح و حمد و تکبیر کریں۔ قرآن تو خود[۵۱] کہتا ہے۔ کہ وہ ان باتوں کا محتاج نہیں۔ پھر آخر اس تکرار کی غرض کیا ہے +

اس سوال کا جواب بھی خود قرآن کریم دیتا ہے۔ اس نے مذہب کا نام اگر بطور معہود خارجی اسلام[۵۲] رکھا ہے تو ملت بیضاء کا نام بطور معہود ذہنی صبغۃ[۵۳] اللہ رکھا ہے۔ اسلام کے معنے اگر احکام خداوی پر چلنا ہے۔ تو اسکی غرض ہمارا صبغۃ اللہ بننا ہے یعنی ہم میں خدا کا رنگ پیدا ہو جائے یہی غایت مذہب ہے۔ چنانچہ خدا تعالیٰ نے پیدائش انسان کا ذکر کرتے ہوئے یہ ظاہر فرمایا ہے۔ کہ انسان دنیا میں زمین پر خدا کا نائب[۵۴] ہو کر آیا ہے۔ یہ وہ شرف[۵۵] ہے۔ جو خدا تعالیٰ نے کسی اور مخلوق کو بخشا۔ ہمیں ننگا اسی لئے ہی پیدا کیا۔ کہ ہم ربانی لباس میں ملبوس ہوں۔ چنانچہ جب قرآن نے لباس انسانی کا ذکر کیا۔ وہاں تقویٰ[۵۶] کو ہی بہترین لباس ٹھیرایا۔ اسی لباس کی طرف متوجہ کرنے کیلئے ہمیں نماز پڑھائی گئی۔ ہم تسبیح کرتے ہوئے نہ صرف خدا تعالیٰ کی تنزیہ کرتے ہیں۔ بلکہ جس طرح ہمارا خداوند عیوب و نقائص سے پاک ہے۔ ویسے ہی ہمیں ان نقائص و عیوب سے پاک ہونا چاہیئے۔ اگر خدا تعالیٰ زمین کا اصلی حاکم ہے اور ہم اسکے نائب ہیں۔ تو ان دو وجودوں میں سے کس کو تسبیح و تنزیہ کی ضرورت ہے۔ وہ تو مسلمہ منزہ و پاک ہے بالمقابل ہمنے اپنے اندر ہر قسم کے نقص جمع کر رکھے ہیں۔ اس قضیہ سے صاف یہی نتیجہ نکلتا ہے کہ تسبیح کرنے کے وقت ہمیں اس طرف متوجہ کیا گیا ہے۔ کہ ہم اپنے وجود کو اسی طرح تا حد امکان نقصوں سے پاک کریں۔ جیسے ہمارا معبود ہے یہی اشارہ ہمارے غسل و وضو سے تھا ہر نماز سے پہلے ہم وضو کرتے ہیں۔ ہم ان اعضاء کو دھوتے ہیں۔ جن سے نقص اور بدیاں

[۵۱] سورہ لقمان آیت ۱۲ [۵۲] سورہ مائدہ آیت ۳ [۵۳] سورہ بقرہ آیت ۱۳۲ [۵۴] سورہ بقرہ آیت ۳۰ [۵۵] بنی اسرائیل آیت ۷۲ [۵۶] سورہ اعراف آیت ۲۶ +

پیدا ہوتی ہیں۔ یہ بدنی تطہیر نہیں ہوتی۔ بلکہ یہ ایک تسبیح ہے +

یہ امر بدیہی ہے۔ کہ ہم کسی خیر و خوبی کے وارث نہیں ہو سکتے۔ جبتک سب سے پہلے ہم بدیوں سے پاک نہ ہو جائیں۔ اسی لئے اگر نماز سے پہلے وضو لازمی ہے۔ تو سب سے پہلا حرف جو ہمارے مُنہ پر پڑتا ہے۔ وہ سبحان ہے یعنی ہمنے کامل طور پر عبدُ السبحان بننا ہے +

اس موقع پر مزید لکھنے سے پہلے مجھے یہ کہنا چاہئے تھا۔ کہ ہم تسبیح سے بھی پہلے خدا کی تکبیر کرتے ہیں۔ تکبیر تو ہماری اپنی رفعت کی طرف اشارہ کرتی ہے اور نماز میں ہم کئی دفعہ تکبیر کرتے ہیں۔ لیکن اس رفعتِ انسانی تک پہنچنا اسی کو نصیب ہوتا ہے۔ جو عملی طور سے تسبیح کرے۔ اور حمد کرے یعنی اول تو بدیوں سے پاک ہو جائے اور پھر ساری کی ساری خوبیاں اُسمیں پیدا ہو جائیں۔ اگر تو نماز کا یہی مقصد ہے۔ کہ ہم بدیوں سے بچنے اور خوبیوں کے حاصل کرنے کی طرف مُتوجّہ کئے جائیں۔ تو میں عرض کرتا ہوں۔ کہ پانچ نمازیں بھی تھوڑی ہیں۔ ہاں یہ وقت ایسے چُنے گئے ہیں۔ جو طبعاً ہماری مصروفیات یا اشغال میں ایک وقفہ پیدا کر دیتے ہیں۔ یعنی ہم ان وقفوں میں تسبیح و حمد کی طرف ہی مُتوجّہ کیا جاتے ہیں۔ یہی وجہ ہے۔ کہ قرآن پاک نے یہ بھی فرمایا۔ کہ ہم ہر صُبح و شام حمد و تسبیح[1] کریں۔ صُبح کے وقت تو ہم یہ سامنے رکھیں۔ کہ ہم نے آج بدیوں سے بچنا ہے اور خوبیوں کو حاصل کرنا ہے۔ پھر شام کے وقت ہم یہ حساب کریں۔ کہ گذشتہ دن میں ہم کہاں تک ان دو فرائض میں کامیاب ہوئے۔ کہانتک ہمنے نقائص میں کامیاب ہوئے۔ کہاں تک ہمنے نقائص کو چھوڑا۔ اور خیر و خوبی کو حاصل کیا +

آج ہم کو بحیثیتِ قوم رونا ہے۔ ہم ترقّی کی آخری صف پر کھڑے ہیں۔ ہم میں وہ آثار پیدا ہو چکے ہیں۔ جن کے ماتحت قوموں کی صف لپیٹ دی جاتی ہے۔ ہم میں کے دردمند دل ان اسباب کی تلاش میں بھی ہیں۔ کہ جس سے ہم اس آنے والی

[1] سُورہ مومن آیت ۵۵ +

معدومیت سے بچ سکیں۔ خود اس ہندوستان میں ہماری حالت ناگفتہ بہ ہے۔ ہم قدم بقدم تباہی کی طرف جا رہے ہیں۔ آخر اس کا کوئی علاج ہے۔ یا ربّ العٰلمین نے ہمیں اس ذلت کیلئے ہی پیدا کیا ہے +

دنیا نے مختلف قوموں میں مختلف اوقات پر ترقی و تمدّن کو دیکھا جب تک متمدّن قوموں میں خوبیاں رہیں وہ عزت و شوکت کے مالک رہے۔ جونہی خوبیوں کی جگہ اُن میں نقص پیدا ہو گئے۔ وہ تباہ ہو گئے یہی حالت ہمارے تمدّن کی بھی ہوئی۔ لیکن تاریخ اس بات کی معترف ہے کہ جہاں مسلم تہذیب اپنی شان و شوکت میں سب تہذیبوں سے بڑھ گئی۔ وہاں اُس کا امتداد زمانہ بھی سب سے بڑھ گیا۔ جہاں اور تہذیبوں نے زیادہ سے زیادہ چار سو برس کی عمر پائی۔ اور مغربی تہذیب تو ڈیڑھ سو برس کے اندر ہی اسباب انحطاط پیدا کرنے لگی۔ وہاں اسلامی تہذیب نے ایک ہزار برس عمر پائی۔ یہ بھی دشمنوں تک نے مان لیا ہے۔ کہ اس تہذیب کا باعث قرآن کریم تھا۔ آج بھی وہی مذہب ہمارا ہے۔ آج بھی ہم وہی نماز پڑھتے ہیں تو نتائج کیوں برعکس ہیں۔ اس کا ایک ہی باعث ہے۔ کہ ہم الفاظ پرستی کے دلدل میں پڑے ہوئے ہیں۔ اور حقیقت سے بہت دور ہو گئے ہیں +

یہ تو ظاہر ہے۔ کہ تہذیب و ترقی نقائص سے بچنے اور خوبی کے حصول پر منحصر ہے۔ لہٰذا ہماری موجودہ حالت کہتی ہے۔ کہ ہم خوبیوں سے معرّا ہو چکے ہیں۔ اور غلط کاری نے ہم پر قبضہ کر لیا ہے۔ حالانکہ ان ہی امور کا علاج نماز میں تھا اور اسی غرض کیلئے صبح و شام ہمیں تسبیح و حمد کا ورد سکھلایا گیا۔ ہم جو صبح کی نماز پڑھتے ہیں۔ اور ہم میں سے بعض حمد و تسبیح کا تکرار کرتے ہیں۔ تو دیکھنا یہ ہے کہ ہمنے ان مقدس اشتغال کے بعد کہانتک عملی رنگ میں خدا کی تسبیح کی۔ اور کہانتک ہمنے اپنے آپ کو بدیوں سے بچایا۔ اور کہانتک ہمنے نیکیوں کو حاصل کیا۔ زیادہ سے زیادہ نماز فجر سے لے کر ظہر تک آٹھ گھنٹے کا وقفہ ہوتا ہے۔ جبکہ نماز ظہر میں ہمنے

پھر حمد و تسبیح کا تکرار کرتا ہے۔ تو کس قدر یہ شرم اور نفاق کی بات ہے۔ کہ ان آٹھ گھنٹوں میں نہ تو ہم نقصوں سے بچیں! اور نہ ہم خوبی کو حاصل کریں۔ اور پھر وضو کر کے اُن ہی اعضا کو پاک کریں۔ جو بدیوں میں ملوث تھے۔ پھر وہی حمد و تسبیح و استغفار کریں۔ اور اس زبانی شغل کے بعد پھر اسی گند میں پڑ جائیں۔ آنحضرت صلعم نے کیا صحیح فرمایا تھا۔ کہ تمہارے سامنے ہر وقت ایک نہر چلتی ہے جسمیں پانچ وقت تم نے طہارت کیلئے جانا ہے۔ اور وہ ہماری نماز ہے۔ آنحضرت صلعم نے توضیح فرمایا۔ ایک شخص جو پانچ وقت دن میں اس بات کا تکرار و تہیّہ کرے۔ کہ میں نے بدیوں سے بچنا ہے۔ اور خوبی کو حاصل کرنا ہے پھر اسی امر کو اپنا نصب العین کرلے۔ تو پھر کیوں وہ ارفع و اعلےٰ نہ ہو جائے +

خوب یاد رکھو۔ یہ ہمارا نماز روزہ سب بیکار ہے۔ اور دیگر ورد و وظائف کا تو کوئی ذکر ہی نہیں۔ اگر ہم عملاً حمد و تسبیح ان معنوں میں نہ کریں۔ جن کو میں یہاں بیان کر رہا ہوں +

ترقی و تمدن کا یہ راز حضرت محمدؐ عربی سے پہلے کسی پر منکشف نہ ہُوا۔ اسلام نے ہی سب سے پہلے مذہب کو تمدن اور ترقی کا ذریعہ ٹھیرایا۔ وہ ان چار باتوں میں جمع کر دیا۔ یعنی تکبیر۔ تسبیح۔ حمد۔ اور استغفار۔ چنانچہ مصائب سے بچنے اور کامیاب ہونے کا راستہ جو قرآن کریم نے سورۂ المومن آیت ۵۵ میں فرمایا ہے وہاں بھی فرمایا۔ اوّل تو مشکلات کے مقابل صبر کرو۔ پھر استغفار کرو۔ اور اس کے بعد رات دن حمد و تسبیح کرو۔ ہم سے خدا یہ نہیں چاہتا کہ یہ باتیں ہم اس کے لئے کریں۔ ہم اس کی عظمت و جلال کو بیان نہیں کرتے۔ بلکہ اسے بطور نمونہ اپنے سامنے لاتے ہیں۔ کہ ہم نے اسی عظمت و جلال کو اسی عزت و شان کو خود حاصل کرنا ہے یہی حقیقی تکبیر ہے۔ یہ عظمت اسی کو حاصل ہوگی۔ جو سب سے اوّل تسبیح کرے۔ یعنی اپنے آپ کو اُن تمام غلطیوں سے نقصوں سے اور بدیوں سے پاک کرلے جو مانع ترقی ہو۔ اس امر کو نہ بھولو کہ قرآن کریم نے کسی خاص مذہبی شعار کے توڑنے کا نام گناہ نہیں رکھا

ہر ایسا فعل یا قول جو انسان کی ترقی کا مانع ہو۔ وہی اصطلاح قرآنی میں گناہ عصیان یا عدوان ہو جاتا ہے۔ اس تسبیح کے بعد حقیقی عظمت اُسے ہی نصیب ہو گی جو عملاً حمد کرے۔ خُدا کی حمد یہ ہے۔ کہ جو اُسکی خُوبیاں ہیں۔ وہ حمد کرنیوالے میں پیدا ہو جائیں۔ اگر خدا تعالیٰ نے ایک صاحب خُلقِ عظیم کو مقام محمُود تک پُہنچایا۔ گویا حمد انسان کا حق ہے۔ وہ اُسے حاصل ہو سکتی ہے۔ ہاں وہ کام کرے۔ جس سے دوسروں کی نگاہ میں قابلِ ستائش ہو جائے۔ مَیں پھر کہتا ہوں۔ کہ تم خُدا کی حمد نہیں کرتے۔ بلکہ خُدا تمہیں کہتا ہے۔ کہ تم میری خُوبیوں کو پیدا کرو۔ کیونکہ تم میرے خلیفہ اور میرے رنگ میں رنگین ہونیوالے ہو۔ ہاں یہ صحیح ہے۔ کہ ہم میں کچھ نقص بھی ہیں۔ کچھ غلط میلان بھی ہے۔ ہمارا نفس بدیوں کے ارتکاب کی طرف جاتا ہے۔ ان میلانات بد کی روک تھام کی ہمیں ضرورت ہے۔ اسی کے لئے ہم خُدا سے پناہ مانگ کر دُعا کرتے ہیں۔ کہ وہ ہماری ان بد استعدادوں کے ظہُور کو روک دے۔ اسی کا نام استغفار ہے۔ یہی حقیقت تھی۔ کہ آنحضرت صلعم کو عین فتح و نصرت کے وقت فسبح بحمد ربک واستغفرہ کا حکم ہوتا ہے۔ اسمیں اشارہ یہ ہے۔ کہ اس مقام بلند پر جو تُو اور تیرے صحابہؓ پہنچے ہیں۔ تیری اُمت بھی یہی حاصل کریگی۔ اگر تسبیح۔ حمد اور استغفار پر عامل رہے۔ سوال یہ ہے۔ کہ یہ امر کیسے حاصل ہو۔ وہ کیا باتیں ہیں۔ کہ جن کی پیروی سے ہم موجُودہ دلدل سے نکل کر ان امُور کو حاصل کریں +

(عدم گنجائش کے باعث حصہ مضمون رہگیا جو ماہ اپریل میں درج ہو گا)

ناظرین کرام توجہ فرمائیں

آپ کا اخلاقی و مذہبی فرض ہے۔ کہ اس مفید رسالہ کی اپنے حلقۂ اثر میں توسیع اشاعت فرمائیں۔ آپکی عدم توجگی سے رسالہ زندہ نہیں رہ سکتا۔ اس لئے ضرورت ہے کہ معزز خریداران میں سے ہر ایک بزرگ انفرادی طور پر ایک ایک جدید خریدار اس ماہ میں پیدا کرکے دفتر ہذا کو مطلع فرما کر ممنون فرمائیے +

خادم مینجر رسالہ اشاعت اسلام۔ عزیز منزل۔ برانڈرتھ روڈ لاہور

آدم و شیطان

(از قلم حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مبلغ اسلام)

ابتدا سے آدم کے ساتھ شیطان چلا آیا ہے۔ اگر انسان ترقی کی طرف قدم اُٹھاتا ہے۔ تو شیطان اُسے تنزل کی طرف لے جاتا ہے۔ دُنیا شیطان کے وجُود کو قدیم سے مانتی چلی آئی ہے لیکن جب تعلیم جدید نے ایک وقت بعض انسانوں سے انکار خدا کرا دیا۔ تو شیطان کا وجُود مان لینا تو اَور بھی مشکل ہوگیا۔ آج اہل علم ہستی باریتعالیٰ سے انکار نہیں کرتے۔ کسی وقت شیطان کے وجُود کو بھی تسلیم کرلینگے۔ لیکن مذہبی کُتب اور خصوصاً قرآن نے جو امُور یا تاثرات شیطان کی طرف منسُوب کیئے ہیں۔ اُن سے کسی کو انکار نہیں ہوسکتا۔ یُوں تو آٹھوں پہر لیکن بعض وقت بلا ارادہ اور بظاہر ماحول کی کسی تحریک خارجی کے نہ ہوتے ہوئے بھی ہم بدی کی طرف مائل ہو جاتے ہیں۔ ان تحریکات بد کے باعث ہمارے ہمجنس ہی ہوتے ہیں۔ لیکن بعض وقت بدی کے محرک ہم کو نظر نہیں آتے۔ چنانچہ قرآن کریم کی اخیر سُورہ[1] میں ایک ہستی کا نام خنّاس رکھا گیا ہے۔ جو دلوں میں وسوسے ڈال کر ہمیں نیک امُور سے روک دیتی ہے۔ اور بدی کی طرف مائل کرتی ہے۔ خنّاس کے متعلق کہا گیا ہے۔ کہ بعض تو ان میں انسان ہی ہوتے ہیں۔ اور بعض وہ (جن) ہوتے ہیں جو ہمیں نظر نہیں آتے۔ ہمیں اس قسم کی ہستی کو کوئی بالا رادہ ہستی مانے یا نہ مانے لیکن عمل خنّاس سے انکار نہیں ہوسکتا۔ بعض فلسفی مزاجوں نے شیطان سے مُراد بدی کا ملکہ لیا ہے۔ عام طور سے نفس کا ہی نام شیطان رکھ دیا گیا ہے۔ بہرحال جو بھی تاویل کی جائے کسی ایسے وجُود سے انکار نہیں ہوسکتا۔ جو داعی الے الشر ہو رہا ہے اور وہ ہمارے قریب سے قریب (بئس القرین) ہے۔ قرآن کریم نے شیطان کا نام بئس القرین بھی رکھا ہے۔ اور ہمیں کیا شُبہ ہوسکتا ہے۔ اگر ہمارے کُل افعال کا محرک ہمارا دل ہی ہے۔ جو طاقت دل کو بدی کیطرف مائل کرسکتی ہے۔ اس سے بڑھ کر بئس القرین اَور کون ہوسکتا ہے علم النفس والقوےٰ والے

[1] سُورہ والناس

تسلیم کر چکے ہیں۔ کہ دل جو محرک فعال ہے۔ وہ دراصل ہمارے کُل جسم اور قوتوں کا نمائندہ ہے۔
مثلاً جسم میں خون ایک ایسی چیز ہے۔ جس کی کمی بیشی تیزی یا کمزوری جذبات کی باعث ہو جاتی
ہے۔ پھر اگر حدیث نے یہ کہہ دیا کہ شیطان تمہارے خون میں سرایت کر جاتا ہے۔
تمہارے رگ وریشہ پر حکومت کرتا ہے تمہارے دل پر حکومت کرتا ہے۔ تمہارے
بد میلانوں کو تحریک میں لاتا ہے۔ یہ بالکل صحیح ہے کہ تحریکات بد ہمیں چاروں طرف سے گھیرے
ہوئے ہیں۔ تو بہ الفاظ قرآن کریم شیطان کا یہ کہہ دینا کہ میں داہیں بائیں اور نیچے
اُوپر سے انسانوں کو پھسلاؤں گا۔ اور انھیں بعض وقت نظر بھی نہ آؤنگا۔ یہ ایک
صاف بات ہے۔ جس دن سے انسان پیدا ہؤا ہے۔ اس دن سے ہی ہم اسی حقیقی
یا متخیلہ داعی الے الشر کے پنجہ سے نہیں بچ سکے۔ لہٰذا قرآن نے بالکل صحیح کہا ہے
کہ شیطان تمہارا کھلا کھلا دشمن (خصیم مبین) ہے۔ اور وہ ہمارے اجداد اول کے وقت
سے دشمنی کرتا چلا آیا ہے۔ الغرض جب سے بدی کی استعدادیں ہمارے اندر پیدا ہوئی ہیں
اور جب تک وہ رہینگی۔ یہ بئس القرین ہمارے ساتھ لگا رہے گا۔ اور ہمیں ننگا کرنے
کی فکر میں لگا رہیگا۔ یعنے جن اپنی بدیوں کو ہم ایک وقت چھپاتے ہیں شیطان ہمیں ایکدم اُس مقام
پر لے آتا ہے۔ کہ ہماری بدیاں اور شر ظاہر ہو جاتے ہیں۔ گویا ہم ننگے ہو جاتے ہیں۔ اصل اسکی
تو تقویٰ ہی ہے۔ وہ لباس پارہ پارہ ہو جاتا ہے۔ ہاں اگر ہم ہدایات آلہیہ پر کاربند ہوں
اور خدا کے حکموں کے پُورے پُورے فرمانبردار ہوں۔ یا بہ الفاظ دیگر حقیقی تہذیب کے حدود
کی عزت کریں۔ تو شیطان کا ہم پر اثر نہ ہو گا۔ بلکہ بہ الفاظ کتاب حکیم خود شیطان نے تسلیم
کیا ہے۔ کہ تیرے صحیح فرمانبرداروں پر میرا قبضہ نہیں ہو سکتا +

ہم نیک اعمال کریں یا بد اُنکی تہ میں ایک ہی قسم کی استعداد ہوتی ہے محل و موقع عمل یا اُن استعدادوں کا
نیک و بد استعمال ہی اُنھیں نیکی یا بدی بنا دیتا ہے۔ لیکن اگر صحیح طریق پر چلیں۔ اور ہدایت کی راہ کی
پوری پابندی کریں۔ تو ہماری کُل کی کُل استعدادیں ہمارے قبضہ میں آکر نیک کام ہی کرتی ہیں اُسی کی

طرف حدیث نے اشارہ کیا ہے۔ کہ بعض حالات میں شیطان آخر کار مسلمان ہو جاتا ہے۔ اور آنحضرت صلعم کا یہ فرمانا کہ شیطان میرا غلام ہو گیا ہے۔ اس کی بھی یہی حقیقت ہے۔ مثال کے طور پر میں قرآن کریم کی تعلیم پیش کرتا ہوں۔ جس سے معلوم ہو جائیگا۔ کہ شیطان کس طرح مسلمان ہو جاتا ہے۔ غصہ پر قابو نہ پانا یا اس کے قبضہ میں آجانا انسان سے بہت سے ایسے افعال کرا دیتا ہے جنہیں ہم شیطان کی طرف منسوب کرتے ہیں غضب کو نہ دبانیوالے آہستہ آہستہ مغضوب علیہم ہو جاتے ہیں۔ اب اس معاملہ میں اگر خدا کے حکم کو مان لیا جائے تو ہمارا شیطان مسلمان ہو جائیگا۔ حکم ہوتا ہے۔ کہ جب غصہ آئے اُسے دبا دو۔ پھر اُس شخص کو جو ہمارے غصے کا محرک ہو معاف کر دو۔ چونکہ احسان یا قیمت کے ساتھ محسن کو طبعاً محبت ہوتی ہے۔ اس لئے معاف کرنے کے بعد فرمایا۔ کہ تم ایسے خطاکاروں پر احسان کرو۔ اُن کے ساتھ مروّت کرو[1] نتیجہ یہ ہوگا۔ کہ جو شخص مورد غضب تھا وہ اہی محل محبت ہو جائیگا +

بد استعمالی استعداد کیوں پیدا ہوتی ہے

اصل سوال یہ ہے۔ کہ استعدادوں کی بد استعمالی کی قوت ہم میں کیوں رکھی گئی ہے نہ اس کا وجود ہوتا۔ نہ کسی شیطان کا ہم پر قبضہ ہوتا۔ بدی کیا چیز ہے اور کس طرح وجود میں آتی ہے اِس سوال کے حل کرنے میں بڑی بڑی غلطیاں ہُوئیں۔ زرتشتیوں نے تو **ایزد** اور **اہرمن** دو وجُودمان لئے۔ جن میں سے ایک نیکی کا خدا اور دوسرا بدی کا ٹھیرا۔ اور انسان اُن کے ہاتھ میں ایک کھلونا ہو گیا۔ عیسائیوں نے بدی کو ہماری سرشت میں لا داخل کیا۔ تناسخ والے اُسے گذشتہ جنم کے آثار و اظلال سمجھتے ہیں۔ بعض کہتے ہیں۔ کہ ہمارے لئے ابتدا سے ہی بدی لکھی گئی ہے۔ اسی قسم کے عقائد انسان کے اندر احساس و ذمہ واری کو کمزور کر کے اُس پر بدی کا دروازہ کھولدیتے ہیں + اسلام نے آکر اس گتھی کو سلجھایا ہے۔ اس نے تعلیم دی۔ کہ بدی کیا چیز ہے۔ اس نے بتلایا۔ کہ کسی استعداد کے بے محل و بے موقع استعمال ہونے سے بدی پیدا ہوتی ہے امور

---

[1] والکاظمین الغیظ والعافین عن الناس۔ واللہ یحب المحسنین +

جسمانیہ میں جو تقاضے ہم میں لاحق ہیں۔ وہ حیوانوں میں بھی ہیں۔ لیکن اُن کا دفعیہ ایک فطری امر ہے۔ اور ہماری زندگی کا موجب ہے۔ لیکن اگر دفع تقاضات پر ہم حیوانوں کی پیروی کریں۔ تو اس کا نام بدی ہو جائیگا۔ مثلاً اگر عورت مرد اس طرح جمع ہوں جس طرح حیوانوں میں نر و مادہ جمع ہو جاتے ہیں۔ تو نہ صرف صنفی اخلاق ہی تباہ ہو جاتے ہیں۔ بلکہ ہمارا حال کتے کتیا کا سا ہو جاتا ہے۔ اسی طرح اکل و شرب کے معاملہ میں اگر ہم وہ چیزیں استعمال کریں جو حیوان کرتے ہیں۔ یا حیوانوں کی مقدار میں استعمال کریں۔ تو ہمارا فعل قوانین صحت کے لحاظ سے گناہ عظیم ہو جائیگا۔ الغرض ہمارے اندر بعض جذبات تو وہ ہی ہیں۔ جو حیوانوں میں ہیں۔ کیونکہ اُنہی کے تقاضے کے پورا کرنے پر ہماری زندگی و تمدن منحصر ہے۔ لیکن ان امور میں حیوانوں کی پیروی کر کے ہم بدی کے مرتکب ہو جاتے ہیں۔ یہ مثالیں تو مشتہیات طبعی کے متعلق ہیں۔ لیکن اور مد میں مثلاً دغا۔ فریب وغیرہ ہم کر گزرتے ہیں۔ وہ بھی در اصل ادنےٰ پیمانہ پر حیوانوں میں موجود ہیں۔ حیوان میں انفرادی حقوق کی تمیز نہیں ہوتی۔ ایک گائے کے سامنے جب گھاس آ جائے تو اُسے یہ پرواہ نہیں ہوتی۔ کہ اس کے لئے ہے یا کسی اور جانور کیلئے۔ اگر غور سے دیکھا جائے تو جو لوگ جرائم کر کے دوسروں کی جائداد یا حقوق کو اپنے لئے شیر مادر سمجھتے ہیں۔ اُنکی نگاہ میں بھی حقوق انفرادی کا لحاظ نہیں ہوتا۔ مکر فریب۔ دغا تو لومڑی اور بھیڑیا بہ چھوڑ ایک حد تک شیر تک میں موجود ہوتا ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ بدی در اصل حیوانیت کی پیروی ہے۔

الغرض ان جذبات کی اصلاح کے لئے اور ان کو حدود کے اندر لانے کیلئے خدا کا الہام آتا ہے۔ چونکہ ہم مختلف منازل ارتقاء کو طے کرتے ہوئے موجودہ زندگی میں آئے ہیں۔ اور ہماری اس زندگی کے ماقبل حیوانیت ہے۔ تو اسلئے جسمانیات میں لامحالہ ہماری وہ ہی استعدادیں ہیں۔ جو حیوانوں کی ہیں۔ لیکن چونکہ ہم قوت اختیاری سے بھی آراستہ کئے گئے ہیں۔ اسلئے حیوان تو اپنے جذبات کو پورا کرنے میں حدود کا بھی لحاظ کر لیتے ہیں۔ مگر ہماری یہ قوت ہمیں دُور تک لئے جاتی ہے۔ اور ہم حیوانوں سے بھی گئے گذرے ہوتے ہیں۔ جیسے قرآن کریم نے کہا۔ کہ ہم ان سے

بھی بدتر ہو جاتے ہیں۔ ان حالات میں ضروری تھا۔ کہ ہمارے سامنے ایک ہدایت نامہ ہو۔ ہر ایک استعداد کے استعمال کا محل و موقعہ مقرر ہو۔ اور ہمیں روک دیا جائے کہ ہم مقررہ حدود کے آگے نہ جائیں۔ در اصل حدود سے متجاوز ہونا ہی تو بدی ہے۔ جیسے بسا اوقات قرآن نے فرمایا۔ لہٰذا جو کوئی بھی اُن احکام پر چلیگا۔ اُسی کا نام قرآن نے خدا کا بندہ رکھا ہے۔ اور اس پر شیطان کا کوئی قبضہ نہیں۔ جو در اصل ہمیں حیوان بنانا چاہتا ہے۔ اجمالی رنگ میں قرآن کریم نے ان واقعات کو بصورت قصۂ آدم بیان فرمایا ہے۔ جناب آدم کو کہا جاتا ہے۔ کہ تمہارے سامنے ایک قسم کا باغ ہے۔ جس کے درخت پھل پھول وغیرہ تمہارے راحت کا موجب ہونگے۔ اس باغ میں سے جو چیز بھی پسند آئے۔ اُسے بطیب خاطر استعمال کرو لیکن اسی باغ میں ایک درخت بھی ہے۔ اسکے نزدیک نہ جانا چاہیئے۔ ورنہ تکلیف ہوگی۔ اور جس راحت کی حالت میں تم ہو وہ نہ رہیگی۔ جناب آدم کو شیطان اُسی درخت کی طرف لیجاتا ہے۔ جس سے تکلیف پیدا ہوتی ہے۔ یہ داستان آدم در اصل انسان ہے، ہر ایک انسان پیدا ہوتے ہی باغ راحت میں ہوتا ہے۔ پھر شجر ممنوعہ کی طرف جاکر تکلیف پاتا ہے، حقائق دقیقہ کی تشریح میں باغ کی مثال ایک بہترین مثال ہے۔ اس باغ کے درخت انسان کی اپنی قوتیں اور استعدادیں ہیں۔ جو لاتعداد اور عظیم الشان ہیں۔ بلکہ ان میں سے ایک درخت بھی انسان کی راحت کے لئے کافی ہے۔ جیسے کہ میں آگے چل کر بیان کرونگا۔

ان استعدادوں کو درختوں کے ساتھ تشبیہ دینا بھی ایک بہترین استعارہ ہے۔ جس طرح کوئی بیج زمین سے نکل کر آہستہ آہستہ پھیلتا پھولتا ہے۔ اسی طرح انسانی استعدادیں جو بیج کی طرح فطرت انسانی میں مرکوز ہیں۔ ان میں سے جس کی آبیاری کی جائے۔ وہ درخت کی طرح نشو ونما پاتی ہے۔ انہی استعدادوں میں ایک استعداد وہ بھی ہے۔ جو انسان کو بدی کی طرف مائل کرتی ہے۔ جس سے انسانی راحت تباہ ہو جاتی ہے۔ سو رب العالمین نے جناب آدم کو اطلاع دیدی۔ کہ تم ایک قسم کے باغ میں تو رکھے گئے ہو جس کے نخل و ثمر تمہاری

بہترین راحت کا موجب ہونگے۔ ہاں اسی باغ میں ایک ثمر تکلیف دہ بھی ہے جس کی
طرف تمھیں شیطان لائیگا۔ اب اگر کُل قرآن کریم کو سامنے رکھ کر یہ دیکھا جائے۔ کہ
شیطان نسل انسانی کو کس درخت کے قریب لاتا ہے۔ تو وہ معصیت کا درخت ہے
جس کا سرچشمہ بعض انسانی استعدادوں کا بیجا اور بے محل استعمال ہے۔ لہٰذا قرآن کریم
نے ایک جگہ شجر ممنوعہ کا ذکر کیا۔ دوسری جگہ اس شجر کی تشریح فرمادی۔ ساتھ ہی فرمایا
کہ شیطان اور اس کی ذرّیت کا کام یہ ہے۔ کہ تمھارے بد میلانوں کو حرکت میں لائے
تو پھر شجر ممنوعہ بد میلان نہیں تو اور کیا ہیں۔ اسی طرح اس باغ کے باقی کے درخت
نیک میلان ہیں جو لا انتہا ہیں۔ جن باتوں سے باغ جنّت تیار ہوتا ہے۔ وہ بھی انہی
استعدادوں کا صحیح استعمال ہے۔ در اصل اعمال نیک سے جنّت کے اشجار تیار ہوتے ہیں
لہٰذا آدم کا باغ وہ ہے جسکے نخل انسانی استعدادیں ہیں۔ ان میں سے ایک درخت ایسا بھی
ہے۔ جس کے نزدیک انسان کو نہ جانا چاہئے + اس حقیقت کو اس استعارہ کے ساتھ
یُوں بیان کیا۔ کہ جب آدم کو اپنے ننگے ہونے کا احساس ہُوا۔ تو اوراق جنّت سے اُس نے
اپنے آپ کو ڈھانپا۔ یہ ہر روز کا نظارہ ہے۔ جب انسان کی بدعملیاں برہنہ ہو جاتی ہیں
تو جوں ہی اسمیں شرم و حیا پیدا ہوتا ہے۔ وہ پھر انھیں چھوٹی چھوٹی نیک عملیوں سے
چھُپاتا ہے۔ یہ چھوٹے چھوٹے نیک اعمال اُسی باغ کے پتے ہیں +

اگر انسان کی راحت و تکلیف کو دیکھا جائے تو فی الفور سمجھ آجائیگا۔ کہ اگر
انسان اپنی استعدادوں کو صحیح طور پر استعمال کرے۔ تو اس کی راحت و سرور کے سامان
اس قدر بیشمار ہیں۔ کہ اُن کے مقابل میں تکلیف کے سامان بہت ہی تھوڑے ہیں
بلکہ یہ کہنا چاہئے۔ کہ اگر باغ فطرت انسانی میں سرور بخش اور راحت افزا درخت بکثرت
ہیں تو شجر تکلیف صرف ایک ہے۔ ہاں یہ صحیح ہے۔ کہ جو اس شجر ممنوعہ کے تلے آجاتا
ہے۔ وہ اُسی کا ہو رہتا ہے۔ اگرچہ اس شجر کے پھل انسان کو ایک تھوڑے وقت کے
لئے مزا دیتے ہیں۔ اور پھر ایک عمر میں آکر یا تو وہ ان پھلوں کے استعمال کے قابل نہیں
رہتا۔ یا اُن کا استعمال ہی اس کے لئے وبال جان ہو جاتا ہے +

جیسے میں نے بیان کیا ۔ کہ ہم عالم جسمیات سے ترقی کرتے ہوئے عالم ادراکیات میں آتے ہیں ۔ اور اپنے ساتھ بطور ورثہ چند شہوات حیوانی بھی لائے ہیں ۔ اور ان شہوات کی تسکین بیجا سے بدی پیدا ہوتی ہے ۔ اب اگر تمام گناہ و جرائم کی فہرست اپنے سامنے رکھی جائے ۔ تو اُن کا شاید ۹۵ فیصدی تعلق ہونٹ اور لنگوٹ سے ہے ۔ چنانچہ کسی آزاد مشرب نے کیسے سادہ لفظوں میں اس حقیقت کو ظاہر کیا ہے ۔ ہونٹ بند لنگوٹ بند جہاں بند یعنی ہونٹ اور لنگوٹ کا صحیح استعمال دُنیا کو غلام بنا لیتا ہے ۔ اس کے علاوہ باقی پانچ فیصدی جُرم جو ہیں ۔ وہ انہی دو اغراض فاسدہ کے پورا کرنے میں سرزد ہوتے ہیں ۔ الغرض بدی کا صرف ایک ہی درخت ہے ۔ جس کی دو شاخیں ہونٹ اور لنگوٹ ہیں ۔ اور عمر طبعی پر پہنچنے کے وقت یہ خواہشات بھی مر جاتی ہیں ۔ ایک ہوس بچاتی ہے ۔ جو کبھی کبھی ہمیں امور بد کی طرف مائل کرتی ہے ۔ لیکن سوائے حسرت کے ہم اور کچھ نہیں دیکھتے جب لذت پانے کے قواء ہی مضمحل مر گئے تو پھر باقی کیا رہا ۔ بالمقابل اگر اس کام کا دروازہ کھولا جائے ۔ جو انسانی استعدادوں کے صحیح استعمال سے بنتا ہے ۔ اور جس کی زمین انسانی دل ہے ۔ تو سمجھ نہیں آتی ۔ کہ اس باغ میں کس قدر باغیچے اور پھر کس قدر چمنستان ۔ اور پھر ایک ایک باغیچہ میں ایک ایک چمن میں بے شمار خیابان ہیں ؎

ستم است اگر ہوست کشد کہ بسیر سرو سمن درآ ۔۔۔ تو ز غنچہ کم ندمیدۂ در دل کشا بہ چمن درآ

عجیب بات یہ ہے ۔ کہ سارا باغ چھوڑ جو اس کے خیابانوں کی کسی ایک روش میں جا نکلتا ہے ۔ وہ اس قدر سرور پاتا ہے ۔ کہ اس کا وہاں سے نکلنے کو دل نہیں چاہتا ۔ اور یہ سرور تا دم مرگ رہتا ہے +

اس اجمال کو میں کسی قدر وضاحت سے لکھ دیتا ہوں ۔ ہم پیدا ہونے کے وقت عالم حیوانات میں سے نکل کر عالم ادراکیات میں آ داخل ہوتے ہیں محض بقا زندگی کیلئے ہم شہوات حیوانی میں سے کسی قدر حصہ لے لیتے ہیں ۔ اور ان کی بد استعمالی کا نام شجر ممنوعہ ہے لیکن ہماری حقیقی رحمتیں نفس مدرکہ کی رحمتیں ہیں

انسانی ادراک کو اگر فردوس بریں کہا جائے۔ تو اس میں موٹے موٹے تین باغ ہیں۔
(۱) باغ ذہنیات (۲) باغ رُوحانیات (۳) باغ باطنیات +
مَیں ان باغوں میں سے صرف ایک باغ کے مُختلف چمنستانوں کا ذکر کر دیتا ہوں۔ اس باغیچہ سے میری مُراد ذہنیات ہیں۔ اس میں موٹے موٹے چمنستان حسب ذیل ہیں:۔
(۱) ادبیات جس کی ایک ممتاز روش شاعری ہے (۲) تاریخ (۳) الٰہیات (۴) اخلاقیات (۵) نفسیات (۶) طبعیات (۷) کیمیا وی علوم (۸) میکنیات میکن ازم (۹) جرّ ثقیل (۱۰) برقیات (۱۱) ہندسیات حساب۔ الجبرا۔ اقلیدس۔ علم مخروط۔ علم مثلث (۱۲) نجوم (۱۳) جفر (۱۴) فلکیات (۱۵) فلسفہ (۱۶) اقتصادیات (۱۷) عشیات (۱۸) طبابت (۱۹) علم تشریح الابدان (۲۰) علم طبقات الارض (۲۱) علم نباتات۔ الغرض ذہنیات کی سیکڑوں شاخیں ہیں! اور پھر عجیب بات ہے۔ کہ جو جس شاخ میں جا پڑتا ہے۔ وہ ساری عمر اسمیں راحت و لذّت پاتا ہے۔ اور یہ سرور دم آخر تک رہتا ہے۔ ان اشجار کے مقابل شجرِ ممنوعہ کی لذّت کی کیا حقیقت ہے۔ اور ابھی رُوحانیات و باطنیات انسان کے سامنے وہ جنّت الماوٰی لے آتی ہیں۔ کہ جن کے سامنے جسمانیات چھوڑ ذہنیات کی بھی کوئی حقیقت نہیں +

مصنفہ حضرت خواجہ کمال الدین صاحب

موضوع بالا پر حضرت خواجہ صاحب موصوف نے قرآن کریم پر ایک ضخیم کتاب لکھنی شروع فرما دی ہے جس میں آپ قرآنی تعلیمات کا خلاصہ پیش کرینگے جس سے ظاہر ہوگا کہ اسلام ہی اسوقت ایسا زندہ جاوید مذہب دنیا کے لیے ہے جو دنیا کو مصائب حاضرہ سے بچا سکتا ہے محترم مکرم حضرت خواجہ صاحب ممدوح نے گزشتہ سترہ سالوں میں مغربی رجحان طبع کا اچھی طرح سے مطالعہ کیا ہے ہمیں امید کامل ہے کہ یہ کتاب اہل مغرب کے دلمیں کھب جائیگی۔ اور اس سے اسلام کے متعلق اہل مغرب کے قلوب میں ایک والہانہ فضا پیدا ہو جائیگی۔ اور انکے دل محبت اسلام سے معمور ہو جائینگے۔ یہ کتاب انکے دلمیں مطالعہ قرآن کی ایک حقیقی و سچی تڑپ پیدا کردیگی جس سے انشاء اللہ حسب دلخواہ شاندار نتائج مرتب ہونگے ہمیں یقین کامل ہے کہ کتاب مذکورہ کے مضامین جو بالاقساط فی الحال رسالہ اسلامک ریویو میں شائع ہو رہے ہیں اور جسکا اردو ترجمہ رسالہ اشاعت اسلام لاہور میں شائع ہو رہا ہے۔ اہل مغرب و دیگر متلاشیان مذہب حقہ کو قائل کردینگے کہ اسلام ہی دنیا میں ایک سچا مذہب ہے۔ ہم چاہتے ہیں کہ کتاب مذکورہ کی یورپ میں کثرت سے مفت اشاعت ہو۔

اپنے نتائج تبلیغ میں دو بے نظیر کتابیں

جن شاندار نتائج نے مصنف کو تمدن اسلام کے لکھنے پر مائل کیا یعنی

ینابیع المسیحیت و نبوۃ کا ظہور اتم

مصنفہ حضرت خواجہ کمال الدین صاحب بانی مسلم مشن ووکنگ

یہ وہ دو کتابیں ہیں جنمیں سے اگر اول الذکر کتاب نے عیسائی مذہب کا کامل انہدام کیا تو دوسری کتاب نے مغربی قلوب میں اس انہدام کے بعد تعمیر اسلام شروع کی۔ اگر ینابیع المسیحیت نے یہ ثابت کردیا کہ مروجہ عیسائیت کا ایک بھی ایسا عقیدہ نہیں مثلاً ابنیت، الوہیت و کفارہ مسیح ان کی ایک بھی الہامی رقم نہیں۔

مثلاً عشائے ربانی دیگر اجرائے سکرامنٹ ایسا ہی [illegible] ایک ہی تہوار مثلاً کرسمس۔ ایسٹر گڈ فرائڈے وغیرہ جو سب کے سب مسیح سے صدیوں پہلے مروجہ مذہب کفریات میں ہو بہو موجود تھے حتیٰ کہ جناب مسیح کے بیس ایک نام جو کلیسیا نے تجویز کیے ہوئے ہیں اور ایسا ہی وہ کلمات جو انجیل نویسوں نے جناب مسیح کیطرف منسوب کیے ہیں وہ سب کے سب قبل از مسیح کنواری زادہ دیوتاؤں کے نام تھے۔ اور وہ الفاظ بھی اُن ہی کے منہ سے نکلے ہوئے ہیں۔ گویا مروجہ عیسائیت مذہب کفریات کا ایک کامل چربہ ہے۔ یہ بدیہہ ہے کہ یہ واقعات جن کو مستند طریق پر ثابت کیا گیا ہے۔ اور جو آج سات برس تک لاجواب رہے ہیں۔ وہ عیسائیوں کو اپنے مذہب سے بیزار کرنیکے لیئے کافی تھے۔ چنانچہ مغرب میں یہ امر شروع ہو گیا۔ اس انہدامی کتاب کے بعد فاضل مصنف نے ضروری سمجھا کہ ایسے لوگوں کے سامنے حضرت محمدؐ عربی کو پیش کیا جائے چنانچہ آپنے انگریزی میں ایک کتاب آئیڈیل پرافٹ لکھی جسنے آنحضرت صلعم کی زندگی کے مختلف پہلوؤں کو نہایت دلکش پیرایہ میں پیش کیا ہم کہہ سکتے ہیں کہ مصنف کی ان دو کتابوں نے جو نتائج پیدا کیے وہ شاید ہی کسی اور کتاب سے مرتب ہوئے ہوں۔ دو صد سے اوپر نفوس ان کتابوں کو پڑھکر حلقہ بگوش اسلام ہوئے۔ دراصل ان ہی دو کتابوں نے مصنف کو تعلیم قرآن پر ایک لکھنے کیلئے مجبور کیا جو اب تمدن اسلام کی شکل میں پیش ہوتی ہے۔ یہ تینوں کتابیں اس قابل ہیں کہ کوئی مسلم گھر اُن سے خالی نہو۔ انکے مطالب خود بخود اپنی علوشان ظاہر کرتے ہیں لیکن یہ کتابیں اپنی زبان کے لحاظ سے بھی انگریزی و اردو کا ایک بہترین لٹریچر ہے۔ پھر پیرایہ بیان کچھ ایسا دلچسپ ہے کہ کتاب شروع کر کے چھوڑنے کو دل نہیں چاہتا۔ یہ اشتہاری لفاظی نہیں۔ اسکا ثبوت اسی کتاب تمدن اسلام سے مل سکتا ہے۔ لکھائی چھپائی۔ تقطیع۔ کاغذ۔ حجم سب کے سب صحافت کا ایک بہترین نمونہ ہیں۔ پھر ان سب باتوں کے باوجود ان کتابوں اشاعت عامہ کی خاطر قیمت میں بہت رعایت کی گئی ہے جو حسب ذیل ہے:۔

ینابیع المسیحیت	نبوت کا ظہور اتم	تمدن اسلام حصہ اول
عہ	۱۲؍	عہ
		ایضاً حصہ دوم عہ

ذیل کے پتہ سے یہ سب کتابیں مل سکتی ہیں

مسلم بک سوسائٹی۔ عزیز منزل۔ برانڈرتھ روڈ لاہور

رجسٹرڈ ایل نمبر ۹۰۸

ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر ویامرون بالمعروف وینھون عن المنکر واولئک ھم المفلحون

رسالہ

اشاعت اسلام

اردو ترجمہ

اسلامک ریویو اینڈ مسلم انڈیا مجریہ انگلستان

زیر ادارت

خواجہ کمال الدین بی اے ایل ایل بی مبلغ اسلام

یہ کار ثواب ہے کہ آپ ان رسالجات کی خریداری بڑھائیں کیونکہ انہیں رسالوں کی آمد بہت حد تک مسلم ووکنگ مشن کے اخراجات کی کفیل ہے۔ رسالہ ہذا کی دس ہزار اشاعت ووکنگ مشن کے ایک تہائی اخراجات کی ذمہ وار ہو سکتی ہے

جلد ۷ | بابت ماہ جنوری سنہ ۱۹۲۱ء | نمبر ۱

فہرست مضامین

Khwaja Kamal-ud-Din.

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

اشاعت اسلام

ترجمہ اردو اسلامک ریویو اینڈ مسلم انڈیا مجریہ لنڈن
جلد (۷) بابت ماہ جنوری سنہ ۱۹۲۱ء نمبر (۱)

شذرات

اِس ماہ کے رسالہ کے ساتھ اس محترم بزرگ کی تصویر شائع کیجاتی ہے جنہوں نے تثلیث کے مرکز (انگلستان) میں ایک مسلم مشن کی بنیاد رکھ کر ان شیدائیان اسلام کے نقش قدم پر چلے جنہوں نے دین متین کیخاطر اپنے گھروں کو اور بیوی بچوں کو چھوڑا اور ہر ایک قسم کے تعلقات محبت کو خدا اور اس کے رسول اکرم صلعم کی محبت پر قربان کردیا - اور دوسروں کو راہ راست اور ہدایت پر لانا ہی سب سے بڑی عزت و دولت سمجھا - یہ بزرگ حضرت خواجہ کمال الدین صاحب ہیں جنہوں نے اسلامی مشن کی بنیاد انگلستان میں فروری سنہ ۱۹۱۳ء میں مسجد ووکنگ میں رکھ کر غیر مسلم اقوام یورپ کو اسلام کی دعوت بذریعہ تحریر و تقریر دینی شروع کی - اور اہل اسلام کو اشاعت دین اسلام کی طرف متوجہ کرنا شروع کیا - حضرت خواجہ صاحب موصوف نے اس مہتم بالشان اشاعت دین اسلام کے کام کو ہاتھ میں لے کر قرون اولے کے شیدائیان اسلام کا نمونہ دکھایا ہے آجکل آپ سماٹرا - جاوا - برہما کا دورہ فرما رہے ہیں - اُمید واثق ہے - کہ عنقریب

آپ پھر دوبارہ اپنے اصلی کام (تبلیغ دین) پر واپس انگلستان تشریف لے جاوینگے اللہ تعالیٰ اُن کی مساعی جمیلہ کو بیش از پیش بابرکت کرے! آمین ثم آمین

اسی رسالہ میں کسی دوسری جگہ حضرت خواجہ صاحب کی جدید تصنیف "اسلام میں کوئی فرقہ نہیں" اور حضرت مولانا مولوی محمد علی صاحب کی جدید تالیف "سیرت خیر البشر" کے چند اوراق حسب اعلان رسالہ دسمبر سنہ ۱۹۲۰ء ہدیۂ ناظرین کرام کئے جاتے ہیں جن کا مطالعہ اُمید ہے۔ قارئین رسالہ کی دلچسپی کا موجب ہوگا +

رسالہ اشاعت اسلام اس نمبر کے ساتویں سال میں بفضل ایزدی قدم رکھتا ہے۔ اسکی گذشتہ چھ سالہ خدمات پر ہم سابقہ نمبر میں کسی قدر مجملا ریویو کر چکے ہیں۔ یہاں پر ہم فقط اپنے ناظرین رسالہ کیخدمت میں اپیل کرتے ہیں۔ کہ وہ ازراہ کرم ہمارے بڑھتے ہوئے اخراجات کو ملحوظ رکھ کر فقط دو دو جدید خریدار اس سال فراہم فرما کر ہماری امداد فرمائیں۔

ذیل میں ہم معزز معصر رسالہ معارف سے ایک اقتباس "حضرت خواجہ صاحب کی مساعی جمیلہ" کے زیر عنوان نذر ناظرین کرام کرتے ہیں۔ اور معزز ایڈیٹر صاحب معارف کا اس منصفانہ اظہار رائے کیلئے بہ تہ دل سے شکریہ ادا کرتے ہیں جزاکم اللہ واحسن الجزا +

ووکنگ مشن کے اظلال و آثار مسٹر مارمیڈیوک پکتھال ووکنگ مسلم مشن کا ایک جری سپاہی ہے جنھوں نے حضرت خواجہ صاحب کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا ہے۔ آپکے رسالہ مسلم آؤٹ لک کی نسبت معارف میں مندرجہ ذیل ریمارک کیا گیا ہے۔ شیخ صاحب موصوف آجکل بمبئی کرانیکل کے ایڈیٹر ہیں +

تاہم غنیمت ہے کہ ہجوم مصائب مسلمانان ہند میں اس ضرورت کا کچھ احساس پیدا کر چلا ہے۔ چنانچہ کچھ عرصہ سے لندن سے جو ہفتہ وار پرچہ مسلم آؤٹ لک نکلنا شروع ہوا ہے

وہ اسی احساس کا عملی نتیجہ ہے مسلمانوں کی جو عملی ضروریات ہیں ان کے لحاظ سے اگرچہ یہ پرچہ بالکل ناکافی ہے پھر بھی کچھ نہ ہونے سے اس کا ہونا بہر حال بہتر ہے۔ فد خلافت کی سرگرمیاں۔ ٹرکی سے متعلق عام معلومات کا اندراج اور ان پر تبصرہ اس کا خاص موضوع ہے۔ اور یہ مقصد اس وقت یہ کامیابی کے ساتھ پورا کر رہا ہے

حضرت خواجہ صاحب کی مساعئ جمیلہ

مقتبس از رسالہ معارف

نا انصافی ہوگی۔ اگر اس سلسلہ میں خواجہ کمال الدین صاحب کی خدمات کو نظر انداز کر دیا جائے۔ مواعظ و خطبات سے قطع نظر کر کے مخالفین کے مرکز میں سکونت اختیار کر کے اپنے ماہوار رسالہ اسلامک ریویو کے ذریعہ سے جو عظیم الشان خدمت وہ انجام دے رہے ہیں۔ وہ دورِ حاضرہ میں اپنی نوعیت کے لحاظ سے بالکل بےنظیر ہے۔ اس رسالہ کا مشن خالصتہً مذہبی ہے جو دنیوی اغراض کے شائبہ سے بھی پاک ہے اور اس کے بعض مضامین اس پایہ کے ہوتے ہیں۔ کہ بلا تکلف یورپ کے اعلےٰ علمی رسائل میں جگہ پا سکتے ہیں مسلمانان ہند کیلئے یہ امر اور زیادہ باعث مسرت ہے۔ کہ یہ سعادت بجائے باشندگان ممالک اسلامیہ کے انہیں کے ایک ہموطن کے نصیب میں آئی +

بلادِ غربیہ میں تبلیغ اسلام

مسٹر ولیم حمید۔ کسی گذشتہ ہفتہ ایک شخص مسٹر ولیم کے قبول اسلام کی خوشخبری احباب کرام کو سنا چکا ہوں۔ گذشتہ سے پیوستہ ہفتہ مسٹر موصوف اور انکی بیوی سوتھ ایپٹن سے چلکر یہاں آئے اور اتوار کے لیکچر میں شامل ہوئے۔ مسٹر خالد شیلڈرک کا لیکچر اس دن ووکنگ میں انما المومنون اخوۃ پر تھا مسٹر موصوف نے ابتدائے آفرینش سے حضرت نبی کریم صلعم کے زمانہ تک تاریخی واقعات سے ثابت کیا کہ اسلام سے پہلے . . . . اللہ تعالیٰ کی صفات اور انسانوں کے باہمی تعلقات کے متعلق خیالات بہت ہی محدود تھے۔ یہ اسلام ہی تھا جس نے ایک خدا کو رب العالمین منوا کر انما المومنون اخوۃ کا پیغام دنیا کو دیا بلکہ اس سے بھی بڑھ کر تمام انسانوں کو باہم بھائی بھائی قرار دیا۔ مومنوں کی تخصیص اس وجہ سے کر دی۔ کہ وہ اس اخوت کا اقرار کرتے ہیں۔ اور دوسرے مذاہب کے لوگ نہیں +

لیکچر کے بعد مولوی مصطفےٰ خان صاحب نے مسٹر ولیم کے قبول اسلام کا اعلان کیا اور مسٹر خالد شیلڈرک نے مختصراً اُن کے متعلق حاضرین کو بتایا کہ وہ اسلام کو کیا سمجھتے ہیں۔ اور اس کو کس طرح سے مطالعہ کرنے کے بعد اب مسلمان ہُوئے ہیں +

مسٹر ولیم بھی جو ایک درمیانی عمر کے خوب شاندار آدمی ہیں مجمع عام میں کھڑے ہُوئے اُن کو اسلامی نام حمید اسی وقت دیا گیا۔ اس کے دوسرے ہی دن مسٹر موصوف نے گھر جا کر ایک پونڈ مشن کے لئے بھیجا۔ فجزاہ اللہ خیراً +

لندن میں مشنریوں کی تعلیم کیلئے سکول

شاید ہمارے احباب کیلئے یہ سُننا موجب حیرت ہو گا کہ لندن میں ایک باقاعدہ سکول عیسائی مشنریوں کی تیاری کے لئے قائم ہے۔ جس کا نام ہے "قومی بورڈ آف سٹڈی فار دی پیپریشن آف مشنریز" اس بورڈ کا نیا سیشن ۷۔ اکتوبر ۱۹۲۰ء سے شروع ہوا ہے۔ اور بقول چرچ فیملی نیوز پیپر کنگس کالج میں بورڈ کی طرف سے طلباء کیلئے بائبل کی تعلیم کے علاوہ عام مذاہب پر بھی خاص لیکچروں کا انتظام کیا گیا ہے۔ ان عام مذاہب میں مذہب کنفیوشش۔ اسلام ہندو مذہب کے نام خاص طور پر لئے گئے ہیں +

یہ وہ لوگ ہیں جن کے ہر عملی زندگی کو مذہب سے کوئی علاقہ نہیں۔ جن کا اوڑھنا بچھونا محض سیاست اور ڈپلومیسی ہے لیکن باوجود اس کے اپنے مذہب کے پھیلانے کی کوشش میں وہ باقاعدگی کے ساتھ منہمک ہیں۔ اور درحقیقت انگلستان کو دُنیا کے ہر حصہ پر متسلط کرنے میں عیسائی مشنریوں کا بہت کچھ دخل ہے۔ ہر دُور دراز علاقہ میں پہنچ کر اپنی باتوں کو پہنچانا خواہ وہ کیسی غیر معقول کیوں نہ ہوں اُن لوگوں نے اپنا ضروری فرض قرار دے رکھا ہے۔ اور اس کے ساتھ اپنے سیاسی عروج کیلئے بھی وہ کوشاں رہتے ہیں +

کاش مسلمان اس نسخہ کو استعمال کر کے دیکھیں۔ اور دیانت و امانت کے ساتھ محض اشاعت اسلام کے کام میں لگ جائیں تو تمام قومی امراض کا دفعیہ بہت جلد ہو سکتا اور اسی معراج

ترقی پر پھر پہنچ سکتے ہیں۔ جس پر سے اپنی ناکرداریوں کی وجہ سے گرائے گئے ہیں +

امریکہ میں اسلام کی حالت

گذشتہ ہفتہ اسلام کے متعلق ان غلط فہمیوں کا ذکر کیا جا چکا ہے جو جرمنی میں ایک مصری مسلمان کو معلوم ہوئی ہیں۔ یُوں تو عام طور پر مغرب اس قسم کی غلط فہمیوں کا شکار ہو رہا ہے لیکن امریکہ کی حالت سب سے بدترین ہے +

ایک ہندوستانی طالب علم جو حال ہی میں تعلیم کیلئے امریکہ پہنچے ہیں اپنے تازہ خط میں اطلاع دیتے ہیں۔ کہ ہندوستانیوں کو یہاں عام طور پر بندر کہتے ہیں سمجھتے ہیں انڈین کہنے سے ہماری ہتک ہوگی (شاید اسلئے کہ امریکہ کے ریڈ انڈین اُن کے زیر نظر ہوتے ہیں) مسلم کو تو کوئی جانتا بھی نہیں۔ محمڈن کہنے سے کچھ سمجھ آتی ہے۔ لیکن وہ بھی اُلٹی۔ کچھ سمجھایا جائے تو پُرانے خیالات کا ازالہ ایک بہت ہی مشکل بات ہے آج کچھ سمجھتے ہیں۔ اور کل پھر وہی بات +

اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ اہل مغرب نے باینہمہ علم و تہذیب دوسری اقوام اور بالخصوص چالیس کروڑ انسانوں کے مذہب کو صحیح طور پر سمجھنا یا اسکی تحقیقات کرنا ضروری نہیں سمجھا کاش اسلام میں ایسے لوگ پیدا ہو جائیں جو ان کی نابینائی کو صحیح علوم کے سُرمہ سے دُور کریں۔ مسلمان طالب علم جو ان ممالک میں تعلیم حاصل کرنے جاتے ہیں اس کام کو ساتھ ساتھ بڑی خوبی سے سرانجام دے سکتے ہیں۔ اگر اس ذمہ داری کا احساس انہیں ہو +

دوست محمد از ووکنگ

اِصلاح

(از قلم جناب علامہ مولانا مولوی محمد مارسیڈیوک پکتھال نو مسلم)

جو انقلاب اسلام نے دُنیا میں پیدا کیا اور جو کچھ تغیر اسکی تعلیم نے لوگوں کے دلوں میں کر دکھلایا وہ کوئی فرضی قصہ نہیں وہ ایک ایسی کامیابی ہے جو آنکھوں سے نظر آتی ہے اور جس کا

ثبوت بیّن طور پر ملتا ہے۔ یہ انقلاب اس تبدیلی کی طرح پوشیدہ اور نہ معلوم نہیں جس کا ظہور یسوع مسیح کے صلیب پر چڑھانے کی وجہ سے ہوا۔ ہم دیکھتے ہیں کہ عیسائیوں کے ساتھ ابھی تک وہی گناہ عظیم لگا ہوا ہے جو دنیا میں کفارہ سے پیشتر موجود تھا وہ اپنے دل میں کوئی بہتر تبدیلی محسوس نہیں کرتے۔ ہر اتوار کو مقدس پادری صاحبان رحم اور معافی کے لئے پکارتے ہی ہیں۔ وہ ہر وقت اپنے گناہوں کا اعتراف ان الفاظ میں کہ ہم بدبخت گناہگار ہیں کرتے ہیں انہیں بالکل سمجھ نہیں کہ انسانی قلب کی حالت کفارہ جیسے امر سے تبدیل نہیں ہوتی۔ تغیر تو تب پیدا ہوتا ہے جبکہ دل پر اثر ہو۔ اور اس غرض کیلئے ایک زبردست اخلاقی اثر ہونا چاہئے۔ مگر اس قسم کے اثر کی ایک روشن اور بے نظیر مثال پیغمبر اسلام صلعم ہی سے ہمیں ملتی ہے۔ آپ خوب جانتے تھے۔ کہ انقلاب کسے کہتے ہیں۔ اور وہ کس طرح پیدا کیا جاسکتا ہے۔ آپ کے ملک میں بت پرستی عیاشی اور دیگر اخلاق کو تباہ کرنیوالی برائیوں کا خوب دور دورہ تھا۔ لوگوں کی اخلاقی حالت اس درجہ گری ہوئی تھی کہ شرم اور حیا کا احساس تک بھی ان میں نہ تھا۔ مال و جان ہر وقت خطرہ میں تھے جبر و تشدد جائز قرار دیا جاتا تھا اور دن دہاڑے لوٹ مار کرنا ایک معمولی بات تھی۔ شرط لگانا۔ جوا کھیلنا اور شراب پینا وہاں کے لوگوں کا بڑا مشغلہ تھا۔ اور انہیں باتوں کو وہ باعث تفریح خیال کرتے تھے۔

یہ صاف ظاہر ہے کہ پیغمبر صلعم کے سامنے نہایت ہی مشکل اخلاقی اور قومی سوالات پیش تھے۔ پھر از تو ہمات مسائل سے اصلاح کا ہونا تو ایک غیر ممکن امر تھا۔ اور انسانی قلب پر نمونہ ہی کا زوردار اثر ہوسکتا ہے۔ رسول اقدس صلعم خود راسخ الاعتقادی کے ایک زبردست نمونہ تھے اور اعمال صالح کی طرف آپ کی توجہ اور رجحان کبھی کم ہونیوالا نہ تھا چنانچہ آپ کے مخالف بھی اس امر کا اعتراف کرتے ہیں کہ آپ نے نہایت خلوص اور دیانتداری سے اس مبارک اور اعلیٰ کام کا بیڑا اٹھایا۔ آپ کے ہر ایک کام سے صداقت ٹپکتی تھی۔ جس کی وجہ سے آپ کو تمام لوگ الامین یعنے صادق کے نام سے پکارتے تھے لہٰذا آپ سے زیادہ تر موزوں کوئی شخص نہ تھا۔ جو ایسی قوم کو پھر زندہ کرتا جس نے عیاشی اور بدکاری کی بری راہوں پر قدم مار رکھا تھا۔ اللہ تعالےٰ سے محبت دیانت و

نیک نیتی ایثار و انکسار۔ پاکیزہ چلن و حسن اخلاق۔ راستبازی اور صداقت سے محبت بچوں سے اُلفت اور مستورات کی تعظیم و تکریم۔ مظلوموں سے ہمدردی اور سچی حُبّ الوطنی یہ تمام اخلاق آپؐ کے اسقدر زبردست تھے۔ کہ کوئی بدی ان کے مقابلہ میں ٹھہر نہ سکتی تھی۔ چنانچہ آپؐ کے اثر سے شرابخور زاہدوں کے رنگ میں رنگے گئے۔ اوباشوں میں ولیوں کی سی جھلک دکھائی دینے لگے۔ ڈاکو دیانت و امانت کے لحاظ سے بلند ہو گئے۔ اور بدچلن پاکدامنی کا نمونہ خیال کئے جانے لگے۔ اِسی طرح جاہل اور وحشی علم و فضل کے منبع اور تہذیب کے علمبردار نظر آنے لگے۔ ایشیا، شمالی افریقہ اور جنوبی یورپ تہذیب اور تربیت کے معاملہ میں بہت حد تک اسلامی اثر ہی کے ممنون ہیں اور اس بڑے انقلاب کی شہادت دیتے ہیں جو سب پر ظاہر ہے۔ اور جو محض پیغمبر اسلام صلعم کے پاک اثر سے ظہور پذیر ہوا۔ جہاں کہیں اسلام گیا وہاں لوگوں کے اخلاق کو اعلیٰ اور مکمل کر کے انہیں برگزیدہ بنا لیا۔ اور درحقیقت انسانی ہستی کا اصل مُدعا بھی یہی ہے۔ اسلئے یہ کوئی تعجب کی بات نہیں۔ اگر نسل انسانی کے محسن کی محبّت لوگوں کے دلوں میں سخت جاگزین ہو جائے۔ اور نہ یہ بھی حیرت انگیز امر نہیں اگر رسول اکرم صلعم کے پاک نام پر لاکھوں مخلوق نے اپنی جان دی اور اب بھی دینے کو تیار ہے۔ کیونکہ آپؐ نے لوگوں میں از سر نو رُوح پھونکدی۔ اور انکی اصلاح کی۔ آپؐ کے نام سے پیار اور محبت جسقدر آپؐ کی زندگی میں مسلمانوں کو تھی اسیقدر اب بھی موجود ہے۔ جو حقیقی عزت و توقیر آپؐ کے زمانہ میں لوگوں کے دلوں میں تھی اس وقت بھی اتنی ہی ہے اور کسیطرح بھی افراط و تفریط سے کام نہیں لیا گیا۔ اسکی وجہ یہی ہے کہ آپؐ کی محبت و فرمانبرداری کسی توہم پرستی کی بنا پر نہ تھی۔ بلکہ ان حیرت انگیز کامیابیوں کے ماتحت تھی جو آپؐ کو اخلاقی اور قومی صلاحوں کے میدان میں ہوئیں +

پیغمبر اسلام نے ایک نہایت قیمتی اور عظیم الشان انقلاب خدا اور اُس کے کلام پاک کی مدد سے جو آپؐ پر نازل ہوا پیدا کیا۔ اس کلام کی مثال آپؐ اس عنصر سے دیتے جو انسان کے اندر رُوح پھونکدیتا ہے۔ اور فرماتے کہ یہ اس پانی کی طرح ہے جو خدا آسمان سے اُتارتا ہے۔ اور جس کے ذریعہ تمام مُردہ زمین از سر نو زندہ ہو جاتی ہے۔ جناب مسیح کا بھی یہی خیال تھا۔ اور وہ اس خیال کو اس طرح ظاہر

کرتے ہیں کہ انسان روٹی سے ہی زندہ نہیں رہتا لیکن ان الفاظ سے جو خدا کے منہ سے نکلتے ہیں۔ اور پھر ایک جگہ وہ کہتے ہیں کہ جب تک تمہاری طہارت اور تمہارا تقویٰ فریسیوں کے تقوے سے بڑھ کر نہ ہوگا تم خدا کی بادشاہت میں داخل نہیں ہو سکتے۔ اس سے واضح طور پر کوئی اور کلام حقیقت کی راہ نہیں دکھلا سکتا اور کوئی بات اس سے زیادہ پر زور الفاظ میں یہ نہیں بتلاتی کہ خدا کی بادشاہت میں داخل ہونے کے لئے اصلی تقویٰ اور راستبازی کی از حد ضرورت ہے۔ اور ہماری طہارت اور ہمارا تقویٰ اس درجہ تک پہنچنا چاہئے کہ اس سے خدائی صفات کی جھلک نظر آئے۔ تاکہ جو خداوند تعالیٰ کا منشا ہے وہ پورا ہو۔ انجیل میں لکھا ہے کہ تم کامل ہو جاؤ جس طرح کہ تمہارا باپ جو آسمان پر ہے کامل ہے۔ اس آیت کا ایک ایسے روحانی انقلاب کی طرف اشارہ ہے جو اس انقلاب سے بالکل جدا ہے جسے جناب مسیح کی طرف منسوب کیا جاتا ہے۔ انکے اس کلام کا مقابلہ پیغمبر اسلام کے ان الفاظ سے کرو جس کا نصب العین ارفع و اعلیٰ ہے۔ آپ فرماتے ہیں۔ کہ اپنے اندر صفاتِ الٰہی پیدا کرو (تخلقوا باخلاق اللہ) ان ہر دو کلام کو دیکھ کر معلوم ہوتا ہے کہ یہ دونوں پیغمبر ان طریقوں کو خوب سمجھتے تھے جن سے انسان کی اصلاح ہو سکتی ہے لیکن افسوس ہے کہ آجکل کی عیسائیت میں اسکے بانی کے اصول اور تعلیم کا پتہ نہیں چلتا۔ اس قسم کی عیسائیت کا اسے (مسیح) کو خود بھی علم نہ تھا۔ اور نہ اسکے حواریوں کو جو انکے قدموں میں بیٹھتے ان سے گفتگو کرتے انکے ساتھ کھاتے پیتے۔ اور انکی تکالیف و مصائب میں شریک رہتے اور انکے منہ سے انکی تعلیم کو صاف اور شرح طور پر سنتے تھے موجودہ عیسائیت اور اسکی تعلیم کا بانی مبانی پولوس ہے اسکا مقولہ تھا کہ ہر ایک چیز انسان کیلئے جائز ہے۔ اور چونکہ وہ رومی اور یونانی علم الٰہیات میں خوب ماہر تھا۔ لہذا اپنے مذہب و معتقدات کو اسی علم کی شکل میں پیش کر کے وہ لوگوں کی نظروں میں عزیز بن گیا اسکا مذہب اسلئے قائم ہو گیا کہ وہ لوگوں کے توہمات اور سابقہ قائم شدہ خیالات کے مطابق تھا لیکن اصل مسیحی مذہب میں تحریف کی گئی اور وہ ہمیشہ کیلئے معدوم ہو گیا جو خوبصورت مشکل روحانی انقلاب کی جناب مسیح نے پیش کی تھی اسکی جگہ دھندلا سا خیال انقلاب کا باقی نظر آتا ہے جو بالکل بیہودہ ہے۔ اور آجکل کی ترقی یافتہ اور مہذب قوموں کی اس سے تسلی بھی نہیں ہوتی پادری صاحبان بہت مایوس ہوتے ہیں جبکہ وہ لوگوں کو یونہی مذہب سے مرتد ہوتے دیکھتے ہیں لیکن انکی مایوسی لاحاصل ہے کیونکہ جو بات انسانی فطرت کے مطابق نہیں اسے انسان چھوڑ ہی دیتا ہے فقط

اسلام میں کوئی فرقہ نہیں

مصنفہ حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مسلم مشنری

حسب اعلان رسالہ دسمبر ۱۹۲۰ء ذیل میں حضرت خواجہ صاحب موصوف کی جدید تصنیف

"اسلام میں کوئی فرقہ نہیں"

کے چند ابتدائی اوراق ہدیہ ناظرین کرام کئے جاتے ہیں۔ مترجم

آج کے دن ٹھیک سات سال ہوئے جب میں پیرس میں ایک مذہبی کانفرنس کے سامنے اسلام کی خصوصیات پر تقریر کر رہا تھا۔ اس مجلس نے کُل علماء مغرب کو تحقیق مذہب کیلئے فرانس میں جمع کیا تھا۔ اس کے مقاصد نہایت اہم اور نتیجہ خیز تھے۔ بد قسمتی سے آتش جنگ نے عین اس وقت اُسے بھسم کر دیا جب اراکین مجلس کُل دُنیا کو کسی ایک حقیقی مذہب پر جمع کرنا چاہتے تھے۔ اس مجلس کا مقصد عظیم یہ تھا۔ کہ یا تو مروّجہ مذاہب میں سے صحیح مذہب کا انتخاب کیا جائے یا کسی مذہب حقّہ کے صحیح اصول تلاش کر کے کسی جامع مذہب کی بُنیاد ڈالی جائے +

میرے سودا کے لئے یہ مجلس کچھ کم دلچسپی اپنے اندر نہ رکھتی تھی۔ میں تو بلا دعوت بھی پہنچ جاتا۔ لیکن سکرٹری کانفرنس نے مجھے بطور مہمان کانفرنس شمولیت کیلئے دعوت دی۔ چنانچہ میں دو دن پہلے پیرس پہنچا۔ منتظمان جلسہ کے استفسار پر میں نے اپنی تقریر کے لئے آخری دن تجویز کیا۔ میرا مقصد یہ تھا۔ کہ اول میں اُن فضلاء دہر کی باتیں سُن کر وہ امور اخذ کر لوں۔ جو مغربی فضیلت و تحقیق کے نزدیک کسی مذہب حقہ کے مابہ الامتیاز ہو سکتے تھے۔ تاکہ اگر وہی باتیں یا ان سے بہتر اسلام میں ہوں تو انہیں پتہ دوں۔ کہ جن باتوں کی تلاش نے انہیں وہاں جمع کر رکھا ہے۔ وہ تیرہ سو برس سے قرآن کریم میں موجود ہیں میری حیرت و استعجاب کی کوئی حد نہ تھی۔ جب میں نے ان محققان زمانہ کو صحیح

مذہب کا معیار وہ باتیں ٹھیراتے دیکھا جو در اصل اسلام کی امتیازی خوبیاں ہیں
میں یہاں اس امر کو بیان کرنا خارج از بحث سمجھتا ہوں۔ کہ میری تقریر نے
میرے سامعین کو کہاں تک گرویدہ کیا۔ اسیقدر کہنا کافی ہو گا۔ کہ ۲۱ جولائی ۱۹۱۳ء
کو جب پیرس سے ۱۲ میل کے فاصلہ پر ایک قدیمی شاہی محل میں مہمانان کانفرنس
کو ایک پارٹی دیگئی تو ساتھ مختلف علماء مغرب نے مجھ سے بغرض تعارف تبادلۂ
کارڈ کیا۔ اور میری تقریر کے مختلف پہلوؤں پر مجھ سے گفتگو کرتے رہتے +

یہ امر تو ظاہر ہے کہ یہ اکابرین دہر مروجہ مذہب مغرب سے بیزار ہو چکے تھے۔ ان کا
یہ کانفرنس کرنا ہی اسبات کی شہادت دے رہا تھا۔ ان میں یونیورسٹیوں کے پروفیسر
مغربی فلسفہ الٰہیات کے ڈاکٹر اور مسیحی کلیسیا کے کئی ایک اسقف بھی تھے
انہوں نے وہ وجوہ بھی بتلائے جو مذہب کلیسیا سے انکی بیزاری کا موجب تھے۔
ایک بات جو میں نے تقریباً ہر ایک ایسی تقریر میں سُنی وہ اس فرقہ بندی سے بیزاری
تھی۔ جس نے آج عیسائیت کو تقریباً پانچسو شاخوں میں تقسیم کر رکھا ہے۔
گوتنجن (Gottingen) (جرمنی) یونیورسٹی کے پروفیسر نے اپنی تقریر میں
یہ کہا کہ موجودہ عیسائیت کے بطلان کے لئے یہ فرقہ بندی کافی ہے۔ وہ کہنے لگے
کہ صداقت ذووجہین نہیں ہو سکتی۔ صداقت ایک ہی پہلو رکھتی ہے۔ اگر
کسی مذہب میں ایک سے زیادہ ایسی جماعتیں ہوں جو اصولاً ایک دوسرے سے
اختلاف رکھتی ہوں۔ یعنی اس کے ماتحت مختلف فرقہ جات ایسے امور میں
ایکدوسرے سے اختلاف رکھیں جن کا ماننا جزو ایمان ہے تو وہ مذہب بہت
ہی کم اپنے اندر صداقت رکھتا ہے۔ اس تقریر کی تائید میں ایک اور جرمن پروفیسر
نے یہاں تک کہدیا۔ کہ مذہب کلیسیا مغرب میں ایک بڑی لعنت ہے۔ اور وہ لعنت
اس کے اندر فرقہ بندی ہے۔ میں یہ باتیں سُن کر دل ہی دل میں حیران تھا۔ کہ مولیٰ کریم
اگر تیرے مذہب اسلام میں بھی فے الواقع فرقے ہیں جیسے آجکل کے مسلمان سمجھ رہے
ہیں۔ تو میں جو تبلیغ اسلام کے لئے یورپ میں آیا ہوں۔ اور عنقریب ان ہی علماء کو

اسلام کی طرف بلانا چاہتا ہوں ۔ کیا میں انہیں اس لعنت کی طرف دعوت دوں ۔ جس سے آج اس جلسہ میں یہ لوگ بیزاری ظاہر کر رہے ہیں ۔ کیا میں اس فرانس کے پلیٹ فارم پر کھڑا ہو کر یہ کہوں کہ جس لعنت پر آپ نفرت کر رہے ہیں ۔ وہ ہماری مایہ ناز ہے +

اوائل عمر سے مجھے ان فرقہ بندیوں سے نفرت رہی ۔ اور وہ خصوصی باتیں جو میں نے مجدد وقت اعلیحضرت مرزا صاحب کی شاگردی میں سیکھیں ان میں ایک یہ بھی تھی کہ اسلام میں جو نام نہاد فرقے ہیں ان میں کوئی اصولی اختلاف نہیں[۱] اسلئے ان اسلامی فرقوں کو فرقہ کہنا ہی غلطی ہے ۔ اور خدا کا احسان ہے کہ جس لعنت کا شاکی آج یورپ اور امریکہ ہے اس سے اسلام پاک ہے یہی میرا مذہب ہے ۔ اس بنا پر میں نے کئی دفعہ علے الاعلان بیان کیا ہے کہ اسلام میں کوئی فرقہ نہیں ۔ اور جو مفروضہ فرقے ہیں ۔ ان کا غیر مذاہب اور بالخصوص مغربی اقوام کے سامنے ذکر کرنا اسلام کے حق میں سم قاتل ہے[۲] +

میں نے ابھی ذکر کیا ہے ۔ کہ کانفرنس کے خاتمہ کے تیسرے دن ہم مہمانان

---

[۱] اعلیحضرت مرزا صاحب جب ۱۹۰۴ء میں سیالکوٹ تشریف لیجاتے تھے ۔ اور انہیں وزیر آباد کے ریلوے اسٹیشن پر ایک عیسائی پادری سکاٹ سے کچھ گفتگو کرنے کا اتفاق ہوا جو ذیل میں دیجاتی ہے جس سے امور بالا پر روشنی پڑتی ہے :-

پادری سکاٹ ۔ آپ لوگوں میں تو بہت سے فرقے ہیں +

حضرت اقدس ۔ مجھے تعجب ہے ۔ کہ آپ اسلام پر یہ اعتراض کرتے ہیں ۔ کیا آپکو معلوم نہیں کہ عیسائیوں میں کس قدر فرقے ہیں ۔ جو ایکدوسرے کی تکفیر کرتے ہیں ۔ اور اصولوں میں بھی متفق نہیں مسلمانوں کے فرقوں میں اگر کوئی اختلاف ہے تو فروعات اور جزئیات میں اصول سب کے ایک ہی ہیں +

[۲] فٹ نوٹ کیلئے اصل کتاب " اسلام میں کوئی فرقہ نہیں " کے صفحہ ۹۵ پر خط بنام حاذق الملک حکیم اجمل خان صاحب ملاحظہ ہو ۔ یہ خط حضرت مصنف نے وکنگ سے جناب حاذق الملک صاحب کے گرامی نامہ کے جواب میں تحریر فرمایا +

کانفرنس داعیان کانفرنس کی طرف سے ایک پارٹی میں مدعو کئے گئے جو ہمارے اعزاز میں انہوں نے دی۔ ہمارے لئے سپیشل ٹرین کا انتظام کیا گیا۔ جس پر سوار ہو کے ہم ایک شیٹو (وہی محل) میں جا رہا تھا۔ جب میں سٹیشن پر پہنچا تو میں نے دیکھا کہ میں چاروں طرف عزت اور محبت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہوں۔ اور ہر ایک چاہتا ہے کہ میں ریل کا سفر اس کے ساتھ کاٹوں۔ مجھے بعد میں معلوم ہوا۔ کہ میرے اس اعزاز کا موجب میری کانفرنس والی تقریر تھی۔ جو ان کے معلومات متعلقہ اسلام سے بہت ارفع تھی بلکہ وہ یہ سمجھے ہوئے تھے۔ کہ شاید میں کسی فلسفی فرقہ اسلام میں سے ہوں۔ اور جو کچھ اس کانفرنس میں اسلام کی طرف سے میں نے کہا ہے۔ وہ درحصل اسلام تو نہیں بلکہ کوئی جدید مخترعات ہیں +

بات یہ ہے کہ اسلام کو نااہل فرقہ پوادر نے اپنی سیاہ دلی سے کچھ ایسا تاریک کر کے مغربی دنیا کے سامنے پیش کیا ہے۔ کہ جب مغرب میں ہم اسلام کو اپنی اصلی شکل میں پیش کرتے ہیں۔ تو وہ انکی نگاہ میں اسقدر اعلیٰ اور خوبصورت ہوتی ہے۔ کہ وہ لوگ ایسی تعلیم کو اسلام کی طرف منسوب ہوتا دیکھ نہیں سکتے۔ اور جھٹ کہ دیتے ہیں کہ یہ نئی باتیں ہیں۔ جو پیش کر رہے ہیں۔ مجھ سے تو ہر روز یہی معاملہ ہو رہا ہے۔ اور اب تو یہ خبیث باطن دشمنان اسلام جنمیں مسلم ورلڈ کے مدیر مثلاً ذویمر وغیرہ خاصکر قابل ذکر ہیں۔ اسلام کی خوبصورتیوں سے جنھیں اسلامک ریویو آئے دن پیش کرتا ہے۔ اس قدر چکا چوند ہو گئے ہیں۔ کہ انہوں نے اسلامک ریویو کے پیش کردہ مذہب کا نام صبیا اسلام ووکنگ رکھ دیا ہے لیکن ان کے یہ آوازے مغربی محققین کی نگاہ میں

ماہ نور مے فشاند و سگ بانگ مے زند

کا حکم رکھتے ہیں +

سٹیشن کے پلیٹ فارم پر میں حیران کھڑا تھا کدھر جاؤں اور کدھر نہ جاؤں کہ اتنے میں میری نگاہ ایک امریکن فاضل پر پڑی۔ اُن کے ہمراہ اُن کی بیوی تھی۔ انکی عزت و احترام سے بھری نگاہوں نے مجھے اپنی طرف مخاطب کیا۔ بعد میں انہوں نے

میرا فوٹو بھی لیا۔ میں ان کے ہمراہ سوار ریل ہو گیا۔ کچھ منٹ ہی گذرے ہوں گے۔
کہ سلسلۂ کلام شروع ہؤا۔ اور آہیں فرقہ ہائے مذاہب کی طرف رُخ پلٹا۔ مجھے
بعد میں معلوم ہوا کہ اس گفتگو کی تہ میں انہیں یہ امر دریافت کرنا تھا۔
.... کہ میں کس فرقۂ اسلام سے
تعلق رکھتا ہوں۔ یورپین تہذیب اور یہ در اصل اسلامی تہذیب ہے جو ہمنے
چھوڑ دی۔ اور یورپ نے لیلی کسی کی ذات کو مبحث میں لانیکی اجازت نہیں دیتی
اسلئے امریکن فاضل نے مجھ سے یہ تو نہ پوچھا۔ کہ میں کس فرقہ کا ہوں۔ اس نے
سلسلہ کلام یوں شروع کیا:۔

امریکن فاضل ۔ اسلام میں بھی مختلف فرقے ہوں گے +

میں ۔ جہانتک مجھے علم ہے ۔ اسلام میں کوئی فرقہ نہیں ۔ اگر لفظ فرقہ کو
اسکے اصل مفہوم میں دیکھا جاوے +

امریکن فاضل (حیران ہوکر) یہ آپ کیا کہتے ہیں؟

میں ۔ میں وہی کہتا ہوں جو میرے لفظوں سے ظاہر ہوتا ہے ۔ یعنے اسلام
فرقہ بندی سے ارفع ہے +

امریکن فاضل ۔ پھر یہ شیعہ سُنّی کون ہوتے ہیں؟

میں ۔ شیعہ اور سُنی (حیرت کے لہجہ میں) آپ انہیں فرقہ بنا رہے ہیں؟
کیا وہ اختلافات جو کسی مذہب میں مختلف فرقے پیدا کر دیتے ہیں۔ ان میں
ایسے اختلاف رائے بھی شامل ہؤا کرتی ہے ۔ جس کا اس مذہب کے اصول پر
اثر نہ ہو +

امریکن فاضل نہیں تو +

میں ۔ تو پھر شیعہ ۔ سُنی کسی فرقہ کا نام نہیں ۔ ایک امر میں ایک عظیم اخلاف کے
مسلمانوں میں دو بزرگوں کی ذات و حقوق کے متعلق ہے جسنے دو جماعتیں
پیدا کر دیں ۔ میں بالتفصیل آپ کے سامنے واقعات پیش کر دیتا ہوں پھر

آپ رائے زنی کر سکتے ہیں کہ آیا یہ اختلاف بھی موجب فرقہ بندی ہو سکتی ہیں ہمارے نبی کریم حضرت محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) دنیا میں مذہب اسلام لاتے ہیں اسلامی تعلیم کو تکمیل تک پہنچا تے ہیں۔ اور اس کے کسی شعبہ کو ناقص نہیں چھوڑتے اپنی وفات پر ہمارے ہاتھ میں قرآن اور اپنا طریق عمل جسے ہم سنت نبوی کہتے ہیں ہماری ہدایت کیلئے چھوڑ جاتے ہیں۔ آپؐ کی وفات پر آپؐ کے جانشین کے انتخاب کیلئے لازمًا اختلاف رائے ہونا ہے۔ کیونکہ آزادی رائے ایک آزاد سوسائٹی کا خاصہ ہوتا ہے بعض کے نزدیک آپؐ کا جانشین الف ہونا چاہیئے بعض الف پر ب کو ترجیح دیتے ہیں۔ یہ سمجھ لینا چاہیئے کہ نہ الف کو اور نہ ب کو مسلمانوں نے بطور شارع مذہب قبول کرنا ہے۔ اور نہ انھوں نے تعلیم اسلام کو گھٹانا یا بڑھانا تھا۔ الف اور ب دونوں نے اسی طرح تعلیم قرآن و محمد (صلعم) کی پیروی کرنی تھی جیسی ہم نے یا کسی اور مسلمان نے۔ نہ ان کے پیرو امور اسلام میں قرآن اور پیغمبر کے بعد ان کی طرف یا کسی اور کی طرف دیکھتے ہیں۔ ہاں انہیں بطور شارح وہ قبول کر سکتے ہیں۔ آنحضرت صلعم کی وفات پر اسلام ایک امیر کو چاہتا تھا جو شیرازۂ اسلام قائم رکھے اور تعلیم اسلام کو چار گوشوں تک پہنچائے اور اپنے عمل سے سنّت رسول کو تازہ رکھے۔ بس صرف اس کام کیلئے خلیفۂ رسول (صلے اللہ علیہ وسلم) کی ضرورت تھی۔ اس کے انتخاب میں اختلاف ہوا۔ الف کو کثیر تعداد نے چن لیا۔ ب کے حامی اُس انتخاب پر مطمئن نہ تھے اول الذکر سُنّی کہلاتے ہیں۔ اور آخر الذکر نے اپنے لئے شیعہ کا نام پسند کیا۔ چونکہ اسلام نے آزادیٔ رائے کو انسان کا پیدائشی حق قرار دے کر اسکی عزّت کی ہے۔ اسلئے وہ اختلاف آج تک چلا آتا ہے جس کو جہالت و ضد نے کسی قدر ناپسندیدہ حد تک پہنچا دیا۔ اب میرے معزز دوست آپ خود ہی فیصلہ کریں کہ کیا شیعہ سُنّی اسلام یا کسی مذہب کے بھی دو فرقے ہو سکتے ہیں +

امریکن فاضل۔ کیا اسیقدر اختلاف شیعہ سُنّی میں ہے؟ یہ اختلاف تو کسی

مذہب کا اصول نہیں ہو سکتا - یہ تو ذاتی سوال ہے - اور ایسے امر میں اختلاف نہیں کہ جس کے ماننے یا نہ ماننے سے کوئی شخص کسی مذہب میں داخل یا اس سے خارج ہو سکتا ہے +

میں - بس یہی اختلاف شیعہ سنی میں ہے +

امریکن فاضل - تو پھر شیعہ سنی اسلام کے دو فرقے نہیں ہو سکتے[۱] +

چند منٹوں کے بعد ہماری گاڑی منزل مقصود کے قریبی سٹیشن پر آ گئی شاید سٹیشن سے شیٹو کوئی پاؤ میل کے فاصلہ پر ہوگا سٹیشن چھوڑ کر میں شاید دو چار قدم ہی چلا ہونگا - کہ ایک سفید ریش بزرگ نے مجھے سلام کیا - اور یوں ہمکلام ہؤا +

سفید ریش بزرگ - آپ کی پرسوں کی تقریر سے ہم سب از حد محظوظ ہوئے +

میں - واقعی ؟ کیا آپ ایسا خیال کرتے ہیں ؟

---

[۱] فٹ نوٹ - اسی قسم کی گفتگو لندن مسلم ہؤس میں اس واقعہ کے پانچسال بعد ریورنڈ ولیو کاکس بی اے - بی ڈی سے ہوئی - پادری صاحب اسلام کا شوق رکھتے تھے انہوں نے بہت کچھ اسلام کی بابت واقفیت حاصل کی تھی پھر انہوں نے رائٹ آنریبل سید امیر علی صاحب بالقابہ سے خط وکتابت کی سید صاحب نے ایک چٹھی کے ذریعہ پادری صاحب کو مجھ سے معرف کرایا - ایک اور پرائیویٹ چٹھی میں آپ نے مجھے اطلاع دی کہ پادری صاحب موصوف نہ صرف اسلام کے متعلق آپ سے کچھ پوچھنا چاہتے ہیں بلکہ تشفی پانے پر ممکن ہے کہ اسلام قبول کرلیں پادری صاحب سے ایک ہفتہ تک متواتر مختلف امور پر گفتگو ہوتی رہی - ایکدن آپ نے فرمایا - کہ اسلام کے معقول عملی اور سیدھے سادے اصولوں سے کس کو انکار ہو سکتا ہے لیکن بد قسمتی سے جس ایک بات نے مجھے عیسائی مذہب سے متنفر کرایا - اس سے اسلام بھی خالی نہیں عیسائیت پر فرقہ بندی کی شکل میں اس وقت لعنت برس رہی ہے - اور کسقدر افسوس ہے کہ اس اختلاف فرقے سے اسلام بھی خالی نہیں - جیسے کہ اس وقت اسلامی دنیا شیعہ سُنی فرقوں میں تقسیم ہو چکی ہے - میں نے برعایت اختصار امور بالا کا جو میں امریکن فاضل کے متعلق لکھ چکا ہوں اعادہ کرکے آخر ایک بات کہی جس نے درصل عیسائیت اور اسلام میں فیصلہ کرا کے پادری صاحب کو آنحضرت صلعم کا حلقہ بگوش بنا دیا - میں نے انہیں کہا کہ آپ پرسبیٹیرین فرقہ سے تعلق رکھتے ہیں -

سفید ریش بزرگ۔ یہ امر شاید آپ کے لئے دلچسپی کا موجب ہوگا۔ کہ رات میز (دسترخوان) پر بہت سے اصحاب میں آپ کی تقریر ہی باعث تذکرہ رہی ہیں۔ آپ صاحبان کا شکریہ +

سفید ریش بزرگ۔ آپنے ایک نئی بات ہمارے سامنے پیش کی عبادت کا مفہوم جو آپنے پیش کیا وہ نہ صرف نرالا ہی تھا۔ بلکہ اس مفہوم نے ہمارے فلسفۂ الٰہیات پر ایک بیش بہا ایزاد کی ہے۔ یعنی انسان کا اپنی تکمیل نفس کرنا ہی مقصد عبادت بلکہ عین عبادت ہے۔ آپ کا یہ بیان کرنا کہ یہ قیام قعود اور رکوع و سجود ربانی جلال و قدوسیت میں کوئی ایزادی نہیں کرتا۔ بلکہ ان کا اصلی مقصد صرف انسان میں اطاعت کی روح پیدا کرکے اُسے تکمیل نفس کی سڑک پر لانا ہے۔ یہ وہ بات ہے جو کلیسی مفہوم عبادت سے بہت ارفع ہے۔ لیکن کیا یہ اسلامی مفہوم عبادت آپنے پیش کیا ہے یا کسی

بقیہ حاشیہ

آپ کو بھی عیسائی بنانے کا موقع ملا ہوگا۔ کیا آپ گوارا کریں گے کہ جو شخص آپ سے بپتسمہ حاصل کرنے آئے آپ اُسے کسی رومن کیتھولک یا انگلستانی کلیسیا کے پادری یا کسی اور فرقہ عیسائی کے معلم کے پاس بھیجدیں گے؟ ہرگز نہیں۔ وجہ یہ ہے کہ آپ کے نزدیک وہ فرقے حقیقی عیسائی نہیں۔ ان کا اور آپ کا اختلاف ایسے امور میں ہے جو کفر و ایمان کی حد تک پہنچتا ہے۔ جن باتوں کے ماننے پر کیتھلک تعلیم کے ماتحت ایک شخص عیسائی ہو سکتا ہے وہی آپکے نزدیک اُسے عیسائیت سے خارج کر سکتا ہے۔ لیکن اسلامی نام نہاد فرقوں کے مابہ الامتیاز کی باتیں تو کفر و ایمان تک نہیں پہنچتیں۔ اگر ایسا ہوتا تو سید امیر علی صاحب آپ کو ایک سنی مذہب کے پاس جیسا کہ میں ہوں بغرض تعلیم تبلیغ اسلام نہ بھیجتے۔ سید صاحب شیعہ مذہب کے فرقہ معتزلہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ پھر میں نے پادری صاحب کو سر آغا خان کی ایک چٹھی دکھلائی اور انہیں بتلایا کہ سر آغا خان اسمٰعیلی شیعوں کے اس وقت پیر و مرشد ہیں۔ لیکن وہ اس چٹھی کے ذریعہ لفٹنٹ ..... صاحب کو میری طرف بغرض تلقین اسلام رہنمونی کرتے ہیں لفٹنٹ مذکور انہیں اسلام کا مبلغ سمجھ کر اُن کے پاس مشرف بہ اسلام ہونے کیلئے جاتا ہے۔ وہ اُسے میرے پاس کلمہ پڑھنے کیلئے بھیجتے ہیں۔ اب

نئے نقطۂ خیال سے آپ اسلام کو پیش کرتے ہیں +

میں معاف فرمائیے۔ میں آپ کا مطلب نہیں سمجھا۔ اسلام میں قدیم جدید کا خیال ایک امر نادر ہے وہی قرآن ہمارے ہاتھ میں ہے۔ جو ہمارے پیغمبرؐ نے مقدس صحابہؓ کو دیا۔ وہی ہمارے مذہب اور عقائد کا ماخذ ہے۔ اسلئے مغربی کلیسیا کی طرح اسلام تعمیر و ترمیم سے بچا ہؤا ہے +

سفید ریش بزرگ۔ تو کیا آپ کے ہاں فرقے نہیں۔ اور ان میں اختلاف عقائد نہیں

میں۔ شاید آپ کی مراد شیعہ سُنی یا دیگر نام نہاد اسلامی فرقوں سے ہوگی لیکن عیسائی فرقوں کا یا اسلام کے سوا دوسرے مذاہب میں جو فرقے ہیں ان کا قیاس اسلامی مفروضہ فرقوں پر کرنا ایک قیاس مع الفارق ہے۔ کل کتب مقدسہ کے برخلاف قرآن ہی ایک ایسی کتاب ہے جس کی تعلیم جہانتک اصول مذہب عقائد۔ معاد اخلاق۔ شرائع یا اور جن کا ماننا ایک مذہب پر ایمان صحیح رکھنے کے لئے ضروری ہے۔ یا ایسی

حاشیہ: شیعہ سنیوں میں کفر و اسلام کا فرق ہوتا یا اصول مذہب میں وہ ایکدوسرے سے اختلاف رکھتے تو پھر سید صاحب و سر آغاخان مذہب اسلام قبول کرنیوالوں کو میری طرف کیوں بھیجتے +

یہ ایک بدیہی واقعہ تھا۔ اور اس کا ثبوت ریورنڈ موصوف کی اپنی ذات تھی ظاہر ہے کہ اس عملی تشریح کا جو ان پر اثر ہو سکتا تھا وہ نظری بحثوں سے ممکن نہ تھا۔ اس کے بعد چند ہی باتیں انہوں نے اور کیں اور ریورنڈ ویو کاکس بی اے۔ بی ڈی مولوی عبداللہ بن گئے۔ الحمد للہ علیٰ ذالک +

یہاں مجھے نہایت درد دل سے لکھنا پڑتا ہے۔ کہ ایک اور معزز پادری جو بالکل اسلام کے قریب آچکا تھا اور اسلامک ریویو کا دلدادہ تھا۔ وہ جانک قبولیت اسلام سے محض اس لئے رُک گیا کہ اسلام میں بھی فرقے ہیں۔ چنانچہ اس نے مجھے لکھا کہ مجھے ابھی معلوم ہؤا ہے۔ کہ اسلام میں سُنی شیعہ دو بڑے فرقے ہیں۔ اور ان کے اختلافات نے اسلام کو دو خطرناک مخالف کمپوں میں تقسیم کر رکھا ہے۔ یہ تو وہی مصیبت ہے جس نے مجھے عیسائیت سے بیزار کیا ہے بدقسمتی سے یہ خط پادری صاحب موصوف کا میرے ایام بیماری میں آیا ممکن تھا کہ ایک دو ملاقات سے کوئی مفید نتیجہ نکلتا ہے لیکن میرے اعصابی عوارض ان امور کے متحمل نہ تھے اور مجھے چندماہ کے بعد وطن واپس آنا پڑا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون +

تیں جن کا چھوڑنا لابد ہے۔ ان تمام امور پر قرآنی تعلیم اتنی بیّن اور صاف ہے کہ جن آیات میں ان امور کا ذکر ہے۔ ان کے معانی کُل اسلامی دنیا ایک ہی کرتی ہے کسی آیت کے دو مفہوم ہو ہی نہیں سکتے تو پھر میں کس طرح سے یہ یقین کرلوں کہ اسلام میں کوئی فرقہ ہے۔ ہاں فروعی باتوں میں اختلاف رائے ضرور ہے لیکن وہ تو کسی فرقہ کی بنیاد نہیں ہوسکتا +

سفید ریش بزرگ ۔ تو میں آپ کو مبارکباد دیتا ہوں کہ آپ کا مذہب ان مصائب سے پاک ہے جنمیں مسیحی کلیسیا پھنسا ہُوا ہے +

سیرت خیر البشر کا ایک ورق

مرتبہ حضرت مولانا محمد علی صاحب ایم اے۔ ایل ایل بی

وَمَا اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَۃً لِّلْعٰلَمِیْنَ

دنیا کمال وحشت اور بربریت سے نبوت میں چھٹی صدی مسیحی سے بڑھ کر کوئی زمانہ پیش کرنے سے قطعاً عاجز ہے۔ اس عہد تظلم میں دُنیا بھر کے بانیان مذاہب کی مقدس عمارتیں کفر و عصیان کے طغیان عظیم میں بہہ چکی تھیں۔ اور رشد و ہدایت کے سرچشمے صفحۂ ارض سے خشک ہو چکے تھے۔ اخلاق اور تہذیب کا مطلع فسق و فجور کی گھنگھور گھٹاؤں سے مکدر ہو چکا تھا۔ سعادت ارض کا حُسن حقیقی جہالت اور حماقت کے دست تظلم سے برباد ہو چکا تھا۔ الغرض دنیا کی ان سیہ کاریوں کی شوخی شب دیجور کی سیاہی کو بھی شرماتی تھی۔ اس ظہر فساد فی الارض کے زمانے میں اصول ارتقاء کے ایک مبصر کی نگاہ میں **محمد رسول اللہ** صلعم جیسے خلق عظیم اور فضل البشر کی بعثت محالات میں سے تھی۔ اس آشوبِ عالم کے دوران میں کوئی ابن الارتقاء دُنیا کی اصلاح اور فلاح میں قطعاً کامیاب نہ ہوسکتا تھا پس رحمت الٰہی کے فیض عمیم نے اصول آئین ارتقاء کی زنجیر کو توڑ کر دُنیا کی ہدایت اور رُبوبیتِ رُوحانی کیلئے خیر البشر کو مبعوث فرمایا دُنیا کے باقی مصلحین کے بالمقابل آپ کی چند درچند امتیازی خصوصیات کا تذکرہ جیسا کہ گذشتہ سال میں عرض کیا جاچکا ہے حضرت مولانا محمد علی صاحب کی سیرت خیر البشر سے مقتبس کیا جاتا ہے اور وہ یہ ہیں۔

دُنیا میں بہت مصلح آئے۔ ہر ملک اور ہر زمانہ میں آئے لیکن کئی ایک امور ہیں جو حضرت محمد مصطفےٰ کو ان سب سے ممتاز کرتے ہیں۔ ان امور میں سب سے

پہلی بات آپ کی حیرتناک کامیابی ہے۔ جس کا اعتراف دشمن و دوست کو یکساں ہے چنانچہ انسائیکلوپیڈیا برٹینکا میں "قرآن" کے عنوان پر جو مضمون ہے اس میں ذیل کے صاف الفاظ میں یہ اعتراف آنحضرت کے متعلق موجود ہے کہ آپ دُنیا کے تمام انبیاء اور مذہبی اشخاص میں سب سے زیادہ کامیاب انسان ہیں۔ یہ اعتراف بلا وجہ نہیں۔ یہ بالکل سچ ہے کہ دُنیا میں کوئی مصلح نہیں آیا۔ جس نے اپنی قوم کو اس گری ہوئی حالت میں پایا ہو جیسی آنحضرت صلعم نے مُلک عرب کو پایا۔ یہ لوگ نہ مذہب کے صحیح اصُول سے واقف تھے۔ نہ سیاست کے نہ تمدن کے نہ معاشرت کے۔ نہ ہی علم ان کے اندر تھا۔ نہ اُن کے تعلقات بیرونی لوگوں سے کچھ تھے نہ اُن میں کوئی اتفاق و اتحاد تھا۔ نہ ایک قوم کی حیثیت رکھتے تھے۔ غرض ہر پہلو سے یہ قوم اصلاح طلب تھی۔ اور خطرناک جہالت میں مبتلا تھی۔ صرف یہی نہیں بلکہ یہودی اپنا پُورا زور اُن کی اصلاح پر صرف کر چکے عیسائی پُورا زور لگا چکے۔ اور دونوں ایسے ناکام ہوئے۔ کہ کسی ایک امر میں بھی ملک کے اندر اصلاح پیدا نہ کر سکے حنیفیت کی اندرونی تحریک بھی پیدا ہو کر ختم ہو چکی تب آنحضرت صلعم کا ظہور ہُوا۔ اور چند ہی سال کے عرصہ میں ایک ایسا انقلاب پیدا کر کے دکھایا۔ کہ ملک عرب کے زمین و آسمان بدل گئے ذلیل سے ذلیل بُت پرستی اور توہم پرستی سے نکالکر توحید کے اس بلند سے بلند مقام پر پہنچا دیا۔ جس پر نہ اس سے پہلے کوئی قوم پہنچی نہ بعد میں پہنچ سکیگی۔ پھر اس توحید کے لئے ایسا جوش کہ دنیا کے ممالک میں چاروں طرف نکل گئے۔ اور دُور دور کے کونوں میں جا ندائے حق کو بلند کیا۔ خدا کی عبادت میں ان لوگوں کا مقام تمام راہبوں اور دنیا سے کنارہ کشی کرنیوالوں سے بڑھ کر تھا۔ اسلئے کہ وہ دن کو کاروبار میں گذارتے ہوئے۔ اللہ اکبر کی ندا سُنکر دیوانہ وار خدا کے حضور جا کھڑے ہوتے تو راتوں کو بیداری میں گذارتے ہوئے عبادتِ الٰہی میں مصروف ہوتے۔ وہ دُنیا میں ہونے کے باوجود دنیا سے قطع تعلق رکھتے تھے۔ اسلئے جو لذت اور جو خضوع و خشوع ان کو عبادت میں حاصل ہوتا تھا۔ وہ کسی گوشہ نشین زاہد کو نہیں حاصل ہو سکتا۔ پھر اگر روحانیت کے لحاظ سے عبادت کے لئے اعلےٰ سے اعلےٰ مقام پر کھڑے تھے تو دنیوی نقطۂ نگاہ سے بھی۔ اس اعلیٰ سے اعلےٰ مقام پر پہنچ گئے

جس پر انسان پہنچ سکتا ہے یعنی وہ دنیا کے عظیم الشان فاتح بنے۔ بڑی بڑی سلطنتیں ان کے سامنے یوں گرتی چلی گئیں کہ گویا ان کی کچھ حقیقت ہی نہ تھی پھر وہ صرف فاتح ہی نہ تھے۔ بلکہ فتح کے بعد ہر ملک میں ایسا انتظام قائم کیا کہ پچھلے لوگوں کی غفلت کے باوجود بارہ صدیوں تک اس سلطنت کو کچھ نقصان نہ پہنچا۔ غرض وہ زاہدوں میں سب سے بڑے زاہد اور فاتحوں میں سب سے بڑے فاتح ہوئے۔ اور ان دونوں باتوں کے باوجود تیسری بات جسمیں انہوں نے کمال کر دکھایا وہ علم تھا۔ انہوں نے زہد اور فتوحات کے ساتھ ساتھ علم کو ایسا کمال پر پہنچایا کہ آج انہیں کی بدولت دنیا علم کے نور سے منور ہے۔ غرض حضرت نبی کریم صلعم نے ملک عرب کو ایسی حالت میں پایا جس سے بڑھ کر گری ہوئی حالت کسی ملک کی متصور نہیں ہوسکتی۔ اور دنیوی اور روحانی ترقی کے اس اعلیٰ مقام پر پہنچایا۔ جس کے آگے کوئی مقام نہیں۔ اور یہ سب کچھ بیس برس کے عرصہ میں ہوگیا ہمیں یہ بھی دکھانا مقصود تھا۔ کہ آپ کی تعلیم قوائے انسانی کی کل شاخوں پر مشتمل ہے۔ اور دنیا کی کوئی بیماری نہیں جس کا علاج آپ کی تعلیم میں نہیں۔ جس طرح سب سے بڑا طبیب وہ نہیں جو سب سے بڑھ کر دعوے کرے۔ بلکہ وہ ہے جو سب سے زیادہ بیماریوں کو اچھا کرے۔ اسیطرح مصلحین عالم میں سب سے بڑا وہ نہیں جیسا بعض کا خیال ہے جو سب سے بڑھ کر دعوے کرے بلکہ وہ ہے جو سب سے بڑھ کر اصلاح کرے۔ اور یہ وہ بات ہے جو محمد رسول اللہ صلعم کو دنیا کے کل انبیاء اور کل مصلحین کا سرتاج بناتی ہے +

دنیا میں ہر ایک نبی ایک قوم کی اصلاح کے لئے آیا وہ نور اور ہدایت لایا۔ مگر صرف ایک خاص قوم اور خاص ملک کے لئے اس کے دنیا میں آنے کی غرض انسانوں کا تزکیۂ نفس تھا مگر انہی کا جن کی طرف وہ بھیجا گیا۔ لیکن محمد رسول اللہ صلعم کل دنیا کی ہدایت کیلئے مبعوث ہوئے۔ وہ نور اور ہدایت جو آپ کو دیا گیا ایک قوم کے لئے نہ تھا بلکہ دنیا کی کل قوموں کے لئے۔ تزکیہ نفوس کیلئے آپ کی عقد ہمت کا دائرہ اسقدر وسیع ہوا کہ تمام دنیا کو اپنے اندر شامل کرلیا یہی وہ بات ہے جس کی طرف آیت مندرجہ عنوان میں توجہ دلائی گئی ہے۔ اسی قسم کی اور آیات قرآن شریف میں ہیں۔ لیکون للعلمین نذیرا۔ اور فرمایا۔ ان ھو الا ذکر

للعلمین پھر فرمایا - اِنَّآ اَرسلناك کافۃ للناس - پھر فرمایا قل یا ایھا الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعاً - مصلحتِ الٰہی کا یوں تقاضا ہؤا - کہ جس وقت نسل انسانی مختلف ملکوں میں علیحدہ علیحدہ پڑی ہوئی تھی - اور قوموں کے باہمی میل جول کے ذرائع بہت کم تھے - ان کی ضروریات اور ان کے خیالات بھی محدود تھے - تو اس نے ہر کام کی اصلاح کیلئے ایک نبی بھیجدیا یعض قوموں میں کئی کئی نبی بھی بھیجدیئے - ان انبیاء نے اپنے اپنے زمانہ کے مطابق ان قوموں کی اصلاح کی - مگر جس طرح وہ قوم محدود تھی اسیطرح ان کا عقد ہمت بھی اسی دائرہ کے اندر تھا - اور نہ صرف مکان کے لحاظ سے بلکہ زمانہ کے لحاظ سے بھی ان کی قوت قدسی کا دائرہ ایک جگہ آکر ختم ہو جاتا جہاں یا جب دوسرے نبی کی ضرورت پیش آتی - لیکن جہاں اس طریق سے اللہ تعالےٰ نے کل عالم کی رُبوبیت رُوحانی کا سامان کردیا - اس کے ساتھ ہی انسانوں کی تنگ ظرفی کی وجہ سے ہر قوم میں یہ خیال پیدا ہوگیا - کہ اللہ تعالےٰ نے فلاں خاص قوم کو ہی اپنی مہربانیوں کیلئے چن لیا ہے - اور دوسری کسی قوم کو اس نعمت سے حصہ نہیں ملا - پس ایک خطرناک قومی تعزّق پیدا ہوگیٔ - اور ملکی حدبندیوں نے متعلقات انسانی کے اندر ایسی قیود پیدا کردیں کہ ہر ایک قوم اپنے سوائے دوسرونکو ہیچ سمجھنے لگی - اس لئے اللہ تعالیٰ نے یوں مقدر فرمایا کہ تمام انبیاء کے آخر پر ایک ایسا نبی بھیجے جو کل قوموں کی طرف مبعوث ہو - اور جس کی قوت قدسی جس طرح مکان کے لحاظ سے ساری زمین پر محیط ہو اسی طرح زمانہ کے لحاظ سے اس کا دائرہ قیامت تک وسیع ہو - اسی لئے جو قومی نبیوں کا دائرہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر منتہی ہوگیا - اور حضرت عیسیٰ کو بھی یہی کہنا پڑا - کہ میں بنی اسرائیل کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے سوائے اور کسی کی طرف نہیں بھیجا گیا - نور رحمۃ للعلمین کا ظہور دُنیا میں ہؤا - انبیائے سابقین کی مثال ایسی تھی جیسے ایک اندھیری رات میں مختلف مکانات میں مختلف چراغوں کی روشنی ہو - ان کا وجود ایک تاریکی کے اندر ایک شمع نور افگن تھا - مگر جس طرح چراغ ایک کمرہ کے اندر ہی روشنی دے سکتا ہے - اسیطرح ان کے نُور ان کی ہدایت ان کی قوتِ قدسی کا دائرہ

بھی اس قوم کے اندر محدود تھا مگر محمد رسول اللہ صلعم کا ظہور آفتاب عالمتاب کا طلوع ہے
جس کے ساتھ دنیا کے چاروں کناروں میں روشنی پہنچ جاتی ہے۔ جس کی شعاعیں زمین کے
ہر کونہ کو منور کر دیتی ہیں۔ انبیاء عالم سب روشن چراغ تھے مگر محمد رسول اللہ صلعم
آفتاب عالمتاب تھے۔ چراغ کی روشنی ایک مکان کے اندر محدود ہوتی ہے۔ اور ایک
وقت کے بعد وہ ختم ہو جاتی ہے۔ یہی حالت ان انبیاء کی تعلیم کی تھی۔ آفتاب کل عالم کو
روشن کرتا ہے۔ اور اسکی روشنی قیامت تک اس عالم کو منور کرتی رہیگی یہی کیفیت
محمد رسول اللہ صلعم کی تعلیم کی ہے پس یہ دوسری بات ہے جو آپ کو مصلحین عالم میں
ممتاز کرتی ہے۔ دنیا میں کوئی ترقی بغیر ایک قید لگانے کے ممکن نہیں۔ اسلئے
ہر قوم میں اپنی قوم کی ترقی کو ہی اپنا نصب العین قرار دیا ہے لیکن اگر محمد رسول اللہ صلعم
انہی لوگوں کا اتباع کرتے تو آپ کے آنے کی اصل غرض ہی پوری نہ ہوتی تھی۔ آپ کے
آنے کی بہت سی اغراض میں سے ایک غرض قومی اور ملکی قیود کو توڑ کر ایک عالمگیر
مذہب کی بنیاد رکھنا تھا۔ اور ایک عالمگیر اخوت کا سلسلہ قائم کرنا تھا۔ اگر
غور کیا جائے۔ تو قومی اور ملکی قیود مصنوعی قیود ہیں۔ پس ایک فطری مذہب مصنوعی قیود
کو قائم نہ رکھ سکتا تھا۔ اگر اور مذاہب کی غرض افراد کو اکٹھا کر کے ایک قوم بنانا تھا
تو اسلام کی غرض قوموں کو اکٹھا کر کے نسل انسانی کا ایک اتحاد پیدا کرنا تھا۔ اسلئے
اسلام کی تعلیم نے قومی قیود کو اسی طرح توڑ کر نسل انسانی کی وحدت کی بنیاد ڈالی ہے جس طرح
مختلف مذاہب نے شخصیت کی قیود کو توڑ کر قومی وحدت کی بنیاد رکھی تھی وہ بھی ایک بڑا
کام تھا جو پہلے انبیاء کے سپرد کیا گیا۔ مگر یہ کام اس سے بدرجہا بڑا ہے۔ اسکی مشکلات
کا کوئی اندازہ نہیں ہو سکتا۔ بلاشبہ شخصیت کی قیود کو توڑ کر قومی وحدت کا پیدا کرنا
ایک بڑا کام ہے مگر قومی تفریقوں کو دور کر کے نسل انسانی کی وحدت کے پیدا کرنے کے سامنے
ہیچ ہے۔ یہ تیسری خصوصیت ہے جو نبی کریم صلعم کو تمام انبیاء میں ممتاز کرتی ہے۔ کہ وہ
قومی وحدت قومی ترقی کا راز سکھانے آئے۔ آپ نسل انسانی کی وحدت نسل انسانی کی ترقی
کے عظیم الشان راز کے انکشاف کے لئے ظاہر ہوئے۔

چوتھی خصوصیت جو آپ کو تمام مصلحین پر ممتاز کرتی ہے۔ یہ ہے کہ جہاں ہر ایک ہی فطرت انسانی کی ایک خاص شاخ کے نشو ونما کے لئے آیا اور اس کے وجود میں اخلاق انسانی کا ایک خاص پہلو ظہور پذیر ہوا۔ محمد رسول اللہ صلعم نے فطرت انسانی کی ساری شاخوں کی ایسی کامل تربیت کی۔ اور آپ کے وجود مبارک میں اخلاق انسانی کے سارے پہلو ایسے روشن ہوئے۔ کہ آپ کے بعد کسی نبی کی ضرورت دنیا میں نہ رہی سلسلۂ بنی اسرائیل میں کتنے نبی آتے ہیں۔ مگر ہر ایک فطرت انسانی کی ایک خاص شاخ کے نشو ونما کے لئے انسانی زندگی کیلئے ایک خاص پہلو میں نمونہ بن کر۔ مگر امت محمدیہ میں ایک ہی آتا ہے اور وہ ان پہلوؤں سے بڑھ کر ہر ایک پہلو میں خود ہی نمونہ ہے موسیٰ کی جوانمردی۔ ہارون کی نرمی یشوع کی جرنیلی۔ ایوب کے صبر۔ داؤد کی سپاہ گری سلیمان کی شان و شوکت یحییٰ کی سادگی۔ مسیح کی فروتنی اور حلیمی سب کو مگر ہر ایک سے بڑھ اپنے اندر جمع رکھتا ہے اگر سلسلۂ موسوی کے سرتاج حضرت موسیٰ مظہر جلال ہیں۔ اور ایکے آخری بنی حضرت عیسیٰ مظہر جمال ہیں ہے تو محمد رسول اللہ صلعم ان دونوں سے بڑھ کر کمال کو لئے ہوئے جامع جمال و جلال ہیں۔ اگر آپ وحشیوں اور اخلاق سے عاری قوموں کو متمدن اور با اخلاق انسان بنا سکتے ہیں تو متمدن اور با اخلاق انسانوں کو باخدا بنا سکتے ہیں +

حسن یوسف دم عیسےٰ ید بیضا داری آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

پانچویں خصوصیت یہ ہے کہ جہاں ہر ایک صاحب کمال کا کمال فطرت یا حالات انسانی کے کسی خاص حصہ سے تعلق رکھتا ہے۔ آنحضرت صلعم کے کمالات فطرتِ انسانی اور حالات انسانی کے تمام پہلوؤں پر حاوی ہیں +

اگر کوئی شخص دنیا میں اس لئے بڑا کہلاتا ہے۔ کہ اس نے اپنی قوم کو پستی سے نکالکر بلندی پر پہنچا دیا تو یہ بڑائی سب سے زیادہ اس شخص میں پائی جاتی ہے جس نے ایک نہایت گری ہوئی قوم کو جو کبھی اپنے ملک سے باہر نکلی تھی نہ تہذیب اور علم ہی کا جس کو چرچا تھا۔ چند سال کے اندر نہ صرف دنیا کے ایک بڑے حصہ کا فاتح بلکہ فتوحات کے ساتھ ساتھ تہذیب و تمدن۔ اور علوم و فنون کی روشنی کو تاریک سے تاریک کونوں تک پہنچانیوالا بنا دیا +

جوہر اسلام

(از قلم جناب پرنسپل ٹی ایل وسوانی ایم - اے)

اہل یورپ نے ترکوں کو سمجھنے میں غلطی کھائی ہے - کیونکہ جاہ وحشم و دنیاوی مفاد کے علاوہ کسی اور امر کی طرف توجہ دینا ان کیلئے ایک نہایت ہی مشکل امر ہے - اسلام کے خلاف بھی ان کا تعصب حد سے زیادہ ہے - اپنی تواضع - خوبصورتی بہادری اور حیوانات پر رحم کی وجہ سے مشہور ہیں - اور ان کی عورتیں بھی اپنے اندر حب الوطنی رکھتی ہیں - چنانچہ مسماۃ حنوم کی تقریریں جو زمانہ حال کی ایک لیڈر ہے حب الوطنی کے جوش سے بھری ہوئی ہیں ترکی کو یورپینوں کی بار بار مداخلت کی وجہ سے نقصان پہنچا ہے - انہوں نے کبھی مسئلہ ترکی پر ہمدردی کے ساتھ توجہ نہیں کی - اور مذہب اسلام اور اسکی تعلیم کو یورپ نے نہ کبھی سمجھا اور نہ اسکی قدر کی - بلکہ ہندوستان میں غیر مسلموں نے بھی اس مذہب پر بالکل غور نہیں کی ہیں جب کبھی اسلام کی اعلیٰ تعلیم پر نظر دوڑاتا ہوں - اور تاریخی طور پر جو کچھ حصہ اس نے انسانوں کی اصلاح میں لیا ہے اسے ذہن میں لاتا ہوں - تو مسلمانوں کے ساتھ میری ہمدردی زیادہ ہی گہری ہوتی جاتی ہے - اور میں چاہتا ہوں کہ ہندوستان کی آیندہ نسل مذہب اسلام اور اسکی بیش قیمت تعلیم کی قدر کرے - اور اسمیں اسلام کے ساتھ ہمدردی کی روح پیدا ہو +

یہ خیال کہ اسلام، رواداری اور تحمل کی تعلیم نہیں دیتا محض خودغرضی اور کسی قدر جہالت و لاعلمی کی وجہ سے پیدا ہوا ہے - اسلام کے معنے ہی صلح و آشتی کے ہیں - اور قرآن شریف میں جگہ جگہ اس قسم کی آیات موجود ہیں جنمیں صلح - نیک نیتی اور محبت کا نہایت ہی قابل تعریف سبق بھرا ہوا ہے - مثلاً قرآن مجید کی ہر ایک سورۃ کا آغاز بسم اللہ الرحمن الرحیم سے ہوتا ہے - پھر مسلمانوں کی اسی مقدس کتاب میں ایک جگہ ذیل کی نہایت دلکش آیات دیکھنے میں آتی ہیں - اہل کتاب جیسے عیسائی - یہودی اور مسلمان جو کہ اللہ تعالیٰ کی توحید اور وحدانیت

اور روح کے غیر فانی ہونے پر ایمان رکھتے ہیں۔ اور خیرات کرتے اور غریبوں پر مہربانی اور شفقت کرتے ہیں۔ یتیمے کی حفاظت کرتے ہیں۔ وہی لوگ ناجی اور فلاح پانیوالے ہیں۔ اسی طرح دوسری جگہ مسلمانوں کو صریح الفاظ میں حکم دیا جاتا ہے کہ لا اکراہ فے الدین (دین کے معاملہ میں کوئی جبر و تشدد نہیں) رسولکریم صلعم نے اپنی وسیع النظری سے فرمایا۔ کہ حضرت ابراہیم مسلمان تھے۔ آپ نے جیسا کہ حدیث سے معلوم ہوتا ہے فرمایا کہ کامل مسلمان وہی ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے بنی نوع کو نقصان نہ پہنچے +

رسولکریم صلعم نے یہ بھی فرمایا۔ کہ سچے مسلمان کے لئے چاہئے کہ جس بات کو وہ اپنے لئے پسند کرتا ہے دوسروں کے لئے بھی وہی پسند کرے۔ اور ہر چہ بر خود مپسندی بر دیگراں مپسند پر بھی عمل کرے۔ یہ ایک امر واقعہ ہے۔ کہ یہودیوں کے ساتھ بمقابلہ عیسائیوں کے مسلمانوں نے ہمیشہ اچھا سلوک کیا۔ اور اس قوم نے عیسائی ممالک میں رہنے پر اسلامی سلطنت میں بود و باش رکھنے کو ترجیح دی ہے۔ حدیث میں آیا ہے۔ کہ ایکدفعہ حضورؐ کے پاس سے ایک جنازہ گذرا کسی نے عرض کی کہ یہ جنازہ یہودی کا ہے اس پر آپؐ نے فرمایا کہ اس جنازہ کے اندر بھی روح تھی ہمیں اس سے عبرت حاصل کرنی چاہئے فرمایا کہ جس طرح خدا کی دیگر مخلوقات میں روح ہے اسیطرح یہودیوں میں بھی لیکن افسوس ہے کہ عیسائی یورپ نے اس امر کو بالکل ذہن سے خارج کر دیا ہے۔ اسلام نے یہودیوں ہی کے ساتھ بردباری سے کام نہیں لیا۔ بلکہ عیسائیوں کے ساتھ بھی ایسا ہی سلوک رہا ہے ہم دیکھتے ہیں کہ ہسپانیہ میں مسلمانوں نے اپنی حکومت کے وقت عیسائی گرجوں کے لئے بڑی بڑی جاگیریں اور ذرائع آمدنی مقرر کر دی عیسائی سفیروں کا بڑی تعظیم و تکریم کے ساتھ استقبال کیا گیا اور انہیں عیسائی ممالک میں سے عیسائی بزرگوں و شہداء کے آثار و تبرکات لیجانے کی اجازت بھی دیگئی۔ گبن صاحب نے اپنی کتاب ڈی کلائن اینڈ فال میں لکھا ہے کہ مسلمان بادشاہوں نے ان پادریوں کے فائدے کیلئے جو افریقہ میں اسلامی حکومت کے ماتحت تھے۔ کونسل ہسپانیہ کے angelology. کا جو عربی میں بھی نقل تک کروا دی +

ہاروں رشید نے جس کا ذکر اکثر الف لیلہ میں آتا ہے اپنی سلطنت میں بہت سے سکول قائم کئے۔ اور ان کا انتظام جان نامی عیسائی کے سپرد کیا۔ جو کہ ڈائریکٹر صیغۂ تعلیم

تصور کیا جاتا تھا اسلام نے اپنی طاقت اور شوکت کے زمانہ میں یہودیوں اور نصاریٰ کے ساتھ فیاضانہ برتاؤ کیا۔ اور یہ بدنام ترک بھی اسلام میں رواداری کی روح سے ناآشنا نہیں ہیں۔ جنگ بلقان میں بلغاریہ والوں نے ترکوں پر حملہ کیا۔ اور وہ شتلجہ تک پہنچ گئے۔ اور اسبات کا خدشہ تھا۔ کہ وہ اس پر بہت جلد قبضہ کر لیں گے۔ اسی اثناء میں کلیسیائے یونان کا ایک پادری قسطنطنیہ میں فوت ہوگیا۔ لیکن ترکوں نے اس تشویش و تردد کے وقت بھی اس پادری کا جنازہ بڑی دھوم دھام سے نکالنے کا انتظام کیا۔ مگر باایں ہمہ یورپ اسلام پر تعصب و جانبداری کا الزام لگاتا ہے۔ ایک مسلمان بزرگ ہی کے منہ کے الفاظ ہیں کہ عیسائیوں اور مسلمانوں میں کوئی لڑائی و فساد نہیں کیونکہ خدا ہم سب کو اکٹھے کر دیگا۔ اور ہم سب کو اسی کے پاس جانا ہے

تعلیم و تربیت اسلام اس مضمون پر ایک بڑی ضخیم کتاب لکھی جا سکتی ہے یورپ پر اسلام کے اسقدر احسانات ہیں۔ کہ شاید اسے وہ یاد بھی نہ ہوں۔ زمانہ وسطے میں جبکہ یورپ پر تاریکی چھائی ہوئی تھی اسلام ہی کے علما و فضلا اور سائنس والوں نے علم کی مشعل کو بلند کیا۔ انہوں نے یونانی اور رومی تصانیف کا ترجمہ کیا اور اس طرح یورپ میں علوم کو رائج کرنے کی تحریک میں سب سے پہلے حصہ لینے والے ہوئے۔ انہیں لوگوں نے علم طبعیات طب۔ تاریخ۔ شاعری۔ فلسفہ۔ صنعت و حرفت اور مذہب کی تعلیم دی جابر نامی ایک مشہور کیمیادان تھا۔ اسی نے گندھک اور شورہ کے تیزاب کی ترکیب دریافت کی۔ ابن موسیٰ نے ٹرگنومیٹری (علم پیمائش مثلث) پر کتابیں لکھیں۔ بیرونی بھی علم نباتات میں ماہر تھا۔ اور اس نے ہندوستان میں چالیس برس جڑی بوٹی کے جمع کرنے میں گزارے۔ انبیق۔ الکلی (سجی) وغیرہ الفاظ سے جو اسلامی زبان سے نکلے ہیں ظاہر ہوتا ہے کہ مسلمانوں نے علم کیمیا کی طرف بہت کچھ توجہ دی تھی بعض مسلمان سائنس والوں نے رصدگاہیں بھی قائم کیں۔ چنانچہ ایک فرانسیسی مصنف لکھتا ہے کہ کیپلر صاحب نے اپنے علم کا ذخیرہ بہت تک نورالدین نامی سے حاصل کیا ہے جس نے ایک کتاب کرہ ارض پر لکھی۔ شاہان اسلام نے عوام کے لئے کتب خانے۔ کالج اور مدرسے کھولے۔ ہاروں رشید نے تو ہر ایک مسجد کے ساتھ

جو اس نے تعمیر کی۔ ایک مدرسہ بھی قائم کر دیا قاہرہ میں ایک مدرسہ علم طبعیات کا تھا اور وہاں ایک عظیم الشان کتب خانہ لوگوں کے فائدہ کیلئے کھولا گیا تھا۔ کارڈو اسپول اور غرناطہ میں بھی مشہور دار العلوم قائم کئے تھے۔ اسی طرح فن تعمیر میں بھی مسلمانوں نے شہرت حاصل کی۔ اسلامی فن تعمیر کی ابتدا کے متعلق مختلف روایات ہیں۔ مصری کہتے ہیں کہ اسمیں قبطیوں نے بہت کچھ مدد دی ہے۔ ہندوستانی اس بات پر زور دیتے ہیں کہ ہندی صنعت و حرفت کا مساجد کی تعمیر میں بہت حد تک اثر ہوا ہے۔ اور رومیوں کا خیال ہے جس پر کہ حال ہی میں رکیو دری صاحب نے بھی زور دیا ہے۔ دار السلطنت روما میں فن تعمیر کا چرچا ہونے کی وجہ سے مسلمانوں کی طرز تعمیر پر بہت بڑا اثر پڑا ہے۔ ان مختلف روایات سے کم از کم یہ پتہ لگتا ہے کہ اسلامی طرز تحریر کے مطابق یورپ مصر اور ہندوستان میں بعض بعض اس قسم کی عالیشان اور خوبصورت عمارتیں تیار کی گئی ہیں کہ جن پر انسان ناز کر سکتا ہے۔ اور ان سے نسل انسانی کی رُوح پر اور لطیف و خوبصورت اشیاء کی پہچان اور قدر کرنے کی طاقت پر بہت ہی اچھا اثر یقینی طور پر پڑا ہے +

اسلامی تہذیب نے مال و زر کو زندگی کی رُوحانی خوبیوں کے ماتحت قرار دیا ہے یورپ کی طرح دولت کو خدا سمجھ کر پوجنا اور اس کے تجارتی اصولوں پر اعتقاد رکھنا اس نے نہیں سکھلایا۔ اور عیسائی اقوام کی طرح مشرقی ممالک میں کوئلے کی کانوں وغیرہ کے لئے شور مچانے اور تردد کرنے کی تعلیم نہیں دی۔ رسول کریمؐ نے فرمایا ہے کہ دنیا کی محبت ہی تمام فسادوں اور خرابیوں کی جڑھ ہے۔ ان الفاظ سے جدید یورپ کی تہذیب کی نہایت افسوسناک طرز پر تشریح ہوتی ہے حصول دولت و اراضی کی حکومت و تجارت اور اسی قسم کی مہمات کی تہ میں دنیا کی محبت ہی ہے۔ یورپ کو تاہنوز دنیا کی محبت کے مقابلہ میں انسان کی محبت کا درجہ بالاتر خیال کرنے کی تعلیم نہیں ملی۔ اور حقیقت یہ ہے کہ اگر انسان کے ساتھ اس کے انسان ہونے کی وجہ سے محبت نہ ہو تو جمہوریت کبھی قائم نہیں ہو سکتی۔ لیکن اسلام کا لُب لباب جمہوریت ہے۔ اللہ اکبر (یعنے خُدا ہی بالاتر اور بزرگتر ہے) کے الفاظ میں ایک خاص قسم کی تعلیم ہے۔ اس سے رُوح میں عجیب کیفیت پیدا ہوتی ہے۔ اسلام فوق العادت طاقتوں پر ایمان رکھنے کی تعلیم نہیں دیتا

اور پیغمبر کو خدا سمجھنے کی تلقین نہیں کرتا۔ آپ نے بار بار فرمایا ہے کہ آپ انسان ہیں اور دیگر انسانوں کی طرح اللہ تعالیٰ کے بندے اس دنیا سے رحلت فرمانے والے ہیں۔ اور یہ کہ خداوند تعالیٰ کی نظر میں سب لوگ یکساں ہیں۔ اور سب کو اس کے رحم اور فضل کی ضرورت ہے۔ اسلام اسی قسم کی تعلیم دیتا ہے۔ اور اسی قسم کے اعتقاد سے اسلام ایک اخوت قائم کر کے تمام عالم کی قوموں اور فرقوں کو بلاتا ہے اور اسی کا نام مجلس بین الاقوامی ہے +

اس زمانہ میں بھی جبکہ مسلمانوں کی حالت پست ہو رہی ہے یہی اعتقاد موجود ہے۔ اور ہر ایک مسلمان کے دل میں ہر وقت تازہ ہے۔ اور اسی اعتقاد و ایمان پر اسکی آیندہ زندگی کا انحصار ہے +

اسلام کی بعض خصوصیات

از قلم جناب منشی فضل کریم صاحب بی اے مسلم مشنری ٹرینیڈاڈ (امریکہ)

اسلام میں بہت سی ایسی باتیں ہیں جو دیگر مذاہب میں پائی نہیں جاتیں اور جنکی وجہ سے یہ ان کے مقابلہ میں ممتاز ہے۔ اس کے اندر اس قسم کا مجموعہ مسائل نہیں۔ جن پر صرف اعتقاد ہی رکھنا پڑتا ہے۔ یہ ان ایمانیات کی تعلیم دیتا ہے۔ جو فطرت انسانی کے اندر مرکوز ہیں مثلاً اس عالم کا ذرہ ذرہ بتلاتا ہے کہ اس کا خالق ایک ہے۔ چاند۔ سورج اور ستاروں کی انجمن سمندر کی تند و تیز ہوائیں۔ گھاس کے تنکے اور خوبصورت پھولوں کی پنکھڑیاں اور جو کچھ زمین اور آسمانوں میں ہے غرضیکہ اس زندگی کے لمبے سفر میں جو کچھ بھی ہمیں ہر ایک منزل میں دکھائی دیتا ہے۔ وہ سب اس خدا کی جو قادر مطلق ہے شہادت دیتا ہے۔ قرآن کریم میں لکھا ہے کہ قل لو کان البحر مداداً لکلمٰت ربی لنفد البحر قبل ان تنفد کلمٰت ربی ولو جئنا بمثلہ مدداً (ترجمہ) (اے پیغمبر ان لوگوں سے کہو) کہ اگر میرے پروردگار کی باتوں کے دیکھنے کے لئے سمندر (کا پانی) سیاہی (کی جگہ) ہو تو قبل اس کے کہ میرے پروردگار کی باتیں تمام ہوں سمندر ختم ہو جائے۔ اگرچہ ہم ویسا ہی (اور سمندر) اسکی امداد کو

لائیں (سورۂ کہف آخری رکوع) اور تجربہ بھی اس بات کی شہادت دیتا ہے کہ اس ظاہری حقیقت کے پیچھے کوئی زبردست ہاتھ ہے جو احکم الحاکمین ہے۔ اور اس کا قانون نہایت زبردست نہ ٹوٹنے والا اور غیر متغیر ہے۔ اور جو جناب موسیٰ عیسیٰ اور حضرت محمد علیہم الصلوٰۃ والسلام کے خاطر بھی نہیں توڑا جاتا جیسا کہ قرآن شریف میں آیا ہے۔ لن تجد لسنۃ اللہ تبدیلا۔ اور انسان کی رُوح محبت کے نشے میں چور ہو کر دیوانہ وار محبت کے اس اتھاہ اور عمیق سمندر میں غوطہ مارنے کی کوشش کر رہی ہے جو رحم اور تمام خوبیوں کا سرچشمہ ہے۔ اور جسے اللہ کہتے ہیں یہ کوئی خیالی مسئلہ نہیں۔ بلکہ یہ ایک امر واقعہ ہے جو کتاب فطرت کے صفحوں پر جلی قلم سے لکھا ہوا نظر آتا ہے +

اسلام میں اعتقاد یا بالفاظ دیگر محض کسی امر کا تسلیم کرنا کچھ حقیقت نہیں رکھتا اعتقاد کے ساتھ اعمال صالح بھی چاہئیں تاکہ اس سے عملاً فائدہ بھی پہنچے۔ محض کسی مسئلہ پر ایمان لانا قرآن شریف کے نزدیک ایسا ہے جیسا کہ کسی ٹکڑہ زمین پر ہل جوت کر اسمیں بیج کا بو دینا لیکن اسکی آبپاشی کا خیال نہ رکھنا اس قسم کی حالت میں یقیناً میوہ تو کجا شگوفہ کی بھی امید نہیں رکھی جاسکتی۔ تھوڑے ہی عرصہ میں بیج خود ہی سڑ جائیں گے لیکن کسی باغ کو بار آور اور میوہ دار بنانے کیلئے ضروری ہے کہ انسان ہمیشہ جستی سے کام لے۔ پودوں کو پانی دے۔ خس و خاشاک کو دُور کرے اور حسب ضرورت شاخ تراشی بھی کرے۔ تب جاکر اسے وافر فصل اور پُر از میوہ باغ جیسے جنت کہتے ہیں نصیب ہوگا۔ جیسا کہ قرآن فرماتا ہے وبشر الذین آمنوا و عملوا الصٰلحٰت ان لھم جنٰت تجری من تحتہا الانہار (ترجمہ) اور (اے پیغمبر) جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل (بھی) کئے۔ ان کو خوشخبری سنا دو کہ ان کے لئے (بہشت کے) باغ ہیں۔ جن تلے نہریں (پڑی) بہ رہی ہونگی +

اسلام کی تعلیم کے مطابق زندگی بعد الموت بھی اس موجودہ زندگی کا ایک سلسلہ ہے اور ان دونوں کے درمیان کسی قسم کا وقفہ نہیں۔ ہمارا اپنا طریق عمل خلق اللہ کے ساتھ ہمارا برتاؤ نیز اور انسانوں کے ساتھ ہمارا تعلق نہ صرف زبان سے بلکہ عملی رنگ میں۔ یہ

سب ایسی باتیں ہیں جن کا دربار خداوندی میں حساب ہے ہوتا ایک شخص کی نسبت جو تمام عمر بدکاریوں میں مبتلا رہا ہو۔ یہ یقین رکھنا کہ وہ سیدھا بہشت میں جائیگا محض اس وجہ سے کہ وہ ایک بیگناہ شخص کی موت کے ذریعہ ناجی ہونے پر ایمان رکھتا ہے۔ لیکن دوسری طرف اس شخص کو جو عمر بھر بدی کا مقابلہ کرتا رہا ہو۔ اور سچائی تقوی اور راستی کیلئے اپنی جان بھی قربان کردی ہو۔ ابدی جہنمی قرار دینا صرف اس لئے کہ وہ خاص قسم کے مسائل پر اعتقاد نہیں رکھتا بہت بھاری کفر ہے۔ بلکہ خداوند تعالے کی پاکیزگی پر بہتان عظیم ہے۔ گناہ پیدائشی نہیں۔ خدا جو کہ محبت و رحم ہے ایسا ظالم نہیں کہ انسان کو اس قسم کی ناقابل برداشت زنجیر کے ساتھ جکڑ دے ہر ایک بچہ معصوم پیدا ہوتا ہے۔ یعنے پیدائش کے وقت وہ ایک مسلمان کی حیثیت رکھتا ہے۔ اور جیسا کہ رسول کریم صلعم نے فرمایا۔ اُسے قانون پر چلنے کی طاقت دی جاتی ہے۔ ایسی حالت معصومیت سے اسکی زندگی کا آغاز ہوتا ہے۔ نجات از روئے تعلیم اسلام پیدائشی گناہ کی جکڑ بندیوں سے آزادی کا نام نہیں بلکہ انسان کے اندرونی قوی کا نشوونما پانا اور ان بڑی طاقتوں کا جو اُسے عطا کی گئی ہیں اظہار اور اس میں ان کا احساس پیدا ہونا ہی نجات ہے۔ بلندی یعنی خدا کی طرف پرواز کا نام نجات ہے۔ نہ کہ کسی عمیق گڑھے سے نکلنے کا۔ لیکن ان پوشیدہ قوتوں کو ظہور میں لانے اور ان سے کام لینے سے انکار کرنے کا نام کفر ہے۔ مذہبی خیال کا یہ پہلو اور انسانی فطرت کے متعلق اس قسم کی رائے اور روئے زمین پر انسان کی زندگی کی اس طرز کی تشریح نہایت ہی تازگی بخش روح افروز اور امید افزا ہے۔ اور یہ بات صرف اسلام ہی میں پائی جاتی ہے دیگر کسی مذہب کو بھی اس سے آشنائی نہیں +

میں نے اُوپر تقوی اور راستی کا ذکر کیا ہے۔ میں مختصراً بتلانا چاہتا ہوں کہ اسلام میں تقوی کسے کہتے ہیں۔ کسی مذہب پر اُسے تباہ کرنے کی نیّت سے نکتہ چینی کرنا بالکل شعار اسلام کے خلاف ہے لیکن اس قسم کی باتیں عیسائیت کا چرچا کرنیوالوں ہی کے حق میں آئی ہیں۔ ان کا خیال ہے کہ دوسروں کو گالی گلوچ دینا ہی اپنے مذہب کے اصولوں

کو قائم رکھنے کا بہترین طریق ہے لیکن راستی پوشیدہ نہیں رہ سکتی۔ اُسے کسی دوسری چیز کے سہارے کی ضرورت بھی نہیں۔ البتہ اس اصلیت تک پہنچنے کیلئے اگر فیاضی کے ساتھ مذاہب کا باہمی مقابلہ کیا جائے تو نہایت مفید نتائج پیدا ہو سکتے ہیں اسلئے اسلام کی خصوصیات کے اظہار کے لئے میں اس کا مقابلہ بدھ مذہب اور عیسائیت سے کرونگا جو دنیا میں بڑے زور سے اپنی اپنی منادی کر رہے ہیں۔ اول الذکر کا ابتدا تو دُکھ سے ہوتا ہے۔ اس کے نزدیک تمام جہان دُکھ اور تکلیف سے بھرپور ہے اور انسان ہمیشہ ایک چکر میں یعنی جنم کے بعد جنم لئے جاتا ہے۔ اور یہ سلسلہ لامتناہی ہے جس کا خاتمہ نظر نہیں آتا۔ دکھ ہی ان جنموں کا باعث ہے لیکن اس دکھ یا بالفاظ دیگر ان جنموں سے بچنے کا طریق یہ بتلایا گیا ہے جو کہ نہایت ہی آسان ہے کہ انسان اپنے آپ کو فنا کر دے۔ کرم یا کام کرنا چھوڑ دے۔ تاکہ اُسے نروان حاصل ہو۔ اسکی بڑی بھاری خوبی اسی میں ہے کہ ہر ایک چیز کو ترک کر دیا جائے۔ اور دُنیا بلکہ اپنی ہستی کو بھی خیرباد کہا جائے۔ اسی وجہ سے رُہبانیت اور رہنت و رہنتنیوں کا سلسلہ جاری ہوا ہے۔ اور بیکاری کی زندگی بسر کرنے اور جنگلوں میں تنہا رہنے کا خیال پیدا ہوا ہے۔ دُنیا کا جلد خاتمہ کرنے کے لئے یہ البتہ اچھی تجویز ہے لیکن یہ بالکل ناقابل عمل ہے کیونکہ فطرت انسانی کے یہ برعکس واقع ہوئی ہے۔ اب آخر الذکر یعنی عیسائیت کا حال دیکھئے۔ اس کا آغاز پیدائشی گناہ کے خیال سے ہوتا ہے۔ جسے ناصرہ کے ایک مسکین ... کے خون نے دھو ڈالا ہے لیکن باوجود اس امر کی تحریص و ترغیب اور تمام شرارتوں اور بدیوں کا منبع یعنے حوا کی لڑکیاں چونکہ ابھی تک موجود ہیں لہٰذا نکاح ایک ناپاک امر قرار دیا گیا ہے جس کی وجہ سے بدی پیدا ہوتی ہے اور جو پادریوں کے علاوہ باقی تمام گنہگاروں کے لئے جائز ہے۔ اس طرح رُہبانیت کی روح کلیسیا میں بھی داخل ہو گئی۔ اور رہنت اور رہنتنیوں کی جماعتیں پیدا ہونے لگیں جو اپنی اپنی خانقاہوں کے اندر تمام اقسام کی تکالیف برداشت کرتی اور ہر طرح کے پرہیز کا خیال رکھتی ہیں۔ گو گاہ بگاہ خطرناک غلطیاں بھی اُن سے

سرزد ہو جاتی ہیں۔ اس طریق سے وہ بیہودہ طور پر اپنی زندگی تباہ کرتی ہیں۔ اور اُسے حتے الامکان بیہودہ بناتی ہیں۔ پرہیزگار عیسائیوں کے نزدیک ناراض شدہ خدا کا غصہ دُور کرنے کے لئے دنیا اور اسکی لذات کو ترک کرنا ضروری ہے۔ اور یہی اُن کے نزدیک اعلیٰ درجہ کا تقویٰ ہے۔ اس ضابطہ اخلاق میں جو مسئلہ خون یعنے کفارہ سکھاتا ہے۔ ان اخلاق کا جن کا اثر ممبران خاندان یا سوسائٹی پر اور اقوام پر پڑتا ہے کسی جگہ بھی ذکر نہیں۔ اس مذہب کی غرض تو محض ایک غضبناک خدا کو خوش کرنا ہے جو دُنیا کو ترک کرنے کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتی +

برعکس اس کے اسلام بتلاتا ہے کہ دُنیا میں اگر دکھ کا وجود ہے تو محض انسان کے اپنے اعمال کا نتیجہ ہے۔ اور وہ دور بھی ہو سکتا ہے۔ فطرت نے دُکھ پیدا نہیں کیا۔ انسان معصوم پیدا ہوا ہے۔ اور کسی خشمناک خدا کو خوش کرنے کی ضرورت نہیں کیونکہ خدا رحیم ہے۔ اور قرآن کریم میں بار بار اسکی محبت و فیاضی اور اس کے رحم کا ذکر آتا ہے۔ اور اس لحاظ سے دُنیا میں کوئی ایسی کتاب نہیں جو قرآن کریم کا لگا کھا سکے +

اب میں بتلاتا ہوں کہ اسلام کیا چیز ہے سب سے پہلے اسلام رہبانیت کو جائز نہیں رکھتا۔ جیسا کہ رسول کریم صلعم نے فرمایا۔ لا رهبانية في الاسلام (اسلام میں کوئی رُہبانیت نہیں) انسان مدنی بالطبع ہے۔ اور اسکی طبیعت کی اُفتاد اسکی اپنی پسند سے نہیں بلکہ فطرتاً ہے۔ اور فطرت کے خلاف چلنا عین گناہ ہے قرآن مجید میں لکھا ہے۔ کہ فاقم وجهك للدين حنيفا فطرت الله التی فطر الناس علیہا لا تبدیل لخلق الله ذلك الدين القيمة ترجمہ (اے پیغمبر) تم تو ایک (خدا) کے ہو کر (اس کے) دین کی طرف اپنا رخ سیدھے رہو (یہ) خدا کی (بنائی ہوئی) سرشت ہے۔ جس پر خدا نے لوگوں کو پیدا کیا ہے۔ خدا کی بنائی ہوئی بناوٹ میں ردوبدل نہیں ہو سکتا یہی دین (کا سیدھا راستہ) ہے (قرآن کریم سورۃ الروم آیت ۳۰) یعنی انسانی فطرت کے مطابق عمل کرنا ہی

اسلام ہے۔ خدا پاکیزگی نیکی۔ محبت۔ رحم اور فیاضی کا سرچشمہ ہے۔ اور وہی تمام اقوام کا خدا ہے۔ اس کا فضل سب پر یکساں ہے۔ یہودی و نصاریٰ کی اس کے ہاں تمیز نہیں۔ کسی خاص فرقہ یا ملک ہی کیلئے اس کا رحم مخصوص نہیں۔ تمام اقوام اور ممالک اور ہر قسم کے لوگ غریب و امیر۔ ادنیٰ و اعلیٰ اسکی فیاضی سے بہرہ ور ہو رہے ہیں۔ مثلاً دیکھئے۔ خدا ہی کے پیدا کردہ چاند سورج سب کو برابر روشنی دے رہے ہیں۔ ہوا بھی ہر کس یکساں لے رہا ہے۔ اور اسی طرح ہزار در ہزار چیزیں ہیں جو اس کے فضل سے ہمیں مل رہی ہیں۔ اس عالم کے رُوحانی سلسلہ میں انسان بھی ایک جزو ہے۔ اسکے اندر رُوحانیت رکھی گئی ہے۔ اس کیلئے ضروری ہے کہ وہ اپنے رُوحانی عنصر کو محسوس کرے اور اُسے ترقی دے۔ اور بالفاظ قرآن شریف اُس نے خدائی رنگ میں اپنے تئیں رنگنا ہے۔ جیسا کہ فرمایا ہے صبغۃ اللہ و من احسن من اللہ صبغہ و نحن لہ عٰبدون۔ ترجمہ (اسلام ہی) "خدا کا بپتسمہ ہے۔ اور خدا کے بپتسمہ سے بہتر اور کون بپتسمہ ہے۔ اور ہم تو اسی کے تابع ہیں"۔ اسلام کا مدعا یہ ہے کہ لوگ اپنے اندر رُوحانیت پیدا کریں۔ اور اپنا سب کچھ خلق اللہ کی خدمت میں صرف کریں جیسا کہ قرآن کریم کا حکم ہے۔ لن تنالوا البر حتیٰ تنفقوا مما تحبون ترجمہ (لوگو!) جب تک (خدا کی راہ میں) ان چیزوں میں سے خرچ نہ کرو گے۔ جو تم کو عزیز نہیں نیکی (کے درجے) کو ہرگز نہ پہنچ سکو گے۔ مما تحبون سے مراد صرف زر و مال ہی نہیں۔ اسمیں دولت و جائداد کے علاوہ انسان کی اندرونی قابلتیں۔ طاقتیں اور اسکی کوششیں اور آسائشیں سب شامل ہیں۔ جنہیں خدا کی راہ میں اور خلق اللہ کی خدمت کے لئے صرف کرنا چاہئے یہی اسلام کا اصول اور اسکی غرض و غایت ہے +

مُسلم اَور عیسائی مواحدین

مُصنّف نے اِس مضمون کے لکھنے میں جو غرض مدِّنظر رکھی ہے۔ وہ مذہب اسلام کے بڑے بڑے ارکان اور دوسرے مواحدین فرقوں کے اصُولوں میں مشابہت اور مطابقت کا دکھاتا ہے۔ اگرچہ وہ ایک مواحد پادری کی حیثیت سے اِس مضمون کو لکھ رہا ہے۔ مگر وہ اِس بات کو شروع ہی میں جتلا دینا ضروری سمجھتا ہے۔ کہ جن جن خیالات اور عقائد کا اِس مضمون میں اظہار کیا گیا ہے وہ اس کے اپنے ذاتی خیالات ہیں۔ اور جس فرقے سے وہ تعلق رکھتا ہے وہ اس کا ذمہ وار قرار نہیں دیا جا سکتا۔ بلکہ وہ خود اس کا ذمہ وار ہے

ایک مذہب کا دوسرے مذہبوں سے مقابلہ کر کے مطالعہ اور غور و خوض کرنا واقعی بہت اچھا ہے۔ مگر بہت ہی بہتر ہو۔ اگر یہ بجائے زبانی اور خیالی ہونے کے عملی صُورت اختیار کرے۔ تاکہ لوگوں کو یہ معلوم کر کے کہ وہ بعض باتوں میں ایک دوسرے سے مشابہ اور ایک ہیں آپس میں مل کر کام کرنے کی ترغیب ہو۔ کیونکہ مشابہت کی وجہ سے اتحاد اور اتفاق پیدا ہوتا ہے۔ اور آجکل اسی بات کی سب سے زیادہ ضرورت ہے۔ اسلئے مسلمانوں اور عیسائی مواحدین میں اتحاد اور آپس میں مل کر کام کرنے کی سپرٹ پیدا کرنے کی غرض کو مدِّنظر رکھ کر یہ مضمون لکھا گیا ہے +

میرے نزدیک مذاہب میں سے کیا بلحاظ اپنی پیدائش اور کیا بلحاظ اپنے مذہبی عقائد اور اصولوں کے ایکدوسرے سے بہت مشابہت رکھنے میں اسلام اور عیسائی مواحدین کا فرقہ بہت ملتے جلتے ہیں۔ آؤ ہم پہلے ان کی جڑ اور ان کی بعثت کی وجوہات اور کیفیات پر غور کریں۔ حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے اقوال سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ آپ نے فرمایا کہ اسلام کوئی نیا مذہب نہیں ہے۔ بلکہ یہ حضرت ابراہیم علیہ السّلام کا مذہب ہے۔ جو کہ پھر اپنی اصلی آب و تاب اور پاکی میں نمایاں کیا گیا ہے۔ بعد اس کے کہ مشرکین عرب اور عیسائیوں نے اسمیں تثلیث اور بت پرستی کو شامل کر کے اس کو خراب کر دیا تھا۔ گویا کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا مشن حضرت ابراہیم علیہ السلام کے جو کہ یہودیوں اور عرب قوموں کے جد امجد ہیں توحید کے مذہب کو زندہ کرنا تھا +

اسی طرح ہمارے مواحد مجددوں نے اپنے عظیم الشان مشنوں کے متعلق کہا ہے کہ انہوں نے کسی نئی بات کے لانے کا دعوی نہیں کیا ۔ بلکہ اس بڑے مواحد یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیم کو ہی اسکی اصلی شکل میں بار بار دنیا کے سامنے پیش کیا ہے ۔ جس طرح اس نبی عربی (صلعم) نے فرمایا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا مذہب بہت خراب ہو گیا تھا اور تجدید کو چاہتا تھا ۔ اسی طرح اس بڑے انگریز مجدد ۔ سائنسدان ۔ فلاسفر جوزف پرسٹلی (Joseph Priestly) نے اپنی کتاب History of the Corruptions of Christianity میں لکھا ہے ۔

ڈاکٹر پرسٹلی نے بھی نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی طرح نہایت سختی سے اور زوردار الفاظ میں مشرک عیسائیوں کو ملزم گردانا ہے ۔ وہ لکھتا ہے کہ ان عیسائیوں میں اور ان لوگوں میں جو کہ درختوں اور پتھروں کو پوجتے ہیں کوئی فرق نہیں ہے یہانتک تو دونوں متفق ہیں +

آؤ اب ہم جلدی جلدی ان دونوں کامیاب سلسلوں کے بڑے بڑے اصولوں پر نظر ڈالیں ۔ اس سے میری مراد حضرت ابراہیم اور حضرت عیسیٰ کے مذہبوں سے ہے ۔ ان سب سے کہیں اوپر اللہ تعالیٰ کی وحدانیت ہے ۔ جس کو عرب کے مشہور شاعر متنبی نے شیریں کی صفت سے اپنی نظم میں باندھا ہے ۔ لکھتا ہے کہ مسلمانوں اور دیگر مواحدین کو اللہ تعالیٰ کی وحدانیت نہایت خوبصورت اور شیریں معلوم ہوتی ہے ۔ اور اس کا پھل بھی نہایت میٹھا ہے ۔ اور اس کے برخلاف اللہ تعالیٰ کے شریک بنانے میں جو جھگڑے فساد اور فرقہ بندیاں اور خونریزیاں ہو رہی ہیں ۔ ان کا پھل یقیناً تلخ ہے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت ہی نبی کریم صلعم کی تعلیم کی اصل بنیاد ہے ۔ اور بیشمار دفعہ ہی قرآن شریف میں اس کا ذکر آیا ہے ۔ قل لا الٰہ الا اللہ اور کیا یہ مسلمان بنانے کیلئے کافی نہیں ہے ۔ اور یہ بات کہ مواحدین کے فرقہ کا بھی یہی نصب العین ہے ان کے نام سے

ظاہر ہے۔ کیا یہ کہنا مبالغہ ہوگا کہ مذہب کی اصل غرض و غایت صرف توحید الٰہی کو قائم کرنا ہے؟ کیونکہ اسی توحید پر تمام شریعتوں اور پیغمبروں کا دارومدار ہے۔ دوسرے لفظوں میں تمام مذہب اور عمل وغیرہ سب اسی کے ذریعے قائم ہیں +

دوسرا بڑا اصول جو کہ اسلام اور فرقہ مواحدین میں مشترک ہے۔ اور جو کہ سورۂ البقرہ کی ۱۳۰۔ اور ۲۸۵ ویں آیت کے عین مطابق ہے وہ کتبِ آلہیہ پر ایمان لانا ہے۔ یا دوسرے لفظوں میں اللہ تعالیٰ کا مکالمہ و مخاطبہ ابدی اور عالمگیر ہے۔ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم وہ پہلے نبی اور مذہبی رہنما ہیں جنہوں نے اس عقیدے کی بنا رکھی اور دوسری کتبِ آلہیہ کی بھی ویسی ہی عزت کی جیسی قرآن شریف کی۔ آپؐ سے پہلے کسی نے بھی دوسرے مذہبوں کی کتابوں کو صاف صاف طور پر اللہ تعالیٰ کو اللہ تعالیٰ کا کلام نہیں مانا۔ آپؐ ہی وہ مذہبی ہادی ہیں جنہوں نے یہ تعلیم دی کہ جو کتاب اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور بہترین زندگی کا سبق دیتی ہے وہ پاک اور قابل عزت کتاب ہے اسی طرح آپؐ نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے الہاموں کا سلسلہ عالمگیر اور غیر محدود ہے، سو آپؐ نے اپنی اُمت کو تمام پیغمبروں پر جو کہ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کو جتانے کیلئے دُنیا میں وقتاً فوقتاً آئے ایمان لانے کا حکم دیا۔ اور یہی عقیدہ عیسائیوں کے موحد فرقہ کا ہے بعض روشن اور آزاد خیال عیسائی اب ان جواہراتِ بے بہا کو پہچان رہے ہیں جن سے کہ مختلف مذاہب میں بے تعصبی۔ ایکدوسرے کی عزت اور صلح و امن قائم رہ سکتا ہے مگر نبی کریم صلعم کے زمانے کے مواحدوں سے لے کر اس زمانے کے مواحدین مثلاً مشہور شاعروں لانگ فیلو اور ایمرسن وغیرہ تک تمام ان باتوں کو ان سے کہیں پہلے جانتے تھے +

تیسرا مشترکہ اصول جو کہ اسلام اور فرقہ مُواحدین میں ہے وہ ابدی زندگی کا ہونا ہے، یعنی اس زندگی کے بعد ایک اور ابدی زندگی بھی ہے۔ اور اس عقیدے پر دونوں فرقوں کا بہت کچھ دارومدار ہے +یہاں اتنی جگہ نہیں ہے کہ میں مفصل طور پر ان عقیدوں پر بحث کروں جو کہ اسلام اور مواحدین فرقوں میں مشترکہ ہیں بلکہ ضرورت ہے کہ ان پر

الگ الگ رسالہ لکھا جائے +

جن اصولوں اور عقیدوں کا میں پہلے ذکر کرچکا ہوں ان کو قرآن کریم۔ فرقۂ معتزلہ صوفیائے کرام (مثلاً الغزالی) اور فلسفہ دان مثلاً بوعلی سینا وغیرہ اوّل درجے پر رکھتے ہیں۔ اور مواحدین فرقہ میں سے فرانسس ڈیوڈ آف ہنگری یسوسینس آف پولینڈ۔ پریسٹلی اور مارٹینو آف انگلینڈ۔ کیننگ۔ پارکر۔ ایمرسن وغیرہ وغیرہ........ اس کو بڑی اہمیت دیتے ہیں +

مجھے امید ہے کہ میرا یہ مختصر سا مضمون مسلمانوں کو یہ جتلا دیگا کہ فرقہ مواحدین ہر طرح انکی مدد اور ہمدردی کرنے کو تیار ہے۔ اور ان کی یہ خواہش ہے کہ مذہب اسلام خوب پھلے پھولے۔ اور اپنی روحانیات میں خوب ترقی کرے۔ کیونکہ وہ اس کے لئے بہت موزوں ہے۔ اور ان پر یہ بھی واضح ہو جائیگا کہ اصل اور صحیح عیسائیت تثلیث نہیں ہے بلکہ اصلی موجودہ صورت اصل کا ایک بگاڑ ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور آپکے حواریوں اور فلسطین کلیسیاء کا مذہب توحید آلہی تھا۔ اور وہ اسی پر قائم رہے۔ جسمیں مواحدین کا گروہ موجود نہ ہو۔ اور جن کا اعتقاد وحدہٗ لاشریک خدا پر نہ ہو موجودہ مواحدانہ اعتقاد صرف اپنی کلیسیاؤں کے لئے مخصوص نہیں جو اُسکے نام سے موسوم ہیں۔ بلکہ موحدین گروہ کے وفاکیش متبعین اُن کلیسیاؤں میں بھی موجود ہیں۔ جو کہ نام نہاد تثلیث کے نام لیوا ہیں اور یہانتک کہ تثلیث پرستی کے محکم سے محکم قلعوں میں بھی موحدانہ اعتقادات اپنا سکہ جمارہے ہیں۔ ہر جگہ جہاں روشنی علم اور صداقت سے لوگ بہرہ ور ہوتے ہیں موحدانہ خیالات لوگوں کے قلب کو مسخر کرلتے ہیں۔ اور مواحدین کی اس رو عظیم کے سامنے اب تو عیسائی مشنری بھی سر تسلیم خم کر رہے ہیں +

آخرالامر مسلمان اور مواحدین آپسمیں متحد ہیں۔ اور وہ دیکھتے ہیں کہ بنی اسرائیل کے انبیاء جناب مسیح حضرت محمد صلعم۔ سر وہیٹنر۔ اور آئزک نیوٹن اور قوم کے دیگر اہل فراغ سرکردگان کے مجمع عظیم کے موحدانہ اعتقادات۔ جہالت۔ توہم پرستی اور تاریکی کا قلع قمع اور اس کو مسخر کررہے ہیں۔ لہذا ہمیں اس وقت تک چین نہ لینا چاہیے

جبتک کہ توحید تمام ربع مسکون پر اس طرح نہ پھیلجاوے جس طرح کہ پانی سمندر میں پھیلا ہوا ہے ٭

از قلم جی ایس کوخی ایم ۔ اے ۔ بی ۔ ڈی

{صاحب موصوف امریکن ۔ برطانوی اور ممالک غیر کی موحد جماعت کی طرف مسلمان ممالک میں موحد نمائندے مقرر ہوئے ہیں ۔ مترجم}

بعثت اسلام

(رسول اکرم صلعم کے وعظ اور آپ کی تکالیف کا ذکر)

نمبر ۴

(از قلم عالیجناب حضرت مولانا مولوی محمد علی صاحب ایم اے ۔ ایل ایل بی مترجم قرآن شریف)

رسولکریم صلعم نے تمام تکالیف کا سامنا نہایت بڑی خوشی اور استقلال سے کیا آپ جانتے تھے کہ اس قسم کی تکالیف کے بدوں دُنیا کی اصلاح ناممکن ہو مگران اذیتوں اور مصیبتوں کو دیکھ کر جو آپ کے متبعین کو برداشت کرنی پڑتیں آپ کو حد سے زیادہ رنج اور تشویش ہوتی ۔ کیونکہ انہیں بالخصوص متوسط الحال اور مفلس صحابہ کو ناقابل برداشت دکھ دیئے جاتے ۔ اور ہر ایک قسم کے جانکاہ عذاب کا جو بیرحمی تجویز کر سکتی ہو انہیں شکار بنایا جاتا سخت سے سخت انسان کا روح بھی ان اذیتوں کا خیال کر کے جو مستورات کو پہنچائی گئیں کانپ اُٹھتا ہو ۔ چنانچہ ایک عورت کو ہلاک کرنے کا ایک خطرناک طریق نکالا گیا ۔ اسکی دونوں ٹانگیں دو اُونٹوں کی ٹانگوں کے ساتھ مضبوط باندھ دی گئیں ۔ اور ان جانوروں کو مخالف سمتوں کی طرف دَوڑایا گیا غلاموں کے لئے عجیب سزا تجویز کی گئی انہیں سخت موسم گرما میں دوپہر کے وقت جلتے ہوئے پتھروں پر برہنہ لٹایا جاتا ۔ اور اسی پر اکتفا نہ کر کے نہایت بیرحمی سے انہیں کوڑے بھی لگائے جاتے ۔ ان نظاروں کو دیکھ ایک اجنبی کا جی بھر آتا ہے چہ جائیکہ رسول صلعم کا دل جبکہ صحابہؓ کی قدر و منزلت ایسی ہی تھی جیسی کہ حضورؐ کے اپنے

بچوں کی۔ اس ظالمانہ طریق عمل کو دیکھ کر ہی آپ نے دو دفعہ اپنے متبعین کو مشورہ دیا کہ وہ اپنا وطن چھوڑ کر کسی غیر علاقہ میں یا کسی دُور دراز جگہ جا کر پناہ لیں۔ مگر خود تنہا یا چند ایک صحابہؓ کے ساتھ دشمنوں میں رہکر اس کام کو جو اللہ تعالیٰ نے آپ کے سپرد کیا تھا سر انجام دینا پسند فرمایا۔ اس طرح آپ نے اپنے ساتھیوں کی تکالیف کو کم کرنے کی کوشش فرمائی۔ اور اپنی مصیبتوں کا ذرّہ بھر بھی خیال نہ کیا۔ لیکن آپ کے متبعین کے چلے جانے کے بعد ظالموں نے اپنی تمام طاقت حضور صلعم ہی پر خرچ کی۔ اللہ تعالیٰ نے کیا ہی شریف دل آپ کے اندر رکھا تھا۔ اور کسقدر ہمدردی و محبت آپ میں کوٹ کوٹ کر بھری تھی۔ تاریخ میں تو آپ جیسا انسان ہمیں دکھائی نہیں دیتا +

لیکن یہ تمام مصائب و تکالیف اس غم کے مقابلہ میں جو حضورؐ کو کھا رہا تھا بالکل ہیچ تھیں۔ اہل عرب کی سنگدلی اور سرکشی آپ کے رنج و الم کا بہت بھاری موجب تھی۔ قرآن مجید میں بھی کئی ایک جگہ اس درد کا ذکر جو حضورؐ کو کافروں کے لئے تھا نہایت رقت انگیز الفاظ میں آیا ہے۔ سُورۂ الشعرا۔ میں جو مکہ میں نازل ہوئی یوں لکھا ہے کہ:۔ لعلك باخعٌ نفسك الا يكونوا موصنين ۔ ان نشا ننزل عليهم من السماء اٰية فظلت اعناقهم لها خاضعين۔ **ترجمہ** (اے پیغمبرؐ) تم تو کچھ ایسے تنگدل ہو رہے ہو۔ کہ شاید تم خودکشی کر بیٹھو۔ کہ یہ لوگ ایمان کیوں نہیں لاتے۔ ہم چاہیں تو ان (لوگوں) پر آسمان سے ایک (زبردست نشانی اُتاریں۔ اور انکی گردنیں اس کے آگے جُھک کر رہجائیں (الشعرا ۲۶۔ آیت ۳۔۴) +

کفار کو اسلام میں داخل کرنے کے لئے آپؐ میں اس قدر تڑپ تھی کہ جب آپؐ نے دیکھا کہ وہ اپنے زبوں طریقوں سے باز نہیں آتے۔ اور توہمات کو چھوڑ کر تقویٰ کو جس کی طرف انہیں بُلایا جاتا ہی اختیار نہیں کرتے تو آپ کو حد سے زیادہ غم پہنچا اور ممکن تھا کہ اس غم سے ہلاک ہو جاتے۔ اگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ رُوح افزا مژدہ آپؐ کو نہ ملتا کہ وہ وقت نزدیک ہے جبکہ یہ سب کے سب نہایت انکساری کے ساتھ اسلام کے آگے سر جُھکا دینگے یہ خوشخبری آیات بالا کے بعد کی آیت میں درج ہے جس میں کہ رسول کریم کو اس قانون الٰہی سے بھی

آگاہ کیا گیا ہے۔ جس کے ماتحت ابتدائے آفرینش سے انبیاء کو پہلے کاذب قرار دیا جاتا ہے اور پھر جب مکذبین کے لئے زبردست نشانات سزا کے رنگ میں ظاہر ہوتے ہیں تو وہ پھر ان آسمانی نشانوں کے آگے اپنی گردنیں جھکا دیتے ہیں۔ اس طرح رسُول خدا کو یقین دلایا گیا کہ کفار مکہ کا بھی اسی قانون کے مطابق حال ہوگا۔ اور آپ کو بتلایا گیا کہ آپ اپنی موجودہ ناکامی کی وجہ سے مایوس نہ ہوں۔ کیونکہ وہ دن آنیوالا ہے جبکہ لوگ نہایت ادب سے آپ کو اپنا آقا و سردار تسلیم کریں گے۔ چنانچہ اسی وعدہ کے مطابق پندرہ سال کے بعد تمام قبیلۂ قریش نہایت عاجزی اور صدق سے حلقۂ اسلام میں داخل ہوا۔ ایک اور جگہ بھی قرآن شریف میں جبکہ حضوُر ابھی مکّہ ہی میں قیام فرما تھے۔ اور جبکہ آپ کو اپنے کام میں چاروں طرف سے ناامیدی ہی نظر آتی تھی اللہ تعالیٰ یوُں فرماتا ہے:-

فعلك باخع نفسك علی اثارهم ان لم یومنوا بهذا الحدیث اسفاً ترجمہ۔ تو (اے پیغمبر) اگر (یہ لوگ) اس بات کو نہ مانیں تو شاید تم مارے افسوس کے ان کے پیچھے اپنی جان ہلاک کر ڈالو گے (شعراء ۱۸ آیت ۶) +

نہ صرف قرآن شریف کی مختلف آیات ہی سے اس رنج و غم کا جو آپ کو کُفّار کیلئے تھا پتہ چلتا ہے۔ بلکہ آپ کی زمانہ رسالت کی تمام زندگی اس بات پر شاہد ہے۔ ایکدفعہ جبکہ آپ کو سخت تنگ کیا گیا تو آپ نے اللہ تعالے سے دعا مانگی کہ اے میرے مولیٰ میری قوم کی خطا معاف کر کیونکہ یہ لوگ مجھے نہیں پہچانتے۔ بلکہ روز روشن کی طرح واضح ہے کہ رسولکریمؐ کا نصف شب سے لیکر صبح تک کا تمام وقت نماز ہی میں گزرتا۔ آپ گھنٹوں سجدہ ہی میں پڑے رہتے۔ آدھی رات کے اندھیرے میں کسی گوشۂ تنہائی میں جا کر اپنے مالک کے رُوبرُو باواز بلند روتے۔ قرآن مجید کی ابتدائی سُورتوں میں سے ایک میں ان حالات کا اِس طرح ذکر ہے:-

یایها المزمّل ۰ قم الیل الا قلیلا ۰ ترجمہ۔ اے (پیغمبر تم) جو (وحی کی ہیبت سے) چادر لپیٹے پڑے ہو۔ رات (کے وقت نماز) میں کھڑے رہا کرو (سورہ مزمل آیت ۱ و ۲) پھر آگے چلکر فرمایا ہے۔ کہ ان ربك یعلم انك تقوم ادنیٰ من ثلثی الیل و

ونصفه وثلثه (سورہ مزمل آیت ۲۰) ترجمہ (اے پیغمبر) تمہارا پروردگار جانتا ہے کہ تم اور چند لوگ جو تمہارے ساتھ ہیں (کبھی) دو تہائی رات کے قریب اور (کبھی) آدھی رات سے وقت یہ دعائیں اور نمازیں محض اصلاح خلق اللہ کے لئے تھیں جیسا کہ ان آیات سے ظاہر ہوتا ہے +

حضور صلعم کی دلی آرزو تھی کہ پہلے تمام عرب میں اور بعدہٗ تمام دنیا میں اصلاح کے رنگ میں انقلاب پیدا کیا جائے۔ اور اسی پیاس کو بجھانے کے لئے آپؐ تمام رات بیدار رہتے۔ اور اپنے گھٹنوں کے بل اپنے قادر مطلق کے حضور نہایت خشوع و خضوع اور سوز دل سے جہالت اور بدی کو دور کرنے اور اسکی بجائے روشنی اور راستبازی کے قیام کیلئے دعا مانگتے۔ اور اسی لئے آپؐ رات کے اندھیرے میں گوشہ تنہائی اختیار فرماتے اور انہیں دعاؤں ہی کی بدولت ہر ایک خطرہ کا مقابلہ کرنے کی قوت آپؐ میں پیدا ہو گئی تھی خلق اللہ کی اخلاقی اور روحانی حالت کو اعلےٰ پیمانہ پر پہنچانے کی خواہش نے اپنا اثر اس الہام الٰہی سے پہلے ہی دکھلانا شروع کر دیا تھا جس کے نازل ہونے پر آپؐ عہدہ رسالت پر مامور ہوئے پیشتر ازیں کہ آپؐ خدا کی طرف سے حکم پاکر لوگوں کو ان کی غفلت سے بیدار کرتے آپؐ غار حرا میں جاکر جو کہ مکہ سے تین میل کے فاصلہ پر تھی خدا کی عبادت میں کئی کئی دن بلکہ ہفتے بسر کرتے تھے! اور اپنے لئے ضرورت کے مطابق وہاں خوراک بھی لیجاتے۔ یہ ایک نہایت تاریک اور ہیبتناک غار تھی جس کے نزدیک کسی قسم کی آبادی بھی نہ تھی۔ وہاں آپؐ تن تنہا اللہ تعالیٰ کے حضور اپنی دلی تمنا پیش کرکے اپنی قوم کی اصلاح کے لئے درخواست کرتے۔ آپؐ کی قوم کو تو مئے نوشی کے جلسوں سے فرصت نہ ملتی تھی لیکن آپؐ ان کی بہتری کے لئے اسقدر متردد ہو رہے تھے کہ کوئی نصف شب بھی خالی نہ جاتی جبکہ آپ ان کے لئے آنسوؤں کے دریا نہ بہاتے۔ لہذا آپؐ ہی کی طفیل بڑے اہم نتائج مرتب ہوئے۔ اور یہی وجہ ہے کہ قرآن شریف میں آپ کے لئے رحمۃ للعٰلمین کے الفاظ استعمال کئے گئے ہیں جناب مسیح نے بھی ایک دفعہ رات بھر لمبی لمبی دعائیں مانگی ہیں۔ لیکن یہ دعا کی رات وہی تھی جس کے گذرتے ہی صبح کو انہوں نے گرفتار کیا جانا تھا۔ اور تاریخ اور دیگر کتب سے معلوم ہوتا ہے

کہ یہ دُعائیں محض اپنی سلامتی اور حفاظت کے لئے تھیں تاکہ مصیبت کا پہاڑ ٹل جائے۔ برعکس اس کے رسولکریم صلعم کے متعلق تاریخ ہمیں بتلاتی ہے کہ آپ تئیس سال تک برابر رات کے وقت دُعاؤں میں مصروف رہے۔ اور خدا سے اپنی سلامتی کے لئے التجا کرنے سے بجائے خلق اللہ کی بہتری اور ان کے فائدہ کی درخواست کرتے رہے۔ اور یہی وجہ ہے۔ کہ ان انقلابات میں جو ان دو نبیوں نے پیدا کئے زمین و آسمان کا فرق ہے۔ کوئی شخص بھی اس ہمدردی اور محبت کا اندازہ صحیح طور پر نہیں کر سکتا۔ جو آپؐ کے دل میں اپنے ناشکر گذار ستمگروں کے لئے تھی۔ اور جس کا اظہار خدا کے حضور ان کی بہتری کیلئے لمبی دُعاؤں کے ذریعہ ہوا کرتا تھا۔ اس قسم کی باتیں ایک رسُول ہی کی شان کے شایاں ہو سکتی ہیں۔ لیکن افسوس ہے کہ گفتار مکہ سے کہیں بڑھ چڑھ کر اس زمانہ کے عیسائیوں نے آپؐ کو تکلیف پہنچائی ہے۔ کیونکہ یہ لوگ ان بیش قیمت اور قابلِ قدر خدمات کو جو حضورؐ نے صداقت کو قائم کرنے اور خلق اللہ کو فائدہ پہنچانے کے لئے کیں نہایت ہی تحقیر کی نظر سے دیکھ کر اپنی ناشکر گذاری کا اظہار کرتے ہیں +

رسولکریم صلعم نے اس تمام جد و جہد میں جو آپؐ کے مبعوث ہونے کے وقت شروع ہوئی اور آپؐ کے وصال ہی پر ختم ہو گئی۔ جس قدر صبر و استقلال اور معجزنما ایمان کا اظہار فرمایا اس کی نظیر نہ صرف دُنیا کی قوموں اور اُن کے بادشاہوں کی تاریخ ہی میں نہیں ملتی۔ بلکہ کسی مذہبی تاریخ میں بھی نہیں پائی جاتی۔ اور اس بات کا خود ولیم میور بھی قائل ہے۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ ثابت قدمی اور وفا انسان کیلئے قابل تعریف جوہر ہیں لیکن رسولکریم صلعم میں ان سے بھی بڑھ کر الگ جوہر تھا۔ جس کی وجہ سے کسی قسم کی تکلیف آپ پر اثر نہ کر سکتی تھی۔ آپؐ نے تمام اذیتوں اور آزمائشوں میں سچے نبیوں کا سا ہی تحمل استقلال بھی دکھلایا۔ بلکہ آپؐ کا ایمان اور یقین اپنی آخری کامیابی پر ہمیشہ پختہ اور غیر متبدل رہا۔ تاریخ ہمیں بتلاتی ہے کہ سب لوگوں نے آپ کا ساتھ چھوڑ دیا تھا۔ بجز چند ایک ایسے اشخاص کے جو خود اپنے گھروں سے نکالے گئے تھے چاروں طرف سے آپؐ کو ناکامی ہی ناکامی نظر آ رہی تھی۔ مختلف طریق سے آپ کو اذیت پہنچائی جاتی تھی۔ موت ہر

تباہی کی دھمکی بھی دیگئی تھی ۔ خود اپنی قوم کی شرارتوں کی وجہ سے آپ پر غم کا ہجوم ٹوٹ پڑا تھا اور چاروں طرف سے دشمنوں نے بھی گھیر رکھا تھا ۔ لیکن باوجود ان تمام امور کے آخری کامیابی پر آپ کا پختہ یقین اور آیندہ کی بہتری پر آپ کا اعلیٰ درجہ کا ایمان برابر قائم تھا ۔ اور آزمائشوں تکلیفوں اور اذیتوں کے حیران کر دینے والے طوفان کے درمیان آپ کے اندر چراغ امید ایک لمحہ بھر کے لئے بھی نہ ٹمٹمایا ۔ میور صاحب لکھتا ہے ۔ کہ حضرت الیاسؑ نے بھی ایمان اور استقلال رسول کریم صلعم کی طرح دکھلایا ۔ کیونکہ انہیں بھی تکالیف دی گئی تھیں ۔ بیشک ان اسرائیلی نبیوں میں سے وہ ایک ہیں جنہیں لوگوں کے ہاتھ سے بہت دکھ پہنچا لیکن جس اعلیٰ درجہ کا بھروسہ رسول کریمؐ کو خداوند تعالیٰ پر تھا وہ حضرت الیاسؑ میں پایا نہیں جاتا ۔ لکھا ہے کہ حضرت الیاسؑ تکالیف اور ناکامیوں سے ہار کر ایکدن برابر سفر کر کے ایک ویرانے میں پہنچے ۔ اور ایک درخت کے تلے بیٹھ کر کہا کہ اے کاش مجھے موت ہی آئی ہوتی ۔ پھر خدا سے التجا کی کہ مجھے اب اٹھا لے میں نے کافی تکالیف برداشت کی ہیں ۔ اور میں اپنے پہلوں سے بہتر نہیں (سلاطین اول باب ۱۹ آیت ۴)

ایک طرف تو ہم حضرت الیاسؑ کو اپنے دشمنوں کی اذیتوں سے تنگ آکر ... کے درخت کے تلے ویرانہ میں اپنی موت کے لئے دعا مانگتے" دیکھتے ہیں ۔ اور دوسری طرف حضرت محمد صلعم کو کھجور کے درخت کے نیچے ویرانہ ہی میں جبکہ آپؐ کو قوم طائف نے نکالدیا تھا ۔ اور زخموں سے آپؐ نڈھال ہو رہے تھے ۔ خدا کے حضور اپنی شکایات پیش کرتے ہوئے پاتے ہیں ۔ دس سال تک ظلم و ستم اٹھانے اور لوگوں کی طعن و تشنیع برداشت کرنے کے بعد حضرت الیاسؑ کی طرح آپؐ نے اپنے لئے موت کی درخواست نہیں کی بلکہ مصائب کو اس وقت تک برداشت کرنے پر رضامندی ظاہر کی جبتک کہ خدا پسند کرے ۔ البتہ آپکو یقین واثق تھا کہ آپؐ نامراد نہ جائیں گے ۔ اور آخرش آپ ہی کے نام کامیابی لکھی جائیگی ۔ انجیل کے ماننے والوں کا اس پر ایمان ہے کہ یسوع مسیح آخرش بالکل مایوس ہو کر ایلی ایلی لما سبقتنی پکار اٹھے تھے ۔ لیکن حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دل میں کبھی اس قسم کا خیال تک بھی نہ آیا ۔ گو آپ کو جناب مسیح سے بھی سخت تر آزمائشوں میں ڈالا گیا ۔ اور آپؐ کو اپنی زندگی میں زیادہ تر نازک موقعہ بھی پیش آئے ۔ فقط

حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے حالات

بوقتِ ابتلا اور بزمانۂ حکومت

آزمائشوں اور ابتلاؤں کی وجہ سے انسان ایک روش اختیار کرلیتا ہے جسے خصلت کہتے ہیں لیکن کامیابی کے بعد اسکی ذاتی شرافت کھلتی ہے بشرطیکہ اسمیں وہ جوہر موجود ہو۔ انسانیت اگر غور کیا جائے تو صرف نرم دلی ہی کا نام نہیں۔ یہ مختلف خوبیوں کا مجموعہ ہے جو ہر موقعہ پر ظاہر کیجاتی ہیں۔ نشو ونما پانے اور قوت پکڑنے کیلئے انہیں مختلف موقعوں کی ضرورت پڑتی ہے اگر بعض کا ظہور صرف اسی وقت ہوسکتا ہے جبکہ انسان نہایت ہی مفلسی کی حالت میں ہو۔ تو بعض کو کمال تک پہنچانے کے لئے دولتمندی کی ضرورت بھی پڑتی ہے۔ جو شخص اپنی ہی زندگی میں مختلف حالات میں سے گزر کر تجربہ حاصل نہیں کرسکتا۔ وہ دوسروں کیلئے تقلید کے واسطے بطور نمونہ پیش نہیں ہوسکتا۔ کوئی شخص بردباری اور صبر کا سبق دوسروں کو نہیں دے سکتا جب تک کہ وہ خود جناب مسیح کی طرح اپنی زندگی میں سخت ترین ابتلاؤں میں سے ہوکر نہ گذرا ہو۔ لوگ عفو کے متعلق نصیحت آمیز قصے تو پڑھتے ہیں لیکن زبانی جمع خرچ سے ان میں وہ صفت پیدا نہیں ہوسکتی۔ فعل ہی کسی زبانی دعوے کا ثبوت سمجھا جاسکتا ہے۔ اگر اخلاقی حالات پر غور کیجائے تو معلوم ہوگا کہ ہر ایک خلق ایک الگ پہلو اور رنگ رکھتا ہے۔ اور اس کے اظہار کیلئے خاص خاص حالات کی ضرورت پڑتی ہے مثلاً عفو ایک خلق ہے اسکا اظہار صحیح طور پر ایسے شخص سے ہوسکتا ہے جو تین حالات میں سے گذرا ہو۔ اول یہ کہ وہ مصیبت میں گرفتار رہا۔ اور دشمنوں نے اُسے بڑی بیرحمی سے دُکھ دیا ہو۔ دوم وہ طاقت اور کامل قوت حاصل کرے۔ اور دشمن مغلوب ہوکر اس سے رحم کی التجا کریں۔ سوم اسکے دشمن اپنے مظالم کی پاداش حاصل کرنے کیلئے اسکے سامنے پیش ہوں۔ اور انہیں بجائے سزا پانے کے معافی ملے۔ وہ شخص کبھی ٹھیک ہوکر دوسروں پر رحم نہیں کرسکتا۔ جو خود دوسروں کے رحم کا محتاج ہوا ہو۔

انسان کے اندر عفو ایک نہایت ہی اعلےٰ خلق ہے۔ تمام کتب مقدسہ کی ورق گردانی کریں۔ کوئی بھی انسان ایسا نظر نہیں آتا جس سے اس خلق کا اظہار مکمل طور پر ہؤا ہو بجز خاتم الانبیاء (حضرت محمد صلعم) کے جنمیں کہ یہ ہر سہ شرائط متذکرہ صدر موجود تھیں +

یتیمی کے زمانہ سے لے بادشاہت کے زمانہ تک حضرت محمد صلعم نے زندگی کے مختلف مراحل طے فرمائے۔ آپ کو مختلف قسم کے واقعات پیش آئے جنکی وجہ سے مختلف خلقوں کا اظہار ہؤا۔ قدم قدم پر آپ کی آزمائش کی گئی لیکن آپ کھسوٹی پر پورے اُترے زندگی کے ہر ایک شعبہ میں اور ہر ایک روش پر ہمیں اپنی ضروریات کی سرانجام دہی کے لئے ایک مکمل نمونہ کی ضرورت پڑتی ہے۔ اور اس رسول خدا کی پاک زندگی ہمیں پکار پکار کر اپنی طرف بلاتی ہے۔ ہم اپنے ناظرین پر ثابت کر دیں گے۔ کہ جو کچھ ہمنے رسول اکرمؐ کے متعلق لکھا ہے وہ بالکل صحیح ہے۔ اور بعد میں بھی وقتاً فوقتاً اس مضمون پر لکھیں گے۔ لیکن دنیا کے دوسرے بڑے بڑے انسانوں کی نسبت ہم کچھ رائے قائم نہیں کر سکتے۔ کیونکہ اُن کی زندگی کے مختلف پہلوؤں کے متعلق ہمیں کوئی علم نہیں اور جسقدر ہمیں اس کے متعلق واقفیت ہے وہ بھی خالی از اعتراضات نہیں۔ انہیں سے اکثر تاریخی لوگ نہیں اور گمنامی کی چادر میں لپٹے ہوئے ہیں۔ بعض وقت ایسے لوگوں کی زبان سے نکلے ہوئے چند الفاظ پیش کئے جاتے ہیں۔ جن سے ہم مشکل ان کی خصلت و اخلاق کا اندازہ لگا سکتے ہیں۔ سیزر اور سکندر اعظم جیسے انسان کے مقابلہ میں بھی حضرت محمد صلعم زیادہ تر تاریخی انسان ہیں۔ آپؐ کی زندگی آئینہ کی طرح ہمارے رُوبرُو موجود ہے۔ جسمیں سے علو ہمت فیاضی۔ بہادری۔ صبر۔ بردباری عفو اور دیگر ضروری خصائل کا عکس جو انسان کی زندگی کے لئے ضروری ہیں مختلف چمکدار رنگوں میں ہوتا ہے۔ اخلاق کا کوئی سا پہلو لیلو تو تمہیں آپؐ کی زندگی میں جو واقعات سے پُر ہے۔ ایک ایک روشن مثال اسکی نظر آئیگی۔ جناب مسیح نے اپنی زندگی کا نہایت ہی تلخ وقت بڑی بُردباری سے برداشت کیا۔ اور اُن کے ان الفاظ سے کہ اے خدا انہیں معافی دے۔ کیونکہ انہیں علم نہیں کہ وہ کیا کرتے ہیں۔ ان (جناب مسیح) کی

شرافت اور ہمت کا ثبوت ملتا ہے۔ رسول اللہ صلعم نے یہی مطلب مگر مختلف الفاظ میں اکثر دفعہ ادا کیا۔ کیونکہ آپ کی زندگی سخت ابتلاؤں سے پُر تھی۔ پُورے تیراں سال تک اُن کو متواتر مختلف تکالیف کا شکار رہنا پڑا۔ آپ کو دماغی اور جسمانی طور پر عذاب دیا گیا لیکن آپ نے ہمیشہ اپنے عذاب دینے والوں کی بہتری کیلئے دُعا کی۔ آپ ایک دفعہ طائف تشریف لے گئے جو مکہ سے تھوڑے ہی فاصلہ پر ہے۔ اور وہاں بُت پرستی کے خلاف وعظ کیا۔ اس پر بُت پرستوں نے اس جگہ سے ان کو نکال دیا۔ آپ کے پیچھے پیچھے ایک انبوہ کثیر غلاموں اور عوام کا تھا جو غروب آفتاب تک شور مچاتے رہے۔ اور آپ پر پتھر پھینکتے رہے۔ لیکن باوجودیکہ آپ کو جسم پر زخم بھی لگے ہوئے تھے۔ اور خون اُن میں سے نکل رہا تھا۔ پاؤں میں آبلے پڑے ہوئے تھے اور آپ از حد تھک گئے تھے تاہم اس مصیبت کے وقت بھی انہوں نے ذیل کی دُعا اللہ تعالیٰ سے مانگی :-

"اے میرے مولیٰ میں تیرے ہی پاس شکایت کرتا ہوں میں اپنی کمزوری اور اپنی خواہشات کی وجہ سے لوگوں کی نظر میں حقیر ہوں۔ اے رحیم اے کریم جو کمزوروں کا والی ہے۔ تو ہی میرا مولیٰ ہے۔ میرا ساتھ نہ چھوڑیگا۔ مجھے اجنبیوں اور دشمنوں کے ہاتھ میں نہ دے۔ اگر تو مجھ سے ناراض نہیں تو میں پھر محفوظ ہوں۔ میں تیرے مُنہ کی روشنی میں پناہ لیتا ہوں جس کی وجہ سے تمام تاریکی دُور ہو جاتی ہے۔ اور امن اس دُنیا میں اور عاقبت میں بھی ملتا ہے۔ میری مشکلات کا حل اس طرح کر جسطرح تیری رضا ہو کوئی طاقت اور کوئی قوت سوائے تیرے نہیں۔ اے میرے مولیٰ ان لوگوں کو سیدھی راہ بتلا۔ کیونکہ وہ نہیں جانتے کہ وہ کیا کرتے ہیں" ۔

اِن الفاظ سے اُلوالعزمی اور ہمت ٹپکتی ہے۔ اور اس قسم کے شریف اور عالی ہمت کی شان کے شایاں ہیں۔ گو آپ کو علم ہے کہ آپ کی حالت نہایت پست ہوگئی ہے۔ لیکن پھر بھی اللہ تعالیٰ پر کامل بھروسہ ہے۔ آپ کے اِن الفاظ سے کہ اگر تو (اللہ) مجھ سے ناراض نہیں تو میں محفوظ ہوں اور مجھے کوئی خطرہ نہیں کسقدر اُمید نظر آتی ہے۔ ایک شائبہ بھی مایوسی کا پایا نہیں جاتا۔ اور نہ کسی قسم کی کسی کے خلاف شکایت ہے۔ اور یہ بھی معلوم

نہیں ہوتا کہ آپ کے دل میں ڈر ہے کہ خدا ساتھ نہ چھوڑ دے ۔ اور پھر آپ کی اس خوبصورت دعا میں کہ مشکلات کا حل اس طرح کر جس طرح تیری رضا ہو ۔ تنگدل عیسائی مشنریوں کے لئے سبق ہے ۔ جو اپنی ناواقفیت اور جہالت کی وجہ سے جناب مسیح کے اس کلام کو کہ تیری مرضی ہو میری کچھ مرضی نہیں بار بار لئے پھرتے ہیں ۔ اور اس پر ناز کرتے ہیں +

متعصب عیسائی ہر دو کے کلام میں مشابہت دیکھ کر جامہ سے باہر ہو جاتا ہے ۔ اور نکمی تشریحات پیش کرتا ہے ۔ اور کہتا ہے کہ یہ ایک قسم کا کتابی سرقہ ہے اور چونکہ حضرت محمدؐ جناب مسیح کے بعد مبعوث ہوئے ۔ اسلئے انہوں نے (نعوذ باللہ) سرقہ کیا ہوگا ۔ اگر اسی استدلال پر اس سوال کو حل کیا جائے ۔ تو عیسائی صاحب کو ہی منہ کی کھانی پڑیگی ۔ اور آخرش اس کو شکست کا منہ دیکھنا ہوگا ۔ کیونکہ یہودی جناب مسیح کی تمام تعلیم اور ان کے اقوال اپنی کتابوں میں سے نکال کر دکھلا سکتے ہیں اور پھر علاوہ اس کے بہت سی تمثیلات جو عہد نامۂ جدید (انجیل) میں پائی جاتی ہیں یسوع مسیح کی آمد سے پہلے بدھوں کی کتابوں میں ملتی ہیں ۔ تو پھر کیا ہم یہ کہیں کہ تمام کی تمام انجیل سرقہ ہی ہے ۔ اور کیا اسی احمقانہ منطق کے رو سے سیل صاحب قرآن شریف کو صریح جعل کہنے کی جرأت کر سکتا ہے ۔ لیکن اس امر کی تشریح آسانی سے ہو سکتی ہے ۔ چونکہ سب پیغمبر ایک ہی خدا کی طرف سے آتے ہیں ۔ اور ایک ہی الٰہی چشمہ سے پانی پیتے ہیں ۔ اور ایک ہی استاد سے جو خالق ارض وسما ہے ایک ہی قسم کا سبق پڑھتے ہیں ۔ اس لئے ان کے کلام میں بہت مشابہت اور یگانگت ہوتی ہے وہ خدا سے الہام پاکر بولتے ہیں ۔ اور اُن کے کلام سے بعض دفعہ آئندہ واقعات کا پتہ ملتا ہے جو اُن کی زندگی ہی میں ظہور میں آجاتے ہیں مثلاً جناب مسیحؑ کے الفاظ کا اور حضرت محمد صلعم کی دعا کا آخری حصہ لیں اور اُن کا مقابلہ کریں +

جناب مسیح تو فرماتے ہیں کہ اے اللہ تو انہیں معافی دے ۔ کیونکہ وہ نہیں جانتے کہ وہ کیا کر رہے ہیں ۔ اور

حضرت محمد صلعم فرماتے ہیں۔ کہ اے اللہ تو انہیں سیدھی راہ پر چلا۔ کیونکہ وہ نہیں جانتے کہ وہ کیا کر رہے ہیں +

یہ ہر دو دُعائیں۔ دُعا کرنیوالوں کے حالات کے مطابق ان کے منہ سے نکلیں اور آیندہ کے واقعات نے انکی صداقت پر مہر لگا دی جناب مسیح کو اپنی زندگی میں اپنے دشمنوں پر اسقدر قدرت اور قوت کے حاصل کرنے کا موقعہ نہ ملا جس کی وجہ سے وہ اپنی رُوح کی اُولوالعزمی عفو کے رنگ میں اپنے دشمنوں کو دکھا سکتے۔ اس لئے انہوں نے خدا ہی سے دُعا کی کہ وہ خود انہیں معافی دے۔ لیکن حضرت محمد صلعم نے اپنی طاقت اور شوکت کے معراج پر پہنچنا تھا۔ اور خود اپنے دشمنوں کو معافی دینی تھی۔ اور یہ سب کچھ خدا کے علم میں تھا۔ علاوہ بریں رسولِ کریم صلعم کے مُنہ سے نکلے ہُوئے الفاظ پُر معنے اور مبسُوط ہیں۔ ظاہری معنوں کے ماسوا ان سے کچھ اور بھی نکلتا ہے یعنے معافی خود اس کے اندر ہی نظر آتی ہے۔ معافی کا تعلق تو گذشتہ افعال اور اعمال سے ہوتا ہے۔ اور نیکی کی راہ پر چلنے کا تعلق گذشتہ اور آیندہ ہر دو ازمنہ سے ہے۔ کیونکہ کوئی متقی نہیں ہوسکتا جب تک کہ اس کے گذشتہ گناہوں کی معافی نہ ہو۔ لہٰذا رسولِ کریم صلعم نہ صرف دشمنوں کے گذشتہ گناہوں کی معافی کی درخواست کرتے ہیں۔ بلکہ ان کو آیندہ راہ مستقیم پر چلانے کی دُعا بھی کرتے ہیں۔ یہ الفاظ واقعی ایک قسم کی پیشگوئی کے رنگ میں تھے جو بعد میں حرف بحرف پورے ہوئے۔ چنانچہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے عرب پر پُورا تسلط حاصل کیا۔ آپ کو دکھ دینے والے آپ کے حضور حاضر کئے گئے۔ لیکن ان کے ساتھ آپ نے ایسا نیک سلوک کیا جس کی نظیر اس وقت تک تاریخ پیش نہیں کر سکتی۔ اور اسی کی وجہ سے ان لوگوں نے اسلام میں داخل ہو کر باطنی اور ظاہری صفائی حاصل کی +

رسیدِ زر یکم نومبر ۱۹۰۲ لغایت ۳۰ نومبر ۱۹۰۲ء

امداد مشن جناب شیخ خدا بخش صاحب اسی اے سی مردان ۲ عہ
مفت تقسیم حضور حاجی کرنیل حمید اللہ خان صاحب سی آئی بھوپال
" منہاج الدین صاحب " امداد مشن۔ جناب حاجی محمد صاحب ہندوستانی ۱۵ صہ
" منشی علی احمد صاحب بہاولپور " شہاب الدین صاحب نوشہرہ
" ہاشم علی صاحب سکنہ چاندک ہری پور ۱ عہ " بنت جناب علی احمد صاحب بہاولپور

۱۰۰ ما ۲ عہ صہ

آنریری سکرٹری ووکنگ مسلم مشن۔ ۶ نمبر منزل ۹

رجسٹرڈ نمبر ایل ۹۰۵

جدید تصنیف حضرت خواجہ کمال الدین صاحب بی اے ایل ایل بی مسلم مشنری

اسلام میں کوئی فرقہ نہیں

قسم اول عہ علاوہ محصولڈاک (ضخامت ۲۱۶ صفحات) قسم دوم عہ علاوہ محصولڈاک

پیرس کی عظیم الشان ہیگی لائنس کا تذکرہ غیر مسلمین و مسلمین سے اختلافی مسائل شیعہ و سُنّی مراسم نماز پر علے الترتیب مکالمات ۔ موجودہ ہندو مسلم اتحاد ۔ فرقی اختلافات پر تنقیدی نظر ۔ تمام نظام عالم کا اصول میں متحد ہو کر اپنی نوعیت میں اختلاف کرنا مسلم ہے ۔ اور اس کے متعلق صحیفہ قدرت سے استدلال حدیث ان اللہ لا یجمع امتی او قال امۃ محمد علی ضلالۃ اور اختلاف امتی رحمۃ کی عجیب تشریح یہ سب نام نہاد فرقہ ہائے اسلام کے اصول ایک ہیں ۔ حدیث اثنتان سبعون فی النار و واحد فی الجنۃ وھی الجماعۃ یعنی بہتر آگ میں جائیں گے اور ایک جنت میں اور وہی جماعت ہے کی تشریح شعبہائے ایمان پر بحث ۔ اپنے عقائد کا اظہار ۔ نبوت کے معنے اور ختم نبوت پر سیر کن بحث نزول و وفات مسیح پر روشنی ۔ آنیوالے مسیح کے مسئلہ پر بحث ۔ جدید الخیال اصحاب قادیان کی نبوت پر مختصر جرح مسیح ناصری اور مثیل مسیح پر افتراد غلو کی مماثلت ۔ جناب بہاء اللہ کی نبوت اور جدید الخیال احباب قادیان کی نبوت مخترعہ کا مقابلہ ۔ دنیا میں ضرورت نبوت ۔ اخیر میں ثابت کیا ہے کہ اسلام میں کوئی فرقہ نہیں ۔ الغرض کتاب موصوفہ بہت سے مذہبی معلومات کا بے بہا ذخیرہ ہے ۔ جس سے بہت سے مسائل حل ہو سکتے ہیں ۔ یہ کتاب امید ہے کہ ہر پڑھنے والے کے دل میں جمہور اہل اسلام کی محبت پیدا کریگی ۔ خواہ کوئی کسی فرقہ سے کیوں نہ تعلق رکھتا ہو ۔ یہ اس یگانگت و اجنبیت کو دور کریگی جو مختلف فرقہ ہائے اسلام آپس میں رکھتے ہیں ۔ اور اس سیاسی تصادم کے وقت جمیع مسلمانان کو متفق اور متحد ہو کر کام کرنے کے لئے تیار ہی کریگی ۔ اس کتاب میں علماء دین کی خدمت میں بھی مؤدبانہ التماس کی گئی ہے ۔ کہ وہ آئے دن کے فروعی تنازعات و مناقشات کو دور کرنے کی کوشش فرمائیں ۔ کیونکہ اس سے مسلم قوم کو سخت نقصان پہنچنے کا احتمال ہے ۔ اور مسلم قوم نے انہی فرقی خرخشوں کی وجہ سے بہت سی تکالیف اٹھائی ہیں +

لمعات انوارِ محمدیہ رسول کریم صلعم کے پاک حالات آپ کے خلق عظیم کا آئینہ حسن معاشرت کا فوٹو ۔ علمی و ادبی ۔ تمدنی ۔ اخلاقی و اصلاحی مضامین کا دلنواز مجموعہ آنحضرت صلعم کے مختلف شعبہائے زندگی کا دلکش مرقع جسمیں حضرت خواجہ کمال الدین صاحب بی اے ایل ایل بی مسلم مشنری و جناب مولوی صدر الدین صاحب بی اے ۔ بی ٹی و حضرت مولوی محمد علی صاحب ایم اے ایل ایل بی و جناب شیخ مشیر حسین صاحب قدوائی بیرسٹر ایٹ لاء و جناب محمد مارماڈیوک پکتھال صاحب جناب ایس ۔ ایچ لیڈ مصنف ٹیز رٹ و دیگر مشاہیر کے گراں قدر مضامین ہیں جو نہایت قابل قدر ہیں ۔ اور آنحضرت کو مختلف حیثیتوں میں پیش کیا گیا ہے قیمت فی جلد ۱۲ مجلد ۱

درخواستیں بنام منیجر مسلم بک سوسائٹی عزیز منزل لاہور آنی چاہئیں

مطبع ... دروازہ لاہور میں ... کے اہتمام سے چھپا کر خواجہ عبدالغنی مینیجر اشاعت اسلام لاہور نے شائع کیا

رجسٹرڈ ایل نمبر ۹۰۸

ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر ویامرون بالمعروف وینھون عن المنکر واولئک ھم المفلحون

رسالہ اشاعت اسلام

اردو ترجمہ

اسلامک ریویو اینڈ مسلم انڈیا مجریہ لنڈن

زیر ادارت

خواجہ کمال الدین بی اے ایل ایل بی — مسلم مشنری — مولوی صدر الدین بی اے بی ٹی

قیمت تین روپے سالانہ

اس سے بڑھ کر اور کوئی نیکی نہیں کہ آپ رسالہ ہذا کی خریداری بڑھائیں کیونکہ انہیں رسالوں کی آمدنی ایک حد تک مسلم ووکنگ مشن کے اخراجات کی کفیل ہے رسالہ ہذا کی دس ہزار اشاعت ووکنگ مشن کے ایک تہائی اخراجات کی ذمہ وار ہوسکتی ہے۔

جلد (۴) | بابت ماہ اپریل سنہ ۱۹۱۸ء | نمبر (۴)

فہرست مضامین

یونین سٹیم پریس لاہور میں لالہ دیوان چند پرنٹر کے اہتمام سے چھپ کر مرزا یعقوب بیگ ایل ایم ایس آنریری سیکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کی طرف سے شائع ہوا

ووکنگ مسلم مشن

ناظرین کرام ووکنگ مسلم مشن کے کارہائے نمایاں سے خوب واقف ہیں۔ اللہ تعالےٰ کا فضل و احسان ہے کہ اسکو گذشتہ سالوں میں ہر قسم کی نصرت و کامیابی ہوئی۔ اِس مشن کو قائم ہوئے اب چھٹا سال گذر رہا ہے۔ اس چھ سال کے عرصہ میں صرف اسلام کی تبلیغ کی راہ ہی صاف ہو گئی ہے۔ کہ جس کیلئے کام پر اگر تیس سال بھی لگ جاتے تو بہت نہ تھے۔ بلکہ ایک خاصی بڑی قابل و اہل قلم نو مسلمین کی جماعت پیدا ہو گئی ہے لیکن ہمیں افسوس سے لکھنا پڑتا ہے۔ کہ اسلامک ریویو انگریزی جس کے ذریعہ سے یہ تبلیغ اس وقت ہو رہی ہے۔ اس کا حلقہ اشاعت دن بدن تنگ ہو رہا ہے۔ اُس طرف موجودہ حالات کے ماتحت یورپ میں ہر ایک چیز کی قلت و گرانی ہے۔ اخراجات طبع و کاغذ میں بھی قیمت کا کئی گنا زیادہ اضافہ ہو گیا ہے اسلئے اشاعت اسلام کے پاک مقصد سے جو ہمدردی رکھتے ہیں وہ اس وقت مشن کی امداد کیلئے کھڑے ہو جائیں ورنہ ان کی عدم توجہ سے مشن مذکور کو نقصان پہنچنے کا احتمال ہے +

بہی خواہان مسلم مشن ووکنگ مندرجہ ذیل طریقوں سے اس وقت مشن مذکورہ کی اعانت فرما سکتے ہیں :-

ا - رسالہ اسلامک ریویو انگریزی کی انگریزی دان احباب میں اور اردو دان احباب میں اردو ترجمہ اشاعت اسلام کی توسیع اشاعت فرمائیں۔ کیونکہ انہیں رسالوں کا منافع بہت حد تک مسلم مشن ووکنگ کے اخراجات عظیم کا کفیل ہے اور کم از کم ازراہ کرم تین جدید خریدار ہر ایک خریدار عنایت فرما کر عند اللہ ماجور ہوں +

۲ - اپنے اپنے شہر کے معزز و ذی اثر مسلم احباب کی خدمت میں اس مشن کی مالی اعانت کیلئے تحریک فرمائیں +

۳ - اپنے حلقۂ اثر میں یورپ میں مفت رسالہ اسلامک ریویو کی تقسیم کرنے کیلئے تحریک فرمائیں۔ اور جو تبلیغ اسلام کا خیراتی حصہ بھی مرحمت فرمائیں تو ہم ان کی جگہ ایک انگریزی رسالہ یورپ میں مفت لطور تبلیغ تقسیم کریں گے +

کسی قدر افسوس سے لکھنا پڑتا ہے۔ کہ سالانہ وی پی پر رسالہ اشاعت اسلام کے پانچصد کے قریب خریداران نے وی۔ پی لینے سے اِنکار کر دیا ہے۔ بعض وقت بالضرور ایسا ہوتا ہے۔ کہ ڈاکیہ کی غلطی سے رسالہ واپس ہو جاتا ہے۔ آپ سمجھ سکتے ہیں۔ کہ اِس طرح رسالہ کا انکار کس قدر عظیم اثر اشاعت اسلام کے کام پر ڈالتا ہے، بہرحال اشاعت اسلام کے خریداران کا اس وقت فرض ہے کہ اس کمی کو پورا کرنے کیلئے کم از کم ۳ جدید خریدار فراہم فرما کر عند اللہ ماجور ہوں +

خاکسار۔ خواجہ عبد الغنی منیجر رسالہ اشاعت اسلام عزیز منزل۔ نولکھا۔ لاہور
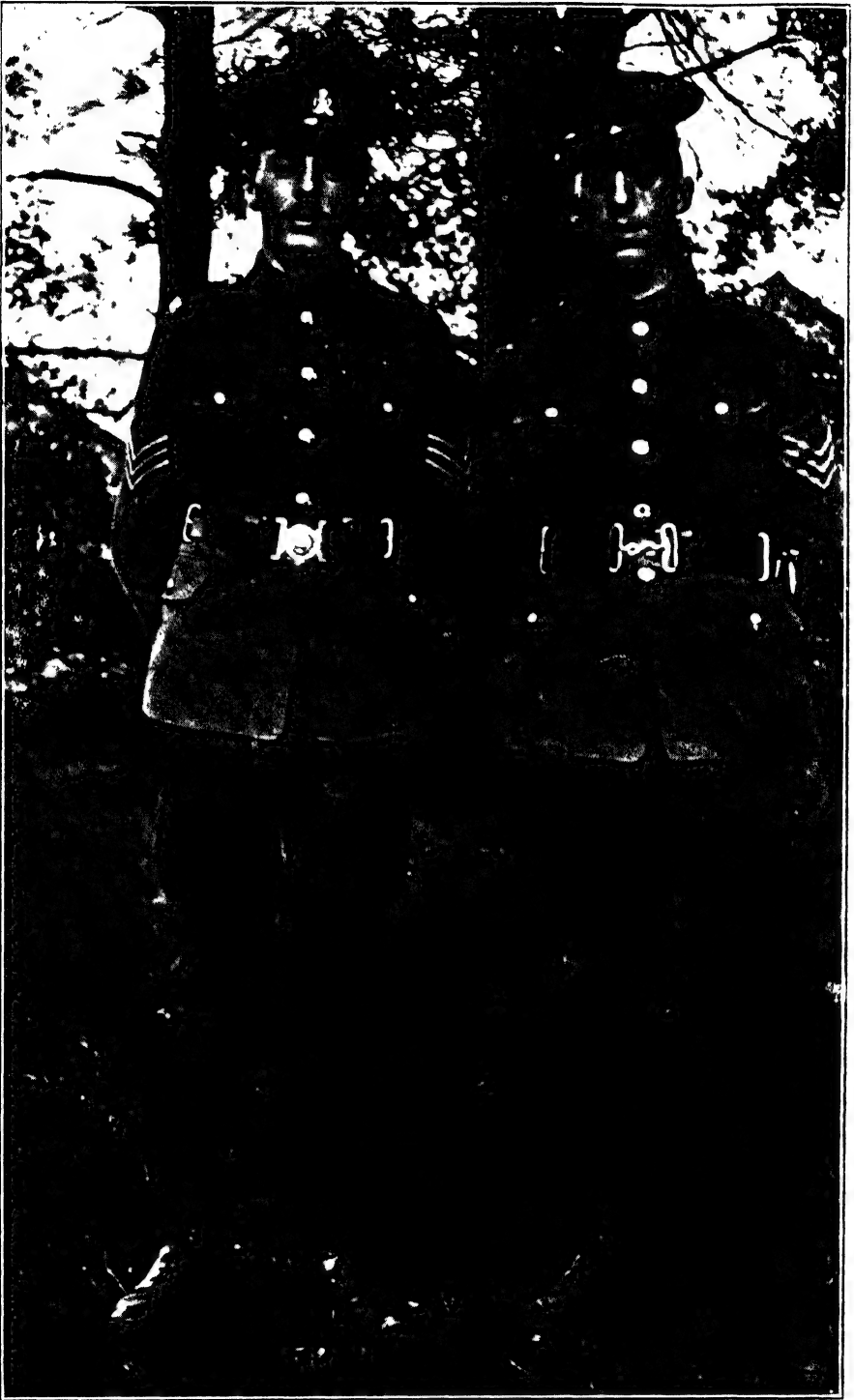
Brothers in Faith and Arms

Sergt. Sheldrake (Khalid) Sergt. Richardson (Omar)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

اشاعت اسلام

ترجمۂ اردو اسلامک ریویو اینڈ مسلم انڈیا مجریہ لنڈن

جلد (۴) بابت ماہ اپریل ۱۹۱۸ء نمبر (۴)

شذرات

اِس ماہ کے رسالہ کے ساتھ دو سر بر آوردہ مسلم بھائیوں کی تصویر شائع کی جاتی ہے۔ جو فوج میں سرجنٹ کے عہدہ پر ممتاز ہیں۔ تصویر میں دائیں طرف سرجنٹ رچرڈسن ہیں جن کا اسلامی نام عمر رکھا گیا ہے۔ اور بائیں طرف سرجنٹ شیلڈریک ہیں۔ جن کا اسلامی نام خالد ہے۔ جو کہ پرانے نومسلمین میں سے ہیں۔ اور جن کے مضامین اکثر اوقات اسلامک ریویو میں بھی شائع ہوتے رہے ہیں۔ اور ناظرین کرام تک بھی اُن کا ترجمہ بذریعہ رسالہ ہذا پہنچتا رہا ہے۔ اور اِنہی شذرات میں کسی دوسری جگہ ان کے ایک عظیم الشان لیکچر کی روئداد دی گئی ہے جو ووکنگ میں اُنہوں نے لا اکراہ فی الدین کے مضمون پر دیا +

گذشتہ ماہ کے رسالہ میں ہم نے مختصر طور پر ان تبلیغی کوششوں سے مطلع کیا تھا۔ جو ووکنگ مسلم مشن کی طرف سے خاص ووکنگ اور دیگر مقامات پر ہوئی ہیں۔ اس کے بعد کی مساعی کا ہم ذیل میں تذکرہ کرتے ہیں۔ جو اُمید ہے کہ ناظرین کرام کے لئے باعث مسرت ہوگا +

لندن مسلم ہوس کے تمام جلسے بارونق ہوتے ہیں۔ اور سامعین کی کافی تعداد لیکچر سننے کیلئے کھنچی چلی آتی ہے۔ چنانچہ گذشتہ چند ہفتے تو نہایت ہی پُررونق گذرے۔ جو لوگوں کے مذہبی اشتیاق کا ایک نمایاں ثبوت تھا۔ ان ہفتوں میں کچھ لیکچر اور سرمن تو مسلم لٹریری سوسائٹی کی سرپرستی میں منعقد ہوئے اور کچھ لندن مسلم ایسوسی ایشن کے زیر اہتمام +

لندن مسلم ایسوسی ایشن کی سرپرستی میں ہمارے فاضل لیکچرار حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مسلم مشنری نے لیکچر دیئے جو زیادہ تر مذہبی رنگ رکھتے تھے۔ اور اگر دوران مضمون میں کسی دنیوی پہلو پر بھی روشنی ڈالنی ضروری ہوتی تھی۔ تو اس کا بھی آپ ضمنی طور پر تذکرہ فرما دیتے تھے۔ ان پندرھویں دن کے لیکچراروں میں بھی سامعین کی تعداد روز افزوں ترقی پر ہے۔ جو اس عامہ بیداری کا بین ثبوت ہے جو فہیم اور سنجیدہ طبقہ کو روحانیت میں پیدا ہو چکی ہے۔ جو اس بات کو سمجھنے لگ گئے ہیں کہ مذہب اور اس کا تعلق اس زندگی کے ساتھ بہ نسبت اور باتوں کے بہت گہرا اور پائدار ہے۔ اس کے علاوہ ۲۰ جنوری ۱۹۱۸ء و ۳ فروری ۱۹۱۸ء کو حضرت خواجہ صاحب کے دو اور لیکچر ہوئے جن کے عنوان علی الترتیب "ہم عربی زبان میں کیوں نماز پڑھتے ہیں" اور "اسلام میں عبادت کی روح" ہیں +

پندرھویں دن کے مذہبی لیکچر لندن مسلم سوسائٹی کے زیر اہتمام مسلسل بغیر کسی رکاوٹ کے منعقد ہوتے ہیں۔ چونکہ ہمارے فاضل لیکچرار حضرت خواجہ کمال الدین صاحب لیکچر دینے کیلئے کسی دوسری جگہ مدعو کیے گئے تھے۔ اسلئے مسٹر سید احسان البکری صاحب نے ۹ دسمبر ۱۹۱۷ء کو لندن مسلم ہوس میں "اسلام کی روحانی و علمی فتوحات" پر ایک بسیط شاندار لیکچر دیا۔ جو نہایت دلچسپ تھا۔ قرآن کریم کی آیات کی تفسیر کرنے کے بعد انہوں نے سامعین کی توجہ خصوصیت سے لفظ فتح کی طرف مبذول کی۔ انہوں نے فرمایا۔ کہ لفظ فتح کے فقط اتنے ہی محدود معنے نہیں ہیں۔ کہ آنحضرت صلعم نے صرف ان مشکلات پر جو آپ کے پاک مشن میں آپ کے زمانہ میں سدّراہ تھیں غلبہ پالیا۔ بلکہ اس لفظ فتح میں اس عظیم الشان اخلاقی نصرت کی طرف اشارہ ہے جو حق کو باطل پر۔ نور کو ظلمت پر اور علم کو جہالت پر آپ کے ذریعہ سے عملی رنگ میں نصیب ہوئی۔ اور ان شاندار کامیابیوں کے اندر

آنحضرت صلعم کے مقدس مشن نے عروج پکڑا۔ جو آج بھی اسلام کیلئے جو انسانیت کا فطری مذہب ہے بطور بنیاد کے ہیں۔ اس لیکچر نے حاضرین جلسہ پر اچھا اثر ڈالا ✦ چونکہ حضرت خواجہ کمال الدین صاحب پیشتر ہی سے سپرچولسٹ سرکل کلفام کی طرف سے مدعو کئے گئے تھے۔ اسلئے وہ اس موقعہ پر تشریف نہ لا سکے۔ اور یہ دوسری بار تھی۔ کہ سوسائٹی مذکورہ نے حضرت خواجہ صاحب کو مدعو کیا۔ اس سوسائٹی میں آپ کا لیکچر نہایت کامیابی سے ہوا۔ جسمیں آپنے سپرچولزم اور اسلام کے باہمی تعلقات پر نہایت وضاحت سے روشنی ڈالی۔ حاضرین میں بعض ایسے بھی اصحاب تھے جو اسلام کے حسن و جمال سے بالکل ناآشنا تھے۔ اور اس بانی مذہب کی اعلیٰ درجہ کی غیر عصبیت کا انکشاف اُن کے لئے بہت حد تک تسکین و تشفی کا باعث ہوا۔ یہ بھی خوشی کا مقام ہے کہ حضرت خواجہ صاحب کے تمام وہ لیکچر جو اُنھوں نے مقام مذکورہ پر دئیے ہیں ایک کتاب کی صورت میں الگ جمع کئے گئے ہیں۔ جو مذہب اور سائنس میں اتحاد کے نام سے موسوم کی گئی ہے۔ اور جس کا ترجمہ انشاء اللہ تعالیٰ اشاعت اسلام کے آیندہ نمبروں میں وقتاً فوقتاً دیا جائیگا۔ اور اس کے علاوہ ایک دوسری کتاب بھی سلسلۂ ارتقاء انسانی کے نام سے علیحدہ شائع ہوگی۔ جس میں حضرت خواجہ صاحب کے لیکچر جو اس موضوع پر آپنے دئیے تھے جمع کر دئیے گئے ہیں۔ اس کا ترجمہ بھی ناظرین کرام تک وقتاً فوقتاً پہنچتا رہیگا ✦

مسلم لٹریری سوسائٹی کا ۲۰ دسمبر ۱۹۱۷ء کو ششماہی اجلاس منعقد ہوا جسمیں آیندہ کے لئے نئی کمیٹی اور عہدیدار منتخب کئے گئے۔ اگرچہ کمیٹی کے بعض عہدیداران میں کچھ تھوڑے تھوڑے تغیر و تبدل ہوئے پہلے ان کی تعداد دس تک پہنچی تھی۔ اب صرف سات ہی کافی سمجھی گئی تھی۔ یہی خوشی کا مقام ہے کہ مسٹر یوسف علی صاحب اور مسٹر ضیغم بیکلن علی الترتیب پریزیڈنٹ اور سکرٹری منتخب ہوئے۔ اور مرزا ہاشم اصفہانی و مسٹر پکتھال اور حضرت خواجہ کمال الدین صاحب وائیس پریزیڈنٹ چنے گئے۔ سال گذشتہ کی رونق و نصرت کا میابی کا سہرا انہی احباب کے سر پر رکھنا چاہئے۔ کیونکہ انہی لوگوں کے توسّل سے سوسائٹی کے جلسے پُر رونق ہوئے۔ اور سوسائٹی ہذا انکی مرہون احسان ہے۔ اس وثوق کن امید کے ساتھ آیندہ سال سوسائٹی کی طرف سے بہترین

کارناموں اور شاندار خدماتِ اسلام کی توقع کرنا بیجا نہ ہوگا ‌‌+

اِس کے علاوہ ووکنگ میں بھی ہفتہ وار لکچروں کا سلسلہ بدستور قائم ہے۔ اور موسم کی خرابی کے باوجود سوائے ایک اتوار کے ہر ہفتہ لکچر ہوتے رہے۔ جس ہفتہ تک کی خبریں ہم تک پہنچی ہیں اسکی اتوار کو مسٹر خالد شیلڈرک (انگریز نو مسلم) نے لا اکراہ فی الدین پر ایک بسیط اور شاندار لکچر دیا جسمیں اسلام کا دوسرے مذاہب سے مقابلہ کرتے ہوئے ان کے تاریخی واقعات سے ثابت کیا کہ اسلام ہی ان سب کے بالمقابل ایسا مذہب ہے جسمیں جبر کوئی نہیں۔ خود اِس موجودہ زمانہ میں مختلف مذاہب کے اِس اعلیٰ نظم و نسق کے باوجود جبر اب اُن کے ہاں قائم ہے۔ اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے جو اپنی صاف اور مُدلل تعلیم کی وجہ سے ہر ایک دل و دماغ کو نہایت زبردست اپیل کرتا ہے۔ اللہ تعالےٰ مسٹر موصوف اور ان کے دوسرے ساتھیوں کو اسلام کا اِس سے بھی زیادہ والہ و شیدا بنائے۔ اور ثبات و استقامت عطا فرمائے +

فروری مارچ سنہ ۱۹۱۸ء کے لکچروں کی تفصیل حسب ذیل ہے:-

۱۷ فروری سنہ ۱۹۱۸ء۔ خداوند نے کیونکر ہمیں اس سے خطاب کرنا چاہئے جسمیں لفظ باپ پر خصوصیت سے توجہ کی گئی۔

یکم مارچ سنہ ۱۹۱۸ء۔ گناہ کیا ہے +

بلادِ غربیہ میں تبلیغِ اسلام

ریورنڈ البرٹ ڈو کاکس کا اظہارِ اسلام

اشاعتِ اسلام میں فرقہ بندی ایک سنگِ راہ ہے

ابتدائے جنوری میں رائٹ آنریبل سید امیر علی صاحب کی وساطت سے مذکورہ بالا پادری صاحب کا ایک خط ملا جسمیں انہوں نے سید صاحب سے اسلام کی بابت کچھ معلومات بڑھانے کی استدعا کی تھی۔ سید صاحب نے وہ چٹھی بجنسہٖ ووکنگ بھیج دی۔ جس پر ریورنڈ مذکور سے براہِ راست خط و کتابت کی گئی۔ اس سے ریورنڈ مذکور سے متعدد ملاقاتیں لندن مسلم ہوس میں ہوئیں۔ اور وہ جمعہ کے خطبہ میں شامل ہونے کے لئے بھی مدعو کیئے گئے۔ ریورنڈ مذکور امریکہ سے آئے ہیں۔ اور باضابطہ وہاں کے گرجا کے پادری رہ چکے ہیں۔ علاوہ ازیں اُن کی گفتگو سے معلوم ہوتا تھا کہ وہ اچھے تعلیمیافتہ ہیں۔ یہاں یہ ذکر کرنا باعثِ طوالت ہوگا۔ کہ کن مسائل پر گفتگو ہوئی۔ یہ ایک لمبی داستان ہے۔ لیکن جو امر بطور ایک آخری مرحلہ تھا وہ وہی رونا ہے جو کئی دفعہ میں پہلے رو چکا ہوں۔ ریورنڈ مذکور نے کہا۔ کہ جو بات سب سے اوّل اُنہیں عیسائیت سے برگشتہ کر کے کسی نئی صداقت کی تلاش کی محرک ہوئی ہے۔ وہ عدم اخوت اور فرقہ بندی تھی۔ جو عیسائیت میں چاروں طرف نظر آرہی ہے۔ اس مذہب میں ۵۰۰ کے قریب فرقہ ہیں۔ اور ایک فرقہ دوسرے فرقے کو عیسائی نہیں سمجھتا۔ اگر اسلام بھی اسی طرح فرقوں میں منقسم ہے۔ اور ایک فرقہ دوسرے فرقے کو مسلمان نہیں جانتا۔ تو پھر اس کے اصول خواہ کیسے ہی خوبصورت کیوں نہوں عملاً اسمیں اس رُوح کا فقدان ہے جو مذہب کی غرض اوّل ہونی چاہیئے۔ چنانچہ اُنہوں نے شیعہ اور سُنیوں کے دو بڑے فرقوں کی طرف اشارہ کیا۔ اور مجھ سے میری امانت دیانت کا واسطہ دیکر دریافت کیا۔ کہ آیا ان دو فرقوں کے نیچے اور بھی فرقے ہیں یا نہیں۔ اس سوال کے جواب میں جو مجھے درد ہوا وہ ظاہر ہے۔ اس سے اِنکار کرنا تو گویا ایمان فروشی تھی۔ کہ وہ اختلاف اجتہاد جو باعثِ

رحمت تھا۔ اور اس آزادی رائے کا پرورش کنندہ تھا جو انسانیت کی رُوح ہے۔ وہ ہماری تنگدلی اور حقیقت اسلام سے ناآشنائی کے باعث مختلف فرقوں کو وجود میں لے آیا۔ جن کے اصلی اختلاف کو سامنے رکھ کر اُن کو فرقہ ہائے اسلام کہنا صریح غلطی ہے۔ بہرحال میں نے شیعہ سُنی کا اختلاف جو خلافت کے متعلق تھا وہ بیان کیا۔ اور اس سے پُوچھا۔ کہ آیا یہ اختلاف کسی فرقہ بندی کا موجب ہو سکتا ہے خصوصاً جب ان اختلافوں کو سامنے رکھا جائے جو عیسائیت میں ہیں۔ میں نے جو اس چٹھی کے شروع میں سید امیر علی صاحب کا ذکر کیا ہے۔ اس کا باعث یہ ہے۔ کہ ریورنڈ مذکور کا اُن کے ذریعہ سے میرے پاس آنا ہی اُن کی تشفی کا موجب ہو گیا۔ جب ان کو یہ معلوم ہوا۔ کہ سید صاحب شیعہ بھی ہیں اور معتزلہ بھی۔ اور اگر شیعہ سُنی میں ایسا فرق ہوتا جو کفر و اسلام میں فرق ہے تو ایک فاضل اور مجتہد شیعہ بزرگ ایک طالب علم کو ایک سُنی کے پاس نہ بھیجتے۔ یہ ایک عملی ثبوت تھا۔ علاوہ ازیں جمعہ میں میری اقتدا میں دیکھو کہ وہاں نہ صرف سُنی ہی فریضۂ جمعہ ادا کرتے ہیں۔ بلکہ شافعی۔ مالکی اور شیعہ صاحبان بھی۔ بحمد اللہ ریورنڈ مذکور نے اسلام کا اظہار کیا۔ اب میں مسلمان بھائیوں سے عرض کرتا ہوں۔ کہ آیا واقعی اسلام کے مختلف فرقوں میں کوئی اصُولی اختلاف ہے۔ اگر ہے تو خدارا اس آیت پر غور کرو۔ ما انزلنا علیک الکتٰب الا لتبین لھم الذی اختلفو فیہ وھدیً ورحمۃً لقوم یومنون۔ قرآن تو ان اصلی اختلافوں کو مٹانے آیا ہے۔ جو بعثت نبوی پر مختلف مذاہب میں یا مختلف مذاہب کے فرقوں میں موجود تھے۔ کیونکہ مذہب ہر طرح سے اپنی اصلی حالت میں خدا کی طرف سے تھا۔ اب اگر وہ مذہب جو قرآن سے پیدا ہوتا ہے مختلف فرقوں کا متحمل ہو سکتا ہے۔ اور ان فرقوں میں اصُولی اختلاف ہے تو پھر کسی اور قرآن کی ضرورت ہے۔ خدارا اس ایک آیت پر غور کرو۔ ہم نے جو کچھ اختلافوں سے آج تک بھگتا وہ کافی ہے۔ اگر واقعی اختلاف بھی ہوتے تو بات بھی تھی لیکن جب اصُولی اختلاف کوئی ہے نہیں۔ تو پھر کیا مطلب۔ بحمد اللہ وزیر ہند کے ورود ہند کا ایک خوش کن نتیجہ جس نے مجھے ۔۔۔ بالکل پُر مسرت سے بھر دیا۔ وہ علماء کا وہ وفد تھا جس میں شیعہ سُنی اہلحدیث جمع ہو کر وزیر ہند کے سامنے پیش ہوئے۔ کیا یہ وفد کوئی پولیٹیکل چال تھی اور اگر نہیں جیسے کہ میرا ایمان ہے کیونکہ میں ان بزرگوں کو جو اراکین وفد تھے منافق نہیں سمجھتا

تو پھر کیوں یہ امر اور معاملات میں خضر راہ نہیں بنتا +

ایک اور جلیل القدر پادری جو اس ملک کے رہنے والے ہیں۔ اور جن کی ہم سے خط وکتابت ہے۔ اور وہ بالکل اسلام کے قریب آئے ہوئے ہیں۔ ان کا ایک خط اس دسمبر کو مجھے ملا۔ ان کے خط میں سے ذیل کے فقرے اقتباس کرتا ہوں۔ اور مسلمانوں کے نام نہاد فرقوں کے علماء کی خدمت میں عرض کرتا ہوں۔ کہ اس پر غور کریں۔ یاد رکھو عیسائیت یہاں پاش پاش ہو چکی ہے اور اسکی اس تخریب کی ایک بھاری وجہ فرقہ بندی ہے جو اصولاً اسمیں موجود ہے۔ اور جو اسلام میں نہیں لیکن اگر ہماری کم فہمی نے فرقہ بندی پر اصرار کیا۔ تو پھر ذی ہوش اہل مغرب اس لعنت کو جس کا نام فرقہ بندی ہے ایک دفعہ چھوڑ کر دوسری دفعہ اسلام کے ماتحت قبول نہیں کر سکتے۔ وہ لکھتا ہے کہ میری توجہ اسلام کی طرف الجزائر مصر اور فلسطین جا کر پیدا ہوئی۔ اور جو امر میرے لئے موجب کشش تھا وہ یہ ہے کہ میں نے اسلام کو ایک عالمگیر اور متفق مذہب سمجھا ہے۔ جسمیں وہ فرقے نہیں جو عیسائیت میں ہیں۔ لیکن اب میں دیکھتا ہوں کہ ایسا امر نہیں۔ ایرانی مسلم اس طرح سُنیوں سے اختلاف رکھتے ہیں جیسے کیتھولک۔ پراٹسٹنٹ اور میں سُنتا ہوں اور بھی فرقے ہیں وغیرہ وغیرہ +

میں نے آج ہی اس کا مفصل جواب لکھ دیا ہے۔ ساتھ ہی میں نے اپنے رسالہ کا دسمبر ۱۹۱۷ء نمبر بھیج دیا ہے جس میں اس مضمون پر کسی قدر تفصیل سے لکھا ہے۔ ساتھ ہی یہ ارادہ کیا ہے کہ اپنے نومسلم بھائی مسٹر پکتھال سے جو ایک فاضل مستشرق اور ایک مشہور ناول نویس ہیں اس مضمون پر کچھ لکھواؤں جو شاید ان لوگوں کے زیادہ اطمینان کا موجب ہو +

خواجہ کمال الدین از ووکنگ

قوموں کی حیات اور وفات

زندگی اور موت کے قانون کائنات کے ہر ایک حصہ میں کام کر رہے ہیں۔ نہ نام ونشان کے مٹ جانے کا نام موت ہے۔ اور نہ نیستی سے ہستی میں آنے کا نام زندگی ہے۔ بلکہ ان کا مفہوم ترقی اور تنزل ہے۔ دیگر اشیا کی طرح قوموں کے عروج اور زوال کے بھی سبب ہوتے ہیں۔ اور تواریخ کے پڑھنے والے ان سے خوب واقف ہوتے ہیں۔ لیکن خدا کی آخری کتاب یعنی القرآن نے بھی اس مضمون پر خوب روشنی ڈالی ہے صرف ایک ایسا جامع لفظ استعمال کر دیا ہے۔ کہ اہلِ تدبر اس میں سے ہزارہا نقطے نکال سکتے ہیں +

قرآن کریم نے سورۃ الملک کی پہلی آیات میں اس ضروری مضمون پر بحث کی ہے۔ فرمایا "تبارك الذى بيده الملك وهو على كل شئ قدير۔ الذى خلق الموت والحيوة ليبلوا تيكم احسن عملاً" (ترجمہ۔ بابرکت ہے وہ جس کے ہاتھ میں دنیا جہان کی سلطنت ہے۔ اور وہ ہر چیز پر قادر ہے جس نے موت اور زندگی کو پیدا کیا تاکہ تم لوگوں کو آزمائے کہ تم میں کون اچھے عمل کرتا ہے) اور پھر سورہ یونس کی چودھویں آیت میں مسلمانوں کو یوں خطاب فرمایا:۔

"ثم جعلنكم خلئف فى الارض من بعدهم لننظر كيف تعملون" (ترجمہ۔ اور ہم نے تم کو جانشین بنایا۔ تاکہ ملاحظہ فرمائیں کہ تم کیسے عمل کرتے ہو) اور جب حضرت موسیٰ بنی اسرائیل کو ارض موعود کی طرف لیجا رہے تھے تو اُن کو فرمایا "عسى ربكم ان يهلك عدوكم ويستخلفكم فى الارض فينظر كيف تعملون (شاید کہ تمہارا پروردگار تمہارے دشمن کو ہلاک کر دے۔ اور تم کو ملک میں جانشین بنائے پھر دیکھے کہ تم کیسے عمل کرتے ہو) +

پس معلوم ہوا کہ یہودیوں کو ارضِ مقدس کی بادشاہت اس وقت مل سکتی تھی جبکہ ان کے اعمال صالح ہوں۔ وہ قومیں جو گناہ اور بد اخلاقیوں میں مبتلا ہو جاتی ہیں خدا ان کو صفحہ ہستی سے مٹا دیتا ہے۔ اور ان کی جگہ دوسری قومیں پیدا کر دیتا ہے۔ تاکہ وہ اپنی نیکیوں سے خلق خدا

کو نفع پہنچائیں۔ اور وہ اس وقت تک زندہ رہ سکتی ہیں جب تک ان کے وجود سے نسل انسانی کو نقصان کی نسبت فائدہ زیادہ ہوتا ہے۔ لیکن جونہی کہ وہ راہِ حق سے مُنہ موڑ کر اپنی زندگی اور کوششوں کو عیش پرستی میں مصروف کر دیتے ہیں اس وقت سے ان کی طاقت اور حکومت میں زوال آنا شروع ہو جاتا ہے۔ اور وہ خود دوسروں کے محکوم بن جاتے ہیں۔ حق اور صداقت کی فتحمندی جنگی طاقت یا زبردستی سے نہیں ہُوا کرتی۔ اسکی طاقت اور ثروت کا سارا راز اسکے اعلےٰ اخلاق اور خدمت مخلوق ہے۔ رعیّت کے معاملات اور حقوق کی حفاظت کرنا ہی ایک ایک فاتح قوم کا فرض منصبی ہے۔ ایک نابالغ کا ولی اس واسطے مقرر کیا جاتا ہے۔ کیونکہ وہ خود اپنے معاملات اور اپنی بہتری کو ٹھیک نہیں سمجھتا۔ اور اس واسطے نہیں کہ وہ ولی اور محافظ اس کے روپے سے خود گلچھرے اُڑائیں اور اسکی جائداد کو تباہ کر دیں۔ اور ولایت اس وقت ختم ہو جانی چاہیئے جبکہ نابالغ کے حقوق کی حفاظت اور بہتری کی طرف توجہ نہ کی جاتی ہو۔ لیکن بدقسمتی سے اہلِ طاقت و حکومت اپنے فرائض کو فراموش کر دیتے ہیں۔ کامیابی اور دولتمندی کی نعمت کے آتے ہی عیش اور آرام طلبی کی لعنت بھی آموجود ہوتی ہے۔ اور اخلاق گرنے شروع ہو جاتے ہیں۔ چالاکی اور عیّاری قابلیّت اور دیانتداری پر غلبہ پانے لگتی ہے۔ اور حکومت کی مضبوطی اور طوالت کیلئے رعیّت کو بد اخلاق اور کمزور کرنا بڑی اعلےٰ تدبیر سمجھی جاتی ہے۔ وہ اس راز ترقی کو پسِ پُشت ڈال دیتے ہیں۔ کہ حکومت در اصل ایک امتحان ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ مشیت ایزدی میں ایک قوم کو دوسری قوموں پر حاکم بنانے کا مقصد یہی ہے کہ معلوم ہو جائے کہ لوگوں میں سب سے اعلےٰ عمل کرنے والے کون لوگ ہیں:۔

قرآن نے واقعی لقاء بہترین کا اصُول باندھا ہے۔ لیکن ان ناقص معنوں میں نہیں جنمیں عام طور پر اسکو بولا جاتا ہے بلکہ قرآن کی اصطلاح میں سب سے بہتر وہ لوگ یا قومیں ہیں جن کے اعمال سب سے بہتر اور جو سب سے زیادہ خلق خدا کے محسن ہوں +

سیّد عرفان علی

خریداران رسالہ ہذا کی خدمت میں التماس ہے کہ خط و کتابت کرنے وقت جبٹ کا نمبر ضرور لکھا کریں + مینجر

خیالاتِ موت اور موسم سرما

تفکر اور غور کا حکم نہ صرف ایکدفعہ بلکہ بار بار قرآن کریم میں دوہرایا گیا ہے۔ اور کیا یہ بات بالکل سچ نہیں کہ انسان جو نسیان کا پُتلا ہے اس کو ضرورت تھی کہ دُنیاوی مشاغل سے بیدار کرنے کیلئے بار بار اسکو بُلایا جائے۔ اگر ایک انسان اپنی رُوح کو دُنیاوی اُمور کے پھندوں سے نجات دلانا اور عالم بالا میں پرواز کرانا چاہتا ہے۔ تو اُسکے لئے ازحد ضروری ہے کہ وہ اپنے انجام اور زندگی اُخروی پر غور و تفکر کرے۔ لیکن افسوس کہ ہم قدرتی طور پر موت کے خیالات کو اپنے پاس تک جھٹکنے نہیں دیتے اور بخوشی تمام اپنے آپ کو ان مشاغل اور دُنیوی حظوں کے سپُرد کر دیتے ہیں جو کم از کم ایک وقت کیلئے اِسبات کی طرف ہماری توجہ مبذول نہیں ہونے دیتے جو گوشت و پوست کو ناپسندیدہ اور بُری لگتی ہے لیکن ایک مسلم کا نقطہ خیال یہ نہیں یا ایسا نہیں ہونا چاہیئے۔ وہ موت کو ملنے کیلئے صرف فرمان کا منتظر ہے اور وہ ہرگز موت سے خائف نہیں ہوتا۔ موت سے اس قدر نڈر رہونا کچھ تو اِکتساب کی وجہ سے ہے۔ اور کچھ بوجہ مذہبی یقین کے۔ جب وہ اس دُنیوی زندگی کی بے ثباتی اور موت کے قُرب پر غور کرتا ہے۔ تو اپنے فوائد کی چیزیں یعنی اعمال حسنہ حتےٰ الوسع جمع کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ ایک سمجھدار اور سوچنے والے دل کے لئے موسم سرما کو موت سے بہت مشابہت ہے۔ قدرت کی تمام رنگ و بُو اور دِلفریبیاں جن سے موسم بہار ہیں وہ مُزیّن تھی، وہ سال کے اس حصہ میں چھین لیگئیں ہیں۔ کھیت اور باغات بالکل بے رونق پڑے ہیں۔ درختوں کے پتے جھڑ جانے کی وجہ سے اُن کی ساری خوبصورتی اور عظمت جاتی رہی ہے۔ اور اُن کی ٹنڈ مُنڈ ٹہنیاں مشرقی ہواؤں کے سرد جھونکوں کے آگے ایک عجیب بیکسی سے سرنگوں ہیں۔ پہاڑیوں کی گھاس سُوکھ کر زرد ہو چکی ہے۔ جنگلی خوشبودار پھولوں کا دَور دَورہ ختم ہو گیا ہے۔ اور یہ دلچسپ نظارہ ہماری اس حالت کے عین مشابہ ہے جو کہ بہار جوانی کے ڈھلنے اور عالم پیری کے آجانے کے بعد ہم پر وارد ہوتی ہے +

* بہار اور موسم گرما یعنی عالم شباب کی تمام دلفریبیاں نہاں ہو جاتی ہیں ضعف اور کمزوری اور تفکرات کے باعث جوانی کی خوشیاں اب لذت نہیں دیتیں +

اور اس مشابہت کو ذرا زیادہ طویل کر کے ہم کہہ سکتے ہیں کہ موسم سرما میں عین اس وقت جبکہ ہم اپنے کاروبار میں ہمہ تن مصروف ہوں۔ رات کی سیاہی بڑی آہستگی سے پھیلجاتی ہے۔ اور ہم کو خبر بھی نہیں ہوتی۔ اسی طرح موت کی سیاہی زندگی کی دھوپ پر بلا خبر غلبہ پالیتی ہے اور ممکن ہے کہ ہم مستقبل کی تدابیر ترقی اور بڑے بڑے عظیم الشان کام شروع کرنیکی تیاری کر رہے ہوں۔ اور یکایک حجاب موت وارد ہو جائے ؎

آگاہ اپنی موت سے کوئی بشر نہیں ۔۔۔ سامان سو برس کے ہیں کل کی خبر نہیں

اس واسطے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ان خیالات کا اختتام ایک دعا پر کیا جائے +

اے ہمارے رب ہمیں توفیق عطا فرما کہ جب ہماری موت آئے تو ہم تیری درگاہ میں قبول ہونے کے قابل ہوں اور فلاح ابدی حاصل کریں۔ آمین

سید اقبال علی شاہ از ایڈنبرگ

معاذ کو نصیحت

جب نبی کریم صلعم نے مجھے یمن کا قاضی بنا کر بھیجا تو آپ مجھے رخصت کرنے باہر تشریف لائے درانحالیکہ میں اونٹ پر سوار تھا۔ اور آپ میرے اونٹ کے پہلو کے ساتھ ساتھ چل رہے تھے آپ نے مجھے چند نصیحتیں فرمائیں اور ان کو ختم کرنے کے بعد فرمایا :-

"اے معاذ تحقیق تم مجھے اِس سال کے بعد نہ پاؤ گے۔ اور میں آپ کی مفارقت کے خیال سے رونے لگ گیا۔ پھر آپ بھی منہ ایک طرف کر کے رو دیئے۔ اور مدینہ کی طرف منہ کر کے فرمایا "جو متقی ہیں وہ مجھ سے سب سے زیادہ قریب ہیں خواہ وہ کوئی ہو اور کہیں ہو" +

(۲) نبی کریم صلعم ایک چٹائی پر سوئے۔ اور جب آپ اُٹھے تو اسکے نشان آپکے جسم مبارک پر پڑ گئے تھے میں نے کہا "یا رسول اللہ اگر مجھے حکم دیا ہوتا تو میں اپنا کپڑا بچھا دیتا آپ نے فرمایا۔ مجھے دنیا (کے آراموں) سے کیا کام۔ میرا تعلق اس دنیا سے اسی قدر ہے جتنا ایک سوار کا جو ایک درخت کے سایہ تلے ٹھیرتا ہے پھر چل دیتا ہے"۔

نیّات

(۱) اعمال نیت سے جانچے جاویں گے۔

(۲) کوئی آدمی حقیقی طور پر صادق نہیں کہلا سکتا۔ جب تک کہ وہ اپنے قول فعل اور خیال میں یکتا نہ ہو۔

(۳) صادق وہ ہے جو اپنے بھائی کی حفاظت اسکی غیر حاضری اور حاضری دونوں وقتوں میں کرے۔

(۴) میرے رب نے مجھے نو چیزوں کا حکم دیا ہے (۱) خدا کی عظمت ظاہری اور باطنی دونوں طریقوں سے کرنا (۲) کشائیش اور تنگی دونوں وقتوں میں سچ اور ادب سے کلام کرنا (۳) دولتمندی اور مفلسی دونوں حالتوں میں میانہ روی اختیار کرنا (۴) اپنے رشتہ داروں اور نزدیکیوں کو نفع پہنچانا خواہ وہ مجھے نفع پہنچائیں یا نہ (۵) خیرات اسکو دینا جو میری عظمت اور بزرگی کا انکار کرے (۶) جو مجھے تکلیف دے اس کو معاف کرنا (۷) میرا چپ رہنا خدا کا عرفان حاصل کرنا ہے (۸) کہ جب میں کلام کروں تو خدا کی (بزرگی) بیان کروں (۹) کہ جب میں خلقِ خدا پر نگاہ ڈالوں تو ان کیلئے نمونہ بنوں اور خدا نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں حلال اور جائز امور کی تلقین کروں +

پہاڑی والا وعظ

ایک عملی حقیقت

بد قسمتی سے پہاڑی والے وعظ کو دنیا کے ہر ایک طبقے نے ایک بلند مگر خیالی تعلیم تسلیم کر لیا ہے لیکن دراصل یہ ایک قابل عمل حقیقت ہے۔ میں اقرار کرتا ہوں کہ معترضین کو قائل کرنے کے لئے اسبات پر بہت زور دیا گیا ہے کہ جناب مسیح نے جو احکام زیتون کی پہاڑی سے فرمائے وہ تو صرف ایک اعلیٰ درجہ کا تصوّر ہے جس کو مدنظر رکھنا چاہئے۔ اور ان کو ہماری عملی زندگی سے کوئی تعلق نہیں خود کلیسیا کے منبروں سے یہ صدائیں آنے لگ گئی ہیں کہ وہ قابل عمل نہیں ہمارے زمانے کے جدید واقعات نے دُنیا کی آنکھیں کھول دی ہیں کہ تمام مذہبی اور اخلاقی اصُولوں کی قدر وہ بذات خود معلوم کر لیں +

زبانی بحثوں اور نا قابل عمل اصُولوں پر ایمان لانا ایّام امن میں بہ نسبت ایّام جنگ و مصائب کے زیادہ آسان ہے۔ دُنیا کی تاریخ میں ایسے نازک اوقات اکثر دفعہ خیالات کی اصلیت کو ظاہر کر دینے کا ذریعہ ہُوئے ہیں ؛

جب ایک ایسے دشمن سے مقابلہ آ پڑے جو ظلم و تُندی میں حد سے بڑھ جائے اور حفاظت خود اختیاری کیلئے انتقام اور قصاص کی ضرورت محسُوس ہو تو ایسے اوقات میں انسان کو اِن باتوں اور تدبیروں پر تعجب نہیں آتا جن کا ایّام صلح و امن میں عیسائی ممالک میں دہرایا جانا بالکل عجیب سمجھا جاتا تھا۔ لارڈ راتھر میر صاحب وزیر محکمۂ پرواز نے گریس ان نیچرس ڈنر پر ۱۴ دسمبر ۱۹۱۷ء میں ہوائی جنگ کی تدابیر کی تعریف کرتے ہوئے اپنی سپیچ کے دوران میں کہا "میرے صلاحکاروں نے مجھ سے التجا کی ہے کہ میں اپنی تدابیر پرواز کو ٹھیک ٹھیک بیان کروں بہت باتیں بتانے سے تو دشمن اَور بھی دلیر ہو جاتا ہے۔ اور اپنے ہموطن آزردہ خاطر ہوتے ہیں اِسمعاملہ میں سب سے پہلا اور اہم سوال انتقام لینے کا ہے۔ محکمۂ پرواز کے سب پیرو کار بدلہ لینے کیلئے دل و جان سے تیار ہیں (چیئرز)۔ یہ ہمارا فرضِ اولین ہے کہ ہم ضعیف عورتوں اور معصوم بچوں کا بدلہ لیں۔ جبکہ دشمن نے یہ ظالمانہ رویّہ اختیار کیا ہے تو ہمارے لئے بھی یہی قانون ہونا

چاہئے کہ آنکھ کے بدلے آنکھ اور دانت کے بدلے دانت اور ہم سے جہانتک ہو سکے گا ہم خاطر خواہ اور کامل انتقام لینے کی کوشش کرینگے (چیمبرز)"

اِس میں تو کلام ہی نہیں کہ جو کچھ وزیر صاحب محکمہ میروا نے فرمایا اسکو ایک قومی آواز سمجھنا چاہئے۔ خود کلیسیا نے اسکی تائید کی ہے۔ اور حق بھی یہی ہے۔ کہ اسکی صداقت سے کوئی اِنکار نہیں کر سکتا۔ لیکن معترضین کی تسلی کس طرح ہو۔ کیونکہ اگر لارڈ راتھرمیئر مع لندن اور چیمسفورڈ کے لبشپ صاحبان و دیگر عمائدین کلیسیائے مسیحی کو مذہب مسیح کے سچے اشاعت کنندگان اور واعظ سمجھا جائے۔ تو انجیل کی مندرجہ ذیل آیت بالکل بےمعنی ہو جاتی ہے۔ اور نیز جو کچھ ایمان یہ اصحاب اس جنگ سے پہلے رکھتے تھے اسکو ان کے آجکل کے مذہب سے کوئی مطابقت نہیں۔ جناب مسیح فرماتے ہیں" تم نے سُنا ہے کہ آنکھ کے بدلے آنکھ اور دانت کے بدلے دانت کہا جاتا ہے۔ لیکن میں تم سے کہتا ہوں کہ بدی کا مقابلہ نہ کرو۔ اور اگر جناب مسیح کا یہ قانون ایک سچا اصول ہے کہ جو کوئی تیرے دائیں گال پر طمانچہ مارے تو اسکو بائیں بھی پیش کر دے"۔ تو کیا لارڈ راتھرمیئر اپنے آقا و نبی کی ہتک اور مخالفت نہیں کر رہے۔ جب کہ وہ یہ کہتے ہیں کہ ہم نے اب اسبات کا مصمم ارادہ کر لیا ہے کہ جو جو مظالم اور دست درازیاں ہمارے ملک کے رہنیوالے باشندوں پر روا سمجھی جائینگی اُن کا جواب ترکی بہ ترکی دیا جائیگا۔ اور اُن کی سول آبادی سے بھی اسی طرح سلوک کیا جائیگا"۔

یہ سب مشکلات صرف اِس وجہ سے پیش آئی ہیں۔ کہ جناب مسیح کو تمام دُنیا کیلئے مُصلح مانا جاتا ہے۔ اور ان کے کلام و احکام کو ہر زمانے اور ہر خطۂ زمین کے موزونِ حال سمجھا جاتا ہے۔ اگر مسیح کی پوزیشن ایک عالمگیر مصلح کی سمجھی جائے تو مجبوراً ہم کو کہنا پڑتا ہے کہ وہ ایک تصور میں مایوس کُن خواب بین تھے۔ لیکن اگر ان کو ان کے حقیقی مقام پر بٹھایا جائے یعنی انکو بحیثیت ایک وقتی اصلاح کنندہ اور ایک گری ہوئی قوم کو راہ راست پر لانے والا مانا جائے۔ تو جناب مسیح کا ہر ایک لفظ اکسیر اعظم بن سکتا ہے۔ اور وہ تعلیم جس کو ان کے دوست و دشمن دونوں ناقابل عمل خیال کرتے ہیں۔ وہی منبع فیوض کثیر ہو سکتی ہے۔ انتقام اور عفو ہر ایک اپنے موقعہ پر کام دیتا ہے۔ اور اخلاقی صحت و اصلاح انسانی کیلئے اِن دونوں کا وجود لابد ہے۔ اور جب جناب مسیح

نے بدی کا مقابلہ نہ کرنے کی تعلیم دی۔ تو اُن کی مدِّ نظر اور مخاطب ایک ایسی قوم تھی جن میں رحم دکھلانے
یا انتقام لینے کی طاقت ہی نہ تھی۔ انتقام اور سزا واقعی جرائم کو روک دیتے ہیں۔ اور معافی اور
عفو سے بھی بعض اوقات بدی کی اصلاح ہو جاتی ہے۔ لیکن ان دونوں صفات یعنی عفو اور انتقام
پر صرف وہی لوگ عمل پیرا ہو سکتے ہیں جو صاحب طاقت او اقتدار ہوں۔ کمزور اقوام اور نحیف الجثہ
انسان جو خود دوسروں کے محکوم اور دست نگر ہوں وہ تو ان دونوں میں سے کسی پر بھی عمل نہیں
کر سکتے۔ وہ نہ تو کسی پر رحم کر سکتے ہیں کیونکہ جب ان کے ماتحت ہی کوئی نہیں تو وہ رحم کس پر
کرینگے۔ اور نہ ہی وہ انتقام لے سکتے ہیں۔ کیونکہ ان میں اتنی طاقت وجرات کہاں کہ
اپنے افسروں سے انتقام کا خیال بھی دل میں لا سکیں۔ اور فرض محال ایسا کوئی خیال ان کے
دل میں گذرے بھی تو اس کا نتیجہ یہی ہوگا کہ ان پر ظلم اور ستم اور زیادہ کر دیئے جائیں گے۔
اور ایسی اقوام کے لئے تو بہتر ین اصول یہی ہے کہ ظلم اور بدی کے آگے سر نہ مارے۔ اگر وہ
ایک گال پر تھپڑ کھا کر دوسری پیش کر دینگے۔ تو اغلب ہے کہ ان کے فرمانرواؤں اور
آقاؤں کے دل میں کوئی رحم آجائے۔ اور اگر ایک ذلیل اور مغلوب انسان لیت ولعل کرے
تو اس سے حاکم کے دل میں غصہ کی آگ اور بھی بھڑک اُٹھتی ہے۔ لیکن اگر بھیگی بلی کیطرح
سرِ تسلیم خم کر دے تو افسر کا دل موم ہو جاتا ہے۔ اور اغلب ہے کہ وہ اپنے ظلم کو ترک کر کے اس
پر ترس کھائے۔ ذرا ایک ایسی قوم کی حالت کا نقشہ اپنے ذہن میں جماؤ۔ جس کے حاکم ان کو از حد
حقیر اور ذلیل خیال کرتے ہیں۔ اور جن کے پاس اس غیر مناسب حقارت اور نفرت کا بدلہ لینے
کے لئے کوئی سامان یا ذرائع نہوں۔ تو کیا ایسی قوم کیلئے جناب مسیح کے کلمات اکسیر کا کام نہ دینگے
حضرت عیسیٰ ایک یہودی تھے۔ اور اپنی قوم کے سچے خادم تھے (سید القوم خادمہم) انکا کام صرف بنی اسرائیل
(ابن یعقوب) کی اصلاح تھی۔ وہ اللہ کے نبی اور بڑے دور اندیش انسان تھے۔ جو جو مصائب
اور تکالیف آپ کی قوم پر آنیوالے تھے ان کا ٹھیک اندازہ آپنے لگایا۔ اور یہ نتیجہ نکالا کہ اگر
یہودی قوم کے یہی چال رہے تو عنقریب ان کی ساری قوم کا نام ونشان صفحۂ ہستی سے
مٹ جاویگا۔ اور اسی وجہ سے ان کو ایک ایسی تعلیم دی جو ان کے حسب حال تھی۔ یورپ کے
یہودیوں کی پُرانی تاریخ پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ اُن کو ہر طرح کے عذاب اور دکھ دیئے

دیگئیں اور کہیں بھی ان کو ترقی کا موقع ہی نہ دیا جاتا تھا عیسائی فرمانرواؤں نے بھی ان پر ظلم کرنے میں کوئی دقیقہ اُٹھا نہ رکھا لیکن آج یہی مظلوم قوم یورپ کی گورنمنٹوں پر ایک بڑا گہرا اثر رکھتی ہے۔ اور مغربی اقوام کی مالی تدابیر کو جس طرح چاہے بدل سکتی ہے۔ اگر انہوں نے آنکھ کے بدلے آنکھ اور دانت کے بدلے دانت والی تعلیم پر عمل کیا ہوتا تو دُنیا کی اور بہت سی قوموں کی طرح ان کا بھی آج پتہ نہ ملتا لیکن ظلم کے آگے سر جھکانے اور تعدی کی مخالفت نہ کرنے سے انہی کے ظالم حاکموں اور فرمانرواؤں کے دلوں میں ان کیلئے رحم ہمدردی اور ترس پیدا ہو گیا اور اُن کے دشمنوں ہی میں ان کے حامی اور مددگار پیدا ہو گئے۔ دُنیا کی ایک اور قوم کی تاریخ بھی بالکل اُن کے مشابہ ہے میرا مطلب ہندوستان کی قوم اہل ہنود سے ہے۔ قدیم زمانے کی شامی۔ مصری۔ ایرانی اور بابلونی طاقتور اور ذی شان اقوام کا پتہ سوا تاریخ کے صفحوں کے اور کہیں نہیں ملتا لیکن اہل ہنود نے باوجودیکہ اُن کو بڑی بڑی تکالیف کا سامنا کرنا پڑا اور بڑی بڑی مصیبتیں اور مظالم جھیلنے پڑے لیکن تاہم آج تک ان کی ہستی موجود ہے سمجھ میں نہیں آتا کہ کس طرح یہ قوم آج تک زندہ رہی باوجودیکہ نسلاً بعد نسلاً غیر اقوام نے ان پر حملے کئے اور صدیوں تک ان کو اپنا مطیع اور محکوم رکھا ان کی زندگی اور زیست کا راز صرف یہی تھا کہ انہوں نے جور و جبر کا جواب خاموشی اور رضا سے دیا۔ ظلم کے آگے سر نگوں کیا۔ اور بلا چون وچرا ہر طرح کی سختیاں جھیلا کئے۔ جناب مسیح خدا کے ایک رسُول تھے۔ اور یہ خیال کرنا کہ انہوں نے ہم کو ایسے اصُول بتائے جو قابل عمل نہیں ہو سکتے ان کو مرتبہ مصلحت سے ایک مجنُون خواب بین کی حیثیت میں گراتا ہے ایک معمولی اخلاقی مصلح کی بابت تو یہ خیال کیا جا سکتا ہے لیکن ایک رسُول کی بابت جو کہ خدائے علیم سے الہام پاکر لوگوں کو سُنائے اسکی بابت یہ خیال کرنا کہ کس طرح جائز ہے کہ ان کی تعلیم نا قابل عمل ہونا تو درکنار ایسی ضرر رساں ہے۔ کہ اگر اس پر عام لوگ عمل کرنا شروع کریں تو انتظام دنیا ہی میں گڑبڑ مچ جائے مسیح کو اسکے حقیقی مرتبہ پر بٹھاؤ۔ اسکو ایک خاص قوم کا مصلح مانو اس کے احکام کو خاص حالات اور اوقات کے ماتحت خیال کرو تو ان کا ہر ایک لفظ اور حکم حکمت کا خزانہ صلاح کی کنجی اور زندگی کا اصُول ہو سکتا ہے لیکن اگر آپ اُسکو

حیثیت ایک ایسے مصلح کی پیش کرینگے جس کا روئے سخن تمام دنیا کی طرف ہو جس کے احکام دنیا کے ہر طبقے اور ہر زمانے کے لئے موزوں حال ہوں آپ ایک ایسا ناممکن خواب بین کے سوا اور کیا ثابت کر سکتے ہیں۔ مسیح نے جو پہاڑی پر وعظ سنایا اس کا مقصد حقیقی اپنی قوم کو رحم کی تعلیم دینا نہ تھا بلکہ ایک ایسے رویہ زندگی کی تعلیم دینا تھا جس سے دوسروں کے دلوں میں رحم اور ترس پیدا ہو جائے اور ان کی قوم پر جو مظالم ہوتے تھے ان میں تخفیف ہو جائے +

خواجہ کمال الدین

محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) آیت اللہ

از جناب شیخ مشیر حسین صاحب قدوائی بیرسٹرایٹ لاء

خدا نگویمش از ترس حق مگر بخدا ۔۔۔ خدا نماست وجودش برائے عالمیان ...

تاریخ انسانی کے مختلف مدارج ہوئے ہیں۔ مثلاً شروع شروع کا زمانہ جاہلیت اور بعد کا زمانہ ترقی و تجلی۔ ان ہر دو وقتوں میں جہاں تک ہمارا علم کام کرتا ہے ہمیں ایک نہ ایک شکل میں ایک معبود کا پتہ چلتا ہے۔ انسان نے کسی نہ کسی طاقت اور ہستی کے سامنے جو اس سے ارفع و بالا ہے ہمیشہ سر جھکایا ہے۔ اور خوف یا شکر گذاری دونوں میں سے ایک کی وجہ سے وہ اس کا پرستار رہا ہے۔ عبادت کا پہلا محرک وہ خوف اور بیم تھا جو معبود کی بابت پرستار کے قلب پر جاگزین ہوا۔ ہر ایک عظیم الشان اور قوی چیز کا وجود اس قسم کی عبادت گذاری کے لئے کافی تھا یہی حجر شجر اور نجم پرستی کا موجب ہوا جن کے مظہر مختلف دیوی دیوتا سمجھے گئے۔ اوہام پرستی کا بہترین مجموعہ شاید قوم مذہب ہنود ہے۔ ان کا عقیدہ تھا کہ کائنات کے تمام عناصر مادی یا غیر مادی سب کسی نہ کسی دیوی یا دیوتا کے مظہر ہیں۔ بہر انصاف یہ کہہ دینا بھی ضروری معلوم ہوتا ہے کہ برخلاف زمانہ موجودہ کی عیسائیت کے جس میں صرف دیوتا کے وجود کو تسلیم کیا جاتا ہے۔ اہل ہنود کی دیویاں بھی تھیں۔ موسیقی کی دیوی علیحدہ تھی۔ اور حسن ظاہری کی علیحدہ کسی کا نشان آتش تھی اور کسی کا آب۔ غرضیکہ ہر چیز کے لئے ایک علیحدہ معبود مقرر تھا۔ پھر جب ہندو رشیوں نے اس کثرت پرستی کی اصلاح کی تو ان کے مذہب کی حالت بجنسہ

ایسی ہوگئی جیسی کہ آج کل عیسائیت کی ہے۔ تو تثلیث کو ایک قسم کی توحید ہی سمجھنے لگ گئے ہیں۔ اہل ہنود بھی تو یہی ماننے تھے کہ کائنات کے مختلف مظاہر اور اشکال دراصل ایک ہی معبود کی مختلف حیثیتیں ہیں جس کا نام برہم یا آدم ہے +

الغرض انسانی فہم کی ابتدائی منازل میں ہر ایک عجیب و عظیم الشان چیز ایک خدا بن گئی۔ کچھ تھوڑا ہی عرصہ گذرا ہے کہ ہندوستان میں جب پہلا انجن دیکھا گیا تو بعض جاہل اہل ہنود نے اُسے بھی کسی دیوی یا دیوتا کا قائمقام سمجھا +

خود یورپ میں ہیلی کا دُمدار ستارہ جو چند سال ہوئے فضائے فلک پر نمودار ہوا تھا کسی آنیوالی مصیبت کا پیش خیمہ سمجھا گیا۔ برخلاف اس کے ایسے اہلِ علم اور اہل فضل بھی گذرے ہیں جنہوں نے یہ ثابت کیا ہے کہ کُل کائنات اپنی مجموعی حالت میں بھی کسی معبود کا مظہر نہیں۔ خوش قسمتی سے ایسے فلسفیوں کی تعداد آج بھی چنداں زیادہ نہیں جن کے نزدیک خدا یا معبود کوئی ہستی ہی نہیں۔ اور ان کا منطق فلسفہ و علم ان کے لئے کچھ نتیجہ خیز ثابت نہیں ہوا۔

معبود حقیقی صرف ایک ہے

بوجہ ان مجرّد کی اور روشن تعلیمات توحید کے جو اسلام میں پائی جاتی ہیں تمام کے تمام علماء و فلاسفران یورپ کثرت پرستی کے اوہام سے آزاد ہوتے جاتے ہیں۔ ہندوؤں کا ایک جدید فرقہ موسُوم بہ برہمو سماج روز افزوں ترقی پر ہے عیسائیوں کے فرقہ یونیٹیرین کی طرح ان کا بھی یہی خیال ہے کہ معبُود پرستی کیلئے توحید کا تعین نہ صرف دُنیا کے بیشتر صحیح خیال طبقے کا ہے۔ بلکہ سائنس جدیدہ کی رُو سے بھی اسی خیال کو ثبات حاصل ہے۔ باقی تمام ایسی تصویریاں جو نظام عالم کو کسی ایسی طاقت کے ماتحت ٹھیراتی ہیں جو بالا و برتر از فطرت انسانی ہو تو اگر اس ہستی کو خدائے واحد نہ مانا جائے تو وہ سب تصویریاں غلط ثابت ہوتی ہیں خواہ اِس نظام کا نام قدرتی قضا و قدر کا عمل برُوئے قوانینِ مقررہ رکھ لیجئے۔ اور خواہ یُوں کہئے کہ اس نظام کے مختلف منازل ایکدوسرے سے فطرتی طور پر وابستہ اور لاحق ہیں۔ یہ گویا دو مختلف تاویلیں ہیں جو زمانہ جدیدہ کے سائنسدان اِستقرار ہستی کے ثبوت میں پیش کرتے ہیں +

مندرجہ بالا بیانات جو مِل جیسے وسیع عالم کے قلم سے نکلے ہیں۔ اس امر کا کافی ثبوت ہیں

کہ سائنس اور فلسفہ دان بھی کسی نہ کسی رنگ میں خدائے واحد کی ہستی کو تسلیم کرتے ہیں۔ ان کے نزدیک انکار توحید صد درجہ مشکل ہے۔ حکیم سپنسر کا قول ہے کہ ثبوت توحید واقعی مشکل ہے لیکن انکار توحید اس سے بھی مشکل تر ہے۔ ان کی ساری بحثوں اور تنقیحوں کا لب لباب یہ ہے۔ کہ پروردگار کی ہستی کے ثبوت میں کسی آیت اللہ کا وجود چاہتے ہیں۔

طلب آیت

ایسے لوگ جن کی طبیعت مذہب سے بہت غیر مانوس واقع ہوئی ہے۔ یا ایسے لوگ جنہیں مذہبی اذکار و مشاغل سے کچھ لگاؤ نہیں وہ بعض دفعہ یہ کہتے ہیں کہ خدا کو اپنا وجود منوانا منظور تھا تو کیوں اُس نے کوئی ایسی بیّن و ظاہر علامت اپنی ہستی کی پیدا نہ کردی جس کے مشاہدے سے دہریہ متشکک بھی قائل ہو جاتا۔ اس دلیل کے خلاف کہ کائنات کا وجود خدا کی ہستی اسکی محبت اسکی عظمت کا ثبوت ہے۔ وہ یہ کہتے ہیں کہ بقائے عالم کے موجب ذرات (Atoms) اور برقی جوہرات (Electrons) ہیں۔ ان کا خیال ہے کہ کائنات کے قیام میں اقتضائے اولے کا حصہ ہی نہیں۔ کیونکہ وہ چیز جو ازلی ہے کسی اقتضائے اولے کی محتاج نہیں۔ اور جہانتک انسانی تجربہ کام دیتا ہے۔ مادہ اور طاقت کی ابتدا کا پتہ مطلق نہیں چلتا۔ لیکن قوتِ حسِ قلبی کے متعلق یہ عذر نہیں کیا جا سکتا۔

یہ دلیل کہ جمہور عالم ہستی باریتعالی کے قائل ہیں ایک صائب الرائے کے اطمینان کا موجب نہیں ہو سکتی اُسے کیا ضرورت ہے کہ ناحق دوسروں کی تقلید کرے۔ اسی طرح بیجان مادہ میں احساس و عقل کا پیدا ہو جانا مسٹر مل کے نزدیک کوئی وزنی یا منطقی دلیل نہیں۔ ہاں کائنات میں اور اس کے نظام میں جو ایک ارادہ اور یکجہتی نظر آتی ہے۔ اور جس کو خدا پرستوں نے وجود باریتعالی کیلئے بطور ایک قوی اور لاجواب دلیل پیش کیا ہے۔ وہ مل کے نزدیک تو وزن رکھتی ہے لیکن مل کے بعد کی نسل کے ماہرین علوم جدیدہ نے اس سے انکار کر دیا ہے۔ ان کے پاس وہی دلائل ہیں جو سب سے اول ڈاروِن نے وضع کئے مثلاً بقائے بہترین یا تاثرات موروثیہ ان تھیوریوں کے ماتحت اشرف المخلوقات یعنی انسان ایک نامعلوم اتفاقات کے ماتحت ایک ذرہ کی حالت سے ترقی کرتا کرتا بن مانس اور بندر بن گیا ہے۔ اور انہوں نے ان اتفاقات

اور قوانین کی تشخیص کرکے اس کا نام لبقائے بہترین" یا "انتخاب قدرت" ہے۔ اور پھر اس بن
اور بندر نے ڈارون اور ہیکل کی شکل اختیار کرلی۔ لیکن یہ خیالات کسی ذی فہم انسان کے لئے کیسے
تسلی بخش ہوسکتے ہیں۔ ان حکما و فلاسفروں کے دلائل بالکل قاطع نہیں۔ آج تک کوئی حکیم
یا فلاسفر یا منطقی ایسا نہیں گذرا جو خدا کا کوئی ایسا قائم مقام پیدا کرسکا ہو جو ایک دہریہ
کو بھی تسکین دے سکے۔ اور یہی دہریت کے تنزل کی ایک زبردست وجہ ہے محض دہریت
آج بھی ایک مضحکہ انگیز خیال ہو گیا ہے۔ اور ایک مسلم دہریہ پر اسی کے ہمخیال ہنستے اور مضحکہ
اُڑاتے ہیں۔ عموماً آج کل کے دہریہ اپنے آپ کو معقول پرست کے نام سے پکارتے ہیں
اور یہ معقول پرستی یا ریشنلزم کوئی نئی بات نہیں۔ اور دراصل اس کا وجود ہی دہریت
کے ضعف پر شاہد ہے۔ اور خدا پرستی سے صرف ایک ہی منزل دور ہے +

ہاں صحیفۂ فطرت میں سے خدا کی ہستی کے دلائل ایک معقول پرست ریشنلسٹ کی
کورگی کو ایسی بینائی نہیں دے سکتے۔ کہ وہ خدا کو دیکھنے لگ جائے۔ یہ گروہ تو خدا کی
ہستی کا ایسا ثبوت چاہتا ہے جیسے ۲ + ۳ = ۵ ہے۔ لیکن یہ لوگ اس امر کو بالکل فراموش کردیتے
ہیں کہ دو اور تین کا حاصل جمع پانچ صرف اس حالت میں ہوتا ہے۔ جب ہم عدد ۲ اور ۳
کو ایک خاص مقدار یا تعداد تسلیم کرلیں +

اقلیدس نے ایک نہایت باقاعدہ اور با اصول علم قائم کیا ہے لیکن اس سارے علم
کی بُنیاد نقطہ و خط کی ایسی تعریفوں پر ہے جن کا تشکل ناممکن ہے۔ اور اگر محض اس بنا پر
کہ یہ دو تعریفیں غیر واضح ہیں نقطہ و خط کو رد کردیا جائے۔ تو سارے کا سارا علم خاک میں ملجاتا

علم اللہ بروے آیت اللہ

یہ تو کسی کی طاقت میں نہیں کہ منکر الوہیت کو انگلی سے پکڑ کر پروردگار کی بارگاہ میں لیجا کر کھڑا
کردے۔ تاکہ وہ بعین مشاہدہ کرکے ہستی باریتعالیٰ کا قائل ہو جائے۔ انسانی وجود محدود ہے
وہ مادی ہے۔ انسانی روح کو بھی وہ اوج لطافت اور کُلی غیر مادیت حاصل نہیں جو اس منبع
روحانیت کو ہے۔ جو حاضر۔ ناظر۔ عالم و قادر ازلی اور ابدی ہے محض دلائل سے تصدیق
الوہیت ممکن نہیں۔ کیونکہ انسان کی طرح اسکی تقریر اور گفتار بھی محدود طریقہ سے ادا

خیالات کو ظاہر کر سکتی ہے بلکہ بعض حالتوں میں اسکی تقریر کا نتیجہ بالکل غیر اطمینان دہ ہوتا ہے
پروردگار بالکل یکتا اور بے مثال ہے اس کا کوئی ثانی نہیں خدائی طاقتوں کی تمثیل دینا بالکل
ناممکن ہے۔ یہ لوور کنار انسان اپنی بعض روحانی حالتوں کا بھی مثلاً حیات بعد الموت کا
کوئی شافی وکافی بیان ادا نہیں کر سکتا۔ اکثر ایسا ہوتا ہے۔ کہ ایک واقعہ بالکل ٹھیک
اور سچا ہے لیکن قانونی بحث میں وہ پایۂ ثبوت تک نہیں پہنچایا جا سکتا۔ قابل وکلا نے بارہا
محض اپنی خوبی بحث کے زور پر ایسے کئی خیالی واقعات کو اپنے دلائل میں شامل کر لیا ہے جن کا
وجود بھی نہ تھا۔ مولا رومی بالکل صحیح فرماتے ہیں ؎

پائے استدلالیاں چوبیں بود   پائے چوبیں سخت بے تمکیں بود

البتہ بعض وجدانی اور روحانی ذرائع ضرور ایسے ہیں جن کی رو سے انسان خدا کی ہستی کا
بہ نسبت اپنی ہستی کے زیادہ قائل ہو سکتا ہے اس حالت میں گویا وہ خدا کو دیکھتا ہے سنتا بھی
ہے۔ اس کا قلب عشق الٰہی سے کچھ ایسا معمور ہو جاتا ہے۔ کہ اس میں کسی اور توجہ یا شغف کی
تاب ہی نہیں رہتی۔ حضرت علیؑ کا قول ہے۔ کہ اگر وہ حجاب ظاہری جو خدا اور اس کے درمیان
حائل ہے ہٹا بھی دیا جائے تو اس کا ایمان کچھ زیادہ نہ بڑھیگا۔ کیونکہ جو ایمان اور حسن عقیدت
اُسے پہلے تھا وہ کچھ کم نہ تھا۔ لیکن یہ روحانی تسکین ہر ایک کا حصہ نہیں۔ اور نہ ہی یہ
غیر معمولی حسن عقیدگی عام طور پر قابل تقلید ہو سکتی ہے۔ کیونکہ اس کا اطلاق عام پر نہیں ہو سکتا

معجزات اور خوارق کافی بیّنات نہیں

زمانۂ اولے میں جب کبھی کوئی رسول یا پیغمبر خدا کی طرف سے آتا تو اپنی بعثت کے ثبوت میں
چند معجزات لایا کرتا تھا لیکن ان معجزات کا اثر چنداں دیرپا یا وسیع نہ ہوتا تھا علاوہ ازیں یہ
معجزات اس پیغمبر کی پیغمبری کا ثبوت تو ہو سکتے تھے۔ لیکن خدا کے وجود کی دلیل پھر بھی نہ تھے۔
اگر کائنات کی بوالعجبیاں ایک متشکک کے اطمینان کا موجب نہیں ہو سکتیں تو پھر معجزات اس پر
کیا اثر کر سکتے ہیں۔ جن کی تہ میں نامعلوم قانون کام کر رہا ہے۔ خود انسان ہی کو لیجئے کیا اس کا
نظام جسم کچھ کم حیرت انگیز ہے ہر ایک انسان کے خط وخال مختلف ہیں۔ کیا یہ بذات خود ایک
معجزہ نہیں۔ اور انسانی خیالات وجذبات سے بڑھ کر اور کیا حیرت افزا بات ہو سکتی ہے۔ اگر

ادراک انسانی خدا کی ہستی کا کسی کو قائل نہیں کر سکتا تو معلوم نہیں ہوتا کہ معجزات اور خوارق کس طرح کر سکتے ہیں۔ علاوہ ازیں کسی ہادی یا نبی کے معجزات صرف اُس کے اپنے زمانے اور قوم کیلئے باعث ہدایت ہو سکتے ہیں۔ یا خود اسکی اپنی فضیلت کا نشان کہے جا سکتے ہیں۔ اور وہ بھی ایک حد تک۔ حضرت مسیح کی بابت یہ کہا جاتا ہے کہ انہوں نے بڑے بڑے معجزات دکھائے لیکن اُن کا حاصل کیا ہُوا کوئی قابلِ تحسین نتائج اُن سے اخذ نہ ہوئے۔ اور بجائے اسکے کہ اس زمانے کے لوگ اُن معجزات کو دیکھ کر خدا کی ہستی پر ایمان لے آتے۔ وہ خود اعجاز کُنندہ سے مُنحرف ہو گئے۔ اس پر طرّہ یہ کہ وہ لوگ جو خدا کی وحدانیت کے پہلے سے قائل تھے (یعنی یہودی) وہی خاص طور پر حضرت عیسیٰ کے مخالفین میں سے تھے اُنہوں نے اسکی کرامات کی کوئی پرواہ کی بلکہ حضرت عیسیٰ کی سخت تکلیف اور تذلیل کا باعث ہوئے۔ حتےٰ کہ اُن کو سُولی پر ٹانگ دیا۔ جنابِ مسیح جو مُردوں کو جِلاتے تھے اپنے آپ کو سُولی کے عذاب سے بچا نہ سکے۔ اور از رُوئے انجیل "ایلی ایلی لما سبقتنی" کہتے ہُوئے رُخصت ہوئے +

اگر پروردگار کو معجزات ہی کے ذرائع سے اپنا وجود منوانا منظور ہوتا تو وہ ہر ایک زمانہ میں ایک خاص نمائندے کو ابدی زندگی عطا کر کے بھیجتا رہتا۔ تاکہ وہ لوگوں کیلئے خدا کی ہستی اور اسکی قُدرت کا ایک زندہ ثبوت ہوتا لیکن یہ امر اقتضائے ایزدی نہیں۔ خود حضرت مسیح جن کی نسبت یہ خیال کیا جاتا ہے۔ کہ وہ حالتِ موت سے لوٹ کر حیات میں آئے۔ وہ بھی کسی عالمِ رُوحانی میں پنہاں ہیں کیوں نہ اسی زمین پر رہے تاکہ آج ہمارے لئے جو ان سے دو ہزار سال بعد ہُوئے ہیں باعث ہدایت ہوتے۔ خصوصاً آج کل اُن کا وجود ایک بہت ہی مشکوک امر ہو گیا ہے۔ اور فضلا کا ایک گروہ اُن کی ہستی سے بالکل اِنکاری ہے معجزات کے غیر ضروری ہونے کا ایک اور باعث یہ بھی ہے کہ انسانی فہم اور اِدراک بھی تو آخر کوئی چیز ہے۔ بلکہ یہ تو خدا کی بہترین داد ہے۔ جو انسان کے حصّہ میں آئی ہے کیوں خدا نے ایسے نشان نہ بھیجے جو عقل انسان میں آ سکیں۔ کیوں کوئی جیتا جاگتا۔ بولتا چلتا پھرتا نشان نہ بھیجا جو اپنی زندگی میں اپنے اعمال اپنے افعال و اقوال سے نہ صرف خدا کے وجود کا مظہر بنے۔ بلکہ اسکی عظمت اور محبت کا سکہ بھی لوگوں کے دلوں پر بٹھا دے۔ اور یہ ثابت کر دے کہ ایمان باللہ

محض روحانی فلاح کا باعث ہی نہیں بلکہ دنیاوی اور مادی ترقی کی راہ دکھانے والا بھی ہے۔ وہ دن گئے جب ایک زلزلہ ایک شہاب یا ثاقب یا اُن سے بھی گئی گذری چیز مثلاً کوئی عجیب الخلقت بچھڑا یا دو سروالی گائے وغیرہ کو نشانِ ربّی سمجھ لیا جاتا تھا۔ اُس کے بعد وہ لوگ آئے جو معجزات کو آیت اللہ مانتے تھے اور آج کل تو معجزات کا بھی کوئی اثر نہیں رہا۔ زمانہ سابقہ کے بہت سے خوارق آج کل معمولی لوگ کر سکتے ہیں۔ حضرت سلیمان کا معجزہ یہ مانا گیا ہے۔ کہ وہ ایک تخت پر بیٹھ اُڑتے پھرتے تھے۔ کیا آجکل کے ہوائی جہاز اور زپیلن کچھ کم ہیں۔ تار برقی ٹیلیفون گراموفون عجیب عجیب قسم کی زود اثر کیمیاوی مرکبات وغیرہ ایسی باتیں ہیں جو آج سے ایک نسل پہلے بہت عجیب معجزے مانے جا سکتے تھے +

بہت عرصہ نہیں ہؤا کہ زنجبار میں ایک ایسی مچھلی پکڑی گئی ہے جس کی پُشت پر الفاظ "شان اللہ" صاف طور پر پڑھے جا سکتے ہیں۔ لیکن اگر کوئی انسان مہرِ تاباں کی ضو میں نُورِ خدا نہ دیکھ سکے تو بھلا ایک بچاری مچھلی کا "شان اللہ" کیا کر سکتا ہے ؎

گر نہ بیند بروز شپرہ چشم　　　چشمۂ آفتاب را چہ گناہ

اور فرضِ محال اگر ہم محض معجزات کی بنا پر کسی ایسی برتر و بزرگ ہستی کو تسلیم بھی کر لیں جس کے قبضۂ قدرت میں خوارق ہوں تو اِس حُسنِ عقیدت سے ہماری زندگی میں کونسا تغیر واقع ہوگا۔ اور خدا کو اس سے کونسا فائدہ ہوگا۔ اگر اس کا اپنا ایک بنایا ہؤا انسان اُس کے وجود کو تسلیم کر لیگا۔ خدا ہمارے ایمان یا کُفر سے غنی ہے۔ اگر اسکی ذات واقعی بلند اور ارفع اور غنی حمید ہے تو ہماری عبادت اور ہماری قربانیوں کی اُس کو کچھ حاجت نہیں۔ اور خدا جو یہ چاہتا ہے کہ ہم مومن بنیں اور ہمارے ایمان کی تقویت کے لئے نشان بھی بھیجتا ہے تو یہ اسلئے کہ اسمیں ہمارا ہی فائدہ ہو۔ ہم ہی یکساں عروج اور ترقی کو حاصل کرتے ہیں۔ اگر ہم ایک کل کسی خاص غرض کیلئے بنائیں تو تاوقتیکہ اس کا جائز استعمال نہ ہو ہم کو چین نہیں آ سکتا۔ پروردگار اپنے نشانات اس واسطے بھیجتا ہے تاکہ ہم اس مقصد کو حاصل کرنے کے قابل ہوں جس کیلئے ہم پیدا کئے گئے ہیں تاکہ ہم اپنے جذبات اور قوے کا جائز استعمال کر کے ان سے مستفید ہوں۔ معجزات ہم کو اُس منزلِ مقصود تک نہیں پہنچاتے جس کے لئے ہم پیدا کئے گئے

ہیں۔ انسان ہی انسان کو سمجھ سکتا ہے۔ اور وہی اس کا بہترین رہنما بن سکتا ہے۔

صرف انسان ہی آیت اللہ بن سکتا ہے

اس ساری بحث کے بعد ہم اس نتیجے پر پہنچتے ہیں۔ کہ اگر منشائے الٰہی میں کسی ایسے عالمگیر۔ پائدار اطمینان دہ اور خاص نشان کو بھیجنا منظور تھا جو اسکی رحمت اور جبروت کا سکہ ہمیشہ کیلئے لوگوں کے دلوں میں بٹھا دے۔ تو وہ نشان سوائے انسان کے اور کوئی نہیں ہو سکتا۔ ایک انسان کی زندگی کو اسکے ہمجنس خوب سمجھ سکتے ہیں۔ ایک انسان ہی اپنے اعمال و افعال سے دوسرے انسانوں پر خدا کی ان صفات کو ظاہر کر سکتا ہے۔ جن کا تعلق و اثر انسان پر بہت ہے صرف ایک انسان ہی کی قدرت میں ہے۔ کہ وہ اپنے وجود سے اسبات کو ثابت کر دے کہ ان بینظیر طاقتوں اور استعدادوں کے ذریعہ سے جو خالق اکبر نے اسمیں ودیعت کی ہیں وہ اپنے درجہ کو اس قدر بڑھا سکتا ہے کہ نیابت الٰہی کا رتبہ حاصل کرے۔ اور یہ کہ پروردگار نے انسان کی ضروریات کی ہر ایک چیز اس دُنیا میں مُہیا کر دی ہے جو مقررہ اور مناسب ذرائع پر عمل کرنے سے باعث نفع عظیم ہو سکتی ہے۔ اور یہ کہ اعمال ہیں ہم کو اس کے نقش قدم پر چلنا چاہئے جس کو خدا نے اپنا نشان بنا کر بھیجا۔ خدا کے اوتار اسکے بیٹے اور اُس کی بیٹیاں کبھی بھی آیات من اللہ نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ یہ تو خدا کی شان اور عظمت کو کم کرتے ہیں۔ اور بجائے لوگوں کو خدا کی طرف رجوع کرانے کے دُوری اور شرک کا باعث ہو جاتے ہیں۔ نیز اس امر کی وجہ معلوم نہیں ہوتی کہ پروردگار کو کونسی ایسی ضرورت تھی۔ کہ وہ اس قسم کے نشان بھیجتا جن سے اس کی اپنی شان پر حرف آتا۔ یا انسان کی شکل اختیار کرتا۔ یا بیٹے اور بیٹیوں کا باپ بنتا اور اگر اسے واقعی اپنی صداقت اور طاقت کا اظہار کرنا منظور تھا تو بجائے اپنی شان کے منافی فعل کرنے کے اُسنے کیوں نہ کسی انسان کو ایسے جسمانی اور رُوحانی کمالات عطا کر دئیے جن سے وہ آیت اللہ ہو جاتا

آیت اللہ کی ضروری صفات

انسانوں میں بھی صرف وہی انسان آیت اللہ ہو سکتا ہے۔ جو سب انسانوں سے اعلیٰ اور ارفع ہو۔ آیت اللہ بننے کیلئے مندرجہ ذیل صفات کا ہونا لازمی معلوم ہوتا ہے۔

(۱) جو انسان آیت اللہ ہو کر آیا ہو وہ اس امر کا اعلان کرے کہ وہ تمام عالم کیلئے اللہ کے وجود

اسکی رحمت اسکی قدرت کو منوانے اور تسلیم کرانے آیا ہے +

(۲) اسکی زندگی کوئی پُر اسرار پہلو اپنے اندر نہ لئے ہوئے ہو۔ اور وہ اپنے بھائیوں کے .... غلط خیالات اُن کے ذہن نشین نہ کرائے بلکہ ان کی عقل اور فراست کو اپیل کرے اور اپنی زندگی ہی میں اپنے عملی نمونہ کے ذریعہ سے لوگوں کو خدا پرست بنانے میں کامیاب ہو جائے +

(۳) اپنی قابلیت اور استعداد سے اپنے آپ کو سب سے بالا اور برتر ثابت کر دے اور دوسروں کے لئے ایک اعلےٰ نمونہ بنے۔ اور آنے والی نسلوں کیلئے ایک ایسی پائدار ہدایت چھوڑے جو مبرّا از نقائص ہو اور ساری دُنیا کے لئے صاف رہبری ہو +

(۴) وہ اس امر کو عملی طور پر واضح کر دے۔ کہ خدا پر ایمان لانے سے اس کے احکام پر عمل کرنے سے انسان نہ صرف روحانی تربیت حاصل کر سکتا بلکہ ہر قسم کے جسمانی دماغی اور اخلاقی مفاد بھی حاصل کر سکتا ہے۔ اور اس کا وجود نہ صرف اپنے لئے بلکہ اس کی قوم اس کے مُلک بلکہ ساری دُنیا کیلئے موجب برکت ہو سکتا ہے +

چار عظیم الشان انسان

دُنیا میں چار ہی ایسے عظیم الشان انسان گذرے ہیں جن کی زندگی نے دُنیا میں بہت حد تک ایک تبدیلی اور اثر پیدا کر دیا۔ مہاتما بُدھ حضرت موسیٰ علیہ السّلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور جناب سرور کائنات محمد مصطفےٰ احمد مجتبےٰ صلے اللہ علیہ وسلم +

مہاتما بُدھ بلاشبہ ایک حیرت انگیز انسان تھا۔ اس نے زندگی کے اعلےٰ ترین مدارج حاصل کیئے۔ نروان یعنی وصال اور عرفان تک پہنچا۔ اسکی تعلیمات نہایت اعلیٰ پایہ کی تھیں۔ اور ایک رنگ میں تو وہ حضرت عیسیٰ سے بھی گوئے سبقت لیگیا تھا۔ یعنی جناب مسیح نے صرف اخلاقی اصُول دُنیا کو بتائے اور مہاتما بُدھ نے ان پر عمل بھی کر کے دکھایا۔ اس نے اپنی سلطنت حکومت خویش و اقارب ان سب کو خیر باد کہا تاکہ اپنی ذوات کو ارفع کرے۔ یہ ایک نہایت زبردست

اور قابل قدر ایثار تھا۔ اس نے بلاشک وشبہ اپنے لئے اعلےٰ مدارج ڈھونڈے اور اُن کو پالیا لیکن وہ تمام دُنیا کے لئے ایک عام نمونہ نہیں ہوسکتا۔ اگر تمام کے تمام انسان اسکی پیروی کرنے لگجائیں تو انسانوں کا وجود ہی صفحۂ ہستی سے مٹ جائیگا۔ اگر بُدھ کی رہبانیت اور تجرد کی زندگی کو جس کے بغیر وہ بھی اپنے مقصد کو نہ پاسکا ہم آج اپنا اصول قرار دے لیں تو چند ہی دنوں میں دنیا کا خاتمہ ہوجائے۔ نروان تو ملے یا نہ ملے۔ مگر اس دُنیا سے ضرور ہاتھ دھو بیٹھیں۔ انسان کا فرض ہے کہ وہ اس دنیا کو بھی بہتر بنائے اور خود بھی بہتر ہونے کی کوشش کرے۔ اگر ہم سب بُدھ کی طرح نروان کی منزل مقصود پر پہنچ جائیں تو اس دُنیا کی بہترین چیز کا وجود معدوم ہوجائیگا۔ یقیناً خدا کی یہ منشا نہ تھی۔ اور ان وجوہات کے ماتحت بُدھ خدا کا کامل نشان نہیں ہوسکتا۔

حضرت موسیٰ واقعی ایک بہتر نشان تھے۔ اور انہوں نے ایک خدا کی پرستش لوگوں کو سکھائی۔ انہوں نے اپنے بندوں کی راہنمائی کیلئے قوانین بنائے۔ اور انہوں نے عملاً اسبات کا ثبوت دیا کہ خدا کی پرستش کر کے انسان اپنی منزل حقیقی تک پہنچ سکتا ہے۔ لیکن حضرت موسیٰ کی تبلیغ کا دائرہ بہت ہی محدود تھا۔ وہ صرف ایک ہی قوم کا پیغمبر بن کر آئے تھے۔ اور صرف اسی قوم کیلئے آیت اللہ تھے۔ اُن کی تعلیم عالمگیر نہ تھی اور انکی تبلیغ کا اثر بہت محدود اور تنگ تھا۔ اور اپنے اندر دُنیاوی رنگ بہت کثرت سے رکھتا تھا۔ اور دُنیا کے عظیم الشان انسانوں میں سے اگر کسی انسان کو نیابت الٰہی کا بہت ہی کم حصہ ملا تو وہ جناب مسیح تھے۔ حضرت عیسیٰ ایک حلیم الطبع بُردبار خداترس اور خدا انسانوں کو محبت کرنیوالے انسان تھے لیکن وہ لوگوں کے دلوں پر خدا کی عظمت اور جلال کا رُعب ہرگز پیدا نہیں کرسکتے۔ حضرت عیسیٰ ایک ایسے خدا کا مظہر نہیں ہوسکتے جو قادر مطلق ہے جو احکم الحاکمین ہے خالق و آفرینندہ روزگار ہے اور رب العلمین ہے۔ ایک ایسا انسان جس پر دشمنوں نے پُورے طور پر غلبہ پایا ہو جس کو اپنی تعلیم ادھوری اور نامکمل چھوڑنی پڑی ہو۔ وہ جس نے اپنے آخری لمحوں میں یہ خیال کیا کہ خدا نے اسکو فراموش کردیا ہے۔ وہ جس کی بیکسی اور بے بسی پر لوگوں نے ہنسی اُڑائی اور مضحکہ اُڑانے کیلئے سر پر کانٹوں کا تاج رکھا۔ جس کا سر دشمنوں کے آگے سرنگوں ہوا جس کی پسلی میں برچھا مارا گیا جس کے ہاتھوں میں میخیں گاڑی

گئیں۔ ایسا انسان کس طرح ایک کامل آیت اللہ ہو سکتا ہے؟* +

باوجودیکہ حضرت موسیٰ کے جلال اور ظفر کا زمانہ بہت مختصر اور قلیل تھا۔ تاہم اُن کو فتحمندی کی ایک جھلک تو ضرور دکھائی گئی۔ اُنہوں نے اپنے اعدا کا مقابلہ کیا۔ آپ کے دشمن ہلاک ہوئے اور اُنہوں نے اپنی قوم بنی اسرائیل کو غلامی اور قید سے نجات دلوائی۔ جناب مسیحؑ سے تو اتنا بھی نہ ہُوا کہ اس قوم کی کھوئی ہوئی عظمت اور بادشاہت جس کی طرف آپ مبعوث ہوئے تھے واپس دلادیں +

الغرض جناب مسیحؑ کی تبلیغ اور تعلیم حضرت موسیٰؑ سے بھی کم نتیجہ خیز تھی۔ آپ نے ان احکام کا وعظ فرمایا۔ جن پر خود عمل نہ کیا۔ یا یُوں کہئے کہ جن پر وہ عمل نہ کر سکتے تھے۔ بذاتِ خود تو وہ یہودیوں کو بھی اپنی انجیل سے قائل نہ کر سکے۔ اور کہا یہ جاتا ہے۔ کہ جب وہ آسمان پر جا رہے تھے تو اُنہوں نے حواریوں کو یہ وصیت کی کہ میری تعلیم کو دوسری قوموں تک پہنچانا۔ ان کے اپنے قول کے مطابق ان کا مشن ایک بہت محدود خطے کے لئے تھا فرمایا۔

"میں تو صرف بنی اسرائیل کی گمشدہ بھیڑوں کیلئے بھیجا گیا ہوں" (متی باب ۱۵ آیت ۲۴)

ہمیں اس بات کا علم تو نہیں کہ آیا جناب مسیح ان گمشدہ بھیڑوں کو راہِ راست پر لاسکے یا نہ لیکن یہ بات تو یقینی طور پر مسلّم ہے کہ بنی اسرائیل کی ان بھیڑوں نے جن کو گم شدہ کہا جاتا تھا اپنے گڈریئے کو قابل دار سمجھا۔ اور اپنی زندگی میں آپ کسی قوم کو عظمت کی معراج پر نہ پہنچا سکے آیت اللہ بھیجنے سے پروردگار کی جو غرض وغایت ہے وہ بالکل مفقود ہو جاتی ہے۔ اگر انسانوں کیلئے ایسا کوئی موقع رہ جائے جس سے وہ اس آیت کو اپنے سے بالا خیال کرنے لگیں۔ جیسا کہ بعض نے مسیح کو خدا یا خدا کا بیٹا مانا۔ اسرار کی وہ گھٹا جو حضرت عیسیٰؑ کی پیدائش موت اور زندگی کے حالات پر چھائی ہُوئی ہے وہ بذاتِ خود ایک بیّن دلیل ہے کہ وہ کامل آیت اللہ نہ تھے۔ اُنہوں نے اپنی زندگی یا تعلیم کا کوئی معتبر اور قابلِ اعتماد بیان نہیں چھوڑا۔ ممکن ہے کہ آج سے دو ہزار سال پہلے بعض لوگوں نے آپ کے معجزات دیکھ کر خدا کی ہستی اور اسکی رحمت کا اقرار کیا ہو۔ لیکن آج کل کے زمانہ میں یہ باتیں کسی کیلئے باعثِ تسکین نہیں ہوسکتیں۔ جب ہم محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے حالات پر نگاہ ڈالتے ہیں۔ تو ہم کو بے اختیار ماننا

* یہ سب ہتک آمیز واقعات انجیل ہی نے جناب مسیح کی طرف منسوب کئے۔ قرآن شریف تو آنکو ایک عالی مرتبہ نبی فرماتا ہے۔ اور ...

پڑتا ہے۔ کہ آپ نے اپنے وجود اور اپنے افعال سے ثابت کر دیا۔ کہ کامل آیت اللہ کی ساری ضروری صفات آپ کے وجود بابرکات میں تھیں۔ اگر انسان اشرف المخلوقات ہے تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم اشرف الناس ہیں۔ آپ ایک کامل اور عظیم الشان انسان تھے۔ اور اگر کسی انسان ہی نے آیت اللہ بننا ہے تو آپ سے بڑھ کر اس کا کوئی حقدار نہیں۔ وہ ان تمام صفات حمیدہ اور اوصاف جمیلہ کے کامل مظہر تھے جو گذشتہ انبیاء و بزرگان میں ظلی طور پر پائی جاتی تھیں۔

حسنِ یوسف دمِ عیسیٰ ید بیضا داری
آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

تاریخ میں محمد صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم جیسا عظیم الشان انسان ملنا دشوار ہے۔ بحیثیت* ایک نبی اللہ۔ اصلاح کنندہ۔ بادشاہ۔ منتظم۔ مقنن۔ حاکم۔ دوست۔ خاوند۔ والد۔ سپاہی زاہد۔ سالک۔ یتیم۔ ایک شہ زور انسان اور ایک صوفی جس پہلو سے دیکھئے۔ آپ دنیا جہان کے لوگوں سے برتر اور لاثانی نظر آتے ہیں۔ آپ سے بڑھ کر کسی اور انسان کے واقعات زندگی پر اس قدر باریک نقطہ چینی نہیں ہوئی۔ اور باوجود اس کے کہ آپ کے ہر ایک پرائیویٹ معاملہ کو طشت از بام کیا گیا۔ اور اس پر بحث کی گئی۔ لیکن پھر بھی متعصب سے متعصب دشمن بھی آپ کی تعریف کئے بغیر نہ رہ سکا۔ کیا عجیب بات ہے کہ ایسے انسانوں کو جن میں ہرگز نبی کریم جیسے صفات عالی نہ تھے۔ بلکہ جن کی زندگی اور حالات پوشیدہ اسراروں سے پُر ہیں ان کو خدا اور معبود ٹھیرایا جاتا ہے۔ اور بر خلاف اس کے محمد صلے اللہ علیہ وسلم جیسے عظیم الشان انسان کو جس میں واقعی ایسی طاقتیں تھیں جو بشری استعداد سے بالا ہیں۔ اور جس میں وہ صفات پائی جاتی تھیں جن کو عموماً خدا کی طرف منسوب کیا جاتا ہے۔ بموجب اسکی اپنی خواہش و حکم کے مرتبہ انسانی سے ذرا بھی بڑھایا نہیں گیا۔ اور آپ کے معتقدین بھی باوجودیکہ وہ اپنے جان و مال سے بڑھ کر آپ کو چاہتے تھے ہرگز آپ کو رتبۂ الوہیت نہیں دیتے۔ اگر کوئی انسان قابل پرستش ہو سکتا ہے تو وہ نبی کریم ہیں۔ لیکن آپ نے خود بڑے کھلے الفاظ میں فرمایا۔ انما انا بشر مثلکم۔ میں تو تمہارے جیسا ایک انسان ہوں مسلمان آپ کے ان الفاظ کی اس طرح قدر اور فرمانبرداری کرتے ہیں۔ جس طرح آپ کے دیگر احکام کی +

* لمعات انوار محمدیہ میں آپکو مختلف حیثیتوں میں پیش کیا گیا ہے۔ قیمت ۸/ از دفتر ہذا

آپ اس شہاب کی مانند نہ تھے جو ایک وقتی جھلک دکھا کر آسمان کو منور کرتا ہے۔ اور پھر نگاہوں سے نہاں ہو جاتا ہے۔ آپ تو اس مہر تاباں کی طرح جلوہ گر ہیں جو گذشتہ تیرہ سو سال سے برابر دن رات چمکتا رہا ہے اور اسیطرح چمکتا رہیگا حتٰے کہ یہ سورج جس کو ہم اپنے اُوپر موجود دیکھتے ہیں۔ یہ بھی تاریک ہو جائیگا لیکن آپ کی ضوا اور تجلّی تا ابد قائم رہیگی +

نبی کریمؐ کا تبلیغ کرنا

پیشتر اس کے کہ آپ کو منصبِ نبوّت عطا ہو آپ نے چالیس سال اس دنیاوی زندگی میں کاٹے تھے۔ اور اس کے بعد آپ کو آیت اللہ بننے کا منصبِ جلیل تفویض ہُوا تا کہ آپ خدا کی عظمت اور شوکت اور انسانوں کی بھلائی سے لوگوں کو آگاہ کریں۔ پہلی وحی جو آپ پر نازل ہُوئی۔ اور جس کا ٹھیک مفہوم سمجھ لینا کوئی آسان بات نہیں بڑی قابل توجہ ہے اور وہ یہ ہے :۔

اقرا باسم ربّك الذی خلق ۞ خلق الانسان من علق ۞ اقرا وربّك الذی علّم بالقلم ۞ علّم الانسان ما لم یعلم ۞ (سُورۃ العلق) (ترجمہ۔ اپنے پروردگار کے نام سے پڑھ جس نے (مخلوقات کو) پیدا کیا۔ جس نے آدمی کو گوشت کے لوتھڑے سے بنایا۔ پڑھ تیرا پروردگار بڑا کریم ہے۔ جس نے (آدمی کو) قلم کے ذریعے علم سکھایا۔ اور وہ باتیں سکھائیں جو اُسکو معلوم نہ تھیں) +

یہ پہلا سبق تھا جو ایک ایسے اُمّی کو دیا گیا جس نے ۴۰ سال ایک ایسے زمانۂ جاہلیت میں گذارے تھے۔ جس وقت قلم کا استعمال اور علمِ انسان کی توسیع کا وہم و گمان بھی گذر نہ سکتا تھا۔ اور یہ بات کسی کے خیال میں آہی نہ سکتی تھی۔ کہ علم اور قلم خدا کی عظمت اور رحمت کا سکّہ جمانے کا بہترین ذریعہ ہونگے اور خود نبی کریمؐ اس ترقّی اور اشاعت علوم کے سب سے زیادہ سرگرم اور اعلٰے ذریعہ بننگے +۔ اس کے قریبًا تین سال بعد یہ حکم نازل ہُوا :۔

یا یھا المدّثر ۞ قم فانذر ۞ وربك فكبر ۞ وثیابك فطھر ۞ والرجز فاھجر ۞ ولا تمنن تستكثر ۞ ولربّك فاصبر ۞ (سُورۃ المدثر) (ترجمہ اے چادر لپیٹنے والے اُٹھ اور (لوگوں کو عذابِ الٰہی سے) ڈرا اور اپنے رب کی بڑائی بیان کر۔ اور اپنے

کپڑوں کو پاک رکھ۔ اور نجاست سے الگ رہو۔ اور (تبلیغ کو) بڑا کام سمجھکر احسان نہ کر (جو مشکلات آویں اُن پر) اپنے پروردگار کی خاطر صبر کر" +

نبی کریمؐ کو اُس خدا کی پرستش کرانے کا حکم نہ تھا جو کسی خاص قوم یا مُلک کا رب ہو بلکہ وہ تو ربّ العالمین (دُنیا جہان کی ربُوبیت کرنیوالا) کی عبادت کے لئے بُلاتے تھے۔ اسی طرح نبی کریمؐ کسی مخصُوص قوم یا ملک کیلئے آیت اللہ بن کر نہیں آئے تھے۔ بلکہ آپؐ رحمتہ للعالمین تھے ہر مُلک اور ہر زمانے کے لئے آیت اللہ اور اسُوہ حسنہ بن کر آئے تھے +

نبی کریمؐ نے خدا کی توحید اسکی رحیمیت۔ رحمانیت۔ اُس کا قادرِ مطلق ہونا۔ الغرض اسکی ذات کو تمام اعلیٰ صفات کا مجمُوعہ اور تمام نقائیص سے پاک اور مُبرّا اعلان کیا۔ اور جب آپؐ کے ہموطنوں نے آپ کو دھمکیاں دے دے کر کہا۔ کہ اپنے اس وعظ توحید اور بُتوں کی توہین چھوڑ دیں تو آپؐ نے دوٹوک جواب دیا +

"اگر وہ میرے دائیں طرف سُورج اور بائیں طرف چاند بھی رکھ دیں تو میں اس کام کو چھوڑنے کا نہیں جو مجھے تفویض ہُوا ہے" (اسلام۔ اس کے اصُول اور غرض مصنفہ جے لیک اور ابوالفدا) +

جب نبی کریمؐ نے تبلیغ کا کام شرُوع کیا تو آپ کی مخالفت بیحد بڑھ گئی۔ اور ایک سے زیادہ دفعہ آپؐ کی جان کے لالے پڑ گئے۔ خود آپؐ کے رشتہ داروں اور اہلِ قبیلہ نے آپ کے قتل کیلئے بڑے بڑے انعاموں کا اعلان کیا۔ آپؐ نہایت بے یار و مددگار تھے۔ اور سارا مُلک آپؐ کی دشمنی پر کمر باندھے کھڑا تھا۔ باوجودیکہ جو لوگ آپؐ سے بخوبی واقف تھے وہ مسلمان بھی ہو گئے۔ اور آپؐ کی بیوی خدیجہؓ۔ آپؐ کے چچا کے بھائی حضرت علیؓ۔ آپؐ کا غُلام زیدؓ اور آپؐ کے رفیقِ صادق حضرت اُبوبکرؓ اور چند اور لوگوں کے مسلمان ہو جانے سے آپؐ کی ڈھارس بندھ گئی۔ لیکن مخالفت دن بدن بڑھتی جاتی تھی۔ اور کامیابی کی کوئی صُورت نظر نہ آتی تھی۔ لیکن نبی کریمؐ نے تو خُدا کی طاقت اور قدُرت کا مظہر بننا تھا۔ آپؐ کو یہ ثابت کرنا تھا کہ خدا قادرِ مطلق ہے۔ اور وہ جو چاہے اپنے ارادے سے کر سکتا ہے خواہ وہ انسان جیسی کمزور چیز ہی کو اپنا ذریعہ بنا لے۔ جے۔ جے لیک صاحب لکھتے ہیں:۔

"ہم محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) کو نبی اللہ تو نہیں مانتے لیکن یہ ماننے سے بھی چارہ نہیں کہ خدا نے آپ کو بُت پرستی۔ شرک اور عیسائیت کو دُور کرنے کے لئے منتخب کیا" *

محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے والد بزرگوار آپ کے پیدا ہونے سے پہلے ہی چل بسے۔ اور جب آپ ۶ سال کے تھے تو آپ کی والدہ ماجدہ نے بھی اس دارِ فانی سے کوچ کیا۔ آپ ایک بنجر اور خشک ملک میں ایک ایسی قوم میں پیدا ہوئے جو جہالت اور اکھڑ پن کو مایۂ ناز سمجھتی تھی۔ بُت پرستی میں ضرب المثل تھی۔ اور ۳۶۵ دیوتاؤں کو معبود مانتی تھی۔ گویا کہ ظاہری اسباب میں کوئی آپ کا حامی و مددگار دکھائی نہ دیتا تھا لیکن ان سب مشکلات سے قطع نظر کرکے آپ نے علی الاعلان توحید کی تبلیغ شروع کر دی۔ اور اپنی قوم اور نسلِ انسانی کی اصلاح میں ہمہ تن مصروف ہو گئے۔ جس بات کا آپ نے دعویٰ کیا تھا۔ وہ آپ نے اپنی وفات سے پہلے پوری کر کے دکھا دی۔ اور تمام عرب میں سے بُت پرستی و شرک کا نام و نشان مٹا کر چاروں طرف احد احد کا ڈنکا بجا دیا۔

نبی کریم کی زندگی معمّوں اور اسراروں سے بالکل مُعرّا تھی

کرشنا۔ بُدھ اور مسیح کی طرح نبی کریم کی پیدائش میں کوئی اَن ہونی یا پُر اسرار بات نہ تھی آپ ایک کامل آیت اللہ تھے۔ تا کہ لوگوں کے دلوں میں خدا کی رحمانیت کا یقین کُوٹ کُوٹ کر بھر دیں۔ ایک انسان ہی دیگر بنی نوعِ انسان کے لئے ایک کامل ہادی و مُرشد ہو سکتا ہے۔ اگر ایک آدمی تیز دوڑنا سیکھنا چاہتا ہے تو وہ ہمیشہ کسی انسان سے سبق حاصل کریگا نہ کہ گھوڑے سے۔ اگرچہ گھوڑا انسان سے بہت زیادہ تیز رو و سبک رفتار ہے۔ اسی طرح اگر انسان کو نیکی کی تعلیم دینی منظور تھی تو اسکے لئے ایک انسان ہی کو بھیجا جانا چاہئے تھا۔ نہ کہ کسی فرشتے کو نہ خدا کے بیٹے یا بیٹی کو اور نہ خدا خود اس کام کے لئے نیچے آ سکتا تھا *

نبی کریم کی ذات بابرکات سے ثابت ہو گیا ہے کہ بہ نسبت ایک جزوی خُدا یا فرضی اوتار خدا کے ایک محض انسان بہتر آیت اللہ ہو سکتا ہے۔ اور اپنے ہمجنسوں کے لئے زیادہ فائدہ مند ثابت ہو سکتا ہے۔ محمد صلے اللہ علیہ وسلم ایک محض انسان تھے اور دُنیا کیلئے نذیر بن کر آئے تھے *

* کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔ کہ اس مصنف کے ذہن میں نبی اللہ کی کونسی تعریف جاگزین ہے۔ اگر محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) کا کام بموجب قول منے ہے لیکن صاحب صرف اصلاح زمانہ تھا۔ اور آپ اس کام میں کامیاب بھی ہوئے تو یہ نبوت نہیں تو اور کیا ہے (اڈیٹر) *

آپ اپریل ۵۶۹ء میں مکہ شریف میں پیدا ہوئے۔ آپ قبیلۂ قریش میں سے تھے۔ جو عرب میں بہادری اور دلیری میں ہمیشہ سے ممتاز اور نامور چلا آیا ہے۔ آپ کے جد اعلیٰ ہاشم مکہ کے ایک مشہور محسن گذرے ہیں۔ اور کعبہ جو کہ قدیم سے اہل عرب کا مرکز اور جائے عبادت چلا آیا ہے۔ اور جس کی حفاظت کا سپرد ہونا بڑی عزت اور منزلت سمجھی جاتی تھی۔ اسکی نگاہداشت بھی آپ ہی کے بزرگوں کے سپرد تھی (محمد صلے اللہ علیہ وسلم) اور آپ کے پیرو مصنفہ ڈبلیو ارونگ) +

اور حقیقت تو یہ ہے کہ کعبہ کی نگاہداشت جس قبیلہ کے سپرد ہوتی یشہر کے تمام اعلیٰ عہدے اور حقوق اس کے ہاتھ میں آجاتے اور ایک رنگ میں وہ سارے شہر مکہ کے حاکم بن جاتے۔ آپ کی دودھ پلانے والی دائی کا خاندان بھی بڑا پرانا اور معزز قبیلہ تھا +

آپ کی پیدائش کے ساتویں دن آپ کے دادا عبد المطلب نے تمام بڑے بڑے قریشوں کو ایک دعوت دی۔ اور اسمیں آپ کو یہ کہتے ہوئے پیش کیا کہ ہماری نسل کی اٹھتی ہوئی امنگیں اس کے ساتھ وابستہ ہیں۔ اور آپ کا نام محمد یعنی بہت تعریف کیا گیا قرار پایا +

خوش قسمتی سے نبی کریم کی نبوت ملنے سے پہلے کی زندگی کے سارے حالات محفوظ ہمارے سامنے ہیں۔ عام طور پر بڑے آدمیوں کی زندگیوں کے حالات اس وقت سے شمار کئے جاتے ہیں جس وقت ان کی عظمت تسلیم کر لیجاتی ہے۔ محمد صلے اللہ علیہ وسلم اس زمرہ میں نہیں۔ ہر ایک طالب ہدایت آپ کی اوائل زندگی کے مفصل حالات معلوم کر سکتا ہے۔ جو سفر آپ نے اپنے چچا یا بحیثیت خدیجہ رضی اللہ عنہ کے پیروکار ہونے کے کیئے وہ سب صحیفوں میں مذکور ہیں۔ اس بات میں شک کرنا ممکن ہی نہیں کہ اپنی اخلاقی قابلیت کی وجہ سے آپ اپنی قوم اور ملک میں ایک ممتاز اور ذی اثر آدمی خیال کئے جاتے تھے۔ ایک مشہور سیاح ابوالفیدہ لکھتے ہیں دیانتداری اور خوش خلقی کے تمام لوازمات آپ کی ذات میں پائے جاتے تھے۔ آپ ایک صادق مصدوق اللسان تھے اور اس وجہ سے آپ کو الامین کے نام سے پکارا جاتا تھا۔ آپ کے انصاف اور حق شناسی کی اس قدر دھاک تھی کہ دور دور سے لوگ آپ سے فیصلہ کروانے آیا کرتے تھے (محمد اور آپکے پیرو مصنفہ لیم ارونگ)

اہل تاریخ مندرجہ ذیل واقعہ بیان کرتے ہیں:۔

کعبہ شریف کی متبرک عمارت کو ایک دفعہ آگ لگ گئی۔ اور بعد میں مرمت کرنی پڑی لوگوں نہیں

اِس بات پر بہت جھگڑا ہوا۔ کہ کس آدمی یا قبیلہ کو یہ عزّت دی جائے۔ کہ وہ حجرِ اسود کو اسکی جگہ میں نصب کرے۔ آخرکار یہ قرار پایا کہ جو آدمی دروازۂ الحرام سے سب سے پہلے داخل ہو وہ جو فیصلہ کردے وہ سب کو منظور کرنا پڑیگا۔ خُدا کا کرنا کہ سب سے پہلے وہ شخص داخل ہؤا جس کو سب عزّت اور اکرام کی نگاہوں سے دیکھتے تھے یعنے الامین محمد صلے اللہ علیہ وسلم۔ خدا تعالیٰ نے اس اوائل عمر میں ہی ایک ہاتھ سے ایک قومی جھگڑے کو مٹا کر جمہوریت کی بُنیاد ڈلوانی تھی اور حجرِ اسود کو جمہوریت کا نشان مقرر کرنا تھا۔ جب نبی کریمؐ کو سارا جھگڑا سُنایا گیا تو آپؐ نے حکم دیا کہ ایک بڑا کپڑا لایا جائے اور حجرِ اسود کو اس پر رکھا جائے۔ پھر آپؐ نے کہا کہ ہر ایک قبیلہ اپنے میں سے ایک آدمی کو چُن لے۔ جب ان سب حکموں کی تعمیل کی گئی تو آپؐ نے اُن منتخب آدمیوں کو فرمایا کہ وہ سب کپڑے کے کنارے پکڑ کر حجرِ اسود کو اسکی جگہ پر لیجاویں۔ اور اِس طرح اس متبرک پتھر کو اسکی جگہ پر رکھنے کے شرف میں ہر ایک قبیلے کو حصہ ملگیا۔ اور اسکے بعد ان سب نے آپ کو اس بات کے لئے چُنا کہ آپ حجرِ اسود کو اسکی نئی جگہ میں رکھ دیں[*] +

محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے اسبات کو کہ نظمِ عالم قوّت ارادی کا نتیجہ ہے اپنی ذات سے ثابت کر دیا

اگر ہم نبی کریمؐ کی زندگی کو غور سے مطالعہ کریں تو ہم ہرگز انکار نہیں کرسکتے کہ دُنیا کا خالق اور حاکم ایک مُدبّر بالارادہ ہستی ہے۔ ہم یہاں تک تو کہہ سکتے ہیں کہ نظامِ شمسی خدا کے مُدبّر بالارادہ ہونے کی کوئی قطعی اور یقینی دلیل نہیں۔ کیونکہ نہ تو ہم کو یہ بتایا گیا ہے کہ اس نظام کی غرض نہایت کیا ہے۔ اور نہ ہی ہم اسکے وجُود میں آنے کی اصلیّت سے واقف ہیں۔ سائنسدانوں نے ایک مسئلہ پیش کیا ہے کہ یہ سارا نظام شمسی خود بخود اس موجودہ حالت میں ترقّی کرکے آگیا ہے۔ اور جب انھوں نے یہ کہدیا کہ نظام شمسی بھی اپنے عجیب وغریب نظم کے باوجود کسی مُدبّر بالارادہ ہستی کا ثبوت نہیں رکھتا تو اس سے بہتر ثبوت مشاہدِ قدرت میں ملنا مشکل تھا۔ لیکن نبی کریمؐ کی ذات واقعی خدا کا ایک مدبّر بالارادہ ہستی ہونے کی بیّن اور قاطع دلیل ہے + ذرا اس وقت کی تاریخ پر نظر ڈالیئے تو آپ کو معلوم ہوگا۔ کہ نسل انسانی اس وقت ہر طرف سے جہالت اور گناہ سے بھرپور تھی۔ ہر ایک مذہب میں ملاوٹیں اور بدعات آچکی تھیں +

[*] میرا دل چاہتا ہے کہ سب وہ مسلم جو حج کرتے وقت حجرِ اسود کو بوسہ دیتے ہو۔ اسوقت یاد رکھیں کہ اسی حجر اسود سے [illegible] اسلامی جمہوریت کی [illegible] + (ایڈیٹر)

پروفیسر جے لیک صاحب لکھتے ہیں کہ اس انٹی منطق نے جس کا آخری نتیجہ شرک و بت پرستی ہے نہ صرف عیسائی ممالک میں بلکہ دُنیا کے ہر ایک حصہ میں اپنا رنگ جمایا ہوا تھا۔ یہی نام نہاد کا فلسفہ جس نے سپینوزا کے نام سے نئے سرے سے ترقی حاصل کی۔ اس نے مشرق کی اول اہل الہامی کتابوں کو مغلوب کر لیا تھا۔ وسطی اور مشرقی ایشیا کی شامی قوموں میں اس نے بت پرستی کے از حد قبیح منظر پیدا کر دئیے تھے۔ اور عیسائی ممالک مع یورپ کی شامی اقوام کے اُن سے کچھ کم نہ تھے گویا یوں کہیئے کہ اُس وقت کی ساری معلومہ دُنیا گناہ اور بد اخلاقی کے اسفل السافلین میں گری ہوئی تھی اور بعد کی تحقیقات سے ثابت ہوا ہے — کہ اس وقت کی غیر معلومہ دُنیا کے باشندے بھی اسی گڑھے میں اوندھے پڑے ہوئے تھے یہود بھی اس عالمگیر وبائی مرض سے بچ نہ سکے اور ان کی رسومات میں بھی شرک کا رنگ آ گیا تھا۔ اور وہ بھی عرب کے مشرکوں کی طرح کعبہ میں منتیں چڑھاتے تھے۔ جب سائیرس کے بھائی ارٹیکسرکس منیمان نے مائی تھرا اور فیلک کلٹس کی پرستش کا رواج ڈالا تو اس وقت سے اہل فارس کے مذہب میں بدعات آنی شروع ہو گئیں لیکن چھٹی صدی عیسوی میں تو حد ہی ہو گئی۔ جب مزدا ک صاحب نے یہ وعظ لوگوں کو سنانا شروع کیا کہ ہر ایک مال و عورتوں میں اس طرح حصہ لینے کا حقدار ہے۔ جس طرح آگ پانی اور گھاس پر سب کا مشترکہ قبضہ ہے ہر ایک آدمی کا حق ہے۔ کہ دُنیا کے نیک و بد سے فائدہ اُٹھائے۔ ملکیت مخصوصہ ایک انسانی اور غیر واجب اصُول ہے۔ ملک فارس کی بعض صحیح فطرتوں نے اس خطرناک اصُول کو ناقابل برداشت سمجھ کر ان سے منہ موڑا اور آخر کار مزڈک کو قتل کر دیا گیا۔ تاہم آپ کے اصُول اہل مغرب کے دلوں کو مسخر کر چکے تھے اور ان کا دُور کرنا کوئی آسان بات نہ تھی +

اور عرب میں تو بت پرستی کی حد ہو گئی تھی۔ قدرت کے ہر ایک منظر کی پرستش کیجاتی تھی لکڑی۔ شجر۔ پتھر۔ اناج۔ اور ایسی ایسی چیزوں کو معبود ٹھیرایا گیا تھا۔ جس کا نام لیتے شرم آتی ہے۔ ہر ایک قبیلہ کے علیحدہ علیحدہ بت اور مندر تھے اور انسانی قربانی ایک عام رسم تھی +

عرب کی تمدنی۔ سیاسی۔ اخلاقی اور علمی حالت دُنیا کے کسی حصہ سے بہتر نہ تھی۔ اور سچ تو یہ ہے کہ اس ظلمت اور جہالت کے زمانہ میں سب سے زیادہ جہالت اور ضلالت میں بڑھی ہوئی

قوم عربوں کی تھی۔ ان کے آپس کے فساد۔ مار دھاڑ قتل انتقامی جنگ وغیرہ ان سب
کی وجہ سے عرب لوگ بڑے فسق القلب ہوگئے تھے۔ شراب خوری۔ زنا اور جوا بالکل عام تھے
ان کو برائی اور گناہ سمجھا ہی نہ جاتا تھا۔ کوئی اخلاقی مذہبی یا تمدنی قانون ان کو روک سکنے
کے لئے نہ تھے۔ شادی یا طلاق کیلئے کوئی حدود یا قیود نہ تھیں۔ حتٰے کہ بیٹا اپنے باپ
کی بیوہ کو بطور ورثہ پاتا تھا۔ اکثر اوقات لوگ یتیم لڑکیوں کا مال خرد برد کرنے کے لئے
ان سے شادی کر لیتے تھے۔ اور جونہی کہ مال ان کے قبضے میں آجاتا تو اس بیچاری کو یا تو
تن تنہا چھوڑ دیتے اور یا اس سے بدسلوکی کرتے کہ وہ خود ہی تنگ آکر چلی جائے مطلوقہ
عورت کسی سے شادی نہ کر سکتی تھی۔ کیونکہ اس سے خاوند کی ہتک سمجھی جاتی تھی۔ اور اکثر
اوقات کینہ رکھنے والی عورتیں جب تک اپنے دشمنوں کے خون سے ہاتھ نہ رنگ لیتی تھیں انکو
چین نہ آتا تھا۔ غلاموں کے ساتھ حیوانوں سے بدتر سلوک کیا جاتا تھا۔ انسانی قربانی بچوں
کو زندہ دفن کر دینا۔ خودکشی یہ سب معمولی باتیں سمجھی جاتی تھیں اور آئے دن ایسے جھگڑے
ہوجاتے تھے جن کا انجام خونریزی ہوتا تھا۔ اور اکثر دفعہ ایک جلدی سے کہے ہوئے لفظ کا بدلہ
خون اور قتل سے لیا جاتا تھا۔ الغرض بقول گبن صاحب اس شروع شروع اور ذلیل حالت
میں جس کو انسانیت کے نام سے موسوم کرتے ہوئے شرم سی آتی ہے۔ انسان اور دیگر حیوانوں میں
چنداں فرق نہ تھا۔ انسان نہ فہم سے کام لیتا تھا نہ نطق سے۔ تمام دنیا کی اس وقت یہ حالت تھی
اور خصوصاً عرب کے ملک کی۔ اور پھر یہ قابل شرم حالت کس طرح تبدیل ہوئی۔ نہ تو ایسی پست حالت
کسی اچانک قدرتی منظر سے جسکو ہم اتفاقیہ کہسکیں اس سے تبدیل ہوئی۔ اور نہ ہی کسی خارق عادت معجزہ سے ہوئی۔ کہ اس کا
نام ہم توہم پرستی رکھ لیں۔ عرب کی حالت اور اس کے ذریعہ سے ساری دنیا کی حالت ایک خاص
ارادہ کے ماتحت ہر ایک پہلو سے بہتر کردی گئی۔ اللہ تعالےٰ نے اپنے اس ارادہ کی تکمیل کیلئے عرب کے ملک میں ایک
آدمی اصلاح نسل انسانی کیلئے چن لیا۔ لوگ اس آدمی کو خوب جانتے تھے۔ کہ اس وقت اس کی
جوانی ڈھل چکی تھی۔ اس کے حالات میں کسی قسم کا خفیہ اسرار نہ تھا جس نے معجزات کو اصلاح کا
ذریعہ بنانے سے انکار کیا۔ اور جس نے خدا کی وحی کے مطابق اپنی زندگی ہی میں اصلاح قومی
کر کے دکھا دی۔ یہ اصلاح ہر پہلو سے کامل تھی۔ اس کا اثر دیرپا اور عالمگیر تھا۔ لیکن ہر ایک

قدم جو اسکے حاصل کرنے کیلئے اُٹھایا گیا بڑے غور و فکر سے اُٹھایا گیا۔ تاکہ کوئی فطرت صحیحہ والا منصف انسان اس بات کا انکار نہ کر سکے کہ یہ سب ایک مُدبّر بالاارادہ ہستی کے حکم کے ماتحت ہُوا۔ حتےٰ کہ الہام بھی سارا یکدفعہ نہیں ہُوا۔ اگرچہ اس کا اثر دائم اور عالمگیر تھا + آیا وہ اصلاح کامل تھی یا نہیں ہم اس کا اندازہ متعصب عیسائی مُصنّفوں کی تحریروں سے کر سکتے ہیں۔ واشنگٹن ارونگ صاحب عرب کی ناگفتہ بہ اور بیکسی کی حالت کا نقشہ کھینچنے کے بعد لکھتے ہیں۔ کہ:۔

"وہ وقت آن پہنچا تھا جبکہ عرب کی باہم برسرپیکار قومیں ایک جگہ جمع ہوں۔ اور ایک ہی غرض مشترکہ کو مدّنظر رکھیں۔ اس وقت ایک ایسی خداداد استعدادوں والے کی ضرورت تھی جو ان منتشر اعضا کو اکٹھا کر دے۔ اپنے دلیر اور پُرجوش ولولوں سے اُن کو خواب غفلت سے جگا اور اس اژدہے ریگستانی کا لیڈر بن کر دُنیا کی سلطنتوں کو تہ و بالا کر دے۔ تلاطم مچا دے" +

اِن ھُوَ اِلّا وَحیٌ یُوحیٰ

ایک میم صاحب میرے پاس تشریف لائیں۔ ان کا خیال تھا کہ ہم مسلم لوگ بھی مغربی عالمان علم الٰہیات کی طرح اپنے مذہب اور اسلامی زندگی کے اصولوں کو زمانہ کی روش اور ضروریات کے مطابق موڑ توڑ لیتے ہیں۔ مَیں نے ان سے کہا" باوجودیکہ مغربی علوم اور ترقی تہذیب سے مجھے بڑا گہرا تعلق ہے لیکن میرا یہ لگاؤ میرے لئے کسی طرح اس بات کا مانع نہیں کہ میں قرآن اور اُس کی ترتیب کو خدا کا کلام مانوں"۔ وہ تو یہ سمجھے بیٹھی تھیں۔ کہ جس طرح عیسائیوں کو اب یہ ماننا پڑا ہے کہ موجودہ انجیل کا ہر ایک لفظ اور فقرہ یقینی طور پر جناب مسیح کا فرمودہ یا کلام اللہ نہیں اسیطرح مسلمان بھی قرآن کریم کی بابت اسی قسم کا کوئی عقیدہ رکھتے ہونگے۔ اور بدیں وجہ میرا یہ جواب سُنکر ان کو بہت حیرت ہُوئی۔ لیکن جب میں نے کھول کھول کر اس کی تفصیل کی تو ان کا تعجب بہت حد تک جاتا رہا۔ مَیں نے کہا۔ اگر ایک درخت کو خدا کی صنعت ماننے میں کوئی منطق یا علم طبعی میرا مانع نہیں تو اسی طرح میں ایک کتاب کو بھی خدا کا کلام مان سکتا ہوں کیا ایک درخت اُسی مادہ کی ایک نئی شکل نہیں جو پہلے ہی قدرت میں موجود تھا۔ اگر بعض موجود؟

عناصر کو ملا کر ایک درخت بنا دینا خدا کی طرف منسوب ہو سکتا ہے تو کس طرح بعض ایسے الفاظ کا جمع کر کے بھیج دینا جو اس دُنیا کی کسی زبان میں پائے جاتے ہوں خدا کا کلام نہیں کہلا سکتا +

مندرجہ بالا استدلال ہر ایک الہامی کتاب کی بابت کہے جا سکتے ہیں۔ لیکن خدا کے جمع کردہ الفاظ میں صفات ہونی ضروری اور لابدہیں جو خدائی صنعت کو انسانی صنعت سے ممیز کرتے ہیں۔ میرے خیال میں شہد کی مثال میرے مفہوم کو خوب صاف کر دیگی۔ شہد ایک ایسا مرکب ہے جو مشیت ایزدی کے ماتحت شہد کی مکھی مختلف پھولوں کے رسوں سے تیار کرتی ہے۔ ہم بھی مختلف قسم کے عرق اور شربت پھولوں کے رسوں اور نچوڑ سے بناتے ہیں لیکن جو چیز یہ چھوٹی سی مخلوق اپنے خالق کے بتائے ہُوئے قوانین پر عمل کر کے پیدا کر لیتی ہے۔ تمام نسل انسانی کی مجموعہ کوشش بھی پیدا نہیں کر سکتیں۔ خدا کی کتاب یعنی القرآن اس حقیقت کو یُوں واضح فرماتا ہے۔ فرمایا:۔

واوحی ربك الی النحل ان اتخذی من الجبال بیوتا ومن الشجر ومما یعرشون ۵ ثم کلی من کل الثمرات فاسلکی سبل ربك ذللا۔ یخرج من بطونها شراب مختلف الوانه فیه شفاء للناس ان فی ذلك لایة لقوم یتفکرون (سورۃ النحل آیت ۶۸ و ۶۹) ترجمہ۔ اور تمہارے پروردگار نے یہ بات شہد کی مکھی کے دل میں ڈالی کہ پہاڑوں میں اور درختوں میں اور لوگ جو اُونچی اُونچی ٹٹیاں بنا لیتے ہیں اُن میں چھتے بنا۔ پھر ہر طرح کے پھلوں میں سے (ان کا عرق) چوستی پھر اپنے پروردگار کے آسان طریقوں پر چل۔ ان کے پیٹوں میں سے ایک چیز نکلتی ہے۔ جس کے کئی رنگ ہوتے ہیں۔ اور اس میں لوگوں (کی بہت سی بیماریوں) کی شفا ہے۔ بے شک غور کرنیوالوں کیلئے اس میں ایک بڑی نشانی ہے"+

مادی اور جسمانی اشیاء میں سے یہ مثال اس واسطے پیش کی گئی ہے تا کہ بتایا جائے کہ قوانین ربی کا اطلاق رُوحانی دنیا پر بھی اسی طرح ہوتا ہے۔ اس آیت کے آخری الفاظ خصوصاً قابل غور ہیں۔ فرمایا۔ اسمیں غور کرنے والوں کے لئے ایک بڑی نشانی ہے۔ اگر پھولوں کے رسوں سے ایک ایسا مرکب تیار کرنے کے واسطے جس سے انسانوں کی جسمانی امراض دُور کیجائیں ایک شہد

کی مکھی کی وساطت کی ضرورت ہے۔ تو یہ بات کس طرح خلاف قیاس ہوسکتی ہے کہ ایک رسول خدا کے رُوحانی اور اخلاقی قوانین کی اطاعت پورے طور پر کر کے بذریعہ الہام خدا ان تمام صداقتوں اور اعلےٰ باتوں کو جو دوسرے مذاہب میں پائی جاتی تھیں جمع کر کے اس کا نام قرآن رکھ دے +

اگر اِس مجموعہ الفاظ میں تمام صفاتِ ممیّزہ موجود ہوں جو عموماً خدا کی دوسری صنعتوں میں نظر آتی ہیں تو کوئی وجہ نظر نہیں آتی کہ کیوں اسکے ہر ایک لفظ ہر ایک فقرے اور اسکی ترتیب کو صنعتِ الٰہی نہ مانا جائے۔ مَیں یہ مانتا ہوں کہ انجیل کی بابت بھی اسی قسم کے الفاظ کہے جاسکتے ہیں لیکن چونکہ بوجہ اس کے نقائص طبعی خود اس کے معتقدین اس کے بعض حصص کو الہامی نہیں مانتے اس واسطے اس پر بحث کرنے کی مجھے چنداں ضرورت نہیں +

جو چیز خدا کی طرف سے ہو وہ اپنی ذات اپنی صفات اور اپنی خصوصیات میں لاثانی ہونی چاہیئے۔ کوئی انسان کوئی لاشریک چیز پیدا نہیں کرسکتا۔ جو کتاب کہ خدا کی طرف سے ہونے کا دعوےٰ کرتی ہو اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ ہر رنگ میں نرالی ہو اور سب انسانی تصانیف اسکے آگے ہیچ ہوں۔ القرآن اس قسم کا دعویٰ مندرجہ ذیل آیات میں کرتا ہے۔ فرمایا

وان کنتم فی ریب مما نزلنا علیٰ عبدنا فاتوا بسورۃ من مثلہ وادعوا شھداء کم من دون اللہ ان کنتم صٰدقین ۝ فان لم تفعلوا ولن تفعلوا فاتقوا النار التی وقودھا الناس والحجارۃ۔ سورۃ البقرہ آیت ۲۳ و ۲۴ (ترجمہ۔ اگر تم کو اسمیں شک ہو جو ہم نے اپنے بندے (محمدؐ) پر اُتارا۔ تو اُس جیسی ایک سُورۃ بنا لاؤ اور اللہ کے سوا اپنے حمایتیوں کو بھی بُلا لو اگر تم سچے ہو۔ اور اگر نہ کرسکو اور ہرگز نہ کرسکو گے تو دوزخ کی آگ سے ڈرو جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہوں) +

اِسی قسم کا چیلنج سورہ یونس کی اٹھتیسویں آیت میں اور سُورہ ھُود کی تیرھویں آیت میں دیا ہے۔ اور سورۃ بنی اسرائیل کی اٹھارہویں آیت میں تو سارے بنی نوع انسان کو قرآن کی مثل کوئی صحیفہ پیش کرنے کے ناقابل ٹھیرایا ہے۔ اور ایک الہامی کتاب کا دعویٰ ہونا بھی یہی چاہیئے یہی ۔۔۔ ے ایک سیب ایک پھول ایک دانے ایک گھاس کے تنکے کی بابت کیا جاسکتا ہے۔ اور اگر قدرت کی ان اشیا کی ساخت بوجہ ان کے لاثانی اور بے نظیر ہونے کے

خدا کی طرف منسوب کیجا سکتی ہے تو ضروری ہے کہ ایک ایسی کتاب جس کا طرز بیان ہر رنگ میں ناقابل نقل ہو۔ اس کا منبع بھی کوئی لاشریک ہستی ہو۔ مجھے اسبات کے کہنے کی ضرورت نہیں کہ عربی علم ادب میں کوئی کتاب آج تک قرآن کا مقابلہ نہیں کر سکی۔ اور اسکی طرز بیان کو اعلےٰ ترین معیار زبان سمجھا گیا ہے۔ خود اس کے دشمنوں نے بے اختیارانہ اسکی تعریف کی میرے خیال میں اس موقعہ پر بعض عیسائی مصنّفوں کی رائے کو لکھ دینا غیر محل نہ ہوگا +

"یہ بات تو پورے طور پر مسلم ہے کہ قرآن کی زبان بڑی پاک اور فصیح ہے۔ اور بلاشبہ عربی زبان کا معیار ہے"۔ (جارج سالے)

قرآن کریم کے مضامین میں کثرت سے ایسی خوبی اور زور کا اظہار پایا جاتا جو کہ عموماً شاعرانہ خیالات کے اظہار میں ملتا ہے۔ اِس لطیف زبان کیلئے اس سے بہتر کوئی تمہید نہیں ہو سکتی جو آنحضرت کے فصیح کلام میں پائی جاتی ہے۔ جن کی زبان نہایت پُر زور اور اعلےٰ درجہ کی شستہ ہے قرآن کی زبان اعلےٰ ترین عربی سمجھی جاتی ہے۔ اور اس کا طرز بیان اسقدر دلفریب ہے۔ اور اسکی مُقفّٰی عبارت ایسی خوبصورت ہے کہ آج تک اسکی کوئی مثل پیش نہیں ہو سکتی" (پاپولر انسائیکلوپیڈیا +)

"قرآن کے محاسن اور فصاحت کا ایک شمّہ بھی کوئی عربی خواں کسی اور تصنیف سے پیش نہیں کر سکتا۔ لائق سے لائق اور ہوشیار سے ہوشیار مصنف بھی اس قسم کی عبارات اپنی مرضی سے نہیں لکھ سکتا" (انسائیکلوپیڈیا برٹینیکا +

یہ کتاب ایک ایسے وقت پیش کی گئی جبکہ عرب میں فصاحت اور بلاغت کی حد ہو گئی تھی۔ عربی لٹریچر کے لئے یہ ایک زرّین زمانہ تھا۔ اور بڑے بڑے قابل آدمی اپنی تصانیف و اشعار میں ایکدوسرے سے بڑھنے کی کوشش کرتے تھے۔ لیکن جب انہوں نے قرآن کی اعجاز نما فصاحت کو دیکھا کہ وہ کس قدر مُدلل اور پُر حکمت تھی۔ اور جو کہ عموماً ایک محض ناخواندہ اُمّی کی زبان سے ایک بیہوشی کی حالت میں نکل جاتی تھی تو انہوں نے سر تسلیم خم کیا اور اسکی بلاغت کے قائل ہو گئے نزول قرآن کے وقت سے لیکر آج تک قرآن کا یہ دعویٰ کہ میری مثل اور نظیر نہیں پیش کیجا سکتی بالکل سچّا اور محکم رہا ہے +

نیز خدا کی طرف سے جو کتاب ہو لازمی ہے کہ اُسمیں کچھ ایسے علوم ہوں جو انسانی احاطہ طاقت سے باہر ہوں - قرآن اِس قسم کے علوم سے بھرا پڑا ہے - اور مشتے نمونہ از خروارے کے طور پر میں ایک مثال پیش کرتا ہوں - فرمایا

وجاوزنا ببنی اسرائیل البحر فاتبعھم فرعون وجنودہ بغیا وعدوا حتیٰ اذا ادرکہ الغرق قال اٰمنت انہ لا الہ الا الذی اٰمنت بہ بنوا اسرائیل وانا من المسلمین ○ آلئٰن وقد عصیت قبل وکنت من المفسدین فالیوم ننجیک ببدنک لتکون لمن خلفک اٰیۃ وان کثیرا من الناس عن اٰیتنا لغفلون (سورۃ یونس آیت ۹۰ تا ۹۲) (ترجمہ - ہم نے بنی اسرائیل کو دریا کے پار اُتار دیا - پھر فرعون اور اسکے لشکریوں نے سرکشی اور شرارت کی راہ سے ان کا پیچھا کیا - یہاں تک کہ جب فرعون پر (پانی) آپہنچا تو لگا کہنے کہ اب مجھ کو یقین آگیا جس خدا پر بنی اسرائیل ایمان لائے - اُس کے سوا کوئی معبود نہیں - اور اب میں (اسی کے) فرمانبرداروں میں ہوں - (خدا نے فرمایا) کیا اب (ایسے وقت میں ایمان) اور (تیرا حال تو یہ تھا کہ اس سے) پہلے برابر نافرمانی کرتا رہا اور تو مفسدوں میں سے ہے - اور آج تیرے بدن کو ہم (پانی میں تہ نشین ہونے سے) بچا دینگے - تاکہ جو لوگ تیرے بعد آویں اُن کیلئے نشان عبرت ہو - البتہ بہت سے لوگ ہماری نشانیوں سے غافل ہیں) +

مندرجہ بالا آیات کے آخری حصے میں بعض ایسے واقعات کا ذکر ہے جن کا پتہ بائبل یا تاریخ کی کسی اور کتاب میں نہیں ملتا - ان میں صاف لکھا ہے - کہ فرعونِ موسیٰ کی لاش پانی میں گم نہیں ہوئی - بلکہ اس کو ساحل پر پھینکدیا گیا تھا - اور آج کل کی تحقیق سے ثابت ہو گیا - کہ فرعونِ موسیٰ کی نعش مصر کے ممیز* میں محفوظ پڑی ہے - یہ بات تو حال ہی میں معلوم ہوئی ہے - اور نبی کریم کو اس کا علم قطعاً نہیں ہو سکتا تھا - کیا یہ علم غیب کی ایک بیّن دلیل نہیں جو کسی ایسی کتاب میں نہیں پایا جاتا جو انسانی دماغ سے لکھی گئی ہو - بلکہ صرف اس کتاب میں پایا جاسکتا ہے جو عالم الغیب کی طرف سے نازل ہوئی ہو +

* مصر میں یہ قاعدہ تھا - کہ لاشوں کو مصالحہ لگا کر رکھ چھوڑتے تھے - اس قسم کی نعشوں کو جو مصالحہ لگا کر رکھی ہوئی ہوں ممیز کہتے ہیں +

مسئلہ ارتقائے انسانی

صحیفۂ ارتقا

صحیفۂ قدرت کا کوئی سا صفحہ مطالعہ کرو تو ہر جگہ ترقی اور فلاح کا قانون بڑے شوخ حروف میں لکھا ہوا پاؤ گے۔ کائنات کا ہر ایک ذرہ رُو بہ ترقی ہے۔ اسمیں کچھ اس قسم کی خداداد استعدادیں رکھ دی گئی ہیں کہ وہ خودبخود اپنے کمال کی طرف ترقی کر رہا ہے۔ ایک بیج کچھ مدت کے بعد پودہ بن جاتا ہے۔ پھر وہی ترقی کرتے کرتے درخت کی صورت اختیار کر لیتا ہے۔ اور پھر ایک شجر بارور بن جاتا ہے۔ گویا کہ قدرت کی بادشاہت میں ہر چیز رُو بہ ترقی ہے" ایک گھونگے سے لیکر ایک کلیسیا تک۔ گھاس کے تنکے سے لیکر ایک عظیم الشان شاہ بلوط کے درخت تک جگنو کی خفیف سی چمک سے لیکر بجلی کی ضو تک ایک جھینگر کی آواز سے لیکر اعلےٰ سے اعلےٰ مقدس راگ تک غرض مادہ اور طاقت مختلف صورتوں اور خاص تقسیموں کے مطابق ہر وقت ایک غیر منتہی ترقی کی طرف چلے جا رہے ہیں۔ قدرت کی کوئی چیز ساکت یا تنزل کرنیوالی نہیں +

قدرت کے جسقدر منازل موجودہ سائنس نے معلوم کئے ہیں۔ ان سب میں ترقی اور بڑھنا پایا جاتا ہے۔ یہ جس قدر مناظرِ قدرت ہمارے مشاہدہ میں آتے ہیں۔ اور علاوہ ازیں وہ جن کو ابھی ہم نے معلوم کرنا ہے یہ سب اس وسیع عنصر کے ہر ذرہ میں قدرتی اور پیدائشی طور پر موجود ہیں۔ جس کو ایتھر کہا جاتا ہے۔ اور جو تمام کائنات پر احاطہ کئے ہوئے ہے۔ یہ ذرات جب ایک خاص نسبت سے جمع ہوتے ہیں تو ان سے برقی جوہر پیدا ہو جاتے ہیں۔ اور انہی برقی جوہروں کے مختلف متناسب اجتماعوں سے مادہ کے ذرات پیدا ہو جاتے ہیں جن سے تمام مادی عالم بنا ہوا ہے۔ اسکے بعد زندگی آتی ہے جو خود گو مادہ یا طاقت نہ ہو لیکن اسکی ترکیب مادہ اور طاقت کی انفعالی قوت کے بغیر کوئی کام نہ دے سکتی تھی۔ یہی صورت جب ارتقا پذیر ہوتی ہے۔ تو اس سے دماغ پیدا ہوتا ہے جو دل کے تفکرات کے لئے جسم کا کام دیتا ہے۔ پھر اسی کی مزید ترقی سے احساس پیدا ہوتا ہے۔ جو آخر کار علم اخلاق فلسفہ اور مذہب کی اعلیٰ درجہ کی صورت اختیار کر لیتا ہے۔ دل جس کو عام گفتگو میں روح کہا جاتا ہے۔ خواہ ایک الگ ہستی ہو یا اس مادی کُرہ پر ارتقا کے

آخری مرتبہ ہی کا دوسرا نام ہو۔ اس سے ہماری بحث پر کچھ اثر نہیں پڑتا۔ اور نہ ہی اس اختلاف رائے سے اس رائے سے اس مسئلہ پر کوئی زد پڑتی ہے۔ کہ ہر ایک ذرہ قدرت رُو بہ ترقی ہے۔ ممکن ہے کہ یہ بیرونی طاقتیں اس کے قابو میں ہوں لیکن یہ بیرونی اشیا کچھ بھی فائدہ نہ دے سکتیں۔ اگر مادے میں طاقت قبولیت نہ ہوتی۔ ہمیں ایسے خواص رکھے گئے ہیں۔ کہ وہ ترقی کرے نہ کہ تنزل۔ مخلوق کی ہر ایک چیز اس طرح پر بنائی گئی ہے کہ وہ ترقی کرتے کرتے اپنی حد قابلیت کے اندر کمال حاصل کرے۔ اس سے نہ صرف اس غلط عقیدہ کا ازالہ ہو جاتا ہے کہ انسان زوال پذیر ہے اور اپنے اعلےٰ مقام سے گر رہا ہے۔ بلکہ عیسائی مسئلہ نجات کا بطلان بھی اسی ایک بات سے ہو سکتا ہے۔ اس قسم کے عقاید ہر قسم کی ترقی کے روکنے کے علاوہ تمام علمی اور سائنس کی صداقتوں کے خلاف ہیں۔ کائنات میں کوئی بھی ایسی چیز نہیں جو اپنی ابتدائی حالت میں کمال کو پہنچی ہوئی ہو۔ آہستہ آہستہ درجہ بدرجہ ترقی کرنے سے منزل کمالیت حاصل ہوتا ہے۔ نجات یعنی انسانی زندگی کے مقصد اعظم کا حصول کفارہ نہیں ہے۔ خدا کی کسی مخلوق میں کوئی پیدائشی اور قدرتی نقص نہیں ہو سکتا۔ نقص تو بعد میں پیدا ہوتا ہے +

یہ ایک مسلم صداقت ہے اور قدرت کا ذرہ ذرہ اسکی شہادت دے رہا ہے۔ اور جبکہ انسان جو اشرف المخلوقات ہے اور خود اپنے اندر ایک چھوٹی سی دُنیا رکھتا ہے بھلا اسکی ساخت کس طرح اس قاعدے کے خلاف ہو سکتی ہے! اگر وہ اپنی قدرتی بزرگی میں یا اپنی ترقی کرنے کی قابلیت میں شک کرے تو وہ گویا اپنی فطرت اور ساخت کے خلاف کام کرتا ہے۔ انسان کو بہترین مخلوق اور صانع حقیقی کی اعلیٰ ترین صنعت قرار دیا گیا ہے تو کیا یہ لازمی نہیں کہ اسکے قوائے اور قابلیتیں بھی سب سے افضل ہوں۔ اسکی یہ استعدادیں اپنے کمال تک پہنچ جاویں تو اسکا درجہ اپنے خدا اور خالق کے سوا کسی سے کم نہ ہو۔ یہ سب وجوہ اسقدر صاف اور کھلے تھے کہ ان سے کوئی غلط نتیجہ اخذ کرنا قریباً محال تھا لیکن پھر بھی دنیا کو یہ معمولی سی بات سمجھنے میں ہزاروں برس لگ گئے۔ اور مذہب اگر وہ خدا کی طرف سے ہے تو اس کا فرض ہے کہ وہ سمجھانے میں ہماری رہبری کرے۔ کیونکہ الہام الٰہی کا اولین مقصد یہی ہونا چاہئے +

مٹی کے ناچیز اور سیاہ ڈھیلوں کو جب انسانی فہم کے ماتحت کام میں لایا گیا تو بہشت جیسے باغات اس سے پیدا ہو گئے۔ سائنس اور علوم نے ہماری مدد کی اور اس دُنیا کے جسمانی حصّے کو فرحت دہ اور مقام عشرت بنا دیا لیکن سائنس کوئی چیز خود پیدا نہیں کر سکتی۔ مخلوق میں ہر ایک چیز موجود تھی۔ اور جب اسکے خاص قوانین پر عمل کیا گیا تو اس کا ثمرہ ملگیا۔ سائنس کا کام صرف اسقدر ہے کہ ان قوانین کو معلوم کرے۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ انسان جو اعلیٰ ترین اور افضل ترین قوٰے کا مرکز ہے کیا وہ جسمانی مملکت سے باہر بھی کوئی

قابل قدر ترقی کر سکتا ہے یا نہیں۔ یقیناً وہ کر سکتا ہے بشرطیکہ اسکو نورِ ہدایت اور صداقت ملجائے اور الہام الٰہی کی ضرورت اور غرض صرف اسی قدر ہو سکتی تھی۔ کہ وہ اس نور کو مہیا کردے۔ اور وہ صحیفہ یا کتابیں جو یہ غرض پوری نہ کر سکیں۔ ان کی غرض قصے کہانیوں کی کتابوں سے بڑھ کر نہیں ہو سکتی۔ کلیسیائے مغربی کے پاس بھی رومن یونانی اور ہندو قصے کہانیوں سے بڑھ کر کوئی چیز نہیں جس کے ذریعے سے ایک بچہ ترقی پاکر ایک انسان بنتا ہے۔ اور اگر چند قصے کہانیوں کے علاوہ کتب سماوی میں کچھ نہ تو بھلا اسمیں خدائی ہاتھ یا الہام کی کیا ضرورت تھی لیکن بدقسمتی سے اعتقاد فاسدہ نے مذہب کا منصب لیا۔ اور لوگوں کو گمراہی اور ضلالت کے گڑھے میں ڈالدیا اندھی تقلید اور ایمان بلا فہم سے انسانی دماغ اور ذہن بالکل نکما ہو گئے۔ توہم پرستی نے بھی خوب غلبہ پایا۔ اور بہت سی قوموں نے اس قسم کے عقائد اور اصول اختیار کر لئے جن کے ماننے سے نہ صرف عقل و فہم کو خیرباد کہنا پڑا بلکہ جو ان کے زوال اور بربادی کا باعث ہوئے۔ انسان جس کو اشرف المخلوقات بنایا گیا تھا۔ وہ خود اپنے زعم میں حقیر اور ذلیل ہو گیا۔ اور جس کو قدرت کا حاکم بنایا گیا تھا وہ اپنی محکوم قدرت کے ذرات کا شکار ہو گیا۔ ان حالات کے ماتحت یہ کوئی تعجب انگیز بات نہیں کہ مذہبی ترقی کے ابتدائی منازل میں انسان کا میلان شرک اور بت پرستی کی طرف ہو گیا۔ مذہب کی ستار پر افریقہ کے حبشیوں سے لیکر یورپ کے مہذب عیسائیوں تک ان سب نے سنگ پرستی سے لیکر آدم پرستی تک جتنی سُریں تھیں وہ سب کی سب بجائیں اور اس کے علاوہ اور کوئی نتیجہ ہو ہی کیسے سکتا تھا جبکہ انسان کو یہ یقین دلا دیا گیا۔ کہ وہ گناہ کے قعر عمیق میں گرا ہوا ہے۔ اور گناہ کو انسان کا فطرتی خاصہ سمجھا گیا۔ کہ ایک بڑے آدمی کی موت کی بابت جو تاریخی قصے ہیں اگر ان پر ایمان نہ لاؤ گے تو ابدی جہنم اور نار دوزخ میں جھونک دیئے جاؤ گے۔ اس سے بڑھ کر مایوس کن اور ہمت کی کمر توڑنے والی اور کونسی بات ہو سکتی تھی۔ پیدائشی گنہگار ہونے کا خیال ہی تمام انسانی ترقیات کو روک دینے کیلئے کافی ہے۔ اس سے تو سارا جوش ٹھنڈا پڑ جاتا ہے۔ اور کوشش کرنے یا ہاتھ پاؤں مارنے کے خیال پر سر بسر پانی پھر جاتا ہے +

کفارہ پر ایمان لانا خود اپنی ہتک کرنا ہے

اگر ہم کفارہ پر ایمان لے آویں تو ہم خود اپنی نظروں میں ذلیل ہو جاتے ہیں۔ یہ تو ساری

نسل انسانی کی عزت پر بٹہ لگانے والی بات ہے۔ کفارے پر ایمان لانے سے پہلے ضروری ہے۔ کہ ہم انسانی فطرت کو بہت ہی ذلیل اور گراہؤا مان لیں۔ اور اگر ہم پیدائشی طور پر اس قدر گرے ہوئے نہیں تو ہم کو کفارے کی کیا ضرورت ہم اس سے بالا ہیں ہمیں تو ان دماغوں اور فہموں کی منطق ذرا بھی سمجھ میں نہیں آتی جو ایک طرف تو انسان کو خدا کی تصویر مانیں اور ساتھ ہی یہ بھی مانیں کہ انسان فطرتی طور پر گنہگار ہے۔ اس بات سے قطع نظر کرکے کہ یہ دو باتیں متضاد ہیں۔ اور ان کا جمع کرنا عقل صحیح کا کام نہیں ہم یہ پوچھتے ہیں کہ کیا اس قسم کے الفاظ اور عقاید سے ذات باری تعالےٰ کی توہین نہیں ہوتی۔ اگر ہم انسان کو جو خدا کی تصویر اور خلیفہ بنایا گیا ہے۔ فطرتی اور پیدائشی گناہ گار مان لیں تو نعوذ باللہ من ذالک خدا کی کیا عزت و وقعت ہمارے دل میں باقی رہیگی۔ اس قسم کے عقائد کے ہوتے ہوئے کسی قسم کی ترقی کرنا سخت محال اور ناممکن ہے۔ اور مغربی ممالک میں ایسا ہی ہؤا۔ جب تک اہل یورپ پر کلیسیا کا غلبہ رہا انہوں نے کوئی ترقی نہیں کی۔ ہر قسم کی اصلاح کی راہ میں کلیسیا سب سے زیادہ روک اور دافع تھا علوم اور سائنس کا گلا گھونٹنے کے لئے کلیسیا نے از حد کوشش کی۔ وہ یہ کب گوارا کرسکتے تھے کہ نور علم گرجا کی چار دیواری سے باہر جائے۔ جب کبھی کوئی ایجاد کی جاتی تو اسکو جادو اور جالا کی سے منسوب کرکے لوگوں کو اس سے الگ رکھا جاتا۔ الغرض یوروپین تہذیب کی تاریخ میں جہاں کہیں کوئی ترقی کا زینہ حاصل ہؤا وہیں پر کلیسیا نے اسکی سخت مخالفت کی۔ لیکن ہم یہ کہے بغیر بھی نہیں رہ سکتے کہ کلیسیا اپنی تعلیم کے مطابق حق بجانب تھا۔ ان کا ایمان تھا۔ کہ آدم کے گناہ کی وجہ سے انسان اپنے درجۂ اعلےٰ سے ہمیشہ کیلئے گر گیا اور خون مسیح کے سوا اسکی نجات ناممکن ہوگئی ہے۔ سینٹ پال صاحب لکھتے ہیں۔ جس طرح ایک آدمی کے گناہ کی وجہ سے تمام انسانوں پر سزا اور لعنت کا فتویٰ چسپاں ہوگیا اسی طرح ایک آدمی کی نیکی سے تمام انسانوں کے لئے نجات کا حکم جاری ہوگیا پس جب الکید فعہ مسیح کے خون پر ایمان لانے سے نجات کا ملنا البقین ہوگیا۔ تو اب ان کا فرض تھا۔ ان تمام علوم کو دباتے اور بڑھنے نہ دیتے جو اس عقیدے کو باطل ٹھیرادیں یا متزلزل کردیں +

مذہب کی بابت باطل خیالات اور عقائد فاسدہ ترقی کے لئے سم قاتل ہیں

پس مذہب نے جو صورت یورپ میں اختیار کی وہ اس انسانی ترقی کے لئے روک بن گئی جو انسان کا

مقصد اعلیٰ و ادنےٰ ہونا چاہئے تھی۔ اسیطرح دوسرے ممالک میں بھی الہام الٰہی جیسی نعمت عظمےٰ کی قدر صحیح طور پر نہ کی گئی۔ خدا کو پہچان لینے اور اس کی پرستش کرنے کو انسانی زندگی کا مقصد قرار دیا گیا اور کہا گیا کہ اس سے انسان بہت ترقی کر سکتا ہے۔ یہ سب سچ ہے۔ لیکن یہ کیسے معلوم ہو کہ خدا کا عرفان اور اسکی پرستش کیا چیز ہے اور کس طرح حاصل ہوتا ہے۔ اگر خدا کا عرفان صرف اسکو کہتے ہیں کہ ہم خدائے احد کی ہستی پر ایمان لے آئیں اور عبادت اسکو کہتے ہیں کہ ہم اسکو بعض صفات کا ظاہر کرنیوالا مان لیں جیسا کہ بہت سے مذہب اپنے پیروؤں کو سکھاتے ہیں۔ تو ہماری سمجھ میں نہیں آتا۔ کہ اس عقیدے یا علم سے ہماری ترقی میں کونسا اضافہ ہو جاتا ہے علاوہ ازیں اس سے تو کسی خاص مذہب کو برتر سمجھ کر اختیار کرنے کا اصول ہی مفقود ہو جاتا ہے۔ اور بت پرستی اور شرک کی ہر ایک شکل مہذب دنیا کے اکثر مذاہب کے متوازی اور برابر ہو جاتی ہے۔

اہل ہند کی جدید بت پرستی اور اہل مغرب کی انسان پرستی

موجودہ زمانے کا بت پرست جب ایک دیوتی کے آگے سجدہ کرتا ہے۔ تو وہ پتھر اس کے زعم میں ایک اوتار کے قائمقام ہوتا ہے جس کا ظہور قدیم زمانے میں ہوا جس نے اپنے وقت میں بڑے بڑے معجزے اور انسانی طاقت سے بالا کام کرکے دکھائے اور جس نے لوگوں کو ہدایت کی اور اسی وجہ سے وہ خدا کہلایا۔ مغرب میں دوڈن تھار اور جیوپیٹر اور ہندوستان میں رام و کرشن یہ سب انسان تھے۔ جن کو دنیا کے مختلف حصوں میں خدا نے خلق کی ہدایت کے لئے معبوث فرمایا۔ اپنے اپنے وقت میں ان سب میں اس قسم کے اوصاف پائے جاتے تھے جو انسانی قوٰے سے بالا معلوم ہوتے تھے۔ اس زمانے کی جہالت اور حسن عقیدت یا مبالغہ آمیز محبت نے صفات الوہیت بھی ان کی طرف منسوب کردیں۔ اور آہستہ آہستہ انکی پرستش شروع ہونے لگ گئی۔ جب یہ بزرگ وفات پا گئے تو ان کی یاد کو تازہ رکھنے کے لئے ان کے مجسمہ اور بت بنا لئے گئے۔ ایک آدمی جو جناب کرشن سے دعا مانگے یا ان کی استعانت چاہے اور اپنے دل میں ہندوؤں کے خدائے واحد کا تصور باندھ لے۔ کیا اس آدمی میں کوئی فرق ہو سکتا ہے جو فعل تو یہی کرے۔ لیکن کامل توجہ کو مبذول کرنے کیلئے اور تمام خیالات کو اس کی طرف منتقل کرنے کے لئے جناب کرشن کی مورت اپنی جسمانی آنکھوں کے آگے رکھ لے عقل تو ان دونوں میں فرق کرنے سے عاجز ہے +

رومن کلیسا بہتر اور افضل ہے

اور اسی وجہ سے ہم ہمیشہ رومن کیتھولک صاحبان کی عیسائیت کے زیادہ قائل ہیں۔ اگر آپ مسیح کو خدا مانتے ہیں۔ اسکو مستجاب الدعوات جانتے ہیں۔ اسکی استعانت پر بھروسہ رکھتے ہیں۔ اور جب کبھی حضور باریتعالی میں خلوص نیت سے پیش ہونا چاہتے ہیں تو مسیح کا تصور باندھتے ہیں تو اس سے تو یہی بہتر اور افضل تر ہے۔ کہ مسیح کے مجسمہ یا اسکی مورت کو سامنے رکھ لیا کریں۔ تاکہ کامل توجہ دینے میں آسانی ہو جائے۔ اور اگر چشم بصیرت سے دیکھا جائے تو ان دو میں کوئی فرق نظر نہیں آتا۔ اگر رومن کیتھولکس مسیح اور اسکی والدہ ماجدہ کے مجسمہ سامنے رکھنے کی وجہ سے مشرک کہلا سکتے ہیں تو پراٹسٹنٹس ان سے کچھ کم نہیں دعا کرتے وقت یا نماز پڑھتے وقت وہ بھی اسی قسم کی بت پرستی میں حصہ لیتے ہیں خیر سوال تو یہ تھا کہ جب ہم مسیح کی پرستش اس کے مجسمے کو آگے رکھ کر یا خیالی تصور باندھ کر کرتے ہیں تو کس طرح یہ طرز عبادت ہماری ترقی اور تہذیب کو مدد دیکر عروج پر پہنچاتی ہے۔ فرض محال ہم اگر یہ بھی مان لیں کہ جناب کرشن یا جناب مسیح کو خدا کا اوتار ماننے سے خدا کو دیکھنے اور ملنے کی خواہش جو ہر دل میں جاگزین ہے پوری ہو جاتی ہے۔ تو ان دیگر جذبات کو کیا کریں جو اسکے علاوہ انسان میں رکھے گئے ہیں مثلاً جذبۂ محبت۔ جذبۂ اخلاق۔ روحانی جذبہ وغیرہ۔ آخر ان کی تکمیل کرنے اور ترقی دینے کیلئے بھی تو کوئی سامان ہونا چاہئے تھا۔ ہم خوب جانتے ہیں کہ ایک خیال ہمارے دل میں گذرتا ہے۔ اور پھر ہم اس پر عمل پیرا ہوتے ہیں۔ لیکن کسی انسان کو خدا کا مظہر یا اوتار ماننے سے ہمارے خیالات یا افعال پر کونسا اثر پیدا ہو سکتا ہے۔ کسی ایک انسان کی پرستش کرنے سے ہمارا علم یا ہماری تہذیب میں کونسی ترقی ہو سکتی ہے۔ الغرض یہ کہنا کہ الہام الٰہی کی غرض صرف اسقدر ہے کہ چند باتیں خدا کی ذات کے متعلق بتا دیجائیں اور کچھ عبادت کی طرزیں سکھائی جائیں بہت ہی پوچ اور غیر تسلی دہ سی بات معلوم ہوتی ہے۔ خدا غنی حمید ہے اسکو ہماری عبادت کی کیا پرواہ ہے ہماری تقدیس یا تسبیح سے اسکی عظمت یا جلال میں کوئی فرق نہیں آسکتا۔

انسان کیلئے اپنی اصلاح کرنا ہی بہترین تسبیح ہے۔

حقیقی تسبیح تو یہی ہے کہ ہم وہ غرض پوری کریں جس کیلئے انسان جیسی اعلےٰ اور اشرف مخلوقات پیدا کی گئی اور الہام کو انسان کی مدد کیلئے آنا چاہئے تھا۔ تاکہ وہ اس مقصد کو حاصل کرنے کے قابل ہو جائے جس کیلئے اسکو دنیا میں بھیجا گیا۔ خود اپنی اصلاح ہی ایک انسان کی بہترین تسبیح ہے اور جو مذہب اس بات کو فرض اولین کہے

نہ سکھائے وہ تو برائے نام مذہب ہے اور سراسر دھوکا ہے +

ہر ایک انسانی نظم کی غرض و غایت ترقی اور کمال کو پہنچانا ہی سمجھی جاتی ہے تو پھر وہ نظم جس کا بانی مبانی خود خدائے قیوم ہو اسکو تو سب سے بڑھ کر اس منزل مقصود پر پہنچانیکی فکر کرنی چاہیئے۔ کیا اب اسبات کا کافی ثبوت نہیں ملگیا کہ ہماری فطرت میں ترقی کرنیکی لاانتہا استعدادیں موجود ہیں تو پھر وہ مذہب یا وہ صحیفہ جو اس مقصد اعلیٰ کے حصول کا کوئی راہ نہ بتائے ہم کس طرح اسکو آسمانی اور الہامی مان سکتے ہیں محمد صلے اللہ علیہ وسلم پر لاکھوں درود ہوں کہ ان پر اس از سربستہ کا انکشاف ہوا منہ جملہ ذیل آیات قرآنی اس حصہ کے اختتام پر ہیں جسکو ایک قسم کی تمہید یا دیباچہ کہنا چاہیئے فرمایا

والذین یومنون بما انزل الیک وما انزل من قبلک وبالاخرۃ ھم یوقنون۔ اولئک علی ھدًی من ربھم واولئک ھم المفلحون (سورۃ بقرہ آیت ۳ و ۴) ترجمہ: اور وہ جو ایمان لاتے ہیں جو تجھ پر اُترا اور جو تم سے پہلوں پر اُترا اور آخرت کا بھی یقین رکھتے ہیں یہی لوگ اپنے پروردگار کے سیدھے رستے پر ہیں اور یہی مراد پائیں گے +

یہ بات بھی غور کے قابل ہے کہ قرآن نے مفلحون کا لفظ استعمال کیا ہے جس کا مادہ فلاح ہے اور اسکے معنی کامیابی اور مخفیہ استعدادوں کا ظہور میں آنا ہے۔ پس قرآن نے الہام آلہی کی غرض خواہ وہ الہام نبی کریمؐ پر ہوئے یا ان سے پہلے نبیوں پر مندرجہ بالا آیات میں یہی فرمائی ہے کہ انسان کی استعداد کامل ظہور پائیں۔ بیشک قرآن پہلی کتابوں پر ایمان لانا بھی ضروری قرار دیتا ہے لیکن ان کا حقیقی اور اصلی ہونا اسی بات سے معلوم ہوسکتا ہے کہ وہ کس حد تک انسانی قوی کو ترقی دینے والے ہیں ہم تمام دنیا کے انبیا کے صحیفوں کو مانتے ہیں لیکن جب تک انمیں انسانی استعدادوں کی نشوونما کے راہ نہ پائے جائینگے۔ انکے اصلی یا حقیقی ہونیکے قابل نہیں ہوسکتے علےٰ ہذا القیاس تمام وہ عقائد اور اصول جو دنیا کے لوگوں نے انکی طرف منسوب کر دیئے ہیں۔ انکو بھی ہم اسوقت تک قابل اعتماد نہیں مان سکتے۔ جب تک وہ انسان کی اصلاح میں نمایاں مدد نہ دیں۔ قرآن شریف کی پہلی آیت میں اللہ کا ذکر

رب العالمین

سے کیا گیا ہے۔ یہ جملہ دو لفظوں کا مرکب ہے۔ رب اور عالمین۔ عالمین تو عالم کی جمع ہے جس کے معنے دنیا جہان ہے لیکن لفظ ربیت کچھ باتیں اپنے اندر لئے ہوئے ہے جسمیں نشوونما کرنے۔ پالنے اور پرورش کرنے کے علاوہ تربیت کرنے تکمیل کرنے اور عروج دینے کا مفہوم بھی آجاتا ہے۔ امام راغب لفظ رب کے معنے یوں فرماتے ہیں۔ کسی چیز کی تربیت اس طرح پر کرنا کہ وہ یکے بعد دیگرے مختلف مدارج و منازل طے کرتا ہوا اپنے کمال کو پہنچ جائے" + گویا کہ تمام مخلوقات کا قیام صفت ربوبیت کے ماتحت ہے۔ جس نے نہ صرف پرورش اور زندگی کے سامان مہیا کئے بلکہ

پہلے ہی سے اِس قسم کی استعدادیں اور ان کے ظہور کے ذرائع و اسباب پیدا کر دیئے تاکہ وہ اپنے کمال کو پہنچ جائے یعنی تمام پوشیدہ استعدادیں و قویٰ ظاہر ہوکر اصلیت کی شکل اختیار کریں (اقتباس از انگریزی ترجمۃ القرآن از مولینا حضرت مولوی محمد علی صاحب ایم اے ایل ایل بی) گویا کہ خدا کی آخری الہامی کتاب نے شروع ہی میں ہمکو ایک ایسے خدا کی پرستش سکھائی جو ہماری تکمیل نفس میں ہمارا ناصر و مددگار ہے۔ یہ جملہ رب العالمین یعنی تمام مخلوقات کی تکمیل کرنیوالا ہم کو کائنات کے مختلف مناظر اور انکی ترقی کی طرف توجہ دلاتا ہے۔ قدرت کے ہر ایک ذرہ کی خلق اور پرورش کے علاوہ اسکی تکمیل بھی رب العالمین ہی کے ہاتھ میں ہے۔ غور کرنیسے معلوم ہوگا کہ ہر ذرہ ترقی کرسکتا ہے اس میں ایسی استعدادیں موجود ہیں جن کا پتہ ابھی سائنس کو نہیں لیکن حالات موافق ہوتے ہی وہ اپنے کمال کیطرف قدم اُٹھاتے ہیں۔ کیا یہ اسقدر وسیع مشاہدہ بھی ہم کو اپنی فطرت اور اپنی تکمیل کی طرف توجہ نہیں دلاتا +

معبود

بعض کا قول ہے کہ خدا کی عبادت اسکو یاد کرنا اور اسکی پاکی بیان کرنا ہے۔ اور اس کا طریقہ بعض مقررہ الفاظ کا دہرانا یا بعض صفات الٰہی کو بعض حرکات جسمانی کے ساتھ بیان کرنا ہے۔ اگر ہم یہ خیال کریں کہ خدا ان حرکات جسمانی سے یا کوئی توصیف کے الفاظ سُنکر خوش ہوتا ہے تو گویا ہمنے خدا کی بڑی سخت ہتک کی۔ اور اسکو ایک معمولی فرد نسل انسان کے برابر بھی سمجھا۔ اگر صرف منہ سے شکریہ کرتے رہو۔ اور لفظوں سے خدا کی عظمت بیان کرتے رہو۔ اور ان الفاظ کے مطابق کوئی عمل نہ کرو۔ تو حیف ہے ایسی نماز اور دُعا پر۔ یہ تو سراسر ظاہر داری اور فریب دہی ہے حقیقی اور سچی عبادت تو وہ ہے جسمیں یہ کوشش کیجائے کہ خود انسان صفات باری تعالیٰ کا مظہر بننے کی کوشش کرے۔ خدا سے دعا مانگنے کا اصلی مفہوم بھی یہی ہے کہ ان حالات کو پیدا کیا جاوے جسکا نتیجہ خدا کی ان صفات کا ظہور ہو جن کا ذکر ہم اپنی دعا یا نماز میں کرتے ہیں۔ اگر ہم اپنی دُعاؤں میں خدا کو ارحم الرحمین کہکر پکارتے ہیں تو اسکا مدعا صرف یہ ہے کہ ہم اپنے آپ کو رحم کے قابل بنائیں۔ اور خدا کا رحم ہم پر نازل ہو۔ اگر ایک مسلم اپنی نماز کو رب العالمین یعنی خالق پرورش کنندہ۔ تربیت دہندہ۔ تکمیل کنندہ کہکر شروع کرتا ہے تو اس سے یہی مطلب تھا کہ وہ سوچے کہ مجھ میں کونسی استعدادیں موجود ہیں۔ اور جن کی تکمیل مجھے رب سے مانگنی چاہیئے۔ اور لفظ رب یعنی تکمیل کنندہ ہمکو اسبات کی ڈھارس دیتا ہے کہ ہم اگر اس کام کو شروع کریں گے۔ تو خدا ضرور ہماری مدد کریگا پس خدا کا آخری الہام آج سے تیرہ سو برس پہلے وہ صداقت لیکر آیا جو آج بیسویں صدی عیسوی میں آکر لوگوں اور سائنس دانوں کو معلوم ہوئی ہے اس نے تو کفارے کو جڑ سے اکھاڑ پھینکا اور خود تکمیل نفس کی کوشش شروع کرادی۔ اور نسل انسان کیلئے اس سے بڑھکر اور کونسا بہتر راستہ صلاحیت اور کامیابی کا ہوسکتا تھا۔ کفارے کا عقیدہ اگر سچ بھی ہو تو اسکا نتیجہ اور فائدہ تو مر بعد از مدت ملیگا۔ اور تکمیل نفس کا اصول تو اسی دُنیا میں ہمکو عروج پر پہنچانا چاہتا ہے اور ساتھ ہی زندگی بعد از موت کی فلاح ابدی اور کامل راحت حاصل کرنیکی کوشش میں کوئی امر رکاوٹ پیش نہیں کرتا +

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

بہی خواہانِ اسلام و مسلم مشن ووکنگ

سے

اپیل

مکرم بندہ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ جو کچھ کام اس وقت تک ووکنگ مسلم مشن تبلیغ اسلام کا فرض ادا کر چکا ہے۔ جو کچھ آیندہ کر رہا ہے وہ محتاج بیان نہیں۔ اور نہ اسکی ترقی و کامیابی کسی مبالغہ آمیز تحریر کی محتاج ہے۔ اب اس مشن کو قائم ہوئے چھٹا سال گذر رہا ہے۔ اور محض فضل ایزدی سے کافی تعداد انگریز مرد اخوان و خواتین کی حلقہ بگوش اسلام ہو چکی ہے۔ ان نومسلمین میں تعلیمیافتہ اور یونیورسٹیوں کے اعلےٰ ڈگری یافتہ بھی ہیں۔ فوجی افسران مثلاً جنرل کپتان لفٹننٹ وغیرہ و اہل قلم بھی ہیں۔ اعلیٰ سوشیل حیثیت کے لوگ بھی ہیں۔ بہرحال جو کچھ بھی نصرت و کامیابی ہم کو تبلیغی رنگ میں یورپ میں ہوئی۔ وہ محض اللہ تعالےٰ کا فضل ہے۔ اور اس پر جسقدر بھی سجدات شکر ادا کریں کم ہیں لیکن اس کامیابی و نصرت کے ساتھ اخراجات کی افزونی بھی لازمی امر ہے۔ جس کا تہیہ مشکلات پیدا کر دیتا ہے۔ آپ پر خوب روشن ہے کہ موجودہ جنگ کے باتحت انگلستان میں ہر ایک قسم کی قلت و گرانی ہے۔ اخراجات مشن سابقہ سے کئی گنا زیادہ ہو گئے ہیں۔ اس وقت مشن مذکورہ آپ جیسے بہی خواہان اسلام کی توجہ کا اشد محتاج ہے۔ اگر اس نازک وقت میں آپنے اس عظیم الشان اسلامی کام کی طرف توجہ مبذول نہ فرمائی۔ تو مجھے احتمال ہے کہ کہیں مشن کو مالی

ضعف نہ پہنچے۔ صحابہ کرام رضؓ و بزرگان سلف نے اشاعت اسلام کے پاک مقصد کیلئے تو جانیں تک قربان کر دینے میں دریغ نہ کیا۔ وہ دن ہماری قومی موت کا ہوگا۔ خدا وہ دن نہ لائے۔ کہ ہمیں اضطراری میں ہم کو سرزمین تثلیث سے توحید کا جھنڈا اکھاڑنا پڑے۔ مسلم مشن ووکنگ آپ کا اپنا ہی مشن ہے۔ آپ مسلم ہیں۔ اور اسکی آبیاری آپ پر بحیثیت مسلم ہونے کے فرض اولین ہے۔ مشن مذکورہ کو موجودہ حالات کے ماتحت استدمال ضرورت ہے۔ میں اس خاص عریضہ ہذا سے آپ کی گرامی توجہ ایک نہایت ضروری امر کی طرف منعطف کرنے کی جرأت کرتا ہوں۔ اور قوی امید رکھتا ہوں کہ جس طرح آپ ہمیشہ خدمت اسلام کے ثواب کو حاصل کرتے رہے ہیں۔ اس موقعہ پر بھی پوری توجہ فرما کر عنداللہ ماجور ہونگے +

زکوٰۃ کا فریضہ ایک ایسا فریضہ ہے۔ کہ جس پر نہ صرف قرآن شریف نے باربار زور دیا ہے۔ اور قیام نماز کے ساتھ اسے اسلام کا دوسرا رکن عظیم قرار دیا ہے۔ بلکہ ادائے زکوٰۃ اور اسکے بیت المال میں جمع ہو کر ضرورت اسلامی پر خرچ ہونے کی بھی صحابہ رضی اللہ عنہم نے یہاں تک ضرورت کو سمجھا۔ کہ ان لوگوں سے جنھوں نے زکوٰۃ دینے سے انکار کیا تھا۔ جنگ کیا گیا۔ اور آج تک ان کے نام کے ساتھ مرتد کا لفظ بولا جاتا ہے +

اکثر احباب ان لوگوں کو زکوٰۃ کا روپیہ دیتے ہیں۔ جو اسکے مستحق نہیں ہیں۔ علاوہ ازیں زکوٰۃ کے متعلق حکم ہے۔ کہ وہ ایک بیت المال میں جمع ہو کر مسلمانوں کی ضروریات پر خرچ ہو۔ مگر اب چونکہ وہ انتظام تو نہیں۔ اسلئے خود اشاعت اسلام سب سے بڑھ کر اس زکوٰۃ کا حقدار ہے۔ اسلام ایک بیکسی و غربت کی حالت میں ہے۔ اسکی توسیع اشاعت کا اسکی پاک صداقتوں کو دُنیا میں پھیلانے کا کوئی انتظام مسلمانوں میں نہیں ہے۔ اسلئے اگر زکوٰۃ کا سارا روپیہ اشاعت اسلام میں چلا جاوے۔ تو حرج نہیں لیکن اگر بحصہ رسدی بھی ان آٹھ مصارف میں جو خود قرآن کریم نے تجویز فرمائے ہیں زکوٰۃ کا روپیہ خرچ کیا جاوے۔ تو ان مصارف میں جہاد یعنی اشاعت اسلام اور مولفۃ القلوب یعنی جو لوگ اسلام کے قریب ہیں ان پر روپیہ خرچ کرنا یہ ایسے امور ہیں۔ جن کو اس وقت رسالہ اسلامک ریویو اور مسلم مشن ووکنگ ہی بہترین طریق پر ادا کر رہے ہیں۔ اسلئے میں جناب سے یہ امید رکھتا ہوں۔ کہ آپ خود بھی اپنی زکوٰۃ کی رقم ورنہ اس میں سے کم از کم نصف ووکنگ مشن کی اغراض کے لئے مرحمت فرمائیں

اور اپنے احباب اور دیگر تعلقداروں سے بھی یہ اپیل فرمائیں۔ کہ وہ اس موقع پر بہر حال قرآن کریم کے حکم کے ماتحت انہوں نے اپنے اپنے مال کا ایک حصہ خدا کی راہ میں نکالنا ہے تو تبلیغ و اشاعت اسلام کے کام کو مقدم کر کے بڑا حصہ اپنی زکوٰۃ کا اس مصرف کے لئے عطا فرمائیں۔ الدال علی الخیر کفاعلہ۔

آپ اگر لوگوں کو اس نیکی کی ترغیب دینگے۔ تو آپ خود تو بہر حال اجر عظیم کے مستحق ٹھیریں گے۔ لوگوں کو نیکی کی طرف بلانا بھی بہترین کار ثواب ہے۔ اور خدا چاہے۔ تو اس طرح تبلیغ اسلام کی مشن کو بھاری مدد اس قلت و قحط کے زمانہ میں ایسی رنگ میں پہنچ سکتی ہے۔ لیکن اس کا انحصار انہی چند احباب پر ہے۔ جو اس کام کی اہمیت کو سمجھتے اور خدمت اسلام کے لئے سچا جوش دل میں رکھتے ہیں۔ امید واثق ہے۔ کہ جناب ازراہ نوازش ان سطور پر غور و تدبر فرما کر جواب سے ضرور مشکور فرمائیں گے بحیثیت ایک مسلم کے اس کا جواب مثبت میں دینا آپ پر فرض ہے عام طور پر دیکھا گیا ہے۔ کہ چھپی ہوئی چٹھیوں پر بہت کم توجہ کی جاتی ہے۔ اور ردی کی ٹوکری میں پھینکدی جاتی ہیں۔ لیکن عریضہ ہذا ایک نیک و پاک مقصد اسلام کے متعلق ہے۔ اُمید ہے کہ اس سے وہ بدسلوکی روا نہ رکھی جاویگی۔ اگر جناب مسلم مشن ووکنگ کو اسکے سابقہ احسن نتائج کو ملحوظ نظر رکھتے ہوئے کسی اعانت و زکوٰۃ کا مستحق سمجھتے ہیں۔ تو اس آڑے وقت میں اس کی امداد کے لئے کھڑے ہو جائیں۔ یوں تو مشن اللہ تعالےٰ ہی کا بنا کردہ مشن ہے۔ اور وہی اس کی آبیاری فرمائیگا۔ لیکن مبارک ہے وہ انسان جو وقت شناسی کر کے اس کار خیر میں حصہ لے کر داعی الی الخیر کے زمرہ میں شامل ہوتا ہے۔ توحید کا ڈنکا چار اکناف عالم میں بجانا آنحضرت صلعم کی بعثت کی غرض اولین تھی۔ دوستو اس کے لئے اٹھو اور جاگو +

تمام ترسیل زر بنام شیخ رحمت اللہ منیجر اسلامک ریویو مالک انگلش ویر ہاؤس

[illegible]

مختلف علمی - مذہبی تمدنی - اخلاقی تصنیفات

کتاب	قیمت	کتاب	قیمت	کتاب	قیمت
رسول عربی	۶ر	جمشید تمدن	۳ر	حالات زمین - -	۵ر
سنت رسول	۵ر	علم کی دیوی	۵ر	تعلیم الصبیان .. -	۴ر
کفایت شعاری	۴ر	قومی گیت	۴ر	لائق ماں کا لائق بیٹا ..	۳ر
پدما یا چیلے کی کہانی	۳ر	خوش انجام .. -	۲ر	حجاب النساء ..	۳ر
آداب نسوان	۶ر	راہ جنت	۳ر	تربیت النساء	۵ر
سہیلی نامہ .. -	۲ر	ناصح مشفق	۳ر	کرن .. .. -	۱ر
صبر کی دیوی	۳ر	لیکچر اسلام	۲ر	تاثیر صحبت	۸ر
لاڈلا بیٹا	۳ر	لوری نامہ	۲ر	دیوانہ	۱۰ر
عقیلہ بیگم	۲ر	زنانہ خطوط	۵ر	باورچی خانہ	۴ر
حوران جنت	۴ر	اخلاقی کہانیاں	۴ر	سو کہانیوں کا دلچسپ مجموعہ	عہ

سیرۃ النعمان یعنی حضرت امام اعظم ابو حنیفہ کی سوانح عمری } مصنفہ شمس العلماء مولینا شبلی نعمانی حصہ اول میں امام صاحب کا حسب و نسب ولادت و سن رشد تعلیم و تربیت شیوخ حدیث درس لیس لقیہ زندگی لور دربار کے تعلقات وفات اخلاق و عادات مناظرات فتاوے ذہانت و طباعی اس قسم کے تمام حالات نہایت تفصیل سے مذکور ہیں دوسرے حصہ میں امام صاحب کے اقوال و مسائل جو علم کلام اور فن حدیث کے متعلق ہیں تفصیلی بحث خاتمہ میں امام صاحب کے ضامنوا اور ممتاز شاگردوں کے مختصر حالات ہیں قیمت عہ

الفاروق - شمس العلماء مولینا شبلی نعمانی نے بہت کچھ جانکاہی اور محنت سے حضرت عمر فاروق کے حالات پر یہ ضخیم کتاب تیار کی ہے اور جس کیلئے انہوں نے ممالک عثمانیہ و مصر کا سفر کیا اور بیشمار تاریخی کتابوں کی ورق گردانی کر کے تیار کی قیمت عہ

المامون } مصنفہ شمس العلماء شبلی نعمانی اس کتاب کے دو حصے ہیں پہلے حصے میں تمہید تربیت خلافت مامون الرشید کی ولادت تعلیم و تربیت ولیعہدی تخت نشینی خانہ جنگیاں فتوحات ملکی اور وفات کے حالات ہیں دوسرے حصے میں ان مراتب کی تفصیل ہے جن سے اس عہد کے حالات اور مامون رشید کے تمام اخلاق و عادات کا اندازہ ہو سکتا ہے قیمت ۸ر

الغزالی یعنی امام غزالی علیہ الرحمۃ کی سوانح عمری مصنفہ شمس العلماء مولوی محمد شبلی صاحب نعمانی قیمت صرف عہ

درخواستیں تمام خواجہ **عبد الغنی** منیجر رسالہ اشاعت اسلام عزیز منزل نولکھا لاہور آنی چاہئیں

مطبوعہ یونین سٹیم پریس لاہور

اسلامک ریویو ووکنگ لنڈن

(ماہوار انگریزی رسالہ ... سالانہ ...)

ایڈیٹر حضرت خواجہ کمال الدین صاحب بی اے ایل ایل بی و حضرات مولوی صدرالدین صاحب بی اے بی ٹی بلاد غربیہ میں اشاعت اسلام کا مشعلبردار تثلیث کے مرکز میں توحید کا پیغامبر۔ قرآن کریم کے حسن و جمال کا فوٹو آنحضرت صلعم کے پاک حالات اور آپ کے خلق عظیم کا آئینہ۔ حسن سیرت و معاشرت کا فوٹو علمی۔ ادبی۔ تمدنی۔ اخلاقی و اصلاحی مضامین کا دلنواز مجموعہ آنحضرت صلعم کے مختلف شعبہ ہائے زندگی کا دلکش مرقع۔ ملت بیضا کی طرف دین اسلام کی دعوت کا واحد ذریعہ سیاہ ظلمت و شب دیجور کی تاریکی میں تجلی کا کام کرنیوالا ایک ہی انگریزی زبان میں ماہواری رسالہ جس نے ایسے وقت میں جبکہ اسلام کے چہرہ پر افترا، غلط فہمی اور غلط بیانی کی سیاہ چادر پڑی ہوئی تھی۔ اس نے اس چادر کو پھاڑ اسلام کے منور چہرہ سے یورپین آنکھ میں چکاچوند کردی۔ اس کا اردو ترجمہ رسالہ **اشاعت اسلام** (... سالانہ) ماہواری لاہور سے شائع ہوتا ہے۔ ہر دو ماہواری رسالوں میں ہر ماہ نومسلمین و نماز عیدین کی تصاویر ہوتی ہیں +

المشتہر۔ مینجر اسلامک ریویو و اشاعت اسلام عزیز منزل لاہور

ضروری اعلان

مندرجہ ذیل ہر سہ احباب دفتر ہذا کی طرف سے بطور سفیر دورہ پر ہیں تاکہ رسالہ اسلامک ریویو و رسالہ اشاعت اسلام کی مختلف مقامات پر توسیع اشاعت کریں۔ امید واثق ہے کہ ناظرین کرام ان کا ہاتھ اس اسلامی خدمت میں بٹا کر عند اللہ ماجور ہوں گے +

۱۔ جناب میر حمید خان صاحب ہیڈ کلرک دفتر کیمیکل اگزیمینر نینی تال انہوں نے فی سبیل اللہ سفارت مسلم مشن ووکنگ منظور فرمائی ہے اور تقریباً قریباً تمام ہی ہندوستان کا سال بھر میں دورہ فرماتے ہیں اور مشن کیلئے بھی دوران دورہ میں تحریک فرماتے رہتے ہیں +

۲۔ خواجہ عبدالمجید صاحب دہلی۔ آگرہ کانپور سے ہوتے ہوئے انشاء اللہ بنگال و برہما پہنچینگے +

۳۔ خواجہ عبدالغنی مینجر اشاعت اسلام عنقریب انشاء اللہ جنوبی ہند کی طرف روانہ ہونگے +

ضروری نوٹ رنگون دیوبی ملک بنگال و برہما کے کل ناظرین رسالہ از راہ کرم خواجہ عبدالمجید صاحب کو اور جنوبی ہند کے خواجہ عبدالغنی مینجر رسالہ ہذا کو ہر ایک قسم کی امداد دے کر عند اللہ ماجور رہیں +

Khwaja Abdul Ghani

دستخط مینجر بحروف انگریزی

رجسٹرڈ ایل نمبر ۹۰۸

وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ أُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَأُولٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ

رسالہ

اشاعت اسلام

اردو ترجمہ

اسلامک ریویو اینڈ مسلم انڈیا

زیر ادارت

خواجہ کمال الدین (بی-اے-ایل-ایل-بی) و مولوی صدر الدین (بی-اے-بی-ٹی)

نمبر (۵)	بابت ماہ مئی سنہ ۱۹۱۶ء	جلد (۲)

فہرست مضامین

ماخوذ از اسلامک ریویو و مسلم انڈیا ماہ اپریل سنہ ۱۹۱۶ء

لاہور احمدیہ بلڈنگس میں ... مئی سنہ ۱۹۱۶ء کو مرزا یعقوب بیگ صاحب آنریری سکریٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام نے ... باہتمام ... رفاہ عام سٹیم پریس لاہور میں چھپوا کر شائع کیا

قیمت سالانہ تین روپے

اشاعت اسلام بک ڈپو

تصنیفات حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مسلم مشنری

(۱) براہین نیرہ حصہ اول المعروف بہ۔ قرآن ایک خاتم اور عالمگیر الہام ہے۔ اردو قیمت دس آنے (۱۰/

(۲) ام الالسنہ یعنی عربی مبیّن کل زبانوں کی ماں ہے۔ اُردو۔ قیمت دس آنے .... (۱۰/

(۳) اسوہ حسنہ۔ الموسوم بہ "زندہ اور کامل نبی" اردو قیمت چار آنے .... (۴/

(۴) احادیث نبوی کا اقتباس انگریزی قیمت (۲/

مسلم پریئر انگریزی قیمت چار آنے ... (۴/

صحیفہ آصفیہ تبلیغ بنام بحضور نظام حیدرآباد دکن اردو قیمت (۲/

بنگال کی دلجوئی انگریزی و اردو فی کتاب قیمت (۱/

مسلم مشنری کے ولایتی لکچروں کا سلسلہ اردو قیمت (۱/ اور تین عدد انگریزی لیکچر قیمت تین آنے ... (۳/

مسلم اٹی چیوڈ ٹورڈز گورنمنٹ انگریزی۔ کرشن اوتار۔ اردو۔ فی کتاب قیمت ایک آنہ ...... (۱/

اسلامک ریویو و مسلم انڈیا کی جلدیں ۱۹۱۳-۱۹۱۴ انگریزی قیمت فی جلد سنہ ۱۹۱۳ء (عہ) جلد سنہ ۱۹۱۴ء (عہ)

رسالہ اشاعت اسلام اردو ترجمہ اسلامک ریویو کے سابقہ پرچے جولائی سنہ ۱۹۱۴ء لغایت دسمبر سنہ ۱۹۱۴ء قیمت (عہ/

دیگر مختلف تصنیفات

قرآن کریم کے تفسیری نوٹ پارہ اول مرتبہ حضرت مولوی محمد علی صاحب ایم۔ اے۔ اردو۔ قیمت فی جلد ... (۶/

نکات القرآن حصہ دوم ایضاً " .... (۶/

عصمت انبیاء (۸/ غلامی " " .... (۴/

دی بیٹرن او یکنگ ٹو اسلام مصنفہ جناب لارڈ ہیڈلے صاحب بالقابہ انگریزی۔ قیمت فی جلد بارہ آنے ... (۱۲/

التوحید جس میں لا الہ الا اللہ کی مختصر تفسیر ہے مصنفہ جناب ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب ایل۔ ایم۔ ایس ... (۱/

طریق فلاح جس میں بت پرستی کی بنیاد اور اُس سے بچنے کی آسان راہ ہے مصنفہ جناب شاہ صاحب ایل۔ ایم۔ ایس ... (۱/

Miracle of Mohd

مصنفہ مشیر حسین صاحب قدوائی بیرسٹر ایٹ لا۔ انگریزی (۱۲/

اسلام اینڈ سوشیلزم " " " (۴/

پیغام صلح انگریزی و اردو فی رسالہ قیمت ... (۱/

النبوۃ فی الاسلام۔ نبوت کی اصل غرض و غائیت مصنفہ حضرت مولوی محمد علی صاحب ایم اے قیمت ... (عہ/

حدوث مادہ .... (۴/

جلد اول مکمل سنہ ۱۹۱۵ء رسالہ اشاعت اسلام قیمت (۱ے

پتہ: منیجر خواجہ عبد الغنی۔ عزیز منزل احمدیہ بلڈنگس نولکھا لاہور

نوٹ:۔ ۱-۲-۳-۴ ناظرین کرام ان کتب کو اپنے حلقہ اثر میں اور غیر مسلم احباب میں تقسیم فرما کر ثواب دارین حاصل کریں +

Yours faithfully

MUHAMMAD NASRULLAH

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

اشاعت اسلام

ترجمہ اردو اسلامک ریویو و مسلم انڈیا مجریہ لنڈن

جلد (۲) بابت ماہ مئی ۱۹۱۶ء نمبر (۵)

شذرات

اس رسالہ کے ساتھ جس معزز انگریز نومسلم کی تصویر شائع ہوتی ہے اور جو انگریزی فوج میں کپتان کے عہدہ پر ہیں۔ ان کا نام نامی البرٹ آرم سٹرانگ میکلالن ہے۔ جن کے اسلام لانے کا اعلان گذشتہ رسالہ میں ہو چکا ہے ان کا اسلامی نام محمد نصر اللہ رکھا گیا ہے۔ ان کا اپنا دستخطی اعلان اسلامک ریویو کے اپریل نمبر کے ساتھ شائع ہؤا ہے جو بالفاظ ذیل ہے +

میں البرٹ آرم سٹرانگ میکلالن ولد پادری الگزنڈر میکلالن اس اعلان کے ذریعہ سے برضا و رغبت خود اپنے ایمان اور سچے دل سے اس بات کا اقرار کرتا ہوں کہ میں اپنے لیئے مذہب اسلام اختیار کرتا ہوں۔ اور کہ میں صرف ایک اللہ کی پرستش کروں گا۔ اور کہ میں اس بات پر ایمان لاتا ہوں کہ محمد صلعم اللہ کے رسول اور اس کے بندہ ہیں اور کہ میں سب انبیاء ابراہیم موسےٰ عیسےٰ علیہم السلام وغیرہم کی یکساں عزت کرتا ہوں اور کہ میں اللہ تعالےٰ کی مدد سے ایک مسلم کی زندگی بسر کروں گا +

لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ

دستخط۔ اے۔ اے میکلالن کپتان۔ آر آئی ف او آر منسٹر فیوزلیرز — عمر ۲۷ سال

مارچ کے مہینہ میں تین انگریز مرد داخل اسلام ہوئے یعنی ایک مسٹر ڈی مل جو سیلون کے رہنے والے ہیں اُنھوں نے اپنا اسلامی نام جمال الٰہی تجویز کیا ہے۔ اور دو اور انگریز افریقہ میں مسلمان ہوئے ہیں۔ جو مغربی افریقہ کے باشندے ہیں۔ ان میں سے ایک کا نام مود اسرفر ہے۔ اور اسلامی نام عبداللہ رکھا گیا [illegible] کا نام سیوطی ہے۔ اور اسلامی نام عبدالصمد تجویز ہوا ہے۔ ان دونوں صاحبوں نے اعلان اسلام کے قادم کے علاوہ بڑے بڑے اخلاص کی چٹھیاں مولوی صدرالدین صاحب امام مسجد ووکنگ کے نام لکھی ہیں +

خدا کے فضل سے اسلامک ریویو کا اثر تبلیغ انگلستان تک محدود نہیں۔ بلکہ انگلستان پھر کم و بیش یورپ کے دیگر ممالک میں پھر دیگر ممالک عالم میں اس کا اثر روز بروز پھیل رہا ہے اور اس وقت تک فرانس بلجیم۔ اٹلی روس کے بعض اعلےٰ طبقہ کے اشخاص کے علاوہ امریکہ اور افریقہ میں بھی نومسلم ہوئے ہیں بلکہ آسٹریلیا اور ایشیا پر بھی اثر ہؤا ہے۔ اگر کوئی نقص ہے تو صرف اس کی اشاعت کی کمی۔ اس میں شک نہیں کہ محض اشاعت اس وقت تک زیادہ مفید ثابت نہیں ہوتی۔ جب تک کہ اسکے ساتھ ایک مرکز قایم نہ ہو۔ جہاں لوگوں سے میل ملاقات پیدا کی جائے اور اُن کے دلوں میں جو شکوک پیدا ہوں اُن کے بھی جواب دیئے جائیں۔ بلکہ یُوں کہنا چاہیئے کہ بغیر ایک تبلیغی مرکز قائم کرنے کے تبدیل مذہب کی امید رکھنا بے فایدہ ہے۔ اور یہ محض اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ اسلامک ریویو دور دور کے ملکوں سے بھی مستعد طبیعتوں کو اپنی طرف اس زور سے جذب کر رہا ہے کہ بغیر کسی اور محرک کے وہ اسلام کے اندر داخل ہو رہے ہیں اور اس طرح پر اس بات کا ثبوت مل رہا ہے کہ تبلیغ اسلام کے لیئے کس قدر وسیع میدان پڑا ہے۔ جہاں اسلام کی تبلیغ کے لیئے مرکز قایم ہو سکتے ہیں +

خود انگلستان کے اندر کس طرح پر اندر ہی اندر اسلام گھر کر رہا ہے۔ تعجب آتا ہے۔ ۹ فروری ۱۹ء کے ایک خط میں مولینا مولوی صدرالدین صاحب نے ایک واقعہ اس کے متعلق تحریر فرمایا ہے۔ کہ کس طرح ایک نوجوان خاتون نے جس کا نام مس ڈیبے بورن تھا۔ مرتے وقت اپنے اسلام کے ساتھ

تعشق کا اظہار کیا، یہ نوجوان خاتون اپنی والدہ سمیت کچھ دن برابر ہر ہفتہ لیکچر میں آتی رہیں ۔
ان کے پہلے مسجد میں آنے کی وجہ جو اُنھوں نے خود بیان کی یہ ہوئی کہ ماں بیٹی کہیں جا رہی تھیں
مگر وہاں زیادہ دیر ہو گئی - قریب ہی مسجد دیکھ کر اُنھوں نے کہا کہ چلو آج اس کو ہی دیکھ لیں - کہ
مسلمانوں کا مذہب کیسا مضحکہ خیز ہے - مسجد کے اندر آئیں تو پہلے ہی دن توحید کے لیکچر نے ایسا
ان کے دلوں کو پکڑا کہ وہ سمجھ گئیں کہ حقیقی توحید صرف مسلمانوں کے پاس ہے اور جس کو وہ اب تک
سچا مذہب سمجھ رہی تھیں - وہ درحقیقت شرک اور باطل ہے - کئی اتوار لیکچروں میں شمولیت کے
بعد ان کی آمد و رفت یکم رتبہ بند ہو گئی - آخر کچھ عرصہ بعد ایک دن اس خاتون کے والد مسجد میں آئے
اور اُنھوں نے یہ بیان کیا کہ مس ڈے بورن چھ ہفتہ بیمار رہ کر انتقال کر گئیں - اور یہ بھی کہا کہ
ساری بیماری میں وہ آپ کا ذکر کرتی رہیں - اور عشا کی نماز کے وقت اذان کو توجہ سے سنتی تھیں
اور خیال کرتی تھیں کہ اب میرے سینے سے خون آنا بند ہو تو مسجد میں جاؤں - مگر زندگی نے وفا
نہ کی - اس موقعہ پر جو ہمدردی کا اظہار اہل مسجد کی طرف سے ہوا اس کا اقرار اس خاتون کے والد
نے وہاں کے مقامی اخبارات میں کیا - اس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام کا پاک پیغام کس طرح
اندر ہی اندر دلوں کو مسخر کر رہا ہے - اور عجیب نہیں کہ کسی وقت اس کا اثر ہم کو یدخلون
فی دین اللہ افواجا کے رنگ میں نظر آئے ۔

اسلام کی تاریخ میں اس قسم کے صدہا واقعات پائے جاتے ہیں کہ کس طرح ظاہر مخالفت کے ہوتے
ہوئے اسلام اندر ہی اندر طبائع پر اپنا نیک اثر ڈالتا رہا - خود نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی زندگی
میں اس کی اعلےٰ درجہ کی مثال ملتی ہے - ایک طرف تو اہل مکہ خطرناک مخالفت کرتے مسلمانوں
کو دکھ دیتے مارتے گھروں سے نکالتے ہیں - دُوسری طرف اُن کے دل گویا اسلام کے پاک اثر
سے کھائے جا چکے تھے اور کثرت سے لوگ اس کی صداقت کے معترف تھے - چنانچہ جب بڑے
بڑے سردار جو مخالفت کرتے تھے مر گئے تو لوگ جوق در جوق اسلام کے اندر داخل ہونے شروع ہوئے
ادھر مسلمانوں کے ساتھ جنگ ہو رہا ہے - ادھر انہی میں سے لوگ مسلمان ہوتے چلے جاتے ہیں خالد
بن ولید احد کی جنگ میں مسلمانوں کے خلاف سپہ سالار بن کر جنگ کرتا ہے - اور فتح مکہ میں ایک دستہ
فوج اسلامی کا سپہ سالار ہے - غرض اسلام کی تعلیم ایسی پاک اور ایسی فطرت انسانی کے تقاضوں کو

پورا کرنے والی ہے کہ سعید الفطرت لوگ کسی قوم کے بھی ہوں بہت جلد اس کی پاک تعلیم سے متاثر ہوتے چلے جاتے ہیں۔ اور یہی واقعہ آج انگلستان میں ہو رہا ہے۔ بہت لوگ ہیں جنھوں نے اسلام کا اعلان نہیں کیا۔ مگر اسلام کی صداقت ان کو اپنا گرویدہ بنا چکی ہے +

مگر کس قدر افسوس کا مقام ہے کہ مسلمان تبلیغ اسلام کے فرض کی طرف سے بالکل غافل ہو رہے ہیں۔ یہ غفلت ایک مدت سے طاری ہے۔ اور اس لیئے شاید یہ خیال بھی مسلمانوں کے دلوں سے اُٹھ گیا ہے کہ اسلام کے اندر کیسی طاقت اور کیسا جذب ہے۔ قرآن سے بیگانہ اور نا آشنا ہو کر اسلام کی خوبیوں کا دل میں کیا خیال باقی رہ سکتا ہے۔ مگر اس وقت تو خدا تعالےٰ نے وہ اسباب بھی پیدا کر دیے ہیں۔ جنھوں نے اسلام کی خوبیوں اور اسلام کی قوت جذب کا عملی ثبوت دیدیا ہے اور دکھا دیا ہے کہ کوئی شخص اسلام کے منور چہرہ سے پردہ اُٹھانے کیلئے تیار ہونا چاہیئے۔ اس پر فدا ہونے والے ہزاروں اور لاکھوں کی تعداد میں موجود ہیں۔ یہی حقیقی جہاد تھا۔ اسی کا نام اللہ تعالےٰ نے جہاد کبیر رکھا ہے۔ چنانچہ قرآن کے حقائق سے دُنیا کو آگاہ کرنے کے متعلق ہی فرمایا وجاھدھم بہ جھادا کبیرا۔ اسی جدوجہد میں مُسلمانوں کی زندگی تھی۔ کہ وہ اپنی تبلیغی کوششوں کو بڑھاتے چلے جاتے۔ مگر افسوس ہے کہ وہ اپنی زندگی کے اسباب سے بھی لاپروا ہیں +

خدا تعالےٰ نے تو اشاعت اسلام کا حق ہر ایک مسلمان کے مال میں فرض کے رنگ میں بھی رکھدیا تھا۔ علاوہ اس سے جو جہاد کی ترغیب بار بار دلائی جس سے حقیقی مقصود اعلائے کلمۃ اللہ ہی ہے نماز کا قایم کرنا اور زکوٰۃ کا ادا کرنا اسلام کے ایسے ضروری اصول ہیں کہ قرآن کریم میں ان کا ذکر توحید الہٰی کے اقرار کے ساتھ کیا ہے۔ گویا ایک مُسلمان کی عملی زندگی ان دو کے بغیر کچھ بھی نہیں۔ ابتدائے اسلام میں مسلمانوں کے سب بڑے بڑے کام اس زکوٰۃ سے نکلتے تھے۔ لیکن جب مسلمانوں کی حالت گرنی شروع ہوئی تو سب سے پہلا انقلاب یہ بھی نظر آتا ہے کہ زکوٰۃ کی ادائیگی کیطرف سے مُسلمان غافل ہونے لگے۔ اور آہستہ آہستہ یہاں تک نوبت پہنچی کہ اب شاید بہت سے مسلمانوں کو یہ معلوم بھی نہیں کہ یہ کیسی ضروری چیز ہے سوا جو اس فرض کو ادا کرتے بھی ہیں وہ اپنی جگہ خود

جس طرح چاہتے ہیں اور جس قدر چاہتے ہیں روپیہ صرف کردیتے ہیں۔ اور اپنے دل میں ہی فرض کر لیتے ہیں کہ فلاں رقم جو ہم نے فلاں مسکین کو دی وہ زکوٰۃ کا ہی حصّہ ہے۔ حالانکہ قرآن کریم نے زکوٰۃ کے آٹھ مختلف مصارف قرار دیئے ہیں اور یہ ضروری ہے کہ ان سب مصارف میں کچھ نہ کچھ حصّہ زکوٰۃ کا جائے۔ پھر سب سے بڑھ کر یہ کہ زکوٰۃ کے مختلف مصارف میں ایک مصرف والعاملین علیہا بھی ہے۔ یعنی زکوٰۃ میں سے ان لوگوں کی تنخواہیں بھی ادا کیجانی چاہئیں جو زکوٰۃ کو جمع کرنے پر مقرر ہوں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن کریم کا منشا یہی تھا کہ زکوٰۃ کا روپیہ ایک جگہ جمع ہو اور وہاں سے مناسب طریق پر خرچ ہو نہ کہ ہر شخص بجائے خود جس طرح چاہے زکوٰۃ کو صرف کردے۔ زکوٰۃ کا فریضہ کس قدر اہم فرائض میں سے ہے۔ کہ حضرت ابوبکرؓ نے اپنی خلافت کے شروع میں ان لوگوں کے ساتھ جنگ کی جنھوں نے زکوٰۃ کا روپیہ ادا کرنے سے انکار کیا تھا۔ اور قرآن کریم میں زکوٰۃ کے نہ دینے والوں کے متعلق بڑے سخت وعید آئے ہیں۔ جو شخص اس دُنیا کے چند پیسوں سے محبّت کر کے خدا کے حکم کو ٹالتا ہے۔ وہ پیسے بھی اُس کے لیئے برکت کا موجب نہیں ہوتے۔

منجملہ دیگر مصارف زکوٰۃ کے دو مصرف یہ بھی ہیں ایک المولفۃ قلوبھم۔ دوسرا فی سبیل اللّٰہ اوّل الذکر مصرف سے یہ مراد ہے کہ جب لوگوں کو تبلیغ اسلام کی جائے تو ایک گروہ ان میں ایسا پیدا ہو جاتا ہے۔ جو اسلام کی باتوں کو سُننا چاہتا ہے۔ اور سمجھنا چاہتا ہے۔ ان کے لیئے ایسے موقع پیدا کرنے چاہئیں کہ وہ سن سکیں۔ اور دوسرے مصرف سے مراد صاف اشاعت و تبلیغ اسلام کے اخراجات ہیں۔ حتیٰ کہ مجاہد یعنی وہ شخص جو اشاعت و تبلیغ اسلام کے کام میں مصروف ہیں۔ اس کو خواہ وہ صاحب نصاب ہی کیوں نہ ہو زکوٰۃ دینی جایز ہے۔ کیونکہ وہ اسے اپنی ضروریات پر نہیں بلکہ دین کی ضروریات پر خرچ کرتا ہے۔ یہ دو مصرف زکوٰۃ کے ایسے ہیں کہ اس وقت ووکنگ مشن کے ذریعہ سے یہ ہر دو اغراض پُوری ہو رہی ہیں۔ اس لیئے ہم اپنے ناظرین کو یہ توجّہ دلاتے ہیں کہ وہ اس موقعہ کو ہاتھ سے نہ گنوائیں۔ یہ وقت ہے کہ ہر ایک تبلیغ اسلام کے لیئے دل میں درد رکھنے والا مسلمان اپنے حلقۂ اثر میں یہ تحریک کرے کہ زکوٰۃ کا روپیہ یا کم سے کم اس کا ایک معقول حصّہ ووکنگ مشن کی امداد کے لیئے دیا جائے۔ اور مستورات میں بھی یہ تحریک کی جائے۔ کیونکہ مستورات کے پاس

کچھ نہ کچھ مال ایسا ضرور رہوتا ہے جو زکوٰۃ ادا کرنے کے قابل ہوتا ہے +

اسلام کے شیدائیو اُٹھو اور اسلام کی اشاعت اور تبلیغ کے لیئے کمرِ ہمت باندھ کر کھڑے ہو جاؤ اور لوگوں کو اس امر کی طرف پورے زور سے متوجہ کرو کہ وہ اس کام میں جس کو اللہ تعالےٰ نے اس قدر برکات سے مالامال کیا ہے۔ اور جس کے ذریعہ سے سینکڑوں دلوں میں اسلام کا نور پیدا کر دیا ہے اور ہزاروں میں اسلام کے ساتھ محبت اور ہمدردی پیدا کر دی ہے۔ اعانت کیلیئے کھڑے ہو جائیں۔ زکوٰۃ کا روپیہ اُنھوں نے بہرحال نکالنا ہے۔ کیوں نہ اُس کو اعلےٰ سے اعلےٰ مصرف یعنی اشاعت اسلام پر لگایا جائے۔ مسلمانوں میں دینے والے ہیں۔ مگر ضرورت اس بات کی ہے کہ جو لوگ اس کام سے خاص دلچسپی رکھتے ہیں وہ اپنے اپنے حلقہ احباب میں تحریک کر کے اس تجویز کو پورے طور پر کامیاب کرنے کی کوشش کریں۔ اگر ہندوستان کے مسلمانوں کی زکوٰۃ کا تھوڑا سا حصّہ بھی اشاعت اسلام پر صرف ہونے لگے تو بیسیوں مشن اس کے سرمایہ قایم ہو سکتے ہیں +

ایک اسلامی یادگار

عنوان بالا کے ماتحت لارڈ ہیڈلے نے ایک تجویز لنڈن میں ایک مسجد قائم کیئے جانے کے لیئے ولائت کے اخبارات میں شائع کی ہے۔ اور اس تجویز کو گورنمنٹ کے سامنے بھی پیش کیا ہے۔ اس میں شبہہ نہیں کہ گورنمنٹ نے ہمیشہ ان جانبازوں کی یادگاریں کسی نہ کسی رنگ میں قائم کی ہیں۔ جنھوں نے اپنی جانوں کو گورنمنٹ کے لیئے قربان کر دیا ہے۔ اور اس لیئے اپنی نوعیت میں یہ کوئی نرالا مطالبہ نہیں۔ ہاں لارڈ ہیڈلے کے دل میں جو اسلام کی تڑپ ہے اُس کا اظہار اُن کی اس تجویز سے ضرور ہوتا ہے۔ وہ مسلمان سپاہیوں کی وفاداری

کی یادگار کو کسی بے فائدہ عمارت کی صورت میں دیکھنا نہیں چاہتے۔ بلکہ ایک ایسے رنگ میں اسے قائم کرنا چاہتے ہیں۔ جو اسلام کی حقیقی یادگار کہلا سکتی ہے۔ اور جس کا علاً مسلمانوں کو ایک عظیم الشان فائدہ پہنچ سکتا ہے۔ اس عظیم الشان سلطنت کے دار الخلافہ میں جو قریباً دس کروڑ مسلمانوں پر حکمران ہے۔ ایک مسجد یا اسلامی معبد کی تجویز تو درحقیقت یادگار کے خیال سے علیحدہ کر کے بھی ایک ایسی تجویز ہے کہ جس کی مدبران ملک کو ضرور قدر کرنی چاہیئے۔ کیونکہ جس صورت میں اس وقت لندن اس وسیع سلطنت کا ایک عظیم الشان مرجع بنا ہوا ہے تو اس کے اندر اس کی رعایا کے مختلف مذاہب کے معبد درحقیقت اس سلطنت کی عظمت و شوکت کی دلیل ہونگے اور یہی وجہ ہے کہ لارڈ ہیڈلے نے سچی اسلامی وسیع الخیالی سے مسجد کی تجویز کے ساتھ ایک ہی ہندوؤں اور سکھوں کے معبد کی تجویز بھی پیش کی ہے۔ اسلام تو درحقیقت سارے مذاہب کے معبدوں کی یکساں قدر کرتا ہے۔ اور سب سے پہلے جو مسلمانوں کو تلوار اٹھانے کی اجازت دی گئی تو اس لیئے نہیں کہ وہ صرف مساجد کی حفاظت میں کھڑے ہو جائیں۔ اور ان کو انہدام سے بچائیں۔ بلکہ اس لیئے کہ ہر ایک مذہب کے معبدوں کی حفاظت کریں۔ چنانچہ وہ آیت قرآنی جو اسلام کی اس وسعت خیالی اور بلند نظری پر شاہد ہے کہ کس طرح وہ سب مذاہب کو یکساں آزاد دیکھنا چاہتا ہے۔ اور کس طرح سب کے معبدوں کو باقی رکھنا مسلمان کا حقیقی فرض بتاتا ہے۔ حسب ذیل ہے:۔ ولولا دفع اللہ الناس بعضھم ببعض لہدمت صوامع و بیع و صلوات و مساجد یذکر فیھا اسم اللہ کثیرا۔ اگر اللہ تعالےٰ بعض لوگوں کو بعض کے ذریعہ سے روک نہ دیتا تو راہبوں کی کوٹھڑیاں اور گرجے اور معبد اور مسجدیں جن میں اللہ کا نام بہت لیا جاتا ہے منہدم کر دیئے جاتے۔ یہاں روکنے والے مسلمان ہیں۔ جن کو اس سے ماقبل کی آیت میں جنگ کی اجازت دیجاتی ہے۔ جیساکہ اذن للذین یقاتلون بانھم ظلموا وان اللہ علیٰ نصرھم لقدیر سے ظاہر ہے اور گرجاؤں اور معبدوں اور مساجد کے انہدام کے

وقتیکہ اسلام کے دشمن ہیں۔ پس مسلمانوں کو گویا ان سب معبدوں کی حفاظت کے لیئے
کھڑا کیا گیا۔ اور یہ اسلام کی نمایاں خصوصیتوں میں سے ایک خصوصیت ہے کہ دوسرے
کسی مذہب نے اس قدر وسعت خیالی کا ثبوت نہیں دیا گو قرآن بار بار یہی فرماتا ہے
کہ سچا دین اللہ کے نزدیک اسلام ہی ہے۔ اور اسلام کے سوائے جو شخص مذہب اختیار
کرے گا وہ آخرت میں نقصان اُٹھائے گا۔ مگر ان سب کے معبدوں کی حفاظت کرنا ایک
مُسلمان کا فرض قرار دیتا ہے۔ چنانچہ نہ صرف یہ تعلیم لفظوں میں ہی قرآن کے اندر موجود ہے
بلکہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے عمل سے بھی دکھا دیا کہ ایک مُسلمان سب مذاہب کے
معبدوں کا محافظ ہے۔ چنانچہ جو معاہدہ آپ نے عرب کے عیسائیوں کے ساتھ کیا۔
اُس میں ایک یہ فقرہ بھی ہے "علاوہ بریں یہ میرے پیروؤں کا فرض ہوگا۔ کہ وہ عیسائیوں
کے گرجاؤں کی مرمت کریں۔ اور یہ مرمت کا خرچ ان کے ذمہ بطور قرضہ نہیں ہوگا۔ بلکہ
محض خدا کی رضا کے لیئے اور اس معاہدہ کو پورا کرنے کے لیئے جو رسول اللہ نے اُن کیساتھ
کیا ہے" اس سے بڑھ کر فراخدلی کا ثبوت دُنیا میں اور کیا ہو سکتا ہے۔ کیا دنیا کا کوئی مذہبی
پیشوا ہے جس نے دوسرے مذاہب کے معبدوں کی مرمت کو اپنے پیروؤں کا فرض قرار
دیا ہو۔ غرض لارڈ ہیڈلے صاحب کی یہ تجویز اس قابل ہے کہ امید ہے نہ صرف مسلمان
بلکہ ہندو اور سکھ بھی اس کی پورے زور سے تائید کریں گے۔ اور اس طرح پر یہ ایک
نہیں بلکہ تین یادگاریں برٹش گورنمنٹ کی مذہبی پالیسی کی آزادی پر ہمیشہ کے لیئے
گواہ رہیں گی +

ذیل میں لارڈ موصوف کا اصل مضمون درج کیا جاتا ہے۔ جو اُنھوں نے اخبار ڈیلی
گریفک کے نام بھیجا ہے۔ اور اخبار مذکور میں شائع ہوا ہے۔ ڈیلی گریفک کے علاوہ یہ
مضمون اور بھی ولایت کے اخبارات میں کثرت سے شائع ہوا ہے ۔

بخدمت ایڈیٹر صاحب اخبار ڈیلی گریفک۔

جناب من چند ہفتے ہوئے کہ میں نے محکمہ جنگ اور انڈیا آفس میں ایک تجویز پیش کی تھی۔ کہ
ہمارے ہندوستانی بھائیوں کی بہادری اور وفاداری کی قدر دانی کے اظہار کے لیئے ایک مسجد

غیر معقول عقیدے

(از لارڈ ہیڈ لے۔)

ایک چٹھی میں جو حال ہی میں میں نے اپنے ایک دوست کو لکھی تھی جو کلیسیائے انگلستان کا ایک عہدیدار ہے جس نے یہ لکھا تھا کہ مذہب اسلام میں اس قسم کی مذہبی روکیں اور تعصب جو غیر معقولیت سے پیدا ہوں نہیں پائی جاتی ہیں۔ جیسے ہم دوسرے مذاہب میں پاتے ہیں۔ جواب میں انھوں نے مسجد سے یہ دریافت کیا ہے کہ تعصب سے اور غیر معقول تعلیم سے میرا کیا مطلب ہے۔ اور یہ بھی دریافت کیا ہے کہ کیا اسلام اپنی تعلیم میں اسی قسم کی مذہبی قیود عاید نہیں کرتا اور اسی طرح اپنی تعلیم نہیں منوانا جس طرح دوسرے مذاہب۔ اس چٹھی کے جواب میں جو محبت کے رنگ میں لکھی گئی ہے۔ میں نے یہ دکھانے کی کوشش کی ہے کہ غیر معقول تعلیم سے میرا کیا منشا ہے۔

عیسائی مذہب مجھے یہ تعلیم دیتا ہے کہ اللہ تعالےٰ سب چیزوں پر قادر سب باتوں کو جاننے والا سب پر رحم کرنے والا ہے اور سب سے بڑھ کر اور سب سے پہلے محبت اور پاکیزگی میں غیر محدود ہے مجھے یہ بھی تعلیم دیجاتی ہے کہ اس نے ساری چیزیں آسمان اور زمین کی پیدا کیں۔ اور کہ اُس نے انسان کو جو اس کے تمام عجائب کاموں میں سے عجیب تر ہے اپنی شکل پر بنایا۔ یہ سب کچھ اسلام کے مطابق ہے۔

مگر اس سے آگے چل کر عیسائیت مجھے یہ بتاتی ہے کہ خدا کا ایک اکلوتا بیٹا تھا۔ اور کہ نسل انسانی کی کمزوریوں کو ناپسند کرنے کی وجہ سے جن کمزوریوں سے وہ بوجہ خالق ہونے کے پورے طور سے واقف تھا۔ اُس نے یہ فیصلہ کیا کہ نسل انسانی پر اپنے غضب کو دور کرنے کے لیئے اس اکلوتے بیٹے کو مروا ڈالے۔ حالانکہ وہ بیٹا خود خدا اور روح القدس بھی تھا۔ اب اِس فعل کے نیچے وہی پرانے مشرکانہ خیالات موجود ہیں۔ کہ کس طرح ایک غضبناک خدا یا دیوتا کی مہربانی قربانی کے ذریعہ سے حاصل کی جاتی ہے۔ یہ ساری تعلیم اسلام کے مطابق نہیں +

مسلمان یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ سب مرد اور عورتیں جو اللہ تعالے پر ایمان لاتے بعد ازیں نیک راستی دکھلاتے ہیں جو اپنے آپ کو اس کا کامل فرمانبردار بناتے ہیں اور خوشی سے اُن تکالیف اور ابتلاؤں کو قبول کرتے ہیں جو ان کی بہتری کے لیے ہوتی ہیں ۔ اور اپنے ہمسائیوں یعنی جملہ بنی نوع کے حقوق ادا کرتے ہیں نجات پائیں گے ۔ در حقیقت نہی احکام الٰہی کی فرمانبرداری میں ہی نجات ہے اور ہم کفارہ کی ضرورت اس لیے نہیں سمجھتے کہ ہم یہ ایمان رکھتے ہیں کہ جب کبھی کسی نافرمانی پر اللہ تعالےٰ سے سچے دل سے معافی مانگی جائے اور توبہ کی جائے تو وہ فوراً بلا کسی توسط کے اس گناہ کو معاف کر دیتا ہے ۔ بچپن کے زمانے سے میرا ہمیشہ یہی خیال رہا ہے کہ خدائے کریم انتقام اور غصے اور کینہ کے چھوٹے چھوٹے خیالات سے ایسا برتر ہے کہ وہ ہم سب کو ایک شفیق باپ کی محبت آمیز نگاہ سے دیکھتا ہے ۔ وہ جانتا ہے کہ ہم اس کے ہاتھ سے بنے ہوئے ہیں ۔ اور جس طرح ہم اس سے آئے ہیں اسی کی طرف لوٹ کر جانے والے بھی ہیں ۔ اس قسم کے خیالات کہ وہ اپنا غصہ جاری ہے انکے مقرر کردہ دستور سے ادھر اُدھر ہو جانے پر اپنے بیٹے پر نکالے اور اس طرح اصلاح کرے مجھ کو کبھی جبکہ میں ایک چھوٹا بچہ تھا مجھے اس تند مزاج لڑکی کا قصہ یاد دلاتے تھے جو اپنی مسب[illegible] گڑیا کو اس لیے ٹکڑے ٹکڑے کر دے کہ لکڑی کا برادہ جو اس کے اندر بھرا ہوا تھا وہ اس کی ایک لات میں سے نکلنے لگا تھا ۔ جب میری تمام امیدیں ایک ایسے عقیدہ کو قبول کرنے کے لیے منقطع ہو گئیں جس پر آنکھیں بند کر کے ایمان لانا پڑتا تھا ۔ اور جو مجھے یقین ہو گیا کہ بائبل کسی زمانے میں صرف چند خاص اغراض اور مطالب کو سامنے رکھ کر بنایا گیا تھا ۔ اور خدائے واحد پر میرا ایمان ہو گیا تو میں نے پہلی ہی دفعہ یہ محسوس کیا کہ میرا قدم مضبوط زمین پر ہے ۔

میں یہ سمجھتا ہوں کہ ان لوگوں کی جو ہمیں پیارے ہیں آئندہ نجات اور خوشحالی سب سے بڑا امر ہے جس پر ہم کو غور کرنا چاہیے ۔ عیسائیت کا یہ دعوےٰ ہے کہ کوئی شخص جو اس بات پر ایمان نہیں لاتا[۵] اور رسوم مذہبی کے اثر اور تثلیث کو قبول نہیں کرتا وہ نجات نہیں پا سکتا ۔ اسلام کوئی اس قسم کا غیر معقول اور عام نجات کے متعلق نہیں کرتا ۔ اللہ تعالے نے ہم کو بنایا اسی کے ہم ہیں اور اسی کی طرف لوٹ کر جائیں گے ۔ اللہ تعالےٰ کے بھیجے ہوئے پیغمبر وں جیسے حضرت موسےٰ عیسےٰ اور محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی تعلیم پر ایمان لانے کی تعلیم دی گئی ہے ۔ مگر نجات کا انحصار [illegible]

(۵) [illegible] ہونے پر ایمان نہیں لاتا ۔

میں نے بھی یہ سمجھا ہے ہمارے خیال میں اسلامی تعلیم کا لب لباب یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ کی کامل محبت اور اس کی رضا کا اپنے آپ کو کامل طور پر حامل بنایا جائے جس میں لازماً یہ شامل ہے کہ بنی نوع انسان کے ساتھ کامل درجہ کی ہمدردی ہو۔ یقیناً ایسے مذہب کو غیر معقول نہیں کہا جا سکتا۔

دو سال سے زیادہ کا عرصہ گذرتا ہے جب میں نے علانیہ اسلام میں داخل ہونے کا اقرار کیا۔ تو میرے بعض رشتہ داروں نے مجھے خطوط لکھے جن میں مجھے یقین دلایا گیا۔ کہ اگر میں مسیح کی خدائی پر ایمان نہ لاؤں تو میں نجات نہیں پا سکتا۔ جواب میں میں نے اس طرف توجہ دلائی کہ میری رائے میں مسیح کی خدائی کا سوال اہم نہیں جیسا کہ یہ دوسرا سوال کہ کیا مسیح نے خدا کے پیغام لوگوں کو پہنچائے ہم ایمان رکھتے ہیں کہ وہ خدا کی طرف سے بھیجا ہوا ایک نبی تھا۔ اور اس نے پیغام رسالت دنیا میں پہنچایا۔ جس طرح کہ پیچھے حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کی وحی آئی جس نے اپنے پیغام اسی طرح دنیا کو پہنچائے۔ اعتقاد کے سوال پر غور کرتے ہوئے میری سمجھ میں یہ نہیں آتا۔ کہ وہ خدا جو بڑا رحم کرنے والا ہے مجھے ہمیشہ کے جہنم کی سزا اس لیئے دے کہ میں ایک خاص مذہبی فرقہ مثلاً عیسائیت کے اعتقادات کو کیوں قبول نہیں کر سکتا۔ مگر یہ بات آسانی سے سمجھ میں آجاتی ہے کہ میرے اعمال بد کے لیئے وہ مجھے سزا دے۔ ہمارا دوست مجھ سے سوال کرتا ہے کہ کیا تم خود ہر ایک قسم کی مکاری تعصب جھوٹ کمینگی ظلم بدچلنی وغیرہ کو ناقابل برداشت نہیں پاتے۔ یقیناً میں پاتا ہوں۔ مگر کیوں ایک ایسے مذہب کی تعلیم کو ہم برداشت نہیں کر سکتے جو ان سب باتوں پر لعنت بھیجتا ہے۔

اسلام اور عیسائیت دونوں ان باتوں سے روکتے اور ان کو برا بتاتے ہیں۔ مگر یہاں آ کر فرق پڑ جاتا ہے۔ اسلام ان لوگوں کے لیئے نجات کا دروازہ بند نہیں بتاتا۔ جو اللہ تعالےٰ کے اور بندوں کے حقوق کو ادا کرنے والے ہوں۔ خواہ ان کے خیالات دوسرے امور کے متعلق کچھ بھی ہوں۔ مگر عیسائیت دعویٰ سے کہتی ہے کہ نجات کا انحصار نیک کاموں پر نہیں بلکہ نجات ناممکن ہے جب تک کہ یہ نہ مانا جائے کہ مسیح خدا تھا۔ اور کہ وہ ہمارے گناہوں کا کفارہ ہو گیا۔ اور کہ بپتسمہ اور عشائے ربانی وغیرہ کی رسوم ضروریات میں سے ہیں۔ اور خدا ایک نہیں بلکہ تین ہیں اور یہی فرق ہے اسلام کی سادہ اور معقول اور روحانی تعلیم اور عیسائیت کے غیر معقول عقائد پر اعتراض کرنے میں۔

پھر میں اپنے دوست کی چٹھی کا ایک حصہ نقل کرتا ہوں - وہ لکھتا ہے

"ایسے بیانات جن پر منوانے کی قید جا درنہ ہو فرانج کی طرز کے ہو سکتے ہیں مثلاً یہ کہا جائے کہ ممکن ہے خدا ہو یا نہ ہو - ممکن ہے مسیح خدا ہو یا نہ ہو - ممکن ہے خدا کی ذات میں ایک اقنوم ہو یا دو یا ایک ہزار ہو سکتا ہے کہ محمد خدا کے نبی ہوں اور ہو سکتا ہے کہ نہ ہوں ہو سکتا ہے کہ قرآن میں بڑی صداقت ہی صداقت ہو یا وہ غلطیوں سے پر ہو ممکن ہے خدا پر ایمان لانا اور اسکی فرمانبرداری کرنا ضروری ہو اور ممکن ہے کہ نہ ہو تو کیا اس قسم کا مذہب جس کی بنا اس قسم کے بیانات پر ہو اس قابل ہے کہ کوئی انسان اسے قبول کرے یا دوسروں کے سامنے پیش کرے وہ مذہب جس پر برداشت کرنے والے مذہب کا نام صادق آسکتا ہے صرف ایسا مذہب ہو سکتا ہے جو ہر قسم کے اعتقادات اور اعمال کو جائز رکھے اور کسی امر کے خلاف صدائے احتجاج بلند نہ کرے"۔

اس کے جواب میں میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ عیسائی اور مسلمان دونوں اس قدر پر ایمان لانے میں متفق ہیں کہ ایک خدا ہے جو ہر چیز پر قادر ہے - اور کہ ہمیں اس سے محبت کرنی چاہیئے اور اس کی فرمانبرداری کرنی چاہیئے اور بنی نوع کے ساتھ نیکی کرنی چاہیئے۔ اب غور طلب امر ہے کہ اختلاف کہاں سے شروع ہوتا ہے - مسلمان کہتا ہے "میں اس سادہ ایمان پر مطمئن ہوں اللہ تعالیٰ ہمیشہ میرے ساتھ ہے بغیر کسی درمیانی واسطہ کے میں ہر وقت اس کی جناب میں حاضر ہو سکتا ہوں - جو میں اس کی حمد کرتا ہوں جو میں نماز پڑھتا ہوں جو میں اس کے رحم کے لیئے دعائیں کرتا ہوں وہ سب کو سنتا ہے اور میرے گناہ معاف کرتا ہے" عیسائی کہتا ہے "یہ نہیں یہ کافی نہیں - مجھے کچھ اور بکار ہے - پروہت ہوں - قربانیاں ہوں - رسومات ہوں - کفارہ ہو جو خدا کے اکلوتے بیٹے کی عارضی موت سے پیدا ہو - پھر کنواریوں اور مقدس لوگوں کا ایک لمبا سلسلہ ہے اور ایک کلیسیا ہو جس کو میں مسیح کی دولہن کہوں تاکہ مذہبی دنیا میں یہ قائم رہ سکے" یہ وہ بابت ہے جس کا نام میں غیر معقولیت سے منوایا رکھتا ہوں۔

عیسائی کلیسیا کی سب سے پہلی شاخ کی یہ تعلیم ہے کہ انسان کے لیئے بہشت کا رستہ ٹھیک اور مناسب طور سے اُسی وقت کھلتا ہے سب پہلے ایک پروہت اسے کھولنے والا ہو - پھر کسی مقدس بزرگ کی امداد طلب کی جائے پھر کنواری مریم کی پھر مسیح کی اور آخر کار ان سب ذرائع سے

خدائے قادر کے کان تک ہماری التجا پہنچ سکتی ہے۔ مرتے ہوئے انسان کو حد درجہ کی رحمت الٰہی کی ضرورت ہے جس کے بغیر وہ اس دنیا کو چھوڑنا نہیں چاہتا۔ گناہگار کو گناہ سے پاک ہونے کی ضرورت ہے۔ اور یہ دونوں باتیں کسی دوسرے شخص کے ذریعہ سے میسر آ سکتی ہیں جس کے متعلق کم و بیش یہ فرض کر لیا جاتا ہے کہ بہشت کے دروازہ کی کنجیاں اُس کے ہاتھ میں ہیں۔ میرے نزدیک یہ تمام غیر معقول باتیں ہیں جو انسان نے خود بنالی ہیں اور غیر ضروری ہیں۔ اسلامی اعتقاد کسی ایسے درمیانی واسطہ کو نہیں چاہتا۔ کیونکہ ہم اس بات کو محسوس کرتے ہیں کہ خدا کے ہونے کی وجہ سے ہم ہر وقت دن اور رات کے ہر لمحہ میں اُس کے ہاتھوں میں ہیں۔

اس قسم کے اعتقادات میرے نزدیک زیادہ وسیع پیمانے پر اس قسم کی دھمکیاں ہیں جیسی پُرانے زمانہ میں نیک نیت والدین جھوٹے طور پر بچوں کو دیا کرتے تھے تاکہ وہ ڈر کر فرمانبرداری اختیار کریں۔ پادری زدہ اعتقاد لوگوں پر اپنا قبضہ اس طرح جمائے رکھتا ہے کہ وہ ان کو ایک فرضی شیطان کی دھمکیوں سے ڈراتا ہے کہ گویا ایک غضب آلود خدا ہر وقت اس کو جھپٹ لینے کے لیئے تیار ہے۔ بہ خشم آلود خدا گویا ایک ایسا دیوتا ہے جس کے سامنے ایک قربانی چڑھائی جا چکی ہے۔ مگر اس پر وہ مطمئن نہیں اور مزید قربانی چاہتا ہے۔ گویا علاوہ اس قربانی کے جو ہو چکی عقل اور دل کی قربانی بھی کرنی ضروری ہے۔ اس مہیب جنگ کے سارے مظالم اور خوفناک منظروں کے باوجود میں خدا کے انصاف اور رحم پر ایمان رکھتا ہوں۔ لیکن اگر میرا یہ اعتقاد ہو کہ خدا محض ایک رائے کے معاملہ میں یا خلاف نور قلب ایک بات کو قبول نہ کرنے کی وجہ سے لوگوں کو ہمیشہ کے جہنم میں ڈالے گا تو میں اس کے رحم اور محبت پر ایمان نہیں رکھ سکتا۔ میں اپنے بچوں کو بہت کہتا ہوں تم جانتے ہو کہ میرے خیالات کیا ہیں اور میں نے اپنی قابلیت کے مطابق سب باتوں کی تشریح تمہارے سامنے کر دی ہے۔ اب اس کے بعد اگر تم یہ ایمان رکھنا چاہو کہ کنواری مریم خدا کی ماں ہے۔ یا کہ مسیح خدا ہے تو میری محبت میں جو تمہارے ساتھ ہے کمی نہیں ہوگی۔ مگر مجھے اس بات کا افسوس ضرور ہوگا"۔

چند خصوصیات اسلامی

اسلامی کہاوتیں

۱- بسم اللہ الرحمن الرحیم۔

مسلم کی زندگی کے بعض اہم ترین اور ضروری اصول چھوٹے چھوٹے فقروں کے لباس میں ہر ایک مسلمان کے سامنے آٹھوں پہر رہتے ہیں خواہ وہ خواندہ ہو یا ناخواندہ عرب ہو یا ایرانی یا افغان یا ہندوستانی یا چینی یا ترک یا مصری۔ ایشیائی ہو یا یورپ افریقہ یا کسی اور ملک کا رہنے والا ہو۔ آج اسلام میں داخل ہوا یا نسلاً بعد نسل مسلمان چلا آیا ہو چونکہ یہ اصول چھوٹے چھوٹے جملوں کے رنگ میں ہیں اس لیئے ان کا نام اگر اسلامی کہاوتیں رکھا جائے تو غیر موزون نہیں ہے۔ ان جملوں میں نہ صرف بعض زریں اصول زندگی ہی پوشیدہ ہیں جو انسان کو ہر حال میں کام دینے والے ہیں۔ بلکہ یہ جملے یہ اسلامی کہاوتیں اس وجہ سے کہ ساری اسلامی دنیا میں شہرت رکھتے ہیں اور ہر ایک مسلمان گھرانے میں یکساں علم ان کا ہے اور ہر مسلم کی زبان پر یکساں پائے جاتے ہیں۔ درحقیقت اسلامی محبت و اتحاد کی اسی قدر ضمانتیں ہیں اس زنجیر اخوت کی اسی قدر کڑیاں ہیں جس کے اندر ساری دُنیا کے مسلمان جکڑے ہوئے ہیں اور جو مشرق کے ایک مسلمان کے دل کو مغرب کے مسلمان کے دل سے ملاتے ہیں۔ یہ جملے تمام ملکی اور زمین کی حد بندیوں سے بالاتر قوم اور ذات کی قیود سے آزاد رنگ اور زبان کے اختلاف سے غیر متاثر ہیں اور وہ ایک مسلمان کی سچی وراثت ہیں۔ خواہ وہ ایک پر رونق شہر میں ہجوم کے اندر ہو یا اکیلا کسی جنگل میں ہو۔ درحقیقت ان کا دائرہ ایسا ہی وسیع ہے جیسے کہ خود دنیا کا

مسلم کی زندگی کے ان زرین ہدایت ناموں کو میں ان الفاظ سے شروع کرتا ہوں جن سے قرآن کریم کی ابتدا ہے۔ اور جو وہ پہلا جملہ ہے جو ہر ایک ملک میں ہر ایک قوم میں ہر ایک گھرانے میں ہر ایک مسلم بچہ کو سب سے پہلے سکھایا جاتا ہے اور جن الفاظ کو ہر ایک مسلمان ہر کام اور بالخصوص اہم کاموں کی ابتدا میں دُہراتا ہے۔ دُنیا میں شائد کوئی مسلمان نہ ہوگا جو ان الفاظ سے

ناواقف ہو۔ اور وہ الفاظ کیا ہیں۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ یا اور بھی اختصار کر کے صرف بسم اللہ جسکے معنے ہیں [illegible] قرآن کریم کا گویا خلاصہ ہے۔ کیونکہ سورہ فاتحہ کے سارے مطالب اجمالی رنگ میں بسم اللہ کے اندر موجود ہیں اور اسطرح پر گویا بسم اللہ سورہ فاتحہ کا خلاصہ ہے۔ لیکن سورہ فاتحہ خود سارے قرآن کا خلاصہ ہے۔ اسی لیئے اس کا نام ام القرآن بھی ہے۔ ان الفاظ کو کیوں ایک مسلمان کے ہر کام کی ابتدا میں رکھا گیا ہے۔ عنوان الفاظ کی ابتداء اس پر روشنی ڈالتی ہے +

انسان کی گری ہوئی حالت۔ ساری نسل انسان کی نعر تنزل میں چلے جانے کی حالت کو مشاہدہ کر کے وہ انسان جو نسل انسانی کا سب سے بڑا ہمدرد ثابت ہوا ہے۔ محمد عربی صلے اللہ علیہ وسلم غار حرا کی کنج تنہائی میں عزلت گزین ہوا۔ تا کہ ایک خلوص بھرے دل کے اندرونی رازوں کو اپنے مالک حقیقی کے سامنے کھولے اور اس کی جناب میں گڑگڑائے اور گریہ وزاری کرے گو آپ نے صرف عرب اور شام کی پستی کا ہی مشاہدہ کیا تھا۔ مگر آپ کا پاک دل گویا کل قوموں کی بگڑی ہوئی حالت پر اطلاع پا چکا تھا۔ جیسا کہ بعد کے ان الفاظ سے جو آپ کے قلب مطہر پر نازل ہوئے کہ ظہر الفساد فی البر والبحر ظاہر ہوتا ہے۔ لیکن ایک طرف اگر آپ ان لوگوں کی بیہودگیوں اور جہالتوں ان بد اعتقادیوں اور ناپاک اور ذلیل کاموں پر تاسف کرتے تھے تو دوسری طرف کوئی ایسی راہ بھی آپ کو نظر نہ آتی تھی کہ نسل انسانی کو اس گری ہوئی حالت سے باہر نکال سکیں۔ آپ کے ذرائع ایک اتنے بڑے کام کے لیئے کچھ بھی نہ تھے۔ آپ کا والد آپ کی پیدائش سے بھی چند ماہ پیشتر فوت ہو چکا تھا۔ ابھی چھ سال کی عمر تھی کہ والدہ ماجدہ کا بھی انتقال ہو گیا۔ دو سال بعد آپ کے دادا عبد المطلب بھی فوت ہو گئے۔ مال اور دولت آپ کے پاس نہ تھا کہ کسی اصلاح کی بنیاد مال کے بھروسہ پر ڈالتے۔ علم آپ نے کوئی حاصل نہیں کیا تھا۔ بلکہ آپ کو پڑھنا اور لکھنا بھی نہیں آتا تھا۔ آپ امی یعنی ان پڑھ تھے۔ جیسا کہ قرآن کریم میں بیان فرمایا ہے۔ اس طرح پر اس عظیم الشان اصلاح کے لیئے جس کی تڑپ ایک سچے ہمدرد نوع انسان کے دل میں پیدا ہو سکتی ہے آپ کے پاس کوئی بھی سامان نہ تھا۔ آپ کے دل میں ایک تڑپ تھی مگر اس کے پورا ہونے کا کوئی بھی سامان نہ تھا۔ آپ کو کوئی راہ نظر نہ آتی تھی

جس سے آپ ان لوگوں کو ان جہالتوں اور غلطیوں سے باہر نکال سکیں۔ اسی تڑپ اور انہی مشکلات کا نقشہ قرآن کریم سورۃ والضحیٰ میں ایک ہی لفظ میں کھینچدیا ہے کیونکہ کوئی سامان آپ کے پاس تھا ہی نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے راہ دکھادی۔ یہاں خیال سے مراد صرف اس قدر ہے کہ آپ کو اپنی کوشش سے۔ یا محض انسانی کوشش سے کوئی راہ نہ مل سکتی تھی۔ اور آپ حیران تھے کہ کیا ہوگا اور کس طرح دنیا سے تاریکی کا تسلط اُٹھ کر لوگ حق کو قبول کریں گے کہ ناگہاں خدا کی طرف سے ایک روشنی نمودار ہوئی اور وہی روشنی اُن تاریکیوں کے اندر آپ کی ہادی راہ ہوئی خدا کا فرشتہ ناموس اکبر جو ہمیشہ خدا کے پیغام اسکے برگزیدہ بندوں کو پہنچاتا رہا تا کہ وہ انسانوں کو تاریکیوں سے باہر نکالے۔ آپ پر ظاہر ہوا اور سب سے پہلا پیغام یہی لایا کہ پڑھو۔ کیا پڑھیں اور کس طرح پڑھیں کیونکہ پڑھنا تو آپ جانتے نہ تھے اس لیئے آپ نے جواب میں یہی فرمایا ما انا بقارئ میں تو پڑھنا نہیں جانتا۔ فرشتہ نے پھر وہی لفظ دوہرائے اور پھر وہی جواب آپ نے دیا۔ یہاں تک کہ تین مرتبہ اسی بات کا اعادہ ہوا۔ کیونکہ جو شخص پڑھنا نہیں جانتا تھا وہ کس طرح پڑھنے پر قادر ہو۔ اس لیئے ناموس اکبر نے چوتھی مرتبہ کہا اقراء باسم ربك الذي خلق اپنے رب کے نام سے پڑھو جس نے پیدا کیا۔ ان الفاظ میں کیا بجلی کی طاقت تھی۔ ہاں بجلی کی طاقت بھی اس کے مقابل ہیچ ہے۔ کہ رب کے نام سے پڑھنے کا حکم پاتے ہی وہ سب تاریکی دُور ہو گئی وہ سب حیرت اور طبیعت کی کشمکش جاتی رہی۔ ایک لمحہ کے لیئے یہ خیال دل میں آیا کہ کیا کل عالم کی اصلاح کے عظیم الشان کام کو میں سر پر اُٹھا سکتا ہوں مگر باسم ربك نے ساری مشکلات کو حل کر دیا اور سارے بوجھوں کے پہاڑ کو اُٹھا دیا۔ اور ادھر حکم ملا اُدھر آپ اصلاح خلق کے کام میں لگ گئے۔ وہ عظیم الشان کام جو نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے لیئے اپنی کوشش سے کرنا ایسا ناممکن تھا۔ کہ کبھی اُس کے کرنے کا وہم بھی کسی کو نہ ہو سکتا تھا۔ وہ خدا کی مدد سے ایسا سہل ہو گیا کہ اب کوئی مشکل آپ کی راہ میں باقی نہ رہی۔ یا ں اس خدا کے نام کی مدد سے ہی جو ناممکن تھا ممکن ہو گیا۔

یہ ہے ان الفاظ کی ابتداء اور ان حالات میں۔ ہاں اس بسم اللہ میں جس کے ساتھ قرآن کریم شروع ہوتا ہے۔ ایک مسلم کو یہ سبق دیا گیا ہے کہ وہ عظیم الشان کام جو فی الحقیقت ناممکن نظر آتا تھا۔ اُس کو خدا کے نام نے۔ ہاں اللہ تعالےٰ کی مدد اور نصرت نے ایسا آسان کر دیا تو ایک مسلم کی زندگی میں وہ کونسی مشکل ہے جو ایسے خدا کے نام کی مدد سے دُور نہیں ہو سکتی۔ ہاں اُس کو

یہ تعلیم دی گئی ہے کہ جو کام اس کی اپنی کوشش سے نہیں ہو سکتا وہ بسم اللہ سے ہو سکتا ہے اور اسی لیئے اُسے تاکید ہے کہ وہ ہر کام کی ابتداء بسم اللہ سے کرے۔ وُہ بات جو انسان کو منزل مقصود تک پہنچاتی ہے وہ جو اس سے بڑے بڑے جوانمردی کے کام کرا سکتی ہے وہ کیا ہے کامیابی کا یقین۔ یہ یقین کہ کوئی روک اسکے راہ میں ایسی نہیں جو دور نہ ہو سکے۔ اسی سے انسان کے اندر وہ عزم پیدا ہوتا ہے جس کے سامنے مشکلات کے پہاڑ دھنی ہوئی روئی کی طرح اڑ جاتے ہیں وتکون الجبال کالعھن المنفوش اسی یقین کو پیدا کرنے کے لیئے اسے بسم اللہ سکھائی گئی ہے۔ اور اسے بتایا گیا ہے کہ وہ کسی کام کو ناممکن نہ سمجھے بلکہ خواہ اس کی اپنی کوشش کسی کام کے مقابل میں کیسی ہی کمزور نظر آئے۔ اس کو اپنی کمزوری پر نہیں بلکہ اس ذات پاک کی طاقت پر بھروسہ کرنا چاہیئے جس نے سب کچھ پیدا کیا۔ اس طرح پر بسم اللہ گویا انسانی زندگی کی ساری مشکلات کی کنجی ہے۔ جس کے سامنے مشکلات کے تالے ٹوٹتے چلے جاتے ہیں۔ ہاں انسان کا دل اپنی کمزوری کو محسوس کرتا ہے۔ مگر خدا کی مدد کا بھروسہ اس کی ساری کمزوریوں کو دُور کر کے اس کے دل کو پہاڑ کی طرح مضبوط بنا دیتا ہے بہت باتیں ہیں جو انسان کے نزدیک ناممکن ہیں۔ مگر خدا کے نزدیک کچھ ناممکن نہیں۔ پس بسم اللہ ہمیں یہ بتاتی ہے کہ انسان کے قلب کی کیا حالت ساری مخلوق کی خالق کے سامنے ہونی چاہیئے۔ اپنی عاجزی کا پورا اعتراف اور خدا کی مدد کا کامل بھروسہ۔ پہلا اعتراف انسان کے قلب کو اس قابل بناتا ہے کہ وہ دوسری جگہ سے امداد حاصل کرے۔ دُوسرا یقین انسان کے لیئے وہ سرچشمہ ہے جو اس کی ساری کمزوریوں کو دُور کر دے گا۔ اور یوں توحید الٰہی کا عملی سبق ہر مسلمان کو بسم اللہ الرحمٰن الرحیم میں ملتا ہے اور یہ وُہ بات ہے جو ساری کتب مقدسہ کی اوراق گردانی کے بعد بھی انسان کو کہیں نہیں مل سکتی +

ایک اور بات جو قابل غور ہے وُہ یہ ہے کہ صفات الٰہی کی جو تصویر بسم اللہ میں کھینچی گئی ہے وُہ کیسی ہے۔ یہاں تین نام ذات باری کے آئے ہیں۔ اللہ۔ رحمٰن۔ رحیم۔ اور چونکہ ایک مسلمان اپنے ہر کام کی ابتداء میں بسم اللہ پڑھتا ہے۔ اس لیئے یہ تین نام گویا وہ اسماء الٰہی ہیں جو شب و روز ایک مسلمان کے سامنے رہتے ہیں۔ ان ہی صفات الٰہی میں وہ شب و روز

پناہ ڈھونڈتا ہے۔ ان میں سے لفظ اللہ ذات باری کا ذاتی نام ہونے کے علاوہ توحید الٰہی کا ایک نشان ہے۔ کیونکہ یہ لفظ عربی زبان میں سوائے خدائے واحد کے اور کسی پر نہیں بولا گیا۔ پھر اسم اللہ جامع جمیع صفات حسنہ باری تعالیٰ ہے۔ دوسرا اسم ذات باری کا جو بسم اللہ میں پایا جاتا ہے۔ الرحمٰن ہے جس کے معنے ہیں صفت رحم کو کمال کے ساتھ رکھنے والا۔ وہ جس کا رحم کافر و مومن پر یکساں ہے۔ یعنی اس کی صفت رحمانیت کا یہ تقاضا ہے کہ انسان کے استحقاق پیدا کرنے سے پہلے وہ اپنا رحم اس پر کرتا ہے اور اس لیئے یہ رحم اسکا ساری مخلوق کے لیئے عام ہے۔ تیسرا اسم رحیم ہے۔ جس کے معنے ہیں وہ جس کی صفت رحم بار بار کام کرتی رہتی ہے۔ صفت رحیمیت کا تعلق انسان کے افعال کے ساتھ ہے۔ یعنی جو شخص اپنے آپ کو اس قابل بناتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس پر رحم کرے وہ صفت رحیمیت سے فایدہ اُٹھاتا ہے۔ گویا صفت رحمانیت کا رحم ایک عام قانون کے رنگ میں ہے اور صفت رحیمیت کا رحم ایک فعل کے نتیجہ کے رنگ میں۔ وہ رحمان ہے کہ اُس نے انسان کے پیدا ہونے سے پہلے وہ سارے سامان پیدا کیئے جن سے انسان فایدہ اُٹھاتا ہے اور وہ رحیم ہے کہ جو انسان اس کے قوانین اور سامانوں کو اپنے کام میں لاتا ہے وہ اُن سے فایدہ اُٹھاتا ہے۔ پس یہ تینوں اسمائے یعنی اللہ۔ رحمان۔ رحیم ذات باری تعالےٰ کے کمال۔ اسکی محبت اور اس کی رحمت پر دلالت کرتے ہیں۔ اور جو شخص اسی ذات پر بھروسہ کرتا ہے [illegible] سے مدد طلب کرتا ہے۔ وہ یقیناً محروم نہیں کیا جاتا +

بسم اللہ اس بات کا فیصلہ بھی کرتی ہے کہ ایک مسلمان اپنے خدا کو کیسا سمجھتا ہے کیونکہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم درحقیقت قرآن کریم کی تعلیم کا خلاصہ ہے۔ اس لیئے جن صفات الٰہی کا یہاں اظہار ہے۔ وہ خدائے اسلام کی صفات کا اصلی نقشہ دکھاتی ہیں۔ اب بسم اللہ میں اسم اللہ کمال پر۔ اسم رحمان محبت غیر متناہی پر۔ اسم رحیم غلبہ رحم پر دلالت کرتا ہے۔ اور اس سے ہم سمجھ سکتے ہیں کہ اسلام اس خدا کو پیش کرتا ہے جس کی ذات میں کمال۔ اور جس کی صفات میں محبت اور رحم کا غلبہ ہے۔ اور ان صفات الٰہی کو ہر وقت نظر کے سامنے رکھنے سے ایک مسلمان بھی انہی صفات کو اپنے اندر پیدا کرنے کی کوشش کرے گا۔ پس نہ صرف بسم اللہ اس بات کا فیصلہ کرتی ہے کہ خدائے اسلام کی صفات غالب محبت اور رحم ہیں۔ بلکہ ساتھ ہی یہ بھی سکھاتی ہے۔ کہ اس

انسان کو جو ہر حال ایک محبت اور رحم والے خدا کی مدد طلب کرتا ہے۔ خود بھی محبت اور رحم کی صفات اپنے اندر پیدا کرنی چاہئیں۔

بعض معترضین نے کہا ہے کہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم عربوں کو طائف کے شاعر امیہ نے سکھائی تھی یہ یقیناً غلط ہے۔ صلح حدیبیہ کے زمانہ میں بھی ہم دیکھتے ہیں کہ کفار عرب بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے لکھنے سے انکار کرتے ہیں اور اس کی بجائے اپنی پرانی طرز میں باسمک اللھم لکھتے ہیں کیونکہ سہیل بن عمرو نے معاہدہ حدیبیہ میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم لکھنے سے انکار کیا۔ اس میں شک نہیں کہ ہر ایک قوم کے اندر ابتدا کرنے کے لئے بطور تبرک کوئی جملہ استعمال کیا جاتا ہوگا۔ مگر اس سے یہ لازم نہیں آتا۔ کہ یہی بسم اللہ کسی قوم میں مروج تھی۔ اسلام کا کمال اس میں نہیں کہ پہلوں کی خوبیوں کا انکار کرے۔ بلکہ پہلوں میں بھی خوبیوں کا ہونا تسلیم کر کے ان سے بڑھ کر خوبی کی بات پیش کرتا ہے۔ بسم اللہ کی جو صورت قرآن کریم نے سکھائی۔ اور جن جن صفات الٰہی کا اس کے اندر بطور خلاصہ نقشہ کھینچا وہی اسلام کے امتیازات میں سے ہے۔

ایک اعلیٰ خاندان لیڈی کا قبول اسلام

اسلام ایسا مذہب ہے جس کی اشاعت کرنے والے وہی ہے جو الفقر فخری کا نعرہ لگاتے تھے۔ اسلام نہ کسی شاہ گوتم بدھ کا ممنون ہے نہ کانسٹنٹائن کا۔ بلکہ تاریخ شاہد ہے۔ کہ اس نے تو شہنشاہوں اور ان کی سلطنتوں کو خاک کے برابر بھی نہیں سمجھا۔ جب کبھی کسی اصول کی بات آن پڑی۔ آج زار روس اور اس کی کل سلطنت مسلمان ہوتی۔ اگر مسلمان علماء نے اصول سے نہ ہٹنے میں سختی نہ کی ہوتی۔ اسلام نہ صرف اپنے بوریا نشینوں پر نازاں رہا ہے۔ بلکہ اس نے جمہورانہ اصول ایسے رائج کیے ہیں کہ بڑے بڑے متکبرین و مغرورین غریبوں اور گداؤں سے دوش بدوش کھڑے ہو جاتے ہیں۔ بڑے بڑے بادشاہ اسلام کے

آگے سرنگوں ہوگئے ہیں۔ بڑے بڑے کشورستان اسلام کے زیر بار احسان
ہیں۔ یہ اسلام کی ایک خاص شان ہے۔ کہ وہ اپنے بے نظیر اصولوں کے
باعث دنیا میں نمودار رہا۔ اور ہے۔ نہ بادشاہوں کی تلوار کا وہ محتاج نہ
دولتمندوں کی دولت کا۔ اسلام کے لیئے دل سے بے تاب ہونے والے
اب بھی زیادہ تر غریب ہی ہوتے ہیں۔ ہمارے ہندوستان ہی میں سوائے ایک
ایسی شان خاتون خبابِ مکرمہ محترمہ سلطان جہان بیگم والیہ بھوپال کے اور کون
رئیس ہے۔ جن کے دل میں اسلام کا درد ہے۔ اسلام کسی خاص جماعت کا
نہیں۔ بلکہ دنیا کا مذہب ہے۔ اور دنیا میں زیادہ تعداد بادشاہوں۔
اور رئیسوں کی نہیں بلکہ مسکینوں درویشوں اور بادشاکی۔ لیکن اسلام ہرگز صرف غریبوں
کا مذہب نہیں۔ اسلام امیر غریب بادشاہ فقیر سب کا مذہب ہے۔ اسلام سے غریب امیر
ہوجاتا ہے۔ اسلام سے بادشاہ شہنشاہ بن جاتا ہے۔ اسلام کی مساوات ہرگز بادشاہ کی بادشاہی
نہیں چھینتی۔ بلکہ اُس کی بادشاہی میں اضافہ کرتی ہے۔ اور اُسے پائدار اور خوشحال بناتی
ہے۔ رئیسوں کی ریاست کی شان اسلام سے دوبالا ہوتی ہے۔ اس لیئے مبارک ہیں وہ
رئیس انگلستان کے جو اسلام قبول کریں +

ڈاکٹر المامون سہروردی صاحب کے وقت میں لارڈ اسٹینلے نے اسلام قبول کیا تھا۔
خواجہ کمال الدین صاحب کے وقت میں لارڈ ہیڈلے نے اب ہمارے مولوی صدرالدین
کے دور میں آنریبل مسز گفرڈ نے جو صاحبزادی لارڈ سڈبری ڈربی کی ہے Hon. Mrs.
Hamid اسلام قبول کیا۔ اس بزرگ خاتون کا نام حمیدہ بیگم رکھا گیا ہے۔ الحمد للہ
الحمد للہ ان کا ایک صاحبزادہ لفٹننٹ بیری گفرڈ جس کا اسلامی نام محمد اسد اللہ ہے۔
پہلے ہی مسلمان ہو چکا ہے۔ اور انھوں نے اطلاع دی ہے کہ دوسرا بیٹا بھی مسلمان ہے
اعلان بھی انشاء اللہ کردیگا + میں آج نہیں دس سال سے لکھتا رہا ہوں کہ یہاں
اسلام کی اشاعت کچھ زیادہ دشوار نہیں۔ اگر معقول تنظیم عمل ہو۔ اور اس وقت
تک کے لیئے معقول سرمایہ کا انتظام ہو جاوے۔ جب تک یہاں خود ہی مشن جاری

کرنے کا چسکا نو مسلموں میں پیدا ہو جاوے۔ یہاں جس بات کی ضرورت ہے وہ اشتہار ہے۔ لوگوں کو یہ بتانا ہے کہ ایک مذہب اسلام ہی ہے جو انسان کی عقل کے مطابق ہے جو انسان کے قلب کو تسکین دے سکتا ہے۔ مشکل یہ ہے کہ یا تو یہاں اسلام سے واقفیت ہی نہیں۔ اور اگر ہے تو وہ واقفیت متعصب پادریوں کی پیدا کی ہوئی ہے اور اسکا یہ حال ہے کہ اسلام کے نام سے ہیبت پیدا ہو جاتی ہے۔ اسلام وحشیوں کا مذہب سمجھا جاتا رہا۔ اگر یہاں اسلام کا اشتہار کافی ہو سکے تو تثلیث پرستی بہت جلد یہاں سے مفقود ہو سکتی ہے۔ عیسائی یہاں صرف جاہل اور وہ بھی عورتیں ہی ہیں۔ پڑھے لکھوں میں دھریت کا زور ہے۔ اسلام میں خدا نے دھریت اور توہم دونوں کے زیر کرنے کی قوت رکھی ہے۔ اسلام کی اشاعت یہاں آسان ہے۔ اگر کافی روپیہ صرف کیا جاوے۔ اسلئے کہ حرف آشنا بیان کی خلقت ہے۔ آبادی بھی ہے۔ تحریر اور تقریر دونوں ذریعہ سے اشاعت اسلام ہو سکتی ہے۔ لیکن اس کے لیئے روپیہ کی بہت ضرورت ہے اور اس کی ابھی کمی اور بہت ہی کمی ہے۔ ابھی یہ توقع رکھنا کہ یہاں کے مشن کے کام کے لیئے روپیہ یہاں سے خود ہی مہیا ہو گا سخت غلطی ہو گی۔ جو لوگ اسلام قبول کرتے ہیں اُن پر اسلام کے مشن کا بار ڈالنا ہماری جمعیت کے بھی خلاف ہے اور اس کی بھی کوئی وجہ نہیں۔ کہ جو مسلمان ہو وہ یہ جرمانہ بھی دے کہ اسلام کے مشن کا کفیل ہو۔

ہمارے یہاں کے اہل مقدرت لوگوں میں کتنے وہ حضرات ہیں جنھوں نے اسلامی مشن میں مدد دی ہے۔ اس میں بھی ایک والیہ بھوپال کو مستثنےٰ کرنا پڑتا ہے۔ لیکن اُس خاتون کو تو خدا نے واقعی شیدائے اسلام بنایا ہے۔ کوئی صدا اسلام کے لیئے بلند ہو اور وہ لبیک کہنے کو موجود۔ اگر عام طور پر یہی حال ہوتا تو آج ہمارے مشن کی حالت ہی اور ہوتی۔ روپیہ کی کمی ہی کی وجہ ہے۔ کہ مشن ایک دیہات میں پڑی ہے۔ چاہیئے یہ تھا۔ کہ مرکز لنڈن خاص میں ہوتا اور اسکے شعبہ ہر بڑے بڑے شہر اور قصبہ میں شعبوں کا انتظام تو خیر چاہے کچھ دیر کو ہی ہو

مگر بہت ضروری ہے۔ کہ جس قدر جلد ہو سکے لندن میں صدر مقام بنایا جاوے۔ یہاں ووکنگ میں لوگوں کا آنا جانا مشکل۔ پھر یہ ایک معمولی دیہات مشن کا پتہ ہی لوگوں کو نہیں چلتا۔ اور چلتا بھی ہے تو یہاں کوئی کیسے جلد جلد آسکتا ہے۔ جب ہماری نماز یہاں عید کے دن شان سے ہوئی Cenema سنما کے ذریعہ سے تمام انگلستان میں ایسا اشتہار ہوگیا۔ کہ ہم لاکھوں روپیہ صرف کرتے۔ تب بھی ویسا نہ ہو سکتا۔ مگر افسوس ہے کہ ہم اُس اشتہار سے زیادہ فائدہ نہ اٹھا سکے اگر لنڈن میں ہمارا مرکز ہوتا تو اُس اشتہار کی وجہ سے جوق جوق لوگ ہمارے یہاں روزانہ آتے رہتے۔ مجھے تو لندن کے مکان کی اس قدر بیتابی ہے۔ کہ اگر مرکزی اسلامیہ سوسائٹی کے پاس سرمایہ ہوتا تو میں فی الحال اسی کی طرف سے مکان لے لیتا +

یہ سوسائٹی جب پہلے اسلامک سوسائیٹی کے نام سے منسوب تھی۔ تب بھی اُس کے اثر سے متعدد لوگ مسلمان ہو گئے تھے۔ اور اسلام سے تعصب تو ہزاروں کا اُس نے دفع کر دیا تھا۔ بلکہ اُس کے جلسوں میں تو وہ لوگ بھی شریک ہوتے تھے جو کسی مشن کے جلسہ میں ہرگز نہ شریک ہوتے۔ اور اس طرح اُن کا اسلام سے جہل رفع نہ ہو سکتا +

انشاء اللہ وقت آویگا کہ یہاں کی مشن ہندوستان کی مالی مدد سے مستغنی ہو جاوے گا۔ مگر ابھی تو وُہ وقت نہیں۔ ابھی تو اگر ہندوستان کے مسلمان جلد جلد ایسی خوشخبریاں سُننا چاہتے ہیں۔ کہ فلاں لارڈ یا فلاں بیرونس مسلمان ہوئے تو اُن کو چاہیئے کہ وہ لنڈن میں مرکز کا انتظام کریں۔ جو کام ووکنگ میں ہو رہا ہے وہ بے شک جاری رکھنا چاہیئے۔ جو مسجد یہاں آباد ہو چکی ہے اُسے برابر آباد رکھنا چاہیئے۔ لیکن لندن میں مرکز ضروری ہے۔ لندن کی مسجد تو جب بنے بنے۔ اُس کے لیئے تو بہت بڑے سرمایہ کے جمع ہو جانے کا انتظار ہو رہا ہے۔ میرے نزدیک یہ غلط پالیسی ہے۔ لیکن اب اس کی بحث چھوڑنے

کا موقع نہیں - فی الحال یہ ہونا چاہیئے - کہ لندن میں کسی اچھے مقام پر دو اڑھائی سو پونڈ سال کے کرایہ پر مکان لے لیا جاوے - اور وہ مشن کے کام کا مرکز بنا دیا جاوے - مسجد نہیں تو لندن کے ایک مکان میں سے ایک بلال کی اذان کی آواز بلند ہونی چاہیئے - تب ہی ہم اُن سر برآوردہ مسلمانوں سے بھی خوب کام لے سکیں گے جو مسلمان ہوئے ہیں - اور لکچر اور سوشیل جلسہ ہو سکیں گے - بس ہمارا کام یہ ہے کہ ہم یہاں کی خلقت سے اسلام کی رونمائی کر دیں - باقی کام اُن کی اپنی دلربائی کرے گی +

مشیر حسین قدوائی
ووکنگ مسجد
بقلم بلال نور احمد ۱۲-۴-۱۴

ووکنگ مشن کے ترقی خواہ ضرور ان سطور کو پڑھیں

بلادِ غربیہ میں اشاعتِ اسلام کا کام آئندہ کسطرح چل سکتا ہے؟

اس مشن کی آمد و خرچ ۱۹۱۵ء

جس اہمیت کو آج ہمارا مسلم مشن کیا یہاں اور کیا انگلستان پہنچ چکا ہے۔ وہ محتاج بیان نہیں۔ جو کامیابی فوق العادہ طریق پر اللہ تعالےٰ نے اپنے ہی فضل و کرم سے ہمیں عطا کی۔ نہ اُس کے ہم مستحق اور نہ اُس کے حصول کے لیئے ہماری کوششیں کفیل۔ دنیا کا کوئی مذہب ہمارے مقابل اپنے تبلیغی کوششوں کے ثمرات گذشتہ دو تین صدیوں میں بھی ایسے نادر نہیں دکھلا سکتا جو خدا تعالےٰ نے گذشتہ دو تین سال میں ہمیں عطا کیئے۔ دراصل اللہ تعالےٰ نے مغرب میں کچھہ اسباب بھی ایسے پیدا کر دیئے ہیں کہ جنھوں نے وہاں کے غور و فکر کرنے والے اور مذہب کو دلچسپی رکھنے والے اصحاب کو اسلام کے قریب کر دیا ہے۔ یہ لوگ مذہب کے موجودہ مروجہ شکل سے بیزار ہو کر مختلف رنگوں میں اُن صداقتوں کو تسلیم کرتے جاتے ہیں۔ کہ جن کی حیثیت مجموعی کا نام اسلام ہے۔ یہ وہ امور ہیں جن پر میری نگاہ بہ تدریج ابتدا میں پڑی۔ اور زیادہ مطالعہ اور زیادہ میل جول مزید تفحص حالات نے مجھے سمجھا دیا کہ یہ ریشنلزم۔ یہ یونی ٹیرین ازم۔ یہ سوشیلزم۔ یہ نسوانی تحریک طلب حقوق۔ یہ سپرچولزم یہ ناسٹیسزم یہ نیو تھاٹ ازم اور ایسا ہی دیگر روحانی اخلاقی مجلسی تحریکیں جو اس وقت بطور مذہب مغرب میں پوجی جاتی ہیں۔ اور جن سے صاف پایا جاتا ہے کہ ان پر کس قدر ہیجان مذہب ہے۔ یہ دراصل اسلام کی ہی مختلف شعبے مختلف رنگوں میں ہیں۔ انھیں نتائج پر میں سال ۱۹۱۳ء میں آیا۔ اور انھیں امور کو سامنے رکھہ کر میں نے تبلیغ کا رخ پھیرا

پھر میں نومبر ۱۹۱۴ء میں یہاں لاہور پہنچا۔ اور اپنی پہلی تقریر میں ان امور کا ذکر کر کے میں نے اپنا یقین ظاہر کیا تھا کہ اگر ہم اپنی تبلیغی کوششوں کو عقلمندی اور استقلال کے ساتھ یورپ میں جاری رکھیں تو اسلام میں جو حیرت انگیز ترقی کرے گا [illegible] اس کا اعادہ میں نے شروع سال ۱۹۱۵ء میں پنجاب اور صوبجات متحدہ کے مختلف شہروں میں کیا۔ جن لوگوں نے میری باتوں کو سنا وہ خود تصدیق کر لیں گے کہ میرے بیان کے بعد جو اس ایک سال میں نتائج مرتب ہوئے۔ انہوں نے میرے بیان کی کس قدر تصدیق کی۔ میرے یہاں پہنچنے پر پچاس اصحاب حلقہ بگوش اسلام ہو چکے تھے۔ لیکن آج یک صد ساٹھ سے زائد اس وقت آنحضرت صلعم کے قدموں میں آ چکے ہیں۔ یہ نومسلم کس پایہ کے اور کس علم و فضل سے آراستہ ہیں اُن کے ذکر کرنے کی یہاں ضرورت نہیں۔ رسالہ ہذا میں جو ماہواری رپورٹ چھپتی ہے وہ ان امور کا آئینہ ہے۔ میں صرف اس قدر کہہ سکتا ہوں کہ نومسلم اخوان میں بعض ایسے فاضل اور اہل قلم ہیں کہ جن پر کسی قوم یا سوسائٹی کو ناز ہو سکتا ہے۔ طبقہ امراء میں سے لارڈ ہیڈلے اور اسی طبقے کی وہ معزز خاتون طبقۂ فضلاء میں سے۔ پروفیسر (یحییٰ) پارکنسن ایف۔ جی۔ ایس پروفیسر (مصطفےٰ) (ڈبلیو) لی ادن۔ ایم۔ اے۔ ایل۔ ایل۔ ڈی۔ پروفیسر (امین) وہیمنٹ ڈاکٹر آف لٹریچر۔ پروفیسر نور الدین سٹیفن وغیرہ یہ لوگ وہ ہیں جو یورپین شہرت کے مالک ہیں۔ ان کے علاوہ اہل قلم میں سے مسٹر محمد صادق ڈڈلے رائٹ۔ فوجی افسران میں بعض کپتان اور لفٹننٹ وغیرہ وغیرہ ہیں۔ اس تعداد پر چنداں ناز نہیں۔ جس قدر اس تبدیلی و انقلاب کے لیے ہم سجدات شکر ادا کرتے ہیں جو آج یورپ میں اسلام وہ اسلام نہیں جو پہلے تھا۔ آج اسلام ایک جیتا جاگتا مذہب معقولی حکیمانہ اور مدلل مذہب تسلیم ہو چکا ہے۔ وہ مذہب جسے نادان متعصبین نے دنیا کے لیے لعنت سمجھا۔ وہ قریب ہے کہ کل مخلوق الٰہیہ کے لیے رحمت سمجھا جاوے۔

اگرچہ جو ترقی تعداد نومسلمین میں ہوئی وہ بھی کافی سے زیادہ اطمینان بخش ہے لیکن عنقریب اس تعداد کو کئی گنا تعداد تک پہنچا دینا اور تھوڑے عرصہ میں ہزاروں لاکھ کی تعداد دیکھ لینا کوئی مشکل امر نہیں بشرطیکہ ہم کافی طور پر اسلام کی اشاعت کر سکیں۔ مغربی دنیا اس وقت اپنے مذہبی عقائد سے بیزار ہو کر ایک صحیح مذہب کی تلاش کر رہی ہے۔ جس کے پاس صحیح اور سچا مذہب ہے آج نصرت و فتحمندی اس کی شامل حال ہو سکتی ہے۔ میں اس بات پر ایک معقول اعلان کرتا ہوں

کہ جو مذہب میں نے قرآن کریم میں دیکھا اور آنحضرت صلعم سے ہم نے سیکھا ہے۔ وہی مذہب ہے جو مغربی دُنیا کا مذہب ہوگا۔ ہاں یہ سب کچھ ہماری کوشش پر منحصر ہے +

میں نے یہ مختلف مواقع پر بیان کیا ہے کہ اشاعت مذہب کا بہترین طریق مغربی دُنیا میں اسلامی لٹریچر کو پھیلانا اور اس کے ساتھ ایک مرکز قایم کر کے نومسلمین یا متفسرین و متفحصین کو اسلامی زندگی دیکھنے کا موقعہ دینا۔ اور اس کے ساتھ موقع بموقع تقریر و لیکچروں سے بھی امداد کرنا اس امر کے لیئے ہم نے اسلامک ریویو شائع کیا اور یہ کوشش کی کہ جہاں تک ہمارے ذرائع اجازت دیں ہم اسے یورپ اور امریکہ میں مفت تقسیم کریں۔ یورپ میں ایسے ذرائع آسانی سے مہیا ہو جاتے ہیں کہ ہم اپنے لٹریچر کو ہزاروں تک کی تعداد میں اُن لوگوں کے پاس پہنچا سکتے ہیں جو واقعی مذہب سے دلچسپی رکھتے ہیں۔ لیکن سوال یہ ہے کہ ہم یہ سرمایہ کہاں سے لاویں کاش مسلمان اپنے مقابل غیر مسلموں کی تبلیغی کوششوں پر توجہ کریں۔ کیا وہ ڈھائی ہزار رسالہ کا مفت تقسیم کر دینا اس لٹریچر کے مقابل کسی شمار و قطار میں ہے جو پادری لوگ ایک سمندر کی طرح دنیا میں پھیلا رہے ہیں۔ کیا اگر اس قدر قلیل مقدار یہ نتائج مرتب کر سکتی ہے تو پھر اگر ہمارا رسالہ مثلاً دس ہزار تک ماہوار مفت تقسیم ہو تو پھر کیا کچھ ہو سکتا ہے۔ یہی ایک غرض تھی جو مجھے انگلستان سے ہندوستان لائی۔ اللہ تعالےٰ نے محض اپنے فضل و کرم سے مجھے اس قابل کر دیا تھا کہ میں قوم کے آگے اپنی محنت کے نتائج پیش کروں اور اُن کی خدمت میں عرض کروں کہ وہ اس کارِ حسنہ میں میرے ساتھ شریک ہوں۔ میں اگرچہ دو ڈھائی سال کی محنت شاقہ کے بعد ولایت سے واپس نومبر ۱۹۱۴ء میں ہندوستان آیا اور میں اس بات کا محتاج تھا کہ میں کچھ آرام کروں۔ لیکن عدم اخراجات ماہواری جو دو ہزار ماہوار کے قریب ۱۹۱۵ء کے شروع میں ہی پہنچ گئے تھے انھوں نے مجھے گھر بھی آرام لینے نہ دیا۔ مجھ سے جہاں تک ہو سکا میں پنجاب اور ہندوستان کے مختلف شہروں میں پھرا اور جس شہر میں جتنے دن رہا۔ قریب قریب ہر روز لوگوں کو خطاب کرتا رہا۔ جس سے میری صحت پر بھی بُرا اثر ہوا۔ لیکن میں نے اس کی پرواہ نہ کی۔ اب چونکہ ووکنگ مشن کی روز افزوں کارروائیاں چاہتی ہیں کہ میں بہت جلد واپس چلا جاؤں۔ اور اگر اللہ تعالےٰ کو منظور ہوا تو چند ہفتوں کے اندر اندر میں ووکنگ میں پہنچ جاؤں گا۔ اسلیئے

میں نے پسند کیا کہ میں اپنی قوم کو ووکنگ کے حالات سے کسی قدر اطلاع دیئے جاؤں اور اس امداد سے بھی اطلاع دوں جو مجھے سال ۱۹۱۵ء میں میری تحریک پر ہوئی*

میں اپنے مسلم بھائیوں کا جس قدر شکریہ ادا کروں تھوڑا ہے۔ میں جہاں گیا جس جگہ گیا میری وہ عزت و تکریم کی گئی کہ جس کا میں ذاتی طور پر مستحق نہ تھا۔ دراصل اس گئے گذرے زمانہ میں بھی مسلمانوں کو اسلام سے ازحد محبت ہے وہ دل سے اشاعت اسلام کے گرویدہ و عاشق ہیں۔ انھوں نے مجھ میں ایک خادم اسلام اور عاشق اسلام کا نمونہ دیکھا اسلئے انھوں نے مجھ سے ہر ایک قسم کا نیک سلوک کیا۔ خصوصاً وہ نیک سلوک جو مجھ سے مسلم والیان ریاستہائے ہندوستان نے کیا وہ میرے لیئے خاص تشکر و امتنان کا موجب ہے۔ اعلیٰ حضرت حضور نظام و عالیحضرت فرمانروائے بھوپال۔ عالیحضرت شیخ صاحب منگرول۔ ان بندگان عالی کا مجھے شاہی مہمان کے طور پر اپنی قلمرو میں رکھنا۔ اور ہر وہ سلوک مرعی رکھنا جو ایک شاہی مہمان سے ان کے ہاں ہوا کرتا ہے۔ یہ تو ان کے شاہی اخلاق کا ایک ادنےٰ کرشمہ ہے۔ لیکن مختلف محل و مواقع پر مجھے انکا خاص الخاص اشفاق کریمانہ کا مورد بنانا۔ یہ اس محبت کو ظاہر کرتا ہے جو عالیمرتبت سے عالیمراتب مسلمان کا دل ایک خادم اسلام کے لیئے اپنے پہلو میں محسوس کرتا ہے۔

میں یہ یقین کرتا ہوں کہ اگر جنگ کے ایام نہ ہوتے تو میرا یہ سفر بہت ہی بہترین نتائج مرتب کرتا۔ بہرحال جو کچھ ہوا وہ حالات موجودہ کے ماتحت میری امیدوں سے زیادہ ہوا۔ اس موقعہ پر میں گورنمنٹ عالیہ کا بھی تہ دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں۔ اس پر آشوب زمانہ میں میرا کل شمالی ہندوستان میں سفر کرنا اور ہر ایک امن و آسائش کا حاصل کرنا۔ جن اغراض کے لیئے میں نے یہ سفر کیا ان اغراض کے اظہار کے لئے پبلک لیکچروں کو بے روک ٹوک کرنا۔ بلکہ بعض مواقع پر خود اعلےٰ سے اعلےٰ مقامی افسروں کا میری امداد کرنا اور مجھے ہر طرح اپنی عنایات سے مرہون منت ٹھیرانا یہ اسی دریا دلی کا ثبوت دیتا ہے جو اس گورنمنٹ عالیہ کا خاصہ ہے۔ اور جس کے لیئے ہر ایک شخص کو اس گورنمنٹ کا شکرگذار ہونا چاہیئے*

میں اس موقع پر اس سال کی آمد و خرچ سے اپنے معاونین کو اطلاع دینا چاہتا ہوں۔ یہ امر کئی دفعہ ظاہر کیا گیا ہے کہ ہمارے مشن کے خرچ کی مدات تین قسم کی ہیں۔ اوّل اسلامک ریویو اور

ایسا ہی دوسرا اسلامی لٹریچر مفت تقسیم کرنا۔ دوم۔ ہر اتوار کے دن شمولیت وعظ کے لیئے جسقدر
مہمانوں کا ووکنگ میں باہر سے آنا اور ایسا ہی نو مسلم ساکنین ووکنگ کو اپنے ہاں دوپہر کے
کھانے اور سہ پہر کی چاء پر مہمان کرنا اور ایسا ہی جس قدر نو مسلموں کو اسلام سیکھنے کے لیئے
باہر سے ہمارے ہاں آنا یا مستفسرین کا ہمارے ہاں ٹھہرنا اور ان کا تعہد بطور مہمان اسلامی
طریق پر کرنا۔ سوم۔ اخراجات متفرقات جس میں لندن یا دوسرے مقام پر علاوہ جمعہ کے وعظ
ولکچر کے لیئے جانا اور مسجد ووکنگ کے متعلقہ اخراجات۔ بڑی بھاری مدات خرچ کی پہلی دو ہیں
یعنے مفت تقسیم رسالہ اسلامک ریویو اور لنگر خانہ۔ انھیں دو مدات کو علی الخصوص سامنے رکھ کر
معاونین مشن سے امداد کی درخواست کی گئی ہے حصول امداد کو سہل ترین بنانے کے لیئے مینے
یہ مناسب سمجھا ہے کہ اسلامک ریویو کی خریداری بہت بڑھادیجاوے۔ جسقدر اس کے خریدار
زیادہ بڑھیں گے اسی قدر اسکے منافعہ کا کثیر حصہ اس کار خیر پر خرچ ہوگا۔ اسی غرض سے
مینے اسلامک ریویو کا ترجمہ اردو میں شائع کرنا شروع کیا اور اس کی قیمت سے۳ رسالانہ
رکھدی ہے۔ تاکہ اس کے منافعہ کا زیادہ حصہ بھی اس مشن پر خرچ ہو +

اسی طرح مفت تقسیم رسالہ اسلامک ریویو کی بھی دو صورتیں میرے سامنے رہی ہیں ایک
تو عام طور پر برادران اسلام کو مفت تقسیم رسالہ کے لیئے کہا گیا ہے کہ وہ یہ رسالہ خرید کر ہمیں
مفت تقسیم کرنے کی اجازت دیں۔ یہ اپیل بھی خالی نہیں گئی۔ اور آگے چل کر معلوم ہوگا کہ
ایک کافی رقم اس کی تقسیم کے لیئے ہم نے وصول کی +

اب میں ذیل میں آمد و خرچ کا ایک نقشہ بھی دیدیتا ہوں۔ آمد کی طرف جس قدر رقوم بطور
امداد اس سال وصول ہوئیں ان سب کی ایک فہرست بھی مینے رجسٹر آمد سے بنواکر اس تحریر
کے ساتھ شامل کردی ہے۔ ممکن ہے کہ قارئین کرام میں سے کسی کے لیئے تحریص امداد کا موجب ہو
ساتھ ہی معطی صاحبان بھی دیکھ سکتے ہیں کہ جسقدر امداد انھوں نے کی وہ ان کی منشاء کے
مطابق ہی خرچ بھی ہوئی + یہ نقشہ اور فہرست منسلکہ مینے دفتر لاہور سے رجسٹر ہائے آمد و خرچ
سے بنوایا ہے۔ چندہ امداد میں ایسے خریدار بھی درج کردیے ہیں جنھوں نے قیمت دے کر رسالہ مفت
تقسیم کرایا یا خالص خریدار رسالہ جات مینے انکو قرار دیا۔ جنھوں نے رسالہ اپنی ذات کے لیئے لیا ۔

نقشہ آمد و خرچ

آمد

مد	پائی - آنہ - روپے
قیمت از خریداران اسلامک ریویو و رسالہ اشاعت اسلام	[illegible]
چندہ امدادی از حیدرآباد	[illegible]
چندہ امدادی در ہندوستان ...	۶۷۷۲-۹-۰
قیمت کتب ام الالسنہ وغیرہ ...	۱۵۱-۶-۰
چندہ از صاحب معلومہ بحساب پچاس ۵۰ روپیہ ماہوار بابت مفت تقسیم اسلامک ریویو از اخیر مئی ۱۹۱۵ء لغایت دسمبر ۱۹۱۵ء	۳۰۶-۰-۰
چندہ از جائے معلومہ بغرض تقسیم اسلامک ریویو	۹۶۷-۱۱-۱۱
وظیفہ خواجہ کمال الدین از جائے معلومہ بابت اٹھارہ ماہ از جولائی ۱۹۱۴ء لغایت دسمبر ۱۹۱۵ء -	۱۸۰۰-۰-۰
تحفتانہ از حضور نظام	۱۰۰۰-۰-۰
سفر خرچ از انجمن ہائے مختلفہ	۲۵۷-۰-۰
میزان کل	۳۲۸۰۸-۵-۰

خرچ

مد	پائی - آنہ - روپے
اسلامک ریویو و رسالہ اشاعت اسلام پر خرچ یہاں ہوا	۴۰۶۲-۱۵-۷
عملہ لاہور و انگلستان	۶۷۹۳-۴-۶
سفر خرچ حیدرآباد و ہندوستان بمعہ تنخواہ ایک نفر اور ایک کلرک برائے چند ماہ جو ہمراہ رہے	۱۱۸۲-۷-۹
خرچ ام الالسنہ وغیرہ	۲۲۱-۱۵-۰
واپسی رقوم بہ ڈاکخانہ و انجمن احمدیہ اشاعت اسلام لاہور جو غلطی سے ووکنگ فنڈ میں جمع ہوئیں +	۶۳-۲-۰
واپسی* قرضہ حسنہ	۲۰۰-۴-۰
متفرق	۳۸۲-۲-۲
میزان بالا	۱۲۹۰۶-۳-۰
رقوم جو وقتاً فوقتاً ولایت گئیں۔	۱۹۴۲۹-۱۲-۷
میزان	۳۲۳۳۵-۱۵-۷
گرفتنی از ام الالسنہ	۷۰-۹-۰
بقایا بدست خود	۴۰۱-۱۲-۵
میزان کل	۳۲۸۰۸-۵-۰

* ابتدا ۱۹۱۲ء میں میرے ایک عزیز دوست نے مجھے تیس پونڈ بطور امداد مشن اس شرط پر ولایت بھیجے تھے کہ اگر ووکنگ مشن میں کبھی آئندہ گنجائش ہو تو یہ رقم ان کو واپس کر دیجاوے ۱۹۱۵ء میں ۲۰۰ ان کو بھیجا گیا مع محصول ڈاک اور ۱۹۱۶ء میں آج تک ان کو ما ۱۵ بھیجا گیا

+ اس میں دیا چار روپیہ کی کمی بیشی ہے معطی صاحب کو بغرض تصحیح لکھا گیا + خواجہ کمال الدین

نقشہ بالا میں جو رقوم بطور امداد حیدرآباد اور دیگر علاقہ جات ہندوستان سے میں نے ان سفروں میں وصول
کیں اس کی تقسیم کو معطی صاحبان نے میری اقتضا پر ہی چھوڑ دیا تھا۔ کہ جس نسبت سے چاہوں میں انھیں
رسالہ انگریزی کی مفت تقسیم یا لنگرخانہ و دیگر ضروریات ووکنگ مشن پر خرچ کر دوں۔ چنانچہ میں نے دفتر کو ابتدا
میں ہی ہدایت دی کہ ان رقوم کو قریب قریب نصف نصف۔ ریویو انگریزی کی مفت تقسیم اور لنگر خانہ
وغیرہ میں دکھلا دیں۔ لیکن ان رقوم کی بعد از وضع خرچ تقسیم کس طرح کی گئی ہوئی وہ ووکنگ کے حساب
حساب کے آنے پر بتلائی جا سکتی ہے۔ لاہور اور ووکنگ ہر دو جگہ باضابطہ حساب و کتاب رکھا جاتا ہے
اور آمد و خرچ کی رقوم خواہ میری ذات سے تعلق رکھتی ہوں یا مشن سے ان کا اندراج کتابوں میں ہوتا ہے
یہاں کا حساب شیخ نور احمد صاحب بلال کے ہاتھ میں ہے اور یہاں کا حساب کتاب منیجر دفتر رسالہ اشاعت
اسلام کے ہاتھ میں ہے میں نے شیخ صاحب کو لکھا ہے کہ وہ ۱۹۱۵ء کے آمد و خرچ کے حساب کا خلاصہ بھیج دیں۔
خصوصاً یہ کہ مختلف مدات میں کیا خرچ ہوا۔ امسال میں نے اسی قدر حضرت مولانا صدرالدین صاحب
کی خدمت میں عرض کر دی تھی کہ وہ امسال دو اور تین ہزار کے اندر اندر مفت تقسیم رسالہ کر دیں۔ اس
سال اخراجات لنگرخانہ بہت ہی بڑھ گئے۔ میں نے منشی نور احمد کو ایک دفعہ لکھا تھا کہ وہ تین یا چار ماہ
کی تعداد مہمانوں سے ہمیں اطلاع دیں۔ چنانچہ گذشتہ جون سے آخر ستمبر تک بہ تعداد آٹھ صد کے
قریب مہمان آئے اور اس کا آئندہ دو ماہ میں ہزار سے زیادہ تھے۔ اگرچہ ان ایام میں دو عیدیں بھی
گذریں۔ جنہیں ہزار کے لگ بھگ مہمان تھے۔ یہ حال جس طرح ضروریات بڑھیں ہوئیں [illegible] دو وقت
پر جن کے لئے روپیہ معطی صاحبان نے دیا خرچ کرنے کیلئے ولایت بھیج دیا۔
ہاں ہم سے یہی ہو سکتا تھا کہ جس قدر روپیہ ہم وصول کریں وہ سب کا سب ضروری اخراجات
کاٹ کر ولایت بھیج دیں۔ سو ایسا ہی کیا گیا۔ [illegible] دو باتیں قابل ملاحظہ ہیں
اوّل جہاں تک اس مشن کا عملہ ہے اس نے [illegible] کے ایثار سے کام لیا۔ عملہ اس وقت
حسب ذیل ہے:۔ ولایت میں مولانا مولوی صدرالدین صاحب۔ شیخ نور احمد صاحب بلال
ہندوستانی باورچی۔ ان کے علاوہ مولوی صاحب نے وقتاً فوقتاً ولایت میں کوئی اور [illegible] رکھے
ان کا خرچ نقشہ بالا میں نہیں دکھلایا گیا۔ ہندوستان میں منیجر دفتر [illegible] ریویو اور
ان کے ماتحت دو کلارک۔ ایک چپڑاسی۔ اور ایک دفتری [illegible]

ملازم رہا۔ ایک ایجنٹ بغرض تبلیغ واشاعت اغراض مشن جو گذشتہ اکتوبر سے رکھا گیا اور میں خود۔ اتنے بڑے کام پر اس قدر قلیل عملہ اور پھر اس عملہ پر بھی صرف ساڑھے پانصد روپیہ ماہوار کا خرچ۔ یہ آج کل کے حالات کے ماتحت ایثار نہیں تو اور کیا ہے۔ ہاں مد عملہ پر جو میں نے خرچ دکھلایا ہے اس میں وہ رقم ماہواری بھی شامل ہے۔ جو میں اپنے ذاتی خرچ کے لئے لیتا ہوں لیکن اس کا بوجھ میں نے کسی قسم کے ڈونیشن پر یا زر امداد مشن پر نہیں ڈالا۔ میں نے اپنی ذات کا خرچ بحیثیت ایڈیٹر اسلامک ریویو صرف اسلامک ریویو پر کتب حساب میں ڈلوایا ہے۔ ایسا ہی کچھ رقم بطور امداد جو عملہ میں سے ایک خالص سچے خادم مشن کو میں نے بطور قرض حسنہ دی ہے۔ وہ بھی میں نے اسلامک ریویو کی آمد میں سے دی ہے اور اس کا خرچ بھی اسلامک ریویو پر ڈالا ہے اسلئے کہ ان ہر دو رسالوں کے نفع نقصان کو میری ذات سے تعلق ہے۔ باقی اخراجات جو عملہ لاہور کے ہیں یا سفر خرچ یا اخراجات متفرقہ ہیں ان کا ⅓ اردو رسالہ پر ⅓ اسلامک ریویو پر اور ⅓ دیگر اغراض پر ڈال دیا ہے۔ اور جو عملہ ولایت یا واپس قرض حسنہ کی رقوم ہیں ان کو اسلامک ریویو اور دیگر اغراض پر نصف ڈال دیا ہے۔

یہ امور محض آمد و خرچ کو حساب کتاب کے باضابطہ شکل میں رکھنے کے لیئے کیئے گئے ہیں۔ ورنہ اصل جو عمل ہوا ہے وہ تو یہ ہے کہ جو کچھ منافع ہر دو رسالجات کا ہوا یا جو رقم مجھے ذاتی طور پر بطور وظیفہ یا تحفتاً بعض محسنوں سے ملی وہ سب کی سب میں نے آمد مشن میں ڈالدی ہے۔ میں آیندہ بھی اللہ تعالٰے سے یہی دعا کرتا ہوں کہ وہ مجھے ایسا ہی کرنے کی توفیق دے +

مسلم بھائیوں سے میری آخری اپیل

میں اب چند ہفتوں میں یہاں سے رخصت ہو کر ولایت جانیوالا ہوں۔ دوران قیام ہندوستان میں میں نے ہر ایک قسم کا آرام چھوڑ کر مسلمان بھائیوں کو اس کار خیر کی اہمیت اور ضرورت سے آگاہ کیا۔ یہ مشن ایک حقیقت اور طاقت ہے۔ کوئی وہمی یا قیاسی امر نہیں۔ یہ مشن نظری حالات سے نکل کر واقعات اور عمل کا جامہ پہن چکا ہے۔ اس کے مفید اور یقینی طور پر کامیاب

ہو چکیں اب شبہ نہیں رہا۔ اس امر سے بھی کسی کو انکار نہیں ہو سکتا کہ خدا اور رسول کے احکام کے تحت ہمارے کل قومی کام ایک طرف اور یہ کام ایک طرف ہے۔ ہماری کل کی کل تحریکات پر اس مشن کو فوقیت ہے۔ پھر کیا وجہ ہے کہ اسلامی خیرات و زکوٰۃ کے مصرف پر کل دیگر خیراتی کاموں پر اسے ترجیح نہ دیں۔ نقشہ آمد سے ظاہر ہوتا ہے کہ چودہ ہزار کے قریب روپیہ محض بطور ڈونیشن مسلمانان ہند سے اس سال آیا اور اس سے جس قدر بھاری کام ہوا۔ وہ ظاہر ہے کیا ۱۹۱۵ء میں کامیں چیس ہزار کا خرچ ہے اور جن کے مقابل کئی ہزار رسالہ اردو انگریزی بطور خریدار لوگوں کے گھروں میں بھی پہنچ چکا ہے۔ اس کے مقابل یہ کامیابی جو اس سال ہمیں ہوئی وہ کچھ کم ہوئی ہے کہیں ہیں اس کی نظیر دنیا بھر کی مذہبی تبلیغی کوششوں میں نظر نہیں آتی

لیکن اب جو میں ہندوستان سے چلا ہوں اور ممکن ہے کہ میری غیر حاضری بہت جلد کوئی ایسا منتظم پیدا ہو سکے جو شہر بشہر پھر کر مسلم بھائیوں کو ان کے فرض کی طرف متوجہ کرے تو ہم کیونکر سمجھ لیں۔ اپنے فرض کی طرف متوجہ نہ ہونگے۔

مسلمانو! خدارا خواب غفلت کو چھوڑ دو۔ اس وقت کو غنیمت سمجھو۔ اللہ تعالیٰ کے کام تو ہو کر رہیں گے لیکن مبارک وہ ہے جو اس کام میں ہمارا ہاتھ بٹا دے۔ تمہارے مال جس دیانت اور احتیاط سے خرچ ہوتے ہیں وہ اس نقشہ سے تم پر ظاہر ہو چلے ہیں۔ اور جس ایثار اور محبت سے کام کرنے والے لوگ تم کو مل گئے ہیں وہ بھی اس قحط الرجال میں شاذ و نادر کا معاملہ ہے خدا تعالیٰ ہی اس امر کا شاہد ہے کہ مجھے ایام وکالت کے مقابل دوگنا کام روزانہ کرنا پڑتا ہے اور جو کچھ مجھے بطور وجہ کفاف لیا وہ میری آمدنی وکالت سے جو ۱۹۱۲ء میں تھی کوئی نسبت ہی نہیں رکھتا لیکن یہ کسی پر احسان نہیں ان اجری الا علی اللہ کا خوش کن مقولہ ہی ہمارے لیئے راحت جان ہے۔ لیکن ہمارا ایثار کس کام آئیگا۔ اگر ہمارے پاس سامان نہ ہوں۔ خدا کیلئے ایسا کام کرو کہ یہ انگریزی رسالہ دس ہزار تک مفت تقسیم ہو جاوے۔ اگر دس ہزار رسالہ تقسیم کرنے کے سامان کر دو۔ تو پھر اس کے منافع سے ہی دیگر اخراجات وو کنگ چلنے لگیں گے +

نقشہ گوشوارہ سال ۱۹۱۵ء میں آپ کا ملاحظہ کیا اور اردو رسالہ بھی اس لیئے شائع کیا کہ اسلئے

منافع سے ووکنگ مشن چلے۔ اگر یہ رسالہ دس ہزار خریدا جا سکے تو میرے نزدیک موجودہ خراجات کے لحاظ سے یہ اخراجات ووکنگ مشن کے نکل جاتے ہیں +

اگرچہ یہ رسالہ میرا ہی شائع کردہ ہے۔ لیکن میری یہی غرض ہے کہ اس کے منافع سے اشاعت کے کام کو مدد کافی ملے۔ جیسے کہ گذشتہ سال کیا گیا۔ اس وقت اردو رسالہ کی تعداد اشاعت دو ہزار کے قریب ہے۔ اس اشاعت پر جو منافع ہوتا ہے وہ قطعاً مشن کے لئے کافی نہیں۔ اسی طرح انگریزی رسالہ کی اشاعت ابھی ڈیڑھ ہزار کے قریب ہے۔ یہ بھی بہت تھوڑی ہے میں یہ کہتا ہوں کہ اگر مسلمان بھائی صرف پانچہزار تک انگریزی اور دس ہزار تک اردو رسالے کو خرید لیں تو میں کسی اور امداد کا سردست اُن سے مطالبہ نہیں کرتا۔ اور اگر مجھے خدا توفیق دیوے تو میں اس کے منافع کو اسی کام پر خرچ کروں گا۔ ہاں جب تک یہ صورت نہو میں ان بزرگوں کیخدمت میں عرض کرتا ہوں جنھوں نے دریادلی سے گذشتہ سال اپنے مالوں سے مجھے مدد دی وہ اب بھی دیں۔ یہ مال وہ بالفاظ قرآن کریم ایک تجارت پر لگاتے ہیں جسکا منافع جو آخرت کو بالفاظ ربی ملنا ہے وہ تو ضرور ملے گا۔ لیکن اسکا منافع تو دمِ نقد مل رہا ہے +

خدارا غور کرو۔ یہ رقوم امداد تو زیادہ تر مئی ۱۹۱۵ء سے پہلے پہلے مجھے وصول ہوئی تھیں۔ آج اس پر ایک سال گذر گیا۔ فہرست سے ظاہر ہوگا کہ مئی ۱۹۱۵ء تک زیادہ حصہ امداد کا آپنے دیا۔ آج مئی ۱۹۱۶ء ہے اب تبلاؤ جو اس سال میں نتائج مرتب ہوئے وہ منافع کیا کچھ کم ہے۔ مسلمان بھائیوں خدا کے اُس فضل کو دیکھو کہ جس غرض کے لیئے جو کچھ تھوڑا بہت تمنے دیا وہ غرض پوری ہوگئی۔ پھر اسکے شکریہ میں کیا آپ کو مناسب نہیں کہ اور ہمت کرو۔ اس لیئے میں چاہتا ہوں کہ یہ مبارک مہینہ زکوٰۃ و خیرات کا ہے +

تمہاری زکوٰۃ کا بہترین مصرف

ووکنگ مشن ہے۔ جاؤ قرآن کریم کو کھولو وہ بھی ہمیں یہی کہتا ہے۔ ہمارے مشن کی امداد کا ایک سہل طریق یہ ہے کہ تم ہمیں انگریزی رسالہ کی مفت تقسیم کے لیئے امداد دو۔ اپنی طرف سے متعدد رسالہ مفت تقسیم کراؤ۔ ایسا ہی لنگرخانہ کی امداد کا فکر کرو۔ ہاں ایک آسان طریق امداد کا یہ ہے کہ خود رسالہ اردو یا انگریزی خریدو اور دوستوں میں اس کی خریداری بڑھاؤ۔ گذشتہ سال میں

ہمیں اردو رسالہ بہت سا زائد چھپوانا پڑا۔ خیال تھا کہ خریداری بہت بڑھے گی۔ مگر ایسا نہ ہوا مختلف ماہ کے رسالجات زائد پڑے موجود ہیں۔ سو میں نے یہ پسند کیا ہے کہ تمام گذشتہ رسالجات کے آگے یہ اپیل نذر کر کے بطور نمونہ مسلم احباب کی خدمت میں بھیجوں۔ وہ اس رسالہ کو دیکھیں مختلف احباب کے پاس ۱۹۱۵ء کے مختلف مہینوں کے رسالے پہنچیں گے وہ اس کو شروع سے اخیر تک دیکھیں اور پڑھیں اور پھر اندازہ کریں کہ کیا ایسا قیمتی رسالہ محض اگر لٹریچر کے طور پر ہی خرید اجاوے۔ تو چنداں گراں نہیں۔ چہ جائیکہ اس کا منافعہ ایک ہماری مشن کو چلا رہا ہے۔ اسی طرح جن دوستوں نے بہ سبب حالات خاصہ انگریزی رسالہ خریدنا چھوڑ دیا ہے وہ اردو رسالہ ہی خرید کر عنداللہ ماجور ہوں۔

موجودہ خریداران کی خدمت میں عرض ہے کہ وہ جہاں تک ممکن ہو ہر دو رسالجات کی اشاعت بڑھانے میں کوشش بلیغ فرما کر عنداللہ ماجور ہوں ٭

فہرست زرِعطیہ و امداد ووکنگ مسلم مشن انگلستان ۱۹۱۵ء

بابت جنوری

نام	رقم
معرفت ماسٹر فقیر اللہ صاحب قیمت کتب ...	۸ر
جناب فصیح الدین خانصاحب حیدر آباد	[illegible]
مرزا غلام سرور صاحب پشاور	[illegible]
حکیم امیر علی صاحب پنڈی	[illegible]
جناب حامد اللہ خانصاحب کوہاٹ	[illegible]
سردار عبد الرحمن صاحب	[illegible]
غلام حسین صاحب ٹیلیگراف کلرک	[illegible]
خانصاحب عبد الحکیم خانصاحب سب جج کوہاٹ	[illegible]
خان بہادر حق نواز خانصاحب .... "	[illegible]
خانصاحب محمد جمیل خان صاحب .... "	[illegible]
میاں ملیح الدین صاحب ...... "	[illegible]
خان بہادر مولوی احمد دین صاحب ... "	[illegible]
مولوی محمد عالم صاحب سیکنڈ ماسٹر ... "	[illegible]
سردار احمد خانصاحب .... "	[illegible]
سید محمد اشرف صاحب کوہاٹ	[illegible]
خانصاحب خوشدل خانصاحب کوہاٹ	[illegible]
بابو معراج دین صاحب نائب تحصیلدار "	[illegible]
مائل محمد اکبر خانصاحب ڈپٹی [illegible] ...	[illegible]
جناب محمد خداداد خانصاحب "	[illegible]
جناب فقیر ابوالحسن صاحب ... " ...	[illegible]
ملک خدا بخش صاحب .... " ...	[illegible]
خان بہادر خیر محمد خانصاحب رئیس " ...	[illegible]
شیخ عبد العزیز صاحب سب انسپکٹر " ...	[illegible]
امام بخش صاحب .... " ...	[illegible]
سردار محمد [illegible] اللہ خانصاحب " ...	[illegible]
محمد عبد اللہ خانصاحب ماسٹر ... " ...	[illegible]
دوست محمد خانصاحب	[illegible]
سکندر خانصاحب سب انسپکٹر " ..	[illegible]

نام	رقم
جناب شیر علی خان صاحب	للعہ
" محمد شاہنشاہ صاحب	عہ
" قاضی اسد اللہ صاحب	لعہ
" کریم بخش صاحب	لعہ
" بابو خدا بخش صاحب	عہ
" فضل احمد صاحب	۸ر
" بابو کالے خان صاحب	لعہ
" بابو اللہ بخش صاحب	لعہ
" بابو اللہ دتا صاحب	لعہ
" منشی جلال الدین صاحب	عہ
" شیخ خدا بخش صاحب	عہ
" حسین بخش صاحب	عہ
متفرق معرفت جناب خدا بخش صاحب	۱ر
جناب غلام محی الدین صاحب سرگودہ	لعہ
" فضل قادر صاحب لائلپور	لعہ
" انوار الحق صاحب	۱۲ر
" مسلم دین صاحب	۱۰ر
از خانہ جناب شیخ محمد حسین صاحب جج غازیپور ...	صہ
جناب تفضل حسین صاحب ذبیندار - اسنہ	عہ
" مولوی محمد ظہور صاحب ... غازیپور	للعہ
" شیخ نور الدین صاحب	عہ
" چوہدری بدر الدین صاحب آرہ	عہ
" مولوی برکت اللہ صاحب وکیل بی اے ایم آر ایس بابت پارٹی غازیپور	صہ
" بی اے احمد صاحب ... قیمت کتب	۱۰ر
" ایم احمد صاحب	۱۲ر
" حاجی بشیر خاں صاحب غازیپور	للعہ
جناب مظہر امام صاحب منصف غازیپور ...	عہ
" سب رجسٹرار صاحب بعوض دعوت	عہ
" مرزا نظیر الدین صاحب ...... پارسی	لعہ
" ولی الدین صاحب - خدا بخش بانکی پور	سے
" حاجی عبد الرحمن صاحب	عہ
" سید علی صاحب	عہ
" مہدی علی صاحب	عہ
لامعلوم الاسم	عہ
چندہ معرفت جناب خواجہ محمد اسمعیل صاحب وکیل بانکی پور	للعہ
جناب خواجہ محمد اسمعیل صاحب وکیل بانکی پور ...	۵ر
" مسٹر مظہر الحق صاحب بیرسٹر	۵ر
" غلام نظام الدین صاحب	صہ
" ابو الخیر صاحب	عہ
" شیخ رحیم بخش صاحب	عہ
" ڈاکٹر عبد الغفور صاحب	لعہ
" جوان بخت صاحب	عہ
" محب اللہ صاحب	عہ
" ذکی الدین صاحب بجنور	لعہ
" یوسف شاہ صاحب ٹیچر سرینگر قیمت کتب	عہ
" غلام محمد صاحب	عہ
" محمد قاسم صاحب الہ آباد	۱۴ر
" محمد اسحٰق صاحب	۱۲ر
" فرید الدین صاحب	لعہ
قیمت بابت کتب	لعہ
" محمد مظاہر حسین صاحب گلزار باغ پٹنہ ...	عہ
" نیاز اللہ صاحب ...... قیمت کتب	۱۴ر

* اس کے علاوہ مسٹر عبد الحق صاحب نے ایک صد رسالہ انگریزی اور سات صد رسالہ اردو کے خریدار ہو کر نے کا ذمہ لیا اور نہایت دریا دلی سے اونکی طرف سے انکی قیمت بھیجی ادا کی اللہ تعالیٰ اونہیں اجر جزیل عطا کرے۔

جناب امیر حسن صاحب پٹنہ ۸ر
〃 مولوی محمد یعقوب صاحب ۱ ر
〃 خواجہ بشیرالدین صاحب عہ ر

....

جناب حبیب النبی صاحب کلکتہ ۱۳ر
جناب محمد شفیع صاحب قانونگو بذریعہ محمد زکریا صاحب عہ ر
مسٹر تاج الدین صاحب ڈپٹی کلکٹر ﷲ
جناب محمد اصغر صاحب وکیل کیمبل پور ﷲ
جناب عبدالحمید صاحب پشاور ۸ر
جناب سید احمد حسین صاحب گیا ۴ر
جناب خواجہ بشیرالدین صاحب عہ ر
معلوم الاسم قیمت کھال از حیدر آباد
جناب محمد صغیر صاحب ۶ ر
جناب محمد منظور الٰہی صاحب لاہور احمدیہ بلڈنگس ۶ر
بابت ام الالسنہ ۸ر
جناب سیف الرحمٰن صاحب پشاور ۶ر
جناب الف دین صاحب وکیل کیمبل پور ۹ر
بنت صفدر جنگ صاحب امرت سر ۷ر
محمد اسماعیل صاحب ۳ر
جناب مولوی عزیز بخش صاحب ۱۳ر
〃 عبدالرحیم صاحب پشاور ۱۴ر
〃 محمد یٰسین صاحب مظفر گڈھ ۱۵ر
〃 محمد احمد صاحب کانپور ۲ر
〃 محمد حامد اللہ صاحب دہلی ۱۴ر
〃 فضل الرحمٰن صاحب کانپور ۱۳ر
〃 امتیاز علی صاحب فیض آباد ۱۴ر

جناب عبدالمجید صاحب کانپور قیمت کتب ۱۲ر
〃 ایم عبدالکریم صاحب پنڈی
〃 محمد ضامن علی صاحب لکھنؤ ۴ر
〃 مسٹر سیگو ۶ر
〃 نصرت علی صاحب لکھنو قیمت کتب ۱۴ر
〃 عبدالرؤف صاحب 〃 ۱۵ر
〃 احسان اللہ صاحب بٹالہ 〃 ۱۲ر
〃 شمس الدین صاحب جونپور 〃 ۱۲ر
〃 دلی محمد صاحب بنارس 〃 ۱۰ر
〃 محمد خالق صاحب فیض آباد 〃 ۱۴ر
〃 رحیم بخش صاحب 〃 ۱۴ر
〃 شیخ امیرالدین صاحب 〃 ۱۴ر
〃 محمد شفیع صاحب 〃 ۱۲ر
〃 محمد زکریا صاحب مہاراج گنج 〃 ۱۲ر
〃 نظام الدین صاحب جونپور 〃 ۱۰ر
〃 عثمان احمد صاحب 〃 ۱۲ر
〃 محمد حفیظ اللہ صاحب بنارس 〃 ۱۴ر
〃 محمد دستگیر صاحب میسور 〃 ۱۵ر
〃 عزیز الدین صاحب مدراس 〃
〃 بابو عبدالرحمٰن صاحب ادیقی 〃 ۱۲ر
〃 محمد حسین صاحب مدراس 〃 ۱۰ر
〃 محمد نصیر اللہ صاحب 〃 ۱۴ر
〃 شمس الدین صاحب بنارس 〃 ۱۵ر
〃 ایم ایم ڈاکٹر خان صاحب ڈھاکہ 〃 ۴ر
〃 محمد بادشاہ صاحب مدراس ۱۳ر
جناب ایم حفیظ اللہ صاحب کلکتہ ۸ر

نواب مرزا فرمان علی صاحب عـہ
مولوی میرزا احمد علی صاحب ما گ
مولوی حامد حسین صاحب عـہ
ڈاکٹر عبد الحی صاحب عـہ
مولوی غلام محمد صاحب تعلقہ دار صـہ
مولوی قاسم الدین صاحب عـہ
مولوی غلام محی الدین صاحب عـہ
نواب سردار یار جنگ بہادر صـہ
نواب نظیر جنگ بہادر صہ
مولوی غلام قادر صاحب گرامی عـہ
مولوی سید احمد صاحب محاسب صدر صـہ
میزان للعہ بہ سکۂ انگریزی سہ [illegible]
بہ تفصیل ذیل :- منی آرڈر [illegible]
فیس منی آرڈر [illegible]
بہ قبضہ کلب [illegible]

کلب مذکور سے اور چندہ بھی ۱۹۱۶ء میں وصول ہوا جو اس حساب ۱۹۱۵ء میں شامل نہیں کیا لیکن اس کی تفصیل یہاں دیجاتی ہے۔
بار چہارم بماہ فروری ۱۹۱۶ء بہ سکۂ انگریزی [illegible]
بہ تفصیل ذیل :- مولوی سید زین العابدین صاحب بلگرامی .... { [illegible]
مولوی میر فیض الرحمن صاحب بلگرامی [illegible]
مولوی سید محمد محسن صاحب ،، [illegible]
مولوی ابو محمد صاحب عـہ
مولوی خواجہ شجاعت اللہ صاحب [illegible]
بجٹ از بار سوم میزان [illegible]
جو بہ سکۂ انگریزی [illegible]
منی آرڈر [illegible]
فیس منی آرڈر [illegible]
بہ قبضہ کلب [illegible]

رقم حیدر آباد میں سے صرف اُن رسالجات اردو و انگریزی کی قیمت جو بعض عطا کنندگان امداد کے نام جاتے ہیں اور اس فہرست میں بعض اصحاب کی تو قیمت رسالہ ہی ہے۔ منہا کر کے باقی کل رقم نقشہ بالا میں بطور امداد حیدر آباد دکھلادی ہے۔ عالیجناب مہاراجہ سرکرشن پرشاد صاحب بہادر نے علاوہ اس امداد مشن کے ایک بیش بہا خلعت میری ذات کے لیے بھی عطا کی۔ اللہ تعالیٰ اُن کو جزاء خیر دے اعلیٰ حضرت حضور نظام خلد اللہ ملکہ کی طرف سے علاوہ ان اشفاق کریمانہ و مراحم خسروانہ کے جو اُنھوں نے میرے قیام حیدر آباد میں مجھ پر مبذول فرمائی۔ اُنھوں نے ایک ہزار روپیہ کلدار بطور رخصتانہ مجھے عنایت فرمایا۔ آپ نے خاص محل شاہی میں اپنے حضور میرا لکچر کرایا۔ اور لکچر سن کر اظہار خوشنودی میں دو صد روپیہ کلدار ماہواری کا منصب میرے لیے منظور فرمایا۔ جو تاریخ لکچر سے جاری ہوا۔ اور اس کا عملدرآمد ۱۹۱۶ء میں ہوا۔ اس موقعہ پر میں خصوصاً بزرگان حیدر آباد کا خاص طور پر شکر گذار ہوں۔ مجھے وہاں کے اصحاب میں ایک خاص زندگی ایک خاص محبت اسلام ایک خاص خلوص قومی و عزم نظر آیا۔ میں نے وہاں کی بعض خواتین کو اور علاقوں کے فرقہ کو بھی بہتر پایا۔ ہر ایک وضیع شریف نے میری ساتھ جو سلوک کیا اس کا اجر اللہ تعالیٰ ہی اُن کو دے۔ آمین ثم آمین ٭

کوئی طریق مراعات بزرگان حیدرآباد نے میرے ساتھ نہیں چھوڑا امداد کی رو سے بھی کل دیگر مسلم برادران ہند کے مقابل صرف ایک بلدہ حیدرآباد کے مسلمانوں نے نہایت دریا دلی سے اس مسلم مشن کی امداد کی۔ اگر ایک اس بلدہ کے بزرگ اس طرف توجہ کرلیں تو ووکنگ مشن بہت حد تک مالی مشکلات سے بچ جاتا ہے۔

مجھے آخر میں علی الخصوص مسز سروجنی نائڈو کا اس لئے شکریہ ادا کرنا ہے۔ کہ آپ نے ایک غیر مسلم کی حیثیت میں میرے ساتھ ایک مسلمہ کا سا سلوک کیا۔ میرا کوئی ہی لیکچر ہوگا جس میں آپ موجود نہ تھیں۔ میرے مشن سے آپ کو ازحد دلچسپی ہے۔ آپ نے اسکی مالی امداد کا بھی بوجہ احسن انتظام کیا۔ یہ آپ کی ہی تجویز تھی کہ ایک تھی یٹر میں بذریعہ ٹکسٹ کے میرا لیکچر ہوا جو ازحد کامیاب ہوا۔ اس کی آمد جمع ہونے کے بعد ۱۹۱۶ء میں بذریعہ نواب خدیو جنگ بہادر مجھے ملی جو ۱۹۱۶ء کے حساب میں درج کی گئی ﴿

حضرت مسیحؑ کا مذہب کیا تھا

عہد جدید میں بعض ایسی عبارتیں ہیں جن سے حضرت مسیح علیہ السلام کا مذہب صاف طور سے ظاہر ہوتا ہے۔ مثال کے طور پر میں یوحنا باب ۱۷ کا حوالہ پیش کرتا ہوں۔ جہاں اس مقدس معلم کے سخت اضطراب اور گہرے اندیشہ کا ذکر ہے جو آپ کو ایسے خطرناک دکھ اور مصیبت کے وارد ہونے پر لاحق ہوا۔ جناب مسیحؑ کو اپنی سلامتی کے اندیشہ سے اپنی مشن کے صحیح مفہوم کا فکر کسیطرح کم نہ تھا۔ چنانچہ دیگر انبیاء کی طرح آپ نے بھی دین کی بنیاد کو تمام چیزوں پر مقدم رکھا جب موت آپ کی آنکھوں کے سامنے پھر رہی تھی۔ اس وقت آپ کے دل و دماغ میں کس چیز کا غلبہ تھا۔ ہاں اسی دین حنفہ کا جس کی اشاعت کے واسطے آپ مامور کیئے گئے تھے۔ وہ تعلیم یا صداقت ہے جسے آپ نے اپنی گرفتاری کے وقت اعلان فرمایا" اور ہمیشہ کی زندگی یہ ہے کہ وے تجھ کو اکیلا سچا خدا اور یسوع مسیح کو جسے تو نے بھیجا ہے جانیں" ملاحظہ ہو یوحنا

کی انجیل باب ۱۷ آیت ۳ +

یہی ایک سچی تعلیم تھی اور یہی جناب مسیح علیہ السلام کا دین تھا۔ یہ آپ کو یقین تھا اور اسی کی تعلیم بھی دیتے تھے۔ کہ ہمیشہ کی زندگی خدا تعالےٰ کے سچے تصور کا نام ہے اور اسی سے اعمال صالح کا ظہور ہوتا ہے۔ چنانچہ آپ نے "واحد سچے خدا کے علم" کو "ہمیشہ کی زندگی" سے مطابقت دی ہے۔ کیونکہ اول الذکر موخر الذکر کے لیئے لازمی ہے۔ الغرض مسئلہ توحید باریتعالیٰ پر آپ نے سخت زور دیا ہے۔ ہمیشہ کی زندگی یعنی اس دنیا اور آیندہ کی راحت و آرام کی زندگی روح کی ایک آرزو ہوتی ہے۔ اور اس وقت جب جناب مسیح نے یہ سمجھا کہ اب میرا وقت قریب آ گیا تو آپ نے اپنے لوگوں کو واضح طور سے بتلا دیا کہ کسطرح ہمیشہ کی زندگی حاصل ہو سکتی ہے۔ آپ نے صاف اور متین الفاظ میں بتلایا کہ اکیلے سچے خدا پر ایمان رکھنا چاہیئے۔

اُسی باب کی سترھویں آیت میں مذکور ہے "انھیں اپنی سچائی سے پاک کر۔ تیرا کلام سچائی ہے" پھر چھبیسویں آیت میں اس طرح آیا ہے "اور میں نے تیرا نام اُن پر ظاہر کیا۔ اور ظاہر کرونگا تاکہ وہ پیار جس سے تو نے مجھسے پیار کیا ہے ان میں ہو اور میں اُن میں ہوں چھٹی آیت میں بھی لکھا ہے کہ "میں نے تیرے نام کو اُن آدمیوں پر ظاہر کیا ہے" متی اور لوقا نے بھی اُسی تعلیم کو جناب مسیح علیہ السلام کی طرف منسوب کیا ہے۔ اس سوال پر کہ "اے اُستاد شرع میں بڑا حکم کون سا ہے" مندرجہ ذیل اہم جواب دیا گیا ہے۔

"یسوع نے اُس سے کہا خداوند کو جو تیرا خدا ہے اپنے سارے دل اور اپنی ساری جان اور اپنی ساری سمجھ سے پیار کر۔ پہلا اور بڑا حکم یہی ہے۔ اور دوسرا اُس کے مانند ہے۔ کہ تو اپنے پڑوسی کو ایسا پیار کر جیسا آپ کو۔ انھیں دو احکام پر ساری شرع اور سب انبیاء کی باتیں موقوف ہیں" (متی باب ۲۲ آیت ۳۷ تا ۴۰) +

یہ تعلیم جو صاف اور پُر زور الفاظ میں پیش کی گئی ہے۔ ہمہ اقسام کے مشرکانہ خیالات اور مسئلہ تثلیث کی جڑ کاٹ دیتی ہے۔ اگر ہم واحد خدا کی اپنی سارے دل اور اپنی ساری جان اور اپنی ساری سمجھ سے عبادت کریں تو پھر کسی دوسرے معبود کی گنجائش نہیں رہتی۔ علاوہ ازیں صداقت قطعی اور بہام ہے۔ الغرض تمام انبیاء نے صداقت کے علاوہ کچھ بھی تعلیم نہیں کی۔ آپ

اس امر سے کہ جناب مسیح کی وہی تعلیمات تھیں جو دیگر انبیاء نے دیں۔ آپ کی مشن کی صداقت کا ثبوت ملتا ہے۔ جو طرز عمل آپ نے اختیار کی۔ اُس سے صرف یہی ثابت کرنا مقصود نہ تھا کہ جُملہ انبیاء کی بعثت کا مدعا توحید الٰہی تھا۔ بلکہ آپ نے یہ بھی بتلانا چاہا کہ بقول یہود آپ مکار نہ تھے بلکہ آپ ایک سچے رسول تھے۔ خدا تعالےٰ کی توحید کا اعلان کرنے کے بعد جناب مسیحؑ نے اپنے نام کے ساتھ الفاظ "جسے تو نے بھیجا" زیادہ کئے تاکہ پیروؤں کو یہ معلوم ہو کہ آپ خدا تعالیٰ کے ایک رسول تھے نہ معبود۔ ہندوستان میں کرشن اور رامچندر خدا مانے جاتے ہیں نہ کہ خدا کے بیٹے۔ بدھ بھی ایک معصوم ذات سمجھا جاتا ہے۔

بدقسمتی سے جناب مسیح کے پیروؤں نے بھی آپ کی آخری ہدایات کو ترک کرکے آپ کو معبود بنالیا اُنکے اس فعل پر آپکی روح کو کس قدر صدمہ ہوگا۔ کیونکہ آپکے اس بات کا اعلان کرنے کے لئے کہ میں خدا کا ایک رسول ہوں۔ کس قدر تکلیفیں اور مصائب برداشت کئے۔ بہرحال جو کچھ پیرو کر رہے ہیں آپ اُس سے بری الذمہ ہیں۔ کیونکہ آپ نے اپنا کام بحسن وخوبی انجام دیدیا۔ غالباً آپکو پہلے سے یہ گمان تھا۔ کہ آپ کے پیرو اصلیت سے دور جا پڑیں گے کیونکہ آپ کے کلام سے ظاہر ہوتا ہے "جب تک کہ میں اُن کے ساتھ دنیا میں تھا۔ تب تک میں نے تیرے نام سے ان کی حفاظت کی" (یوحنا باب ۱۷ آیت ۱۲)۔ حضرت مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام کی روح کو خوش کرنے کا اب صرف ایک ہی طریقہ ہے اور وہ یہ ہے کہ جو تعلیم آپ نے دی اُس پہ ایمان قائم ہو۔ چنانچہ یوحنا باب ۱۷ آیت ۳ میں مرقوم ہے۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ سوائے اللہ کے اور کوئی معبود نہیں اور حضرت مسیح علیہ السلام اسکے ایک رسول ہیں۔

اسی قسم کی تعلیم حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے دی یعنی **لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ** آنحضرت صلعم نے غلطی ہو جانے کی کوئی بھی گنجائش نہیں رکھی اور کلمہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کو اسلام کا جوہر رکھ دیا۔ جسے روزمرہ ایک مسلم بچہ۔ مرد۔ عورت۔ اعلیٰ ادنےٰ۔ مشرقی مغربی ورد کرتا رہتا ہے۔ اور یہ کلمہ ہمیشہ یاد دلاتا ہے کہ آنحضرت صلعم کی پرستش ہرگز نہ کی جائے۔ بلکہ آپ کو خدا تعالےٰ کا رسول سمجھنا چاہیئے اور صرف واحد خدا کی عبادت کرنی چاہیئے۔ جس کی تعلیم صرف آنحضرت صلعم ہی نے نہیں دی بلکہ تمام انبیاء نے دی۔

اُجرت اشتہارات

رسالہ اشاعت اسلام کا دائرہ اشاعت ایک سال کے قلیل عرصہ کے اندر محض اللہ تعالےٰ کے فضل و کرم سے دو ہزار سے متجاوز کر گیا ہے۔ ہمیں امید واثق ہے کہ بڑی عجلت سے اس کا دائرہ اشاعت دس ہزار ہو جاوے گا۔ مشتہرین کے لیئے اپنے اشتہاروں کرانے کا اس سے بڑھ کر نادر موقع اور کوئی نہیں ہوسکتا +

مینیجر رسالہ

انداز صفحہ	ایک بار	سہ ماہی	ششماہی	سالانہ
¼ چوتھائی	عہ/	۱۲ عکر	للعہ/	للعہ
نصف	۱۲ مار	صہ/	معہ/	۱۵ صہ
۱ پورا	للعہ/	۱۰ عہ	۱۸ صہ	۳۰ صہ

نوٹ:۔ باقی امورات خط و کتابت سے طے ہو سکتے ہیں +

مقوی اعصاب ہے۔ معدہ و دیگر اعضائے رئیسہ کو تقویت دیتا ہے۔ بدن میں چستی پیدا کرتا ہے انگریزی قیمتی ادویات کے مقابل بہ کم قیمت مفرد دوائی دماغی کام کرنے والوں کے لیئے بہت مفید ثابت ہوئی ہے۔ کام کے بعد تھکاوٹ بالکل محسوس نہیں ہوتی۔ اگر اسے اکسیر البدن کہا جائے تو مبالغہ نہیں۔ تبت و گلگت کے پہاڑوں سے سلاجیت منگوا کر ست طیار کیا جاتا ہے۔ درد کمر۔ زکام۔ ریزش کھانسی کو رفع کرتا ہے۔ چوٹ سے درد کے لیئے تو کلی علاج ہے۔ ہر موسم میں مرد۔ زن۔ ضعیف بچہ بغیر کسی پرہیز کے استعمال کر سکتے ہیں۔ قیمت فی تولہ جو قریباً تین ماہ کے لیئے کافی ہے (عہ/) نوٹ:۔ قیمت واپس اگر ناقص نہ ہو + **ترکیب استعمال** صبح یا شام دودھ کے ساتھ ایک رتی یا ڈیڑھ رتی +

المشتھر کارخانہ ست سلاجیت۔ احمدیہ بلڈنگس۔ نولکھا لاہور

النبوۃ فی الاسلام

فاضل اجل حضرت قبلہ مولوی محمد علیؓ صاحب ایم۔ اے کے لاجواب تصنیف جس میں آپ نے نہ صرف احمدی جماعت کے حصہ خیال کی اصلاح فرمانے کی طرف توجہ کی ہے۔ بلکہ اس لاجواب کتاب میں اعلےٰ سے اعلےٰ اصول اور دلائل قائم کرکے عقلیہ رنگ میں ثابت کیا کہ آنحضرت صلعم پر نبوت کا دروازہ ختم ہوگیا۔ یہ کتاب فریق بحث کے علاوہ ان غیر مسلموں کا بھی قیمتی جواب اپنے اندر رکھتی ہے جو ختم نبوت پر عقلیہ اعراض کرتے ہیں۔ چھ سو صفحہ کے قریب یہ کتاب ہے جس کی قیمت صرف ایک روپیہ ہے .... (عہ/)

ووکنگ مشن فنڈ بڑھانے کی ایک آسان تجویز

اسلامک ریویو کے گذشتہ سالہائے کے پرچے ہم نے اس لیئے نصف قیمت پر کردیئے ہیں کہ ان کی قیمت کو ووکنگ مشن کے اخراجات پر لگایا جاوے۔ اسلامک ریویو کے پہلے دو سال کے پرچے قیمت فی جلد ۸؎ اس لیئے بھی خریدنے کے قابل ہیں کہ ان پرچوں سیاہ ظلمت اور شب دیجور تاریکی میں بجلی کا کام کیا۔ ایسے وقت جب اسلام کے چہرہ پر افترا۔ غلط فہمی اور غلط بیانی کی سیاہ چادر پڑی ہوئی تھی۔ اسلامک ریویو نے اس چادر کو پھاڑ اسلام کے منور چہرہ سے یورپین آنکھوں میں چکا چوند کردی +

مکمل جلد اسلامک ریویو سنہ ۱۹۱۵ء کی قیمت ۸؎ جو اصلی قیمت سے نصف ہے۔ اور اردو پرچہ سنہ ۱۹۱۵ء کی مکمل جلد قیمت ۸؎ + ان پرچوں کو خریدنا ہی بہترین کار ثواب ہے +

پتہ

خواجہ عبد الغنی منیجر اشاعت اسلام عزیز منزل۔ نولکھا۔ لاہور

رجسٹرڈ ایل نمبر ۹۰۸

ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر ویامرون بالمعروف وینہون عن المنکر واولئک ہم المفلحون

رسالہ

اشاعت اسلام

اردو ترجمہ

اسلامک ریویو اینڈ مسلم انڈیا۔

زیر ادارت

خواجہ کمال الدین (بی-اے-ایل-ایل-بی) و مولوی صدر الدین (بی-اے-بی-ٹی)

جلد (۲) بابت ماہ جون سنہ ۱۹۱۶ء نمبر (۶)

فہرست مضامین

ماخوذ اسلامک ریویو و مسلم انڈیا ماہ مئی سنہ ۱۹۱۶ء

خواجہ کمال الدین ... مرزا یعقوب بیگ صاحب آنریری سیکرٹری ... احمدیہ ... پریس

قیمت ... روپے

حسنِ خُلق کا داعی - صدق و صفا کا مبلّغ - راہنمائی حقیقت و آئین اصول کا زبانِ حال (آرگن)

ایک جدید روزانہ اخبار

العصر

جو ایسے ہاتھوں میں ہوگا کہ تمام مہمات امور میں ملک و قوم کی صحیح نیابت کرینگے اور راعی و رعایا کے تعلقات کو زیادہ خوشگوار بنائیں گے - یہ اخبار عنقریب شائع ہوگا اور اس کے مقاصد یہ ہیں :-

(۱) ہر ایک قسم کی مفید و سودمند و معنی خیز - ساری دنیا کی اہم خبریں جن کی واقفیت اہل ہند کیلئے ضروری ہے حتی الوسع سب سے زیادہ اور سب سے پہلے ناظرین کے روبرو پیش کرنا - جنکی فراہمی کے لئے اس کے مخصوص و ممتاز وسائل و ذرایع ہوں گے -

(۲) دعوت حق و خدمت صدق - اہل ہند کو آئین و اصول کا خوگر بنانا کہ گوناگوں وسائل عظمت سے یہ ملک بھی زیر سایۂ برطانیہ آئینی طریق پر مستفید ہوتا رہے -

(۳) ترقی علم و عمل - (۴) ملک و قوم کی حقیقی نمایندگی و ترجمانی -

(۵) ظاہری و باطنی خوشحالی و ترقیات کی جائز کوشش - عام اخباری غرض کی جامعیت - اور شخصیات سے بے طرفی و برأت -

دوسری اہم خصوصیات اس کی یہ ہوں گی :-

(الف) ہر ایک معاملہ پر نہایت سنجیدگی و متانت سے بحث کریگا -

(ب) ہر ایک طریق سے پبلک کی حقیقی رہنمائی کو پیش نظر رکھیگا -

(ج) ہر ایک امر میں ملک و قوم کی سچی خدمت گذاری پر ثابت قدم رہے گا -

(د) حفظ صحت کے متعلق بھی اس میں وقتاً فوقتاً مفید مضمون شایع ہوا کرینگے - انشاء اللہ تعالی -

ایک ممتاز خصوصیت اس اخبار کی یہ بھی ہوگی کہ صنف نازک کا بھی یہ آرگن ہوگا - یعنے اس کے ہر نمبر میں شریف مستورات کے متعلق ایسے تابناک جواہر ریزے ہوا کریں گے جن کی معنوی درخشندگی خاص طور پر ولولہ انگیز علم و عمل ہوگی -

شرح چندہ

سالانہ	۱۲ عہ
ششماہی	۶ روپے
سہ ماہی	۳ روپے
ماہوار	عہ
فی پرچہ	؍

مینیجر العصر امرتسر انڈر تھ روڈ لاہور سے فوراً درخواست کیجئے

Yours in Allah, Dudley Wright.
Mohammad Sadiq.

اس رسالہ کے ساتھ جو تصویر شایع ہوتی ہے وہ مسٹر ڈڈلے رایٹ مشہور اخبار نویس کی ہے جس کا اسلامی نام محمد صادق ہے۔ اُنھوں نے گذشتہ عید سے پہلے اسلام قبول کیا تھا اور انہی ایام میں اس کے بعض مضامین عید کے متعلق مختلف اسلامی اخباروں میں نکلے تھے۔

ووکنگ مشن اس ماہ میں پھر خدا کے فضل سے ایک عمدہ تعداد نو مسلمین کے اضافہ کرنے میں کامیاب ہوا ہے۔ یعنی یکم اپریل سے ۲۷ اپریل تک چھ نئے ممبروں کا نام رجسٹر میں داخل ہوا۔ جن میں سے ایک پُرانے مسلمان ہیں اور باقی پانچ معزز انگریز ہیں جنھوں نے اس ماہ میں اسلام قبول کیا۔ جن میں سے ایک خاتون اور چار مرد ہیں۔ یہ خاتون آنریبل مسز ایچ گفورڈ ہیں۔ جن کا اسلامی نام حمیدہ بیگم رکھا گیا۔ ان کے اسلام کے متعلق پچھلے ماہ کے رسالہ میں مفصل اور دلچسپ رپورٹ قدوائی صاحب کی قلم سے شایع ہو چکی +

ایک اور صاحب جنھوں نے اس ماہ میں اسلام کا اعلان کیا ہے مسٹر سیکسبی ہیں۔ جو

ایک نومسلم خاتون مسز امینہ سیکسبی کے خاوند ہیں۔ یہ خاتون اشاعت اسلام کے لیئے خاص درد رکھتی ہیں۔ اور سات آٹھ ماہ سے مسلمان ہو چکی ہیں۔ انہی کے اخلاص اور جوش کو دیکھ کر اور ان کے وجود میں اسلامی خوبیوں کا عملی نمونہ دیکھ کر خود مسٹر سیکسبی نے بھی ۲۱ اپریل کو نماز جمعہ میں اسلام کا اعلان کیا۔

مکرمہ امینہ کے جوش تبلیغ کا ہی نتیجہ دو اور اشخاص کا اعلان اسلام تھا جو اسی جمعہ کو ہوا اور اس طرح یہ گڈ فرائیڈے اسلام کے لیئے ایک مبارک جمعہ ثابت ہوا۔ ان دونوں اشخاص کو مسز سیکسبی امینہ نے بذریعہ خط و کتابت تبلیغ کی۔ یہ دونوں فوجی آدمی ہیں اور جمعہ کے روز ان کے تحریری اعلان تمام مجمع میں پڑھے گئے۔ ان میں سے ایک صاحب کا نام بشیر اور دوسرے کا نام عزیز رکھا گیا۔ اور مسٹر سیکسبی کا نام امین تجویز کیا گیا +

ایک صاحب جو فوج میں کپتان ہیں وہ بھی اسلام کا اعلان کر چکے ہیں لیکن اُن کے نام کا سر دست اعلان نہیں کیا گیا۔

انگلستان میں پرانے مسلمانوں میں ریٹائرڈ میجر جنرل جی بی ڈکسن ہیں۔ اب ان کے نام کا بھی برٹش اسلامک سوسائٹی کے ممبران میں اضافہ ہوتا ہے +

بعض ان خواتین کا جوش تبلیغ جنھوں نے حال میں ہی اسلام قبول کیا ہے قابل رشک ہے۔ وہ لوگ جو ابًا عن جد مسلمان چلے آتے ہیں۔ اگر ان میں اس جوش کا عشر عشیر بھی ہوتا تو آج اسلام دُنیا میں ایک کثیر گروہ کو جو اب تک غلطیوں میں مبتلا ہے راہ حق پر لا چکا ہوتا۔ ان میں سے ایک خاتون مسز امینہ کا ذکر اوپر ہو چکا ہے تین اعلان ایک جمعہ میں انہی کی تبلیغ سے ہوئے۔ اور سب سے بڑھ کر قابل تعریف یہ بات ہے کہ اُنھوں نے اپنے خاوند کو اپنا ہمخیال کر لیا ہے جس سے اُنکی صداقت اور خلوص کا کھلا کھلا ثبوت ملتا ہے۔ علاوہ ان تین کے اس سے پہلے انہی خاتون کے ذریعہ سے عفیفہ میری اسلام قبول کر چکی ہیں اور اس طرح پر سات آٹھ ماہ کے عرصہ میں چار مسلمان ان کے ذریعہ سے ہو چکے ہیں۔ خود ان کا صاحبزادہ بھی عنقریب اعلان اسلام کرنیوالا ہے اور دو اور اشخاص بھی اُن کے زیر اثر ہیں جو عنقریب اعلان اسلام کریں گے۔*

* دوسری ڈاک میں اطلاع پہنچ گئی ہے کہ ان دو اشخاص نے اعلان اسلام بعد نماز جمعہ میں کر دیا۔ انہیں سے ایک مرد اور ایک خاتون ہیں +

دوسری خاتون جن کو اللہ تعالےٰ نے تبلیغ اسلام کا خاص جوش بخشا ہے۔ شریفہ بیگم صاحبہ ہیں ان کے ذریعہ سے بھی اب تک کوئی سات آٹھ اشخاص داخل اسلام ہو چکے ہیں +

اگر ان مسلمانوں میں جو وقتاً فوقتاً انگلستان میں گئے ہیں ان خواتین کے جوش تبلیغ اسلام کا دسواں حصہ بھی ہوتا۔ اور ایک ایک مسلمان بھی اُن کے ذریعہ سے ہوتا تو آجتک انگلستان میں ہزاروں کی تعداد میں مسلمان ہوتے۔ یہ کس قدر شرم کا مقام ہے کہ نومسلم خواتین کے ذریعہ سے تو کئی کئی مسلمان ہو جائیں۔ مگر ہمارے وُہ بھائی جو انگلستان میں جاتے ہیں ایسا نمونہ نہیں دکھا سکتے جو ایک ہی دل کو اسلام کی طرف مائل کرلے۔ ہاں مسلمانوں کو اگر فکر ہوتی ہے تو یہ کہ وہ جو ولایت میں مسلمان ہوئے ہیں ان میں فلاں کمزوری ہے۔ کاش وہ دوسروں کی کمزوریوں کو تلاش کرنے سے پہلے اپنی کمزوریوں کا علاج کرتے اور دنیا کو دکھاتے کہ ایک مسلمان بغیر تنخواہ دار ملازم ہونے کے اسلام کی تبلیغ کا کس قدر جوش اپنے دل میں رکھتا ہے۔ یہی وُہ بات تھی جس نے دنیا کی گردنوں کو اسلام کے سامنے جھکا دیا تھا۔ کہ اس کا ادنے سے ادنےٰ خادم کہیں چلا جاتا تو اپنے ہزاروں کاموں میں بھی اس اصلی اور حقیقی کام کو جس پر قوم کی زندگی اور ترقی کا دار و مدار تھا نہ بھولتا تھا کہ سب سے پہلے اس نے اس نعمت عظمےٰ کی اطلاع دوسروں کو دینی ہے جس سے وہ خود بہرہ ور ہوا ہے۔ پھر آج یہ کیسی مردگی مُسلمانوں پر چھا گئی کہ ہزاروں میں سے ایک بھی ایسا نہیں نکلتا جو دوسری جگہ جا کر اسلام کی عظمت کا کچھ نقشہ دلوں پر بٹھا سکتا۔ خدا نے اس قوم کو کس بلند مقام پر کھڑا کیا تھا۔ کنتم خیر امۃ اخرجت للناس تم بہترین قوم ہو جو لوگوں کی بھلائی کے لیئے پیدا کیئے گئے ہو پھر ان کا امتیاز یہ تھا کہ یدعون الی الخیر لوگوں کو اس عظیم الشان خیر اسلام کیطرف بلاتے رہیں۔ جس کے قبول کرنے میں دنیا کی حقیقی بہتری ہے۔ افسوس کہ مسلمانوں کے پاس وہ جوہر تھا جس سے دُنیا کو یہ بڑے بڑے فوائد پہنچا سکتے تھے۔ مگر اُنھوں نے ایسا چھپایا۔ کہ آخر خود بھی ان کو شک ہوگیا کہ ہمارے پاس فی الواقع کوئی خوبی کی بات ہے بھی یا نہیں۔ کاش اب بھی سنبھلیں اور تبلیغ اسلام کو اپنا سب سے پہلا فرض سمجھیں +

خدا کا شکر ہے کہ دوکنگ مشن نے ان نومسلموں کو پیدا کیا ہے جو اپنے اندر جوش تبلیغ بھی کمال درجہ کا رکھتے ہیں۔ یہ نہ صرف ان نومسلموں کے خلوص پر اور ان کی اسلام کے ساتھ قلبی

محبت پر شہادت ہے۔ بلکہ خود ووکنگ مشن کے کام کرنے والوں کے خلوص اور انکی نیکی پر بھی ایک شہادت ہے۔ کیونکہ جس قدر زیادہ تعلق ووکنگ مشن سے کسی نومسلم کا ہوا ہے۔ اسی قدر زیادہ اس میں تبلیغ اسلام کا جوش بھی پایا جاتا ہے اور یہ ہو نہ سکتا تھا جب تک کہ ووکنگ مشن کے کارکن نیکی کا وہ نمونہ دکھاتے جو ایک تعلیمیافتہ قوم کے دل پر ایسا گہرا اثر کرتا۔ درخت اپنے پھلوں سے پہچانا جاتا ہے۔ بیرونی مخالف اور اندرونی حاسد جو چاہیں کہیں۔ ووکنگ مشن کے نومسلمین کا یہ جوش تبلیغ ان کی تمام مخالفانہ اور حاسدانہ شرانگیزیوں کا کافی جواب ہے۔ ہاں یہ اپنی کسی قابلیت پر فخر نہیں بلکہ محض خدا کے فضل نے یہ تمام سامان مہیا کیے ہیں۔ ورنہ عاجز انسان کیا کرسکتا ہے۔ اللہ تعالےٰ سے جسکے نام کا بلند کرنا ہی اس مشن کی اصل غرض ہے۔ یہ دُعاء ہے کہ وہ اپنے فضل سے اس کے تمام کاروبار کو چلائے۔

مسئلۂ زندگانی ۲

تبدیلی کا لاتبدیل قانون

(از پروفیسر نورالدین سٹیفن)

ہر لمحہ زندگی کا ہے صورتیں بدلتا ❋ جو کل تھا اب نہیں ہے جو اب ہے کل نہوگا

"مسئلۂ زندگانی" ۱ کے سلسلہ میں میں نے اس فقرہ کو جو اس مضمون کا عنوان ہے اکثر استعمال کیا ہے۔ لیکن مجھے بتلایا گیا ہے کہ یہ فقرہ بذات خود متضاد ہے یا خود ہی ایک استثناء ہے جو تبدیلی کے ساتھ لفظ لاتبدیل کی اجازت نہیں دیتا۔ اور جو قانون لاتبدیل ہے اس میں استثناء کے کیا معنے ہیں۔ جواباً کہتا ہوں کہ (۱) قانون کیا ہے ہم محض ایک جملہ یا چند الفاظ کا مجموعہ جو کسی مسلمہ قاعدہ زندگی یا واقعہ زندگی کو بیان کرے۔ (۲) میں قانون تبدیلی کے متعلق لفظ لاتبدیل کا استعمال کرتا ہوں کیونکہ مجھے اس دُنیا یا زندگی یا خلقت یا نسل انسانی میں کوئی بھی ایسی چیز نہیں ملتی۔ جس پر کہ اس

قانون کے عمل کا اثر نہ پڑتا ہو +

ہر موجودہ معدوم ہونے والا ہے۔ ہر ایک شئے جو زمانہ حال میں موجود ہے ایک دن ہو چکی ہوگی۔ زمانہ کی تلون مزاجی بغیر کسی تغیر تبدل کے جاری ہے۔ کوئی ذات اور کوئی شے اس سے بری نہیں ہو سکتی۔ نہ اس عالمگیر قانون فطرت کو اپنے اوپر اثر پذیر ہونے سے روک سکتی ہے۔ میں اس بات کو تسلیم کرتا ہوں کہ سائینس نے ایک حد تک اُس کے اثر کو تھوڑے عرصہ کے لیئے روک لیا ہے یعنی دیرپا بنا دیا ہے۔ یا بعض حالات کے ماتحت اس کو تبدیل بھی کر دیا ہے۔ لیکن یہ امر قابل یادداشت ہے کہ اُس کو بھی محض ایک محدود عرصہ کے لیئے دیرپا کہا جا سکتا ہے نہ کہ وہ تغیرات زمانہ سے بالکل محفوظ ہے۔ علاوہ ازیں جب اس کی عارضی دیرپائی کو دور کر دیا جاتا ہے تو زمانہ نہایت تیزی سے اُسے اپنی دست برد میں لاتا ہے۔ گویا معلوم ہوتا ہے کہ زمانہ اس دیرپائی کا معاوضہ بھی کئی گنا تیزی کیساتھ لیتا ہے چنانچہ اس قانون میں کوئی استثنا نہیں ہے۔ کیونکہ اعلےٰ اور ادنےٰ ہر دو امور میں اس کا عمل یکساں اور عالمگیر ہے۔ ہاں صرف وقت کے لحاظ سے اختلاف ہو جایا کرتا ہے۔ بعض حالات میں بقا اور فنا کا زمانہ گھنٹوں اور بعض میں دنوں اور بعض میں سالوں اور بعض تین صدیوں ظاہر ہوتا ہے بظاہر یہ سلسلہ اس قدر آہستہ چلتا ہے کہ ایک پشت بلکہ میں کہتا ہوں کہ کئی پشتوں میں بھی اس تبدیلی کا مشاہدہ نہیں کیا جا سکتا۔ لیکن تمام چیزیں اس عظیم الشان قانون کے ماتحت ایک انجام کی طرف چل رہی ہیں۔ خلقت آج اور جیسا کہ پہلے بھی بنتی ہے گرتی ہے اور پھر بنتی ہے۔ قدیم طور طریق مٹ جاتا ہے اور اس کی بجائے نیا قاعدہ شروع ہوتا ہے۔ لیکن یہ کسی تبدیلی کا نتیجہ نہیں ہوتا۔ بلکہ اُسی غیر متغیر قانون قدرت کے عین مطابق اور ماتحتی کے نیچے ہوتا ہے۔ اور لامتناہی دایرہ کے اندر تبدیلیاں ظہور پذیر ہوتی ہیں۔ جس طرح رات کے بعد دن اور دن کے بعد رات ہوتی ہے +

اس مختصر رسالہ میں لمبی بحث کرنا غیر موزوں ہوگا۔ اس لیئے میں چند امور بیان کرتا ہوں جن کو میں اصل حقیقت یقین کرتا ہوں اور جن سے میں چند نتایج اخذ کروں گا۔ اور پیارے ناظرین آپکو اختیار ہے چاہے آپ اُن کی تائید کریں یا اختلاف کریں۔ کیونکہ آپ کو بھی مثل میرے آزادانہ خیالات کا حق حاصل ہے +

ہم اپنے عام محاورہ گفتگو میں جب کسی چیز کے متعلق یہ ظاہر کرنا مقصود ہوتا ہے کہ اس میں تبدیلی

نہیں آتی تو کہدیتے ہیں ایسی مضبوط جیسے پہاڑ۔ لیکن بعض عام اور شاعرانہ فقروں کی طرح یہ بھی غلط العام ہے۔ کیونکہ دُنیا میں کوئی ایسی چیز نہیں ہے۔ جیسا کہتے ہیں کہ اٹل پہاڑیاں یا غیر تبدیل ہونے والے پہاڑ۔ سائینس (یا علم طبقات الارض) سے معلوم ہوتا ہے کہ ہمالیہ پہاڑ بھی اپنی موجودہ شکل میں شروع سے ایسے نہیں تھے۔ بلکہ اسی قانون کے عمل کا نتیجہ ہیں۔ پروفیسر ہکسلے کا بیان ہے کہ ایک ایسا بھی زمانہ تھا۔ جبکہ الپس اور پیرنیز پہاڑوں کا کوئی وجود نہ تھا۔ اور یہ اس بات سے ثابت ہوتا ہے کہ ہم کو ان پہاڑوں کے پہلو میں اُن چٹانوں کے ٹکڑے ملتے ہیں جو ان پہاڑوں کے پہلے سمندر کی تہ میں تھے اور جس طاقت نے ان پہاڑوں کو زمین کے اوپر رکھا۔ اسی کی وجہ سے یہ چٹانی ٹکڑے بلند ہوکر پہاڑ کے پہلو میں جا پڑے۔ اس امر پر دوسرا مصنف یعنی لنگ۔ اسطرح روشنی ڈالتا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ جس قدر ہم علم طبقات الارض کا مطالعہ کرتے ہیں اُتنا ہی صاف واضح ہوتا ہے کہ زمین ہمیشہ ایک متواتر تبدیلی کر رہی ہے اور کرتی رہے گی۔ اب اگر ہم یہ دریافت کریں کہ کتنی مدت یا کے پشتوں سے یہ تبدیلیاں واقع ہورہی ہیں تو یہ بالکل بے سود ہوگا۔ کیونکہ ہمارے پاس کوئی یقینی ذریعہ نہیں ہے اور نہ ہی ایسے علم کے حصول سے کوئی فایدہ مدنظر ہے۔ لیکن سب سے بڑی حقیقت یہ ہے کہ اس سے اس عظیم قانون قدرت کی غیر تبدیلی کا عینی ثبوت ملتا ہے۔ اور جہاں تک ہمارا اس زمین سے تعلق ہے۔ اس قانون میں کوئی استثنا نظر نہیں آتا۔

لینگ ایک دوسرا واقعہ بھی لکھتا ہے جو بادی النظر میں حیرت انگیز معلوم ہوتا ہے۔ مگر اسکی صحت میں کوئی کلام نہیں ہے۔ وہ کہتا ہے کہ ہم لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ زمین مستحکم اور مستقل ہے اور سمندر غیر مستحکم ہے۔ لیکن حقیقت میں معاملہ بالکل برعکس ہے۔ زمین ہمیشہ گھٹتی بڑھتی رہتی ہے۔ اور سطح سمندر یکساں حالت پر قایم ہے۔ اسجگہ لفظ سطح غور کرنے کے قابل ہے۔ کیونکہ یہاں صرف سطح کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ بہرحال دیگر صورتوں میں سمندر بھی مثل زمین کے قانون تبدیلی کے ماتحت ہے۔

میں خوب جانتا ہوں کہ عینی ثبوت کا وزن نتیجہ خیز دلیل پر فوقیت رکھتا ہے۔ اور کسی کام کو عملی صورت میں دیکھنے کو محض پڑھنے پر ترجیح دیجاتی ہے۔ اور یہ آج بھی اور ہر روز ممکن ہے کیونکہ زمین اور سمندر کی آہستہ مگر یقینی اور متواتر تبدیلی ہمارے سامنے موجود ہے۔ سمندر کبھی ایک جگہ چھوڑ کر دوسری جگہ اپنا قبضہ جما لیتا ہے۔ کبھی ایک جزیرہ کو ایک جگہ غرقاب کر دیتا ہے۔ اور دُوسری

جگہ دوسرا جزیرہ بنا دیتا ہے۔ ایک جگہ دریا کا دہانہ مٹی سے پر ہو کر بند ہو جاتا ہے اور دوسری جگہ دوسرا قائم ہو جاتا ہے۔ جو ذرائع اس کے لیئے استعمال ہوتے ہیں وہ زیادہ نہیں ہیں۔ در اصل ہر غرض کے واسطے صرف دو ہی ہوتے ہیں۔

(۱) بارش۔ دریا۔ سمندر کی شکل میں پانی کا مٹی وغیرہ کاٹ دینا یا جمع کر دینا۔

(۲) کوہ آتش فشان کے پھٹنے سے بلندی وغیرہ کا ہو جانا۔

اوّل للذکر کا آہستہ یقینی اور متواتر ہونا۔ مؤخر الذکر کا وقفہ کے ساتھ اور نہایت تیزی و سرعت سے واقع ہونا۔

معدودے چند ہی اشخاص ایسے ہیں جو مؤخر الذکر کو اس کے کام کے وقت دیکھ سکیں لیکن تقریباً ہر شخص ذرہ سی تکلیف اُٹھا کر اوّل الذکر کا مشاہدہ کر سکتا ہے

مثلاً دریائے رون کو دیکھو کہ جس وقت وہ جنیوا کی جھیل میں گرتا ہے۔ اُس کا پانی نہایت میلا ہوتا ہے۔ لیکن پھر وہاں سے بلور کی مانند صاف و شفاف ہو کر نکلتا ہے۔ کیونکہ مٹی وغیرہ سب جھیل کی تہ میں بیٹھ جاتی ہے۔ چنانچہ یہی دریائے گنگا اور دُنیا کے دُوسرے بڑے دریاؤں کا حال ہے الغرض زمانہ دراز کے بعد یہ جھیل خشک زمین بن جاتی ہے۔ اور پھر دریا دوسرا مقام تلاش کر لیتا ہے۔ اس جگہ میں ایک مقامی مثال دیتا ہوں۔ جس سے میں بخوبی واقف ہوں۔ کیونکہ مینے گذشتہ تاریخ کے مطالعہ کیلئے یہاں ایام گرما کے دن گذارے ہیں۔ یہاں یعنی لیورپول میں ہم اپنے گھروں کے سامنے دریائے مرسے اور ڈی کو دیکھتے ہیں اور ہمیں بیّن نشانات معلوم ہوتے ہیں کہ کس طرح اُن میں تغیرات پیدا ہوئے ہیں۔ آؤ ہم ساحل کے کنارے نیو برائیٹن سے ہائی لیک تک چلیں اور اثنائے راہ میں مطالعہ کرتے جائیں۔ خفیف نشانات کو نظر انداز کر کے ہم میولس (چیشائر) کے قریب پہنچتے ہیں۔ اس مقام اور ہائی لیک کے درمیان ایک بڑے جنگل تک جو کہ بہت دور پانی کے کنارے تک پھیلا ہے اور غالباً مقابل کے کنارے فاربی تک جب ہم آتے ہیں تو یہاں ہمیں بڑے بڑے درختوں کے تنے اور جڑیں دکھلائی دیتی ہیں۔ بعض گھیرے میں کئی فیٹ ہیں پس ہم ایک پر کھڑے ہو کر اُس منظر کو دیکھتے ہیں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ جس جگہ اس وقت جنگی جہاز چل رہے ہیں وُہ پہلے ایک خشک زمین تھی جس میں بڑے بڑے درخت اور سبزہ زار تھے۔

لیکن تھوڑا ہی عرصہ ہوا کہ دریا نے اپنا تسلط کر لیا ہے۔ اس کے بعد ہم جزیرہ نما ڈیرل) کی اسطرف یعنی دریائے ڈی کی جانب روانہ ہوں تو یہاں آکر معلوم ہوتا ہے کہ وہی پارک گیٹ جو اس وقت ایک معمولی سا قصبہ ہے۔ پہلے یہاں سے ڈاک کے جہاز آئرلینڈ اور دوسرے مقامات کو روانہ ہوتے تھے۔ اور اب وہاں طغیانی کے وقت صرف ایک چھوٹی کشتی پہنچ سکتی ہے۔ بعدازاں اگر آپکے پاس وقت ہے تو پھر قدیم چسٹر کی طرف چلیئے اور وہاں بھی صاف اور بین واقعات کا مشاہدہ کیجیے یعنی دیواروں پہ کھڑے ہو کر ان کڑیوں کو جن میں جہاز کے لنگر پھنسائے جاتے تھے۔ ملاحظہ کیجیے پھر آپ کو معلوم ہوگا کہ سلاطین شاہی کشتیوں پر سے دیواروں پر چلے جایا کرتے تھے۔ اسوقت آپکو اس عظیم الشان قانون اور اس کے ماتحت جو تغیرات واقع ہوئے ہیں۔ ان سب کی کیفیت واضح ہو جائے گی +

اب یہ سوال ہو سکتا ہے کہ یہ مثالیں ریت کے ذرہ کیطرح ہیں اور اُن کا اسجگہ پیش کرنا لاحاصل ہے۔ لیکن میں یہ مضمون یہ سمجھ کر نہیں لکھ رہا ہوں کہ آپ ایک تعلیمیافتہ سائینس دان ہیں۔ بلکہ اس بات کو مدنظر رکھ کر کہ آپ ایک معمولی قسم کے انسان ہیں اور اوسط درجہ کی تعلیم حاصل کیئے ہوئے ہیں۔ بہرحال میرا یہ تجربہ ہے کہ یہ چھوٹی چھوٹی مثالیں جن کو آپ خود بھی کسی وقت دیکھ سکتے ہیں۔ بہ نسبت ایک بڑی طغیانی کے جسے ایک ماہر فن کی نگاہیں دیکھ سکتی ہیں زیادہ اثر کرنے والی اور نتیجہ خیز ہوتی ہیں اور یہ بالکل بدیہی ثبوت اس بات کا ہیں کہ ہم تغیر ہونے والی زمین میں رہتے ہیں۔ جہاں کوئی چیز ساکت نہیں ہے۔ بلکہ قانون تبدیلی کے ماتحت دورہ کر رہی ہے +

یہاں تک تو مینے اُس ٹھوس زمین کے متعلق جس پہ ہم رہتے ہیں بیان کیا۔ اب ہم مختصراً اس مسئلہ پہ غور کریں۔ (۱) زندگی جو ہمیں اس زمین پہ ملتی ہے۔ (۲) ذاتی سوال یعنی زندگی جو ہم اس زمین پہ بسر کرتے ہیں۔

چند ایسے مسائل بھی ہیں جو ہمارے امکان سے بالکل باہر ہیں اور جو نہ سائینس اور نہ ہی تجربہ سے حل ہو سکتے ہیں۔ چنانچہ ان میں "مسئلۂ زندگی" ایک مسئلہ ہے۔ لیکن اگر زندگی بذاتِ خود ایک عقدۂ لاینحل ہے تو اُس کے تغیرات اور تبدیلیاں بیّن اور واضح ہیں۔ جنھیں ہر شخص

دیکھ سکتا ہے۔کیونکہ دنیاوی زندگی میں زمینی خصلت بھی شامل ہے۔یعنی غیر استحکام و تبدیلی
اس جگہ میں ان تمام دلائل کو نہیں دے سکتا جو باایں علم حیات و مسئلہ ارتقا وغیرہ نے بیان
کیئے ہیں۔کیونکہ تقریباً سب نے ایک ہی بات کو مختلف پیرایہ میں لکھا ہے۔ اگرچہ نتیجہ میں ایک
دوسرے سے دور جا پڑے ہیں۔ مجھے صرف اس قانون کے متعلق لکھنا ہے جس کی صراحت میں
کوئی شک و شبہہ نہیں ہے اور جس کا ثبوت ذاتی مشاہدہ سے بھی ملتا ہے۔

مردہ جانور یا نباتاتی زندگی میں جو تغیرات واقع ہوئے۔ اُن کے دیکھنے کے لیئے زیادہ علم یا مہارت
کی چنداں ضرورت نہیں ہے۔جیسا کہ زمین کی مختلف تہ کو دیکھنے میں پڑا کرتی ہے۔ہر شخص خود
ہی نباتاتی زندگی میں خصوصاً یہ مشاہدہ کر سکتا ہے۔ اور جتنا بھی ہم گذشتہ زمانہ کی طرف چلیں
اُتنا ہی تغیرات زیادہ واضح ہونے لگیں گے۔حیوانی زندگی میں غالباً اُن لوگوں کو جو علم حیات
سے نابلد ہیں کچھ دقت واقع ہو گی۔لیکن جو لوگ قصے پڑھ سکتے ہیں اُن پر بخوبی روشن ہے۔
اگرچہ اوقات زمانہ بہت طول طویل ہیں۔ نباتاتی زندگی میں بہت آسانی ہے۔کیونکہ ہم وہاں
تک جلد پہنچ سکتے ہیں اور اپنے نقش و صورت میں اتنا جدا نہیں ہے۔کیونکہ نے میں بھی پرانے
کی خصوصیت موجود ہے۔کیونکہ جڑ۔ تنے۔پتیاں اپنی مختلف صورت میں بھی پرانے نمونوں میں
پائی جاتی ہیں +

الغرض بہت سی ایسی تبدیلیاں ہیں جو بہت خفیف اور بار بار ہونی والی ہیں جن کا ذکر میں
آئندہ دوسرے مضمون میں کروں گا۔ سردست میں قانون تبدیلی کے عمومیت اور اس کا لاتبدیل
ہونا دکھلانا چاہتا ہوں کہ کس طرح اس کا عمل ابتدا سے ہے اور انتہا تک جاری رہے گا +
آپ کہیں۔ اس دنیوی زندگی کے متعلق کیا پتہ لگتا ہے؟ جہاں تک عام انسانی زندگی کا سوال
ہے اُس میں ذرہ بھی شک کرنے کی گنجائش نہیں ہے۔بلکہ خوشی کا مقام ہے کہ ہم بیسویں صدی
میں پیدا ہوئے کیونکہ تبدیلی کا راستہ عرصہ سے اوپر یا ترقی کی طرف جا رہا ہے۔غور کرنے سے
معلوم ہوتا ہے کہ دنیا کی حالت روزافزوں ترقی پر ہے اور زندگی گذرانے کے قابل ہے۔ اگر
آپ بلے [illegible] سے دیکھیں تو آپ کو معلوم ہو گا۔ کہ کسی وقت انسان مجموعی صورت
میں ایک دوسرے کے اس قدر قریب نہ تھا جتنا کہ اس زمانہ میں ہے۔ [illegible] امید ہے کہ

کبھی تو یہ بالائے چرخ بریں ہے
کبھی یہ تنزل سے زیر زمین ہے۔
اگر آج ہے صاف مطلع تو کل ہی
برسنے لگے گی گھٹا کالی کالی +
پس انسان کو چاہیئے جان رکھے
بھلائی کا ہر ایک کے دھیان رکھے

اگر زیادہ تر تدبر کرنے والے اور غور کرنے والے ہو جائیں تو ہمیں بہت سی مصیبتوں۔ رنج تکلیفوں اور باتوں سے نجات مل جائے۔ لیکن ایسی باتیں واپس نہیں آتیں اور نہ اُن کا اثر افسوس یا رنج سے دُور ہو سکتا ہے۔ بلکہ تھوڑے سے غور و خیال سے رفع ہو سکتا ہے۔ بہت سے لوگ سمجھ سکتے ہیں کہ ایک مختصر لفظ کہدینا کافی ہے یعنی "افسوس" لیکن ؎

لازم ہے کہ انسان کرے تب توبہ
ہر موئے بدن اس کا کرے جب توبہ
ساقی کس کام کی وہ توبہ تیری
در دل ہوس گناہ و برلب توبہ
زیں توبۂ نادرست یارب توبہ

ہم غلطیوں سے بچ نہیں سکتے اور بعض وقت تند مزاج ہو جاتے ہیں۔ لیکن اُن سے ہم کو آیندہ کے لیئے سبق حاصل کرنا چاہیئے تاکہ پھر اس قسم کے فعل سرزد نہ ہوں +

کیا یہ مشکل بات معلوم ہوتی ہے جب چاروں طرف دیکھ کر محسوس کرتے اور کہتے ہیں کہ ہر "چہار اطراف تغیر اور زوال ہی نظر آتا ہے" کوئی شئے پائیدار نہیں ہے اور سب بے ثبات ہیں؟

اُس شخص کے لیئے جس کا ایمان کمزور ہے یہ ایک رنجدہ اور بھیانک منظر ہے۔ لیکن جو شخص خدا تعالےٰ پر ایمان رکھتے ہیں اور بعث بعد الموت پر یقین ہے ان کے لیئے کوئی مشکل نہیں ہے کیونکہ وہ جانتے اور دیکھتے ہیں کہ اگر فنا نہیں ہے تو پھر دوبارہ زندگی نہیں ہے۔ اور اگر موت نہ ہو تو پھر بقا کی زندگی حاصل نہیں ہو سکتی +

منکروں کے لیئے موت بمنزلہ تاریکی کے دریا کے ہے۔ جس میں وہ ہمیشہ غرق رہیں گے۔ لیکن مومنوں کے لیئے موت زندگی کا دروازہ ہے۔ جہاں **قانون تغیر** کا کوئی بس نہیں چل سکتا۔ جہاں تمام چیزیں یقینی اور مستقل ہیں۔ اور تغیر و زوال کا نام و نشان بھی نہیں ہے۔ اب کیا یہ کہنا درست ہوگا کہ کوئی بھی چیز پائیدار اور دائم نہیں ہے میرے خیال میں یہ درست نہیں ہے۔ خدا تعالےٰ دائم قائم ہے۔ حق کا کبھی زوال نہیں ہوتا۔ وہ کچھ وقت کے لیئے پوشیدہ رہتا ہے۔ لیکن پھر ظاہر ہو کر مطلع انوار بنجاتا ہے +

اسلام کی ایک سرگذشت

(از یحییٰ النصر پارکنسن)

بہ تسلسل سابق

اب ہم ایک اور قسم کے مغالطوں کی طرف متوجہ ہوتے ہیں جو علم مدن سے تعلق رکھتے ہیں اس قسم کے مسائل کو سمجھنے کے لیئے اس بات کی ضرورت ہے کہ انسان کو ایک وسیع اور گہرا علم انسانی تحریکات اور نسل انسانی کی ان ترقیات کا ہو جو ارتقا کے ماتحت ظہور پذیر ہوتی ہیں۔ اُن کو ہم صرف صحیح تاریخی تنقید کے علمی ذرائع سے ہی حل کر سکتے ہیں۔ وہ مسائل جن کا تعلق انسانوں اور قوموں کے آنے اور جانے۔ ترقی اور تنزل۔ نشوونما اور انحطاط سے اور قوموں اور سلطنتوں ترقی تنزل اور تباہی سے ہے۔ جن میں وہ تمام پیچ درپیچ تحریکات شامل ہیں جو انسانیت کا نچوڑ اور خلاصہ ہیں۔ اِس قسم کے سوالات کا فیصلہ یوں نہیں ہُوا کرتا کہ بعض باتوں کو تو بلا سوچے سمجھے ایک خاص مذہب کے اثر کی طرف منسوب کر دیا جائے اور بعض تحریکات کو شیطان کی طرف یا دُوسرے مذہب کی طرف یا لامذہبی کی طرف منسوب کر دیا جاوے۔ اُن کو علمی طریق سے حل کرنا چاہیئے جو نہ صرف یہ بتاتا ہے کہ ہر ایک نتیجہ بعض اسباب سے پیدا ہوتا ہے۔ بلکہ یہ بھی کہ ہر ایک چیز کا فیصلہ بعض خاص حالات سے ہوتا ہے +

جس کتاب پر ہم ریویو کر رہے ہیں اس میں مسٹر لنٹ لکھتا ہے +

”خلفائے بغداد نے بالخصوص سائنس علم ادب اور فنون پر اپنا مربیانہ اثر ڈالا۔ بڑے بڑے فاضل لوگ اُن کے گرد اکٹھے ہو گئے۔ نہ صرف عربی اور فارسی علم ادب کی چھان بین ہی ہوئی بلکہ یونانی حکماء کا بھی عربی زبان میں ترجمہ ہو گیا۔ اور عالیشان کتبخانے جمع کئے گئے۔ علماء اور قابل مترجمین کی بہت عزّت کی جاتی تھی۔ اور عالم کے لکھنے کی سیاہی کو شہید کے خون کی طرح قیمتی سمجھا جاتا تھا جب قسطنطنیہ علم حکمت کو نیچے دبا رہا تھا۔ بغداد اس کو سرسبز کرنے میں

معروف تھا۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ موجودہ علم کیمیا کی بنیاد وہیں ایسڈوں کی دریافت کے ساتھ رکھی گئی ایک بڑے بھاری کالج کی بنیاد بغداد میں رکھی گئی اور اس کے اخراجات کے لیئے اوقات کا انتظام کیا گیا۔ جہاں کہا جاتا ہے کہ چھ ہزار طالب علم امیر کے بیٹے سے لے کر معمولی پیشہ ور کے بیٹے تک تعلیم پاتے تھے۔ اور ریاضی۔ علم ہیئت۔ علم کیمیا۔ قانون اور طب کی تعلیم دیجاتی تھی۔ اور یہ صرف دارالخلافہ میں ہی نہ تھا۔ کہ علوم و فنون اور سائنس کو ایک نئی قوت رفتار دی گئی۔ ایک خلیفہ نے ایک قانون بنا دیا کہ جہاں کہیں مسجد بنے اس کے ساتھ ہی ایک مدرسہ بھی بنے۔ اور سلطنت کے بڑے بڑے شہروں میں کالج اور سکول بن گئے۔ ہسپانیہ میں چھ لاکھ کتابوں کا ایک کتبخانہ تھا۔ اور آج بھی "موروں کی فن تعمیر" میں اسلامی قوت اور شوکت کا اثر نظر آیا ہے۔ (صـ ۱۱۱-۱۱۲)

یہ ایک منصفانہ بیان ہے گو یہ ظاہر ہے کہ مصنف نے اپنے خیالات کو ادھر اُدھر سے بغیر کافی تحقیقات اور غور کے لیا ہے۔ مندرجہ بالا سطور کے بعد وُہ لکھتا ہے:-

"لیکن ساتھ ہی یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ بغداد اور ہسپانیہ دونوں مقامات پر علم کے حامی دیندار مسلمان نہیں بلکہ ریشنلسٹ یعنی معقولی فرقہ کے لوگ تھے"

یہاں مصنف کتاب نے وہی طرز اختیار کی ہے اور اُسی طرح پر خاتمہ کیا ہے جیسا کہ ان لوگوں کا شیوہ ہے یعنی پہلے کچھ دبی زبان سے مسلمانوں کے علوم کی حمایت کی تعریف کر دی اور آخر یوں کہکر اسلام کی خوبیوں پر پانی پھیرنے کی کوشش کی ہے کہ یہ اُن کی حمایت مذہب اسلام کی وجہ سے نہ تھی۔ اگر یہ سچ ہے کہ علوم کے حامی دیندار مسلمان نہیں بلکہ معقولی فرقہ کے لوگ تھے۔ تو پھر نا ممکن تھا۔ کہ علماء و فضلاء اور قابل مترجمین کی اس طرح پر عزت کی جاتی جس کا اعتراف مصنف کتاب کو بھی ہے۔ اور نہ ہی یہ ممکن تھا کہ امرا کے فرزند اور پیشہ وروں کے بیٹے ریاضی اور علم ہیئت اور کیمیا اور قانون اور طبابت کی تعلیم حاصل کرتے۔ یہ تو ماننا پڑے گا کہ دیندار مسلمان سے (جسکو انگریزی میں ارتھوڈکس کہتے ہیں) مراد وہ لوگ جو وقت کے شاہی مذہب سے تعلق رکھنے والے ہوں یا جہاں شاہی مذہب کوئی نہ ہو تو مراد کثرت اُن لوگوں کی ہوگی جو ایک اعتقاد کے پیرو ہوں اس صورت میں دینداری خود ایک ایسی چیز قرار پاتی ہے جو حالات زمانہ کے ساتھ بدلتی رہتی ہے اور ایک نسل میں جو فرقہ دیندار کہلائے گا۔ اگلی نسل میں اُس کی حالت بدل سکتی ہے پھر دوسری

بات یہ بھی ہے کہ ہر شخص خواہ کسی فرقہ کا پیرو ہو اور ایسا فرقہ بڑا ہو یا چھوٹا اپنے آپ کو دیندار مسلمان ہی قرار دیتا ہے اور خود اپنی حالت کو دوسروں سے بڑھ کر دینداری کی حالت قرار دیتا ہے۔ مگر یہ ایک فروعی امر ہے +

امر واقع یہ ہے کہ اسلام کے معقولی فرقہ کے لوگ یعنی معتزلہ دائرہ اسلام سے خارج نہ تھے جیسا کہ آجکل کے یوروپین ممالک کے معقولی فرقہ کے لوگ درحقیقت دائرہ عیسائیت سے خارج ہیں جیسا کہ مصنف کتاب لوگوں کو یقین دلانا چاہتا ہے۔ وہ بھی اس دائرہ کے اندر اسی طرح تھے اور اسی طرح مسلمان تھے جس طرح جبری فرقہ کے وہ لوگ جو ان کی مخالفت کرتے تھے اور جن کی طرف لنٹ غالباً "دیندار" کے لفظ میں اشارہ کرتا ہے۔ حالانکہ معقولی فرقہ کے لوگ یا الگ ہوجانے والے لوگ منصور اور مامون اور ان کے چند جانشین تھے۔ جو درحقیقت اس زمانہ کے دیندار (ارتھوڈوکس) کہلانے کے مستحق ہیں اور متوکل کی تخت نشینی تک یہی صورت رہی۔ معتزلوں کا اسلامی خیالات میں اور بعد کے یوروپین خیالات میں بہت کچھ اثر ہے۔ یہاں دونوں طرف کے نام دینے کی ضرورت نہیں نہ یہ بتانے کی ضرورت ہے کہ وہ کیا اعتقادات تھے۔ جن کی تعلیم یہ دونوں گروہ علیحدہ علیحدہ دیتے تھے۔ اس کے لیئے بہت سا وقت اور جگہ درکار ہے۔ یہ بتا دینا کافی ہے کہ تمام غور و تدبر سے کام لینے والے اور سائنس دان جہاں تک وہ سائنس کی تحقیق اور تنقید میں اپنی بات کو ایک مدلل اور معقول رنگ میں پیش کرتے ہیں معقولی کہلائیں گے۔ اور اگر ہم اس قسم کے لوگوں کو جیسے ابن رشد وغیرہ ہیں معقولی فرقہ کی انتہائی مثالیں بھی سمجھ لیں۔ تاہم یہ معلوم ہو جائے گا کہ یہ لوگ اپنے زمانہ کے محدثین سے بہت قریب تھے۔ بہ نسبت اس کے کہ سر آلور لاج۔ پروفیسر ہیٹسن لارڈ کیلون وغیرہ انیسویں صدی کے آخری اور بیسویں صدی کے شروع کے دیندارانہ عیسائی مذہب سے ہیں۔ گویا ظاہر ہے کہ مسٹر لنٹ اور اس کے ہمخیال ان لوگوں کو عیسائیوں میں سمجھتے ہیں اور عیسائی ہی کہتے ہیں +

تمام زمانوں میں ہمیں اس حالت کا مشاہدہ کھلا کھلا نظر آتا ہے۔ اور سب سے بڑھ کر عیسائی ممالک میں کہ دنیا کے بونے دنیا کے بڑے آدمیوں پر عیب لگاتے رہے ہیں۔ اور باوجود ہماری بیسویں صدی کی تہذیب کے یہ طریق اب بھی جاری ہیں۔ چند صفحات آگے گذر کر اسی قسم کا ایک

بیان ہماری نظر سے گذرتا ہے ۔

"ہم اس بات کو معلوم کر سکتے ہیں کہ وہ طبیب۔ سائنسدان۔ مابعدالطبیعیات کے ماہر اور علم ادب کے فاضل جن کو خلفا نے اپنے گرد جمع کر لیا۔ اور جو درحقیقت ان کے لیئے ایک فخر کی بات ہیں وہ مسلمان نہیں تھے بلکہ یونانی یہودی اور ایرانی تھے۔ اور خلفا میں سے سب سے زیادہ روشن خیال بھی جو پیغمبر اسلام کے دین کے سردار اور امیر تھے دل سے مسلمان نہیں تھے بلکہ کافر تھے یہاں غور کے لیئے بہت سا مصالحہ ہے"

میں بھی مسٹر لنٹ کو یہ یقین دلانے میں کچھ تامل نہیں کرتا کہ یہاں غور کے لیئے بہت سامان ہے ایک طرف تو ہمیں بتایا جاتا ہے کہ علم کے حامی معقولی فرقہ کے لوگ تھے اور دوسری طرف کہا جاتا ہے کہ اہل علم لوگ یونانی (جس سے غالباً اُن کی مراد عیسائی ہے) یہودی اور ایرانی تھے۔ تو کیا اب ہم یوں سمجھیں کہ یہی یونانی۔ یہودی اور ایرانی معتولی فرقہ کے لوگ تھے؟ اگر مسلمان اہل علم نہ تھے نہ سائنس دان تھے۔ نہ طبیب تھے تو یہ فرض نہیں کیا جا سکتا کہ وہ علم کے حامی تھے۔ یہ تعجب ہے کہ مصنف نے معمولی عیسائی طریق کا تتبع کر کے یوں نہیں کہدیا کہ اسلامی سلطنت اپنے مذہب کی وجہ سے تباہ نہیں ہوئی بلکہ اس لیئے کہ خلفا دل سے مسلمان نہ تھے بلکہ کافر تھے۔ اگر عیسائی سلطنت ہوتی تو ضرور یہ نتیجہ نکال لیا جاتا۔ مگر چونکہ ذکر اسلامی سلطنت کا تھا۔ اس لیئے یہ بیان مصنف کی پالیسی کے خلاف تھا۔ کیونکہ اس کی اصل غرض صرف مذہب اسلام کو بدنام کرنا ہے ۔

کوئی اہل علم اس بات کا انکار نہیں کر سکتا۔ کہ پہلے مسلمانوں نے شام اور ایران کے غیر مسلموں سے فائدہ اُٹھایا۔ کیونکہ انھوں نے قدیم یونان کی سلطنت خیال کے خزانوں پر اُن اطلاع دی مسلمانوں نے ہمیشہ اس بات کا اعتراف کیا ہے۔ مگر مسلمانوں کو یہ فخر یقیناً حاصل ہے کہ اس موقعہ کو انھوں نے گنوایا نہیں بلکہ اس سے فائدہ اُٹھایا۔ اور وہ خود علم کی دُھن میں لگ گئے اور سارے علوم و فنون کو چھان مارا چنانچہ چند ہی سال میں وہ خود استاد اور معلم بن گئے۔ اور اپنی تحقیقاتوں کے ساتھ سائنس کی ہر ایک شاخ میں انھوں نے قابل قدر ترقی کی اور علم ادب کو ایسے ایسے جواہرات سے آراستہ کیا جو دنیا نے کبھی خواب میں بھی نہ دیکھے تھے۔

(باقی آیندہ)

اسلام کی عالمگیر اخوّت

نسل انسانی کی تاریخ پر جب کبھی کسی آئندہ زمانہ میں تعصبات سے خالی ہوکر نظر ڈالی جائیگی تو معلوم ہوگا کہ نسل انسانی کی ترقی میں سب سے بڑی روک وہ تفریق رہی ہے جس کی بنا قومی تعصب پر رکھی گئی ہے۔ ان قومی تعصبات نے کس طرح پر ایک قوم کو دوسری کی اچھی باتوں سے محروم رکھا اور بلاوجہ دوسرے کا دشمن بنائے رکھا۔ اس کی مثال مذہب کی تاریخ سے نہایت صفائی سے ملتی ہے۔ آج کس طرح پر ایک قوم دوسری قوم کو اپنی مذہبی صداقت سے مستفید کرنا چاہتی ہے اور کس طرح ہر قوم کوشش کر رہی ہے کہ کل دنیا کو اپنی مذہبی صداقتوں کا شیدا بنا کر اپنے ساتھ ملائے مگر ایک زمانہ تھا۔ کہ ہر ایک قوم اپنی مذہبی صداقتوں کو اپنی ہی خاص ملکیت سمجھتی تھیں اور دوسروں کو اس سے بہرہ ور اور متمتع کرنا بھی جائز نہ سمجھتی تھیں۔ ہندوؤں اور بعض دوسرے مذاہب کے پیروؤں میں آج تک ہم کو اس کا کچھ اثر نظر آتا ہے۔ اور ہندو مذہب تو گویا مذہبی صداقتوں کے متعلق بخل کی انتہائی مثال پیش کرتا ہے۔ اس کی مقدس کتاب نہ صرف دوسرے مذاہب کے پیروؤں کے لیئے ہی مدت تک راز سربستہ کی صورت میں رہی ہے۔ بلکہ خود ہندو قوم کا اپنا ایک عنصر یعنی بدقسمت شودر بھی اس قابل نہیں سمجھا گیا۔ کہ وید مقدس کے الفاظ کسی تقدس مآب برہمن کے مونھ سے نکل کر اتفاقاً ہی اس کرہ ہوائیہ کے ان ٹل قانون کے ماتحت ہوا میں تموج پیدا کرتے ہوئے شودر کے ناپاک کانوں کے پردوں کو کھٹکھٹائیں۔ اور اگر ایسا ہو تو یہ اس برہمن کا قصور نہیں جس نے کرہ ہوائیہ میں یہ تموج پیدا کیا۔ نہ اس ہوا کا کوئی قصور ہے جس نے من وعن ان الفاظ کی اصوات کو خواہ ان کے معنے کچھ سمجھ آئیں یا نہ آئیں شودر کے کان تک پہنچا دیا بلکہ گردن زدنی وہ شودر ہے۔ کہ کیوں اتفاق سے اس کے کانوں نے اس وقت کھلے رہ کر اس تموج کو اپنے پردوں تک پہنچنے دیا۔ گو اس کو کچھ بھی قدرت اس آواز کے اپنے کانوں سے دور رکھنے کی نہ ہو۔ مگر وید مقدس کسی طرح پر شودر کے کان تک نہیں پہنچنا چاہیئے۔ اور یہ شودر کا فرض ہے کہ وہ ایسی جگہ موجود نہ ہو جہاں وید مقدس کے الفاظ کرہ ہوائیہ میں تموج پیدا کر رہے ہوں۔

یہ مثال ہم کو کیسی نفرت کے قابل معلوم ہوتی ہے۔ لیکن اگر غور سے کام لیا جائے تو جو دیوار وید مقدس اور شودروں کے درمیان حائل رہی وہی دیوار ہر جگہ دُنیا کی ایک قوم اور دوسری قوم کے درمیان حائل رہی۔ اور مذہبی صداقتیں ہر قوم کی خاص ملکیت رہیں۔ اس میں شک نہیں کہ ابتدائی زمانہ میں کسی قدر یہ مشکلات حالات پیش آمدہ کا نتیجہ بھی تھیں۔ باہم میل جول اور تعارف کے اسباب قریبًا مفقود تھے۔ ایک قوم دوسری قوم کے حالات سے بالکل بیخبر تھی۔ اور ان حالات میں یہ بہت مشکل تھا کہ ایک قوم کے اندر جو مصلح پیدا ہوا ہے وہ اپنا پیغام دوسری قوم تک پہنچا سکے اسلیئے لازمًا اس کی مساعی کا دائرہ ایک ہی قوم تک محدود رہتا اور مصلحت الہٰی کا بھی یہ تقاضا ہوا کہ ہر قوم کے اندر علیحدہ نبی بھیجکر اُس کی اصلاح کا سامان مہیا کردے تاکہ کوئی قوم ان سامانوں سے محروم نہ رہے۔ جو اس کی روحانی نشوونما کا ذریعہ ہوسکتی ہیں۔ لیکن اس کا نتیجہ آہستہ آہستہ یہ ہوا کہ مختلف قومیں اپنے آپ کو ہر خوبی کا مالک اور دوسروں کو ہر خوبی سے عاری سمجھنے لگیں اور تفریق قومی روز بروز زیادہ نمایاں ہوتی چلی گئی۔ حتیٰ کہ یہ خیال پیدا ہوگیا۔ کہ دوسری قومیں اس قابل بھی نہیں کہ وہ ایک مذہبی صداقت سے کوئی فائدہ اُٹھا سکیں اور اس طرح ہر ایک مذہب کی صداقتوں کا دائرہ تنگ ہوتا چلا گیا +

ان تمام قومی نبیوں کے اندر جو وقتًا فوقتًا اپنی اپنی قوموں کی اصلاح کے لیئے بھیجے گئے حضرت مسیح علیہ السلام کو ایک خصوصیت معلوم ہوتی ہے۔ آپ ان قومی نبیوں میں سب سے آخری نبی ہیں اور آپ کے بعد چھ سو سال تک دنیا کے کسی حصہ میں کوئی نبی پیدا نہیں ہوتا۔ یہاں تک کہ رحمۃ للعالمین کا وجود مبارک دُنیا میں ظاہر ہوکر کل قومی تفریقوں کو مٹا دیتا ہے۔ لیکن حضرت مسیح کو بھی چونکہ زمانہ محمدی سے کچھ قریب حاصل تھا۔ اس لیئے آپ کی تعلیم میں بھی کچھ وسعت کا رنگ پیدا ہوگیا۔ گو وہ رنگ ایسا ہے کہ خود حضرت مسیح علیہ السلام کے ذہن میں نہ تھا۔ بلکہ زیادہ تر مسیحی مذہب پر یہ رنگ چڑھانے والے آپ کے وہ جانشین ہیں جنھوں نے یہودیوں کی اصلاح سے مایوس ہو کر دوسری قوموں کی طرف رخ کیا۔ مگر ایسی حالت میں کہ اس مذہب کی ہی کایا پلٹ دی۔ جس کو لے کر حضرت مسیح علیہ السلام آئے تھے۔ حضرت مسیح کی تعلیم میں جو تھوڑی بُہت وسعت پائی جاتی ہے وہ اور قسم کی ہے اور اس میں کوئی شبہ معلوم نہیں ہوتا کہ آپ یقین واثق سے اس عقیدہ پر قایم تھے کہ آپ کا پیغام اور آپ کی اصلاح کا دائرہ صرف قوم بنی اسرائیل تک محدود ہے۔ اور اس لیئے ان قومی تفریقات کو مٹانا آپکا

کام نہ تھا جنھوں نے مذہبی صداقتوں کے دائرہ کو ایک عرصہ دراز سے تنگ کر کے خاص خاص قوموں کے ملک بنا رکھا تھا۔ آپ نے بہت سی یہودی تعصبات کو توڑا۔ نمائشی پرہیزگاری سے روکا۔ اور دل کی پاکیزگی کی طرف بزور توجہ دلائی۔ مگر قومی تعصب کی سد سکندری کو دور کرنا آپ کی طاقت میں نہ تھا۔ آپ کی وہ خوبصورت پہاڑی وعظ اپنے اندر بعض بڑی بڑی خوبی کے جواہر ریزے رکھتی ہے اور بہت سی اعلےٰ درجہ کی ہدایات بر نگ تعلیم اس کے اندر موجود ہیں۔ گو وہ عملی جامہ پہننے کی ناقابل ہوں مگر وہ دیوار جو یہودی اور غیر یہودی اسرائیلی اور غیر اسرائیلی کے درمیان حائل تھی۔ اسکو آپ نہیں اُٹھا سکے۔ اسی پہاڑی وعظ میں جس کے دل خوش کن فقرات اکثر حالات میں عمل میں آنیکے قابل ہیں اور جس میں معلوم ہوتا ہے کہ آپ انسان کو اس کی طاقت سے بھی بڑھ کر کسی اعلےٰ مقصد کی طرف لے جانا چاہتے ہیں۔ جہاں تک پہنچنا آج دو ہزار سال بعد بھی ویسا ہی ناممکن ثابت ہوا ہے۔ جیسا اس تعلیم کے وقت تھا۔ یہ عجیب بات نظر آتی ہے کہ نسل انسانی کی وحدت پر آپکی تعلیم بالکل اُلٹے رنگ میں اور اسی قومی تفریق کے رنگ سے رنگی ہوئی ہے۔ جو عام طور پر یہودیوں میں پائی جاتی تھی۔ حالانکہ کم از کم پہاڑی وعظ کے دل خوش کن مگر ناقابل عمل ہدایات کے اندر یہ تعلیم بالکل اجنبی معلوم ہوتی ہے۔ آپ فرماتے ہیں "وہ چیز جو پاک ہے کتوں کو مت دو اور اپنے موتی سؤروں کے آگے نہ پھینکو۔ ایسا نہ ہو کہ وے اُنھیں پامال کریں اور پھر کر تمہیں پھاڑیں" (متی باب ۷ ورس ۶)

اگر کتوں سے مراد وہ ناپاک لوگ ہوں جو اچھی باتوں کی قدر نہیں کرتے تو خواہ ایک معترض کچھ کہے۔ مگر ان الفاظ کی ایک اچھی توجیہہ مل جاتی ہے۔ گو اس میں بظاہر ایک مایوسی کا رنگ پایا جاتا ہو۔ کہ بعض لوگوں کو کتوں کی طرح ناپاک سمجھ کر انھیں نصیحت کے قابل بھی نہ سمجھا جائے۔ تاہم یہ بات ایک حد تک قابل تسلیم ہو جاتی۔ کہ جب بعض لوگ اس بات پر تلے ہوئے ہیں۔ کہ وہ اچھی باتوں کی پروا نہیں کریں گے تو اُن کی طرف توجہ نہ کی جائے۔ گو یہاں بھی ہم دیکھتے ہیں کہ خدا کے پاک کلام نے جو حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا۔ ایک نہایت لطیف راہ اختیار کی ہے۔ اور گو ان لوگوں کا نقشہ بار بار کھینچا ہے۔ جو کلام الٰہی کی قدر دانی نہیں کرتے اور سچے ناصح کی نصیحت پر کان نہیں دھرتے۔ لیکن فرمایا سواء علیھم ءانذرتھم ام لم تنذرھم ان کے نزدیک یکساں ہے تو اُن کو ڈرائے یا نہ ڈرائے۔ کہیں فرمایا لھم قلوب

لا یفقھون بھا ولھم اعین لا یبصرون بھا ولھم اذان لا یسمعون بھا اولئک کالانعام بل ھم اضل اولئک ھم الغفلون (الاعراف ۱۷۹) اُن کے دل ہیں ان سے سمجھتے نہیں اور اُن کی آنکھیں ہیں اُن سے دیکھتے نہیں اور ان کے کان ہیں اُن سے سنتے نہیں وہ چارپاؤں کی طرح ہیں بلکہ اس سے بھی زیادہ گمراہ یہ غافل (لاپروا) لوگ ہیں۔ مگر سارے قرآن میں یہ کہیں نہیں فرمایا کہ تم ان سے مایوس ہوکر انھیں وعظ کرنا چھوڑ دو۔ بلکہ بار بار بلغ اور انذر کے حکم ہی نازل ہوتے ہیں اور اس سے بھی بڑھ کر بار بار امید دلائی ہے کہ یہ مُردے ہیں جن کو ہم زندہ کردیں گے۔ اور یہ اندھے ہیں جن کو ہم آنکھیں دیں گے اور ان کی تمام ناپاکیوں اور پلیدیوں کو ہم دُور کردیں گے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ دوسرے انبیاء کے مقابل حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کو کیسا عظیم الشان عزم دیا گیا ہے۔ اور جتنا بڑا کام ہو ضروری ہے کہ اتنا ہی بڑا عزم ہو۔ لیکن اس بات کو الگ کرکے بھی ہم اس قدر تسلیم کرنے کو تیار ہیں کہ اگر حضرت مسیح علیہ السّلام کی کلام میں ناپاکوں سے مراد وہ پلید لوگ ہوتے جو پاکیزگی کی راہوں کو اختیار کرنا ہی نہیں چاہتے تو حضرت مسیح کے ان الفاظ کی ایک اچھی توجیہہ ہوسکتی ہے۔ لیکن جب ہم خود انجیل متی کو پڑھتے ہیں اور حضرت مسیح علیہ السّلام کے دُوسرے کلام سے اس کا مقابلہ کرتے ہیں۔ تو معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مسیح کا ان الفاظ میں اس اسرائیلی اور غیر اسرائیلی کی تفریق کی طرف اشارہ تھا جو اب تک یہودی قوم میں چلی آتی تھی۔ کہ وہ اپنے آپ کو خدا کی ایک برگزیدہ قوم بلکہ خدا کے بیٹے اور پیارے سمجھتے تھے۔ جیسا کہ قرآن کریم نے بھی اس طرف اشارہ کیا ہے نحن ابناؤ اللہ واحباؤہ۔ ہم اللہ کے بیٹے اور اس کے پیارے ہیں۔ اور دُوسروں کو ناپاک اور ناقابل التفات اور اللہ تعالےٰ کی عامہ رحمتوں اور باطنی نعمتوں سے قطعاً محروم سمجھتے تھے۔ اور حضرت مسیح کا پہاڑی وعظ کے منقولہ بالا فقرہ میں مطلب یہی تھا۔ یعنی پاک سے مراد اُن کی اپنی تعلیم تھی اور کتّوں سے مراد غیر اسرائیلی قومیں۔ چنانچہ ذیل کا واقعہ اسے روز روشن کی طرح صاف کرتا ہے +

"تب یسوع وہاں سے روانہ ہوکے صور اور صیدا کی اطراف میں گیا۔ اور دیکھو ایک کنعانی عورت وہاں کی سرزمین سے نکل کے اسے پکارتی ہوئی چلی آئی۔ کہ اے خداوند داؤد کے بیٹے مجھ پر

رحم کر کہ میری بیٹی ایک دیو کے غلبہ سے بے حال ہے اُس نے کچھ جواب نہ دیا تب اسکے شاگردوں نے پاس آکر اس کی منت کی کہ اسے رخصت کر کیونکہ وہ ہمارے پیچھے چلاتی ہے اس نے جواب میں کہا میں اسرائیل کے گھر کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے سوا اور کسی پاس نہیں بھیجا گیا۔ پر وہ آئی اور اُسے سجدہ کر کے کہا۔ اے خداوند میری مدد کر۔ اس نے جواب دیا مناسب نہیں کہ لڑکوں کی روٹی لے کر کتوں کو پھینک دیویں۔ اس نے کہا سچ اے خداوند مگر کتے بھی جو ٹکڑے ان کے خداوند کی میز سے گرتے کھاتے ہیں۔ تب یسوع نے جواب میں اُسے کہا اے عورت تیرا اعتقاد بڑا ہے۔ جو چاہتی ہے تیرے لیئے ہو" (متی باب ۱۵ ورس ۲۱ تا ۲۸)

اب اس حوالہ سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ بنی اسرائیل کے ان ناپاک لوگوں کو کتے نہیں کہا گیا جو خدا کی کلام کی پروا نہ کرتے ہوں۔ بلکہ غیر اسرائیلیوں کو خواہ وہ کلام سننے کے یا اس سے فایدہ اٹھانیکے کتنے ہی مشتاق کیوں نہ ہوں کتے کہا گیا ہے۔ اور آخر اس کنعانی عورت نے کتا ہونا قبول کیا۔ تو حضرت مسیح سے فایدہ اُٹھایا۔ یہاں جو جنوں اور بھوتوں کے نکالنے کی طرف اشارہ معلوم ہوتا ہے اس سے ہمیں چنداں بحث نہیں۔ خواہ وہ جن اور بھوت جن کی مسیح سے نکالنے کی درخواست کیگئی اس قسم کے جن اور بھوت تھے جیسے آج کل بھی عامل لوگ نکالنے کا دعوےٰ کرتے ہیں۔ یا وہ جن تھے جو انسانوں کے ایمان پر قبضہ کر کے اُن کو نیکیوں سے محروم کر دیتے ہیں۔ جن کے نکالنے کے لیئے خدا کے نبی مبعوث ہوا کرتے ہیں۔ بہر حال حضرت مسیح نے اِس کنعانی عورت کو فایدہ پہنچانے سے انکار کیا۔ کیونکہ وہ اسرائیلی نہ تھی۔ متی کی انجیل کے ہی ایک اور مقام سے اس کی مزید تائید ہوتی ہے۔ جہاں بارہ حواریوں کو تبلیغ کے لیئے روانہ کیا جاتا ہے۔ وہاں حضرت مسیح اُن کو ذیل کی ہدایات دیتے ہیں:-

"ان بارھوں کو یسوع نے فرما کے بھیجا کہ غیر قوموں کی طرف نہ جانا۔ اور سامریوں کے کسی شہر میں داخل نہ ہونا۔ بلکہ پہلے اسرائیل کے گھر کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے پاس جاؤ اور چلتے ہوئے منادی کرو اور کہو کہ آسمان کی بادشاہت نزدیک آئی۔ بیماروں کو چنگا کرو۔ کوڑھیوں کو پاک صاف کرو۔ مردوں کو جلاؤ۔ دیووں کو نکالو۔ تم نے مفت پایا مفت دو" (متی باب ۱۰ ورس ۵ تا ۸)

پس حضرت مسیح نے نہ صرف اپنی دعوت کو ہی اسرائیلیوں تک محدود کیا۔ بلکہ اُس نے اپنے

پیروؤں کو بھی ایسا ہی کرنے کی ہدایت کی۔ غیر اسرائیلیوں کے ساتھ انھیں تعلق رکھنے یا انھیں وعظ و نصیحت کرنے سے منع کیا۔ اور یہ حد بندی صرف فرضی اور لفظوں تک محدود نہ تھی۔ بلکہ اسکا بڑا بھاری ثبوت یہ بھی ہے کہ عملاً بھی یہی کچھ خود حضرت مسیح علیہ السلام نے کیا۔ چنانچہ جب تک آنجناب ان کے درمیان رہے ایک بھی غیر اسرائیلی نہ آپ کے حواریوں میں داخل ہؤا نہ ہی اس سلسلۂ اخوت میں منسلک کیا گیا۔ جس کی بنیاد اسرائیل کے اندر حضرت مسیح علیہ السلام نے رکھی تھی بلکہ آپ کے تمام کے تمام متبعین صرف اسرائیلی تھے۔ اس طرح پر جو وعظ زبانی آپ نے فرمایا کہ ہمارا مشن صرف اسرائیل تک محدود ہے۔ اس کا عملی ثبوت بھی دے دیا اور کسی غیر اسرائیلی کو اپنے سامنے عیسائی مذہب میں داخل نہیں کیا۔ بلکہ اس لحاظ سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تبلیغ کا دائرہ زیادہ وسیع نظر آتا ہے۔ کیونکہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ پر جو لوگ مصر میں ایمان لائے اُن کو آپ ساتھ ہی لے آئے تھے۔ جب مصر سے خروج فرمایا۔

تو اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے۔ کہ اگر واقعی حضرت مسیح کی یہی تعلیم تھی اور یہی آپ کا عمل تھا تو بلا شبہ عیسویت کا دائرہ صرف اسرائیلیوں تک محدود تھا۔ پھر آج جو ہم دیکھتے ہیں کہ اسرائیلی قوم کے لوگ عیسائیت کے اندر آٹے میں نمک کے برابر بھی نہیں تو اس کی کیا وجہ ہے؟ ہر ایک شخص جو عیسائی مذہب کی تاریخ سے واقف ہے وہ اس سوال کا جواب یہی دے گا۔ کہ اس وسعت کا ذمہ دار پولوس تھا مگر اس کو بھی ہم الزام نہیں دیتے کہ اُس نے اپنے استاد کی تعلیم کے خلاف کیا۔ کیونکہ جیسا کہ اُوپر ذکر ہؤا ایک حد تک حضرت مسیح نے خود بھی حد بندی کو توڑ دیا تھا۔ گو غیر اسرائیلی کو انھوں نے سلسلۂ اخوت میں داخل نہیں کیا۔ مگر گرے ہوئے ٹکڑوں کے کتوں کو دینے سے بھی انکار نہیں کیا۔ مسیح کے حواریوں کو جنھوں نے مسیح کے احکام اپنے کانوں سُنے تھے کہ تم نے غیر اسرائیلی کے پاس نہ جانا اور مسیح کے علدر آمد کو اپنی آنکھوں دیکھا تھا۔ کہ کوئی غیر اسرائیلی سلسلۂ اخوت میں داخل نہیں کیا گیا۔ پہلے پہل ضرور پولوس کے خیالات سے اختلاف ہؤا ہوگا۔ مگر بالمقابل اس کے وہ یہ بھی دیکھ چکے تھے کہ کس طرح ایک غیر اسرائیلی عورت کی گریہ وزاری پر حضرت مسیح نے کوئی رحم نہیں کھایا۔ جب تک کہ اس نے کُتا بن کر گرے ہوئے ٹکڑے نہیں مانگے۔ ہاں جب اُس نے اپنے آپ کو اس حیثیت میں پیش کیا تو مسیح نے بھی وہ چیز جسے اسرائیلی قبول نہ کرتے تھے۔ اسکو دینے

سے انکار نہیں کیا۔ تب آپ کا دل اس کے لیئے پگھلا۔ پس یہ نظارہ بھی ضرور ان کی آنکھوں کے سامنے ہوگا۔ کہ جو چیز بحیثیت بیٹا ہونے کے غیر اسرائیلیوں کو نہیں دیجا سکتی۔ وہی چیز ایک ادنےٰ درجہ پر ان کو رکھ کر دیجا سکتی ہے۔ تو گویا گو حضرت مسیح نے بنی اسرائیل کے سلسلۂ اخوت کو توسیع کرنا پسند نہیں کیا۔ اور بحیثیت بیٹوں کے دوسروں کو داخل کرنے سے انکار کیا۔ مگر وہ نصائح جنکو بیٹے قبول نہ کریں اُنہی کو اگر دُوسرے لوگ اس حیثیت میں لے لیں جس حیثیت میں ایک کتا بھی اپنے مالک کی روٹی کا حصہ لے لیتا ہے۔ تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں سمجھا۔ اس طرح پر گویا اس دیوار میں ایک چھوٹا سا روزن ہوگیا جو اسرائیلیوں اور غیر اسرائیلیوں کے درمیان حائل تھی۔ اور وہ چیز جسے ابھی ساری قوموں کو بھائی بھائی بنا کر دینے کا وقت نہ آیا تھا۔ وہ ایک ادنےٰ حیثیت کو قبول کرنے کی صورت میں دُوسروں کو بھی ملنے کی امید ہوگئی۔ پولوس کے دل میں ضرور اس قسم کے خیالات موجزن ہونگے۔ جب اُس نے دیکھا کہ یہودی تو مسیح کے پیغام کی پروا نہیں کرتے۔ ایسا نہ ہو کہ آپ کا نام ہی دُنیا میں نہ رہے۔ اس تعلیم سے اگر یہودی فائدہ نہیں اُٹھاتے تو کیوں غیر اسرائیلیوں کو اس دائرہ کے اندر داخل نہ کیا جاوے۔ کیونکہ بہرحال اس تعلیم کا زندہ رکھنا ضروری ہے اور کنعانی عورت کے ساتھ جو معاملہ مسیح کا ہُوا وہ اُس کے ذہن میں ہوگا۔ جیسا کہ ذیل کے حوالہ سے معلوم ہوتا ہے:۔

"دوسرے سبت کو قریب سارے شہر کے لوگ اکٹھے ہوئے کہ خدا کا کلام سُنیں۔ مگر اتنی بھیڑ دیکھ کے یہودی ڈاہ سے بھر گئے اور خلاف کہتے اور کفر بکتے ہوئے پولس کی باتوں سے مخالفت کی تب پولس اور برنباس نڈر ہوکے بولے کہ ضرور تھا کہ خدا کا کلام پہلے تمہیں سنایا جائے۔ لیکن جس حال کہ تم نے اُس کو رد کیا اور آپ کو ہمیشہ کی زندگی کے لائق نہ سمجھا تو دیکھو ہم غیر قوموں کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔" (اعمال باب ۱۳ ورس ۴۴ تا ۴۶)

پولوس کے یہ الفاظ کہ ضرور تھا۔ کہ خدا کا کلام پہلے تمہیں سنایا جائے۔ صاف بتاتے ہیں کہ اُس نے حضرت مسیح کے کنعانی عورت والے قصہ کی یوں تاویل کری کہ اصل اور مقصود بالذات تو یہودی کی اصلاح ہی تھی۔ لیکن جب اُنھوں نے انکار کیا۔ اور مسیح کے پیغام کو قبول نہیں کیا۔ تو اب دوسروں کی طرف متوجہ ہونے میں کوئی ہرج نہیں۔ چنانچہ پولوس ہی اس تحریک کا اصل بانی ہے جس نے

بعد میں عیسائی مذہب کا اصل نقشہ بالکل بدلدیا اور ایک طرف اگر اُس کو عالمگیر مذہب بنا دیا تو دوسری طرف ان اصُول حقہ پر بھی اس کو قائم نہ رہنے دیا جن پر حضرت مسیح قائم تھے۔ اس طرح پر دونوں پہلوؤں میں حضرت مسیح کی تعلیم کی مخالفت کی۔ مگر وہ صریح مخالفت نہ تھی۔ بلکہ تاویل کے رنگ میں مخالفت تھی پھر جب یہ دروازہ کھل گیا تو یہودیوں سے علیحدگی بھی روز بروز بڑھتی گئی۔ یہاں تک کہ وُہ توحید کی تعلیم بھی ترک کردی گئی۔ جسے مسیح لائے تھے اور بُت پرست مذاہب کا جو اس وقت رُومی سلطنت مروج تھے۔ رنگ عیسائیت پر چڑھتا گیا۔ یہاں تک کہ آخر یہ مذہب ایک بالکل نیا اور عالمگیر مذہب بن گیا۔ حضرت مسیح علیہ السّلام کا منشاء تو پورا نہ ہوُا مگر ان کا نام خوب کام دے گیا۔ اور محض اس نام کے نیچے بہت سی وہ باتیں اس مذہب کے اندر داخل کردی گئیں جن کی غرض غیر اسرائیلیوں کے گلے سے اس کڑوی گولی کو نیچے اُتارنا تھا۔ اس طرح پر ایک طرف اگر یہودیوں کی بجائے غیر یہودی اس مذہب کے پیروؤں میں بڑھتے چلے گئے تو دوسری طرف خود یہودیت کے اجزاء اس میں سے مفقود ہوتے چلے گئے اور ان کی جگہ نئے نئے اعتقادات ابنیت اور کفارہ و تثلیث نے لے لی۔ مگر باایں وسعت جو بانیٔ مذہب کی منشاء کے سراسر خلاف تھی۔ عیسائیت وہ حقیقی اخوت کی رُوح اپنے پیروؤں میں پیدا نہیں کر سکی جو ہر قسم کی غیریت اور تفریق قومی کے خیالات کا قلع قمع کردے۔ بلکہ تفریق قومیت کا مٹانا تو بڑا بھاری مرحلہ تھا۔ دنیوی مرتبہ کی تفریق کو بھی عیسائیت نہیں مٹا سکی۔ اور وہ اخوت کا وسیع خیال جو اسلام نے دُنیا میں آکر پیدا کیا کہ ایک بادشاہ اور فقیر خدا کے حضور دوش بدوش کھڑے ہوتے ہیں۔ گرجا کے اندر اس قدر مساوات انسانی مسیحیت پیدا نہیں کر سکی۔ کیونکہ وجاہت اور مرتبہ کی تفریق کا اثر گرجا کے اندر اسی طرح ہے جیسے باہر۔

کامل اور عالمگیر اخوت اور نسل انسانی کی وحدت کی بُنیاد ڈالنے کا کام اللہ تعالےٰ نے اس نبی کے لیئے مقدّر کر رکھا تھا جس نے سلسلۂ نبوت کو اس کے کمال تک پہنچا کر ختم کرنا تھا۔ اور اسی نبی پر خدا کا وہ کلام اُترا جس نے آخر اس بات کو کھول کر بتا دیا کہ خدا کی سلطنت میں ہر ایک قوم اور رنگ کے لوگ بیٹھے ہیں۔ کتا کوئی نہیں۔ اور وہ دروازہ جس کے ذریعہ سے انسان خدا کی بادشاہت میں داخل ہو سکتا ہے وہ سب کے لیئے یکساں کھلا ہے۔ یہی معنے تھے اس آیت کے جس کے متعلق بعض لوگوں کو غلط فہمی بھی ہوئی ہے۔ ان الذین امنوا والذین ھادوا والنصارٰ ے

والصابئین من اٰمن باللہ والیوم الاٰخر وعمل صالحا فلھم اجرھم عند ربھم ولا خوف علیھم ولا ھم یحزنون - اور جو ایمان لائے اور جو یہودی ہوئے اور عیسائی اور صابی۔ جو کوئی بھی اللہ اور یوم آخر پر ایمان لاتا ہے اور اچھے عمل کرتا ہے۔ تو اُن لوگوں کا اجر اُن کے رب کے حضور ہے اور اُن پر کوئی خوف نہیں نہ وہ غمگین ہونگے۔ غرض خاتم النبیین نے خدا کی بادشاہت کا دروازہ سب کے لیئے کھولدیا۔ اور حق بھی یہی تھا۔ کہ جو نبی اپنی اپنی قوموں کے لیئے آتے رہے انکا ساری نسل انسانی سے کیا کام تھا۔ اس کے سامنے ایک قوم اور اُسی کی اصلاح تھی اسلیئے ان اصلاحات کے باوجود کل نسل انسانی کی وحدت کو قایم کرنیکا کام اسیطرح باقی چلا آتا تھا۔ ایک ایک قوم کی اصلاح ایک ایک نبی نے کی کل کی اصلاح کا کام محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے سپرد ہوا اور اسلیئے آپ نے مختلف اقوام کے حقیقی تعلقات پر بھی روشنی ڈالی اور یہ بتایا کہ دراصل سارے انسان ایک ہی ہیں۔ بایں طرح

یاایھا الناس اتقوا ربکم الذی خلقکم من نفس واحدۃ وخلق منھا زوجھا وبث منھما رجالا کثیرا ونساء واتقوا اللہ الذی تساءلون بہ والارحام ان اللہ کان علیکم رقیبا (النساء)

اے لوگو حفاظت کرو اپنے رب کی (حقوق کی) جس نے تم کو ایک ہی جی سے پیدا کیا اور اسی جنس سے اس کا جوڑا پیدا کیا اور ان دو سے بہت سے مرد اور عورتیں پھیلائیں اور حفاظت کرو اللہ کے (حقوق کی) جس کے ذریعہ سے تم ایک دوسرے سے سوال کرتے ہو اور رحموں کے (حقوق کی) اللہ تم پر نگہبان ہے۔

کس قدر وسعت نسل انسانی کی یگانگت اور اتحاد کی اس آیت میں پائی جاتی ہے۔ سارے کے سارے انسان عرب ہوں یا عجم۔ مسلم ہوں یا غیر مسلم۔ خوانده ہوں یا جاہل۔ امیر ہوں یا غریب۔ سیاہ ہوں یا سپید۔ بڑے ہوں یا چھوٹے سب کے سب ایک ہی اصل سے ہیں۔ ایک ہی جی سے پیدا ہوئے اور سب کے درمیان رشتہ داری کے تعلقات ہیں۔ گویا ساری نسل انسانی اس آیت کے رُو سے ایک کنبہ ہے۔ اور اس لیئے ان سب کے ایک دوسرے کے ذمہ حقوق رشتہ داری ہیں۔ اللہ ان سب کا رب یعنی ان کی ربوبیت کرنے والا ہے۔ جو ان کو طرح طرح کے سامانوں سے ادنے حالت سے اعلےٰ حالت کی طرف لیجارہا ہے۔ اور اس عظیم الشان بادشاہ کے حضور یہ انسانوں کے چھوٹے چھوٹے اختلاف قوم کے ہوں یا رنگ کے مرتبہ کے ہوں یا

وجاہت کے۔ دولت کے ہوں یا جتھے کے بالکل معدوم ہو جاتے ہیں۔ یہ اسلام کی عالمگیر اخوت کی بُنیاد ہے۔ جس میں کل کے کل انسان داخل ہیں اور سب کے ایکدوسرے پر حقوق اور سب کے ایکدُوسرے کے متعلق ذمہ داریاں ہیں۔ جیسے ایک رشتہ دار کے دوسرے رشتہ دار پر اور وہ سب ایک ہی شاہنشاہ کی رعایا اور ایک ہی خالق کی مخلوق ایک ہی ہاتھ سے ان سب کی ربوبیت ہوتی ہے۔

دوسری جگہ یہ بھی بتادیا کہ قوموں اور قبیلوں کے اختلافات کیا ہیں اور اُن کی اصل غرض کیا ہے۔ چونکہ یہ اختلافات بھی دُنیا میں پائے جاتے ہیں۔ اس لیئے قرآن کریم نے ان کو بھی لیا ہے اور بتایا ہے کہ اُن کی حقیقی غرض کیا ہے۔ چنانچہ فرماتا ہے۔

یایھا الناس انا خلقنکم من ذکر و انثی وجعلنکم شعوبا وقبائل لتعارفوا ان اکرمکم عند اللہ اتقکم ان اللہ علیم خبیر (الحجرات ۱۳)۔ اے لوگو ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا۔ اور تم کو قومیں اور قبیلے بنایا۔ تاکہ تم ایک دُوسرے کو پہچانو۔ یقیناً اللہ کے نزدیک تم سب میں بڑھ کر عزت والا وہی ہے جو سب سے بڑھ کر متقی ہے۔ اللہ جاننے والا اور خبردار ہے انسانوں کی اخوت کا اصول یہاں بھی ایک عالمگیر بنیاد پر رکھا گیا ہے۔ یہاں خطاب مسلمانوں یا الذین اٰمنوا سے نہیں بلکہ کل نسل انسانی سے ہے اور تمام کو ایک ہی لفظ میں مخاطب کر کے ایک حقیقت کی طرف توجہ دلائی ہے۔ کہ تم سب کو ہم نے ایک ہی مرد اور عورت سے پیدا کیا ہے۔ گویا تم ایک ہی ماں باپ کی نسل ہو اور گو تم جانو یا نہ جانو تم میں وہی تعلق ہے جو ایک ماں باپ کے بیٹوں میں ہوتا ہے۔ یعنی تم سب کے سب بھائی ہو۔ اس سے بڑھ کر اخوت کی عالمگیر بنیاد نہیں ڈالی جاسکتی تھی۔ پھر فرمایا۔ کہ ہم نے ہی تم کو قومیں اور قبیلے بھی بنایا ہے۔ گویا یہ بھی نسل انسانی کی ترقی کی ایک ضرورت تھی۔ اس لیئے اللہ تعالےٰ نے اسے اپنی طرف منسوب فرمایا ہے۔ لیکن قوموں اور قبیلوں کے امتیازات اس غرض کے لیئے نہ تھے۔ کہ تم ایک دوسرے کے دشمن بن جاؤ۔ اور ایک دوسرے کی بیخ کنی کے درپے ہو جاؤ۔ بلکہ فرمایا کہ ہماری تم کو قومیں اور قبیلے بنانے سے یہ غرض ہے لتعارفوا تاتم ایک دُوسرے کی معرفت حاصل کرو۔ ایک دوسرے کو پہچانو اور جانو۔ اور میل ملاقات اور ربط کے طریقوں کو بڑھاؤ۔ یہ لفظ تعارف کا قرآن کریم نے کیوں استعمال فرمایا۔ اس لیئے کہ قومی تفریقات اور قومی بغض وعناد کی اصل جڑ اسی تعارف کا نہ ہونا ہے۔ باہم تعارف سے ایک قوم دوسری قوم

کی خوبیوں کو اور بالمقابل اپنے نقصوں کو دیکھ سکتی ہے - اور اس طرح ایک دوسرے کی قدر کرنے لگتے ہیں۔ لیکن تعارف کے نہ ہونے سے ایک دوسرے سے اجنبیت بڑھتے بڑھتے غلط فہمیاں پیدا ہوتی ہیں - یہاں تک کہ ایک قوم دوسری قوم کی بیخکنی کے درپے ہو جاتی ہے - جس طرح افراد میں جب میل ملاقات کے تعلقات زیادہ ہوتے ہیں تو اخوت اور ہمدردی کے خیالات ترقی پاتے ہیں - اسی طرح قوموں میں بھی تعارف کے بڑھنے سے ایک دوسرے سے ہمدردی پیدا ہوتی ہے - پس وہ چیز جس نے قوم کو قوم کا دشمن بنا رکھا ہے - اس کے دور کرنے کی راہ اسلام نے بتائی ہے اور وہ یہ ہے کہ تم ایک دوسرے سے تعارف بڑھاؤ +

اس کے بعد اسی آیت کے آخر میں ایک اور بات کی طرف توجہ دلائی - جب ساری نسل انسانی ایک ہوئی اور قوموں اور قبیلوں کے امتیاز بھی ایک دوسرے پر فخر کرنے کے لیئے نہیں - جیسا کہ اس سے پہلے بھی فرمایا لا یسخر قوم من قوم عسے ان یکونوا خیرا منھم - ایک قوم دوسری قوم سے تمسخر نہ کرے یعنی ان کو حقیر نہ جانے (کیونکہ تمسخر حقارت کی وجہ سے ہی پیدا ہوتا ہے) شاید وہ ان سے بہتر ہوں اور اس لیئے قومی بڑائی ایک غلط راہ ہے - تو آخر اس وسیع انسانی کنبہ میں ایک کو دوسرے پر بڑائی کس طرح ہو سکتی ہے - کیونکہ کوئی بڑا اور کوئی چھوٹا تو ضرور ہوگا - اس لیئے نسل انسانی کی وحدت اور قومی تفریقات کی غلطی کو بتا کر اب یہ بتایا کہ بڑائی تو وہی ہے جو خدا کی نگاہ میں ثابت ہو جو سب کا مولیٰ اور مالک ہے - ایک کا دوسرے کی نظر میں بڑا ہونا یہ کوئی قابل فخر بات نہیں - کیونکہ انسانوں کی بڑائی کے معیار اُن کی نظر کی تنگی کی وجہ سے ادنےٰ ہونے کے علاوہ ایکدوسرے سے اختلاف بھی رکھتے ہیں - مگر جب ساری نسل انسانی ایک کنبہ ہوئی تو ان سب کے لیئے کوئی ایک معیار بھی ہونا چاہیئے جو ایک کی دوسرے پر حقیقی بڑائی بتا سکے - وہ معیار یہی ہو سکتا ہے کہ سب کے مالک و خالق کی نگاہ میں بڑا کون ہے اور چھوٹا کون - عزت کے قابل کون ہے اور ذلت کے کون - اس عظیم الشان شہنشاہ کے حضور رنگوں اور ملکوں کے فرق - دولت اور طاقت کے فرق مرتبہ اور وجاہت کے فرق کیا حقیقت رکھتے ہیں - سارے انسانوں کی ساری دولت بھی اسکی سلطنت میں اتنی وقعت نہیں رکھتی جتنی سمندر میں ایک قطرہ کو یا بیابان میں ایک ذرہ ریگ کو حاصل ہے پس جو چیز خدا کی نگاہ میں وقعت نہیں رکھتی وہ خدا کی نگاہ میں قابل عزت ہونے کا معیار بھی نہیں ہو سکتی -

اس لیئے بتایا کہ حقیقی معیار یہ ہے ان اکرمکم عند اللہ اتقٰکم۔ خدا کی نگہ میں سب سے زیادہ اکرام اور عزت کے قابل وہ ہے جو سب سے زیادہ متقی ہے۔

متقی کون ہے وہ جو اپنے آپ کو ہر ایک بُری راہ سے بچاتا اور ہر اچھی راہ پر لگاتا ہے۔ جو حفاظت کرتا ہے ان حقوق اللہ کی جو اس کے ذمہ ہیں اور ان حقوق العباد کے جن کا وہ جواب دہ ہے پس تمام مادی اور جسمانی معیاروں کو چھوڑ کر عزت اور بڑائی کا معیار جو قرآن نے پیش کیا ہے وہ اخلاقی معیار ہے۔ اب غور کرو کہ کیسی خوبصورت یہ عالمگیر اخوت کی عمارت ہے۔ جس کی بنیاد نسل انسانی کی یگانگت کی مضبوط چٹان پر ہے۔ جس کے سب حصے ایک دوسرے کی خوبصورتی کو نمایاں کرنے والے ہیں اور جس کی خوبصورتی وہ شے ہے جس پر کبھی زوال نہیں آسکتا۔ اور وہ مادی اشیاء نہیں جو ہر دم معرض تغیر میں ہیں۔ یہ وہ عالمگیر اخوت ہے جو اسلام نے دنیا میں قائم کی۔ اور اسلام کے جھنڈے تلے اس اخوت کا زندہ نمونہ نظر آتا ہے۔ اور گو مسلمانوں کی حالت بہت کچھ قرآن کو چھوڑ دینے سے گر گئی ہے مگر پھر بھی اس اخوت کا جو نظارہ اسلام میں پایا جاتا ہے کسی دوسرے مذہب میں اس کی کوئی مثال ہم نہیں دیکھتے۔

اور یہ کون شخص تھا جس نے ایسی عظیم الشان عمارت اخوت کی بنیاد ڈالی اور اس کو ہر پہلو سے اس طرح سے مکمل کیا۔ اور ہر ایک قسم کی تفریقات کو مٹا کر سب کو فرزندوں میں داخل کیا۔ اور نہ کسی کے لیئے ایسی تحقیر باقی رکھی کہ وہ خدا کی بادشاہت میں کتے سے تشبیہہ پائے۔ نہ کسی کو ان فوائد سے محروم رکھا جو اللہ تعالےٰ نے سب کے لیئے یکساں پیدا کیئے ہیں۔ یہ مہذب یورپ کا کوئی انیسویں یا بیسویں صدی کا فلاسفر نہیں۔ گو ان مہذب فلاسفروں نے تو نسل انسانی کی وحدت قائم کرنے کی بجائے اور بھی تفریقات قومی کو جن کو زمانہ مٹاتا چلا جا رہا تھا نمایاں کرادیا ہے۔ بلکہ یہ سارے مہذب ممالک سے کٹے ہوئے ایک ریگستانی ملک عرب کے ناخواندہ لوگوں میں سے ایک اُمی تھا۔ جو آج سے تیرہ سو سال پیشتر دُنیا میں گذر چکا ہے۔ جب قومی تفریقات باعث فخر تھیں۔ جب یہودی غیر یہودی کو اور عیسائی غیر عیسائی کو مردود اور ملعون اور ہمیشہ کے جہنم کا وارث ٹھیراتا تھا۔ ہاں یہ اُنہی عربوں میں سے ایک عرب تھا۔ جو غیر عربوں کے عجم کے نام سے پکار کر اُن کی اس طرح تحقیر کرتے تھے کہ وہ گویا گونگے یا فصاحت سے عاری ہیں۔ بلکہ اُن کو حیوانات سے مشابہت دیتے تھے۔ عرب خود

سارے ممالک سے علیحدہ اور بے تعلق ایک کونہ میں پڑا ہوا اس ابتدائی جہالت کی حالت میں چلا آتا تھا۔ اور اس کے مشرق و شمال میں جو قومیں اس کی حد کے ساتھ ملی ہوئی رہتی تھیں اُن سے بھی اسے کوئی تعلق نہ تھا۔ دُوسروں کے تعلقات کو چھوڑ و اس ملک کے اندر رہنے والے لوگ جو ایک ہی شخص کی اولاد اور ایک ہی زبان کے بولنے والے تھے۔ ان میں اتحاد اور یگانگت کی بو تک نہ تھی۔ بلکہ ایک دُوسرے کے دشمن۔ ہر وقت ایک دُوسرے کا گلا کاٹنے کے لیئے تیار شب و روز ایک دُوسرے کے ساتھ جنگ میں مصرُوف۔ اس ملک میں ان حالات کے اندر ایک عربوں کے اتحاد کو قائم کرنا بھی کسی انسان کے وہم و گمان میں نہ آسکتا تھا۔ چہ جائیکہ اس سرزمین میں ایک شخص انہی حالات کے اندر کھڑا ہو کر ساری کی ساری نسل انسانی کے اتحاد اور یگانگت کی بُنیاد رکھتا۔ کس قدر حوصلہ اور کس قدر ہمت ہے کہ منوانی تو ہے یہ بات کہ ساری قومیں ایک ہی ہیں اور سب عرب ہوں یا عجم۔ کوئی رنگ ہو کوئی مذہب ہو بھائی بھائی ہیں اور پہلے ان لوگوں سے منوانے کا بیڑہ اُٹھاتا ہے جو ایک ہی نسل اور قوم ہو کر دن رات آپس میں کٹ مر رہے ہیں۔ یہ وہ بات ہے جو بتاتی ہے کہ یہ عالمگیر اخوت کا پیغام جو ملک عرب میں دیا جاتا ہے وُہ ایک انسان کا کام نہیں تھا۔ بلکہ اس قادر مطلق نے جو عجائب سے عجائب کام اپنی قدرت سے کر دکھاتا ہے۔ یہ مقدّر کر رکھا تھا۔ کہ یہ عجیب کام ایک اِس قسم کے انسان کے ہاتھ سے کر دکھائے۔ تا لوگ جان لیں کہ اس پیغام کا دینے والا ایک عاجز انسان نہیں بلکہ وہ قادر مطلق خدا ہے جس کے سامنے کوئی بات انہونی نہیں۔ اس سے بڑھ کر معجزہ کیا ہوتا ہے کہ وہ بات جو کسی کے وہم و گمان میں نہ آسکتی تھی ایک شخص کے دل میں ڈالی جاتی ہے۔ اور سب سے پہلے اتحاد نسل انسانی پر ان لوگوں کو قائم کیا جاتا ہے جن میں جب سے تاریخ اُن کے حالات کا کچھ تھوڑا بہت پتہ دیتی ہے۔ ایک قبیلہ دوسرے قبیلہ کے خلاف ہمیشہ برسر پیکار رہا ہے۔ گویا یہ بتانا مقصُود تھا۔ کہ جب ایسے خطرناک حالات میں اتحاد کا بیج سرسبز ہو سکتا ہے۔ تو پھر بہتر حالات کے ماتحت اس کا سرسبز ہونا کیا مشکل ہے +

یہ عجیب بات ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے حالات میں ابتدائے دعوائے نبوّت سے ہی کسی قسم کی تفریق عرب اور غیر عرب میں نظر نہیں آتی۔ بائیبل میں یہ فقرہ بار بار دُہرایا

گیا ہے۔ خداوند بنی اسرائیل کا خدا۔ مگر قرآن میں یا حدیث میں یہ لفظ کبھی نہ پاؤ گے کہ بنی اسمٰعیل کا خدا یا عربوں کا خدا۔ بلکہ جہاں پاؤ گے رب العٰلمین یعنی ساری قوموں کا خدا ہی پاؤ گے اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے دعوے کی ابتداء کے ساتھ ہی نسل انسانی کی وحدت کی بنیاد بھی رکھی گئی۔ ایسا ہی جس قدر لوگ ابتدا میں مسلمان ہوئے اُن میں عرب و غیر عرب کی کوئی تفریق نہ تھی حبشی غلام اسی طرح اسلام میں داخل کیئے جاتے تھے جیسے بڑے بڑے عرب سردار اور اسلام میں داخل ہو کر سب امتیازات اٹھ جاتے تھے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں سب یکسان تھے۔ خواہ کوئی عرب کے بڑے سرداروں میں سے ہو۔ اور خواہ ادنے سے ادنے حبشی غلام ہو۔ پس آپ کا پیغام لفظوں میں بھی اور عملاً بھی ابتدار سے ہی سب قوموں کی اصلاح کے لیئے اور قومی تفرقوں کے مٹانے کے لیئے تھا۔ اسی لیئے آپ ایک قوم کے لیئے رحمت بنکر نہیں آئے بلکہ رحمۃ للعالمین ہو کر آئے۔ یعنی ساری قوموں کے لیئے رحمت۔ اسی طرح پر آپ ایک قوم کو برائی کے نتیجہ سے ڈرانے والے نہ تھے۔ بلکہ ساری قوموں کو جیسا کہ فرمایا تبارك الذی نزل الفرقان علی عبدہ لیکون للعالمین نذیرا۔ بابرکت ہے وہ جس نے فرقان کو اپنے بندہ پر اُتارا تاکہ وہ سارے جہانوں کو ڈرانے والا ہو۔ اسی طرح پر آپ ساری قوموں کے لیئے خوش خبری بھی لائے۔ کہ جو نیکی اختیار کرے گا وہ نیک نتیجہ پائے گا۔ وما ارسلناك الا کافۃ للناس بشیرا و نذیرا۔ اور ہم نے تجھ کو سب کے سب لوگوں کے لیئے بھیجا۔ تاکہ تو اُن کو خوش خبری دینے والا اور ڈرانے والا ہو (اسباء - ۲۸)

اس طرح پر اس عالمگیر اخوت کی بنیاد رکھی گئی جو ایک دن موجودہ تفرقوں اور عداوتوں کو مٹا کر انشاء اللہ تعالےٰ کل قوموں کو اسی طرح بھائی بھائی بنا دے گی۔ جس طرح عرب کے پراگندہ قبیلوں کو کبھی ایک قوم بنا دیا تھا۔

کیا جنگ خدا تعالیٰ کی صفت رحم و محبّت کے منافی ہے؟

جنگ نے مختلف دلوں میں مختلف قسموں کے خیالات پیدا کر رکھے ہیں۔ چونکہ یہ آگ ساری دُنیا میں پھیلی ہوئی ہے۔ اِس لیئے ساری دُنیا ہی اسکے متعلق کچھ نہ کچھ خیالات رکھتی اور اُن کا اظہار کرتی ہے۔ جن لوگوں کے طبائع کا میلان مذہب کی طرف زیادہ ہے وہ کہتے ہیں مادیت کا غلبہ ہے وہ اصل وجہ ہے جو اس ساری خونریزی۔ اس انقلاب عظیم اس مصیبت اس مال و دولت کی تضیع اور ایسے انسانوں کے ضائع ہونے کا موجب ہے جو اگر زندہ رہتے تو دنیا کے لیئے بڑے بڑے کام کرسکتے تھے۔ یونیورسٹیوں کے وہ نوجوان جن کی ذہانت اور محنت کے ساتھ بڑی بڑی امیدیں وابستہ تھیں میدان جنگ میں مارے گئے۔ اعلےٰ درجہ کے قابل اور ذہین آدمی اسکی نذر ہو چکے ہیں اور ابھی یہ سلسلہ جاری ہے۔ جذبات روز بروز تیز ہوتے جارہے ہیں انسان کو جو عقل اپنی بہتری کے سامانوں کے لیئے دی گئی تھی۔ اس کا استعمال بھی اس لیئے ہو رہا ہے کہ کوئی بڑے سے بڑا ہلاکت کا آلہ ایجاد کیا جائے۔ اس لیئے مذہبی آدمی تو یہ کہکر پیچھا چھڑا لیتا ہے کہ شیطان انسان کو گمراہ کر رہا ہے۔ لیکن بہت سے آدمی ہیں بالخصوص مسیحی مذہب کے دائرہ کے اندر جو یہ سوال کرتے ہیں کہ کیا کوئی ایسی ہستی بھی موجود ہے جو سراسر محبت ہی محبّت ہے۔ جیساکہ عیسائی مذہب کی تعلیم ہے۔ پھر وہ کہتے ہیں کہ یا تو خدا محبّت نہیں اور یا وہ قادر نہیں۔ اگر وہ محبّت بھی ہوتا اور قادر بھی۔ تو ضرور اس خونریزی کو کسی نہ کسی طرح روک دیتا۔ وہ شیطان کو سمندر میں غرق کر دیتا۔ تاکہ وہ پھر لوگوں کو گمراہ نہ کرے اور ایسی خونریزی دوبارہ نہ ہو۔ یورپ میں بہت لوگ ہیں جنھوں نے خدا کے رحم پر اعتراض کرنے شروع کر دیئے ہیں۔ بوڑھے ماں باپ ہیں جن کا اکلوتا بیٹا گولی کی نذر ہو چکا ہے۔ وہ خدا کے رحم پر اعتراض کرتے ہیں۔ نوجوان لڑکیاں ہیں جن کے عاشق میدان جنگ میں کام آچکے ہیں وہ خدا کے رحم پر اعتراض کرتی ہیں۔ وفادار بیبیاں ہیں جن کے خاوند اُن کو داغِ مفارقت دے گئے ہیں اور چھوٹے چھوٹے بچوں کے کنبے پیچھے چھوڑ گئے ہیں۔ وہ خدا کے رحم پر اعتراض کرتی ہیں۔

بلجیم۔ سرویا مانٹی نیگرو پولینڈ اور فرانس کے بعض اضلاع کے باشندے سخت مصائب کا شکار ہو رہے ہیں۔ بادشاہ اپنے تخت اور تاج کھو چکے ہیں۔ کروڑ پتی اپنے کروڑ ہا روپے برباد کر چکے ہیں۔ بڑے بڑے نوابوں کے ورثا، باقی نہیں رہے۔ یہ سب خدا کے رحم پر اعتراض کرتے ہیں اس لیئے اس بات پر غور کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ آیا جنگ یا اسی قسم کی دوسری مصائب کا آنا واقعی خدا کی صفت رحم و محبت کی منافی ہے اور ان باتوں کو دیکھتے ہوئے ایک مہربان اور قادر خدا پر ایمان لانا محال ہو جاتا ہے۔ چونکہ اب لوگ اس بات کو نو مان نہیں سکتے۔ کہ خونریزی کے بھی کوئی دیوتا ہو سکتے ہیں۔ اور انسانوں کو دکھ پہنچانے والا بھی کوئی خدا ہو سکتا ہے۔ اس لیئے وہ خود خدا کی ہستی پر معترض ہو رہے ہیں۔ کیونکہ وہ ان حالات کے ہوتے ہوئے اپنی رائے میں خدا کا مہربان ہونا نہیں مان سکتے۔ یہ ایک دلیل ہے جو خدا کی ہستی کے خلاف پیش کی جاتی ہے۔ اور گو یہ دلیل کسی حقیقی نتیجہ پر نہیں پہنچاتی۔ بلکہ ایک عقیدہ کے اوپر بطور ایک اعتراض کے واقع ہوتی ہے۔ اس لیئے ہم اس پر اسی رنگ میں بحث کرنا چاہتے ہیں۔ آج خدا کے قائلوں اور علم الٰہیات کے ماہرین کے لیئے خدا کی ہستی کے سوال پر بحث کرنا بہت آسان ہو گیا ہے۔ کیونکہ سائنس والوں نے خود یہ اعتراف کر لیا ہے کہ اس عالم میں ایک ایسی چیز ہے جو غیر مخلوق ہے۔ غیر محدود ہے۔ ہمیشہ سے ہے اور کبھی نہ فنا ہونے والی ہے۔ اس سے پہلے متشککین اسی قدر دلیل خدا کے خلاف پیش کر دینا کافی سمجھا کرتے تھے۔ کہ خدا کو کس نے پیدا کیا۔ اب خود ان کے اوپر وہی سوال ہو سکتا ہے کہ مادہ کو کس نے پیدا کیا۔ خدا کی ذات کا واجب الوجود ہونا مادہ کے واجب الوجود ہونے کی نسبت زیادہ صاف امر ہے۔ جبکہ اس عالم کی پیدائش اور اس کے نظم کو دیکھا جائے تو اس کے لیئے ایک ایسی ہستی کا ماننا جس نے یہ سب کچھ پیدا کیا اور نظم کے سارے قوانین بنائے۔ آسان ہے بہ نسبت اس کے کہ یہ مانا جائے کہ مادہ نے خود بخود ہی یہ صورتیں اور یہ صفات حاصل کر لی ہیں +

اس مضمون میں صرف یہ ثابت کرنا چاہتا ہوں کہ موجودہ جنگ ہمیں مجبور نہیں کرتی۔ کہ ہم خدا کے رحم یا اس کی طاقت پر حرف رکھیں۔ مذہبی نقطۂ خیال سے موجودہ سوال کو حل کرنے کے لیئے دو باتوں کا سمجھنا ضروری ہے۔ اوّل خدا کی ذات اور صفات۔ دوسرے اس عالم کا نظم۔

خدا کی ذات اور صفات کے متعلق جس کو بدھ لوگ اعلےٰ طاقت کے نام سے جو میٹریلسٹ غیرفانی مادہ کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔ مختلف لوگوں کے مختلف خیالات ہیں۔ خدا کو اعلےٰ طاقت یا غیرفانی مادہ کہنا خدا کی ذات اور صفات کو بہت محدود اور تنگ دایرہ میں لانا ہے۔ جب ہم اس عالم کے رازوں پر غور کرتے ہیں تو ہم اس بات کو تسلیم کرنے کے لیئے مجبور ہوتے ہیں کہ طاقت اور مادہ دونو مل کر بھی اس عالم کو موجودہ شکل میں نہ لا سکتے تھے۔ جب تک کہ کوئی ذی عقل ہستی ان کو کام میں لانے والی نہ مانی جائے۔ کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ اس عالم کا نظام ایسے اعلےٰ درجہ کے قوانین اور ایسی ترتیب کے ساتھ کام کر رہا ہے کہ کوئی غیر ذی عقل ہستی خود بخود اس نظام اور ترتیب کو قایم نہیں کر سکتی صرف ایک آنکھ کی بناوٹ کو دیکھو تو معلوم ہوتا ہے کہ علم بصارت کے نہایت ہی لطیف اور اعلےٰ قوانین پر اس کی ساخت ہے۔ اس کے مختلف حصص کچھ روشنی کی شعاعوں کو ایک مرکز پر لا کر ایک تصویر سامنے قایم کر دیتے ہیں۔ اور بعض حصص پھیلی ہوئی روشنی کو روک رکھتے ہیں اور جو روشنی قبول کی جاتی ہے اس کو ایک نظام کے ماتحت لاتے ہیں۔ یقیناً یہ آنکھ بلا کسی مجوز کے خود بخود ہی لوبا نہیں بن گئی۔ پھر زندہ مخلوقات میں جو ایک طاقت یعنی قوت ارادی ہے اور انسان کے اندر جو عقل ہے یا آنکھ کے ذریعہ دیکھنے کے بعد جو ایک احساس پیدا ہوتا ہے یہ غیر مدرک مادہ کی کیفیات نہیں ہو سکتیں۔ جب ایک دوربین یا عکس لینے کا آلہ ایک تصویر کو اپنے اندر لے لیتا ہے تو اُنکو احساس کوئی نہیں ہوتا۔ وہ دیکھتے نہیں۔ حالانکہ جب آنکھ سے ہم کسی چیز کو دیکھتے ہیں۔ تو فوراً ایک خاص کیفیت اس سے ہمارے اندر پیدا ہوتی ہے۔ اگر خود خالق عالم میں احساس اور قوت ارادی نہیں تو مادہ میں یہ احساس اور قوت ارادی کہاں سے پیدا ہو گئے۔ فطرت انسانی اس روشنی کے زمانہ میں کسی ایسی طاقت یا مادہ کے سامنے سر نہیں جھکا سکتی جو خود اس سے بھی نچلے درجہ کی جس میں نہ ارادہ ہو نہ دیکھنے کی قوت نہ احساس کی طاقت۔ جب انسان عقل و ذہانت کے لحاظ سے بچپن کی حالت میں تھا تو اس وقت توہم پرستی کی طرف اس کا میلان زیادہ تھا۔ جو چیز عجیب یا طاقتور نظر آتی تھی۔ وہ اس کی قوت واہمہ پر خاص اثر ڈالتی تھی اور اُسے مرعوب کر دیتی تھی کون جانتا ہے کہ دوسرے حیوانات کی اب بھی یہی حالت ہو۔ کون جانتا ہے کہ وہ انسان کو ہی اس مخلوقات کا سردار نہ جانتے ہوں۔ کچھ وقت کے بعد انسان کو ان اشیا کے متعلق جو اس سے

گردوپیش تھیں۔ ان تو ہم پرستی کے خیالات سے نجات مل گئی۔ مگر جو چیزیں اس سے بہت بعد پر واقع تھیں ان کے متعلق اسی قسم کے خیالات باقی رہ گئے۔ اور اس طرح پر زمینی اشیاء کی پرستش سے قدم آگے بڑھا کر وہ ستارہ پرستی کے مرحلہ پر پہنچا۔ مگر اس اعتقاد نے بھی ایک زیادہ معقول عقیدہ کو جگہ دیدی۔ ستارہ پرستی کا قطعی صفایا آخری مذہب اسلام نے کیا۔ جب ستاروں کی پرستش کی بجائے یہ تعلیم دی کہ یہ ستارے اور سورج اور چاند سب انسان کے لیئے مسخر کیئے گئے ہیں*۔ اس تعلیم کا اثر کہاں تک پہنچتا ہے۔ ابتک بھی دنیا نے اس کو پورے طور پر محسوس نہیں کیا۔

بڑے بڑے یوروپین پروفیسروں کو بھی ایک قسم کا صدمہ ہوتا ہے۔ جب وہ اسلام کی اس منادی کو سنتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ انسان اس مخلوقات میں ایک بے حقیقت ذرہ سے بڑھ کر کچھ وقعت نہیں رکھتا۔ اس کی اپنی ہستی کا انحصار سورج کی گرمی پر ہے۔ پھر وہ سورج کا اپنا خدمت گذار کس طرح کہہ سکتا ہے۔ لیکن عقل انسانی اور سائینس کی تھوڑی سی اور ترقی کے ساتھ وہ اس آواز کا جو تیرہ سو سال ہوئے اسلام نے بلند کی تھی بہتر مفہوم سمجھنے لگیں گے۔ اب بھی ہم سورج سے

*۔ قرآن کے یہ الفاظ اس قابل ہیں کہ آب زر سے لکھے جائیں۔ یہ مضمون قرآن کریم نے بہت مرتبہ بیان فرمایا ہے۔ ہم ناظرین کی ذیل کی آیات کی طرف توجہ دلاتے ہیں۔ اللہ الذی خلق السمٰوٰت والارض وانزل من السماء ماء فاخرج بہ من الثمرات رزقاً لکم وسخر لکم الفلک لتجری فی البحر بامرہ وسخر لکم الانھر وسخر لکم الشمس والقمر دائبین وسخر لکم الیل والنھار (ابراہیم ۳۲-۳۳) اللہ وہ ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور بادل سے پانی اُتارا۔ پھر اُسکے ساتھ پھل نکالے۔ تمہارے لیئے رزق اور تمہارے لیئے کشتیوں کو مسخر کیا جو سمندر میں اس کے حکم کے ساتھ چلتی ہیں۔ اور تمہارے لیئے دریاؤں کو مسخر کیا۔ اور تمہارے لیئے سورج اور چاند کو مسخر کیا جو اپنے راہ چل رہے ہیں۔ اور تمہارے لیئے رات اور دن کو مسخر کیا۔ کیا لطیف ترتیب رکھی ہے۔ پہلے فرمایا کہ کشتیوں کو مسخر کیا۔ پھر دریاؤں کو پھر سورج چاند کو۔ پھر رات دن کو۔ آہیں یہ سمجھایا ہے۔ کہ جس طرح کشتی کو اپنے کام میں لاتے ہو اسی طرح ان تمام چیزوں کو اپنے کام میں لاسکتے ہو۔ حتیٰ کہ آخر رات دن پر ختم کرکے یہ سمجھایا کہ مکان کیا زمانہ کو بھی تمہارے لیئے مسخر کیا +

بہ کام لیتے ہیں کہ وہ ہمارے لیئے لذیذ پھل اور ہماری غذا کا سامان غلہ پیدا کرتا ہے۔ ایک ذہین ہندوستانی نے ایک چولہا ایجاد کیا ہے۔ جس میں وہ سُورج کی گرمی سے اپنا کھانا پکاتا ہے جب ہم اپنے ہوائی جہازوں کو زیادہ کمال کی حالت پر پُہنچا سکیں گے تو اگر ہم چاہیں تو ہر وقت سورج کے سامنے رہ سکیں گے۔ ہم بادلوں کے پردوں کو پھاڑ ڈالنے کے قابل ہو جائیں گے۔ ہم گویا سورج کو بھی اپنے اُوپر اگر چاہیں تو غروب نہ ہونے دیں گے۔ جب ہم اس کو ایک جگہ غروب کی طرف مائل پائیں گے۔ تو ہم اس کُرہ کے کسی دُوسرے ایسے مقام پر پُہنچ جائیں گے۔ جہاں سورج چڑھ رہا ہوگا اس طرح سورج ہمیشہ ہم پر اپنی روشنی ڈال سکے گا۔ گویا ہم سورج سے زیادہ طاقتور ہیں۔ وہ قوت ارادی نہیں رکھتا۔ وہ ایک مقررّہ راہ سے ادھر اُدھر نہیں ہو سکتا۔ وہ ہمارا مقابلہ نہیں کرسکتا۔ لیکن ہم اگر اس عقل کو جو خدا نے ہمیں دی ہے تکمیل کی حالت کو پُہنچائیں تو ہم اس کا مقابلہ کر سکتے ہیں۔ پس ایسی حالت میں چاہیئے کہ سورج ہماری عبادت کرے نہ یہ کہ ہم اُس کی عبادت کریں۔ انسان میں جیسے جیسے عقل کی تدریجی ترقی ہوتی گئی۔ وُہ اپنی طاقت کو محسُوس کرنے لگا جب تجربہ نے اسے سکھایا کہ وہ دُنیا پر حکومت کرسکتا ہے۔ اور دوسری طرف اُس کو اس میں بھی شُبہہ نہ رہا کہ وہ خود بالکل بیکس ہے کہ اُس نے اس دنیا کی کسی چیز کو کبھی پیدا نہیں کیا۔ بلکہ اس کی عقل بھی جس کے ذریعہ وہ مخلُوقات پر حکومت کرسکتا ہے اس کی اپنی نہیں۔ وہ ہوا جس سے وہ سانس لیتا ہے وہ خوراک جو وہ کھاتا ہے۔ وہ پانی جو وہ پیتا ہے یہ تمام چیزیں خود اُس نے اس عالم میں مہیّا نہیں کیں۔ بلکہ اُنکا مہیّا کرنے والا کوئی اور ہے۔ تو ایک طرف جب اُس نے ان بھُوتوں اور دیوتاؤں۔ کے تصرّف سے نجات حاصل کی جو اُس کے لیئے باعث خوف اور عزّت کرنے کے قابل تھے۔ دُوسری طرف اُس نے اپنا سر اس طاقتور ہستی کے سامنے جھکا دیا جو عقل کے مُطابق اور قانون کے ذریعہ سے اس مخلُوقات پر حاکم ہے۔ ہاں جو خود انسان پر بھی حاکم ہے

اب اس ہستی کی ذات اور صفات کے متعلق دوسرے مذاہب اور بالخصوص عیسائی مذہب نے اس قسم کے عقائد تجویز کیئے ہیں۔ جو نہ صرف خلاف عقل ہیں۔ بلکہ ایسے حالات میں جیسے مثلاً اب جنگ سے پیدا ہو گئے ہیں۔ طرح طرح کے شبہات خود ذات باری کی ہستی کے متعلق پیدا کرتے ہیں۔ یہودیوں کے ہاں گو اللہ تعالےٰ کی صفات حسنہ کا خیال اعلےٰ پایا جاتا ہے۔ لیکن وُہ اپنے

خدا اور قومی خدا سے بڑھ کر خیال نہیں کر سکتے۔ بلکہ اُن کے ذہن میں خدا صرف اسرائیل کا خدا ہی تھا عیسائی ایک انسان خدا کی عبادت کرتے ہیں وہ اس کی طرف جذبات منسوب کرتے ہیں اور انکا عقیدہ ہے کہ اس کا ایک بیٹا بھی ہے۔ بعض لوگ دُنیا میں اس خیال کے بھی گذرے ہیں۔ جو کہتے تھے کہ خدا کی بیٹیاں بھی ہیں۔ پھر عیسائیوں کے نزدیک خدا "محبت" ہے وہ اسکو باپ کے نام سے پکارتے ہیں۔ مگر وہ اسے ایسا باپ سمجھتے ہیں۔ کہ سوسائٹی میں ان صفات کے باپ کو پسند نہیں کیا جاتا جو وہ "خدا باپ" کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ کیونکہ وہ اسے ایسا باپ سمجھتے ہیں جو اپنے بچوں کی ہر ایک خواہش کو بغیر کسی روک ٹوک کے پورا کرتا جائے۔ جب عیسائی خدا کو "محبت" کہتے ہیں تو ان کا منشاء یہ خیال ظاہر کرنے کا ہوتا ہے کہ وہ ایسا محبت کرنیوالا ہے۔ کہ اُس کی محبت نے یہ تقاضا کیا کہ اپنے بیٹے کو قربان کردے مگر یہ پسند نہ کیا کہ انسان ان بدیوں کے بدنتائج کو پائیں جن کا وہ ارتکاب کرتے ہیں۔ اِس اعتقاد کی وجہ سے اُن کو یہ مصیبت پیش آتی ہے۔ کہ جب وہ دیکھتے ہیں کہ ہزاروں آدمی ایک دوسرے کو ذبح کر رہے ہیں۔ گھروں کے گھر اور ملکوں کے ملک ویران اور بے آباد ہوئے جا رہے ہیں تو وہ کہہ اُٹھتے ہیں کہ خدا محبت کرنیوالا نہیں۔ اور یہ اعتراض جو اُن کے دلوں میں پیدا ہوتا ہے ان کے عقاید کے رُو سے درست ہی کیونکہ جب اُن کا مذہب اُن کو یہ سکھاتا ہے کہ خدا ایسا محبت کرنے والا ہے کہ اُس نے خود اپنی ذات پر دُکھ برداشت کرنے کو اس بات پر ترجیح دی کہ انسانوں کو کسی قسم کا دکھ پہنچے۔ تو وہ کہتے ہیں کہ اب خدا اس محبت کا اظہار کیوں نہیں کرتا۔ اب تو اس کو یہ ضرورت بھی نہیں۔ کہ اپنے اوپر کوئی دُکھ اور مصیبت لے۔ وہ اپنی طاقت سے کام لے کر ساری خونریزی اور تباہی کا ایک آن میں فیصلہ کر سکتا ہے۔ پھر وہ کیوں اپنی طاقت کو نہیں برتتا یا واقعی اُس میں محبت نہیں اور یا اُسے طاقت نہیں کہ اِس خونریزی کا خاتمہ کرے۔

اس قسم کے تمام غلط خیالات کا ازالہ اسلام نے اس طرح کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی صفات کا صحیح نقشہ انسان کے سامنے پیش کیا ہے۔ اِس قسم کی تمام باتوں کو خدا کی ذات پاک کیطرف منسوب کرنے سے انکار کیا ہے جن سے خدا کی عظمت و جلال میں نقص نظر آئے۔ تکان کا محسوس کرنا یا آرام چاہنا۔ دُکھ کا برداشت کرنا وہ جذبات جو انسان کے سلسلہ توالد و تناسل میں کام

کرتے ہیں یعنی خدا کی طرف بیٹے یا بیٹی کا منسوب کرنا یا اور انسانی جذبات کا اس میں پایا جانا۔ ان سب باتوں کا انکار کیا ہے۔ خدا کی صفات کے متعلق اسلام کی تعلیم کا بنیادی پتھر لیس کمثلہ شیٔ ہے۔ جس کے یہ معنے ہیں کہ اس کی مثل جیسی بھی کوئی چیز نہیں گویا وہ تمام خیالات اور جذبات انسانی سے اس قدر اعلےٰ اور ارفع ہستی ہے کہ دنیا کی کوئی چیز نہ صرف اس جیسی ہی نہیں بلکہ اس کی مثل جیسی بھی نہیں۔ اس لیئے جب ہم کہتے ہیں کہ خدا سُنتا ہے دیکھتا ہے علم رکھتا ہے ارادہ رکھتا ہے۔ محبّت کرتا ہے تو ہمارا یہ مطلب نہیں ہوتا کہ اس کے بھی ہماری مثل حواس ہیں جن سے اُس کو یہ چیزیں حاصل ہوتی ہیں۔ جب ہم کہتے ہیں کہ وہ حیؔ یعنی زندہ ہے تو ہمارا یہ مطلب نہیں ہوتا۔ کہ وہ ہماری طرح سانس لیتا ہے یا ہماری طرح ہوا کا محتاج ہے یا کہ اُس کا کوئی دل ہے جو حرکت کرتا ہے یا اُس کے اندر دورانِ خون ہوتا ہے۔ پس جب کوئی شے اس کی مثل جیسی بھی نہیں تو تمام صفات جو ہم اس کی طرف منسوب کرتے ہیں وہ اپنا ایک خاص مفہوم رکھتی ہیں۔ اگر ہم اس کو باپ کہیں تو محض ان معنوں میں کہہ سکتے ہیں کہ وہ ہمارا خالق ہے اُسی نے ہم کو وجود بخشا اور ہمیں ہستی میں لایا۔ لیکن ہمارا یہ مطلب ہرگز نہیں ہو سکتا کہ ہم یا کوئی اور سچ مچ اس کا بیٹا ہے۔ جب ہم کہتے ہیں کہ وہ محبت کرتا ہے تو اس کے یہ معنے نہیں ہوتے۔ کہ وہ سچ مچ ہم پر فریفتہ ہو رہا ہے۔ یا کہ وہ ہماری خاطر اپنے اوپر دُکھ اور تکلیف اٹھانے کے لیئے تیار ہے۔ اسلام میں خدا تعالےٰ کے اسمائے حسنےٰ میں سے ایک صفاتی نام ایسا خوبصورت ہے کہ دوسری کسی زبان میں کوئی ایک لفظ اِس مفہوم کو ادا کرنے والا موجود نہیں۔ اِس نام کا مفہوم "محبّت" سے بہت بڑھ کر ہے۔ اسلام خدا کو الرحمٰن کہتا ہے۔ جس کے معنے یہ ہیں کہ خدا کی محبّت اور رحم اس قدر وسیع ہے کہ اُس نے اپنی مخلوق کے لیئے قبل اس کے کہ وہ مخلوق عالم ہستی میں آئے۔ ہر قسم کی ضروریات کو پہلے سے ہی مہیّا کر دیا۔ اگر یہ ممکن ہوتا تو بہتر تھا۔ کہ اللہ تعالےٰ کے سارے نام امتیازی ہوتے جیسا کہ عربی زبان میں دو نام اللہ اور رحمٰن ہیں کہ وہ کسی دُوسرے پر بولے نہیں جاتے +

لیکن انسان کی قوت بیانی محدود ہے۔ اِس لیئے وہ مجبوراً وہی لفظ خدا کی صفات کے اظہار کے لیئے بولتا ہے جن کا استعمال وہ اپنی صفات کے لیئے کرتا ہے۔ خدا کی ذات اور صفات

کے متعلق اسلام کی تعلیم کا خلاصہ یہ ہے کہ بہتر سے بہتر اور اعلےٰ سے اعلےٰ صفات جو انسان قیاس میں لا سکتا ہے۔ وہ خدا میں پائی جاتی ہیں۔ چنانچہ اس خیال کا اظہار قرآن کریم میں ان الفاظ کیا گیا ہے۔ لہ الاسماء الحسنیٰ۔ یعنی اس کے وہ اسماء ہیں جن کے اندر اعلےٰ سے اعلےٰ حسن موجود ہے وہ رحیم یا رحم کرنے والا۔ ودود یا محبت کرنے والا۔ رؤف یا مہربانی کرنے والا بھی ہے۔ مگر وہ حکیم اور قدیر بھی ہے۔ اور وہ انصاف بھی فرماتا ہے۔ اس لیئے اگر ہم اس کی صفات کے تقاضا کی وجہ سے یہ چاہتے ہیں۔ کہ وہ ہمارے اوپر محبت کا اظہار کرے تو ساتھ ہی یہ بھی سمجھ لیتے ہیں کہ صفت رحمیت کا اظہار کسی دوسری صفتِ الہٰی کو باطل کر کے نہیں ہو سکتا یا محبّت اس کے انصاف اس کی حکمت اس کی طاقت کے خلاف نہیں ہو گی۔ اگر ہم اس کے قوانین پر عمل نہیں کرتے تو اس خلاف ورزی کی سزا بھی اس کے صفات کے تقاضا میں سے ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ایک مسلمان جب دُعاء کرتا ہے تو وہ یہ دُعاء کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے یہ طاقت دے کہ وہ سیدھی راہ پر چلے۔ اور اُس کو یہ سمجھ حاصل ہو کہ وُہ غلط راہ سے بچ سکے۔ اس عالم میں جو چیز قانون کو توڑتی ہے وہ خلاف ورزی قانون کی سزا بھی ضرور پاتی ہے اور بسا اوقات وہ سزا اسی مالک کی پوری طاقت کے ساتھ انسان کے سر پر آ رہتی ہے۔ اس لیئے خدا کی صفات میں سے یہ بھی ہے کہ وُہ قہار ہے اور یہ بھی کہ وہ جبّار ہے لیکن ان صفات کے متعلق یہ بھی یاد رکھنا ضروری ہے کہ بعض صفات ایسی ہیں کہ انسان کے اندر جب ان کا ہونا بیان کیا جاتا ہے تو وُہ اچھّی معلوم نہیں ہوتیں۔ لیکن خدا میں انہی صفات کا بیان کیا جانا ایک خوبی رکھتا ہے۔ انسان ہو یا کوئی دوسری مخلوق۔ خدا کے رحم پر اِسکا حق بطور دعوے قائم نہیں۔ ہم عالم ہستی میں آنے میں کسی قسم کا اختیار نہیں رکھتے۔ خدا نے ہر چیز اپنے ارادہ سے اپنی مرضی کے مطابق پیدا کی نہ ایک چیونٹی کو یہ حق ہے کہ وُہ سوال کرے کہ اُسے ہاتھی کیوں نہیں بنایا گیا اور نہ ہی ایک معمولی بندر کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ یہ کہے کہ مجھے اِس کمال کی صورت تک کیوں نہیں پہنچایا گیا۔ جہاں تک ڈاروں کے خیال کے مطابق ایک دوسری قسم کا بندر پہنچ چکا ہے۔ یا خالق یا رب کا ارادہ ہے کہ ایک مخلوق اس کی بندر ہونے کی حالت تک پہنچی ہے اور دُوسرے اُس کی ربوبیت کے ماتحت انسان کی حالت

تک پہنچی ہوئی ہے۔ اسی طرح پر جب ایک چیز اپنے مادی وجود کو کھو دیتی ہے یا بالفاظ دیگر جب موت اس پر وارد ہو جاتی ہے تو اس سے خدا کے رحم پر کوئی اعتراض نہیں ہوتا۔ جب ایک باغبان ان پودوں کو جو اُس نے خود لگائے تھے جڑ سے اکھیڑ پھینکتا ہے یا کاٹ ڈالتا ہے تو اس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ وہ اب ان کا کوئی فائدہ نہیں دیکھتا یا اُسے معلوم ہو جاتا ہے کہ جس غرض کے لیئے اس نے انھیں لگایا تھا اُس غرض کو اُنھوں نے پورا نہیں کیا۔ اس لیئے اِس عالم کا خالق اور بنانے والا خوب جانتا ہے کہ کون انسان یا کون قوم اس قابل ہے کہ اسے بڑھایا جائے اور اس کی تربیت کی جائے۔ اور کون اس لائق ہے کہ اُسے دنیا سے مٹایا جائے یا کم کیا جائے۔ جس شخص کو یا جن لوگوں کو دُنیا سے نابود کیا جاتا ہے اُن کا یہ حق نہیں کہ وہ شکایت کریں کہ ہماری زندگیوں کو لمبا کیوں نہیں کیا جاتا۔ ٹھیک جیسا کہ ان پودوں کو جن کو ایک باغبان کاٹ ڈالتا ہے۔ یہ حق حاصل نہیں کہ وہ شکایت کریں کہ انھیں کیوں کاٹا جاتا ہے۔ بعض وقت باغبان بعض پودوں کو اِس لیئے نکال دیتا ہے۔ تاکہ باغ کی حالت بحیثیت مجموعی بہتر ہو جائے۔ اِسی طرح پر خدا تعالےٰ بعض وقت ایک قوم کو اس لیئے تباہ کرتا ہے کہ تا عام دُنیا کی حالت بہتر ہو جائے۔ بظاہر یہ فعل ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس کو ظالمانہ خیال کیا جا سکتا ہے۔ لیکن حقیقتًا وہ رحم اور محبّت کا تقاضا ہوتا ہے۔

اب دوسرے سوال کو تو یعنی اس عالم مخلوقات کے نظم کو۔ سائینس دان اور علم الٰہیات کے ماہر دونوں یہ یقین رکھتے ہیں کہ یہ نظم مقررہ اصوُل پر ہے۔ خواہ وہ مختلف چیزیں جن کا وجود ہم دُنیا میں دیکھتے ہیں علیحدہ علیحدہ پیدا کی گئی ہیں اور خواہ وہ ایک ہی حالت سے ترقی کر کے مختلف مدارج کمال پر پہنچ کر مختلف ہو گئی ہیں۔ اس میں کسی کو شک نہیں کہ اس عالم کا نظم ان قوانین معینہ پر ہے جو ایک بال بھر بھی ادھر اُدھر نہیں ہو سکتے۔ ایک حکیم خالق اور موجد نے نہ صرف اس عالم کو اعلےٰ درجہ کے اصولوں کے مطابق ایجاد اور خلق کیا ہے۔ بلکہ وُہ اس پر حکومت بھی حکمت اور قانون کے ساتھ کرتا ہے۔ ہم کو ہر صورت میں وہ قانون جو کام کر رہا ہے سمجھ آئے یا نہ آئے۔ مگر اس میں کچھ شک نہیں کہ تمام واقعات جن کا ظہور اس عالم میں ہو رہا ہے کسی قانون سے وابستہ ہیں ✲

وہ کاریگر جو ایک ایسی کل بنائے جس کا آج ایک پرزہ درست کرنے کی ضرورت ہے تو کل دوسرا اسے کوئی کاریگر نہیں کہتا۔ پس بصیر و قدیر صانع عالم نے اس عالم کی خلق اور ایجاد میں اس قسم کے نقص باقی نہیں چھوڑے۔ کہ آئے دن اس کے پرزوں کو درست کرنے کی ضرورت پیش آتی رہے۔ جو کچھ طاقت اس عالم کے کسی جزو میں ہے۔ جو کچھ تدریجی ترقی اور کمال یہ حاصل کرسکتا ہے ان سب کو اس نے مدِنظر رکھا ہے۔ پس سورج گردش کرتا ہے۔ چاند ایک خاص راہ پر چلتا ہے زمین گھومتی ہے۔ گرمی کے ذریعہ سے سبزیوں کی تقسیم اور اُن کا پیدا کرنا عمل میں لایا جاتا ہے۔ سبزیاں اور گھاس بھیڑوں کے لیئے چارہ مہیا کرتی ہیں۔ بھیڑ خود اِنسان کے جسم کو نشو و نما دینے میں کام آتی ہے۔ صناع عالم نے اس تمام نظم میں کوئی ایسا نقص باقی نہیں چھوڑا جو اس کو خود پھر بار بار مداخلت کی ضرورت پیش آتی رہے۔ کیونکہ اس کی قوت ایجاد و خلق نہایت درجہ کی کامل ہے۔ اِس لیئے وہ قوانین اور اصُول جن پر اس سارے عالم کا دارومدار ہے خدا کو یہ ضرورت نہیں کہ موسموں کے تغیّر و تبدل کا اِنتظام کرتا رہا کرے۔ اُس نے زمین کو سورج کے سامنے ایک خاص حالت میں رکھا ہے۔ جس سے ہمارے موسموں کا تغیر و تبدّل پیدا ہوتا رہتا ہے۔ ہر چیز ایک مقررہ قانون پر کام کرتی ہے۔ خدا کے سوا کوئی دوسری ہستی ان قوانین کو روک نہیں سکتی انسان بھی اسی طرح ان کے ماتحت ہے جس طرح دُوسری مخلوقات* +

---

* قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے اپنے ان قوانین کی طرف جن کے ماتحت نظام عالم کام کر رہا ہے بار بار توجہ دلائی ہے۔ اور سورۂ ملک کی ابتدا میں نہایت وضاحت سے اس بات کو بیان فرمایا ہے ما تریٰ فی خلق الرحمٰن من تفٰوت فارجع البصر ھل تریٰ من فطور یعنی رحمٰن کی مخلوقات میں جو قوانین کام کر رہے ہیں ان میں کسی قسم کا فرق نہیں۔ جتنا زیادہ غور انسان کرے گا۔ اُسی قدر زیادہ صفائی سے اس بات کو دیکھ لے گا کہ اس کے قوانین میں کون نقص ایسا نہیں کہ ایک جگہ قانون کام کر رہا ہو۔ تفاوت کے نہ ہونے سے مطلب یہ ہے کہ ایک ہی رنگ کے قوانین کام میں لگے ہوئے ہیں۔ گویا درحقیقت ایک ہی قانون سارے عالم میں کام کر رہا ہے اور فطور کے نہ ہونے سے منشاء یہ ہے کہ قوانین کے عمل میں کوئی اختلال واقع نہیں ہوتا۔ کہ بعض جگہ تو قانون عمل کر کے ایک نتیجہ پر پہنچا دے اور بعینہٖ انہی حالات کے ماتحت دوسری جگہ عمل کر کے اس نتیجہ پر نہ پہنچائے۔ اس لیئے یہاں بار بار زور دیا ہے کہ پھر دیکھو اور پھر غور کرو۔ کیونکہ قانون کے عمل کو دیکھنے کے لیئے بہت غور اور وسیع نظر درکار ہے +

انسان اس وسیع مخلوقات کے اندر کیا حیثیت رکھتا ہے وہ ایک تل کے برابر ہے بلکہ اتنا بھی نہیں پھر انسان کو کیا حق ہے کہ اگر کسی وقت دنیا اس کے منشاء کے مطابق نہ چل رہی ہو تو وہ شکایت کرے۔ ڈریپر نے خوب کہا ہے۔

"مگر اس طرح اصولی قوانین تک پہنچ جانے میں اور اس عالم کے نظام میں اُن کے ناقابل تبدیل محیط اور سب سے فائق ہونے کو مان لینے میں انسان کے آزادئ فعل کو کچھ نقصان نہیں پہنچتا۔ تمام چیزوں کی ظاہری صورت کا اظہار اس نقطۂ خیال میں ہے جس سے ہم اُن کو دیکھتے ہیں۔ جو شخص ایک کھچا کھچ بھرے ہوئے شہر کے اشتغال میں منہمک ہے۔ وہ سوائے انسانوں کی مخلوق کے اور کچھ نہیں دیکھتا۔ اور اگر اُس نے اپنے ہی تجربہ سے رائے لگائی ہو تو وہ اس نتیجہ پر پہنچے گا کہ تمام عالم کے رخ کا انحصار انسان کی مرضی پر ہے جو کبھی ایک پہلو بدلتی ہے اور کبھی دوسرا۔ لیکن جو شخص ذرا بلندی کے مقام سے نظر ڈالے گا۔ روزمرہ کے جھگڑے اس کی آنکھوں کے سامنے نہیں آئیں گے اور نہ انسانوں کے باہمی مباحثات اس کے کانوں تک پہنچیں گے وہ دیکھ لیگا کہ جوں جوں وہ اوپر چڑھتا جاتا ہے اور اس طرح اس کی آنکھ کے نیچے کا منظر وسیع ہوتا جاتا ہے ساتھ ہی انسان کے انفرادی کاموں کی وقعت کم ہوتی جاتی ہے۔ اور اگر وہ صحیح فلسفیانہ یعنی عام نقطۂ خیال پر پہنچ جائے اور اپنے آپ کو سارے زمینی اثروں اور پیچیدگیوں سے الگ کرے اور اس قدر بلند ہو جائے کہ اس سارے کرۂ زمینی پر بحیثیت مجموعی ایک نظر ڈال سکے تو اس کی تیز سے تیز نگاہ بھی انسان اور اس کی آزادی خیال اور اس کے افعال کا اثر نہ دیکھ سکے گی۔ زمین کی اس تیز رفتاری میں جسے کوئی چیز روک نہیں سکتی اُس کی شب و روز کی تکلیف بات کی باقاعدگی میں اس کے براعظموں اور سمندروں کی خوبصورتی میں جسے ہر نگاہ پہچان سکتی ہے اور جن میں اب کسی قسم کی تاریکی نہیں بلکہ روشن سیاروں کی طرح چمک رہے ہیں۔ وہ اپنے آپ سے یہ سوال کرے گا کہ ان تمام تمناؤں اُمیدوں اور تفکرات کا۔ اور زندگی کی راحت و غم کا کیا حشر ہوا؟ جیسا کہ وہ کام جن کا انحصار انسان کی مرضی پر ہے اُس کی آنکھوں کے سامنے سے غائب ہونے جائیں گے اور وہ امور اس کی آنکھوں کے سامنے ظاہر ہوتے جائینگے جن پر انسان کا تصرف نہیں اور ہر لحظہ زیادہ روشنی پیدا ہوتی جائے گی۔ وہ خود اپنے ہی

تجربہ کی صحت پر شک کرنے لگے گا اور اس کے دل میں یہ سوال اُٹھے گا کہ یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ وُہ مقام جو اس قدر لازوال شان و شوکت کی جگہ ہے۔ وہیں اس قدر انسانی بے ثباتیاں بھی موجود ہیں اور یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ ایک حرکت کرنے والے عالم کے وسیع طاقتور اور لاتبدیل طریق میں کچھ انسانی کمزوری اور ناتوانی بھی چھپی ہوئی اپنا کام کر رہی ہے۔ غور کرو کہ صرف نقطۂ خیال تبدیل ہُوا ہے۔ مگر اس سے کس قدر انقلاب ہمارے خیال میں پیدا ہو گیا ہے۔ ایک ہندو فلاسفر نے سچ کہا ہے کہ جو شخص دریا کے کنارے کھڑا اس کے بہاؤ کے منظر کو دیکھ رہا ہے وہ اس کی تمام لہروں کو یکے بعد دیگرے آگے گذرتے ہوئے دیکھتا ہے۔ لیکن جو شخص ایک مرتفع مکان سے اس نظارہ کو دیکھے گا اُسے وسیع میدانوں کے اندر صرف ایک بے حرکت سفید چمکتا ہُوا دھاگا نظر آئے گا۔ ایک کی نظر میں انسان کا وہ بڑھتا ہُوا علم اور تجربہ ہے جو کہ رفتار زمانہ سے پیدا ہو رہا ہے۔ دوسرے کی نظر میں خدا کا فوری اور اجتماعی عِلم ہے"+

اب جب ہم نے خدا کی ذات و صفات کا اور اس عالم میں واقعات کے کام کرنے کا کچھ علم حاصل کر لیا ہے۔ تو ہم بہ آسانی سے سمجھ سکتے ہیں کہ کیا یہ جنگ یا اس قسم کے دُوسرے وسیع مصائب انسانی سے خدا کی ہستی یا خدا کے رحم پر کوئی شُبہ پیدا ہو سکتا ہے۔ ہم دیکھ چکے ہیں کہ جس قسم کا خدا عیسائی مذہب پیش کرتا ہے۔ جس کو وہ باپ کہتے اور صرف محبّت ہی محبّت بتاتے ہیں وہ عقیدہ واقعات کے رُو کے سامنے قائم نہیں رہ سکتا۔ ہم یہ بھی جانتے ہیں۔ کہ انسان کو یہ کہنے کا کوئی حق حاصل نہیں کہ واقعات عالم کے اختیار صرف اسی کی بہتری کیلئے ہونی چاہیئے یا اس کا انحصار اس کی مرضی پر ہونا چاہیئے۔ لیکن ساتھ ہی اس کے ہم یہ بھی دیکھتے ہیں کہ خدا نے محض اپنے رحم سے انسان کو چُن لیا کہ وہ اسے اشرف المخلوقات بنائے۔ یہاں تک کہ وُہ سورج جیسی عظیم الشان چیز کو بھی اپنے کام میں لا سکے اور اپنے مطلب کے موافق اس سے کام لے سکے۔ ایک بہت ہی حقیر سی ہستی کو اُس نے محض اپنے رحم سے زمین پر اپنا خلیفہ بنایا۔ یقیناً انسان کو اس مرتبہ تک پہنچنے میں خود کوئی اختیار نہ تھا۔ اور نہ اپنی مرضی سے یہ مقام اُس کو حاصل ہُوا۔ بلکہ محض خدا کے رحم نے اس کو اس مقام تک پہنچایا

جو دماغی اور ذہنی قوائے انسان کو دیئے گئے نہ وہ ہاتھی کو دیئے گئے اور نہ کسی دوسری بڑی سے بڑی زمینی مخلوق کو۔ یہ انسان کے جسم کا بنیادی چھوٹا سا قالب ہے جس میں اس قدر طاقت رکھ دی گئی ہے کہ وہ آہستہ اور باقاعدہ خاص اصول کے اوپر چل کر ترقی کرتا کرتا ایک ایسے مکمل انسان کی صورت اختیار کرے جو بلند پروازی کرتا ہوا آسمان تک بھی پہنچ سکے۔ اس کے علاوہ اس دُنیا کے نظام حیات حیوانی میں ہم کیا دیکھتے ہیں۔ یہ کہ زندگی کے لیئے ایک مسلسل جدوجہد جاری ہے ایک مخلوق کی موت پر دوسرے کی زندگی کا انحصار ہے۔ جب ہم گوشت کھاتے ہیں یا گوبھی کھاتے ہیں ہم یقیناً ایک زندگی کو مٹاتے ہیں۔ کیا ایک بھیڑ جب ہم اسے اپنے کھانے کے لیئے ذبح کرتے ہیں۔ خدا کے رحم کے خلاف اعتراض نہیں کر سکتی کہ اُس نے ہمیں کیوں اس کے مارنے کی اجازت دی ہے؟ کیا ایک سبز گھاس کا پودہ اسی طرح پر اعتراض نہیں کر سکتا کہ کیوں اُس نے بھیڑ کو اسے کھا جانے کی اجازت دی ہے؟ اگر ایک بھیڑ یا ایک گھاس کا تنکا اعتراض نہیں کر سکتا تو ہم کیونکر اعتراض کر سکتے ہیں۔ اگر ہم میں سے ایک دوسرے کو مار ڈالتا ہے یا ایک شیر ہم کو ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالتا ہے +

میری رائے میں تو یہ اصول کہ ایک کی موت سے دوسرے کی زندگی بنتی ہے۔ ہمارے دل پر خدا کے رحم کا گہرا اثر ڈالتا ہے۔ یہ اس تمام مخلوقات کو جس میں زندگی ہے اور جس میں ہم بھی شامل ہیں یہ بتاتا ہے کہ ہماری زندگی نہ اپنی کوشش سے بلکہ محض خدا کے فضل سے ہے۔ انسان کی مثال کو لو۔ باوجود اپنے ذہنی قوائے کے باوجود اپنی طبی ایجادات کے وہ زمینی مخلوقات میں سے سب سے لمبی عمر والا نہیں ہے۔ پھر وہ ایک لمحہ کے لیئے بھی اپنی زندگی کا یقین کامل نہیں رکھ سکتا۔ ایران کی اس قابل عزت شاعر شیخ سعدیؒ نے کیا خوب کہا ہے کہ انسان کو چاہیئے کہ جب وہ سانس لے خدا کا دو دفعہ شکریہ ادا کرے۔ کیونکہ جب وہ اپنے سانس سے ہوا خارج کرتا ہے تو وہ ایک ایسی زہر باہر نکال پھینکتا ہے۔ جو اگر نہ نکالی جاتی تو اسے ہلاک کر دیتی اور جب وہ سانس کے ذریعہ سے ہوا اندر لیجاتا ہے۔ تو زندگی بخش آکسیجن لے جاتا ہے۔ غور کرو کہ کس طرح تمہاری زندگی کا ہر لمحہ ہلاکت کو پہنچانے والے واقعات کے امکان سے پُر ہے تو پھر تم کو سمجھ آئے گا۔ کہ ہم صرف خدا کے رحم سے ہی

زندگی بسر کر رہے ہیں +

اللہ تعالیٰ نے تم کو ایک حد تک آزادی فعل بھی دی ہے۔ تم اپنی قسمت کو اچھا یا بُرا بنا سکتے ہو۔ خدا کی کتاب ارشاد الٰہی ہمیں یوں پہنچاتی ہے۔ وکل انسان الزمنٰه طائره فی عنقه ونخرج له یوم القیمة کتابا یلقاه منشورا ۝ اقرأ کتابك کفی بنفسك الیوم علیك حسیبا ۝ من اهتدی فانما یهتدی لنفسه ومن ضل فانما یضل علیها ولا تزر وازرة وزر اخری وما کنا معذبین حتی نبعث رسولا (بنی اسرائیل ۱۳-۱۵)

اور ہر ایک انسان کے عمل نامہ کو ہم نے اُس کی گردن کے ساتھ لگا دیا ہے۔ اور قیامت کے دن ہم اس کے لیئے ایک ایسی کتاب اعمال لائیں گے جس کو وہ کھلی ہوئی پائے گا۔ اپنی کتاب کو پڑھو۔ آج تیرا اپنا نفس ہی تیرے محاسبے کے لیئے کافی ہے۔ جو شخص سیدھی راہ پر چلتا ہے وہ اپنی جان کی بھلائی کے لیئے ہی سیدھی راہ پر چلتا ہے اور جو شخص گمراہی اختیار کرتا ہے اُسکا وبال بھی اس کی اپنی جان پر ہی ہوگا۔ اور کوئی بوجھ اُٹھانے والا دُوسرے کا بوجھ نہیں اُٹھائے گا۔ اور ہم کبھی سزا نہیں دیتے جب تک کہ پہلے رسُول مبعوث نہ کرلیں +

اگر ہم ایک دوسرے کو مارنے کی ہی ٹھان لیں اور سرسبز ملکوں کو تباہ کرنے پر تُل جائیں تو اس کے لیئے خدا کو الزام کیوں دیا جائے۔ خدا نے یہ زمین اس قدر وسیع بنائی ہے کہ سب انسان آرام سے اس پر گذارہ کرسکتے ہیں۔ اگر اُن کا منشا و آرام سے رہنے کا ہو اور اگر انسان کے لالچ اور طمع کی کوئی حد بندی ہو۔ اگر ہم ایسا نہیں کرتے تو ہم اس کے احکام کی خلاف ورزی کرتے ہیں اور ضرور ہے کہ اس کی سزا پائیں۔ خدا تو اپنی سب مخلوق پر یکساں مہربان اور رحم کرنے والا ہے لیکن جو شخص دوسرے کو نقصان پہنچانے کا ارادہ کرتا ہے وہ ضرور ہے کہ اُس کی سزا پائے۔ اس صُورت میں یہ سزا بھی خدا کے رحم کا نتیجہ ہوتی ہے۔ موجودہ جنگ جس نے ساری دنیا میں آگ لگا دی ہے وہ خود کسی بات کا نتیجہ ہے؟ انسانوں کے اپنے جذبات اور اعمال کا نہ کسی اور چیز کا۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ کوئی مصیبت انسان پر نہیں آتی۔ مگر کسی نہ کسی رنگ میں اس کے اپنے ہاتھ ہی اس کو پیدا کرتے ہیں۔ اس سے خدا کے رحم اور محبّت پر کوئی اعتراض وارد نہیں ہوتا۔ وہ رحیم اور مہربان ہے۔ وہ

بدی کو پسند نہیں کرتا۔ بدی صرف ان طاقتوں اور قوتوں کے بُرے استعمال کا نام ہے جو ہمکو دی گئی ہیں۔ خدا یہ چاہتا ہے کہ سب انسان بھائی بھائی بن کر رہیں۔ ایک دُوسرے کے خیرخواہ اور ہمدرد بنے رہیں۔ اس نے ہم کو قوائے عقلی اور ذہنی اس لیئے دیئے تھے کہ ان کو ہم ایکدوسرے کی ہمدردی کے لیئے کام میں لائیں۔ لیکن انسان انہی قوائے کو اپنے ہی بنی نوع کی بربادی کیلیئے استعمال کرتا ہے۔ اور اس طرح خود اپنی جان پر ظلم کرتا ہے۔ وُہ یہ نہیں چاہتا کہ دُوسرے بھی آرام سے رہیں بلکہ اپنی طاقت کا سب کو وسیع کرنا چاہتا ہے۔ اس کشمکش میں اس جدوجہد میں ضروری ہے کہ انسانوں پر تباہی بھی آئے۔ یہ تباہی بھی اس لیئے نہیں کہ خدا تعالےٰ انتقام لینا چاہتا ہو بلکہ اس لیئے کہ بدی اور ظلم دُنیا سے مٹ جائیں ....

یقیناً اللہ قادر مطلق ہے۔ جب ہم اپنے لیئے آزادی فعل کے اختیارات چاہتے ہیں تو ہم یہ کس طرح انکار کر سکتے ہیں کہ خدا کو پوری قدرت حاصل ہے۔ وہ اگر چاہے تو اس مخلوقات کی ساری ہیئت کو بدل دے۔ وہ اگر چاہے تو ایک لمحہ میں ساری تباہی اور بربادی کو جو سوقت دُنیا پر ہو رہی ہے روک دے۔ لیکن وہ ایسا کیوں کرے۔ وُہ جانتا ہے کہ ہماری آزادی فعل پہلے بھی بہت سی حدبندیوں کے ماتحت کام کر رہی ہے۔ کیا پھر وُہ اسے بالکل ہی اڑا دے۔ کیا ہم اسے پسند کر سکتے ہیں۔ کیا ہم میں سے کوئی ہے جو یہ چاہتا ہے کہ اپنی طاقت اور قوت کو اچھی یا بُری جگہ لگانے کا جو اختیار حاصل ہے وہ اس سے چھین لیا جائے۔ کیا خدا کی اس سب سے بڑی نعمت کو ہم کھو دینا پسند کرتے ہیں۔ یہ ہماری آزادی فعل کا ہی نتیجہ ہے کہ ساری مخلوق پر ہم حکمرانی کر رہے ہیں اور موجودات کو اپنے کام میں لا رہے ہیں۔ اس لیئے اگر ہم سے یہی چھین لی جائے تو کون کہے گا کہ یہ خدا کے رحم کا ظہور ہے۔ میں اپنے لیئے کہہ سکتا ہوں کہ میں اس بات کو ترجیح دیتا ہوں کہ مجھے آزادی فعل حاصل رہے۔ خواہ کبھی کبھی اس کے غلط استعمال کے لیئے مجھے اس کی سزا بھی اُٹھانی پڑے بہ نسبت اس کے کہ مجھ سے یہ چھین لی جائے۔ اور مجھے یہ کہا جائے کہ اب تمکو کسی کام کے کرنے یا نہ کرنے کی سزا نہیں دیجائے گی۔ ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے ہمیں سکھایا ہے کہ ہم کو جو سزا ملتی ہے وہ بھی خدا کے رحم کا ہی نتیجہ ہے۔ جب آپ بستر مرگ پر تھے تو آپ نے فرمایا۔ اس کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد (صلعم) کی جان ہے کسی مومن پر کوئی مصیبت یا

بیماری نہیں آتی۔ مگر یہ کہ اس سے اس کے گناہ اس طرح جھڑتے ہیں جیسے خزاں میں درختوں کے پتے +

خود اس جنگ کے متعلق بھی ہم سمجھ سکتے ہیں کہ یہ نری مصیبت ہی مصیبت نہیں۔ ایک انگریز نے کہا ہے کہ ان جزائر یعنی برطانیہ کلاں میں کوئی عورت یا مرد ایسا نہیں جو اس جنگ کی وجہ سے اپنے اندر ایک اچھی تبدیلی نہیں پاتا۔ اس کا خیال ہے کہ ساری آبادی اس آگ کی وجہ سے ہر قسم کی آلائش سے صاف ہو کر نکلے گی +

....

خدا کرے کہ ایسا ہی ہو۔ اس ہولناک مصیبت کے بعد خدا کے رحم سے ایسا ہو کہ یورپ پہلے سے اچھی حالت میں نکلے اور دوسرے لوگ بھی اس سے سبق حاصل کریں۔ خدا کرے کہ آئندہ تہذیب کی بنیاد مادیت پر نہ ہو بلکہ مذہبی اور اخلاقی اصول پر ہو تاکہ وہ مضبوط عہدنامے جو قوموں اور قوموں کے درمیان یا حاکم و محکوم کے درمیان ہوتے ہیں۔ آئندہ اُن کی عزت کی جائے۔ ایسا ہو کہ آئندہ کمزور قومیں محض اپنی کمزوری کی وجہ سے طاقتور قوموں کے پاؤں تلے نہ روندے جائیں۔ کہ ایک کی دولت اور زمین پر دُوسرے کے دندان طمع تیز نہ ہوں .... کہ ایک عام اخوت ایک انسان اور دوسرے انسان میں۔ ایک قوم اور دُوسری قوم میں قایم ہو جائے۔ جو اگر جنگ کو ہمیشہ کے لیئے ختم نہ کر دے تو کم از کم آئندہ اس میں اس قسم کے مظالم اور وحشیانہ پن پیدا نہ ہونے دے جیسا کہ موجودہ جنگ میں ہُوا ہے یہ مہیب جنگ انسانوں کے اختیار سے بالکل باہر چلی گئی ہے۔ آؤ ہم سب دُعا کریں۔ کہ اس سے ایک ایسی صلح پیدا ہو جو ہمیشہ کے لیئے رہے خواہ وہ ایک سال میں آئے یا دس سال میں۔ اور کہ خدا اپنے رحم سے ہماری زیادتیوں سے درگذر فرمائے۔ اور ہمیں صراط مستقیم پر چلائے تاکہ آیندہ نسلوں کے لیئے ہم اپنے پیچھے اقبال اور اتفاق کو چھوڑیں۔

(قدوائی)

سب نبیوں کا موعود رسولؐ۔

واذ اخذ اللہ میثاق النبیین لما اٰتیتکم من کتاب وحکمۃ ثم جاءکم رسول مصدق لما معکم لتؤمنن بہ ولتنصرنہ

جیسا کہ قرآن کریم نے بار بار ذکر فرمایا ہے کہ اللہ تعالےٰ نے ہر ایک قوم میں اور ہر ایک امت میں ایک رسول مبعوث کیا۔ یا بعض قوموں میں ایک سے زیادہ رسول بھی مبعوث کیئے۔ لیکن اسمیں شک نہیں کہ یہ جس قدر رسول آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے پہلے آتے رہے۔ یہ سب خاص خاص قوموں کی طرف آتے رہے۔ کل دُنیا کی طرف مبعوث ہونا یہ صرف ایک ہی رسول کے لیئے مخصوص رکھا گیا۔ جو سب سے آخر اور سب کو ایک دین پر جمع کرنے کے لیئے آیا۔ تو چونکہ اس رسُول نے ساری قوموں کو ایک دین پر جمع کرنا تھا۔ اس لیئے اللہ تعالےٰ نے ساری قوموں سے بذریعہ اُن کے نبیوں کے یہ عہد لیا کہ جب وُہ رسول آجائے تو تم سب نے اس کے دین پر چلنا ہوگا۔ کیونکہ اصل غرض یہی تھی کہ نسل انسانی کے اندر سے قومیت کی تفریقوں کو مٹایا جائے اور سب کو بھائی بھائی بنایا جائے۔ مگر مختلف قوموں میں مختلف نبیوں کے آنے سے قومی امتیازات ایک حد تک مضبوط ہوتے چلے گئے۔ کیونکہ ہر قوم ہدایت کے لیئے اپنے ہی نبی کو دیکھتی تھی اور اسکو دُوسری قوم کے نبی کی تعلیم سے کوئی سروکار نہ تھا۔ اور چونکہ تعلّقات بین الاقوام بھی اس وقت نہ تھے۔ سب قومیں اپنے اپنے ملکوں میں علیٰحدہ علیٰحدہ پڑی ہوئی تھیں۔ اس لیئے ان حالات کا اقتضا بھی یہی تھا۔ کہ ہر قوم کے اندر جدا جدا نبی مبعوث ہو۔ مگر یہ علیٰحدگی جو ملکوں اور قومیتوں کی حدبندی سے پیدا ہوئی ہمیشہ کے لیئے رہنے والی نہ تھی۔ اس لیئے یہ ضروری ہُوا کہ جب وہ وقت آجائے کہ تعلّقات بین الاقوام کی راہیں کھل جائیں تو قومی رسُولوں کی بجائے ایک ہی رسول ساری دُنیا کی طرف مبعوث ہو۔ یہی وجہ ہے کہ ایک ہی رسول دُنیا میں ہُوا جس نے علی الاعلان بار بار کہا کہ میں کل عالمین کی طرف آیا ہوں۔ اور جس کے متعلق ارشاد ہُوا کہ ہمنے تم کو کافۃ للناس بھیجا ہے جس نے قومیتوں کی ساری تفریقوں کو مٹایا اور نسل انسانی کو وہ حکم خداوندی سُنایا جو ان کو بھائی بھائی بنانے والا تھا۔ یاایھا الناس انا خلقنٰکم من ذکر وانثیٰ وجعلنٰکم شعوبا وقبائل لتعارفوا ان اکرمکم عند اللہ اتقٰکم۔ اے لوگو۔ ہم نے تم کو ایک مرد اور عورت سے پیدا کیا اور تم کو شاخیں اور قبیلے بنایا۔ تاکہ تم ایک دُوسرے کو پہچانو۔ اللہ کے نزدیک تم میں سب سے معزز وہ ہے جو سب سے متقی ہے۔ تو چونکہ اس رسولؐ پر ایمان لانا اور اس کی نصرت کرنی ہوگی۔ اور یہ عہد ہر ایک قوم سے بذریعہ اُن کے نبی کے لیا گیا۔

یہی وہ مضمون ہے جس کو آیت مذکورۃ الصدر میں بیان فرمایا ہے۔ اسی کی طرف اشارہ ہے جو ایک حدیث میں آیا ہے انا اول النبیین خلقا و اٰخرھم بعثا۔ کیونکہ اگر آپ اول النبیین خلقا نہ ہوتے تو آپ کے متعلق پہلے ہی سے وعدہ کس طرح لیا جاتا۔ اور بعثت میں آخر اس لیئے ہوئے۔ کہ تا کل نبیوں سے آپ کے متعلق عہد لیا جائے اور آپ بھی کل کی تصدیق کریں +

اس رسول کی سب سے بڑی علامت جو یہاں بتائی وہ یہ ہے کہ وہ مصدق لما معکم ہے یعنی اس کی تصدیق کرتا ہے۔ جو پہلی قوموں کے پاس ہے۔ یہ ایک امتیازی نشان ہے جو رسول عربی صلعم ہی میں پایا جاتا ہے۔ کیونکہ یہی ایک رسول ہے جس نے اپنے سے پہلے دنیا کے تمام رسولوں پر ایمان لانا ضروری قرار دیا۔ چنانچہ اس کا ذکر قرآن کریم میں بار بار ہے۔ ابتدا سے قرآن میں یہی فرمایا یؤمنون بما انزل الیک وما انزل من قبلک یعنی جو کچھ تجھ سے پہلے نازل ہو چکا اس سب پر ایمان لاتے ہیں۔ اور پھر فرمایا قل اٰمنا باللہ وما انزل علینا وما انزل علی ابراھیم و اسمٰعیل و اسحٰق و یعقوب والاسباط وما اوتی موسٰی و عیسٰی والنبیون من ربھم لا نفرق بین احد منھم کہو ہم ایمان لائے اللہ پر اور اس پر جو اتارا گیا ابراہیم اور اسمٰعیل اور اسحٰق اور یعقوب اور اسباط پر اور اس پر جو دیا گیا موسےٰ اور عیسےٰ اور سب نبیوں کو اپنے رب کی طرف سے ہم ان میں سے کسی میں بھی فرق نہیں کرتے۔ پس یہاں درحقیقت بتا دیا ہے۔ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم دنیا کے کل نبیوں کی تصدیق فرماتے ہیں اور اس طرح پر قرآن نے خود ہی یہ فیصلہ کر دیا ہے کہ وہ رسول مصدق لما معکم سے کیا مراد ہے۔ کیونکہ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہی دنیا میں ایک رسول ہوا ہے جس نے دنیا کے کل نبیوں کی تصدیق کی ہے۔ اور اُن پر ایمان لانا ضروری قرار دیا ہے +

حضرت مسیحؑ کے حواریوں نے بھی اس بات کی شہادت دی ہے۔ کہ وہ نبی مثل موسے جس کی پیش گوئی استثنا ۱۸: ۱۵ و ۱۸ میں ہے۔ اس کے متعلق دنیا کے کل نبیوں نے شہادت دی ہے چنانچہ اعمال رسل باب ۳ آیت ۲۱ میں لکھا ہے ضرور ہے کہ آسمان اسے لیئے رہے۔ اس وقت تک کہ سب چیزیں جن کا ذکر خدا نے اپنے سب پاک نبیوں کی زبانی شروع سے کیا اپنی حالت پر آویں۔ کیونکہ موسےٰ نے باپ دادوں سے کہا۔ کہ خداوند جو تمہارا خدا ہے تمہارے بھائیوں میں سے تمہارے لیئے ایک نبی میری مانند اُٹھا دے گا۔ جو کچھ وہ تمہیں کہے اس کی سب سنو" اس سے صاف معلوم ہے کہ حضرت مسیحؑ کے بعد تک اس پیشگوئی کا انتظار تھا۔ اور دُنیا میں ایک ہی شخص ہوا ہے جس نے یہ دعوےٰ کیا۔ کہ میں وہ نبی ہوں جس کی بابت کل نبیوں نے خبر دی تھی۔ اور جس طرح اس کی خبر سب نبیوں نے دی۔ اسی طرح اس نے سب نبیوں پر ایمان لانا ضروری قرار دیا +

بہارِ حسن

پری جمال کہتے ہیں جسکو وہ ہے سورت میری + حسن کی شان بڑھانے کا ذریعہ میں ہوں

معززہ حضرات! دہلی کے قدیم خاندانی اطباء کے سینکڑوں برس کے خاص خاص مجربات اور حسن و خوبصورتی پیدا کرنیکا صابن و خوشبودار تیل خاص طور پر طیار کرائے جاتے ہیں (دواخانہ کی فہرست مفت ملتی ہے) +

پری جمال صابون

گورے و خوبصورت ہونے کی بے نظیر ایجاد ہے۔ تازہ تازہ پھولوں اور طبی ادویات سے طیار کیا جاتا ہے۔ جلد کی تمام چھائیاں مہاسے داغ دھبے دور کر دیتا ہے۔ جلد کو مخمل کی مانند نرم کر دیتا ہے + قیمت فی بکس معہ محصول ڈاک ایک روپیہ ... (عہ)

روغن پری بہار گیسو دراز

تازہ تازہ پھولوں کی بہار اور مستانہ خوشبو میں لاجواب ہے بالوں کو لمبا اور ریشم کیطرح ملائم کرتا ہے اسکی بھینی بھینی خوشبو سے دماغ معطر ہو جاتا ہے۔ فی شیشی ۸ تولہ قیمت ایک روپیہ (عہ)

حب جواہر مہرہ

قلب معدے و جگر و دل و دماغ کو قوت پہنچاتی ہیں کمزوری کو بہت جلد دور کرتی ہیں۔ فی شیشی ۸ گولیاں قیمت ... (عہ)

دوائی ضیق

ہر قسم کی کھانسی و دمہ کیلئے بے انتہا مفید ہے اور ضعف دماغ کیلئے اکسیر ہے۔ فی شیشی ۲ ماشہ قیمت ایک روپیہ ... (عہ)

حب بواسیر

خونی و بادی بواسیر کا مجرب علاج مسوں کو دور کرتی ہیں مجلل ریاح ہیں۔ فی ڈبیہ ۲۴ گولیاں قیمت ایک روپیہ (عہ)

المشتہر

حکیم محمد یعقوب خان مالک دواخانہ **نورتن دہلی** بازار فراش خانہ

اینٹی ڈرماسپس

بیس سالہ تجربہ کا نچوڑ ... بیس سالہ تجربہ کا پتہ

تمام جلدی بیماریوں کیلئے بوادسب ضرر دوائی ہے۔ اسکے بیرونی استعمال سے بھگندر پھوڑا پھنسی پھوڑا۔ داد کھجلی سرخ باد کسی تیز دھار والے آلہ کا زخم۔ بدن چیرنا۔ گرہ ناسور نارش دانتوں سے خون نکلنا۔ مسوڑوں کا پک جانا۔ دانتوں کو پائیوریا لگ جانا وغیرہ وغیرہ غرضیکہ کسی کام کا اور کیسا ہی پرانا زخم کیوں نہ ہو جس سے کل دنیا کے ڈاکٹر عاجز ہو چکے ہوں۔ علاج ہفتوں یا مہینوں نہیں کرنا پڑتا ہے بلکہ ایسی کہ صرف ایک دفعہ لگانے سے ہی زخم نصف کے قریب شرطیہ درست ہو جاویگا پرچہ ترکیب ہمراہ ارسال خدمت ہوگا۔ قیمت فی بکس ایک روپیہ (عہ) محصول ڈاک ۴ر نمونہ ۸ر اس کے متعلق ہمارے پاس متعدد سرٹیفیکیٹ ہیں +

المشتہر

ڈی ڈربا اینڈ کو۔ وزیرآباد

باؤن باؤن ہیر آئل

جناب من! یوں تو آپ نے بالوں کو لگانیوالے ہزاروں خوشبودار تیل دیکھے ہونگے۔ لیکن یہ تیل بھی اپنی بیش قیمت اجزا۔ اور عجائب و غرائب خواص کے لحاظ سے یگانہ روزگار ہے۔ درد سر۔ نزلہ۔ زکام فوراً دور۔ بال سیاہ کرنے گھنے اور ملائم بنانے چمکدار۔ ملائم بنانے میں اکسیر ثابت ہوا ہے۔ دماغی طاقت کو بڑھانا اس کا اصلی کام ہے اس کی مہک اس قدر تیز ہے کہ شیشی کھولتے ہی خوشبو کی بے اندازہ لپٹیں آنی شروع ہو جاتی ہیں جس نے ایک دفعہ اس باؤن باؤن تیل کا استعمال کیا وہ ہمیشہ کے لیئے اس کا شیدائی بن گیا۔

صرف آزمائش شرط ہے

قیمت صرف (۱۲) محصول ڈاک (۴ر)

ہر ایک شیشی کے ساتھ انعامی چیزیں ملفوف ہیں +

المشتہر

دیمسٹر سلیمان اینڈ سنز ۱۱۵ بیگا ڈرٹ سٹریٹ رنگون

اشاعت اسلام بک ڈپو

مصنفہ خواجہ کمال الدین صاحب مسلم مشنری

(۱) براہین نیرہ حصہ اوّل المعروف بہ۔ قرآن ایک خاتم اور عالمگیر الہام ہے اردو قیمت (۱۰/)

(۲) ام الالسنہ یعنی عربی مبین کل زبانوں کی ماں ہے۔ اردو قیمت دس آنے۔ ... (۱۰/)

(۳) اسوہ حسنہ۔ الموسوم بہ" زندہ اور کامل نبی" اردو (۴/)

(۴) احادیث نبوی کا اقتباس انگریزی قیمت (۲/)

مسلم پریئر انگریزی قیمت چار آنے..... (۴/)

صحیفہ آصفیہ تبلیغ بنام بحضور نظام حیدرآباد دکن اردو قیمت دو آنے ...... (۲/)

بنگال کی دلجوئی انگریزی و اردو فی کتاب قیمت (۱/)

مسلم مشنری کے ولائتی لیکچروں کا سلسلہ اردو قیمت (۱/) اور تین عدد انگریزی لیکچر قیمت تین آنے (۳/)

مسلم اٹی چیوڈ ٹورڈ گورنمنٹ انگریزی۔ کرشن اقبار اردو۔ فی کتاب قیمت ایک آنہ...... (۱/)

اسلامک ریویو و مسلم انڈیا کی جلدیں ۱۹۱۳-۱۹۱۴ء

انگریزی قیمت فیجلد سنہ ۱۹۱۳ء (عہ/) جلد سنہ ۱۹۱۴ء (عہ/)

رسالہ اشاعت اسلام اردو ترجمہ اسلامک ریویو کی سابقہ پرچے جولائی سنہ ۱۹۱۴ء لغایت دسمبر سنہ ۱۹۱۴ء قیمت (عہ)

دیگر مختلف تصنیفات

قرآن کریم کے تفسیری نوٹ پارہ اول مرتبہ حضرت مولوی محمد علی صاحب ایم۔اے۔ اردو قیمت فیجلد ..(۶/)

نکات القرآن حصہ دوم ایضاً ،، .... (۶/)

،، ،، حصہ سوم ،، ،، .... (۸/)

عصمت انبیاء (۸/) غلامی ،، ،، .... (۴/)

ویسٹرن اویکننگ ٹو اسلام مصنفہ جناب لارڈ ہیڈلے صاحب بالقابہ انگریزی قیمت فیجلد بارہ آنے (۱۲/)

التوحید جس میں لا الہ الا اللہ کی مختصر تفسیر ہے مصنفہ جناب ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب ایل۔ایم۔ایس قیمت (۱/)

Miracle of Mohd

مصنفہ مشیر حسین صاحب قدوائی بیرسٹرایٹ لا، انگریزی قیمت فیجلد بارہ آنے ..... (۱۲/)

اسلام اینڈ سوشیلزم ایضاً ... (۱عہ/)

پیغام صلح انگریزی و اردو فی رسالہ قیمت (۱/)

النبوۃ فی الاسلام۔ نبوۃ کی اصل غرض و غایت مصنفہ حضرۃ مولوی محمد علی صاحب ایم۔اے قیمت ... (عہ)

حدوث مادہ ،، ،، ،، .... (۴/)

مکمل جلد اوّل سنہ ۱۹۱۵ء رسالہ اشاعت اسلام قیمت فیجلد تین روپے .... (عہ/)

پتہ

منیجر خواجہ عبد الغنی۔ عزیز منزل۔ احمدیہ بلڈنگس۔ نولکھا۔ لاہور

نوٹ:۔ ناظرین کرام ان کتب کو اپنے حلقہ اثر میں اور غیر مسلم احباب میں تقسیم فرما کر ثواب دارین حاصل کریں

اجرت اشتہارات

رسالہ اشاعت اسلام کا دائرہ اشاعت ایک سال کے قلیل عرصہ کے اندر محض اللہ تعالےٰ کے فضل و کرم سے دو ہزار سے متجاوز کر گیا ہے ہمیں امید واثق ہے کہ بڑی عجلت سے اسکا دائرہ اشاعت دس ہزار ہو جائیگا مشتہرین کیلیئے اپنے اشتہار درج کرانیکا اس سے بڑھ کر نادر موقع اور کوئی نہیں ہو سکتا۔

منیجر

انداز صفحہ	ایک بار	سہ ماہی	ششماہی	سالانہ
چوتھائی	عہ	مجر	للعہ	ہمعہ
نصف	عہ	صہ	لعہ	ہمعہ
پورا	للعہ	عہ	ہمعہ	سہ

نوٹ :- باقی امورات خط و کتابت سے طے ہو سکتے ہیں +

اپنی نوعیت میں سب سے پہلی کتاب

یعنی

ام الالسنہ

معروف بہ زندہ و کامل الہامی کتاب

اس نادر کتاب میں فاضل مصنف نے یہ ثابت کیا ہے کہ عربی زبان نہ صرف کل دنیا جہان کی زبانوں کی ماں ہی ہے۔ بلکہ یہ کہ یہ الہامی زبان بھی ہے۔ دلایل بالکل فلالوجی (علم اللسان) کے اصولوں پر دیئے ہیں۔ یورپین ماہرین علم اللسان کے دلایل پر فاضلانہ نکتہ چینی کی گئی ہے۔ پھر ایسے ادق مضمون کو نہائیت ہی دلچسپ اور سلیس زبان میں لکھا ہے۔ قیمت صرف دس آنے (۱۰ ار) جواب تخفیف کردہ ہے

اسوہ حسنہ

معروف بہ زندہ و کامل نبی۔

اسمیں آنحضرت صلعم کا کامل نمونہ بحیثیت انسان کامل پیش کیا گیا ہے۔ یہ کتاب مقبولیت عامہ حاصل کر چکی ہے۔ اس کو پڑھ کر ماننے کے سوا چارہ نہیں رہتا۔ کہ محمد صلعم خاتم النبیین ہیں۔ اور اگر کوئی کامل نبی ہو سکتا ہے تو آپکی ذات پاک ہی ہے اور آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آوے گا + قیمت ۴ر

پتہ :- خواجہ عبد الغنی منیجر اشاعت اسلام۔ عزیز منزل۔ نولکھا۔ لاہور

نوٹ :- محصولڈاک وغیرہ بذمہ خریدار ہوگا۔

معاونین اشاعت اسلام توجہ فرماویں

آس جنگ کے باعث جہاں اور چیزیں گراں ہوگئی ہیں۔ وہاں کاغذ کی قیمت آگے سے ڈیوڑھی سے بھی زیادہ ہے۔ ہم حیران ہیں کہ اب کیا کریں۔ قیمت رسالہ ہم بڑھا نہیں سکتے اور جس کاغذ پر خصوصاً پچھلے سال رسالہ چھپتا رہا ہے اس کی گنجائش نہیں۔ بہرحال ہم نے کوشش کی ہے کہ کاغذ سابق کے قریب قریب ہی لگایا جاوے۔ لیکن خطرہ یہ ہے کہ کاغذ دن بدن قیمت میں گراں ہوتا جاتا ہے۔ اور موجودہ حالات کے ماتحت گنجائش نہیں رہتی۔ ہم یہ تو نہیں چاہتے کہ رسالہ کی قیمت بڑھا دیں۔ ہاں معاونین سے درخواست ہے کہ وہ اپنے اپنے متعلقین میں اس رسالہ کی اشاعت بڑھانے کا انتظام فرماویں۔ اگر خریداری اس کی بڑھ جاوے۔ تو پھر اس کمی کاغذ کے نقص بھی آسانی سے دور ہوسکتے ہیں +

خرید کتب اور اشاعت اسلام کی اعانت

اشاعت اسلام بک ڈپو کی کتب آپ خرید کر صرف ایک بہترین مذہبی لٹریچر ہی حاصل نہیں کرتے۔ بلکہ آپ اشاعت اسلام کی بھی مدد کرتے ہیں۔ کیونکہ ان میں سے اکثر کتب کا منافع اشاعت اسلام پر ہی خرچ ہوتا ہے +

المشتہر

خواجہ عبد الغنی منیجر اشاعت اسلام عزیز منزل۔ نولکھا۔ لاہور احمدیہ بلڈنگس

اپنی نوعیت میں سب سے پہلی کتاب

یعنی

ام الالسنہ

معروف بہ زندہ و کامل الہامی زبان

اس نادر کتاب میں فاضل مصنّف نے یہ ثابت کیا ہے کہ عربی زبان نہ صرف کل دنیا جہان کی زبانوں کی ماں ہی ہے۔ بلکہ یہ کہ یہ الہامی زبان بھی ہے۔ دلائل بالکل فلالوجی (علم اللسان) کے اصولوں پر دیئے ہیں یورپین ماہرین علم اللسان کے دلائل پر فاضلانہ نکتہ چینی کی گئی ہے۔ پھر ایسے ادق مضمون کو نہائت ہی دلچسپ اور سلیس زبان میں لکھا ہے قیمت صرف دس آنے جواب تخفیف کردہ ہے۔ . . (۱۰ /) فیجلد

اسوۂ حسنہ

معروف بہ زندہ و کامل نبی

اس میں آنحضرت صلعم کا کامل نمونہ بحیثیت انسان کامل پیش کیا گیا ہے یہ کتاب مقبولیت عامہ حاصل کر چکی ہے اس کو پڑھ کر ماننے کے سوا چارہ نہیں رہتا۔ کہ محمد صلعم خاتم النبیین ہیں۔ اور اگر کوئی کامل نبی ہو سکتا ہے تو آپ کی ذات پاک ہی ہے اور آپکے بعد کوئی نبی نہیں آویگا

نوٹ:۔ محصول ڈاک وغیرہ بذمہ خریدار ہوگا + قیمت صرف ۴/ ۔

پتہ

خواجہ عبد الغنی مینیجر اشاعت اسلام۔ عزیز منزل۔ نولکھا لاہور

بیان القرآن حصہ سوم مصنفہ حضرت امیر مولانا مولوی محمد علی صاحب ایم۔اے چھپ کر تیار ہے۔ قیمت بہت تھوڑی ہے صرف جواہرات کا خزانہ صرف ۸/ علاوہ محصول +

ممالک غیر کے لئے

قیمت چار روپے آٹھ آنے

رجسٹرڈ ایل نمبر ۹۰۸

وَلْتَكُن مِّنكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ

اشاعت اسلام

اردو ترجمہ اسلامک ریویو مجریہ ووکنگ (انگلستان)

زیر ادارت

خواجہ کمال الدین بی اے ایل ایل بی مبلغ اسلام

جلد (۹) بابت ماہ جولائی سنہ ۱۹۲۳ء نمبر (۷)

فہرست مضامین

درخواست خریداری اشاعت اسلام بنام منیجر صاحب رسالہ اشاعت اسلام لاہور آنی چاہئیں

ایک دلچسپ مکالمہ

باپ (دروازہ کھٹکھٹا کر) ارے بھئی دروازہ کھولو۔

بیٹا (دریچہ سے جھانک کر) اماں جان ایک شخص ابا کو ملنے آئے ہیں +

اماں۔ بیٹا جواب دے دو کہ ابا باہر گئے ہیں۔

بیٹا۔ بابوجی ابا جان گھر پر نہیں کہیں بازار گئے ہیں +

باپ (پھر زور سے دروازہ کھٹکھٹا کر) بیٹا دروازہ کھولو میں ہی تمہارا ابا ہوں +

بیٹا (اماں سے) اماں جان دروازہ پر کھڑا شخص کہتا ہے کہ میں تمہارا ابا ہوں بیشک آواز تو سب ابا جی کی ہے آواز بھی ملتی ہے مگر شکل وہ نہیں ہے۔ ابا جان بڈھے ہیں داڑھی سفید ہو چکی ہے مگر یہ شخص جوان معلوم ہوتا ہے داڑھی بالکل سیاہ ہے +

ماں۔ بیٹا اچھا جا کر دروازہ کھول دیکھو مرد اپنی شکل نہ رکھیں غالباً تمہارے ابا کے کوئی عزیز دوست ہونگے۔ دروازہ کھلنے پر وہ صاحب بلا تکلف زنانہ کی طرف چل پڑے۔ جسے دیکھ کر ماں اور بیٹا دونوں حیران تھے کہ یہ کون شخص ہے جو خواہ مخواہ اندر آ جاتا ہے

خاوند۔ بیوی اور بیٹے سے۔ آپ بے حد تعجب کرتے ہو میرے یکدست نے شیخ فیروز الدین لائلپوری سے خضاب فیروزی منگایا تھا میں نے بھی آزمائش دیکھا۔ اسی کا جادو بھرا اثر ہو کر بغیر تکلیف اور تردد تین منٹ میں بال سیاہ تمام عین قدرتی انداز کے ہو گئے ہیں جس سے تم مجھے پہچان نہ سکے اتنا کہہ سن کر وہ دنگ رہ گئے اور خوش ہو کر کہا کہ آپ بھی ضرور اسکی چند شیشیاں منگوائیں +

بیوی۔ میاں ایسی چیز تو غالباً بہت مہنگی ہوگی۔

خاوند۔ خوبی تو یہی ہے کہ مہنگی بھی نہیں ایک شیشی صرف عہ میں ملتی ہے جو احتیاط کے ساتھ استعمال کی جائے تو چھ ماہ کیلئے کافی ہے اور ایک سے تین شیشی کا خرچ محصول ڈاک صرف ۵ ہے

بیوی۔ ہاں میاں ایک بات مجھے اور یاد آتی ہے۔ کہ اگر یہ دوائی رنگت دے تو پھر کیا کیا جائے +

خاوند۔ میں صد کا دعوے سے کہ خضاب فیروزی بالوں کو سیاہ نہ کرے یا داغ دھبے یا اس میں کاسٹک تیزاب ہو تو ہر شخص

پچاس روپے کا دعوی کر کے بطور ہرجانہ لے سکتا ہے

بیوی۔ تو آپ بھی تین شیشیاں منگائیں کچھ میں اپنے میکے بطور سوغات بھیجونگی۔ بڑے میاں نے فوراً تین شیشیوں کا

آرڈر بنام

مینیجر صاحب فیروزی لائلپور پنجاب بھیج دیا

لیلۃ القدر

ذیل کے خیالات کو حضرت خواجہ کمال الدین صاحب امام مسجد ووکنگ (انگلستان) نے مدت ہوئی رسالہ اسلامک ریویو انگریزی میں منظوم فرمایا جسکو ہمارے ایک کرمفرما نے اردو میں رسالہ اشاعت اسلام کیلئے نظم میں لکھا حضرت خواجہ صاحب اُن خوش قسمت بزرگوں میں سے ہیں۔ جو لیلۃ القدر کے فیوض و برکات سے بہرہ ور ہوتے ہیں۔ مترجم

شبِ دیجور میں تاریکیٔ روزِ مصیبت میں
ستم ڈھاتی ہے جس دم ہیبتِ بیم و رجا ہم پر
تو اے ملجا و ماوائے اُمیدِ خاطرِ مضطر
میری آنکھوں میں ٹھنڈک ہے ترے روئے منوّر سے
مجھے ہرگز نہ وہ تیری مقدّس رات بھولیگی
کہ جب تیر محبّت سینہ و دل میں ترازو تھے

تعالی اللہ کیسا رُوح پرور وہ نظارہ تھا
کہ جب دِل صُورتِ قُمری تڑپتا تھا پھڑکتا تھا
یکایک وہ مثالِ ابرِ ہمرنگِ دُخاں ہو کر
فضائے عالمِ بالا میں اُٹھا اور جا پہنچا
تمنّا رُوح کی یہ تھی کہ چھوڑے جسمِ خاکی کو
کہ دیکھے دُو بدُو تیرا جمالِ انجمن آرا
مُرادیں دِل کی بر آتیں اگر اے دلرُبا میرے
کہیں وہ زندگی کی آخری میری گھڑی ہوتی
یہ ذوق و شوق دِل میں چھوڑتا اور ترک کر دیتا
ہمیشہ کیلئے دُنیائے فانی کے جھمیلوں کو
پڑھا ہے بارہا میں نے یہ قرآنِ مُقدّس میں
کہ تُو مغمُوم اور مہجُور کی فریاد[1] سُنتا ہے
دِلِ مغمُوم اب وقفِ جراحت اور فرقت ہے
اب اس میں جلوہ افگن آ کے میرے دِلرُبا ہو جا

(ترجمہ از انگریزی نظم)

[1] اجیب دعوۃ الداع اذا دعان +

شذرات

عیسائیت سے انحراف

یہ ایک مسلمہ امر ہے۔ اور کسی ایک کو بھی اس سے اختلاف نہیں کہ مسیحی دین میں کشش نہیں رہی۔ نہ صرف پادری صاحبان کا بلکہ دیگر مسیحیوں کا بھی اس پر اتفاق ہے۔ کہ عیسائیت میں کچھ نہ کچھ نقص ضرور ہے۔ اس نقص و کمزوری کے متعلق لوگوں نے مختلف خیالات کا اظہار کیا ہے۔ ہمنے اپنے گذشتہ ماہ کے رسالہ میں اس قسم کے بعض خیالات کا ذکر کیا تھا لیکن اب بہت سے مستند اہل الرائے نے بھی اس معاملہ زیر بحث کے متعلق لکھا ہے۔ اور یہ سب کے سب ایک ہی قسم کا راگ الاپتے ہیں مثلاً

مسٹر جے رامزے میکڈونلڈ جو کہ پارلیمنٹ کے دیوان عام کے ایک مشہور لیڈر ہیں کہتے ہیں کہ دین مسیحی ناکام ہو چکا ہے۔ کیونکہ یہ بجائے آسمانی بادشاہت کی نمائندگی کرنے کے اب قومی سلطنت کا ایک محکمہ بن گیا ہے +

مس ماڈ راڈن ایک مشہور خطیب کا خیال ہے کہ عیسائی مذہب کیطرف لوگوں کی لاپرواہی و کم توجہی ہی ایک نیک فال ہے۔ کیونکہ اگر لوگ اس تعلیم سے مطمئن نہیں ہوتے تو ان مذہب سے انہیں ملتی ہے تو کم از کم اس سے یہ تو ظاہر ہوتا ہے کہ لوگ مذہب میں دلچسپی ضرور لیتے ہیں۔ البتہ ان کا اب یہ اعتقاد ہے کہ خدا کو سلسلۂ انبیاء سے یا اس قسم کی باتوں سے کوئی گہری دلچسپی نہیں۔ کہ کس عمر میں بپتسمہ دیا جائے۔ یا پادری صاحبان کس قسم کے الفاظ استعمال میں لائیں یا کس طرز کا لباس پہنیں۔ وہ صرف یہ چاہتے ہیں کہ خدا کے متعلق انہیں اعلےٰ و پاکیزہ علم دیا جائے +

مسٹر رے کے باپ کا جو کہ وائی۔ ایم۔ سی۔ اے کمیٹی کے قومی سکرٹری ہیں خیال ہے کہ لوگوں کا مذہب پر اسلئے اعتقاد نہیں کہ یہ اب محض ضوابط و مسائل کا مجموعہ ہی رہ گیا ہے۔ وہ کسی ایسی چیز کی تلاش میں ہیں جسے کہ کوئی بھی عیسوی مذہب کا فرقہ مہیا نہیں کر سکتا +

پادری ڈنس ڈیرنیگ کا جو ویسلیٹ منسٹر کا ایک مشہور وہر دلعزیز واعظ ہے۔ یہ خیال ہے۔ کہ لوگ مذہب کی طرف سے اسلئے لاپرواہ ہیں کہ انہیں اسمیں اپنی صحیح ضروریات کا حل نہیں ملتا +

مسٹر ڈبلیو۔ ایل جارج کا جو ایک مشہور ناول نویس ہیں یہ اعتقاد ہے کہ تہذیب کے لئے عیسائیت میں ایک اعلیٰ درجہ کی قوت وطاقت تھی۔ اور نسل انسانی نے اسی سے تعلیم حاصل کی ہے لیکن دنیا کو اب اپنے پرانے اُستاد کی ضرورت نہیں ہے +

اس سوال پر اسی قسم کی سینکڑوں رائیں موجود ہیں جن کا لب لباب یہی ہے کہ عیسائیت کو ظاہری رسم ورواج پر قربان کر دیا گیا ہے +

مقام مسرت

ہمارے خیال میں لوگوں کا عیسائیت سے تنفر کسی خطرہ کا موجب نہیں بلکہ یہ تو ایک خوشی کا باعث ہے۔ اسے تنزل اور تباہی کا پیش خیمہ نہ سمجھنا چاہئے۔ بلکہ یہ تو زندگی و تازگی کا ایک نشان ہے۔ انگریزوں جیسی ذہین قوم کیلئے یہ امر ہرگز قابل تعریف نہیں کہ وہ آنکھ بند کر کے ہر ایسے امر کی تقلید کریں۔ جو گروہ پادریں کرے تنفر کا پیدا ہونا کوئی تعجب کی بات نہیں۔ مگر حیرت تو اس امر کی ہے کہ یہ نفرت اتنی دیر کے بعد کیوں پیدا ہوئی۔ مسیحیت کے اس تنزل پر ماسواء ان لوگوں کے جنکی ذات پر اس کا براہ راست بڑا اثر پڑتا ہے چند ہی لوگ نظر آئیں گے جنہیں ان کا افسوس ورنج ہو۔ یہ زوال تو لوگوں کے ضمیر اور رائے کی آزادی کا مترادف ہے +

پادری صاحبان مسیح کا نام پیش کر کے لوگوں کو مسیح کی تعلیم سے دور لیجا رہے ہیں تمام عمر ناصرہ کے اس پاک انسان کا مقولہ محبت تھا۔ لیکن اب پادریوں کی عنایت سے نفرت میں متبدل ہو گیا ہے۔ وہ سادگی اور صداقت کا مجسمہ تھے۔ مگر اس مذہب نے جو انکی طرف منسوب کیا جاتا ہے۔ اب ظاہرداری اور ریا کا رنگ اختیار کر رکھا ہے +

لیکن اسلام ہی جس کے لغوی معنے مرضی مولیٰ ہے ایک مذہب ہے جسمیں نہ تو کوئی رسوم ہیں اور

نہ کوئی ظاہرداری۔ اسلام ہی ہے جسمیں خدا اور انسان کے درمیان تعلق پیدا کرنے کیلئے کسی تیسرے آدمی کی ضرورت نہیں۔ یہ انسان کو خدا کے دو بدو کھڑا کر دیتا ہے۔ پادریوں کے سے عہدہ دار اس مذہب میں نہیں۔ ہر ایک شخص خود ہی پادری ہے۔ اگر مسیحی قوم گرجوں کی پابندیوں سے بالاتر ہو جائیں تو وہ اسلام یا بالفاظ دیگر خدائی سلطنت میں اپنے آپ کو پائینگے +

پروفیسر کے کی رائے اسلام کے متعلق

پروفیسر ڈبی۔ ایم۔ کے۔ وی ایس او۔ ڈی ڈی نے اڈنبرگ میں اسلام پر ایک شاندار تقریر کی۔ اسلام اور مشرقی علوم کے مطالعہ کرنیوالوں کی مغربی ممالک میں ایک خاصی تعداد ہے۔ لیکن ڈاکٹر مذکور جیسی سمجھ اور فراست بہت کم لوگوں کے حصہ میں آئی ہے۔ پروفیسر صاحب کی رائے ہے۔ کہ اسلام کی زندگی اور طاقت کا اندازہ اس کامیابی سے لگ سکتا ہے۔ جو اس نے مسلمانوں کو بادہ نوشی سے روکنے میں حاصل کی۔ باوجودیکہ عرب کی آب وہوا پیاس کو تیز کرنیوالی تھی۔ مگر رسولکریمؐ نے ایک جماعت ایسی پیدا کر دی جو ہر قسم کے نشے سے پرہیز کرتے تھے اور جنکی تعداد کروڑوں تک پہنچگئی۔ اور جس کا وجود ایکہزار سال سے بھی زیادہ عرصہ تک رہا۔ یہ زمانہ ان لوگوں کی اخلاقی زندگی کا تھا۔ جس کا موجودہ تہذیب کے حال ہی میں گویا دور سے ایک دھندلا سا عکس پڑا ہے۔ شراب سے بچنے کیلئے بعض یورپین ممالک میں کچھ عرصہ سے جدوجہد ہو رہی ہے۔ لیکن کسی قسم کی خاطرخواہ کامیابی ابھی تک حاصل نہیں ہوئی اور پارلیمنٹ کے دیوان عام میں ابھی اسباب پر بحث ہو رہی ہے۔ کہ شراب نوشی کے لئے عمر کی شرط لگائی جائے جس سے یہ پایا جاتا ہے کہ شراب کا پینا ایک خاص عمر تک تو زہر کا اثر رکھتا ہے لیکن اس کے بعد ہی رات بھر میں وہ زہر نوشدارو سے متبدل ہو جاتی ہے۔ یہ ایک ایسا معاملہ ہے جو کبھی ورتدابیر سے یقیناً اصلاح پذیر نہیں ہو سکتا۔ اس بدی کی بیخکنی کیلئے تو ایک ناطق حکم کی ضرورت ہے۔ جس قسم کا کہ اسلام نے جاری کر کے شراب نوشی کو ایک آن میں بند کر دیا۔ پروفیسر صاحب مذکور نے

یہ بھی بیان کیا۔ کہ اسلام کا عروج۔ اس کا محکم قدم۔ اس کے معتقدین کی ثابت قدمی اور علمی و ذہنی مشاغل کی ترقی جو اسلام کی پہلی فتوحات کے بعد ظہور میں آئی۔ یہ سب باتیں اس غلطی کی کہ اسلام نے بزورِ شمشیر کامیابی حاصل کی۔ کافی طور پر تردید کرتی ہیں+ پروفیسر صاحب نے نو سال تک ترکوں میں بود و باش رکھی۔ امن اور جنگ کے وقت بھی اُن میں رہے اس بات کی تصدیق کرنے سے وہ نہیں رُک سکے کہ عملی طور پر اسلام نیکی کی طرف لیجانے کیلئے ایک زبردست قوت رکھتا ہے۔ پاک زندگی بسر کرنے دیانتداری و محنت و ہمت سے کام کرنے کی تلقین کرتا ہے۔ اور ساتھ ہی دیگر تمام مذاہب کے ساتھ بُردباری سے سلوک کرنے کی تعلیم دیتا ہے۔ پروفیسر صاحب کی یہ تحقیق انکی آزادخیالی کی ایک زبردست دلیل ہے۔ اور اُن کا اظہار ایک ایسے وقت میں جبکہ جہالت اور تعصب کے اندھیرے میں لوگ ہوں انہیں خاص طور پر عبرت از کرتا ہے+

ہمیں یقین کامل ہے۔ کہ اگر دیانتداری سے مذاہب کا مطالعہ کیا جائے۔ اور انکی خوبیوں کو دیکھا جائے تو اس سے بڑھکر اسلام اور عسائیت کے تعلقات کو مضبوط کرنے کے لئے اَور کوئی آلہ نہیں+

اتوار کے مشاغل و تماشے

عیسائی صاحبان نہایت ہی کوتاہ بین ہیں۔ اتوار کا دن وہ متبرک خیال کرتے ہیں لیکن انہیں اپنے مذہب کا اصلی منبع نظر نہیں آتا۔ ہفتہ میں ایکبار انہیں باقاعدہ بتلایا جاتا ہے کہ خدا کے بیٹے کی بجائے سورج کے سامنے جسکے نام کے ساتھ یوم اتوار کو ایک گونہ نسبت ہے وہ سر جھکاتے ہیں۔ قطع نظر اس کے عوام میں آجکل عیسائیوں کے اس فرضی یوم السبت (اتوار) کے منانے کے متعلق بہت کچھ دلچسپی پیدا ہو رہی ہے انگلستان میں اتوار کے دن ہر ایک قسم کی کھیل اور تفریح قطعاً ممنوع ہے۔ اور لوگ باغات اور سیر و تماشا کے مقامات پر جانے سے حکماً روکے جاتے ہیں۔ انسانی آزادی کے اس جکڑ بند کے خلاف اخبارات میں بہت کچھ شور و شر ہو رہا ہے۔ جس سے پادری صاحب جو ہمیشہ سے آزادی کے دشمن ہیں خطرہ محسوس کر رہے ہیں۔ انہیں تو پہلے ہی سے شکایت ہے،

کہ لوگ گرجوں میں نہیں آتے۔ اور اگر کھیل وتماشے کے متعلق قیود کو اڑا دیا گیا تو اس مختصر مجمع میں بھی جو اتوار کو گرجا میں جمع ہوتا ہے۔ اور بھی کمی واقع ہوگی۔ اور اس تھوڑے سے اثر سے بھی جو فرقہ پادری کا لوگوں کے دلوں پر ہے۔ وہ ہاتھ دھو بیٹھینگے۔ انہیں تو علم ہے کہ زمانہ ماسبق کے قصوں میں لوگ دلچسپی نہیں رکھتے۔ انہیں خوف ہے کہ ان کا زاہدانہ وعظ جس کا اثر پبلک کے دل و دماغ پر کچھ نہیں ہوتا فٹ بال اور گولف کے شوق ولطف کا مقابلہ نہیں کرسکتا۔ ان کا رعب وداب تو پہلے ہی سے زوال پذیر ہے پابندیوں کا اٹھ جانا گویا ان کی ایک رنگ میں موت ہے اور یہی وجہ ہے کہ انہوں نے عوام کے اس جائز مطالبہ کے خلاف سخت جدوجہد کی ہے۔ اپنے علوم کی کسی خوبی وجوہر کی وجہ سے تو یہ لوگ حکومت نہیں کرسکتے۔ اور نہ کسی مذہبی اور روحانی حکومت سے دلوں کو تسخیر کرنے میں کامیاب ہوتے ہیں لیکن اب اپنے گمگشتہ مذہبی اقتدار کو دنیاوی قوانین سے قائم کرنے کی طرف جھکے ہیں۔ کیا اسی کا نام خدائی سلطنت ہے؟

پچاس ہزار پادریوں کی بیکسی

ملک (انگلستان) میں تقریباً پچاس ہزار پادری ہیں شاہی خزانہ میں سے وہ کافی امداد لیتے ہیں۔ قانون بھی ان کی حمایت کے لئے موجود ہے۔ لیکن پھر بھی باوجود اپنی سخت کوششوں کے وہ مسیحیت کی گرتی ہوئی عمارت کو قائم نہیں رکھ سکے۔ کیا اس سے صاف معلوم نہیں ہوتا کہ اس مذہب میں ضرور کوئی اصولی خرابی ہے +

اسمیں کوئی شک نہیں کہ عیسائیت میں ہر ایسی بات جو مذہب کے لئے ضروری ہے اصولاً ہی غلط ہے۔ اسکی تمام عمارت ازسرتاپا کمزور اور خستہ ہے۔ اس کے مسائل و اصولوں سے سمجھدار لوگ بھاگ گئے ہیں۔ اور اس کا عملی حصہ روزانہ زندگی کی ضروریات کے مطابق نہیں۔ اگر ایک طرف علماء وفضلا اسکی بنیادوں کو کھود رہے ہیں تو دوسری طرف عوام الناس اس کے عملی احکام سے بیزار ہو کر انکی خوبی ومصلحت پر جرح قدح کر رہے ہیں +

مسلمانوں کا یوم السبت یعنے جمعہ

کسی چیز کی قبولیت محض ان کی موزونیت پر منحصر ہے یعنے کوئی امر تب ہی قبولیت حاصل کرسکتا ہے۔ جب اسمیں انسانی ضروریات کا حل موجود ہو لیکن یہ بات عیسائیت میں پائی نہیں جاتی۔ اور اسی ایک خاص وجہ سے اسلام جہاں کہیں بھی گیا ہے نہایت سرعت کے ساتھ پھیلا ہے۔ حالانکہ اس کے پاس ذرائع نہیں اور نہ کوئی باضابطہ و ترتیب وار کوشش اس امر میں کیجاتی ہے لیکن بالمقابل عیسائیت باوجودیکہ مال و دولت اور زور حکومت اسکی تائید میں ہے بہت خفیف سا اثر لوگوں پر ڈالتی ہے۔ اسلامی تعلیم انسانی فطرت کی ضروریات کے عین مطابق ہے۔ مثلاً یوم السبت ہی کو لیجیے مسلمانوں کا سبت یوم الجمعہ ہے۔ کہ اس روز خاص طور پر نماز پڑھی جائے اسکے بعد مسلمانوں کو کلی اختیار ہے کہ اپنے وقت کو جس طرح بھی چاہیں صحیح طور پر خرچ کریں۔ خواہ کھیلوں میں۔ خواہ تفریح و سیر میں اور خواہ اپنے کاروبار میں۔ قرآن شریف میں جمعہ کی نسبت حسب ذیل احکام ہیں:-

یا ایھا الذین امنوا اذا نودی للصلوٰۃ من یوم الجمعۃ فاسعوا الی ذکر اللہ وذروا البیع ذالکم خیر لکم ان کنتم تعلمون ٥ فاذا قضیت الصلوٰۃ فانتشروا فی الارض وابتغوا من فضل اللہ واذکروا اللہ کثیراً لعلکم تفلحون۔ ترجمہ۔ مسلمانو! جب جمعہ کے دن نماز (جمعہ) کیلئے اذان دی جائے۔ تو یاد الٰہی (یعنی نماز) کی طرف لپکو اور (اس وقت) بیچنا کھوچنا چھوڑ دو۔ یہ تمہارے حق میں بہتر ہے۔ بشرطیکہ تم کو سمجھ ہو۔ پھر جب نماز ہو چکے تو (تم کو اختیار ہے کہ) اپنی اپنی راہ لو۔ اور خدا کے فضل (یعنی معاش) کی جستجو میں لگجاؤ۔ اور (جہاں رہو) کثرت سے خدا کی یاد کرتے رہو۔ تاکہ

تم فلاح پاؤ +

نئی روشنی کی تحریک

قلب کی یک خیالی روحانیت کا نظارہ ایک بڑا عامل

(حضرت خواجہ کمال الدین صاحب بی۔اے۔ایل۔ایل۔بی۔امام مسجد ووکنگ انگلستان)

اس دنیا میں کوئی چیز نئی نہیں ہے۔ اب مغربی دنیا کی آنکھیں کھل گئی ہیں۔ اور وہ اب مذہبی معاملات کو اپنے اصلی رنگ میں دیکھنے لگی ہے۔ جس طرح انسان صریح اور فوری خطرہ کی وجہ سے نیند سے بیدار ہو جاتا ہے۔ اور اندھا دھند اس جائے حفاظت کی طرف دوڑتا ہے جو اسے سب سے پہلے دکھائی دیتی ہے۔ اور اسے نئی جائے امن سمجھتا ہے۔ یہی حالت اس وقت قلب مغرب کی ہے۔ جو اب کلیسا کی بیڑیوں سے آزاد ہو گیا ہے۔ اور اس پہلی شے کی طرف پھاندتا ہے۔ جس سے اسے نئی روشنی اور چیراغ کا تعلق ہے۔

اس نئی روشنی کی تحریک کا مرید یہ سمجھتا ہے۔ کہ اس نے نئی بات دریافت کی ہے۔ کہ اس کا قلب خدا کا قلب ہے۔ اور وہ قدرتی خدا ہے بعض ان میں سے خیال کرتے ہیں۔ کہ ہم سب خدا ہیں۔ اور بہرحال یہ کوئی برا خیال نہیں ہے۔ اور اگر خاصیت خدائی اس طرح تمام ہو جائے۔ تو عیسیٰ اور عزیر اور بیشمار انسانی خدا اس دنیا کے انسانیت کی معمولی سطح پر آجائینگے۔

یہ فلسفہ جدید دراصل ہندوستانی ویدانت کا سایہ بطرز ارتقا ہے جس کی تعلیم یہ ہے کہ دنیا میں ہر ایک شے بھگوان ہے۔ اگر ویدانت کے رو سے ہم کتے۔ بلی یا خوک کو خدا تسلیم کر سکتے ہیں۔ تو انسان کو کیوں خدا باور کریں۔ جو مختلف مذاہب کی رو سے خدا کا مجسمہ تسلیم کیا گیا ہے۔ یہ نظریہ گو صداقت کی آمیزش سے معرا نہیں ہے لیکن یہ پرخطر ضرور ہے۔ مذہبی خیال کے نشو ونما کے ہر مرحلہ میں خدا کو خوبیوں کا سرچشمہ مانا ہے۔ ہر زمانہ کے اخلاق کی بہترین خوبی اس کے نام میں معنون ہے اگر ملکی

تقلب قلب خُدا ہے نوبشارت اور صدق میں صفت خداوندی ہے۔ ویدانت شمولیت نظریہ مایا ذاتی ذمہ داری کے خیال کو کمزور کرتا ہے۔ اور انسانی جوش اور چستی کو منجمد کرتا ہے۔ نئے خیال سے بھی آخر کار یہی نتیجہ برامد ہوگا۔ مثلاً اِس قسم کے اندھا دُھند اعتقادات عیسائی سائنس کے حواریوں میں صریحاً خرابی پیدا کرینگے +

اسلام کی تعلیم یہ ہے۔ کہ ہر شئے خدا کی طرف سے آئی ہے۔ اور قلب خدا کا خاص پہلو لئے ہُوئے ہے۔ اس سے یہ معاملہ بر خاص روشنی پڑ گئی ہے۔ میں اپنے مطلب کو واضح کرنے کیلئے صُوفی مُسلمانوں کے نظریّہ خروج کا کچھ ذکر کرونگا۔ جو احادیث اور قرآن پر مبنی ہے۔ بقول پیغمبر خدا نے کہا۔ کہ ہمیں اپنا اظہار منظور تھا۔ اور ہمنے دُنیا کو پیدا کیا۔ حضرت محمد صلعم کہتے ہیں کہ یہ خدا کا کلام ہے۔ کہ دُنیا کو بُرا نہ کہو کیونکہ ہم دُنیا ہیں +

اِن احادیث سے مسئلہ حل ہو جاتا ہے خدا نے اپنے آپ کو دُنیا میں ظاہر کیا ہے اور ظاہر کرتا ہے۔ اسکی مختلف خاصیتوں نے مادہ کی صُورت اختیار کی اور دُنیا پیدا ہوگئی۔ صُوفیوں کا جنیس محی الدین ابن عربی ہیں یہ عقیدہ ہے۔ کہ پہلے خدا کی خاصیت الغائب تھی جس کو نہ کوئی دیکھ سکتا تھا نہ جانتا تھا۔ شروع میں اُس نے مادہ کی صُورت اختیار کی۔ اس کا رنگ سخت تاریک تھا پھر مادہ میں سے روشنی بر آمد ہوئی جس سے آسمان اور زمین پیدا ہوئے۔ یہ معلوم کرنا دلچسپی سے خالی نہیں ہے کہ آجکل کی تحقیقات سے جو سائنس کے ذریعہ ہوئی ہے۔ ہم کو یہی نتیجہ دکھایا جاتا ہے +

ہمیں بتاتے ہیں۔ کہ پہلی صُورت مادّہ کی سیاہ مُطلق تھی۔ اور اسمیں سے سب کچھ بر آمد ہُوا اور اس تاریکی میں عجوبات پنہاں ہیں۔ جو بتدریج ظاہر ہو رہے ہیں اور جو کبھی ختم نہیں ہونگے۔ یہی ہمارا عقیدہ خدا کے مُتعلق ہے۔ اِنسانی علم اسکی صفتوں کو شمار نہیں کر سکتا۔ مختلف طاقتیں یا قُدرت کے لوازمات صفت خداوندی خاصیتوں کا ظہور لصورت مادّہ ہے۔ یہ پہلے بہت رقیق اور تاریک تھیں

جنکو سائنس کی اصطلاح میں ہوائے خالص کہتے ہیں۔ ارتقا کے دوسرے مرحلہ میں یہ دھند داغ ہو گئیں +

قرآن میں لکھا ہے کہ بالائے ہوا سے کرۂ ہوا تک سات تشکل دائرہ منطقے ہیں جن کو سات آسمان کہتے ہیں۔ یہ ارتقا کے سات مرحلے ہیں۔ اور ہر مرحلہ پر پہلی شکل مادہ کی غلیظ تر بن گئی ہے۔ اور کرہ ہوا میں آکر مادہ پانی بنگیا ہے۔ جو ہمارے سیارہ میں مینہ بن کر آتا ہے +

میں پیدائش زمین کے متعلق یہاں ذکر کرنا نہیں چاہتا۔ اتنا کہنا کافی ہے کہ قرآن اور حدیث میں یہ ذکر ہے۔ کہ زمین ابتدا میں آتشیں گیس تھی جو کچھ عرصہ کے بعد پانی ہو گئی۔ اور پھر آخر کار زمین بنگئی +

زمین میں موجب اعتقاد اسلام دنیا کے تمام لوازمات موجود ہیں۔ یا یوں کہو کہ زمین تمام جہان کا ایک چھوٹا خاکہ ہے۔ اور اس میں تمام خداوندی صفتیں جو ہمیں معلوم ہیں بصورت مادہ موجود ہیں۔ حضرت کے فرمان کی کہ خدا کہتا ہے دنیا کی بدی نہ کرو کیونکہ میں دنیا ہوں یہ تعبیہ ہے۔ پہلے یہ بہت رقیق تھیں جب بصورت مادہ سیلے پذیر ہوئیں۔ اور جب زمین بنگئی تو بہت موٹی ہو گئی۔ اور پھر اصلاح کا کام شروع ہوا۔ آغاز بارش سے ہوا جیسا کہ قرآن شریف میں درج ہے۔ زمین کی مخفی طاقتیں محرک ہیں۔ اور ہمارے سیارہ کے دیگر اجزائے ترکیب زیر اہتمام مزید مادیت نباتات بنگئے ہیں جنکی پیداوار کیلئے انسان بنایا گیا۔ اور ہر شئے جس کا زمین سے تعلق ہے۔ اسکے جسم میں داخل کر دیگئی جسم انسان میں قلب ہے جو زمین کے متشابہ ہے۔ اس زمین کی ہر ایک شئے نہایت صاف شدہ حالت میں ہے۔ مختصر یہ کہ مادی اشیاء صاف اور پاک ہو کر زمینی اشیاء بنگئی ہیں جس طرح شکم زمین میں مختلف معدنیات ہیں سی طرح دل کے رخنوں میں ولولے اور جذبات ہیں جن کو بحالت مجموعی انسانی ہوش کہا جاتا ہے۔ اس طرح پر قلب خدا جو صاف ہوا میں ظہور پذیر ہوا تھا غلیظ ہوتا گیا۔ اور آخر کار اس نے پھر انسانی قلب کی حالت اختیار کر کے اپنی اصلیت کی طرف رجوع کی۔ گویا انسانی قلب میں خداوندی قلب کے ذرات ہیں۔ یہ خداوندی

قلب بصورت مادہ ہی لیکن خالص قلب خدا معلق ہے +
گُتّ یا خوک بعض صورتوں میں خدا کی مرضی کا ظہور کرتے ہیں لیکن نہ تو کُتّا نہ سُور خدا ہو سکتے ہیں۔ اس مضمون کو صاف کرنے کیلئے آفتاب کے عمل کی طرف نگاہ کرو۔ سورج سطح مادہ پر ابتدائی منبع ہر شئے کا ہے۔ لوہا سورج سے نکلا ہے مگر اسکی خاصیتیں سورج سے مختلف ہیں۔ یہ سرد اور سیاہ ہے۔ اور سُورج گرم اور روشن لوہا سورج سی نکلا ہے لیکن لوہا سُورج نہیں ہے۔ اسی طرح قلب انسان قلب خدا سے نکلا ہے۔ لیکن وہ قلب خدا نہیں ہی قلب انسان اور قدرت کی دیگر پیداوار میں یہ فرق ہے۔ قدرت کے مختلف اجزائے ترکیب خدا کی مختلف خاصیتیں جزواً بصورت مادہ رکھتے ہیں۔ اور انسانی دل میں تمام خاصیتیں بصورت مجموعہ ہیں۔ اور قابل ظہور ہیں۔ جس طرح سیم اور زر اور دیگر بیش قیمت دھاتیں شکم زمین میں بصورت برادہ چٹان موجود ہیں۔ اسی طرح یہ خداوندی صفات انسانی قلب کے رخنوں میں مخفی ہیں۔ اور ہم انکو جذبات کہتے ہیں۔ یہ جذبات اسی ابتدائی اور قدرتی حالت میں ہیں۔ وہ جن کو ہم بہائمی جذبات کہتے ہیں۔ وہ خداوندی عمارت کی ایک تہ زمینی ہیں۔ مذہب اگروہ واقعی مذہب ہے تو وہ اسلئے آیا ہے اور اسلئے آنا چاہیئے کہ برادے کو مطلا سونا بنا دے۔ انسان اور خالق میں کوئی نفرت نہیں ہی۔ تاکہ ہمیں کسی صلح صفائی کرانے والے کی ضرورت ہی لیکن ہمیں الہام کی ضرورت ہے۔ تاکہ ہو نہار حالت سے ہم تکمیل تک پہنچ جائیں۔ مذہبی زندگی کا مقصد اولے یہ ہی کہ خداوندی صفات سے اپنے آپ کو مزین کر لیں جس طرح برادہ سونا ہونے سے پہلے کئی حالتیں بدلتا ہے۔ اور اسمیں سے کھوٹ نکلجاتا ہے۔ اور پھر سونا خالص بنتا ہے۔ یا جس طرح خوبصورت جسم اس وقت بنتا ہے جب پتھر کو بار بار تراشا جائے۔ سیلوح انسانی قلب بھی حصار میں بیٹھ کر صرف خاص الفاظ یاد کرنے سے ہمیں قلب خدا نہیں بنتا۔ اسے صرف ایک نقل کہنا چاہئے۔ تاریک بند کمرے روشندان وہوادان بند کرکے بیٹھنے سے خلوص دل میسر ہو سکتا ہے لیکن

اس سے بہائمی جذبات ہوا و ہوس اور خواہشات نفسانی کا علاج ہو سکتا ہے۔ جب تک
ان کا علاج نہ ہو گوشہ نشینی ہیچ ہے +

بعض اوقات ہم قلب کی یک مرکزی میں کامیاب ہو جاتے ہیں۔ اور
اس طرح ہر ز اپنی قوت ارادی کا استعمال اوروں پر کر سکتے ہیں۔ موجودہ مغربی
مذہبی دنیا میں یہ آجکل بڑی بات ہے۔ لیکن ہمیں سراسر تضییع اوقات و محنت
ہے یہ محض دلکش شکل میں ہتھناٹک ہے۔ شرارت اور عمل قوت ارادی میں یہ
قدم بقدم ہمدوش رہتے ہیں لیکن یہ قلب خداوندی نہیں ہے۔ ارتقا کے معنے
پاکیزگی ہے۔ اور ترقی کا مطلب یہ ہے۔ کہ تنزل سے انسان ادھیڑ ہو جائے۔
مثال کے طور پر کسی پھل کو لو سیب کو لو۔ یہ تخم ہی ہے۔ یہ زمین میں دفن کیا جاتا ہے
پھر یہ بارآور ہوتا ہے۔ پھر یہ درخت بنتا ہے اور پتے نکلتے ہیں۔ پھر شاخیں
اور گل برآمد ہوتے ہیں۔ آخر کار ثمر بن جاتا ہے۔ جب یہ پھل بنتا ہے۔ تو اسمیں
پتوں۔ لکڑی یا مٹی کی مطلق ملاوٹ نہیں ہوتی لیکن یہ تمام مرحلے طے کرتا ہے
اسی طرح صفات خداوندی کے ذرے۔ انسانی ہوش کی مٹی میں دفن ہو کر کئی مرحلے
نشوونما کے طے کرتے ہیں۔ اور پھر مکمل ہوتے ہیں۔ نشوونما کا ہر مرحلہ
مرحلۂ سابق سے مختلف ہے۔ اور سابقہ مرحلے کے اجزا پیچھے چھوڑ جاتا ہے۔ اگر
زیرین مرحلے کی علامات دوسرے مرحلے میں باقی رہ جائیں تو سمجھو کہ تکمیل مکمل نہیں
ہوئی۔ جس طرح خام سیب میں پتوں کا مزہ موجود ہوتا ہے۔ اور پتوں میں کونپل نکلتے
وقت لکڑی کا مزہ ہوتا ہے اور پھول بننے کے وقت نہیں رہتا۔ اسی طرح انسانی
قلب یا حاطۂ دل خدا میں داخل نہیں ہو سکتا جب تک اسمیں حیوانی خواص موجود ہیں
اگر حصار میں بیٹھ کر اور دل کو یکسو کر کے انسان بہائمی رجحان اور میلان سے
جو مغربی مجلس میں ہمیں دکھائی دیتے ہیں آزاد ہو سکتا ہے۔ تو سمجھ لو کہ وہ گوہر مقصود
حاصل کر لیتا ہے +

ایکدفعہ ماہران علم ارواح نے مجلس رقص میں مجھے بلایا جو فلیٹ سٹریٹ میں گرم کی گئی

تھی۔ میں حیران تھا کہ روحانیت اور خوش اختلاطی کا کیا جوڑ ہو سکتا ہے۔ لیکن اشتیاق مجھے اس ضیافت میں لے گیا۔ وہاں میرا تعارف ایک قابل ورید میڈیم یعنے عامل الارواح سے ہوا۔ یہ شخص ایک مشہور عامل سائنس کے ذریعہ گفتگو کر سکتا تھا۔ اس شخص کا چہرہ زرد مرجھایا ہوا تھا۔ اسکی آنکھیں سیاہ اور سنجیدہ تھیں اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اُسے دُور بینی اور غور کی عادت ہے۔ اور یہ بھی معلوم ہوتا تھا کہ وہ عابد اور ایسے اعمال کا جن میں روحوں کا دخل ہو عامل ہو۔ یہ شخص تنہا آیا تھا اور معلوم ہوتا تھا کہ کسی جنگل بیابان کا گوشہ نشین تنہائی پسند ہے۔ یہ اور بھی کچھ عرصہ تک دلچسپ گفتگو کرتے رہے لیکن جب رقص شروع ہوا تو اس کا چہرہ بیقراری ظاہر کرنے لگا اور اسکی آنکھیں ڈھونڈنے لگیں کہ کوئی نازنین اسکے ساتھ ہی نا چے۔ لیکن افسوس اسکی صورت اسکے خلاف تھی۔ اور اسکی طاقت ارادی بھی اسکی خواہش کو پورا نہ کر سکی۔ کچھ عرصہ کے بعد وہ خاموش ہو گیا۔ اور میرے ساتھ گفتگو کرنے کی رغبت اُسے نہ رہی۔ پھر اس نے ایکدوست سے کہا۔ کہ اسے کسی عورت سے ملا دو جو اسکے ساتھ ملکر رقص کرے۔ چند لمحوں کے بعد نقاب اُٹھ گیا۔ اور وہ عابد جو روحوں کے عمل کا عامل تھا عام دنیا دار کی طرح شریک رقص وسرود ہو گیا۔ میں یہ نہیں کہتا کہ یہ شخص دغا باز مکار تھا۔ اور بالارادہ لوگوں کو دھوکا دیتا تھا۔ مجھے اسکے چند کرتبوں پر اعتبار ہے لیکن اگر وہ روحانیت کا عامل اپنے آپ کو سمجھتا ہے۔ تو وہ غلطی پر ہے۔ اسکی طاقت دور بینی غیر معمولی ہو گی وہ ممکن ہے ان چیزوں کو دیکھ سکتا ہو۔ جو انسان کو دکھائی نہیں دیتیں لیکن عالم روحانیت میں وہ لاشے محض ہے۔ میں تمثیل کے طور پر آپ کو بتاتا ہوں کہ آپ فرض کر لیں کہ انسان نے ایک تاریک کمرے میں پرورش پائی ہے۔ اور اس کمرے میں چاروں طرف پردے ہیں جن سے روشنی اندر نہیں آسکتی۔ اس شخص کی آنکھیں کبھی سورج کی روشنی برداشت نہ کر سکینگی۔ اور تب اُسے سورج میں کچھ نظر آئیگا جب وہ اپنی آنکھوں کو کسی طرح کے عمل کر کے اس کا عادی بنا لیگا۔ اگر اتفاقاً پردہ ہوا سے

یا کسی اور طرح ہٹ جائے تو اسکی آنکھیں چندھیا جائینگی۔ لیکن پھر بھی اُسے کچھ نہ کچھ بگڑی ہوئی صورت میں دکھائی ضرور دیگا۔ یہ شخص تاریک کمرے میں جو کچھ اُس سطح پر اس نے دیکھا ہے بتائیگا اور سچ کہ رہا ہے لیکن جو کچھ اس نے دیکھا ہے وہ اصلیت سے دُور ہے۔ پس جو ہم بذریعۂ پیغامات ارواح اس طرح عامل حاصل کرتے ہیں وہ بہت ناقص ہی اور ناقابل اعتبار ہے۔ اور اس سے علم انسانی میں مطلق اضافہ نہیں ہوا۔ ممکن ہے کسی عامل نے کسی مردہ کی روح کو دیکھا ہو لیکن چونکہ یہ شخص رُوح کو ارضی لباس میں ملبوس کرکے پیش کرتے ہیں تو صریح تعبیر یہ ہے۔ کہ ان کا نظارہ ناقص ہی۔ اور چندھیائی ہوئی آنکھوں نے روشنی کی چمک سے خیرہ ہو کر اصلیت کو نہیں دیکھا۔ بس ان کا تخیل انکی مدد کرتا ہے اور وہ اٹکل پچو کمی کو پورا کرکے بیان کرتے ہیں +

قلب مغرب میں ایک اور بھی خامی اور ناکامی ہی صدیوں تک اُس نے یہ یقین کیا ہے کہ اسکی معجزہ سے قلب ماہیت ہو چکی ہے ضیافت مسیح یا مقدس ملاپ آہیات کے اعلےٰ طبقہ بھی کچھ معنے رکھتے ہونگے۔ لیکن یہ یقین کہ ضیافت مسیح سے انسان میں مسیح پیدا ہوا۔ یعنے ایک گھٹیا دھات بیش بہا بن گئی قلب کو ان سختیوں سے سُبکدوش کر دیتا ہے۔ جو اور طرح پر روحانی نشو ونما کے شامل حال ہے۔

گو نئے زمانہ کے فلاسفر کا عقیدہ آہیات کلیسیا میں زائل ہو گیا ہے لیکن اس کے تاثرات موجود ہیں "خون پر ایمان لاؤ اور تمہارے تمام گناہ دُھل جائینگے" ابھی تک جدید وادئی ایمن کے دل میں نقش ہے۔ اب تک یہ یقین موجود ہی کہ چند اعتقاد اور خاص رسوم سے انسان مجسم خدا بن سکتا ہے +

بموجب عقیدۂ اسلام ہر ایک انسان جزوًا مجسم خدا ہے۔ انسانیت کی چاردیواری میں وہ خدا کا زمین پر نائب ہی وہ اس کا مجسمہ ہی۔ لیکن جنم میں روحانی اور رُوح نہیں ہے۔ ہم بُت میں اور بُت پتھر میں جنمیں یا ملواری اور زندگی یقینی ہے صوفی مسلمانوں نے یہ الہام قرآن زندگی کا نصاب مقرر کیا ہے جس کی پیروی کسقدر مشکل

ہے لیکن ناممکن نہیں ہے اور انسانیت کے دست قدرت میں ہے +

یہ بات دلچسپی سے خالی نہیں ہے کہ وہ باتیں جن پر اُس رُوحانیت کی مغربی روشنی کو بڑا ناز ہے ہمارے مذہب میں قابل احتراز ہے۔ اسلئے کہ وہ دام فریب ہے اور دہانِ غار +

حضرت عُمر فارُوقِ اعظم

از قلم گوہر بار جناب مسعود علی صاحب وارثی ایم۔ آر۔ اے ایس۔ اسسٹنٹ ڈائرکٹر بھوپال

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قبول اسلام سے اسلام میں نئے دور کا آغاز ہوا۔ گو اس کے قبل چالیس یا پچاس متنفس حلقہ بگوش اسلام ہو چکے تھے۔ اور ملک عرب کا سب سے بڑا امرد غازی حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو مسلمہ شہرت کے مالک تھے حضرت نبی کریم صلعم کے جھنڈے تلے آ چکے تھے۔ لیکن پھر بھی مسلمان علانیہ طور پر مذہبی فرائض کو سرانجام نہ دے سکتے تھے۔ خانۂ کعبہ میں نماز کا ادا کرنا کوئی آسان کام نہ تھا لیکن حضرت عمرؓ کے قبول اسلام نے صورت حالات بدل دیا۔ اول اول کفار عرب نے حضرت عمرؓ کو سخت سے سخت اذیتیں تکالیف پہنچائیں لیکن اس جری انسان کا پائے ثبات اس پاک دین سے جسے وہ دل سے قبول کر چکے تھے ایک لمحہ بھر کیلئے بھی متزلزل نہ ہوا۔ آپ نے مختلف مظالم جھیلے کفار سے برسر پیکار ہوئے اور آخر الامر خانہ کعبہ میں اپنے دیگر بھائیوں کی پوری جمعیت کے ساتھ نمازیں ادا کیں +

قریش نے رسالت مآب حضرت نبی کریم صلعم کے ربانی مشن کو مدت مدید تک بے اعتنائی سے دیکھا لیکن دین پاک کی تدریجی ترقی نے انکے تنفر و حقارت کی آگ کو بھڑکا کر دشمنی و عناد تک پہنچا دیا۔ جب ملک عرب کے بہت سے قبائل حلقہ بگوش اسلام ہو گئے۔ تو قریش نے نہایت ہی تندہی و شوخی سے ہستی اسلام پر تبر چلانے کا مصمم تہیہ کر لیا۔ بہر حال جب تک ابو طالب زندہ رہے کفار عرب اُنکے رعب و جلال سے اعلانیہ طور پر کچھ مخالفت نہ کر سکے لیکن آپ کی وفات کے بعد انھوں نے اسلام کو بیخ و بُن سے اُکھاڑنے کا متفقہ تہیہ کر لیا۔ اور اس کو صفحۂ ہستی سے نیست و نابود کرنے میں کوئی بھی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا۔ انھوں نے

ہر ایک مسلم کو جو ان کے قابو چڑھا ۔ بڑی بُری طرح سے اذیت دی ۔ مسلمان مدت مدید تک کفار کے جور و ستم کے تختۂ مشق بنے رہے ۔ اس جور و جفا ۔ مصائب و آلام کے مقابل اگر مسلمانوں میں قوت ایمانی اور غیر متزلزل ایمان نہ ہوتا ۔ اور ہی گہرے روحانی اثر سے متاثر نہ ہوئے ہوتے ۔ جو حضرت نبی کریم صلعم کی فیض بخش صحبت سے ہو چکا ہوا تھا ۔ تو ایک بھی مسلمان مرتد ہونے سے نہ بچتا ۔ مسلسل چھ سال تک مسلمانوں نے طرح طرح کی مصائب جھیلیں ۔ جو احاطہ بیان سے باہر ہے ۔

اس اثنا میں مدینہ کی ایک نمایاں جماعت مشرف بہ اسلام ہوئی ۔ جس پر حضرت نبی کریم صلعم نے اپنے متبعین اسلام کو جن کے پاس مکہ میں دشمن کے غیظ و غضب کے مقابل کوئی بھی ٹھکانا نہ تھا مدینہ میں پناہ لینے کیلئے مشورہ دیا ۔ ابو سالمہ عسل بن عبد اللہ نے سب سے پہلے ہجرت کی ۔ مؤذن حضرت بلال ؓ جو کہ عدیم النظیر شہرت کے مالک تھے وہ بھی ابو سالمہ عسل بن عبد اللہ کے نقش قدم پر چلے ۔ اس کے بعد حضرت عمرؓ نے اپنے بھائی حضرت زید اور بھتیجے سعید داماد و دیگر دوست و احباب کے ساتھ ہجرت کا مصمم ارادہ کیا +

مدینہ ایک چھوٹی سی بستی تھی ۔ جو ان مہاجرین کو جائے پناہ دینے سے قاصر تھی اسلئے مہاجرین قبہ یا عوالی میں اقامت پذیر ہؤا کرتے تھے ۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ بھی وہیں قیام پذیر ہوئے ۔ اس کے بعد حضرت نبی کریم صلعم کے دیگر صحابہ کرام بھی آہستہ آہستہ ہجرت کی ۔ آخر الامر اپنی مشن کے تیرھویں سال خود حضرت نبی کریم صلعم نے مکہ معظمہ کو جو جور و ستم و سازشوں کا مرکز بن چکا تھا خیر باد کہی ۔ مدینہ منورہ پہنچ کر حضرت نبی کریم صلعم نے مہاجرین کی جائے اقامت کا سب سے پہلے تدارک کیا ۔ آپ نے انصار و مہاجرین میں رشتۂ اخوت قائم کیا ۔ اور اس اخوت اسلامی سے احسن نتائج مترتب ہوئے ۔ ہر ایک انصار نے اپنے مال و املاک کا نصف حصہ مہاجرین کے نذر کر دیا ۔ اور اس طرح سے آپس میں مستحکم اخوت قائم ہو گئی ۔ اور ان گہرے تعلقات نے مکی و مدنی مسلمانوں میں ایک اٹل رشتہ اخوت مستحکم کر دیا ۔ حضرت نبی کریم صلعم نے ان تعلقات و رشتۂ اخوت کو قائم کرنے کے وقت مسلمانوں کے رتبہ و گھرانہ کا

خاص پاس رکھا۔ اور اسی لئے عتبان بن ملک جو قبیلہ بنی سلیم کا ایک سردار تھا حضرت فاروق اعظمؓ کا بھائی بن گیا +

ان واقعات کے باوجود حضرت نبی کریم صلعم نے مدینہ میں رہائش رکھی۔ اور بعض صحابہ کرامؓ نے قبہ یا عوالی میں ہی رہنا شروع کیا۔ نیز حضرت فاروق اعظمؓ بھی وہیں مقیم ہوئے آپ ہر روز حضرت نبی کریم صلعم کی خدمت میں مدینہ حاضر ہوتے۔ اور تمام دن آپ کی صحبت میں گذارتے۔ جن ایام میں حضرت عمرؓ آنحضرت صلعم کی خدمت میں حاضر ہونے سے قاصر ہوتے۔ تو یہ فریضہ حاضری آپ کے اسلامی بھائی عطیان نہایت حزم و احتیاط سے ادا کرتے۔ اور جو کچھ حضرت نبی کریم صلعم سے سُنتے بغیر کم و کاست حضرت عمرؓ تک پہنچا دیتے +

جُوں جُوں وقت گذرتا گیا مصلحت وقت اس امر کی متقاضی ہوئی کہ اسلامی احکامات کو جن پر خوف زندگی کی وجہ سے مکّہ میں عمل پیرا ہونا مشکل امر تھا۔ انکو باقاعدہ تنظیم و ترتیب دیکر رائج کیا جائے۔ مکہ میں چونکہ جان و املاک کی کوئی سلامتی نہ تھی۔ اسلئے مغرب کی نماز کے علاوہ باقی کُل حکمی نمازوں کی دو رکعت تک تخفیف کی گئی۔ حضرت نبی کریم صلعم کی یہ دلی تڑپ تھی۔ کہ کوئی ایسے ذرائع و وسائل اختیار کئے جائیں۔ جس سے مسلمان نماز کو باجماعت ادا کر سکیں۔ جب یہ مسئلہ زیر غور تھا تو اچانک حضرت عمرؓ موقعہ پر آ پہنچے۔ جس پر آپ نے تجویز فرمائی کہ ایک شخص وقت معینہ پر باواز بلند اذان کہے۔ حضرت نبی کریم صلعم نے اس تجویز کو پسند فرمایا۔ اور اسی وقت یہ فریضہ حضرت بلالؓ کے ذمہ لگا دیا گیا۔ اور سبقت کا سہرا حضرت عمرؓ کے سر پر رہے کہ صلوٰۃ اسلامی کا اہم مسئلہ آپ کے مشورہ کے مطابق طے ہوا۔ پہلی ہجری سے لے کر حضرت نبی کریم صلعم کی وفات تک کے درمیانی عرصہ میں جس قدر لڑائیاں ہوئیں یا دیگر اقوام سے عہد و میثاق ہوئے یا وقتاً فوقتاً انتظامی احکامات صادر ہوئے۔ یا وہ ذرائع جو اشاعت اسلام کیلئے اختیار کئے گئے۔ ان تمام واقعات میں حضرت نبی کریم صلعم اور حضرت فاروق اعظمؓ

نے مشترکہ طور پر حصہ لیا۔ مشکل ہی کوئی واقعہ حضرت نبی کریم صلعم کی زندگی سے ایسا وابستہ ہوگا جس میں فاروق اعظم کا حصہ نہ ہو۔ حضرت نبی کریم صلعم اور صحابہ کرام کی ہجرت پر قریش مسلمانوں کو کمزور کرنے کے ارادہ سے چھوٹی چھوٹی جماعتوں میں جمع ہو کر مدینہ پر حملہ آور ہوئے لیکن پسپا کئے گئے۔ دوسری ہجری غزوہ بدر واقع ہوا۔ قریش نے بھاری بھاری نقصانات اُٹھا کر شکست کھائی۔ مسلمانوں میں سے فقط چودہ آدمی کام آئے۔ حضرت عمرؓ نے اپنی شمشیر برہنہ و دانشمندانہ مشورہ سے اس اسلامی جہاد میں بیش بہا خدمات سرانجام دیں۔ اس غزوہ کی نمایاں خصوصیات ذیل میں درج کیجاتی ہیں :-

(۱) قریش کے تمام قبائل نبرد آزما ہوئے۔ لیکن بنو عدی کا ایک بھی متنفس جو حضرت عمرؓ کے خویش و اقارب میں سے تھے۔ قریش کے ساتھ شامل نہ ہوا۔ اور اسکی وجہ محض حضرت فاروق اعظم کی زبردست و پُر رعب شخصیت تھی +

(۲) حضرت عمرؓ کے تمام خویش و اقارب مسلمانوں کے ساتھ دوش بدوش ہو کر برسرپیکار رہے +

(۳) پہلا مسلم مجاہد جس نے اس میدان کارزار میں جام شہادت چکھا۔ وہ حضرت عمرؓ کا غلام مہجاؓ تھا +

(۴) حضرت عمر کا عم حقیقی عاصی بن ہشام حضرت فاروق اعظم کے اپنے ہی ہاتھوں قتل ہوا۔ اور تاریخ اسلامی میں یہ پہلی نظیر ہے۔ کہ کس طرح ایک صادق مسلم کو رحمی تعلقات پر اپنے ایمان کو ترجیح دینی چاہیئے۔

خُطبۂ جُمعہ

از قلم حضرت خواجہ کمال الدین صاحب بی اے - ایل ایل - بی امام مسجد ووکنگ انگلستان

اسلامی نماز میں جسم کی مختلف حرکات اور جنبشیں

الذین یذکرون اللہ قیاماً وقعوداً وعلی جنوبھم ویتفکرون فی خلق السموات والارض ربنا ما خلقت ھذا باطلاً سبحٰنک فقنا عذاب النار ہ

ترجمہ - یہ لوگ کھڑے اور پڑے خدا کو یاد کرتے اور آسمان و زمین کی ساخت میں غور کرتے ہیں اور بے ساختہ بول اُٹھتے ہیں کہ) اے ہمارے پروردگار تونے اس (کارخانہ عالم) کو بیفائدہ (تو) نہیں بنایا۔ تیری ذات (ایسے فعل عبث کرنے سے) پاک ہے۔ تو اے پروردگار ہمکو دوزخ کے عذاب سے محفوظ رکھیو +

اسلام جیسے لفظی معنی ہیں مطابعت کے ساتھ "خدا کی ذات کے کما حقہ فرمانبرداری اور کامل طور پر رضا بالارضا کا مقتضی ہے دوسرے الفاظ میں اسلام یہ چاہتا ہے کہ ہم بالکل اسکے ہو جائیں اور اسکے مقابل میں اپنی ہستی کو بھول جائیں +

دُنیاوی تعلقات اور روزمرہ کے مشاغل سے دل ہٹانا آسان کام نہیں ہے۔ اس انقلاب کی تکمیل کیلئے کئی رُوحانی مراحل طے کرتے پڑتے ہیں مکمل رضا یا عبادت کا مطلب یہ ہے کہ دل اور رُوح معبود کا کر دیا جائے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ دینی ہستی کو فراموش کر کے دوسرے کا وجود بنا دیا جاے۔ اپنی رضا کو محبوب کی رضا بنا کر ہم عبادت کے اس مرحلہ پر پہنچ سکتے ہیں۔ یہ جب تک کہ ہمارے دل بالکل اس طرف راغب نہ ہوں ہم حاصل نہیں کر سکتے۔ اگر ہمارے دل اور باتوں میں مشغول ہیں تو ہمارے دل کس طرح ایکطرف پورے پورے مائل ہو سکتے ہیں۔ بس اس کے یہ معنے ہیں کہ ہم ہاتھ باندھ کر ہر ایک اور شئے سے اجتناب کریں۔ کیونکہ ہر ایک اور شئے ہمیں اس ایک مدعا سے منحرف کر دیگی۔ اس منزل پر ہم تب ہی پہنچینگے جب ہم تمام دیگر اشیاء کو ترک کر کے اُن سے اپنے ہاتھ دھو لینگے +

خیال فرمائیے کہ دنیاوی بکھیڑے اور تفکرات ہمارے دماغ پر کس قسم کا زور ڈالتے ہیں۔ کیا ہم زبانی وظیفہ یا نماز کا قاعدہ دُہرانے سے اِن تفکرات کو ادا کر سکتے ہیں

اور کیا اس طرح پر ہم سب باتوں کو بھول کر عبادت کی اس منزل کو پہنچ سکتے ہیں جس کے معنے ہر ایک دیگر شئے سے کنارہ کشی ہے۔ اسبات کے حاصل کرنے کیلئے ایک یکساں باقاعدہ نصاب ترتیب کا اپنے آپ کو عادی بنانے کی ضرورت ہے۔ اگر بعض جسمانی حرکات و نشست و برخاست مختلف حالات قلب پیدا کرنے کے معاون ہیں۔ تو یاد رکھنا چاہئے۔ کہ اسلامی طرز نماز روحانی مظاہرے پر مبنی ہے +

میں نے اس سے پہلے چند مراحل کا ذکر کیا ہے۔ جن سے اپنے مشاغل کو چھوڑ کر دل دوسرے کی عبادت میں مصروف ہو سکتا ہے۔ سب سے پہلے انسان کو وہ کام چھوڑنا چاہئے جسمیں وہ مصروف ہے۔ انسان کو چاہئے۔ کہ اس کام سے ہاتھ دھولے اور اسکو ترک کردے۔ اور اپنے ہاتھ اس طرح باندھے کہ وہ سابقہ شغل میں مصروف نہ ہو سکیں۔ یہ پہلے چار مرحلے ہیں جن میں سے ہمیں گذرنا لازم ہے۔ اور ہماری طبیعت یکسو ہو سکتی ہے۔ پھر ہم دوسری طرف متوجہ ہوتے ہیں یعنے اعلےٰ اشیاء کیطرف جو اس وقت تک تکمیل نہیں پاتیں۔ جب تک ہم معبود کے روبرو سجدہ نہ کریں +

یہ سات مراحل مختلف لوازمات کی علامات بن جاتے ہیں جن کے بغیر اسلامی نماز ناقص ہے مسجد کے مینار سے اذان ہوتی ہے۔ اور مسلمان کا فرض ہے کہ وہ جس کام میں مصروف ہے۔ اسکو چھوڑ دے اور وضو کرے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اُس نے دُنیاوی تفکرات کو چھوڑ دیا اور اُن سے ہاتھ دھوئے۔ پھر وہ خدا کے رُوبرو کھڑا ہو کر کانوں پر ہاتھ دھرے۔ اس کا مقصد یہ ہے۔ کہ سب دنیاوی باتوں کو چھوڑ دیا پھر وہ ہاتھ سینے پر جوڑے جو اظہار مطابعت اور محبت ہے۔ اور پھر اپنا جسم جھکا دے جسم کے ساتھ دل کا خدا کے رُوبرو جھکنا لازمی ہے۔ اسکے بعد وہ پیشانی زمین پر خدا کے آگے رکھ دے۔ گویا اسی مرض کو خدا کی مرضی کے تابع کر دیا۔ معانی لطیف مختلف جسمانی جنبشوں سے زور پکڑتی ہیں۔ جو ان حرکات جسم کا نمازی مطلب نہیں سمجھتا۔ اور جو انکی تعلیم کو اپنی زندگی پر حادی نہیں کرتا۔ وہ اپنی عبادت کو تماشا گاہ کا نظارہ اور اپنی نماز کو تماشہ کی نقل بناتا ہے +

اسلامی نماز جسم کی ہر حرکت پر مشتمل ہے۔ اور ہر حرکت جسم کے ساتھ وقت نماز خدا کا نام لیا جاتا ہے۔ اس کے معنے یہ ہیں۔ کہ مسلم زندگی کے ہر شغل میں خدا کو نہ بھولے۔ کم عقل انسان چاہے تمسخر کرے اور ہمکو نماز پڑھتا دیکھ کر ہنسی اڑائے کیونکہ بدقسمتی سے تمسخر اڑانا ہی انکے پاس ایک بڑا ہتھیار ہے لیکن دنیاوی حکام کے روبرو بھی وہ یہی حرکات کرتے ہیں۔ وہ نہایت مکروہ اور غلامانہ طرز پر حکام کے روبرو کھڑے ہوتے ہیں۔ جو انکی طرح انسان ہیں۔ اور جو محض اتفاق سے اعلےٰ عہدہ دار ہیں۔ یہ لوگ دنیاوی حکام کو خوش کرنے کے لئے جھکتے ہیں اسکے آگے جبیں فرسائی کرتے ہیں۔ اور ہر قسم کے قابل شرم فعل کرتے ہیں لیکن ان لوگوں پر جو مسلمہ خالق اور مالک کے آگے جھک کر اسکی خدائی کا اعتراف کرتے ہیں تمسخر کرتے ہیں کس قدر یہ گستاخ ہیں +

واقعات کینیا اور برٹش مسلم سوسائٹی

لارڈ ہیڈلے بالقابہ اور دفتر نوآبادیات انگلستان کی خط و کتابت

اسلامک ریویو مجریہ اپریل سنہ ۱۹۲۳ء میں اسلام کی اس توہین اور دلآزاری کا تذکرہ سامنے کیا تھا۔ جو کینیا کالونی کے ایک مسیحی مشنری ریورنڈ ڈبلیو ایچ شا نے وہاں کے اخبار "ایسٹ افریقن سٹینڈرڈ" میں آنحضرت صلعم کی ذات پر ایک ناواجب حملہ کے رنگ میں کی ہے +

اس وقت ہم ان تدابیر اور ان کے نتائج کا مفصل ذکر کرنا چاہتے ہیں۔ جو برٹش مسلم سوسائٹی نے اسبارہ میں اختیار کی ہیں +

محولہ بالا واقعات کے متعلق زنجبار اور ممباسہ سے ان تاروں کے آنے اور ان خبروں کے موصول ہونے پر جو گزشتہ اشاعت میں درج ہو چکی ہیں۔ اور جن ہی مسیحی حکام انگلشیہ کے

ایک بظاہر ذمہ وار نمائندہ کے نامناسب طریق عمل کا اظہار ہوتا ہے مسلمانان لندن کے جذبات نفرت و حقارت مشتمل ہو گئے۔ اور اسی وقت واقعات پیش آمدہ کے مناسب طریق فیصلہ پر غور کرنے کیلئے برٹش مسلم سوسائٹی کی مجلس منتظمہ کا اجلاس لارڈ ہیڈلے بالقابہ کے زیر صدارت منعقد ہوا +

پہلے یہ تجویز ہوا کہ ایک عام جلسہ اسبارہ میں کیا جائے۔ تا کہ اسلامی جذبات کا اظہار زیادہ زور کے ساتھ اور وسیع الاثر پیرایہ میں کیا جا سکے لیکن سمیں یہ نقص تھا کہ اس ذریعہ سے ایک غیر معروف شخصیت کے ذاتی بغض و تعصب کو ناواجب طور پر شہرت حاصل ہوتی جس کا شاید یہ نتیجہ ہوتا کہ مجرم کے متعلق غیر متناسب طور پر قومی تباغض و تحاسد اور غلط فہمیاں پیدا ہو جاتیں۔ اسلئے جناب خواجہ کمال الدین صاحب امام مسجد ووکنگ کے مشورہ کے مطابق یہ فیصلہ ہوا۔ کہ سوسائٹی لارڈ ہیڈلے بالقابہ سے یہ استدعا کرے۔ کہ وہ اسبارہ میں دفتر نو آبادیات سے خط و کتابت کریں کہ اس پر بلا تاخیر سرکاری طور پر کارروائی ہو اشاعت ماضیہ میں لارڈ ہیڈلے کے خط بنام وزیر نو آبادیات کی نقل ہدیۂ ناظرین کرام ہو چکی ہے جسمیں اصل شکایت کی وجوہات قلمبند کی گئی ہیں۔ اس کے ساتھ ہی چند اور خطوط کو بھی ہم شامل کرنا چاہتے ہیں +

ذیل کا خط مرقومہ ۱۳ مارچ ۱۹۲۳ء دفتر نو آبادیات کی طرف سے رائیٹ آنریبل سید امیر علی کے نام موصول ہوا ہے جنہوں نے حکام متعلقہ سے بطور خود فوراً ہی خط و کتابت شروع کر دی تھی :-

۱ "مجھے ڈیوک آف ڈیون شائر کی طرف سے ہدایت ہوئی ہے۔ کہ آپ کے خطوط مورخہ ۵ مارچ اور ۸ مارچ کی رسید دوں اور یہ عرض کروں کہ ڈیوک موصوف نے اسلام کی اس توہین کو جو ۲ فروری کو کینیا کے ایک مقامی اخبار میں ہوئی ہے نہایت افسوس کی نگاہوں سے دیکھا ہے۔

۲۔ سر گریس نے مجھ سے خواہش کی ہے۔ کہ میں آپ کو یقین دلاؤں کہ وہ اسلام کی اس توہین کو نہایت ناپسند کرتے اور اسے نفرت کی نگاہوں سے دیکھتے ہیں۔ اور کہ کینیا

سکے گورنر سے وہ اس بارہ میں خط وکتابت کر رہے ہیں۔

اسکے بعد ۲۴ مارچ کے خط میں رائیٹ آنربیل سید امیر علی اور پریزیڈنٹ برٹش مسلم سوسائٹی کو دفتر نو آبادیات کی طرف سے ذیل کی اطلاعات موصول ہوئیں:-

۱۔ مجھے ڈیوک آف ڈیون شائر نے آپ کی خدمت میں یہ اطلاع پہنچانے کی ہدایت فرمائی ہے۔ کہ انہیں کینیا کے گورنر کی طرف سے تار موصول ہوا ہے۔ کہ گورنمنٹ اور کنونشن آف ایسوسی ایشنز اور بشپ آف ممباسہ کی طرف سے ہر ممکن پیرایہ میں علانیہ طور پر ان خیالات سے بے تعلقی اور علیحدگی کا اظہار کیا گیا ہے۔ جو ریورنڈ ڈبلیو ایچ شا نے ایسٹ افریقن سٹینڈرڈ" میں ظاہر کئے ہیں۔ اسکے علاوہ خود مسٹر شا نے گورنر کو ایک خط لکھ کر اپنی حرکت پر اظہار افسوس کیا ہے۔ اور یہ خط بجنسہ مسلم ایسوسی ایشن کو بھیجدیا گیا ہے۔

منقولہ بالا خطوط سے ظاہر ہے۔ کہ وزیر نو آبادیات نے جو کارروائی کی ہے وہ فوری طور پر مؤثر ثابت ہوئی ہے۔ اور بے تعلقی علیحدگی اور معافی کا رستہ اختیار کرنے میں ہر ممکن تدبیر سے کام لیا گیا ہے۔ یہاں تک کہ جو کچھ ہوا بہت عمدہ اور خوب ہوا لیکن کیا محض اسبات سے کہ جس چیز کا انجام عمدہ ہوا۔ خود وہ چیز بھی عمدہ اور بہتر ہے۔ ہم اپنا اطمینان کر سکتے اور اپنے دل کو تشفی دے سکتے ہیں۔ کوئی بھی ایسا انسان جو مذہبی معاملات میں ایک مسلمان کے جذبات سے واقف ہے۔ ایک منٹ کیلئے بھی یہ مان نہیں سکتا۔ کہ سب کچھ عمدہ ہے نہ ہی دیانتداری کے ساتھ کوئی شخص یہ کہ سکتا ہے کہ ایسے معاملات کبھی خوشگوار نتائج پیدا کر سکتے ہیں۔ زیادہ سے زیادہ امید اگر کیجا سکتی ہے تو یہی کہ ایسے امور آخر کار کسی نہ کسی طریق پر ختم ہو جاتے ہیں۔ کسی نہ کسی رنگ میں انہیں نظر انداز کر کے دبا دیا جاتا ہے۔ اور اس سے آگے انہیں بڑھنے نہیں دیا جاتا۔ زخم بیشک اس سے مندمل ہو جاتا ہے لیکن اس کا نشان باقی رہجاتا اور ذرا چھو جانے سے فوراً پھٹ کر بہنے لگتا ہے۔ یہی ایک مسلمان اور اسکے مذہب کا حال ہے +

ایک مغربی اور بالخصوص انگریز کا دل سیاست کو نہیں سمجھ سکتا یا وہ نہیں سمجھیگا بلکہ یوں کہنا چاہئے کہ کسی صورت میں بھی اسکو ہر گز نہیں سمجھتا۔ اور اسکے لئے یہ یقین کرنا ناممکن ہے

کہ ایک مشنری کے کلمات کو کیونکر ایسے پیرایہ میں لیا جا سکتا ہے۔ کہ انہیں دلآزاری کا موجب قرار دیا جائے مغرب کا یہ دماغی تنگ اس وقت زیادہ آسانی سے سمجھ آجاتا ہے جب ہم مشنریوں کی اس حیثیت پر غور کریں۔ جو آج عام طور پر انہیں دیجاتی ہے۔ یہ حالت آیا اس وجہ سے ہے۔ کہ عام انگریز لوگ ہر ایک مذہب کے متعلق خواہ ان کا اپنا ہی کیوں نہ ہو خیالی ہیجان سے عاری ہیں۔ یا اس کا سبب یہ ہے۔ کہ مشنریوں نے مذہبی جوش میں ناسمجھی اور مبالغہ سے کام لیا ہے۔ اسکی تحقیق کرنا ہمارا کام نہیں لیکن حقیقت یہ ہے۔ کہ مشنری سائٹیوں اور ان کے منتظمین۔ ان کے وفود اور چندہ دہندگان کے محدود طبقہ سے باہر فی زمانا مشن کی قدر و منزلت کوئی نہیں۔ اور اسکو ایسی ہی بے وقعت چیز سمجھا جاتا ہے جیسے سلیمان کے وقت میں چاندی کا حال تھا +

اگرچہ ڈیکنز شاعر کو اپنی مشہور نظم لکھے ہوئے ایک صدی کا عرصہ ہو گیا ہے۔ تاہم مشنریوں کی کوشش ابھی تک یہی ہے۔ کہ اپنے اخلاقی ملمع کو ان لوگوں کے آگے پیش کریں جنہیں اسکی قطعاً ضرورت نہیں۔ اور رائے عامہ یہ ہے۔ کہ مشنری نے الحال صرف بادشاہی کیلئے موزوں ہے۔ ان سے زیادہ سنجیدہ دل و دماغ متشکک ہیں۔ کہ جب تہذیب کی بنا ایک مشنری سوسائٹی کی طرف سے نا لی جائے۔ اور وہی اسکے نشو و نما کی موجب ہو۔ تو ڈیکنز کا یہ قول کے تہذیب کی گاڑی بیشمار برکات سے پر ہو کر آئی ہے"۔ کہاں تک صحیح ہو سکتا ہے، اسلئے ایک انگریزی دماغ کیلئے یہ خیال کرنا بالکل آسان ہے کہ برٹش مسلم سوسائٹی نے جو طریق اسبارہ میں اختیار کیا۔ وہ کوہ کندن و کاہ برآوردن کا مصداق ہے۔ وہ ایسا ہی ہے جیسے کوئی شخص چاے کی پیالی میں طوفان برپا کرنے کی کوشش کرے۔ پھر اور تو اور ان لوگوں کے لئے بھی جو سننے کے کان رکھتے ہیں۔ یہ سمجھنا بہت ہی مشکل ہے کہ انگریزی دماغ کی اس بناوٹ کے اندر اگر اسے روز افزوں ملکی معاملات کی گتھیوں کو سلجھانا ہے تو دوسری اقوام کے جذبات کا بھی تھوڑا سا حصہ ہونا چاہئیے بالخصوص ایسے موقعہ پر جب یہ جذبات کسی مقدس چیز کے متعلق برانگیختہ ہوں۔ تو اس ضرورت کی اہمیت ہزار ہا درجہ بڑھ جاتی ہے +

حکومت انگلشیہ کا ایسے معاملات میں لاپرواہانہ مسلک جو مسئلہ خلافت میں دشمنی کی حد تک جا پہنچا۔ ہندوستان میں ہندو مسلم اتحاد کے معجزانہ نتائج کا موجب ہوا۔ اور یہ وہ دُور از یقین بات تھی جس کو بہت عرصہ نہیں ہوا۔ اس خیال سے رد کر دیا جاتا تھا کہ یہ ایک وہمی اور حد درجہ ناممکن امر ہے۔ حکام انگریزی کا یہ طریق لاپروائی کسی بدنیتی کا نتیجہ نہیں۔ کوئی قومی تباغض و تحاسد یا مذہبی تعصب اسکی پیدائش کا موجب نہیں ہوا یہ محض ایک جہالت کا نتیجہ ہے۔ جسکو رفع کرنے کی ان کے نزدیک کوئی معقول وجہ نہیں۔ لیکن اس طریق عمل نے ہندوستان میں حکومت انگلشیہ کے متعلق غیر متناسب کشیدگی پیدا کر دی ہے۔ اور یہ وہ صورت حالات ہے۔ کہ شاید صدیوں کی متواتر خفیہ تدابیر بھی اسکو پیدا نہ کر سکتیں +

موجودہ مثال میں دفتر نو آبادیات کے جواب میں جو اس نے پریزیڈنٹ برٹش مسلم سوسائٹی کو دیا ہے۔ وہ سب کچھ تو آ گیا ہے۔ جس کی خواہش کیجا سکتی تھی۔ وزیر نو آبادیات کی طرف سے فوری اور عملی ہمدردی کا اظہار مسلمانان عالم میں قدر کی نگاہوں سے دیکھا جائیگا۔ اور از روئے انصاف یہ کہنا بیجا نہیں کہ اس جواب نے اصل معاملہ کا تصفیہ تسلی بخش پیرایہ میں کر دیا ہے۔ لیکن سرکاری دفاتر کا نقطہ خواہ کیسی روشنضمیری پر مبنی ہو اور وزرائے شاہی کا طریق عمل خواہ کتنا ہی ہمدردانہ کیوں نہو۔ اسکے ساتھ ہی ساتھ ایک نہ ایک وجود ایسا رہجاتا ہے۔ جس کی غیر ذمہ وارانہ حرکات ہمیشہ ایسی مشکلات کا موجب ہوتی ہیں۔ جن کا علم پیشتر سے نہیں ہوتا +

ریورنڈ ڈبلیو۔ ایچ شا کی افسوسناک حرکات ایسی نہیں جن کی نظیر نہ ملسکے اگر یہ حرکات صرف انہی سے سرزد ہوتیں۔ اور آئے دن اسی قسم کی باتیں ظہور پذیر نہ ہوتی رہتیں۔ تو صورت معاملات پیش آمدہ حالات سے بالکل جداگانہ ہوتی۔ اور ایک واقعہ کے تصفیہ پر یہ امید کیجا سکتی تھی۔ کہ آیندہ ایسے واقعات رُونما نہ ہونگے لیکن حقیقت یہ ہے کہ اس قسم کی بیشمار مثالیں ہیں۔ جو شائع نہیں ہو سکتیں مگر ہر ایسی جگہ پر جہاں مسلمان پائے جاتے اور عیسائی مشنری کام میں لگے ہوئے ہیں۔ ان کا وجود متواتر پایا جاتا ہے

اور یہ بھی بیشمار اور متواتر بیش زنیوں کا (سخت دلآزاریوں کو چھوڑ کر) یہ انتہائی اثر ہے
کہ کشیدگیاں اور باہمی منافرت پیدا ہوتی ہے +
کیا اس دن کی امید ہمیں نہیں رکھنی چاہئیے - جب عیسویت کی نام نہاد مخصوص
نیکیاں اور اخلاق یعنے تحمل و بردباری اور محبت آمیز ہمدردی عیسائی مشنریوں
کے اخلاقی نشوو کا ایک ضروری اور لازمی جزو سمجھی جائیگی ؟ وہ عیسائی مشنری - جو
بزعم خود مسیح کے اس فرمان کی کہ میرے انگوری باغ میں آج جا اور کام کر" تعمیل میں
مصروف ہیں +

مسئلہ جبر و قدر اور اسلام

اڈیٹر نیو ایج کے نام ایک ضروری خط

ذیل میں ہم اس خط کو نقل کرتے ہیں جو مولوی محمد یعقوب خان صاحب نے اڈیٹر نیو ایج کے نام لکھا ہے (مترجم)

جناب من !

ڈاکٹر نکلسن نے سید امیر علی صاحب کی فاضلانہ تصنیف سپرٹ آف اسلام
پر جو ریویو کیا ہے - اور آپ کی ۲۲ فروری ۱۹۲۳ء کی اشاعت میں شائع ہوا ہے -
اسمیں اسلام اور فاضل مصنّف کے ساتھ سخت بے انصافی کا برتاؤ کیا گیا ہے - اس سے
فی الحقیقت اس حیرتناک امر کا انکشاف ہوتا ہے - کہ فاضل ریویو نگار کو اصل
مبحث سے پوری واقفیت حاصل نہیں - حیرتناک یہ اسلئیے ہے - کہ کیمبرج یونیورسٹی
کے فارسی کے لیکچرار اور سٹڈیز ان اسلامک مسٹسزم (اسلامی تصوف کا مطالعہ)
کے فاضل مصنف سے جیسے کہ ڈاکٹر نکلسن ہیں اس سے بہت بڑھ کر امید ہو سکتی
تھی - کیا میں آپکے کالموں میں اس مضمون پر چند حروف لکھنے کی جرأت
کر سکتا ہوں +

جناب سید صاحب کے اس بیان پر توجہ مبذول کرتے ہوئے کہ آنحضرت صلعم علم اور

معقولیت کے شیدا تھے۔ اس مشہور مستشرق نے یہ لکھا ہے۔ کہ اس قسم کے بیانات کی تائید قرآن کریم سے نہیں ہوتی۔ بلکہ بعض ان احادیث سے ہوتی ہے۔ جو رسول اللہ (صلعم) کی طرف منسوب کی گئی ہیں ..... " ڈاکٹر نکلسن کے ان الفاظ میں سے بعض پر خط میں نے کھینچا ہے۔ اور یہ اس بات کو ظاہر کرنے کے لئے ہے کہ احادیث نبوی کے قابل اعتبار ہونے یا نہ ہونے کے متعلق ڈاکٹر موصوف کی رائے خواہ کچھ ہو لیکن ان کے فاضلانہ قلم کو خط کشیدہ امر کے بارہ میں غلطی نہیں کھانی چاہئے تھی۔ ڈاکٹر موصوف نے قرآن کریم کو یقیناً مطالعہ کیا ہوگا۔ اور اسکے صفحات پر ایک سرسری نظر ڈالنے سے ایک خیال ان کے دماغ میں ضرور جاگزین ہؤا ہوگا۔ کہ کتاب مذکور شروع سے لے کر آخر تک انسانی عقل کے لئے ایک زبردست اپیل ہے۔ یہ موقعہ نہیں کہ اسکے ثبوت میں مفصل حوالجات پیش کئے جائیں۔ ان سے ایک خاص ضخیم کتاب بن جائیگی۔ اور مجھے اس جگہ اختصار سے کام لینا ہے۔ افلا تعقلون۔ افلا تتفکرون۔ یا اولی الالباب وہ چند ایک فقرات ہیں جن کا بار بار اعادہ کیا گیا ہے۔ رب زدنی علما وہ دُعا ہے جسکے مانگنے کا آنحضرت صلعم کو حکم دیا گیا ہے۔ یعلمھم الکتاب والحکمۃ (کتاب اور حکمت سکھانا) آنحضرت صلعم کی بعثت کا مشن قرار دیا گیا ہے۔ اور اسی پیرایہ میں اس پاک کتاب نے اس حقیقت نفس الامری کو واضح کیا ہے۔ من یوت الحکمۃ فقد اوتی خیرا کثیرا۔ جس کو حکمت دیگئی اُسے گویا خیر کثیر عطا کی گئی +

انسان کا اپنے افعال میں مختار ہونا ایک اور مسئلہ ہے۔ جس پر اگر قابل ریویو نگار کی طرف سے قلم نہ اٹھائی جاتی تو شاید بہتر ہوتا۔ اس بارہ میں جو کچھ رائے ظاہر کیگئی ہے۔ اس سے خود لکھنے والے کے خیالات کی الجھن کا پتہ چلتا ہے۔ کیونکہ ریویو نگار نے انسان کے مختار ہونے کو مسئلہ تقدیر کے خلاف بنایا ہے۔ اور اس وجہ سے اسلام کو جس نے ان دونوں باتوں کی ایک ساتھ تعلیم دی ہے متضاد تعلیمات کا مجرم قرار دیا ہے۔ درحقیقت جیسا کہ میں بتا چکا ہوں۔ یہ خیالات کی الجھن کی وجہ سے ہے

ڈاکٹر موصوف کے خیالات کی بنا ایک عام مشہور بات پر ہی جسکو انہوں نے اسبات کی خود تحقیق کئے بدوں کہ قرآن سی بھی جس کی طرف اُسے منسوب کیا گیا ہی آیا ان کا ثبوت ملتا ہے یا نہیں یونہی مان لیا ہے۔ میری مراد اسبات سے ہے جو قسمت کے نام سے عام طور پر مشہور ہے۔ قرآن کریم نے تقدیر کا جو لفظ اختیار کیا ہی۔ اور جس کے بجائے ایک بالکل اجنبیانہ لفظ اختیار کر لیا گیا ہی۔ وہ اس قسم کے مفہوم کو بالکل قبول نہیں کر سکتا۔ آؤ ہم قرآن ہی سے دیکھیں کہ اس نے اپنی قائم کردہ اصطلاح سی کیا مراد لی ہے ؛

قرآن کریم فرماتا ہی۔ والشمس تجری لمستقر لها ذالك تقدیر العزیز العلیم۔ والقمر قدرنٰه منازل حتیٰ عاد کالعرجون القدیم (یٰس ۳۶ - ۳۸ - ۳۹)

یہ قرآن کریم کی بیان کردہ تقدیر کی تعریف ہے جسکو خلاصۃً یوں بیان کیا جا سکتا ہے۔ کہ صحیفہ فطرت میں ہر ایک چیز محض مقررہ قوانین کی تاریخ ہی۔ اور کون ہی۔ جو اس حقیقت نفس الامری کا انکار کر سکے۔ ایسا ہی انسان کیلئے بھی جو اس صحیفۂ فطرت کا ایک جزو لاینفک ہے بعض قوانین ہیں جن کو خود اللہ تعالیٰ نے مرتب کیا ہی۔ کیا اس کھلی ہوئی حقیقت کی تشریح کی احتیاج ابھی باقی ہے ؟ ہمیں بطور مثال اپنی آنکھیں دیکھنے کیلئے۔ اپنے کان سُننے کے لئے اور اپنی ٹانگوں کو چلنے کیلئے استعمال کرنا چاہئے۔ اور اسطرح سی بعض اخلاقی اور دماغی قوانین ہیں۔ جو ہماری فطرت کے شعبہ روحانیت کا انتظام کرتے ہیں۔ اصل ہی حقیقت نفس الامری ہی۔ اور یہ اصول اسلام سی اتنا ہی تعلق رکھتا ہے جتنا اس کا تعلق سائنس سی ہے۔ اور اسلئے یہ انسان کے فاعل مختار ہونے کے کسی طرح بھی خلاف نہیں۔ مرضی کا اختیار خواہش کی آزادی کو چاہتا ہی۔ جو قانون اور "تقدیر" سے آزادی کو ضروری نہیں ٹھیراتا۔ قوانین کے ماتحت ہو کر تقدیر کی متابعت کرتے ہوئے بھی ہم خواہشات کی آزادی سے فائدہ اُٹھا سکتے ہیں۔ اپنی ٹانگوں ہی پر ہمیں چلنا چاہئے یہ قانون کی حد ہی جس سی ہم تجاوز نہیں کر سکتے لیکن آیا ہم چلیں یا نہیں۔ یہ ہماری اپنی مرضی پر منحصر ہے۔ انہی معنوں میں انسان فاعل مختار ہے۔ اس لحاظ سے قانون اور آزادی دو متضاد چیزیں نہیں۔ اور جب اسلام ان دونوں باتوں کی یکجا تعلیم دیتا ہے تو

وہ صحیح راہ کو اختیار کرتا ہے۔ قرآن کریم کے مطابق انسان کے آزادانہ اپنی مرضی کو استعمال کرنے میں اللہ تعالیٰ دخل انداز نہیں ہوتا۔ وہ فرماتا ہے۔ انا ھدینٰہ السبیل اما شاکرًا واما کفورًا (۷۶: ۳) وعلی اللہ قصد السبیل ومنہا جائر ولو شاء لھدٰکم اجمعین (۱۶: ۹)

مسئلہ تقدیر کے بعد تعدد ازدواج کا عام مشہور مسئلہ ہے۔ جو در اصل ایک ایسے شخص کے ہاتھ میں جس کا کام اسلام کے خلاف غلط فہمیوں کو پھیلانا ہو۔ زیادہ بہتر حربہ کا کام دے سکتا تھا بہ نسبت ایک ڈاکٹر آف لٹریچر کے جسکو اس بارہ میں یقیناً بہت زیادہ علم حاصل ہونا چاہیئے مختصراً یوں کہا جا سکتا ہے۔ کہ تعدد ازدواج کوئی اسلامی مسئلہ نہیں۔ اسلام نے اس کا حکم نہیں دیا۔ بلکہ بعض غیر معمولی حالات میں غیر معمولی علاج کے طور پر اسکی صرف اجازت دی ہے۔ باوجود اسکے اسکو ایک نہایت سخت شرط کے ساتھ مشروط کر دیا گیا ہے (جسکو پکڑ کر ڈاکٹر موصوف نے اسلام پر ناجائز حملہ کیا ہے) اور یہی وہ شرط ہے۔ جو اس اجازت کو تو ہیباً ناقابل عمل ٹھیرا دیتی ہے۔ ضروریات کے بہم پہنچانے حفاظت کرنے۔ اپنی توجہ کو اپنے آرام پہنچانے اور سلوک کرنے میں عدل کا حکم ایک ایسی پابندی ہے۔ جو ایک عامہ اخلاق کے آدمی کو اس پر عمل کرنے کے ناقابل بنا دیتی ہے۔ ہاں محبت کے بارہ میں عدل کا مطالبہ نہیں کیا گیا۔ کیونکہ علم النفس کے رُو سے یہ بالکل غیر ممکن ہے۔ جیسا کہ قرآن کریم کا ارشاد ہے :-

ولن تستطیعوا ان تعدلوا بین النساء ولو حرصتم فلا تمیلوا کل المیل فتذروھا کالمعلقۃ۔ جہاں تک عمل کا تعلق ہے۔ آپ کو دس ہزار مسلمانوں میں سے ایک بھی ایسا نہ ملیگا۔ جس کی دو بیویاں ہوں۔ کیا ایسا ہی دعویٰ آپ اپنی اس سوسائٹی کے متعلق کر سکتے ہیں۔ جو ایک سے زیادہ بیویاں رکھنا جائز نہیں سمجھتی ؟

یعقوب خاں بی اے۔ بی ٹی

مذاہب عالم میں اعظم ترین اور سب سے چھوٹا مذہب

مسز سروجنی نائیڈو اسلام پر

مسز سروجنی نائیڈو نے جو اپنی اعلےٰ درجہ کی فصاحت و بلاغت کی وجہ سے بلبل ہند کے نام سے معروف ہیں طیبہ کالج سیلون میں ایک عظیم الشان مجمع کے اندر اسلام پر ایک تقریر کی ہے۔ ایک ذی علم اور اعلےٰ درجہ کی شائستہ عورت کی جو مسلمان بھی نہیں اسلام اور نسل انسانی کی طرف اسکے مشن کے متعلق رائے جس کا ایک حصہ ہم ذیل میں نذر ناظرین کرتے ہیں اس قابل ہے کہ اس ناشناسیدہ اور غلط طور پر پیش شدہ مذہب یعنے اسلام کے مطالعہ کرنے والے فراخدل اصحاب اسے خاص اہمیت کی نگاہوں سے دیکھیں :۔

جب مجھ سے یہ خواہش کی گئی کہ میں کالجوں کے طلباء کے ایک مختصر سے مجمع کے سامنے ایک لے ضابطہ تقریر کروں۔ تو میں نے یہ خیال کیا۔ کہ مضمون جس پر میں نے تقریر کرنی ہے ایسا اہم ہونا چاہئے۔ کہ جس کی اشد ضرورت ہو۔ اور کہ نہ صرف طلباء کی بلکہ ان بڑے لوگوں کی جو موجودہ اہم معاملات سے کچھ نہ کچھ تعلق رکھتے ہیں ایک نسل ان باتوں میں دلچسپی لیتی۔ اور ان کے سننے کے لئے کھنچی ہوئی چلی آئے۔ جن کو میں یا کوئی اور مرد یا عورت اسلام کی دُنیائے جدید کے متعلق بیان کرنا چاہتا ہے میں نے اس کو اپنا عنوان قرار دیا۔ یا یوں کہنا چاہئے کہ جس وقت تقریر کا عنوان تجویز کرنے کے لئے مجھے مجبور کیا گیا۔ تو میرے بیٹے نے یہ عنوان تجویز کیا۔ جو ایک ایسی کتاب کا نام ہے جس کو میں نے پڑھا نہیں لیکن مجھے کوئی ضرورت

نہیں کہ اسلام کے متعلق کسی کتاب کا مطالعہ کروں۔ جبکہ زندہ تاریخ کے اوراق ہر روز ہمارے سامنے کھلتے اور اس حقیقت نفس الامری کو واضح کرتے رہتے ہیں۔ کہ اسلام کی دنیائے جدید نے الحقیقت اس قدیم اور عظیم الشان اسلامی دنیا سے پیدا ہوئی ہے۔ جس نے دنیا کو جمہوریت کے فیضان رحمت سے فیضیاب کیا۔ میرے سامنے اس وقت غیر مسلم اصحاب کی ایک کثیر تعداد موجود ہے۔ اور ہمیشہ مجھے خوشی ہوتی ہے۔ جب ایک اسلامی مجمع میں غیر مسلموں کو میں دیکھتی ہوں بالخصوص اس وجہ سے کہ عیسائیوں۔ ہندوؤں۔ بدھ مذہب کے پیروؤں اور پارسیوں کے دلوں میں اس عظیم الشان لیکن سب سے چھوٹے مذہب کے اعلےٰ اور صحیح خصائل کے متعلق یکساں طور پر غلط فہمیاں موجود ہیں۔ یہ وہ مذہب ہے جس نے دنیا کو سچی جمہوریت کے انعام سے مالامال کیا ہے۔ کیونکہ تہذیب حاضرہ کا رجحان اور دنیا کی موجودہ خواہشات کا خلاصہ اور لب لباب یہ ہے۔ کہ ایک نئی دنیا تعمیر کیجائے جو اس اخوت کی طرف لیجانیوالی ہو۔ جسکو صحرائے عرب کے ایک اونٹ چرانے والے نے تیرہ سو سال سے زیادہ عرصہ ہوا تعلیم کیا تھا۔ نہ مجھے اس بات کی قطعاً ضرورت معلوم نہیں ہوتی۔ کہ اسلام کی دنیائے جدید کے متعلق کچھ بیان کروں۔ کیونکہ اسلام خود دنیائے جدید کا مذہب ہے۔ صدیاں گذر گئیں جب میرے بزرگ اور آباواجداد فلسفہ کی عظیم الشان گتھیوں کو سلجھاتے اعلےٰ فلسفیانہ باتوں کی تعلیم و تربیت کرتے اور چھوٹی اقوام کی طرف علمی روشنی کا پیغام پہنچاتے تھے۔ عرب کا ملک اس وقت ابھی ناشائستگی کی حالت میں پڑا ہوا تھا۔ عرب اس وقت کچھ نہ تھا۔ مگر جنگلی وحوش کا ایک صحرا۔ اس وقت جبکہ بدھ مذہب کی تعلیم نروان کا عظیم الشان پیغام بدھ گیا اور رشی ناتھ جیسی ہستیوں کی طرف سے دنیا کو پہنچایا جا رہا تھا۔ تو اس بات کا وہم و گمان بھی کسی کو نہ تھا۔ کہ لفظ "جمہوریت" سے کیا مراد ہے۔ اس وقت بھی جبکہ مسیح کو اسکے مخالفین نے صلیب پر چڑھایا اخوت نسل انسانی کے اعلیٰ ترین اصول کو قبول نہ کیا گیا۔ اس کا مقابلہ کیا گیا۔ اور

خاک کے نیچے اسے دیا گیا۔ پس یہ ضروری تھا کہ صحرائے عرب کا ایک اُونٹ چرانیوالا اخوت نسل انسانی اور اس جمہوریت کی مکمل شکل وصورت کو دنیا کے سامنے پیش کرے۔ جو تمام انسانوں تمام جماعتوں اور تمام مراتب انسانی کی یکسانیت و مساوات پر مبنی ہے۔ یہ اُونٹ چرانے والا کون تھا؟ اور یہ کیونکر ہوا۔ کہ وہ صحرا کے اندر اپنے جانوروں کی نگہبانی کرتے ہوئے دنیا کو اس سُنہری امید کا پیغام پہنچانے کے قابل ہو گیا۔ ہاں۔ کیوں ایسا نہ ہوتا؟ دنیا دوسرے بڑے بڑے مذاہب کی غلطیوں۔ دوسرے بڑے بڑے مذاہب کی پیر پرستیوں کے مظالم کے نیچے دبی ہُوئی تھی۔ وہ اس طوق غلامی اور ان مظالم سے رہائی چاہتی تھی۔ جو مذہب حقہ کے لئے موجب ننگ و عار ہیں۔ اس وقت اللہ تعالیٰ نے جو اپنی مخلوق کو وقتاً فوقتاً ازمنہ سابقہ کے طوق غلامی سے نکالنے کے لئے پراسرار طریقوں سے کام کرتا ہے۔ اس سادہ ترین انسان کے دل پر خدا کے ایک ہونے کا الہام نازل کیا۔ اور بتایا کہ وہی ایک خدا سب سے بڑا ہے۔ اس نے اس پر الہام کیا۔ اور اس یقین کو اس کے دل پر مسلط کیا۔ کہ تمام انسان جنکو اس نے پیدا کیا ہے۔ آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ اور ایک غیر معلوم برادرانہ رشتہ میں باہم جکڑے ہوئے ہیں۔ یہ اسلام کا اصل پیغام ہے۔ اور آج اگر ہم ایک امریکن مصنف کے قائم کردہ عنوان کو اختیار کرتے اور اسلام کی دنیائے جدید کا حال بتاتے ہیں۔ تو یہ درحقیقت دنیا کو صرف اس اصل پیغام کی طرف لانے کیلئے ہے۔ جو اسکی طرف تیرہ سو سال ہوئے آیا تھا۔ اور وہ آج اسے بھلا چکی ہے۔ وہ پیغام یہ ہے۔ کہ اگر دنیا میں ایک بھی ایسا دل موجود ہے۔ جو اعلےٰ ترین نصب العین کا متلاشی ہے۔ اگر ایک بھی ایسا انسان دنیا میں پایا جاتا ہے۔ جو اخوت نسل انسانی کے تمام ضروری پہلوؤں کا تتبع کر سکتا ہے۔ تو سمجھ لینا چاہئے اسلام اور اسلام کا پھریرا ہی دنیا پر حاکمانہ اقتدار کے ساتھ ہمیشہ لہرائیگا۔ کل میں کیل کی مسلم ایسوسی ایشن کے سامنے تقریر کر رہی تھی۔ وہاں بہت سے عیسائی۔ ہندو اور بُدھ مذہب کے پیرو موجود تھے۔ جو مذہب اسلام کے متعلق بالکل غلط خیالات لیکر آئے تھے۔ مجھے یقین ہے کہ

واپس جاتے ہوئے انہوں نے یہ جان لیا ہو گا۔ کہ اس عظیم الشان جمہوری مذہب کو کسقدر غلط طور پر انہوں نے سمجھا ہوا تھا۔ اور یہ بھی میرا یقین ہے کہ واپس ہونے سے پیشتر اسبات کو بھی وہ سمجھ گئے ہونگے۔ کہ جس چیز کو مغربی دنیا موجودہ زمانہ کی چیز قرار دیتی اور اسے نئی کہہ کر پکارتی ہے۔ وہ محض اس بابرکت بیج کی ایک کھیتی ہے۔ جو صحرائے عرب کے نخلستان میں بویا گیا تھا۔ میں نہیں جانتی کہ کس قدر عیسائی عورتوں کو جو یہاں ہیں یہ معلوم ہے کہ عزت و مرتبت اور حقوق قانونی اور ذمہ واری کی حیثیت سب سے پہلے اسلام نے ہی عورت کو دی ہے۔ کسقدر میرے اپنے ہم مذہب ہیں کسقدر زندہ مذہب کے پیرو اور عیسائی اقوام کے لوگ ہیں جن کو یہ معلوم ہے۔ کہ تیرہ سو سال ہوئے ایک نبی پیدا ہوا تھا جس نے عورت کی عزت کو دنیا میں قائم کیا۔ یہ تصویر اس سے بالکل مختلف ہے جو مشنری مصنفین مسلمان عورت کی کھینچتے ہیں۔ کتنے ہیں۔ جو اس حقیقت نفس الامری کو پہچانتے ہیں۔ کہ یورپ کی موجودہ تہذیب اس مشعل علم کی شعاعوں کا نتیجہ ہے جو مسلمانوں اور قوم مور کے ذریعہ سے سمندر پار سپین کے ملک تک جا پہنچی۔ کتنے ایران کے عظیم الشان لٹریچر کو پڑھنے والے اور ایرانی آریوں کے ساتھ تعلقات نسبی رکھنے کے دعویدار ہیں جو اسبات کو سمجھتے ہیں کہ خوبصورت اور پاکیزہ لٹریچر پیدا کرنے کا فخر ایران کو اگرچہ تمہارے ذریعہ سے حاصل ہے لیکن یہ عرب ہی کی طاقت تھی جس نے اس گری ہوئی اور خوبصورت قوم میں دوبارہ زندگی کی روح پھونکی۔ اور اسے اٹھا کر کھڑا کیا۔ "گری ہوئی" کے لفظ استعمال کرتے ہوئے کوئی ہتک کرنا میری مراد نہیں۔ کیونکہ تمام وہ اقوام جو محض خوبصورتی ہی کے بڑھانے میں منہمک رہتی ہیں یقیناً نازک بدن ہو جاتیں اور گر جاتی ہیں۔ اور وہ نہیں اٹھ سکتیں جب تک کہ وہ ایک ایسے مزاج اور نشوونما کے اس جذبہ سے حصہ لیں۔ جو ایک صحیح اور مشکلات کی زندگی سے پیدا ہوا ہو۔ کل میں نے بتایا تھا۔ اور اس حقیقت سے زیادہ کوئی ہرج نہیں۔ کہ جب عرب اس نئے مذہب کو لیکر ایران کی طرف گئے۔ تو ایرانی لوگ جو ریشم و اطلس کے لباس اور سونے اور ہاتھی دانت کے زیورات پہنتے پہاڑوں کی برفوں سے ٹھنڈے کئے ہوئے شربت پیتے اور اپنے سرسبز باغات میں سے

پھول چن چن کر اپنے دماغوں کو معطر کرتے تھے ان پر ہنستے اور نہایت حقارت آمیز لہجہ میں انہوں نے کہا ؎

بشیر شتر خوردن و سوسمار عرب را بجائے رسید است کار
کہ تخت کیاں را کنند آرزو تفو بر تو اے چرخ دوران تفو

تجھ پر اے گردش زمانہ افسوس کہ وہ لوگ جو اونٹنیوں کا دودھ پیتے اور سوسمار کھاتے ہیں۔ وہ اب تخت ایران کو شکست دیکر اس پر مسلط ہونے آئے ہیں۔ عیش پسند ایرانیوں کی طرف سے صحرائی آدمیوں کی جو سیاہ کمبل اوڑھتے اور فی الحقیقت سوسمار کا گوشت کھاتے اور اونٹ کا دودھ پیتے ہیں۔ اس سے بڑھ کر حقارت نہ ہو سکتی تھی۔ تاہم دنیا کو اعلے درجہ کے خیالات اور انسانی قیمت اور انسانی زندگی کس نے دیئے؟ اگر تم سپین کی تاریخ کو پڑھو اور جیسا کہ کل میں نے کہا کسی مسلمان کے قلم سے نہیں بلکہ عیسائی مشنریوں کی لکھی ہوئی کتب کو پڑھ کر دیکھو۔ تو تمہیں معلوم ہوگا۔ کہ کسقدر علوم وفنون ہیں جن کی تعلیم آج یورپ کیطرف سے ہندوستان اور سیلون میں دی جارہی ہے۔ اور وہ درحقیقت عربوں ہی کی خاصیت قومی سے پیدا ہوئے ہیں۔ کیا تمہیں معلوم ہے کہ عظیم الشان عمارات کو دیکھنے کیلئے جو مرد اور عورتیں دنیا کے کئی ایک حصص سے آتے ہیں وہ یقیناً سپین ہی کے مسلمانوں کے فن تعمیر کو دیکھنے آتے ہیں؟ سپین کا الحمرا جو تاج محل کے مقابلہ میں بالکل ہی ستونوں کے بغیر کھڑا ہے عرب ہی کی خاصیت قومی کا نتیجہ ہے۔ قرطبہ اور غرناطہ کی یونیورسٹیاں ابھی تک فرانس۔ جرمنی اور اٹلی کی یونیورسٹیوں کے علوم وفنون اور درس وتدریس کے لئے ایک رہبر کامل کا کام دیتی ہیں۔ اس وقت کے لٹریچر اور شائستگی کی تاریخ میں جبکہ عیسائی ممالک کی عورتیں ابھی تک پردہ نشین تھیں جیسے آجکل آپ کی عورتوں کا حال ہے جبکہ انہیں جہالت کے تاریک در تاریک پردوں میں رکھا جاتا تھا۔ جبکہ ان کا کام صرف بچوں کی پرورش کرنا۔ غذا بہم پہنچانا اور مرد کی لونڈی بن کر رہنا تھا۔ اس وقت کے اسلامی سپین کے لٹریچر کا یہ حال ہے کہ فلاسفر عورتیں شاعرہ عورتیں حساب دان اور علم ہیئت سے ماہر

عورتوں کے نام پر نام اس کے اندر آتے ہیں - پھر انہیں اپنے عظیم الشان مذہب کے اصولوں کی تعلیم دینے والی عورتیں بھی کثرت سے موجود تھیں +

لیکن یہ باتیں ایک ایسے مجمع کے اندر یورپ یا کسی اور جگہ پر بیان کیجائیں جنکو پوری واقفیت حاصل نہیں وہ کہینگے کہ تم متعصب آدمی ہو۔ تم اسلام سے اسقدر مانوس ہوگئے ہو کہ جس وقت تمہیں اس کا خیال آتا ہے اسکی ایک نہایت خوبصورت تصویر تمہیں دکھائی دینے لگتی ہے" لیکن یہ کوئی وہمی اور بے حقیقت بات نہیں بلکہ یہ ازمنۂ متوسط میں سنہری حروف سے لکھی ہوئی حقیقت ہے۔ میرے ایک دوست اور حیدر آباد کے ایک شاعر نے دنیا کی اس عظیم الشان شائستگی کی رفتار کو کس خوبصورتی کے ساتھ نبھاہا ہے۔ کہ ایران کی موجودہ خانقاہوں سے لیکر گوتھوں کے مسکن سپین تک مسلمان اس مشعل کو لئے ہوئے پہنچے +

کرم پر ایک تبصرہ

کرم کے بے سروپا قیاسات کے عوض سائنس نے قانون علت و معلول قائم کیا ہے - اور بہت مناسب کیا ہے - روحانی اور جسمانی سائنس نے بھدے۔ کچا اور خام نتائج کو جو اصطلاح کرم میں شامل ہیں رد کردیا ہے۔ کرم اور علت و معلول کا تعلق بعینہ وہی ہے جو چین کی غلیظ دواؤں کے جوشاندہ کا اور زمانہ حال کی قرابادین کی تیار کردہ عمدہ ادویات کا - کرم کہتا ہے کہ زلزلے انسان کے گناہ کا نتیجہ ہیں - سائنس کہتی ہے کہ یہ قرص زمین میں نقص کا باعث ہیں۔ مثلاً ایسا معلوم ہوتا ہے کہ سان فرانسسکو کا زلزلہ اسلئے آیا کہ آتش خیز پہاڑ پھٹا اور سائنس کی بنیاد پر یہ کہنا چاہئے کہ اگر وہ شہر موجودہ یروشلیم ہوتا تو وہ بھی برباد ہوجاتا خواہ وہاں کے باشندے نیک ہوتے یا بد ہوتے - قانون کرم کو مؤثر کرنے کے لئے اسے قوامین منوں کی امداد کی ضرورت تھی - اسمیں شک نہیں کہ کرم برہمن حضرات اپنے ایجاد کردہ

قوانین کرم پر زیادہ بھروسہ کرتے رہے۔ اور وہ اس دنیاوی قانون کی جو انہیں دھندلا سا دکھائی دیتا تھا پرواہ نہ کرتے تھے۔ کلید علم الٰہیات مثال کے طور پر کرم پر بہت کچھ روشنی ڈالتی ہے لیکن ہر چند تلاش کیجاتی ہے۔ اسکے متعلق جو حیرت افزا بیان گنے جاتے ہیں ان کی تائید اور تصدیق کسی خاص اور صریح چیز سے نہیں ہوتی۔ اسکی کتاب کے دلچسپ اوراق ہیں بیشک بہت سی خیالی اور بھی غلط دلائل موجود ہیں جن کا وجود عملی امتحان گاہ میں ہیچ ہے۔ صفحہ ۱۸۱ پر کرم کا تمثیلی واقعہ درج ہے۔ انسان کی گذشتہ زندگی کے گناہوں کی سزا موجودہ دوبارہ زندگی میں دیجاتی ہے۔ اور موجودہ دوبارہ زندگی پر اسرار اور بعید از فہم قانون کرم تجویز کرتا ہے۔ اس تفسیر سے مہیب صورت کرم کی آشکارا ہوتی ہے۔ نظیر کے طور پر اسے بچہ کشی پر عاید کیجئے۔ چھوٹے معصوم کیلئے جو اسطرح مارا جاتا ہے دوبارہ پیدائش کرم کی فرض کردہ بنیاد کے رُو سے اس طرح ہوتی ہے۔ کہ اسکے والدین اسے قتل کردیں تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا مقتول بچہ کا پہلے جنم کا گناہ یہ معنے ہو گیا ہے کہ موجودہ جنم میں اس کے والدین اسی گناہ کے گنہگار بن جائیں بچہ کے پہلے جنم کے گناہ سے دوسرے جنم میں اس کے والدین اسی گناہ کے مجرم اسے قتل کر کے بن جاتے ہیں تو یہ سلسلہ پھر کس طرح ختم ہوتا ہے۔ اور کہاں تک جاتا ہے +

مقتول بچہ کے والدین نے کونسا کرم کیا ہے۔ جو آیندہ جنم میں انکے پیش آئیگا اور بموجب قانون کرم کون سزا دیگا اور اس جرم کی انتہا کس طرح اور کب ہوگی۔

ہمیں یہ بات پر اعتبار کرنے کو کہا جاتا ہے کہ وہ شجاع مرد اور قابل عزت عورتیں جو علم و فضل کی ترقی اور اصلاح مذہب کے لئے تاریک اور قابل نفرت زیرزمین قیدخانوں میں قید کی گئیں جن کو نہایت بےرحمی سے آزار دیا گیا۔ جن کو سختی سے سخت عذاب پہنچائے گئے اور جنکے قتل کرنے کیلئے ایسے ایسے تکلیف دہ آلے ایجاد ہوئے۔ جن کی موجودگی تذکرہ مذہب کے دور میں بیان ہوتی ہے۔ اسلئے مورد آفات تھے کہ انہوں نے پہلے جنم

میں سخت سے سخت گناہ اور جرم کیئے تھے ہمیں یاد کرایا جاتا ہے کہ جو بے انصافی ان سے اس جنم میں ہوئیں وہ عین انصاف تھا۔ کیونکہ انکو سابقہ جنم کے گناہوں کا عوض ملا (ایسا کہنا نا انصاف حاکم۔ سفاک اور ظالم انسان کیلئے کیسا مرغوب خاطر مسئلہ ہے نیز انگشت مروڑنے والی کل کا ہر ایک پیچ شکنجہ کا ہر ایک پھیلاؤ۔ آتشیں زنبور کی تیزی جس سے جسم کا گوشت پھاڑا جلایا اور پگھلا جاتا تھا۔ صاف مزید ثبوت زاید گناہ کا اور مزید شہادت نا انصافی کی اور جدید اظہار قابل نفرت شرارت کا تصور ہونا چاہئے۔ آجکل کے انصاف کا روشن معیار کچھ اور ثبوت چاہتا ہے۔ بہتر شہادت کا طلبگار ہے۔ اور قطعی اظہار کا خواہشمند ہے۔ جبتک یہ نہ ہو اسکو اس قسم کی تعلیم پر اعتبار نہیں آسکتا +

مزید براں شارحان مسئلہ کرم کہتے ہیں کہ موجودہ زندگی کی دنیاوی عزت سابقہ زندگی کے اعمال کا نتیجہ ہے۔ یہ لوگ مذہبی جوش میں آکر کہتے ہیں۔ کہ بدھ کا قول ہے۔ کہ انسان اسلئے غریب ہیں کہ وہ پہلے جنم میں چور اور حریص تھے۔ اور اس جنم میں اسلئے امیر ہیں کہ پچھلے جنم میں خیرات کرتے رہے۔ ایک اور شخص کہتا ہے۔ کہ وہ لوگ جنہوں نے پہلے جنم میں دولت کا غلط استعمال کیا ہی اور دوسرے جنم میں مفلس اور قلاش ہیں۔ یہ نظریہ اخلاق معاشرت کا واقعی امیروں کیلئے دل خوش کن ہی۔ اور غریبوں کیلئے باعث ننگ کیونکہ اس کے یہ معنے ہیں کہ وہ اسلئے مفلس ہیں کہ پہلے جنم میں وہ چور اور حریص تھے +

قانون ازالۂ حیثیت عرفی کو اور اس کے ساتھ کرم کے ہرجانہ کو اس طرح پر ٹالا گیا ہی۔ یہ قابل نفرت الزام ہر شریف کیلئے جسکا گناہ صرف یہ ہے کہ وہ مفلس ہے ناقابل برداشت ہے خواہ اسے ناظرین کے غریب پیچھا وی کیجئے

- -

- کہ

خداتعالی نے اپنی رحمت سے ہر ایک سے جسے واقعی دولت کہتے ہیں مہیا کی ہے۔ بافراط بلاتمیز اوصاف میسر آتی ہی تو پھر یہ کہنا کہ افلاس سابقہ جنم کے اعمال کا نتیجہ ہے۔

مفضول بات ہے۔ ساتھ ہی واضح ہو کہ گو نعمتیں خدا نے نہایت فیاض اور کثرت سے انسان کو دی ہیں پھر بھی یہ ظاہر ہے۔ کہ دنیاوی افلاس کثرت سے ہے۔ اور اسکے ساتھ وہ برائیاں موجود ہیں جو افلاس سے پیدا ہوتی ہیں۔ اس کا سبب یہ ہے کہ بعض نے یہ نعمتیں اپنے حصہ سے جس کے وہ مستحق تھے زیادہ لیلی ہیں۔ اس فعل چھپانے کیلئے انہوں نے اپنی خود پسندی کو خوشنما بنانے کے لئے جعل اور چالبازی سے کام لیا ہے۔ اور ایسا نظم معاشرت ایجاد کیا ہے جس سے یہ ان کا طریقہ قائم ہے۔ یہ ہی وہ نظم ہے۔ جسکو برہمنوں نے ذاتوں کا امتیاز قرار دیا ہے۔ اور جس کے رُو سے برہمن سب سے افضل ہیں۔ اور اس نظم کا مغالطہ میں ڈالنے والا اور ضرر رساں اصول مسئلہ کرم ہے۔

خدا کی قدرت کی طاقتیں انسان کی دماغی حسّی اور جسمانی حیثیت پر ہزاروں طرح پر عمل پیرا ہیں۔ انسان کی ہستی اسلئے ہے کہ جہاں میں آشکارا ہو۔ اسکے کسی اپنے فعل کے لئے نہیں ہے +

انسان کی ہستی کا محور اعظم خدا ہے جسمیں اسکی ہستی زندہ ہے اور متحرک ہے اور انسان کے افعال محض صغیر حرکات اس محور اعظم کی ہیں +

گوشوارہ آمد و خرچ بابت ماہ مئی سنہ ۱۹۲۳ء بابت دفتر ووکنگ مسلم مشن در ہندوستان

تفصیل آمد	نمبر	رقم آمد ہندوستان پائی	آنہ	روپیہ	تفصیل خرچ	نمبر	رقم خرچ ہندوستان پائی	آنہ	روپیہ
امداد مشن	۱	۳	۷	۵۸۰	خرچ ووکنگ مشن	۳	۰	۱۴	۱۱۵۵
قیمت رسالہ مفت تقسیم	۲	۰	۱۳	۸۰۴	خرچ اسلامک ریویو	۴	۶	۳	۴۲۵۸
میزان آمد		۳	۴	۱۳۸۵	میزان خرچ		۶	۱	۵۴۱۴

دستخط - ڈاکٹر غلام محمد - فنانشل سکرٹری ووکنگ مسلم مشن

نقشہ ۱ تفصیل آمد مشن در ہندوستان بابت ماہ مئی سنہ ۱۹۲۳ء

اسمائے معطی صاحبان	پائی	آنہ	روپیہ	اسمائے معطی صاحبان	پائی	آنہ	روپیہ
امداد مشن جناب سید عبد الرؤف صاحب برار	۰	۰	۲۵	امداد مشن - جناب نواب [illegible] الدین خان صاحب لاہور	۰	۰	۱
۷ جناب منشی مظفر علی خان صاحب سرینگر	۰	۶	۶	واپسی قرضہ منشی مظہر الحق صاحب	۰	۰	۵

نقشہ نمبر ۱ تفصیل آمد مشن در ہندوستان بابت ماہ مئی سنہ ۱۹۲۳ء

اسمائے معطی صاحبان	پائی	آنہ	روپیہ	اسمائے معطی صاحبان	پائی	آنہ	روپیہ
امداد مشن جناب حکیم ناظر الحسن صاحب پڈرونا	٠	٠	۱۰	امداد مشن جناب فاتح خان صاحب کابل	٠	٠	۶۰
״ جناب محمد عمر صاحب رتلام مالوہ	٠	٠	۵	״ جناب شیخ عبد السلام صاحب جنگل پیشتہ	٠	٠	۵
״ ״ یار محمد صاحب ״	٠	٠	۱	״ ״ خادم حسین صاحب بارہ بنکی	٠	٠	۳
״ ״ فاطمہ بی بی ״	٠	٠	۱	״ ״ سینا مرشد الضیر	٠	٠	۵
״ ״ فاطمہ بی بی لاہور	٠	٠	۲	״ ״ منشی محمد امیر حسین صاحب کاکوری	٠	٠	۱
״ ״ والدہ خلیل احمد صاحب لاہور	٠	٠	۴	״ ״ امام شہاب الدین صاحب نوشہرہ	٠	٠	۲۰
״ ״ منہاج الدین صاحب بھٹنڈا	٠	٠	۵	״ ״ حکیم احمد علی صاحب دہلی	٠	٠	۵
״ ״ تاج الدین صاحب کانی کرچی	٠	٠	۵	״ ״ شیخ محبوب علی صاحب گوالیار	٠	۵	۶
״ ״ احمد حسن حسین صاحب رڑکی صدقہ زکوٰۃ	٠	٠	۲۵	״ ״ نذیر احمد صاحب امرتسر	٠	٠	۹
״ ״ اہلیہ میاں محمد خان صاحب	٠	٠	۵	״ ״ فضل کریم صاحب پشاور	٠	٠	۶
״ ״ بابو محمد نسیم صاحب	٠	٠	۱۰	״ ״ حکیم قاضی صلاح الدین حسین صاحب اناؤ	۳	۱۲	۴
״ ״ حاجی احمد صاحب رنگون (زکوٰۃ)	٠	٠	۲۰	״ ״ ایم آئی خان صاحب بمبئی	٠	٠	۲
״ ״ حاجی عبد اللہ ہارون کراچی	٠	٠	۱۰۰	ماہواری چندہ بابت ماہ مئی سنہ ۱۹۲۳ء از دفتر احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور	٠	٠	۲۱۶
״ ״ احسان الحق صاحب	٠	٠	۵	میزان	۳	۷	۵۸۰
״ ״ بابو فضل الدین صاحب اکوڑیا	٠	٠	۵				

ضروری تصحیح:- رسالہ ماہ جون سنہ ۱۹۲۳ء صفحہ ۲۸۱ تفصیل آمد مشن میں ۸-۰-۰ بمد ۲۲ روپے ماہواری چندہ بابت ماہ اپریل سنہ ۲۳ء از دفتر احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور غلطی سے اندراج نہیں ہوا - مگر میزان آمد میں یہ رقم شامل ہے احباب تصحیح فرما لیں ۔

نقشہ نمبر ۲ تفصیل آمد اسلامک ریویو بابت ماہ مئی سنہ ۱۹۲۳ء

اسمائے امداد کنندگان	پائی	آنہ	روپیہ
قیمت تقسیم رسالہ - آنریبل نواب محمد اکبر خان صاحب	٠	٠	۲۰
قیمت رسالہ اسلامک ریویو	٠	۱۳	۷۸۴
میزان	٠	۱۳	۸۰۴

نقشہ نمبر ۳ تفصیل اخراجات مشن ماہ مئی سنہ ۱۹۲۳ء

تفصیل	پائی	آنہ	روپیہ
تنخواہ عملہ مشن اپریل سنہ ۱۹۲۳ء	٠	٠	۳۷۳
بل سفر خرچ خلیفہ عبد المجید صاحب ایجنٹ مشن نصف	۶	۱۳	۳۲
٭ اخراجات مشن ووکنگ انگلستان کے لئے روانہ کئے گئے	٠	۱۰	۶۴۴
سٹیشنری - ریول لسٹ پشاور ۱۱ر لفافہ سادہ ایکہزار للعہ - بلینکو عہ - گلیسرین للعہ - مرمت دیسی پریس ۵ر کپڑا بلاک چھاپنے کیلئے ۲ر سپنج پرکیں دھونے کیلئے ۲ر - کاغذ فلسکیپ ۳ر - سٹیشنری ۲ر بٹہ چیک دو عدد ایکہزار ۲ر ۵؍ - کاپی بلاک برائے پتہ سرحد ۷ر - چھپائی خطوط اپیل مشن تین ہزار یا قسط ۳۱ر ۱۲ - گلاس وغیرہ ۹ر ۱ - تنخواہ چپراسی تین ماہ ۱۲ر - فیس منی آرڈر تین ماہ رقعیہ بیگم ۶ر ٹکٹ لفافہ عہ	۶	۶	۸۵
نصف کرایہ دفتر جنوری سنہ ۱۹۲۳ء لغایت اپریل سنہ ۱۹۲۳ء	٠	٠	۲۰
میزان کل	٠	۱۴	۱۱۵۵

٭ تین صد پونڈ کا ڈرافٹ ۹ مئی سنہ ۱۹۲۳ء کو ووکنگ روانہ کیا گیا ہے - اسمیں یہ رقم بھی شامل ہے - سکرٹری

نقشہ نمبر ۴ تفصیل اخراجات اسلامک ریویو ماہ مئی سنہ ۱۹۲۳ء

تفصیل	پائی	آنہ	روپیہ
تنخواہ عملہ اسلامک ریویو	٠	٠	۳۵۰
٭ یہ رقم برائے اخراجات ووکنگ انگلستان روانہ کیا گیا	۹	۹	۳۸۵۵
بل سفر خرچ خلیفہ عبد المجید صاحب ایجنٹ	۶	۱۳	۳۲
نصف کرایہ دفتر جنوری سنہ ۱۹۲۳ء لغایت اپریل سنہ ۱۹۲۳ء	٠	٠	۲۰
میزان	۹	۳	۴۲۵۸

٭ جو تین صد پونڈ کا ڈرافٹ مورخہ ۹ مئی سنہ ۱۹۲۳ء بذریعہ رجسٹری ووکنگ روانہ کیا گیا - اسمیں یہ رقم شامل ہو - سکرٹری

از دفتر رسالہ اشاعت اسلام
پتہ - عزیز منزل - لاہور (پنجاب)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مکرمی - السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ - اشاعت اسلام کے سابقہ نمبروں کی فہرست مضامین ہدیۂ ناظرین ہے - ان رسالوں میں آپ مذہب اسلام پر بہترین لٹریچر پائیں گے - جو قیمت کے مقابل بہت سستا ہوگا - ان رسالوں میں عیسائیت اور دیگر مذاہب کے مقابل اسلام کی خوبیاں بیان کی گئی ہیں ان بے بہا مضامین کے مضمون نگار مشرق و مغرب کے زبردست مسلم و نومسلم اہل قلم ہیں - عیسائیت کے زہریلے اثر کے بالمقابل تو یہ تریاق کا حکم رکھتے ہیں - بہرحال مذہبی لٹریچر کا یہ ایک عدیم النظیر مجموعہ ہے - جس میں موجودہ مسلم مصائب اور واقعات حاضرہ کو سامنے رکھ کر چند قرآنی علاج بھی بتلائے گئے ہیں - یہ رسائل اپنی نوعیت میں بالکل نئے مضامین اپنے اندر لئے ہوئے ہیں - ہم بلا کسی خوف و خطر کے کہہ سکتے ہیں کہ ان رسالوں کو کہ جس نام نہاد قیمت پر ہم فروخت کر رہے ہیں - آپ خرید کر اپنے مال کو ضائع شدہ نہ سمجھیں گے - اس لئے ہم آپ سے استدعا کرتے ہیں - کہ آپ خود بھی اور اپنے دوستوں کو بھی ان رسائل کی فرمائش بھیجنے پر آمادہ کریں ٭ والسلام

خادم - مینجر اشاعت اسلام

ضروری نوٹ - تمام ترسیل زر بنام مینجر رسالہ اشاعت اسلام - عزیز منزل - لاہور (پنجاب) ہو -

فہرست مضامین اشاعت اسلام سابقہ جلدیں

مضامین	مضمون نگار
نمبر ۱ - جولائی سنہ ۱۹۱۴ء	
گزارش	ایڈیٹر
دعا	"
اسلام کیا ہے	ڈبلیو ایچ کوئیلیم شیخ عبداللہ
ہماری نماز جمعہ	لارڈ ہیڈلے
ایک دعا	ایڈیٹر
کیا مسیح خدا کے اکلوتے بیٹے ہیں	انجلینا ایڈورڈس
خطاکار گنہگار	ایڈیٹر
اسلام میں عورت	"
اسلام سراسر امن ہے	"
خطبہ عید الاضحٰی	"
نمبر ۲ - اگست سنہ ۱۹۱۴ء	
خدا کا کامل ظل	ایڈیٹر
زمینی بہشت اور آسمانی بہشت	"
ایمان بلا عمل موت ہے	شہزادی کا رد جہ
اہل الانجیل سے خطاب	عبدالحق احمدی
اسلام کس طرح پھیلا	ایڈیٹر
عیسائیت اور اسلام نے مقابلہ میں دنیا کی کیا اصلاح کی	"
اصلاح شراب نوشی اور عیسائیت	"
لارڈ ہیڈلے اور اسلامک سوسائٹی کا کھانا	"
سارا اسلام میں قدم بڑھاؤ	جان پارکنسن
بلاد غربیہ میں تبلیغ اسلام	ایڈیٹر
نمبر ۳ - ستمبر سنہ ۱۹۱۴ء	
وہ کام جو ہم نے اب تک لندن میں کیا	خالد شیلڈرک
خون	لارڈ ہیڈلے
شراب	ایڈیٹر
تہذیب	"
اسلام اور مغرب	خالد شیلڈرک
اسلامی نماز	ایڈیٹر
نمبر ۴ - اکتوبر سنہ ۱۹۱۴ء	
مسجد ووکنگ میں ایک اسلامی خطبۂ نکاح	ایڈیٹر
لندن میں اسلام کا ایک شاندار جلسہ	ایڈگر اے ڈبلیج
رسول کریم صلعم کے اخلاق حسنہ	ایڈیٹر
دین محمدی	جی ڈبلیو لیٹنر
بلاد غربیہ میں تبلیغ اسلام	ایڈیٹر
اسلامی مشن انگلستان کے مبرکۃ الآرا تبلیغی کارنامے	"
نمبر ۵ - نومبر سنہ ۱۹۱۴ء	
میں نے اسلام کیوں قبول کیا	خالد شیلڈرک
ایک بہربر مطالعہ کے لئے	ایڈیٹر
دین فطرت	"
سچی اور جھوٹی عبادت	"
خطبہ جمعہ	"
موجودہ جنگ اور پیغمبر اسلام صلعم	ایڈیٹر
بلاد غربیہ میں تبلیغ اسلام	"
نمبر ۶ - دسمبر سنہ ۱۹۱۴ء	
اسلام اور جنگ	ایڈیٹر
کیا عیسائیت درحقیقت تثلیث پرستی کی تعلیم دیتی ہے	"
بلاد غربیہ میں تبلیغ اسلام	"
مسجد ووکنگ	خالد شیلڈرک
حضرت محمد صلعم سے پیشتر کے عیسوی علم دینیات کا نقشہ	جے پارکنسن
نمبر ۷ - جنوری سنہ ۱۹۱۵ء	
ضروری اطلاع	ایڈیٹر
شذرات	"
اسلامی نماز اور اس پر مختلف اعتراض	خالد شیلڈرک
نماز کا عربی زبان میں ادا ہونا	"
نماز کے مختلف ارکان	ایڈیٹر
حسن قرآن کریم پر عیسائی اہل قلم لوگوں کی شہادتیں	"
قرآن اور جنگ	"
میں انگلستان کیوں جانا چاہتا ہوں	خواجہ کمال الدین
نمبر ۸ - فروری سنہ ۱۹۱۵ء	
سال نو	ایڈیٹر
حضرت محمد صلعم خاتم کی حاجت	"

مضامین	مضمون نگار
حضرت محمد مصطفےٰ صلعم اور قیدی	مولوی صدرالدین
عیسائی خاتون	مولوی صدرالدین
اسلام بذریعہ تلوار نہیں پھیلا	؍؍
آنحضرت صلعم کا جہاد	ایڈیٹر
اسلامی قوانین جنگ کا [illegible] میں ایک نمونہ	؍؍
حضرت مسیح کے توقعات جنگ کے متعلق	؍؍
آنحضرت صلعم ایک سپاہی کی حیثیت میں	؍؍
نمبر ۳۲ - فروری سنہ ۱۹۱۷ء	
شذرات	ایڈیٹر
نومسلموں سے ہماری توقعات	؍؍
آنحضرت صلعم کا رفق	ازلیس ڈیزرٹ
آنحضرت صلعم ایک خاوند کی حیثیت میں	قدوائی
آنحضرت صلعم کی صفت شکرگزاری	مارمیڈیوک
آنحضرت صلعم مصلح تمدن کی حیثیت میں	یحییٰ النصر
آنحضرت صلعم اور علم	پروفیسر نوردین
آنحضرت صلعم پر جانیں قربان کرنیوالے	ایڈیٹر
نئے عہد نامے کا زمانہ	یحییٰ النصر
نمبر ۳۳ - مارچ سنہ ۱۹۱۷ء	
شذرات	ایڈیٹر
مسلمانوں میں کوئی فرقہ نہیں	؍؍
بلاد غربیہ میں تبلیغ اسلام	؍؍
اخلاق نبوی	مارمیڈیوک
آنحضرت صلعم کی اعلےٰ شخصیت	یوسف علی
نئے عہد نامہ کا زمانہ	یحییٰ النصر
ایک سرچشمہ سے نکلے ہوئے مذہب	ایڈیٹر
نمبر ۳۴ - اپریل سنہ ۱۹۱۷ء	
شذرات	ایڈیٹر
مولوی صدرالدین اور بلال [illegible]	قدوائی
حضرت محمد مصطفےٰ صلعم	محمد اشرف
حضرت محمد صلعم کی زندگی کا روحانی پہلو	الوارثی
[illegible] اسلام کے لئے اسلامک ریویو	یحییٰ النصر
وراثت میں اصول جمہوریت	ایڈیٹر
نمبر ۳۵ - مئی سنہ ۱۹۱۷ء	
شذرات	ایڈیٹر
سُود اور شراب	؍؍
انسان کامل اور معمولی انسان	؍؍
انسان کامل	پروفیسر نوردین
نیکی میں اوسط درجہ کا انسان مطابق تعلیم قرآنی	ایڈیٹر
مذہبی بے چینی	عبدالقیوم
اسلام کا احسان عورت پر	قدوائی
حیوان ناطق	ایڈیٹر
زکوٰۃ اور اس کا مصرف	؍؍
نمبر ۳۶ - جون سنہ ۱۹۱۷ء	
شذرات	ایڈیٹر
مسیح خدا کے مقام پر	ایڈیٹر
لارڈ ہیڈلے لکھتا ہے	قدوائی
تہذیب اسلام اور عیسائیت	ایڈیٹر
مسیحی اصول اخلاق اور اصول مذہب میں عظیم الشان تغیر	بی شاشیر
پرندوں کی حکمت کی باتیں	ایڈیٹر
اسلام کا احسان عورت پر	قدوائی
جمع قرآن	مولوی محمد علی
ایک توہم پرستی کی جگہ دوسری توہم پرستی لیتی ہے	ایڈیٹر
عقل کا زمانہ	؍؍
نمبر ۳۷ - جولائی سنہ ۱۹۱۷ء	
شذرات	؍؍
جنگ اور مذہبی خیالات پر اس کا اثر	یحییٰ النصر
سنسکرت اور اسلام	قدوائی
اسلام میں عورت کی حیثیت	؍؍
مذہب کیا ہے	ایڈیٹر
روح اور جسم کے تعلقات	؍؍
خدا کی کامل تصویر	؍؍
نماز ایک روحانی غذا ہے	؍؍
نمبر ۳۸ - اگست سنہ ۱۹۱۷ء	
شذرات	ایڈیٹر
قرآن انجیل و دیگر [illegible] صحیفے	؍؍
بیکاری اور بیماری	قدوائی
صداقت تک پہنچنے کی راہ	عبدالقیوم
اسلام اور صلح	عبدالکریم
اسلام میں عورت کی حیثیت	مشیر حسین
اسلام ایک اخلاقی خیال کی حیثیت میں	ڈاکٹر محمد اقبال
کفارہ کی تردید خداوند کی دعا میں	بشیر
نمبر ۳۹ - ستمبر سنہ ۱۹۱۷ء	
شذرات	ایڈیٹر
سبت	قدوائی
ایک دہریہ کے مطالعہ کیلئے	ایڈیٹر
دین فطرت	؍؍
بعد الموت زندگی اور اس کی حقیقت قرآنی نقطہ خیال سے	؍؍
زرد گائے کی تمثیل	یحییٰ النصر
اسلام اور عیسائیت و تہذیب	مولوی محمد علی
انسانی زبان کا اثر	مولوی محمد علی
نیک سامری	خالد شیلڈرک
واشنگٹن ارونگ کے خیالات آنحضرت صلعم کے متعلق	خورشید انور
نمبر ۴۰ - اکتوبر سنہ ۱۹۱۷ء	
شذرات	ایڈیٹر
مسجد ووکنگ میں عید الفطر کی نماز	؍؍
غلامی	قدوائی
رمضان	ایڈیٹر
بعد الموت	پروفیسر نوردین
معجزات	سلیمان نومسلم
عیسائی علم دینیات کی تصویر قبل از بعثت نبی کریم صلعم	یحییٰ النصر
نمبر ۴۱ - نومبر سنہ ۱۹۱۷ء	
شذرات	ایڈیٹر
اسلام اور ترقی	مارمیڈیوک
النبی	ایک نومسلم
اسلام میں عورت کی حیثیت	قدوائی
تنبیہ	لارڈ ہیڈلے
نمبر ۴۲ - دسمبر سنہ ۱۹۱۷ء	
شذرات	ایڈیٹر
[illegible]	؍؍
یسوع مسیح کے خیالات ذات باری کے متعلق	عبدالرحیم
اسلام اور ترقی	مارمیڈیوک
کلیسیا کی گردن قرآن کے سامنے جھک گئی	ایڈیٹر
ووکنگ مشن اور اس کا مستقبل	؍؍
قبولیت اسلام	مس سعیدہ
نمبر ۴۳ - جنوری سنہ ۱۹۱۸ء	
شذرات	ایڈیٹر
خدائے یہوواہ کا غضب	سید عرفان علی
والدین سے اچھا سلوک از روئے قرآن و انجیل	لطیفہ بیکین
مذہب کلیسیا کا بانی مقدس پولوس تھا	نومسلم انگریز
قرآن کریم نے کس طرح تعلیم کو علم طبعی کو ایک نئی وسعت عطا فرمائی	سید احسان البکری
عورت اور عورت کے حقوق زیر اسلام	قدوائی
نمبر ۴۴ - فروری سنہ ۱۹۱۸ء	
شذرات	ایڈیٹر
فاضل مستشرق مسٹر پکتھال کا ایک پر معنی لیکچر	پکتھال
حضرت مسیح بحیثیت انسان اور بحیثیت خدا	بشیر
واقعی اور نو رائج (اسلام اور عیسائیت)	سلمان
عورت اور عورت کے حقوق زیر اسلام	قدوائی
ایام حج میں مکہ معظمہ کا خط	ایڈیٹر
اسلام اور موجودہ علمی تحقیقات	مارمیڈیوک
نور از کوہ فاران	ایڈیٹر
نمبر ۴۵ - مارچ سنہ ۱۹۱۸ء	
آنحضرت صلعم کا اسوۂ حسنہ	؍؍
کمال استقلال	پروفیسر نوردین
عورت اور عورت کے حقوق زیر اسلام	قدوائی
ہندوستان کی روحانیت	خواجہ کمال الدین
نبی کریم کا علم غیب	غلام محمد نومسلم

مضامین	مضمون نگار
نمبر ۴۶ - اپریل سنہ ۱۹۱۸ء	
شذرات	خواجہ کمال الدین
بلاد غربیہ میں تبلیغ اسلام	"
قونوکی حیات اور وفات	سید عرفان علی
خیالات موت اور سرما	سید اقبال علی
معاذ کو نصیحت	"
نیات	
پہاڑی والا واعظ	خواجہ کمال الدین
حضرت محمد صلعم آیت اللہ	مشیر حسین
ان ھو الا وحی یوحی	ایڈیٹر
نمبر ۴۷ - مئی سنہ ۱۹۱۸ء	
جلسہ میلاد النبی	ایڈیٹر
انسان کامل	یحییٰ النصر
سلسلہ خطبات غربیہ	ایڈیٹر
اسلام کی خوبیاں	ایک نو مسلمہ
میری مرضی نہیں بلکہ تیری مرضی	ایڈیٹر
محمد صلی اللہ علیہ وسلم آیت اللہ	مشیر حسین
اسلام کا علم اخلاق	"
معبودان باطل کی تحقیر اور ان کا پیچھا	دین
ذرات عالم کا مذہب	ایڈیٹر
نمبر ۴۸ - جون سنہ ۱۹۱۸ء	
شذرات	ایڈیٹر
بلاد غربیہ میں تبلیغ اسلام	"
اعجازی محملی	شیکسپیئر
اخلاق قرآنی	محمد علی
تاریخی اسلام	ایڈیٹر
جناب مسیح اپنی بابت کیا فرماتے ہیں	بشیر
پادری لوگ اپنے قیام کیلئے کیا کیا وسائط اختیار کرتے ہیں	سلیمان
محمد صلی اللہ علیہ وسلم آیت اللہ	مشیر حسین
ذرات عالم کا مذہب	ایڈیٹر
نمبر ۴۹ - جولائی سنہ ۱۹۱۸ء	
شذرات	ایڈیٹر
جلسہ مولود النبی صلعم	"
نعرۂ توحید	عبد العزیز
برادران اسلام کی قابل توجہ	خواجہ کمال الدین
محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئیاں	ایڈیٹر
روح کا اثر جسم انسانی پر	اقبال علی
عیسائی عقائد کی نئی شکل	عبد القیوم
ذرات عالم کا مذہب	ایڈیٹر
نمبر ۵۰ - اگست سنہ ۱۹۱۸ء	
شذرات	ایڈیٹر
بلاد غربیہ میں تبلیغ اسلام	"
مسلم مشن ووکنگ	"
نعت	"
حضرت مسیح کے کلام کو کیونکر صحیح طور پر سمجھا جاتا ہے	مسٹر دین
محمد صلی اللہ علیہ وسلم نبی اللہ	مشیر حسین
ہستی باریتعالیٰ	ایڈیٹر

مضامین	مضمون نگار
بالمنت یا اسلام	ایڈیٹر
سادگیٔ ایمان	لارڈ ہیڈلے
عیسائیت کی ناکامی	قدوائی
نمبر ۵۱ - ستمبر سنہ ۱۹۱۸ء	
شذرات	ایڈیٹر
معاصر سندھ مسلم مشن ووکنگ کے متعلق	"
عورت اور عورت کے حقوق زیر اسلام	مشیر حسین
مطالعۂ اسلام	ایڈیٹر
اسلامک ریویو کی علمی و مذہبی جدوجہد	یحییٰ النصر
مسلم مشن ووکنگ	ایڈیٹر
برج	"
نمبر ۵۲ - اکتوبر سنہ ۱۹۱۸ء	
ووکنگ میں عید الفطر	ایڈیٹر
انتخاب از صحیح بخاری	"
خدا کی بادشاہت	"
بعثت نبوی سے قبل اور بعد دنیا کی حالت	اسمٰعیل
ارتقائے انسانی	پروفیسر نور دین
ہستی باریتعالیٰ	ایڈیٹر
نمبر ۵۳ - نومبر سنہ ۱۹۱۸ء	
شذرات	ایڈیٹر
ہستی باریتعالےٰ	"
ممنوع خوراک	"
پنج ارکان اسلام	"
عورت اور عورت کے حقوق زیر اسلام	مشیر حسین
باطنیات اسلام	ایڈیٹر
آنحضرت صلعم اور صحابہ کبار	محمد علی
نظم	ایڈیٹر
نمبر ۵۴ - دسمبر سنہ ۱۹۱۸ء	
شذرات	ایڈیٹر
عورت اور عورت کے حقوق زیر اسلام	مشیر حسین
مطالعۂ اسلام	ایڈیٹر
بشارت صلح و امن	خواجہ کمال الدین
نمبر ۵۵ - جنوری سنہ ۱۹۱۹ء	
	ایڈیٹر
لندن میں جلسہ مولود النبی صلعم	"
ایٹ ہوم	"
لندن میں مسلم نمازگاہ	"
حضرت خواجہ کے متعلق اخبار نیر السیٹ کی رائے	از اخبار نیر السیٹ
قبول اسلام	عبد القیوم
مسلمانوں کا تہوار عید الضحیٰ	ایڈیٹر
مسلم تہوار عید الضحیٰ کے متعلق ایڈیٹر پال مال گزٹ کی رائے	از پال مال گزٹ
قربانی اور تقویٰ	خواجہ کمال الدین
رسول اللہ کا منصب	"
ظہور اسلام اور ما بعد	عبد الخالق اسمٰعیل
دین عیسوی کا مفاد	قدوائی
اسلام سراسر امن ہے	ایڈیٹر
نمبر ۵۶ - فروری سنہ ۱۹۱۹ء	
شذرات	ایڈیٹر

مضامین	مضمون نگار
بلاد غربیہ میں تبلیغ اسلام	ایڈیٹر
ایک افسوسناک نقصان	مشیر حسین
پیام التسلیم و رضا	خواجہ کمال الدین
سیرت نبوی	ایڈیٹر
قربانی اور تقویٰ	
مسلم خواتین کو ایک صدا	ایک مسلم خاتون
پس پردہ	فرمانروائے بھوپال
عورت اور عورت کے حقوق زیر اسلام	مشیر حسین
روحانی بارش	خالد شیلڈرک
اسلام اور جاپان	مشیر حسین
امریکہ کا قانون انسداد مے نوشی	ایڈیٹر
انتخاب از صحیح بخاری شریف	"
نمبر ۵۷ - مارچ سنہ ۱۹۱۹ء	
شذرات	ایڈیٹر
لندن میں جلسہ مولود النبی صلعم	"
اخبار نیر السیٹ کی روئداد یوم ولادت آنحضرت صلعم کے متعلق	از اخبار نیر السیٹ
خویش اقارب کے ساتھ ہمدردی و شفقت	سلطان جہاں بیگم
جناب رسالتمآب اور آپ کا مشن	قدلے راشٹ
توبہ	جے۔ پی فورڈ
حضرت محمد صلعم کی شخصیت	یحییٰ النصر
ذرات عالم کا مذہب	ایڈیٹر
فلسفہ کا مذہب	غلام مصطفیٰ
القرآن	مارمیڈیوک
انتخاب از بخاری شریف	ایڈیٹر
نظم	"
نمبر ۵۸ - اپریل سنہ ۱۹۱۹ء	
شذرات	ایڈیٹر
قبول اسلام	"
کتاب مبین کا انگریزی ترجمہ	وکیل امرتسر
اسوۂ حسنہ	غلام مصطفیٰ
بعثت نبوی سے قبل اور بعد دنیا کی حالت	اسمٰعیل
دنیا کے مشہور مذہب ثلاثہ	مشیر حسین
سنی و شیعہ	ایڈیٹر
کفارۂ فی الاسلام اور کفارۂ فی المسیحیت	"
ہمارے اہم فرائض	ڈبلیو گار کار سلیان
حدیث نبوی کا اقتباس	ایڈیٹر
نمبر ۵۹ - مئی سنہ ۱۹۱۹ء	
شذرات	ایڈیٹر
مولود النبی صلعم	قدوائی
مسٹر ایم۔ ایچ۔ اصفہانی کی تقریر	ایڈیٹر
شیخ محمد صادق کی تقریر	"
سید عبد رضا صاحب کی تقریر	"
مسٹر ھوبندرناتھ باسو کی تقریر	"
تبلیغ رسالت	"
یاد رفتگان	"
دنیا کے مشہور مذہب ثلاثہ	مشیر حسین

مضامین	مضمون نگار
ملفوظات خواجہ صاحب	خواجہ کمال الدین
اسلامی اور عیسائی تہذیب	ار لسان
نور ہدایت کا واحد ذریعہ	چارلس
مشرق و مغرب - -	ایڈیٹر
جمہوریت اسلام - -	”
ایک سچا انسان - -	”
نمبر ۹۴ - اپریل سنہ ۱۹۲۲ء	
شذرات - -	مترجم
اسلام اور یورپین تہذیب	عبد المنتقیم
اسلامی مسجد میں طریق عبادت	محمد یعقوب خان
علمائے عرب - -	اقبال
پاک روایات - -	ایڈیٹر
اسلام اور اشتراکیت	خواجہ نذیر احمد
صوفیوں کی ڈائری - -	ایڈیٹر
نمبر ۹۵ مئی سنہ ۱۹۲۲ء	
شذرات	مترجم
ہمارا تبلیغی مشن	خواجہ کمال الدین
صلائے لشکر یا اہل ہمت	”
ملفوظات - -	”
بیاض صوفی - -	”
پاک روایات	ایڈیٹر
برٹش مسلم سوسائٹی کی طرف سے سفیر افغانستان کو ایڈریس	”
اسلام میں سزائے ارتداد - -	”
نمبر ۹۶ جون سنہ ۱۹۲۲ء	
شذرات - -	مترجم
نامہ ووکنگ	ایڈیٹر
ہمارے متعلق انکی کیا رائے ہے	”
اسلام اور سوشلزم	خواجہ نذیر احمد
ملفوظات خواجہ - -	خواجہ کمال دین
اسلام میں جمہوریت - -	فیض محمد
پاک روایات - -	ایڈیٹر
بیاض صوفی - -	”
لندن مسلم ہوس میں خطبہ جمعہ	”
بلاد عربیہ میں تبلیغ اسلام -	”
جرمنی میں اشاعت اسلام کی ضرورت - -	پروفیسر عبد الستار
صوم - -	محمد یعقوب خاں
نمبر ۹۷ جولائی سنہ ۱۹۲۲ء	
شذرات - -	مترجم

مضامین	مضمون نگار
اسلام کی اپیل مسلمانان عالم سے - - -	مولوی محمد علی
قرآن کریم کی کامیابی - -	
تبلیغ اسلام - -	ماسٹر از رنگون
مردے زندہ کئے جاتے ہیں	مولوی محمد علی
خط و کتابت - -	یعقوب خاں
اسلام میں جمہوریت - -	فیض محمد
پاک روایات - -	ایڈیٹر
ہمارے متعلق ان کی کیا رائے ہے - -	”
نبی کریم صلعم ایک مصلح کی حیثیت میں - -	عبد اللہ
نیابت اور عید جوبلی - -	ایڈیٹر
نمبر ۹۸ - اگست سنہ ۱۹۲۲ء	
شذرات - - -	مترجم
بنک کے سود کا اشاعت اسلام پر خرچ - -	مولوی محمد علی
اسلام کے متعلق مغرب کے خیالات - -	ماٹلے ایڈیٹر
انگلستان میں عید الفطر	دوست محمد
تعلیمات اسلام - -	گلبرٹ رنیڈ
الہام عالمگیر ہے یا قومی حدود کو تسلیم کرتا ہے - -	شمس الدین
مسئلہ تقدیر اسکی اہمیت اور علت غائی - -	مبارک احمد
نمبر ۹۹ ستمبر سنہ ۱۹۲۲ء	
شذرات - -	نذیر احمد
نامہ ووکنگ - -	
دنیا پر اسلام کا احسان	ایڈیٹر
عالمی تعلیم کون دیتا ہے	”
کلیسا میں کیا خرابی ہے	”
ہماری نسبت وہ کیا خیال کرتے ہیں - -	ٹائمز
صحیح انجیل کہاں ہے -	ایڈیٹر
اور خونریزیاں - -	لارڈ شیلڈ ارک
بیاض صوفی -	خواجہ کمال دین
القاق بین المسلمین اور اشاعت اسلام - -	موسیٰ رنگون
خطبہ عید الفطر	خواجہ کمال الدین
مذہب و معاشرت میں مطابقت	
عید الفطر - -	پکتھال

مضامین	مضمون نگار
نمبر ۱۰۰ - اکتوبر سنہ ۱۹۲۲ء	
ووکنگ میں عید الضحیٰ	مترجم
ہمارے تبلیغی مشن	خواجہ کمال الدین
انجیل راحت - -	محمد یعقوب خان
انسان کی پوشیدہ طاقتیں اور معجزات - - -	ایڈیٹر
قرآن کی اخلاقی تعلیم	ایڈیٹر
ملفوظات - -	خواجہ کمال الدین
اسلام اور موجودہ تہذیب	اے نثورما
نمبر ۱۰۱ - نومبر سنہ ۱۹۲۲ء	
مشرق اور مغرب	ایڈیٹر
عید الضحیٰ - - -	پکتھال
روح کی نجات - -	ایڈیٹر
اسلام میں جمہوریت -	”
حضرت مسیح ایک مسلم تھے	”
پاک روایات -	”
عالمان الہیات کی توجہ کے قابل چند امور	”
اسلامی اخلاقیات	مولوی محمد علی
عیسائیت کا تنزل	مسٹر لسان
ہماری نسبت وہ کیا خیال کرتے ہیں	ایڈیٹر
ستی عنت - -	”
تعدد ازدواج پر کیمبرج میں دلچسپ بحث	”
نمبر ۱۰۲ - دسمبر سنہ ۱۹۲۲ء	
عرض حال -	مترجم
عیسائیت ایک عالمگیر مذہب کی حیثیت میں - -	ایڈیٹر
اسلام میں عورت کی حیثیت	”
مذہب اور سیاسیات	محمد یعقوب خان
خطبہ عید الضحیٰ - -	ایڈیٹر
اختلاف رائے ایک رحمت ہے	”
حضرت مسیح کی بشریت	خواجہ نذیر احمد
پاک روایات -	”
نبی کریم کا اسوہ حسنہ	[illegible]
قرآن کریم تنسیخ سے پاک ہے	ایڈیٹر
پیرس میں ایک مسجد اور مجلس اسلامیہ کا قیام -	ار - لسان
ہماری نسبت وہ کیا خیال کرتے ہیں	ٹائمز
برٹش مسلم سوسائٹی	خواجہ کمال الدین
لندن مسلم ہوس تبلیغی کانفرنس	”

ضمیمہ اشاعت اسلام

ضروری اعلان

۱- رسالہ اشاعت اسلام ایک ماہواری رسالہ ہے جو ہر انگریزی مہینے کی پہلی تاریخ کو لاہور سے شائع ہوتا ہے۔
۲- رسالہ نہ پہنچنے کی اطلاع ۱۰ تاریخ تک دفتر میں آنی چاہئے۔ ورنہ شکایت معاف۔
۳- رسالہ اشاعت اسلام کا چندہ بنام مینیجر اشاعت اسلام عزیز منزل لاہور آنا چاہئے۔
۴- خریداران رسالہ کو بوقت خط و کتابت اپنی خریداری نمبر کا حوالہ ضرور دینا چاہئے۔ ورنہ تعمیل نہ ہونے کی شکایت قابل معافی ہے۔
۵- سالانہ قیمت للعہ ششماہی عہ بیرون از ہندوستان صمہ نمونہ کا پرچہ مفت ارسال ہو سکتا ہے۔
۶- جواب طلب خطوط کیلئے جوابی کارڈ آنا چاہئے۔
۷- جو صاحب آٹھ خریدار عنایت فرمائینگے ان کے نام ایکسال کیلئے رسالہ مفت جاری کیا جائیگا۔
۸- مربی رسالہ وہ ہے جو مفلس و نادار مذہبی اشخاص اور غیر مسلم قوموں میں مفت رسالہ جاری کرنے کی غرض سے پچاس روپے سالانہ چندہ دے۔

اُجرت نامہ اشتہار رسالہ اشاعت اسلام

تعداد طبع	ایک صفحہ	نصف صفحہ	ربع صفحہ
۱۲	۶۰	۳۵	۲۰
۶	۲۵	۲۰	۱۴
۳	۲۰	۱۵	شے/
۱	شے/	صمہ/	ہے/

اُجرت اشتہار پیشگی لیجائیگی۔ معاہدہ اشتہار منسوخ نہیں ہو سکتا۔ مدت معینہ کے اندر اشتہار بدل سکتے ہیں۔ اشتہار کے چھپنے کی ذمہ داری نہیں۔
۱- اگر اشتہار خود کاتب سے نہ لکھوا سکیں تو صرف کاتب کی اُجرت اشتہار کے علاوہ ارسال کرنی ہوگی۔
۲- فحش اور خلاف تہذیب اشتہارات ہرگز نہیں لئے جاویں گے۔
۳- ٹائٹل کے اشتہارات کی اجرت نرخنامہ سے ۲۵ فیصدی زیادہ ہوگی۔

تمام درخواستیں بنام

مینیجر اشاعت اسلام لاہور آنی چاہئیں

مفت

ہمارا اسمر مروارید آنکھ کی قریب قریب سب بیماریوں میں اکسیر اور زُود تاثیر ہے یقین نہ ہو تو نمونہ مفت منگا کر آزما لو

قیمت فی تولہ سے

حکیم قاضی مولوی صلاح الدین مالک عین الصحت جہلو ترضلع نا ...

قیمتی جواہر ریزے کوڑیوں کے دام

یعنی

رسالہ اشاعت اسلام کی سابقہ جلدیں

جولائی	سنہ ۱۹۱۴ء لغایت دسمبر سنہ ۱۹۱۴ء	۶ رسالے	قیمت	عہ/
جلد	سنہ ۱۹۱۵ء	۸ رسالے	"	عہ/
"	سنہ ۱۹۱۶ء	مکمل	"	عہ/
"	سنہ ۱۹۱۷ء	۱۰ رسالے	"	عہ/
"	سنہ ۱۹۱۸ء	۱۱ رسالے	"	عا/
"	سنہ ۱۹۱۹ء	مکمل	"	عا/
"	سنہ ۱۹۲۰ء	"	"	سے/
"	سنہ ۱۹۲۱ء	"	"	سے/
"	سنہ ۱۹۲۲ء	"	"	للعہ/

رجسٹرڈ ایل نمبر ۹۰۰

ضروری اعلان

تصنیفات حضرت خواجہ کمال الدین صاحب بی اے ایل ایل بی مبلغ اسلام امام مسجد ووکنگ انگلستان

راز حیات حقیقت تقدیر اور فضیلت عمل کا بیان فی جلد ... ... عہ

توحید فی الاسلام ۔ ہر قسم کی ترقی کیلئے توحید ضروری ہے ... عمر

اسلام میں کوئی فرقہ نہیں ۔ فرقی اختلافات پر تنقیدی نظر شعبہ ہائے ایمان پر بحث ۱۲ر

مطالعہ اسلام ۔ ارکان اسلام اور عقائد اسلام کا فلسفہ ... ۱۲ر

مکالمات عالیہ مختلف مذاہب کے علماء کے ساتھ حضرت خواجہ صاحب کے مباحثے ۱۲ر

سلک مروارید ۔ اسلام کے متعلق حضرت خواجہ صاحب کی معرکۃ الآرا تقریروں کا مجموعہ عہ

براہین نیرہ ۔ قرآن ایک خاتم اور الہامی کتاب ہے جسمیں تہذیب و تمدن کے کُل قوانین موجود ہیں ۱۲ر

اُم الالسنہ ۔ عربی الہامی زبان ہے اور تمام زبانیں اسی سے نکلی ہیں ۔ قیمت فی جلد ... ۱۲ر

اُسوۂ حسنہ آنحضرت صلعم خاتم النبیین ہیں اور آپ زندہ و کامل نبی ہیں ۔ قیمت ... ۸ر

ضرورت الہام سائنٹفک طریق سے بتایا ہے کہ انسان کیلئے الہام بہت ضروری ہے قیمت ۔ ۱۲ر

ذرات عالم کا مذہب سائنس اور مذہب میں چولی دامن کا ساتھ ہے قیمت ۱۲ر

اسلام اور علوم جدیدہ ۔ دنیا کو علوم جدیدہ سیکھنے کی طرف سب سے پہلے اسلام نے توجہ دلائی ۴ر

مسیح کی الوہیت اور اسکی کامل انسانیت پر ایک نظر ۴ر

صلائے نصرت مسلمانوں کے لئے مقام بیداری ۶ر

مینیجر مسلم بک سوسائٹی عزیز منزل لاہور سے طلب فرمائیں

اسلامیہ سٹیم پریس بیرون دروازہ لاہور میں بلال عبد... کے اہتمام میں چھپا کر خواجہ عبدالغنی سیکرٹری اشاعت اسلام لاہور نے شائع کیا

رجسٹرڈ ایل ۹۰۸

ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر ویامرون بالمعروف وینھون عن المنکر واولئک ھم المفلحون

رسالہ اشاعت اسلام

اردو ترجمہ

اسلامک ریویو اینڈ مسلم انڈیا مجریہ انگلستان

زیر ادارت

خواجہ کمال الدین بی اے ایل ایل بی مبلغ اسلام

یہ کار ثواب ہے کہ آپ ان رسالجات کی خریداری بڑھائیں کیونکہ انہیں رسالوں کی آمد بہت حد تک مسلم ووکنگ مشن کے اخراجات کی کفیل ہے۔ رسالہ ہذا کی دس ہزار اشاعت ووکنگ مسلم مشن کے ایک تہائی اخراجات کی ذمہ وار ہو سکتی ہے

جلد (۷) بابت ماہ اپریل سنہ ۱۹۲۱ء نمبر (۴)

ضروری اعلان

تمام ترسیل زر متعلقہ رسالہ ہذا و اسلامک ریویو ووکنگ مشن بنام فنانشل سکرٹری ووکنگ مسلم مشن عزیز منزل لاہور اور باقی کل خط و کتابت بنام منیجر رسالہ اشاعت اسلام عزیز منزل لاہور ہونی چاہیئے۔

منیجر رسالہ اشاعت اسلام

زکوٰۃ و صدقات کا بہترین مصرف

از روئے تعلیم قرآن اشاعت اسلام بھی مصرف زکوٰۃ ہے۔ اگر آپ صرف زکوٰۃ کو ان رسالوں کی مفت تقسیم پر یا اس اسلامی مشن کی دیگر ضروریات پر خرچ کریں۔ تو آپ اپنے فرض سے سبکدوش ہونگے + منیجر

اسلام کی سخت احتیاج

اس وقت یہ ہے کہ اسکی اصل تعلیم کو بلاد غربیہ کے کونوں میں پہنچایا جائے۔ اور اسکے چہرے پر سے اُن بدنما داغوں کو دور کیا جائے جو یادریوں کی افترا کا نتیجہ ہیں مسلمانو! اس کام میں ہماری مدد کرو + منیجر

اطلاع عام

۱۔ رسالہ اشاعت اسلام کا سالانہ چندہ ۱۲؎ معہ محصولڈاک کے ہے۔

۲۔ تمام درخواستہائے خریداری بنام منیجر اشاعت اسلام لاہور آنی چاہئیں +

۳۔ تمام ترسیل زر بنام فنانشل سکرٹری ووکنگ مسلم مشن عزیز منزل لاہور ہونی چاہیئے +

۴۔ رسالہ ہر انگریزی کلینڈر (ماہ) کی یکم تاریخ کو لاہور سے شائع ہوتا ہے +

۵۔ اشاعت اسلام ماہواری رسالہ ہے +

منیجر رسالہ اشاعت اسلام لاہور

بنارسی تحفے

ہر قسم کے بنارسی کپڑے یعنے دوپٹے ساڑیاں۔ عمامے تھان کاسی سلک موزے سلک مخمل۔ کمخواب گوٹے۔ لچکے پگڑی بنارسی پائدار پر زین فیسی چوڑیاں چوبی و پیتل کے کھلونے وغیرہ وغیرہ بکفایت حسب ذیل پتہ سے فوراً بذریعہ وی۔ پی یا نقد قیمت پر ملسکتے ہیں۔ ایک بار" منگاکر آزمائیے! اور دوبارہ فرمائش کیجئے۔ آڈر دیتے وقت مہربانی کرکے اخبار کا حوالہ دیں +

احباب اینڈ کو بنارس چھاونی

Mr. George Hamid Williams

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

اشاعت اسلام

جلد (۷) | بابت ماہ اپریل ۱۹۲۱ء | نمبر (۴)

اشاعت اسلام کے معزز حامی توجہ فرمائیں

برادران فی الاسلام السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ ہمارے مشن کو آج آٹھ سال گذر گئے۔ اردو رسالہ کی اشاعت پر بھی آج چھٹا سال ہے جس علمی اور متکلمانہ حیثیت و پایہ کے مضامین اس رسالہ میں ہدیہ ناظرین ہوتے رہے ہیں وہ محتاج بیان نہیں۔ آئندہ کیلئے میں اس وعدہ کے پورا کرنے کیلئے توفیق خدا سے چاہتا ہوں کہ رسالہ سابق کے مقابل زیادہ عمدہ اور اعلیٰ مضامین آپکے سامنے پیش کرے۔ میری گزشتہ عدم صحت میری کوتاہ قلمی کا موجب تھی گو اس وقت بھی صحت کامل مجھے نصیب نہیں ہوئی۔ چونکہ میں اپنے ہاتھ سے کوئی مضمون نہیں لکھ سکتا۔ البتہ حسب پسند مضامین لکھوا سکتا ہوں۔ چنانچہ گذشتہ پانچ چھ ماہ میں اسی طریق پر میں نے پانچ چھ کتابیں لکھوائیں۔ اول اسلام میں کوئی فرقہ نہیں۔ ۲ انجیل عمل۔ ضرورت الہام۔ ۴ حقیقت توحید۔ ۵ روحانیات فی الاسلام۔ آخری کتاب ابھی زیر تصنیف ہے +

میرے مضامین کے علاوہ کس بلند پایہ کے لوگ جنمیں نومسلم فاضل بھی شامل ہیں۔ انگریزی ریویو میں مضامین لکھتے ہیں۔ جن کا ترجمہ اردو رسالہ میں شائع ہوتا ہے۔ یہ رسالے اس قابل ہیں کہ مجلد ہو کر بطور ذخیرۂ علمی آئندہ نسلوں تک پہنچیں۔ لیکن جس حیثیت اور شکل میں یہ رسالہ نکلتا ہے۔ وہ تو آج بھی کسی نفیس طبیعت انسان کو اپنی طرف متوجہ نہیں کر سکتا۔ کل کا تو خدا حافظ لکھائی چھپائی تو خیر لیکن کاغذ اس قدر بیہودہ لگتا ہے کہ میں مضامین مطبوعہ کو سامنے رکھ کر کہہ سکتا ہوں کہ موتی کیچڑ میں پھینکے جاتے ہیں۔ بجواب مینیجر رسالہ فرماتے ہیں۔ کہ انہیں ایسے کاغذ پر چھاپنے سے بھی اس وقت نقصان ہے۔ یہ امر صحیح ہے۔ اس رسالہ کی قیمت تین روپے جنوری سنہ ۱۹۱۵ء میں رکھی گئی تھی آج کونسی چیز ہے جس کی قیمت اور اجرت اس دن کے مقابل دوگنی اور تگنی نہیں۔ اسی رسالہ کے

متعلق اجرت طبع اُجرت کتابت قیمت کاغذ عملہ کی تنخواہ سب کے سب سابق کے مقابل بہت بڑھ گئی۔ پھر کس طرح یہ رسالہ ۱۹۱۵ء کی مقرر کردہ قیمت پر چل سکتا ہے۔ یہ اگر چلا بھی صرف اسی لئے کہ اسکا منافع مسلم مشن ووکنگ صرف ہو دوسرا میری بیماری کے باعث گذشتہ تین سال سے حساب آمد و خرچ بھی نہیں ہؤا جو انشاء اللہ میری واپسی لاہور پر طے ہو جائیگا۔ اور مجھے خطرہ ہے کہ کہیں بروقت حساب نقصان ہی نہ ہو جو بہت حد تک مسلم مشن کے ذمہ پڑے۔ ان رسالوں کی غرض اشاعت ایک یہ بھی کہ اسکے منافع سے امداد مشن ہو۔ چہ جائیکہ نقصان ہونے لگے۔ لہذا میں اپنے مکرم حامیان مشن کی خدمت میں عرض کرتا ہوں کہ وہ اپنے دیگر اخراجات پر غور کریں۔ اگر وہ اپنے کھانے پینے پہننے اور رہائش کے اخراجات کو ۱۹۱۵ء کے مقابل بہت بڑھا چکے ہیں۔ اور ان کے بل میں دُگنی اور تگنی کی نوبت پہنچی ہوئی ہے۔ تو اس غذائے رُوح کی قیمت کیوں نہ بڑھے۔ اسلئے میں نے مینیجر صاحب کو اسی خط کے ذریعہ اطلاع دیدی ہے۔ کہ وہ موجودہ کاغذ کے مقابل ڈیوڑھی قیمت کا کاغذ لگائے۔ اور قیمت رسالہ بھی ڈیوڑھی یعنی ساڑھے چار روپے کر دے +

کیا آپ اس بوجھ کو برداشت نہیں کر سکتے۔ کیا آپ چھ آنے ماہوار ہمیں نہیں دے سکتے۔ اس چھ آنے کے مقابل جو ہم آپ کو دینگے وہ قیمت میں بہت زیادہ ہے۔ پھر علاوہ ازیں جو کچھ بھی بچیگا وہ مشن پر جائیگا۔ برادران اسلام! تم ایک بات پر غور کرو جن نومسلموں کے مضامین تم رسالہ میں پڑھتے ہو ان کی استعداد اور قابلیت پر غور کرو۔ اور پھر سوچو کہ کسقدر اسلام کی اشاعت کی امید ان علمی ممالک میں ہے وہ تعلیمیافتہ لوگ ہیں۔ اور جب وہ اسلام کو علم و حکمت کا مذہب پاتے ہیں خود اُسے قبول کرتے ہیں۔ ہمارا مشن اگر وسط افریقہ میں ہوتا تو از رُوئے تعلیم قرآن تو ایسے مشن کی امداد تم پر واجب تھی۔ لیکن ہم تو علمی مرکز میں بیٹھ کر آئے دن ایسے لوگونکو تم میں شامل کرتے ہیں جن کا علمی پایہ تم میں سے لاکھوں کے مقابل بڑھا ہؤا ہے۔ اس امر کا تجربہ تمہیں گذشتہ آٹھ سال سے ہو رہا ہے ہم ان لوگوں کے

نام سے انکی شکل و شباہت سے اُنکے قلم سے لکھے ہوئے مضامین کے ذریعہ آپ کو اُن سے آشنا کراتے ہیں۔ پھر یہ باتیں اُس رسالہ میں لکھتے ہیں جو انکی زبان میں انگلستان سے شائع ہوتا ہے۔ جس سے واقعات مندرجہ رسالہ پر مُہر صداقت لگجاتی ہے۔ ہم تو اپنے مشن کے متعلق کہانیاں اُردو اخباروں میں نہیں چھاپتے جن کی صحت یا عدم صحت کوئی نہیں کہہ سکتا۔ ہم اگر لکھتے ہیں۔ کہ کسی عید پر تین سو یا کم و بیش مسلمان نماز کے لئے ووکنگ میں جمع ہوئے تو اسکی تصدیق نماز عید کا فوٹو کرتا ہے۔ اس کا نقشہ تماشہ سینوٹوگراف کے ذریعہ دُنیا کے ہر ایک حصہ میں پہنچ جاتا ہے۔ ہم اس پر ایک پیسہ بھی نہیں خرچتے لیکن خدا کی مشیت سنیما والوں کو خود ہمارے گھر میں لے آتی ہے تا کہ خداوند کا وہ کام جو ووکنگ میں ہو رہا ہے۔ اُسے انگلینڈ سے لے کر ایک طرف امریکہ جاپان تک۔ دوسری طرف رُوس سے آسٹریلیا تک۔ الغرض کُل دُنیا دیکھ لے کہ ووکنگ میں کیا ہو رہا ہے۔ اہل بصیرت سمجھ سکتے ہیں۔ کہ سینوٹوگراف اس رنگ میں ہماری خدمتیں کر رہا ہے +

خلاصۂ کلام یہ ہے۔ کہ ان آٹھ سالوں میں مسلمانان عالم کو ہمارے مشن کے متعلق کافی تجربہ ہو چکا اسکی نوعیت اور اسکی اہمیت اس کا مفید یا غیر مفید ہونا اب احاطۂ تنقید سے نکل چکا ہے۔ پھر مجھے سمجھ نہیں آتی۔ کہ آپ لوگ کیوں غفلت کر رہے ہیں۔ میں ڈنکے کی چوٹ اور علے وجہ البصیرت آپ کو اطلاع دیتا ہوں کہ آجکل کے انتشار نے جو مختلف شکلیں مسلمانان ہند کی جدوجہد میں اختیار کر رکھی ہیں۔ اُن کے مفید یا غیر مفید ہونے کا ابھی تجربہ باقی ہے۔ عجب نہیں کہ وہ مفید ثابت ہوں۔ اگرچہ ان میں کی ایک تحریک نہایت ہی نقصان دہ ثابت ہوئی یعنے تحریک ہجرت۔ کس طرح ہزارہا مسلمان بے خانمان ہو کر اپنے روپیوں کی جائداد کو پیسوں پر بیچکر ہجرت کرتے ہیں۔ اور یہ عاجز مسلمان ناکام واپس آکر مسکنت و ذلت میں پڑے۔ ہجرت فی نفسہ وہ مقام عالی ہے جو اسلامی فتوحات کی کُنجی جس سے تمہارا سنہ شروع ہوتا ہے کیسی قوم کا سن عیسوی کوئی بکرمی کوئی شمسی۔ الغرض مختلف قومیں اور مختلف سِن

لیکن ہمارا سن ہجری ہے۔ تا کہ آٹھوں پہر ہجرت کا مقدس فعل ہماری آنکھوں کے سامنے رہے ۔ لیکن اس سے وہ ہجرت مراد نہیں جو ہم میں سے بعض نے افغانستان کی طرف کی ۔ انشاء اللہ العزیز عنقریب آپ کے سامنے میری کتاب "روح ہجرت" آجائیگی جسے میں انشاء اللہ العزیز اسی مہینہ لکھوانا شروع کرونگا بہرحال میرا مطلب یہ ہے وہ تجربہ میں آچکی ہے اس کا مفید ہونا ثابت ہوچکا ہے پھر ہماری موجودہ تحریکوں کی طرح اس کا مجوز یورپ نہیں ۔ اس کا مجوز اور سفارش کنندہ خود خدا اور اس کا رسول اور قرآن ۔ ہے +

ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر الخ ۔ میں آپ سے کیا چاہتا ہوں تمہاری کمائیوں میں سے تھوڑے پیسے جو بر رنگ زکوٰۃ ہوں ۔ وہ مشن کو بھیجدو ۔ اپنی خیرات میں پہلا حصہ مشن کا رکھو ۔ میں پہلے اپنی جیب کو کھولکر تمہاری جیب کھلواتا ہوں ۔ آپ سب کچھ کر سکتے ہیں ۔ کیونکہ کریم النفسی اور سخاوت مسلمان کی شان ہے +

سر دست یہ رسالہ نئی شکل میں آپ کے سامنے پیش ہوتا ہے بہتر کاغذ لگایا گیا ہے جو اس سال کی قیمت بھیج چکے ہیں وہ از راہ مہربانی ڈیڑھ روپیہ اور مینیجر کے نام بھیجدیں ۔ اور جنہوں نے ابھی تک قیمت ادا نہیں کی ۔ وہ آیندہ ساڑھے چار روپے بھیجدیں والسلام

"فلسفۂ اسلام" کے عنوان سے میں ایک اپنا لیکچر اندراج رسالہ کے لئے خود ہی ترجمہ کر کے بھیجتا ہوں ۔ اس لیکچر کی علمی حیثیت کچھ بھی ہو ۔ اس کا علمی پایہ خواہ کتنا ہی چھوٹا ہو ۔ لیکن میں دنیا جہان کے ادبی اور علمی رسالہ جات سے واقف ہوں ۔ اور میں کہہ سکتا ہوں کہ جس رسالہ میں اس قسم کے مضامین شائع ہوں اسکی قیمت سالانہ ساڑھے چار روپے کوئی حقیقت نہیں +

از سنگاپور ۷ فروری سنہ ۱۹۲۱ء

طالب دعا
خواجہ کمال الدین

قرآن شریف کی ہدایات

دربارۂ طریقِ وعظ

قبل ازیں ہم نے بہت سے مضامین طریق اشاعت اسلام کے متعلق لکھے ہیں اس دفعہ ہم یہ دکھلانا چاہتے ہیں۔ کہ قرآن مجید اسلام کو دوسروں تک پہنچانے کے بارے میں کس قسم کی ہدایات دیتا ہے۔ ہم نے اس مضمون میں بتلایا تھا کہ اسلامی مشنری یا واعظ غیر مسلم لوگوں کو مسلمان بنانے کے درپے نہیں رہتا۔ اس کا کام فقط وعظ کرنا ہے۔ کیونکہ کلام اللہ ہمیں بتلاتا ہے۔ کہ اسلام میں لوگوں کا آنا ان کی اپنی مرضی اور فیصلہ کے مطابق ہونا چاہئیے۔ اور کسی صورت میں بھی جبر یا ترغیب کو عمل میں نہ لانا چاہئیے جناب مسیح کی بھی یہی تعلیم تھی۔ چنانچہ اپنے حواریوں سے وہ فرماتے ہیں کہ جو شخص تمہیں قبول نہ کرے یا تمہاری بات نہ سُنے۔ تو تم وہاں سے رخصت ہو جاؤ (سینٹ مرقس باب ۶ آیت ۲) اے کاش وہ ان ہدایات کو زیادہ وضاحت کے ساتھ بیان کرتے۔ تاکہ دنیا کو گوناگوں پارسایانہ شرارتوں سے نجات ملجاتی جو زمانۂ حال کے مشنری جناب مسیح کے مقدس نام کی آڑ میں بدقسمتی سے روا رکھتے ہیں۔ لیکن معلوم ہوتا ہے کہ مسیح کے گردوپیش بیٹھنے والے اس اعلیٰ درجہ کی دماغی قابلیت نہ رکھتے تھے کہ وہ اس بارے میں مشرح اور زیادہ تر احکام اُن سے حاصل کرنے کے موقعہ پیدا کرتے۔ اسلئے جناب مسیح نے آنیوالے نبی کیلئے اس بات کو ادھورا ہی چھوڑا۔ اس آنیوالے نبی یعنے نبی موعود کے متعلق سینٹ جان یعنے یوحنا کے باب ۱۳۔ آیت ۳۵ کا مطالعہ کیا جائے +

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے آخرش اسلام کی مقدس کتاب کو اُتارا اور اسمیں ہر ایک دیانتدار

مشنری و واعظ کی ہدایت کے لئے خواہ وہ کسی مذہب وملت سے تعلق رکھتا ہو ذیل کا سنہری قانون باندھ دیا +

ادع الی سبیل ربك بالحکمة والموعظة الحسنة وجادلھم بالتی ھی احسن ـ ترجمہ ـ بلا طرف راہ پروردگار اپنے کے ساتھ حکمت سے اور نصیحت نیک کے اور بحث کر ان سے ساتھ اس چیز کے کہ وہ بہت بہتر ہو۔ (سورہ ۱۶ ـ آیت ۱۲۵) اس آیت شریف میں وعظ کرنے کے تین درجے یا طریق رکھے ہیں ـ اول یہ ہے ـ کہ لوگوں کو اللہ کے دین کی طرف نہایت دانائی اور احتیاط سے بلایا جائے ـ دوم ـ ان تک خدا کا پیغام تو وعظ حسنہ کی صورت میں پہنچایا جائے ممکن ہے کہ اس دوسرے طریق کے باعث کچھ بحث مباحثہ شروع ہو جائے ـ لیکن اس موقعہ پر گفتگو نہایت ملائمت سے کی جائے ـ یہ آخری مرحلہ گویا تیسرا درجہ یا طریق وعظ ہے ـ ایکدوسری جگہ قرآن شریف میں لکھا ہے کہ ولا تجادلوا اھل الکتٰب الا بالتی ھی احسن ترجمہ ـ اور مت جھگڑا کرو اہلکتاب سے مگر اس طرح سے کہ وہ بہت اچھی طرح ہو (سورہ ۲۹ آیت ۴۶) + یعنے اس آیت میں مسلمانوں کو بتلایا گیا ہے کہ وہ اہلکتاب یعنے عیسائیوں ـ یہودیوں اور ہندوؤں ـ کے ساتھ مذہبی بحث کس طرح کریں ہمیں ہدایت ہے کہ ان لوگوں کے ساتھ گفتگوئے مذہبی کے وقت جتنے از امکان نہایت نرمی اور لطف سے پیش آئیں ـ لیکن اگر وہ ہماری بات کی طرف بالکل توجہ نہ کریں ـ تو ہمیں ناراض نہ ہونا چاہئے ـ اور نہ جامہ سے باہر ہو جانا چاہئے ـ بلکہ قرآن شریف کے اس حکم کی تابعداری کرنی چاہئے جسمیں فرمایا ہے کہ فان تولوا فقولوا اشھدوا بانا مسلمون (ترجمہ پھر اگر منہ موڑیں تو مسلمانو! ان لوگوں کہدو کہ تم اسبات کے گواہ رہو کہ ہم تو (ایک ہی خدا کو) مانتے ہیں (آل عمران رکوع ۷) اسمیں ایک سچی اسلامی روح اور تعلیم ہے ـ یعنے ہم ان لوگوں سے کہتے ہیں کہ وہ گواہ ہیں کہ ہم نے ان تک خدا کا حکم و پیغام پہنچانے کا فرض ادا کر دیا ہے ـ اب ہم سب کچھ

خدا ہی کے ہاتھ میں چھوڑتے ہیں - اور ہم اسکی رضا پر خوش ہیں +

یہ سب آیات صاف بتلاتی ہیں - کہ اسلام کا وعظ کرنے میں ہمیں یہ حکم ہے کہ ہم نہایت عقلمندی اور نرمی سے کام لیں - دلائل اور معقولیت سے اسلام کی خوبیاں لوگوں پر ظاہر کریں - اور بدزبانی و سخت کلامی سے بالکل پرہیز کریں بلکہ ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ ہم کسی غیر مسلم کے ساتھ ایسی بات نہ کریں جس سے وہ رنجیدہ خاطر ہو یا دق آجائے +

قرآن شریف میں ایک اور نہایت ہی مفید حکم درج ہے یعنے سورہ ۔ آیت ۱۰ میں لکھا ہے کہ ولا تسبوا الذین یدعون من دون اللہ ترجمہ - اور مت برا کہو ان لوگوں کو کہ پکارتے ہیں سوا خدا کے +

کیا قرآن شریف کے ان احکام سے کہیں بھی پایا جاتا ہے کہ اسلام جبر سے پھیلایا جائے - مگر افسوس ہے کہ اسی کتاب پر الزام لگایا جاتا ہے کہ یہ اسلام بزور شمشیر پھیلانے کا حکم دیتی ہے - کیا اس قسم کا بہتان قابل معافی ہوسکتا ہے یم ذویمر اور مارگولی ایتھ اور دیگر عیسائی مصنفین کو جو دیدہ و دانستہ ہمارے مذہب پر اتہام باندھتے ہیں ڈنکے کی چوٹ بلاتے ہیں اور انہیں کہتے ہیں کہ وہ تمام قرآن میں سے ایک ہی آیت پیش کریں جسمیں اسلام بزور شمشیر پھیلانے کا حکم ہو - اس قسم کے نام نہاد عربی دان محض اپنی جہالت اور عربی زبان سے ناواقفیت کا ثبوت دیتے ہیں جبکہ وہ اس قسم کے الزامات کے جواب میں قرآن شریف کی وہ آیتیں پیش کرتے ہیں جنمیں مدینہ کے مسلمانوں کو ان لوگوں کے برخلاف ہتھیار اٹھانے کی اجازت دیگئی ہے جنہوں نے انکے شہر اور انکی جان اور مال پر حملہ کیا +

دنیا میں اسلام اس طرح پھیلا جس طرح کہ جنگل میں آگ پھیلجاتی ہے لوگوں نے اپنا پرانا مذہب ترک کر کے نئے دین کا خیر مقدم کیا - لیکن کیا کوئی تاریخ دان یقینی طور پر بتلا سکتا ہے - کہ جب عرب سے باہر اسلام نے قدم رکھا

توکس جگہ اور کب اس کے پھیلانے کے لئے تلوار سے کام لیا گیا۔ ہم مغرب میں مشنریوں یا اسی قسم کے لوگوں کی ان تحریرات کو دیکھ دیکھ کر تنگ آ گئے ہیں جو نے تکے اور بغیر سوچے سمجھے الزامات سے پُر ہیں۔ مگر اس کے خلاف ہم کہتے ہیں کہ یورپینی عیسائیت ہی تلوار کا مذہب ہے۔ اور اپنے اس قول کی تصدیق میں بلا توقف معتبر مغربی مصنفین کی تصنیف پیش کر سکتے ہیں۔ کیا کوئی اس سے انکار کر سکتا ہے۔ کہ عیسائی بادشاہوں کے حکم سے بت پرستوں سیکسنوں اور سکنڈینیویا والوں کو۔ نیز برٹن۔ گال اور ایرین کو بزورِ شمشیر بپتسمہ نہیں دیا گیا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ امتدادِ زمانہ سے پرانے واقعات بہت حد تک بھول جاتے ہیں۔ اور گذشتہ اسی سال نے کلیسیا کے سیاہ کارناموں کو بھلانے میں بہت کچھ مدد دی ہے۔ فرقۂ رشنلزم اور لبرل کرسچینز (آزاد خیال عیسائیوں) نے تین پشت پہلے کے جنگجو مشنریوں کے خونخوار جوش کو بہت ناپسند کیا۔ اور زمانۂ حال کے مشنری جانشینوں نے وہی الزام دوسروں پر تھوپنا شروع کیا جو حقیقت میں ان پر لگایا جاتا تھا۔ لیکن یہ نئی چال بہت دیر تک کارگر نہ ہو سکی۔ اور نئے واقعات نے انکی اصلیت کو طشت از بام کر دیا۔ ان لوگوں کے قتل کئے جانے پر گرجہ میں جا کر بھجن گانے اور نذریں پیش کرنے، جو اُن کے خیال کے مطابق برائے نام عیسائی واعظوں کے کام میں رکاوٹیں پیدا کرتے تھے۔ بلکہ یہ لوگ اپنے ایسے ہم مذہبوں کا دنیا میں رہنا گوارا نہ کرتے جن کا شغل کچھ اَور ہوتا۔ مثلاً ہیلیس کے قتل کا واقعہ جو کہ کچھ عرصہ ہوا وقتی آئینا میں چھپا ہمیں زمانۂ وسطیٰ کے شہدا کی یاد دلاتا ہے۔ اور بتلاتا ہے کہ کلیسیا کا وضع کردہ عیسائی مذہب کس طرح یورپ میں پھیلایا گیا۔ لکھا ہے کہ ہیلیس کی معہ تین صد دیگر اشخاص کے رسّوں کے ساتھ مشکیں باندھی گئیں۔ پھر ایک کٹر پادری نے سپاہیوں کی بندوقوں کی طرف اشارہ کر کے ہیلیس سے کہا کہ یا تو تم اس دستاویز پر دستخط کرو جس سے معلوم ہو کہ تم نے سچے مذہب کو قبول کیا ہے۔ ورنہ یہ جنگی عیسائی تمہاری رُوح کو دوزخ

ہیں بھیجدیں گے۔ اس پر قیدیوں نے دستخط کر دیئے سو اپلیس کے جس پر سپاہیوں نے اس کے کپڑے پھاڑ ڈالے۔ اپنی بندوقوں سے اُسے خوب زدوکوب کیا۔ حتےٰ کہ اس کے بازو اور پسلیاں چُور ہو گئیں اور وہ زمین پر گر گیا۔ مگر پھر بھی اس نے اپنا دین چھوڑنا پسند نہ کیا۔ اور آخر ش اسکی تکالیف کا خاتمہ ایک سنگین نے کیا جو اس کے پھیپھڑوں کے آرپار کر دیگئی +

جبکہ یہ لوگ اپنے ہم مذہبوں کے ساتھ جو ان سے تھوڑا سا اختلاف رائے رکھتے ہوں اس طرح سلوک کرتے ہیں تو اُنکی اس بیرحمی اور وحشیانہ پن کا اندازہ صرف دماغ ہی میں آسکتا ہے جو یہ غیر مذاہب کے مقلدین کے ساتھ روا رکھ سکتے ہیں۔ بلکہ روا رکھتے ہیں۔ ہم بڑے شوق سے اس دن کا انتظار کر رہے ہیں جبکہ آزاد خیال عیسائی تمام یورپ کو اپنے ساتھ ملا کر مغرب کی سرزمین میں اس قسم کی وحشیانہ حرکات کا خاتمہ کردیں گے۔ اور انکی بدولت کوئی ایسا کام نہ ہوگا جو مسیح کی تعلیم کے خلاف ہو +

بلادِ غربیہ میں تبلیغِ اسلام

لندن میں لیکچروں کا سلسلہ

گذشتہ اتوار سے لندن مسلم پریئر ہوس (اسلامی نمازگاہ) میں بھی پندرہ روزہ لیکچروں کا سلسلہ شروع کیا گیا ہے۔ اس سے ایک ہفتہ قبل نومسلمین اور دوسرے لوگوں کو جو اسلام سے دلچسپی رکھتے ہیں ایک ایٹ ہوم دیا گیا ہے جسمیں مولوی مصطفےٰ خاں صاحب نے لیکچروں کا اعلان کیا +

مسٹر خالد شیلڈرک نے بھی ایک مختصر سی تقریر میں نومسلمین اور ہمدردان اسلام کو اسبات کی طرف خاص طور پر توجہ دلائی۔ کہ ہم اس وقت بہت تھوڑے ہیں۔ اور بالمقابل غلط فہمیاں پھیلانیوالے اور دشمن بہت زیادہ۔ ایسی حالت میں ہمیں آپس میں ملکر محبت اور اتفاق سے کام کرنا چاہئے۔ اور جہانتک ہو سکے اسلام کو پھیلانے اور غلط فہمیاں

کی تردید میں ایکدوسرے کی مدد کرنی چاہئے +

اِس سلسلہ میں سب سے پہلا لیکچر گذشتہ اتوار کو مولوی مصطفےٰ خان صاحب نے (Postion of Islam among other religions) "دُوسرے مذاہب میں اسلام کا مقام" پر دیا۔ اور حضرت ابراہیمؑ حضرت موسٰی حضرت عیسےٰ علیہ السلام اور دیگر انبیاء علیہم السلام کی پیشینگوئیوں سے ثابت کیا۔ کہ حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم تمام مذاہب کے موعود ہیں +

مسجد ووکنگ میں اس اتوار کو پروفیسر ہنری لیون ایم اے۔ پی۔ ایچ ڈی نے ایک بسیط لیکچر اسلام پر دیا +

پیرس میں مسجد کچھ عرصہ ہؤا۔ ایک لنڈنی اخبار کے حوالہ سے ہمنے لکھا تھا۔ کہ پیرس کی مجلس جنگ اپنی مسلمان رعایا کی خدمات کی یادگار میں ایک مسجد وہاں بنوانے والی ہے۔ حال ہی میں ٹائمز نے اس کے متعلق ایک تازہ اطلاع شائع کی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ مسجد جلد ہی اب پایۂ تکمیل کو پہنچنے والی ہے۔ اور اس کی امامت اور اسمیں قرآن کریم کے درس و تدریس کے لئے مراکو سے کسی مسلمان عالم کا تقرر عمل میں آئیگا۔ اِس دِل خوش کُن خبر پر ایک مسلمان حکومت فرانس سے۔ یقیناً طبعاً تشکر گزار ہوگا۔ اگرچہ یہ خوشی مبدل بہ رنج ہو جاتی ہے۔ جب اسی فرانس کا ہاتھ حکومت اسلامیہ کی تباہی میں نظر آتا ہے۔ لیکن اس قدر خوشی کی بات ہے کہ انگلستان کی طرح فرانس میں بھی اسلام کا ایک مرکز قائم ہو جائیگا۔ جو اسلام کی تبلیغ اور اشاعت کا بڑا ذریعہ ہوگا +

یہ الٰہی کام ہیں۔ کہ ایک طرف جب اسلام کا پولیٹیکل طور پر زوال ہو رہا ہے۔ ایک دوسرے پہلو سے اسکی عظمت کے سامان پیدا ہوتے جا رہے ہیں۔ یہ بتاتا ہے کہ اب اسلام کو اللہ تعالیٰ تبلیغ کے ذریعہ سے ہی ترقی دینا چاہتا ہے۔ اور دوسرے ذرائع اسکے لئے مفید نہیں ہو سکتے۔ یہی ایک ذریعہ ہے جو بالآخر اسلام کی تمام کھوئی ہوئی عظمت کو دوبارہ قائم کرنیکا موجب ہوگا

تاجران بخارہ مسجد ووکنگ میں

کچھ دنوں سے بخارہ کے چند تاجر کچھ تجارتی اسباب لے کر انگلستان آئے ہوئے ہیں۔ پرانی وضع کے سفید ریش اور دیندار لوگ ہیں۔ ایک دو ان میں حافظ قرآن اور حاجی بھی ہیں۔ یہ خود امیر بخارہ کے ملازمین میں سے ہیں۔ اور دراصل امیر ہی کا مال لیکر بغرض تجارت آئے تھے جسمیں خدا کے فضل سے انہیں بہت بڑی کامیابی ہوئی۔ خود تو فارسی کے سوائے کوئی زبان نہیں جانتے ہیں لیکن ہندوستان سے ایک ترجمان ساتھ لائے ہوئے ہیں جو زبان کی دقت کو حل کر دیتا ہے +

گذشتہ سے پیوستہ ہفتہ یہ تمام لوگ جو تعداد میں چھ آدمی ہیں مسجد ووکنگ میں آئے۔ انگلستان جیسے ملک میں مسجد کو دیکھ کر اور اس میں خدائے واحد کے آگے سربسجود ہو کر انگریز نومسلمین کو سلام علیکم کہتے ہوئے سن کر اور انکے خلوص اسلامی سے واقف ہو کر جو خوشی اور راحت ایک مسلمان کو ہو سکتی اور ہوتی ہے۔ وہ بھی اس سے بہرہ اندوز ہوئے +

قرآن کریم کا انگریزی ترجمہ اگرچہ پڑھ نہ سکتے تھے لیکن اس کی شکل ہی دیکھ کر از حد محظوظ ہوئے۔ دوپہر کا کھانا یہیں کھایا۔ تیسرے پہر مکرمی مصطفی خانصاحب کا لیکچر "اسلام کے موعود مذہب" ہونے پر مسجد میں سُنا۔ اس کا مفہوم مغرب کے بعد ہمارے محترم دوست مولوی سید عبد المحی صاحب عرب نے زبان فارسی میں انہیں سُنایا۔ اور اس کے بعد ایک طویل تقریر بزبان فارسی میں ان کے سامنے اشاعت اسلام کی اہمیت پر کی۔ انہیں بتایا کہ آپ نے اس جگہ دیکھا ہے کہ کس طرح سے دین کی اشاعت کا کام چند مہاجرین وطن کرتے ہیں یہ ہندوستانی لوگ ہیں۔ جو اشاعت اسلام کا کام یہاں کرنے آئے ہیں۔ اتنی دور سے محض اس دینی خدمت کے لئے یہ یہاں آکر بیٹھے ہیں۔ اور کتنی مدت سے یہاں کام کرتے ہیں پھر نومسلمین کو بھی آپنے دیکھا ہے میں عرب ہوں۔ اور چھ سال سے یہاں مقیم ہوں اور اس کام کی اہمیت کا شاہد عینی ہوں

پس میں آپ کو کہتا ہوں - کہ جب آپ واپس جائیں - تو امیر صاحب کی خدمت میں یہ تمام کیفیت بیان کریں جو آج آپ نے یہاں دیکھی ہے - ان کو بتائیں - کہ ہندوستانی مسلمانوں نے یہ کام شروع کر رکھا ہے - اور ہزار ہا روپیہ وہ اس پر صرف کرتے ہیں میرا پیغام امیر صاحب کو دیں - کہ ایک عرب وہاں تھا جس نے یہ پیغام دیا تھا - کہ آپ مسلمان ہیں خدا نے آپ کو دولت ریاست اور امارت عطا کی ہے - یہ دولت و اموال اور بڑے بڑے خزانے یوں پڑے ہوئے اِس دنیا میں بھی کسی فائدہ کا موجب نہیں جب تک امور حسنہ پر انہیں صرف نہ کیا جائے - بلکہ یوں پڑے پڑے خزانے تو چوروں اور ڈاکوؤں کا شکار بن جاتے ہیں - ابھی حال ہی میں کس دولت اور خزائن کو بالشویک بخارہ سے لے گئے ہیں + پس چاہئے کہ ان خزانوں کو مسلمانوں کی بہتری اور بھلائی کے کاموں میں صرف کیا جائے - انہیں کہئے - کہ ایک عرب کا یہ پیغام ہے - کہ ان خزائن کا ایک حصہ اس مسجد کو دیں جہاں سے دین حق کی اشاعت ہوتی ہے جہاں سے توحید کا چشمہ مقام تثلیت میں پھوٹا ہے جہاں سے قرآن کریم کا انگریزی ترجمہ کے ساتھ ایسی نفاست سے طبع ہوا ہے اور ایک عالم میں اسکی اشاعت ہو چکی ہے +

غرض اسی طرح کی ایک لمبی تقریر میں مولوی عبد المجید صاحب نے مشن کی ضروریات اور فوائد کو ان پر واضح کیا - اور مکرر سہ کرر امیر بخارہ کو یہ پیغام پہنچانے کے لئے انہیں تاکید کی - جس کو انہوں نے بخوشی قبول کیا - اور کہا کہ ہم ضرور ان تمام باتوں کو وہاں بیان کرینگے - اور تمام حالات کو منکشف کر کے اس مشن کی امداد کی ترغیب دیں گے +

شام کے بعد یہ تمام لوگ یہاں سے رخصت ہوئے - اور جاتے ہوئے مکرم مولوی مصطفٰے خان صاحب کو اپنے ہاں دعوت دے گئے - اللہ تعالے ان کے دلوں کو اسلام کی خدمت کے لئے کھول دے - اور دنیا و آخرت ہر دو کی تجارت ان کے اور سب مسلمانوں کے لئے باعث حسنات ہو - آمین !!!

(دوست محمد از مسجد ووکنگ انگلستان)

زکوٰۃ وصدقات کا بہترین مصرف

انما الصدقات للفقرآء والمسٰکین والعاملین علیھا والمولفۃ قلوبھم فی الرقاب والغارمین وفی سبیل اللہ وابن السبیل ۔ فریضۃ من اللہ واللہ علیم حکیم ۔ سورہ توبہ سیپارہ ۱۰ رکوع ۸

آیت مندرجہ بالانے آٹھ طریق اور مصرف بتلائے ہیں جنمیں ہر قسم کے صدقات اور خیرات خرچ ہونی چاہئے ۔ کاش مسلمان قرآن کے ان احکامات پر چلتے ۔ اور اپنی خیرات وصدقات کو خدا کے بتلائے ہوئے مصرف میں خرچ کرتے ۔ تو آج بہت سے قومی کام ان زرصدقات سے ہی طے ہوجاتے مسلمانوں کی قوم ۔ ایثار اور خیرات وصدقات میں اب بھی کسی قوم سے پیچھے نہیں صرف اگر مسلمانوں کی زکوٰۃ ہی باقاعدہ طریق پر جمع ہوکر قومی کاموں کے لئے وقف ہوجائے توہم آئے دن کے چندوں سے مطلقاً فارغ البال ہوجائیں ۔ آیت مذکورہ بالا میں سب سے اول فقرا اور مساکین کا ذکر ہے ۔ لیکن اس زمانہ میں اسلام سے زیادہ فقرا و مسکینی تو کسی اور چیز پر لاحق نہیں ہورہی ۔ خود اسلام پر بحیثیت مجموعی وہ فقر اور مسکینی ہے ۔ کہ اس کے مقابل فرداً فرداً کسی فقیر و مسکین کی تلاش ایک بے ضرورت امر ہے ۔ نہ معلوم وہ زمانہ ہم پر کب آویگا ۔ جب ہم انفرادی مفاد اور ذاتی ضروریات کو قومی مفاد اور مذہبی ضروریات پر قربان کرنے کا سبق سیکھیں گے مسلمان کاش اس راز کو سمجھیں ۔ کہ فرداً فرداً محتاجوں کا تکفل کرنا قوم کو اور اپاہج اور بیکار بنانا ہے ۔ اسمیں شک نہیں کہ ہر ایک زکوٰۃ دینے والے کے گرد و پیش بعض لوگ واقعی محتاج بھی ہوتے ہیں لیکن زکوٰۃ دینے والے کو ہمیشہ یہ سمجھ لینا چاہئے ۔ کہ آیا یہ رقم صدقہ وزکوٰۃ کہیں اس محتاج کو اور زیادہ محنت ومزدوری کرنے سے بیٹھکر تو نہیں کررہی ۔ اور اسمیں گداگری کی عادت تو پیدا نہیں کرتی ۔ اسلئے ضروری ہے کہ صاحب زکوٰۃ کو زیادہ تر قومی فقر اور قومی مسکینی کے دور کردینے کا فکر کریں +

زکوٰۃ کا ۱/۴ حصہ اشاعت اسلام پر خرچ ہونا چاہیئے

زکوٰۃ کی تقسیم مندرجہ آیت بالا میں قرآن کریم نے بالتفصیل آٹھ شاخیں قائم کی ہیں۔ ان میں دو شاخیں یہاں قابل تذکرہ ہیں مولفۃ القلوب اور فی سبیل اللہ یعنی تبلیغ اشاعت اسلام اور نئے مسلمانوں کی تالیف قلوب میں زکوٰۃ اور صدقات کا خرچ ہونا کون نہیں جانتا کہ اشاعت و تبلیغ اسلام قریب قریب ہر ایک مسلم پر بطور ایک فرض کفایہ کے ہے پھر کیوں اس طرف توجہ نہیں ہوتی۔ کیا اس آیت مذکورہ بالا میں کھلے الفاظ میں ان دو امور کو زکوٰۃ و صدقات کا جائز اور ضروری مصرف نہیں بتلایا گیا۔ پھر کیوں صاحب زکوٰۃ اسطرف توجہ نہیں کرتے۔ چلو وہ جس طرح چاہیں اپنی زکوٰۃ کو صرف کریں لیکن ان کا فرض ہے کہ وہ اپنی رقم زکوٰۃ کا چوتھا حصہ اشاعت اسلام اور نو مسلمین کے تالیف قلوب کے لئے الگ کریں۔ اور اگر وہ اس مال میں سے اشاعت اسلام اور مولفۃ القلوب پر کم از کم ۱/۴ نہیں خرچتے وہ دراصل غلطی کرتے ہیں۔ اور قرآنی احکام کو پس پشت ڈالتے ہیں +

اسلامک ریویو کا مفت تقسیم کرانا زکوٰۃ کا ایک عمدہ مصرف ہے

اِس وقت انگلستان میں اشاعت اسلام کا کام بفضلہ تعالیٰ نہایت خیر و خوبی سے ہو رہا ہے ووکنگ مشن کے نتائج محتاج تشریح نہیں۔ نہ اسکی ترقی و کامیابی کسی مبالغہ آمیز تحریر کی محتاج ہے۔ آفتاب آمد دلیل آفتاب۔ گذشتہ آٹھ سالوں کے اندر ۳۵۰ سے زائد اصحاب دائرہ اسلام میں آچکے ہیں۔ ان نو مسلموں میں تعلیمیافتہ اور یونیورسٹیوں کے اعلیٰ ڈگری یافتہ بھی ہیں اعلیٰ سوشیل حیثیت کے لوگ بھی ہیں۔ انمیں صاحب قلم بھی ہیں۔ جو تحریر و تقریر سے ابتغاءً لوجہ اللہ مبلغانہ کام بھی کرتے ہیں۔ یہ امورات مسلمہ ہیں۔ خاص مقام ووکنگ میں جو ہمارا مرکز ہے لوگوں میں ہماری طرف سے اجنبیت دور ہوتی جاتی ہے۔ لوگ ہماری باتیں سُننے اور ہماری آواز پر کان دھرنے کے مانوس ہو رہے ہیں۔ انگلستان میں زیادہ تر تصنیف و تحریر ہی کسی امر کی اشاعت کا مفید ذریعہ ہوتی ہے یہی ہمارا تجربہ اشاعت اسلام میں بھی ہے۔ اور اس طریق سے اس وقت تک کامیابی ہوئی ہے۔ اسلئے ضرورت ہے کہ اسلامک ریویو ہزارہا کی تعداد میں مغربی دنیا میں تقسیم ہو۔ اگر اہل اسلام میں سے فرداً فرداً ہر ایک متنفس کا فرض ہے کہ اشاعت اسلام میں وہ بالواسطہ یا بلاواسطہ حصہ لے اور امداد کرے

تو پھر گھر بیٹھے ہی ہر ایک بھائی انگلستان میں اشاعت اسلام کا فرض نہائیت آسانی سے ادا کر سکتا ہے۔ اگر اپنی زکوٰۃ اپنی خیرات لیئے صدقات ہی سے کچھ حصہ ہمیں دیا جائے تو ہم ان کی طرف سے رسالہ اسلامک ریویو کو انگلستان یا دیگر بلاد غربیہ میں مفت تقسیم کریں۔ اسکی قیمت اگرچہ صہ سالانہ ہے +

(اسلامک ریویو کی قیمت میں رعایت)

لیکن ہم نے یہ تجویز کیا ہے کہ جو شخص اپنی طرف سے یہ ریویو مفت تقسیم کرائے وہ ہمیں للعہ روپیہ سالانہ قیمت رسالہ بھی دے سکتا ہے۔ اگر برادران اسلام کچھ تھوڑی سی توجہ بھی اس طرف کریں۔ تو کئی ہزار رسالہ و دیگر اسلامی لٹریچر کا مفت تقسیم ہو جانا کونسا مشکل کام ہے۔ اس کے بعد وہ خدا کے فضلوں کے منتظر رہیں۔ اور دیکھیں کہ کس قدر تھوڑے سے عرصہ میں حیرت افزا نتائج مرتب ہوتے ہیں ع

سالے کہ نکوست از بہارش پیداست

ہمارے گذشتہ نتائج ہمارے آئندہ نتائج کے ضامن ہو سکتے ہیں۔ اسلیئے برادران اسلام کیخدمت میں التماس ہے۔ کہ اس وقت انگلستان میں جو اشاعت اسلام کا کام ہو رہا ہے کیا اس سے زیادہ حقدار اس زکوٰۃ و صدقات کا کوئی اور مشن ہے۔ اگر ہے تو اس کا نام لو پھر کیوں آپ اسکی طرف توجہ نہیں کرتے مغربی ممالک میں اشاعت اسلام کا طریق تحریر و تصنیف ہے مبلغین اور واعظین کا مختلف جگہوں میں پھرنا چنداں مفید نہیں۔ بلکہ سہل اور مفید طریق یہ ہے۔ کہ ان ممالک میں اسلامی تحریریں کثرت سے شائع کیجاویں۔ پھر جب ان تحریروں کو پڑھ کر متوجہ ہوں۔ تو یہ متلاشیان حق مبلغین کے پاس آویں۔ اور ان کے پاس رہکر اسلام سیکھیں +

ضروری نوٹ

تمام ترسیل زر بنام فنانشل سکرٹری ووکنگ مسلم مشن عزیز منزل لاہور ہونی چاہیئے +

(از قلم حضرت خواجہ کمال الدین صاحب بی اے مسلم مشنری)

مندرجہ بالا موضوع پر حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مبلغ اسلام نے رنگون کالج کے اگزیمینیشن ہال (کمرہ امتحان) میں جناب ڈاکٹر روس صاحب پرنسپل رنگون کالج کی زیر صدارت لیکچر فرمایا + مترجم

(ماخوذ از رنگون میل رنگون)

صاحب صدر نے اپنی افتتاحیہ تقریر میں ذیل کے کلمات فرمائے :-

"آج دوپہر کے معزز مقرر مسٹر خواجہ کمال الدین صاحب کو جو مسلم دنیا میں عموماً اور انگریزی مسلم دنیا میں خصوصاً ایک امتیازی حیثیت رکھتے ہیں آپ سے معرف کرانے میں مجھے از حد مسرت ہے۔ اور اب میں انکی خدمت میں التماس کرتا ہوں۔ کہ وہ اپنے لیکچر سے سامعین کو مستفیض فرمائیں" +

اس کے بعد حضرت خواجہ کمال الدین صاحب نے اپنی تقریر شروع فرمائی جو کہ نہایت ہی دلچسپ اور پند ونصائح سے مملو تھی۔ اور جس کی سامعین نے از حد قدر کی +

ولقد خلقنا الانسان من سللة من طين ۝ ثم جعلنه نطفة في قرار مكين ۝ ثم خلقنا النطفة علقة فخلقنا العلقة مضغة فخلقنا المضغة عظما فكسونا العظم لحما ق ثم انشانه خلقا اخر ط

فتبارك الله احسن الخالقين ۝

ترجمہ۔ اور ہمنے انسان کو مٹی کے ست سے بنایا۔ پھر ہم ہی نے اسکو حفاظت کی جگہ (یعنی عورت کے رحم میں) نطفہ بنا کر رکھا۔ پھر ہم ہی نے نطفے کا لوتھڑا بنایا۔ پھر ہم ہی نے لوتھڑے کی بندھی بوٹی بنائی۔ پھر ہم ہی نے بندھی بوٹی کی

ہڈیاں بنائیں۔ پھر ہم ہی نے ہڈیوں پر گوشت مڑھا۔ پھر (آخر) ہم ہی نے اس کو (گویا بالکل) دوسری ہی مخلوق (کی صورت میں) بنا کھڑا کیا۔ تو (سبحان اللہ) خدا بڑا ہی بابرکت ہے۔ جو (سب) بنانیوالوں میں بہتر (بنانیوالا) ہے۔ سورۂ المومنون۔ رکوع ۱۔ آیت ۱۱۔ ۱۴۔

آج کے لیکچر کے مجوزین نے جو مضمون تجویز کیا ہے وہ اتنا بسیط اور اسقدر مختلف پہلو اپنے اندر رکھتا ہے۔ کہ اس پر کما حقہٗ کچھ کہنے کے لئے یہ وقت جو مجھے دیا گیا ہے کسی صورت میں کافی نہیں۔ اِس مضمون کی مختلف شاخیں اور خدا کی کتاب یعنے قرآن نے اپنی ہمہ گیر تعلیم میں کسی کو نہیں چھوڑا۔ بہر حال میں اسلامی نکتہ خیال سے دو تین امور پر برعایت اختصار روشنی ڈالتا ہوں۔ انسان کی ابتداء اور اس کا انجام یعنی معاد کس چیز سے انسان نکلا اور وہ کونسی منازل ارتقا ہے جسمیں بلوغیت انسانیت کے مقام تک پہنچنے کیلئے ہمنے گذرنا ہے۔ آیات بالا میں قرآن نے ان امور پر بحث کی ہے۔ اِنسان جس سے مُراد اس کا جسم ہی نہیں بلکہ رُوح بھی ہے کیونکہ یہ لفظ مجموعۂ جسم و رُوح پر عائد ہوتا ہے۔ سلالہ طین سے نکلا یعنے اِنسان کا جسم اسکی رُوح اور ان دونوں کے کُل قوی جوہر ارضیہ سے کشید کئے گئے ہیں زمین کی کُل مخفی طاقتیں نطفۂ انسانی میں آ جمع ہوئیں۔ اور اس جوہر حیات اِنسان نے اپنے مزید نشو و نما کے لئے رحمی دُنیا میں جا قیام کیا۔ یہاں یہ بڑھتا بڑھتا تکمیل جسم تک پہنچگیا۔ بطن مادر میں جب ہاتھ کان ناک دل دماغ سب بنگئے۔ تو بلوغت یا ارتقا کی ایک نئی منزل پیدا ہوگئی۔ ثم انشانا ہ خلقاً اٰخر۔ وہ منزلِ منزلِ ادراک ہے۔ یعنی اِنسان میں نفسِ مُدرکہ پیدا ہو جاتا ہے۔ جس کے ذریعہ وہ بیرُونی چیزوں کا احساس و ادراک کرتا ہے۔ یہی چیز اس کے فہم و علم کی بُنیاد ہے۔ انسانیت کی یہ منزل بلوغت ان تمام منازل سے مختلف ہے۔ جو آج کل کے معلومہ نکتۂ آغاز سے اس حد تک نفس انسان نے طے کیں۔ ایتھری ذرّات کا ملکر برقی ذرات پیدا کرنا۔ برقی ذرات

کا ہی ترکیب پر سالمات میں متشکل ہونا سالمات سے عناصر اور عناصر کا ایک تنظیم
(آرگینک) ترکیب میں جوہر حیات حاصل کرنا اور اس حالت سے آہستہ آہستہ
چند مدارج کے بعد خاتمہ ہے دماغ کا پیدا ہونا ۔ الغرض کرۂ ارضی مختلف
شکلوں اور استحالوں میں گذرتا ہوا اپنی تمام طاقتوں کے ساتھ جسم انسانی
میں ایک اور خون اور گوشت کے کرہ میں متشکل ہوگیا ۔ وہ خون اور گوشت
کا کرہ **قلب حیوانی** ہے مگر ان دو کروں کی کیفیات میں فرق ہے ۔ کرۂ
ارضی میں جو کچھ بشکل جسمانیات تھا ۔ لوہا ۔ سونا چاندی اور دیگر معدنیات و
فلزات ۔ نباتات وغیرہ وہ سب کے سب اس کرۂ لحمی یعنی قلب انسانی میں متشکل
ادراکیات آ جمع ہوئے ہیں ۔ یعنی ان ہی چیزوں نے جو کرۂ ارض میں موجود ہیں
اپنی مادی کیفیت چھوڑ کر ذہنی علمی ۔ ادراکی کیفیت کو کرۂ لحمی میں آ حاصل
کیا ۔ اور یہاں ان کا نام **جذباتِ حیوانیہ** ۔ قوائے نفس ۔ خیالات ارضیہ
ہوگیا ۔ جن کو بحیثیت مجموعی مدرکۂ **حیوانی** کہتے ہیں ۔ یہ نفس مدرکہ ہر ایک
حیوان اور ایسے ہی انسان میں ہوتا ہے ۔ فرق اس قدر ہے کہ مدرکہ حیوانی
جس میں کہ جذبات و خواہشات ہی ہوتی ہیں ۔ وہ نہ تو کسی تادیب و تہذیب
کی اہلیت اپنے اندر رکھتا ہے ۔ نہ کوئی اور ترقی اس کے آگے ہے لیکن مدرکۂ
انسانی جو بروقت پیدائش مدرکہ حیوانی سے ملتا جلتا ہے ۔ اور نفس انسانی کی
اس حالت کا نام قرآن کریم نے **نفس امارہ** رکھا ہے ۔ اپنے اندر تہذیب
تعدیل اور ترقی کی استعداد رکھتا ہے ۔ یہی جذبات انسانیہ تربیت پاکر خلق
سیرتِ حسنہ اخلاق فاضلہ خیالات ملیہ حکیمانہ ذہنیات اور روح بن جاتے ہیں +

اگر فلسفہ اسلام میں انسان کو عالم صغیر کہا گیا ہے ۔ تو اسلئے نہیں کہ جس طرح
کل کائنات میں کرۂ ارضی ہے ۔ اسی طرح جسم انسانی میں قلب انسانی کرۂ ارضی
کی شکل و صورت میں قائم ہے بلکہ اسلئے بھی کہ زمین کے کل جوہر اور قویٰ قلب انسانی
میں موجود ہیں فرق یہ ہے کہ وہاں انکی کثیف شکل ہے ۔ یعنے وہاں وہ عالم مادیات

میں ہیں یہاں جوہروں نے لطیف شکل اختیار کر لی۔ اور وہی جوہر ادراکیات میں آگئے۔ یہ موقع نہیں کہ میں اس امر خاص پر روشنی ڈالوں صرف مثال کے طور پر اپنے مافی الضمیر کو آپکے دل تک پہنچانے کے لئے اِس طرح کہتا ہوں کہ انسانی اخلاق میں ایک ہی چیز کا نام ہٹ ہے۔ جو ایک امر مذموم ہے۔ اسکی شکل محمود کا نام استقامت ہے۔ یہ ہٹ اور استقامت عالم ادراکیات میں ان دو چیزوں کے قائمقام ہیں۔ جو عالم مادیات میں چٹانی کنکر اور فولاد کہلاتے ہیں۔ ایسا ہی کُرّۂ ارضی میں کا سونا اگر کُرّۂ لحمی میں آکر علو ہمتی بن جاتا ہے۔ تو وہاں کی چاندی قلب اِنسانی میں ملائمت طبع پیدا کر رہی ہے +

الغرض اگر مختلف سالمات اور عناصر مثلاً شورہ۔ کاربن۔ ہائڈروجن آکسیجن۔ فاسفورس۔ کرۂ ارضی میں نباتات۔ معدنیات۔ پھل پھول پیدا کر دیتی ہیں تو یہی چیزیں قلبِ انسانی میں مختلف جذبات و ہوا و ہوس کا موجب ہو جاتی ہیں۔ جس طرح زمین کے شکم میں مختلف دھاتیں بشکل فلزات ہوتی ہیں۔ جن کو پاک صاف کر کے ہم لوہا۔ سونا۔ چاندی۔ تانبا وغیرہ چیزیں پیدا کر لیتے ہیں۔ اِسی طرح قلب انسانی کے فلزات ہمارے جذبات ہوا و ہوس خواہشات نفس ہیں۔ ان کو پاک و صاف کر کے اور تربیت و تعدیل دیکر مکارم اخلاق پیدا کر لیتے ہیں۔ جن سے اِنسان میں سیرت حسنہ پیدا ہو جاتی ہے۔ کسی کتاب قرابادین کا اگر ہم مطالعہ کریں تو بعض خوراک اور بعض ادویات کا تعلق بعض اخلاق انسان سے نظر آتا ہے۔ انسان کے جگر کو جذبۂ غُصّہ سے تعلق ہے جگر کے نے اعتدال ہو جانے پر اِنسانی طبیعت میں رنج تلخی بات بات پر بگڑنا پیدا ہو جاتا ہے۔ چنانچہ ایک مریض یرقان کی طبیعت میں غُصّہ بڑھ جاتا ہے اصلاح جگر سے اصلاح مزاج ہو جاتی ہے۔ ادویات تو ہم جگر کو اعتدال پر لانے کے لئے کھاتے ہیں لیکن نتیجتاً جذبۂ غضب بھی کھوئے ہوئے اعتدال کو

واپس لے لیتا ہے۔ عربی زبان نے جگرا اور غصہ کے لئے ایک ہی لفظ کبد
تجویز کر کے ایک اشارہ کیا کہ جگر اور غصہ جوہر میں ایک ہیں۔ ایک
مادی شکل میں اور دوسرا ادراکی شکل میں۔ اس نظریہ سے یہ سمجھ آجاتی
ہے۔ کہ جسم وادراک کا کس قدر ایکدوسرے سے تعلق ہے۔ اچھے یا بُرے
اخلاق وخیالات کا پیدا کرنا کہاں تک جسمانیات اور خوراک سے تعلق
رکھتا ہے۔ انگریزی زبان کی ایک ضربُ المثل کہ تندرست دل میں ہی
تندرست دل و دماغ ہوتے ہیں۔ اس طرف اشارہ کرتی ہے۔ ویدک
اور مسلم اطبّا نے لکھا ہے۔ کہ سیب انگور۔ انار۔ ریشم۔ کستوری۔
سونا۔ چاندی۔ مقوی برنگ ادویات استعمال کرنے سے قلب انسانی
کی انبساط وانشرح کا موجب ہوتے ہیں۔ ان ہی سے قلب انسانی کی طاقتیں بڑھ جاتی
ہیں جسمانی بھی اس میں استعداد وسعت پیدا ہو جاتی ہے۔ اسی وسعت جسمی سے جو ادویات مذکورہ بالا
کا نتیجہ ہوتا ہے۔ انسان کے دل میں وہ چیز پیدا ہوتی ہے جس کا نام وسعت قلب ہے
اور پھر یہی وسعت قلب بلند ہمتی شجاعت سخاوت۔ کریم النفسی وغیرہ وغیرہ
اخلاق فاضلہ پیدا کر لیتی ہے۔ اس سے یہ مراد نہیں کہ ان چیزوں کا ہر ایک کھانیوالا
ان اخلاق کا مالک ہوتا ہے۔ دُنیا میں کسی منطقی قضیہ کا عکس لازماً صحیح نہیں ہوتا جن عناصر
سے مذکورہ بالا چیزیں کرّہٗ ارضی میں پیدا ہوتی ہیں وہ سب کی سب انسان کے جسم
میں زیادہ تر بشکل خون موجود ہوتی ہیں جن کا مرکز جسمی طور سے قلب انسانی ہے۔ ایک مسلم المزاج
انسان مذہب حقّہ پر چلکر قلب سلیم اپنے اندر پیدا کر لیتا ہے۔ پھر یہی قلب سلیم
کستوری سیب۔ انار۔ انگور۔ کھجور۔ شہد۔ دُودھ۔ ریشم۔ یاقوت
وغیرہ وغیرہ کے اجزا سے جو اس کے خون میں موجود ہیں رُوحانی او
اخلاقی۔ میوہ جات بنا لیتا ہے۔ یہی مندرجہ بالا چیزیں اس کے قلب
کی دُنیا میں برنگ ادراکیات یعنی بصُورت اخلاق فاضلہ۔ رُوحانیات
پیدا ہو جاتی ہیں۔ عبدالقادر بیدل نے کیا لطیف بات کہی ہے ؎

ستم است اگر ہوست کشد کہ بسیر سرو سمن آ   تو ز غنچہ کم نہ دمیدۂ در دل کشا بچمن درآ

بطور ایک بات یہاں کہتا ہوں تمہارے مادیت پرست انگریزی خواں بعض مذہبی صداقتوں کے سمجھنے سے قاصر رہکر جھٹ اعتراض پر اُتر آتے ہیں۔ وہ نعماء جنت مندرجہ قرآن یعنی سونا۔ چاندی۔ کستوری۔ ریشم۔ مروارید۔ انگور۔ کھجور۔ انار وغیرہ پر منہ چڑھاتے ہیں۔ انہیں سمجھ لینا چاہئے کہ جسمانیات میں یہ تو وہی چیزیں ہیں جو قوی قلب انسانی کو مضبوط کرتی ہیں۔ پھر وہ یہ بھی یاد رکھیں کہ جنتی زندگی حاصل کرنے کے لئے از روئے تعلیم قرآن جس چیز کی ضرورت ہے۔ وہ قلب سلیم ہے۔ جس کے معنے اخلاق فاضلہ اور روحانیات ہیں۔ یہاں بھی تو قلب سلیم میں سونا۔ چاندی۔ ریشم۔ کستوری ایرنگ اخلاق ہوتے ہیں۔ وہاں کسی مناسبت سے ان کا یہ نام جنت میں پالینا کونسا امر محال ہے۔ رہا یہ کہ انکی کیا کیفیت ہوگی۔ اس کا اصل علم تو خدا کو ہے لیکن ان اخلاق روحانیات کا جسمانی شکل اختیار کر لینا کونسا مشکل مرہے۔ اگر جسمانیات اور اکیات وذہنیات میں منتقل ہوسکتے ہیں جیسے ہم نے بالتشریح اوپر بیان کیا ہے۔ تو اور اکیات ذہنیات کا پھر جسم اختیار کر لینا کونسا مشکل امر ہے +

یہاں میں یہ تو بیان نہیں کرتا کہ روز ازل ہر روح کی کیا صورت وشکل تھی مگر روئے زمین پر جب وہ آیا تو وہ جسم میں سے نکلا۔ میں جانتا ہوں کہ مختلف مذاہب اور مختلف فلسفوں میں روح کی کیفیات پر مختلف بحثیں موجود ہیں۔ میں از روئے تعلیم قرآن روح سے نفس انسانی کی وہ حالت بالغ مراد لیتا ہوں جس سے اخلاق فاضلہ اور روحانیت پیدا ہوتے ہیں۔ لہٰذا روح جسم انسانی میں باہر سے نہیں آئی۔ یہ تو ان ہی نور ذرات کی ایک حالت بالغہ کا نام ہے۔ جس سے زمین وآسمان بنیں (اللہ نور السموات والارض)

یعنی نور سے زمین بنی زمین سے انسان نکلا - اور انسان کے قلب میں وہی نور ازل روح
بنگیا کیا شان ربی ہے جس پر کل لوگ ہنستے تھے اسی پر سائنس نے مہر صداقت لگادی
سائنس نے آج تسلیم کرلیا کہ کل مظاہر کائنات اپنی ابتدائی شکل میں نوری ذرات تھے +

جس طرح آسمان سے اُترا ہوا پانی مردہ زمین کو حرکت دے کر اسکی قوہئ مخفیہ کو
مختلف شکلوں میں پیدا کرنے لگتا ہے - اسی طرح انسان کے دل کی مردہ زمین
روحانی بارش کی محتاج ہوتی ہے جو اسکی چھپی ہوئی طاقتوں کو باہر لاوے - زمین
کی طاقتیں کیفیت جسم اپنے اندر رکھتی تھیں - اسلئے جو پانی ان کے لئے آسمان
سے اُترا اُس نے مادی شکل اختیار کی - لیکن قوہئ قلب کو ادراک و علم سے تعلق ہے
اسلئے ان کے تحرک کے لئے جو ماء الحیات آئے - اسکی شکل بھی علمی اور ادراکی ہونی چاہئے
چنانچہ یہ بارش وہ علم انسانی ہے جو سب سے اول الہام ربانی کی شکل میں آسمان سے نازل ہوا
جس پر علماء ربانی اور فضلاء زمانہ کی تحقیق و تدقیق اور غور و فکر نے مفید ایزادیں
کیں - جس طرح جسم کی زندگی اور پرورش کے لئے آسمان سے پانی کے قطرے اُترے - اسیطرح
انسان کی ادراکی زندگی کے لئے فطرت علم برنگ الہام آسمان سے نازل ہوئے +

اسلامی نکتہ خیال سے مذہب اسلام اسلئے نہیں آیا کہ ہمیں چند ایک اعتقادات
وایمانیات اور ایسی چند وہمی باتیں تحکمانہ طور سے سکھلائے جن کے ماننے پر ہماری
نجات کا حصر ہو - مذہب انسان کو قوانین اور شرائط عطا کرتا ہے - جس کے حدود
میں وہ اپنی جسمانیات کی تربیت کرے - مذہب کی ہدایات کے ماتحت ہم کھانے پینے کی
چیزیں تجویز کرتے ہیں - کیونکہ ان کا اثر ہماری صحت جسم و اخلاق پر پڑتا ہے -
پھر مذہب ہمارے معاملات دنیوی ہمارے تعلقات مجلسی اور منزلی کے قوانین مرتب
کرتا ہے - کیونکہ یہی باتیں ہمارے جذبات اور خواہشات نفس کی اصلاح کرکے ہم میں
عمدہ اخلاق روحانیات پیدا کرتی ہیں - اس سے کون انکار کرسکتا ہے کہ اخلاق
انسانی پر خوراک کا اثر ہوتا ہے - اسکے ضمن میں ایک اور بات کہتا ہوں کہ یہ امر مسلم ہوچکا
ہے کہ کل جانور اور ایسے ہی انسان کے اجسام میں ایک ہی قسم کے اجزا ترکیب پاتے ہیں -

سؤر کتا۔ بکری مرغ کے اجزاء جسمی ایک ہی ہیں۔ صرف یہ اجزاء مختلف مقدار پر مختلف جانوروں میں ترکیب پاتے ہیں۔ اس اختلاف مقدار سے اختلاف شکل پیدا ہوتا ہے۔ جس کا نتیجہ اختلاف جذبات حیوانات ہے بالفاظ دیگر اس اختلاف مقدار سے جو گوشت و پوست سؤر میں پیدا ہوتا ہے وہ بکرے کے گوشت پوست سے کیفیات جسمی میں الگ ہوتا ہے۔ یہ اختلافات جسمی مختلف حیوانات کے مختلف جذبات کا موجب ہو جاتا ہے۔ اور اسی سے مختلف مدرکات حیوانیات پیدا ہوتے ہیں جسم انسانی بھی ان ہی اجزا سے بنتا ہے لیکن اختلاف مقدار اجزاء نے انسانی گوشت اور اس کے جذبات کو حیوانات سے مختلف پیدا کیا۔ اب اگر خاص مقدار اجزاء کسی جانور میں خاص قسم کا گوشت پیدا کر کے خاص جذبات کا موالد ہو جاتے ہیں۔ تو اگر اس جانور کا گوشت انسانی جسم میں چلا جائے۔ اس جانور کی مختصہ مقدار اجزاء کو انسانی جسم میں بڑھا کر اس جانور کے اخلاق کو ساتھ ہی انسانی جسم میں منتقل کردیگی۔ لہذا ہم غلطی نہیں کرتے۔ اگر لحم خنزیر کو دسترخوان پر نہیں لاتے ہمیں خطرہ ہے کہ ہم خنزیر کے اخلاق کو اپنے اندر پیدا کرلیں گے +

اب میں پھر اصلی مضمون کی طرف رجوع کرتا ہوں۔ اگر ہمارے جذبات گوشت و پوست سے نکلتے ہیں۔ تو پھر انکی تہذیب و تکمیل کا کیا سامان ہونا چاہئے ہم ان جذبات کو مار نہیں سکتے۔ یہ جسم کے ساتھ زندہ رہینگے لہذا جن مذاہب اور فلسفوں نے جذبات کے کلیۃً ذبح کرنے میں تکمیل نفس سمجھا ہے وہ غلطی پر ہیں اسلام نے اسی لئے رہبانیت کی اجازت نہیں دی۔ نہ جذبات کشی و نفس کشیوں کی سفارش کی ہے۔ ہم مسلمانوں کو حکم ہے کہ ہم ان جذبات ردیہ کو دبانے کی بجائے انکو تہذیب میں لے آئیں اسلام میں جذبات کے مارنے کا نام اصلاح جذبات ہے۔ یہ جذبات انسان کے پیدا کردہ نہیں۔ یہ تو عطیہ ربی ہیں۔ اسمیں شک نہیں کہ جذبات ادنےٰ قسم کے ہوتے ہیں

اور شان انسانیت کے بھی شایاں ہیں لیکن یہی جذبات حیوانیہ آیندہ تعمیر و ترتیب اخلاق میں مواد و مصالح کا کام دیتے ہیں۔ مثلاً ایک خاص قسم کے جذبہ کا نام تم نے شہوت جسم رکھا ہوا ہے۔ تم بیشک اسے نفرت سے دیکھو لیکن اس پاک جذبہ کی بھی تشریح و تفرید کرلو جس کا نام تم نے پاک محبت رکھا ہوا ہے لیکن ایک ادنے حیوان بھی اپنے بچوں سے محبت ظاہر کرتا ہے۔ بہرحال اس پاک محبت کی جڑھ تک چلے جاؤ کہ یہ کہاں سے آئی تو تمہیں اسکی تہ میں وہی شہوت حیوانیہ نظر میں آئیگی وہی جذبہ ردیہ آہستہ آہستہ پاک وصاف ہوتا ہوا محبت الٰہیہ میں منتقل ہو گیا۔ رسم شادی اس امر کی ایک نہایت عمدہ تشریح ہے کہ کس طریق پر ایک جوش حیوانی آخر کار پاک جذبات پیدا کر دیتا ہے۔ اور ایک ادنے سے ادنے حیوانی چیز روحانیت کے بلند سے بلند مقام پر پہنچ جاتی ہے۔ زوجیت و شادی کی وجہ اول تو تسکین حیوانیت ہوتی ہے لیکن منشاء ایزدی جو نکاح سے تعلق رکھتی ہے۔ وہ یہ تسکین نہیں، بلکہ اس سے ان اخلاق فاضلہ مثلاً محبت۔ شفقت۔ رحم وغیرہ کے جذبات کو جگانا اور پرورش کرنا ہے۔ قرآن کریم نے غرض شادی کو کیسے پیارے ذیل کے الفاظ میں لکھا۔ وجعل بینکم مودتاً ورحمۃ۔ ہم نے مرد اور عورت باہمی مودت اور رحمت کے لئے پیدا کئے۔ جو لوگ غیر متاہل رہتے ہیں۔ وہ بھی ان جذبات سے خالی نہیں ہوتے لیکن ان اخلاق کریمانہ کے طبعی طریق پر پیدا کرنے کے وسائل سے محروم رہجاتے ہیں۔ ان لوگوں کی طبیعت میں عموماً چڑچڑا پن اور تنک مزاجی پیدا ہوجاتی ہے۔ اس مزاج کے افراد عموماً یورپ نے صنف ضعیف میں کثرت سے پیدا کئے ہیں یعنی وہی عورتیں جو ساری عمر بے نکاح رہتی ہیں۔ انسان شادی کر کے اپنے اردگرد ایک کنبہ پیدا کرلیتا ہے بی بی بال بچے۔ بہن۔ بھائی۔ ماں۔ باپ یہ سب کے سب مل جلکر ہم میں سیرت حسنہ پیدا کرنے کا موجب ہوجاتے ہیں۔ ہمارے تیز جذبات کو ٹھنڈا کر دیتے ہیں۔ نرم دلی لطف کرم۔ محبت۔ مودت۔ مواسات کو عمل میں لانے کے موقعہ پیدا کر دیتے ہیں

انسان کسی غیر کے بچے کی لغو حرکت یا بیہودگی پر ناراض ہوسکتا ہے۔ لیکن
وہی بیہودگیاں اس کے اردگرد گھر میں ہوتی رہتی ہیں۔ ناراض ہونا درکنار
بعض وقت ان پر ہنس دیتا ہے بہت سی خلافِ طبع باتوں پر اسے خاموش رہنا
پڑتا ہے۔ بہت سی نرم گرم باتیں اسے سننی پڑتی ہیں۔ لیکن ان سب کے مقابل
اُسے محبت ہی ظاہر کرنی پڑتی ہے۔ جن باتوں کی عشیر عشیر کی برداشت اُسے
غیر سے نہیں ہوتی۔ اپنے عیال میں وہ ان سب باتوں کو شیر مادر سمجھ لیتا ہے
پھر سر کے پسینہ سے کمائے ہوئے روپیہ کو وہ اہل وعیال کے نظر کر دیتا ہے
خود غرضی کو چھوڑنے اور ایثار نفس کا پہلا سبق اُسے اِس طرح دائرہ عیال
میں ملتا ہے۔ الغرض اِنسان کا کنبہ ایک اخلاقی مکتب ہے۔ جہاں جذبات
حیوانیہ آہستہ آہستہ نرم ہوتے ہوئے آخر کار اِنسان کے سینہ میں اس چھوٹے
سے چھوٹے شعلۂ محبت الٰہیہ کو مشتعل کر دیتے ہیں جو ہر اِنسان میں موجود ہے
یہی وہ مقام ہے جہاں اِنسان مظہر الٰہیت کا جامہ پہن کر خدا کا اوتار سمجھا جاتا ہے
الغرض کُنبہ کی چار دیواری میں نہایت آسانی سے انسان کا نفس مدرکۂ
شخصی کے رنج کو چھوڑ کر مدرکۂ اہلی کا لباس پہن لیتا ہے +

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ آگے چلنے سے پہلے میں اِن اصطلاحات
کی تشریح کردوں۔ مدرکہ سے مُراد ضروریاتِ لاحقہ کا احساس اور ان کا تہیہ ہے
بالغرض اِنسان کو بھوک لگتی ہے۔ اس بھوک کے دفعیہ کے لئے وہ روٹی کی
تلاش میں نکلتا ہے۔ اور ان وسائل پر غور کرتا ہے جن سے روٹی میسر آئیگی
پھر ان وسائل کو عمل میں لاتا ہے۔ یہ سب کے سب باتیں نفس مُدرکہ کی کیفیات مختلفہ
ہیں۔ جس وقت ایک انسان یہ سب کے سب امور محض اپنی ذاتی ضروریات کیلئے
کرتا ہے تو اُسے اصطلاح میں مدرکہ شخصی کہتے ہیں۔ لیکن جب وہ دوسروں کی ضروریات
کو اپنی ضروریات قرار دیتا ہے تو حسب حالات مدرکہ شخصی وسیع ہونے لگتا ہے
مثلاً شادی کرنے سے انسان اہل وعیال کی ضروریات کو اپنی ضروریات پر مقدم

جاتا ہے ۔ تو اس کا نفس مدرکہ شخصی نہیں بلکہ مدرکہ اہلی ہو جاتا ہے ۔ پھر آہستہ آہستہ انسان قومی اور ملکی ضروریات کو اپنی ضروریات کی طرح محسوس کرنے لگتا ہے ۔ اسے مدرکہ قومی و ملکی کہتے ہیں ۔ اسی کا دوسرا نام حب قوم و حب وطن ہے لیکن بدقسمتی سے جس کی بد استعمالی دنیا میں مختلف جنگوں کا موجب ہوئی اس سے قومی جنگ ہوتے ہیں ۔ اس حب قوم کی بد استعمالی کا علاج ایک ہی ہے ۔ جو قرآن نے تجویز کی ہے ۔ ہم اس مدرکہ قومی یا حب قومی کو مدرکہ انسانی اور حب انسانی میں منتقل کر دیں ۔ ہم ہر ایک انسان کے لئے خواہ کسی قوم و ملت سے تعلق رکھتا ہو ۔ اس قسم کا احساس اپنے نفس میں پیدا کر لیں جیسا احساس اپنی قوم یا اپنی ذات کے لئے کرتے ہیں ۔ لیکن رفعت مدرکہ کی یہ آخری منزل نہیں اسکی کامل وسعت کا مقام آگے ہے جہاں پہنچکر نفس انسانی ہر مخلوق کی ضروریات کو اپنی ضرورت محسوس کرتا ہے ۔ اس وقت مدرکہ انسانی کا نام مدرکہ کونی ہو جاتا ہے ۔ اس مقام پر پہنچے ہوئے انسان کا قدم خدا کے قدم پر ہوتا ہے ۔ وہ خدا کے ساتھ عجز و انکسار سے چلتا ہے ۔ یہی وہ انسان ہے جو خلیفۃ اللہ ہوتا ہے ۔ یعنے اس اللہ کا قائم مقام ہوتا ہے ۔ جو رب العالمین ہے جو ہر مخلوق کی ضرورت کو محسوس کرتا ہے ۔ اور رفع کرتا ہے عبادت کی بھی حقیقت یہی ہے ۔ کہ کیوں ایک مسلمان اپنی ہر نماز کے شروع میں الحمد للہ رب العالمین کہتا ہے ۔ وہ اس خدا کی عبادت کرتا ہے جس کا نام رب العالمین ہے ۔ اور حقیقت عبادت یہ ہے کہ ہم بھی رنگ رب العالمین ہو جائے ۔ اسی مقام پر آکر تکمیل نفس ہو جاتی ہے معراج انسانی کی یہی منزل ہے اور اسکے آگے سلوک کا کوئی درجہ نہیں ۔ لیکن یہ یاد رہے کہ یہ مقام عالی اس ردی چیز سے نکلا ہے جس کو تم شہوت نفس کہتے ہو ۔ جن کا نام تم نے ادنے جذبات رکھا ہوا ہے ۔ وہی ان چیزوں کے ماں باپ ہیں جسے تم اخلاق کریمانہ اور سیرت حسنہ کہتے ہو ۔ اسلئے یہ امر یاد رکھو کہ تم ان جذبات حیوانیہ کو مار نہیں سکتے ۔ ان کو تعدیل و تہذیب میں لے آؤ ۔ اس لئے قرآن نے کہا ہے ۔ و نفس وما سواھا ۔ اور یہی وجہ ہے کہ اسلام

نے رہبانیت کی ممانعت کردی۔ الغرض جس کا نام تم نے روحانیت رکھا ہوا ہے وہ جذباتِ ردیّہ کی رفعت و بلوغت کا مقام ہے الہام الٰہی کا بھی مقصد یہی ہے کہ انسان کو آخری کنارۂ حیوانیت سے اُٹھا کر جہاں وہ ہر وقت پیدائش ہوتا ہے۔ آستانِ الوہیت پر پہنچا دیں۔ اور اس شعلۂ نور کو جس سے روزِ ازل کو ہماری پیدائش ہوئی تھی اپنی اصلی حالت میں لے آئے۔ یہ نورِ ربانی ہر ایک فطرت میں چھپا ہوا موجود ہے۔ جسے مذہب روشن کرنے آتا ہے۔ اسی کے چمکنے پر ہم بارگاہ الوہیت کی دہلیز پر جا کھڑے ہو جاتے ہیں اور لازوال زندگی کا پانی پیتے ہیں۔ اور حسب استعداد دیدارِ خداوندی سے فیضیاب ہوتے ہیں اس مقام پر پہنچے ہوئے انسان سے بعض وقت افعال خداوندی سرزد ہوتے ہیں جنہیں دیکھ کر ایک مجہول انسان انہیں خدا بنا لیتا ہے۔ لیکن یہ تو کمال انسانی کی وہ منزل ہے۔ جہاں ابراہیم۔ اسمٰعیل۔ داؤدؑ۔ سلیمانؑ۔ موسیٰؑ۔ عیسیٰؑ۔ محمدؐ اور بعض کے نزدیک رامچند اور کرشنا نظر آتے ہیں۔ یہ عظیم الشان لوگ اِن الہامات کے علاوہ جو خدا نے انکی ہدایت کے لئے اُنہیں ہیں اپنے سُنن اور حالات ہماری ہدایت کے لئے چھوڑ گئے۔

بہشت و دوزخ کا اسلامی مفہوم

یہ روحانی حالت جو میں نے اوپر بیان کی ہے بروئے تعلیم قرآن ہر انسان میں پیدا ہو جانی چاہئے جو وارث فردوس ہونا چاہتا ہے۔ اسلئے بروئے تعلیم قرآن یہ حالت بعض میں اسی جگہ پیدا ہو جاتی ہے۔ اس کیفیت کی زندگی کو بعد الموت جو مقام حاصل ہونا ہے قرآن نے اس مقام کا نام جنت رکھا ہے۔ انگریزی میں جو اس لفظ کا مترادف پیراڈائیز یا ہیون ہے۔ ان لفظوں میں یا دنیا جہان کی کسی زبان کے مترادف لفظ میں اسکی کیفیت کا مفہوم نہیں ہوتا جو لفظ جنت اپنے اندر رکھتا ہے۔ لفظ جنت کے لغوی معنی ہی ہمیں جنت کی حقیقت سے آگاہ کر دیتے ہیں جس حقیقت کا نقشہ مخالف مجاہل زمانہ نے بدترین رنگ میں کھینچا ہے لفظ جنت کے دو معنے ہیں۔ اول جو چیز چھپی ہوئی ہو کسی کو نظر آوے۔ اسکے دوسرے معنے کسی چیز کا بالغ ہو جانا۔ اس کے جوہروں کا باہر آجانا یا بیج کا کامل و مکمل باغ ہو جانا اور اسکے ہر ایک جوہر

کا پورا نشو و نما پالینا ہے۔ اب میں آپ سے دریافت کرتا ہوں کہ کیا کائنات کا ہر ایک ذرہ ہر ایک سالمات ہر ایک عنصر الغرض مادے کی ہر ایک نوعیت کی ایک شکل بذات خود ایک جنت نہیں وہ کونسی چیز ہے جسمیں ہزار در ہزار جوہر مخفیہ ہیں لیکن ان ہی کی مناسب آبیاری ہی کیجائے ان میں سے کیا کچھ نکل آتا ہے۔ تمہارے ارد گرد جو سیاہ مٹی کے ڈھیلے پڑے ہوئے ہیں۔ اگر ان پر ایک عقلمند باغبان کچھ عرصہ کیلئے محنت کرے تو یہی ایک عمدہ بوستان اور گلزار بن جاتے ہیں جنمیں طرح طرح کے درخت بیلیں۔ بوٹے۔ پھل پھول نظر آنے لگتے ہیں۔ اب یہ جنت کا نمونہ باغ ایک وقت تو مٹی کے ڈھیلے ہی تھے۔ لیکن لفظ جنت کا اطلاق اس وقت بھی ان پر ہوسکتا تھا۔ یعنی اس وقت انمیں یہ سب خوبصورتی چھپی ہوئی تھی۔ جو جنت کے پہلے معنی ہیں اب وہ ظاہر ہوگئی۔ اور اس طرح دوسر معنوں میں جنت بنگئی۔ اس مثال کے بعد قرآنی مفہوم جنت کا شاید مشکل نہ ہوگا ہر ایک انسان کے اندر جنت ہے۔ اس کے اندر ہزارہا قسم کی استعدادیں اور بے انداز قابلیتیں موجود ہیں۔ ان قویٰ سربستہ نے ایک دن کھلنا ہے۔ انھوں نے اپنے کمال بلوغت کو دیکھنا ہے۔ ان بالقویٰ چیزوں کو بالفعل ہوجانا ہے۔ قرآن نے مذہب والہام کا بھی مقصد یہی بتلایا۔ اولئك علٰی ھدی من ربھم واولئك ھم المفلحون۔ یعنے الہام آسیہ اور ایمان لانیوالے لوگ اپنے رب کی طرف سے ایک راستہ پر قائم ہوجاتے ہیں۔ جو ان کے رب سے انھیں ملا ہے۔ جس پر چلکر وہ فلاح پالیتے ہیں۔ عربی زبان میں لفظ فلاح کے معنے کسی چیز کے اندر کسی اور چھپی ہوئی چیز کو باہر لانا ہے وحی الٰہی نازل ہوکر انسان کو چند ایسی راہیں بتلادیتی ہے۔ جس پر چلکر اس کی چھپی ہوئی طاقتیں ظاہر ہونے لگتی ہیں انسانی جوہروں میں سے کچھ تو اسی دنیا میں ظاہر ہوجاتے ہیں لیکن باقی جوہر کل کے کل بعد الموت دنیا میں ظاہر ہونگے۔ یہ دنیا دراصل تیاری کی دنیا ہے۔ ان جوہروں پر اس دنیا کے کچھ پردے پڑے ہوئے ہیں۔ ہم نے اس زمین پر آکر جوہر انسانی سے حجابوں کو اُتار کر اُسے آئندہ ترقی

ازواجهم فی ظلال علی الارائك متکئون۔ وہ اور انکی بیبیاں سایہ تلے بلند تختوں پر تکیہ لگا کر بیٹھے ہوں گے۔ اس جگہ میں بیہودہ اعتراض کو بھی دور کر دیتا ہوں کہتے ہیں کہ ہم مسلمان عورت میں روح کا ہونا تسلیم نہیں کرتے۔ ان نادانوں کو اتنی سمجھ نہیں کہ بہشتی زندگی ایک روحانی زندگانی ہے ایک ترقی یافتہ روح ہی جنت میں داخل ہوگی۔ جب بروئے تعلیم قرآن عورتیں بھی بہشت میں جاوینگی تو عورتوں کا روح ہونا مسلم ہو گیا۔ پھر قرآن کریم نے موقع بموقع جہاں اخلاقی روحانی ترقیات کا ذکر کیا ہے۔ وہاں مرد۔ عورت کا یکساں ذکر ہے۔ ازواج مطہرۃ یعنے ہم اور ہماری بیبیاں ہر قسم کے جذبات سے پاک صاف ہو کر خدا کے بہشت میں داخل ہونگے۔ جنتی درختوں کے سایہ تلے ہم اور ہمارے ازواج ہونگے ہماری بیبیاں ہماری حوریں ہمارے بچے ہمارے غلمان ہاں انکے علاوہ بھی جو خدا چاہے عطا کریگا۔ بعض کا خیال ہے جنتی زندگی از قسم جسمانیات ہوگی۔ یہ امر کونسا مشکل ہے جب جسمی چیزیں اور اکی چیزیں ہو جاتی ہیں۔ اور ان ہی کے امور روحانیات پیدا ہوتے ہیں بعض فلسفیوں کے نزدیک اعصاب دماغی باریک و لطیف سے ہوتے ہوتے خیالات بن جاتے ہیں۔ یعنی اگر جسم ادراکیات و روحانیات میں منتقل ہو سکتا ہے تو امور روحانی کا لباس جسمی اختیار کر لینا کونسی بڑی بات ہے۔

بہرحال یہ امر ظاہر ہے کہ بہشت و دوزخ دونوں کا ذمہ وار قلب انسانی ہے مقام و حدود جنت کے متعلق کچھ کہنا بھی ضروری نہیں لیکن اگر کرۂ ارضی جیسی بڑی بھاری چیز اپنی کل قوتوں کو لئے ہوئے قلب انسانی کے کرۂ لحمی میں متشکل ہو سکتی ہے تو کیفیات قلب انسانی کا زمین و آسمان کو اپنے حدود میں لے آنا کونسی بڑی بات ہے قرآن نے صحیح طور پر کہا ہے کہ جنت کے حدود زمین و آسمان تک پھیلے ہوئے ہیں بعض بیہودہ دشمنان اسلام نے جنت قرآن پر نہایت غلیظ حرف گیری کی ہے۔ جس کا بہترین جواب حقارت آمیز خاموشی ہونی چاہیئے۔ یہ پست فطرت لوگ اتنا نہیں سمجھتے کہ جب حیات بعد الموت میں نسل انسانی کی افزائش نہیں ہوتی یعنی کوئی اور مرد یا اولاد پیدا

نہیں ہوتی تو پھر مرد عورت میں جسمی تعلقات کے معنی کیا ہیں۔ اب یہ امر غور طلب ہے۔ کہ انسان کس طرح اس لازوال راحتی مقام تک پہنچے۔ اسلامی نکتۂ خیال سے میں اس سوال کا جواب دیتا ہوں میں نے ابھی بیان کیا ہے۔ کہ نفس انسانی میں زمین کی کُل قوتیں جذبات و خواہشات کی شکل میں آ جمع ہوئے ہیں انہیں نفرت و حقارت سے نہ دیکھنا چاہئے۔ اسی سے علم و عمل پیدا ہوتے ہیں یہی جذبات ہم میں بعض ضروریات اور خواہشات پیدا کر دیتے ہیں جس کے اسباب مخفیہ کے تلاش میں ہمارا علم بڑھ جاتا ہے پھر دریافت اسباب پر ان کے حصول کی کوشش ہماری عملی قوتوں کو حرکت میں لاتی ہے۔ ان جذبات ارضیہ کو ہم دو موٹے عنوان کے نیچے لاتے ہیں۔ غصہ اور شہوات یعنے لوبھ اور کرودھ ہر منتظم حیوانی وجود میں ایک قوت مدبرہ کام کرتی ہے وہ مفید چیزوں کو لے لیتی ہے اور غیر مفید چیزوں سے پرہیز کر لیتی ہے جسم حیوانی میں یہ باتیں ان دو جذبات سے ہوتی ہیں۔ ان کے مشترک عمل سے ہم میں احساس ذاتی پیدا ہوتا ہے۔ جس کے ماتحت ہم بعض چیزوں کو اپنا اور بعض چیزوں کو دوسرے کی ملکیت قرار دیتے ہیں۔ یعنی ہم میں میرے اور تیرے کا احساس پیدا ہو جاتا ہے۔ یہ جو کچھ اسباب تمدن و راحت ہم اپنے اردگرد دیکھتے ہیں۔ یہ سب چیزوں کو میرا بنانیکی خواہش نے پیدا کیا۔ یہ خواہش گویا خواہش زندگی اسی سے ہم میں خواہش ملکیت پیدا ہو جاتی ہے۔ کوئی شخص اس میرا۔ اور تیرا کی خواہش پر لاکھ منہ چڑھائے لیکن جب تک خواہش ملکیت انسانی عمل و حرکت کی موجب ہے۔ اس میرا اور تیرا کو ہم نہیں گنوا سکتے۔ بالشوزم بھی اس خواہش کو نہیں مار سکتا۔ یہ تو عطیۂ فطرت ہے۔ اس کو صحیح طور پر استعمال کرنیسے امور عالیہ پیدا ہوتے ہیں۔ کمسن بچوں کو دیکھو۔ ان میں یہ جذبہ میرا کسقدر مضبوط ہوتا ہے۔ بچہ کسی چیز کو دیکھ لے اسے اپنی ہی سمجھتا ہے اس کے پیچھے دوڑتا ہے۔ یہ بات مجھ سے سُن رکھو کہ جس بچہ میں یہ جذبہ زبردست ظاہر ہو اگر اُسے اچھی تربیت اور عمدہ مواقعے ملگئے تو وہ بچہ قوم کا سرکردہ ہوگا۔ الغرض

یہ جذبہ میرا عطیہ ربی ہے۔ اور اسی کا ظہور نفس انسانی کی پہلی شکل میں ہوا۔ اسی جذبہ کی تہذیب وتادیب کرنی ہے۔ انسانوں میں بعض افراد بالکل حیوان مزاج ہوتے ہیں جس وقت انہیں کوئی خواہش پیدا ہو یا کوئی جذبہ بھڑک اُٹھے تو تسکین ضرورت کیلئے جو بھی پہلی چیز ان کے راستہ میں آجائے اس پر قبضہ کرنا چاہتے ہیں ایک گائے بھوک کے وقت اس بات کو نہیں سوچتی۔ کہ جس گھاس کی طرف وہ دوڑ رہی ہے اس کے کھانے کا حق اُسے حاصل ہے یا نہیں۔ اسے ہم مُدرکۂ حیوانی کہتے ہیں لیکن جس وقت انسان میں دوسرے کے حقوق کا احساس پیدا ہو جاتا ہے یعنی وہ میری اور تیری میں تمیز کرنے لگ جاتا ہے۔ اس وقت نفس انسانی میں جو احساس پیدا ہو جاتا ہے اُسے ہم مُدرکۂ شخصی کہتے ہیں۔ انسان مدنی بالطبع واقع ہوا ہے۔ وہ ایک دوسرے کا محتاج ہے۔ اس سے سوسائٹی پیدا ہوتی ہے۔ لیکن کوئی سوشل رشتے انسانوں میں قائم نہیں ہو سکتے جب تک میرے اور تیرے کی عزّت نہ کیجائے جس کا نام دنیا نے اخلاق رکھا ہوا ہے۔ اسکی پہلی منزل اِس میرے اور تیرے کے لحاظ سے پیدا ہوتی ہے۔ انسانی سوسائٹی اس وقت عملی شکل اختیار کر لیتی ہے جب حقوق غیر کی عزت ہونے لگتی ہے اس عزّت ولحاظ کے قائم رکھنے کیلئے کل قوانین بنائے جاتے ہیں۔ جناب موسیٰؑ کو شریعت کے دس احکام اس خاطر دیئے گئے تھے۔ نفس انسانی کی بلوغت وترقّی کی یہ دوسری منزل ہے۔ اس وقت وہی جذبات ردّیہ اخلاق بنجاتے ہیں۔ جب ہم دوسرے کے مقبوضات وملکیّت کو دوسرے کا سمجھتے ہیں الغرض اس میرے اور تیرے سے جو حقوق پیدا ہوتے ہیں۔ انہی کے لحاظ اور قیام کیلئے قوانین کی ضرورت ہوتی ہے جنہیں بعض وقت کوئی انسان یا چند انسان مثلاً بادشاہ وقت یا مجلس واضعان قوانین بناتے ہیں۔ یا بعض وقت یہی قوانین بشکل شریعت مذہب لاتا ہے۔ اسی لئے اسلام نے قوانین نافذالوقت کی عزّت کی خواہ وہ انسان سے ہو یا خدا سے +

یہی احساس ذاتی یا خودر کہ شخصی انسانی سوسائٹی میں بہت سی تکالیف کا موجب ہؤا اسی سے دنما زیب چوری۔ڈکیتی۔رہزنی پیدا ہوتی ہے۔یہ تمام مذموم افعال اُن ناجائز کوششوں کا نام ہیں۔جن کے ذریعہ ہم دوسروں کی چیز کو بلا کسی استحقاق کے اپنا بنانا چاہتے ہیں۔یہ عدالتوں کے مقدمات یہ باہمی تنازعات یہ لین دین کے جھگڑے سب میرے تیرے کی شکلیں ہیں یعنی وہی میرا اور تیرا جو حسب تشریح بالا علم وعمل اور تدوین اخلاق کا موجب ہؤا وہی ان تمام مصائب کو انسانی سوسائٹی میں لے آتا ہے۔الغرض اس میرے اور تیرے کے امور کو سمجھنا اور ان کو صحیح مقام دینا ہر مذہب وسوسائٹی کا فرض اولین ہے اس معاملہ میں مشرقی اور مغربی مزاج بالکل مختلف واقع ہوا ہے۔ایک ہندو یا بُدھ مذہب میرے کو تیرے پر قربان کرنے کے لئے آٹھوں پہر طیار رہیگا۔لیکن ایک مغربی تیرے کی کم پروا کریگا۔اگر میرا معرض نقصان میں ہے ان دو متضاد مزاجوں نے دو طرح کے حالات۔خیالات اعمال مختلفہ پیدا کر کے یورپ اور ایشیاء کی تاریخ کو اُلٹ دیا +

یہ دو قسم کے مزاج تاہم حسن و قبح سے خالی نہیں۔میرے کی قربانی در اصل قربانی نفس ہے۔اس سے نفس کشی یا بے نفسی کے جوہر انسان میں پیدا ہو کر انسان کے اندرونی دوزخ کو بہشت بنا دیتے ہیں لیکن یہی تعلیم کہ سب تیرا ہے میرا کچھ نہیں بعض انسانوں کو سُست غافل کاروبار سے لاپرواہ بنا دیتی ہے۔اس فلسفہ سے آہستہ آہستہ قوت عمل مر کر انسان کو حالتِ جمُود تک لے آتی ہے۔تمدن انسانی نے اس سے بہت نقصان اُٹھایا۔بالمقابل مغربی طبیعت سے کُل قویٰ تحرک میں آجاتے ہیں۔قوت عمل تا بحد کمال کام کرنے لگتی ہے۔ہر ایک طرف انسان جوش خروش سے ہاتھ مارتا ہے۔لیکن یہاں اس کا یہ عملی فائدہ ہے۔وہاں اسی جذبہ میرا نے دنیا کو سخت نقصان پہنچایا۔یہی نفسانیت اور خود غرضی کو بدترین شکل میں پیدا کر دیتی ہے یہی روح جرمن حکیم نیٹ شا کے ظالمانہ فلسفے کا باعث ہے جس نے یہ موجودہ

جنگ پیدا کیا۔ الغرض دونوں مشرق اور مغرب کے میلان طبع نقص سے خالی نہ تھے اسلام نے آکر ان دونوں کی اصلاح کی۔ جس طرح مشرق اور مغرب کے عین درمیان ملک عرب میں اسلام پیدا ہوا اسی طرح اسلام نے اس میرے اور تیرے کے متضاد مقامات میں درمیانی مقام قائم کیا۔ اسلام کی تعلیم کے ماتحت انسان کا فرض ہے کہ وہ ہر ایک صحیح کوشش اور جائز عمل سے چیزوں کو حاصل کرے اور انہیں اپنا بنائے۔ اس طرح جب میرے کا مقام طے ہو گیا۔ تو پھر ان مکسوبہ چیزوں میں سے صرف اپنی ذاتی ضرورت کے لئے کچھ رکھ کر یعنی اسقدر کہ جس سے وہ زندہ رہکر کام کر سکے باقی کل کے کل میرے کو تیرا کر دے۔ یعنی اپنی چیزیں دوسروں کے فائدے میں خرچ کر دے۔ یہ امر کسی قانونی تحکم یا جبر کے ماتحت نہ ہو جیسے کہ سوشلزم تجویز کرتا ہے۔ بلکہ یہ سب باتیں اس سے بشکل خیرات و حسنات سرزد ہوں۔ ایک ہندو یوگی یا بُدھ مذہب کا بھکشو میرے کو لاکھ نفرت سے دیکھے۔ وہ دُنیا کو چھوڑ کر اپنے اطمینانِ قلب کی تلاش کسی راہبانہ خانقاہ یا جنگل میں کرے۔ جہاں جا کر وہ جذبہ میرا کے تقاضوں سے بچ جائے۔ اُن کے بالمقابل ایک مغربی محنت کرتا کرتا مر جائے۔ حتٰی کہ سب تیرے کو میرا کر لے۔ لیکن مسلمان کا مقام ان دونوں کے درمیان ہے۔ اُسے قرآن و رسُول نے یہی تعلیم دی کہ وہ متدینانہ طریق پر کسب و حصُول اشیاء میں کوئی دقیقہ باقی نہ چھوڑے۔ اور جب وہ اس طرح مالک ہو جائے۔ تو پھر اپنی مکسوبہ کو دوسروں کی نذر کر دے لیکن کسی جبر سے نہیں جیسے کہ بالشویک کر رہے ہیں بلکہ رضاء الٰہی کے حاصل کرنے کے لئے اور ابتغاءً لوجہ اللہ +

فلسفۂ نیٹشا نے تو انسان اکبر کو اس وجود میں دیکھنا چاہا جو اپنی منشاء اور خواہش کو پورا کرکے رہے۔ خواہ اس سے کسی کو نقصان پہنچے۔ اس حکیم جرمنی کے نزدیک مرد وہی ہے کہ جو اس بات کی ذرا بھی پروانہ کرے کہ اسکے قول و فعل کا کیا نتیجہ ہو رہا ہے۔ اگر وہ اپنی بات کر کے رہے لیکن کتاب حکیم نے جس انسانِ اعظم کو محمد (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کی شکل میں دیکھا اسکی زندگی کا دستور العمل ذیل کے مقدس الفاظ میں بیان کیا +

ان صلوٰتی ونسکی ومحیای ومماتی للہ رب العلمین - یعنی میرا مرنا جینا میری نماز اور میری قربانیاں سب رب العالمین کے لئے ہے - یعنی اس اللہ کی منشاء کے پورا کرنے کے لئے ہے - جو ہر ایک چیز کا خالق اور پرورش کنندہ ہے +

یہ مقام تکمیل نفس انسانی کی تیسری منزل ہے یہاں پہنچکر انسان کی کُل سعی و عمل خلق اللہ کے نفع کے لئے ہوتا ہے - امور بالا پر غور کرنے سے ایک شخص آسانی سے سمجھ سکتا ہے کہ اسلامی نکتہ خیال میں نفسانیت یا جذبہ حیوانیت اخلاق اور روحانیات سے کیا مراد ہے - جذبہ میرا کے جو دلدادہ ہیں وہ مقام حیوانیت پر کھڑے ہیں جو میرے اور تیرے میں لحاظ رکھتے ہیں - وہ اخلاق کے آستانہ پر چلے جاتے ہیں - لیکن جو میرے کو تیرے میں منتقل کرنا جانتے ہیں وہ روحانیت میں قدم رکھتے ہیں - بالفاظ دیگر جو اپنے نفس کی خاطر دوسروں کو نقصان دیتا ہے وہ حیوان ہے - جو اپنے اور دوسروں کے حقوق کو یکساں دیکھتا ہے وہ صاحب اخلاق ہے - لیکن جو دوسروں کے فائدہ کیلئے اپنی ذات کو نقصان پہنچانا جانتا ہے وہ وارث روحانیت ہو سکتا ہے فلسفۂ مشرقی اگر دنیا کو تیاگ تو مغربی فلسفہ دنیا کے پیچھے پڑنا سکھلاتا ہے دنیا میں رہ کر دنیا سے الگ ہو جانا تعلیم اسلام ہے جس کی مرضی ہو یہ کرکے دیکھ لے معراج روحانیت تک پہنچنے کا یہی ایک راستہ ہے - آنحضرتؐ کی ذات پاک اس تعلیم کا عملی نمونہ ہے - اس مقام پر پہنچا ہوا انسان یہاں ہی خدا کے بہشت میں جا داخل ہوتا ہے - اس روحانیت کے مالک انسان اپنے بیگانے میں تمیز نہیں کرتے - وہ مروّت اور احسان میں کسی استحقاق یا حقوق کے پیچھے نہیں جاتے - خدا کی طرح وہ ایک دوسرے انسان میں تمیز نہیں کرسکتے - اُن کی محنت کے ثمرات یکساں طور پر ہر ایک کو پہنچتے ہیں - وہ عباد الرحمٰن میں سے ہوتے ہیں - کیونکہ فیض رحمانیت بھی بلا امتیاز سب کے لئے ہوتا ہے یہاں ایک انسان متخلق باخلاق اللہ ہوتا جاتا ہے - اس پر خدا کا رنگ چڑھتا ہے - اس کیفیت کو قرآن نے صبغۃ اللہ سے تعبیر کیا ہے - تخلقو باخلاق اللہ

کی یہی تفسیر ہے - اس مقام رُوحانیت کو حاصل کرکے انسان ان کو زندہ کرتا ہے جو دوسروں کی نگاہ میں مُردہ ہوتا ہے - یہی لوگ اندھوں کو آنکھیں اور بہروں کو کان بخشتے ہیں - جسے اصطلاح میں معجزہ کہتے ہیں - وہ ان لوگوں کے کاروبار ہوتے ہیں - فطرت کے اسرار ان پر کھلجاتے ہیں جس کو وقتاً فوقتاً یہ بزرگ اپنے مقصد کے حصول میں استعمال کرتے ہیں ان کے فوق العادت کارنامے دیکھکر معمولی عقل کا انسان حیرت میں چلا جاتا ہے اسکی عقل کچھ کام نہیں دیتی - اور اسی عالم تحیر میں پکار اُٹھتا ہے - کہ یہ تو انسان نہیں یہ تو خدا ہے یہ بھگوان ہے - یہ ابن اللہ ہے - یہ وشنو کا اوتار ہے - نہیں نہیں - دوستو تمہیں یہ غلطی لگ گئی - تم جیسے خدا بنائے بیٹھے ہو وہ تو بشر - مثلکم تم جیسا انسان تم جیسے قویٰ تم جیسی استعدادیں اور تمہاری طرح خاص حدود میں محدود ہوکر چلتا ہے فرق یہ ہے - اسکی استعدادیں چمک اُٹھی ہیں - اس کے جوہر مخفیہ روشن ہوگئے ہیں یا بالفاظ دیگر اس نے تکمیل نفس کرلیا - یہ عظیم الشان لوگ خود آگ نہیں ہوتے بلکہ بقول کرشن لوہا ہیں جو آگ میں پڑکر آگ کی صفات حاصل کرلیتے ہیں تمہارے آگے بھی یہ راہ کھلی ہوئی ہے - اسمیں شک نہیں اس کھیت کی کاشت اور کلبہ رانی بہت مشکل ہے - لیکن فصل بھی بیش بہا ملتا ہے - یہ انسانی اکتساب میں ہے - اس کو ہماری اصطلاح میں ولایت کہتے ہیں - اس کو نبوت سے تعلق نہیں نبوت ان راہوں کو دُنیا میں تعلیم دینے آتی ہے جن پر چلکر یہ مقام کسی کو حاصل ہوتا ہے اولئك على هدى من ربهم واولئك هم المفلحون - آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پاک کے ذریعہ وہ تمام کی تمام راہیں قرآن کی شکل میں تمہارے لئے آ چکیں - اس لئے نبوت ختم ہو چکی - برادران اگر ان راہوں کو تم کہیں اور نہ حاصل کرسکو تو کچھ مضائقہ نہیں قرآن تمہارے سامنے موجود ہے - اس سے لیلو - وہ سب کیلئے کھلا پڑا ہے خدا تعالےٰ آپکے ساتھ ہو والسلام علی من اتبع الھدیٰ

اِس پر لیکچرار ایک لمبی اور زوردار شور کی تالیوں کی گونج میں بیٹھ گیا۔ اور ڈاکٹر اِس پریذیڈنٹ نے ذیل کے الفاظ کہے :-

ہمنے نہایت مسرت کے ساتھ خواجہ کمال الدین صاحب کی باتوں کو سُنا ایسے موقعے بہت ہی نادر ہوتے ہیں جب خواجہ صاحب کی سی قابلیت فضیلت اور وسعت معلومات کے سے اللسان اس فصاحت و بلاغت سے ہمیں اس ہال میں مخاطب کریں میں یقین کرتا ہوں کہ آپ سب نے اس لیکچر سے لطف اُٹھایا ہوگا میں اپنی طرف سے یہ کہتا ہوں کہ میں بہت ہی اِس لیکچر سے محظوظ ہُوا۔ اگرچہ میں یہ نہیں کہتا کہ میں مسٹر کمال الدین کی ہر ایک بات سے متفق ہوں +

جو کچھ خواجہ صاحب نے مشرق اور مغرب کی طبیعت میں امتیازی نشان بتلایا ہے اس سے میں اختلاف رکھتا ہوں نفس پرستی اور نفس کی قربانی یہ دونو باتیں دنیا میں ہر جگہ یکساں نظر آتی ہیں۔ ہاں ان کے ماتحت مختلف باتیں مختلف جگہوں میں نمایاں ہو جاتی ہیں۔ شاید اسی طرف خواجہ صاحب اشارہ کر رہے تھے +

اِس کے علاوہ خواجہ صاحب کے لیکچر کا فلسفی حصہ بہت ہی دلچسپ تھا۔ اور اس میں بھی جو مجھے بہت ہی دلچسپ معلوم ہوا۔ ان کے لیکچر میں اسلامی مسئلہ بلوغت وارتقاء (ایولیوشن) یعنی ادنیٰ حالت سے اعلیٰ حالت کی طرف ترقی کرنا اخلاقیات میں یہ منازل بہت ہی مفید ہیں۔ اور اس کا نام موجودہ علم سیکالوجی نے رفعت رکھا۔ اس کے علاوہ مجھے لیکچر میں وہ حصہ بھی نہایت ہی دلچسپ نظر آیا جسمیں رُوح اور جسم کے تعلقات پر لیکچرار نے روشنی ڈالی۔ اور ان تعلقات کو شخصی۔ خاندانی اور سوسائٹی کے تعلقات میں دکھلایا۔ موجودہ فلسفہ مغربی رُوح اور جسم کو دو الگ الگ چیزیں قرار دیتا ہے لیکن اخلاقیات کو سامنے رکھکر اگر ہم اس نظریہ پر غور کریں۔ تو مجھے خواجہ صاحب کے کلام سے کُلّی اتفاق ہے۔ انہوں نے کس صفائی سے بیان کیا کہ کس طرح آہستہ آہستہ تمہاری دلچسپیاں کنبہ کے دائرہ سے نکلکر باہر آجاتی ہیں اور ترقی کر جاتی ہیں۔ اور میں کہہ سکتا ہوں کہ یہ اصول اب ہر جگہ دائر و سائر ہو رہا ہے۔ آپس میں خط و کتابت رسل و رسائل اور سامان آمد و رفت کے ذریعہ بڑھتے جاتے ہیں۔ اور ہر ایک چیز عالمگیر ہوتی جاتی ہے۔ اور ہم آئندہ بہتری کے منتظر

سے واقف ہوتے جاتے ہیں۔ لیکن ہمیں اس میں بھی شک نہیں کہ جس بات کو ہم پہنچانا چاہتے ہیں وہ شخصیت ہی کرتی ہے۔۔۔۔۔۔ اخیر میں میں اس لکچر کیلئے خواجہ صاحب کا شکریہ ادا کرتا ہوں جس مشن میں خواجہ صاحب مصروف ہیں اس کا مقصد یہ ہے کہ زیور علم سے آراستہ دنیا کے آگے صحیح اسلامی نکتۂ خیال پیش کیا جائے۔ اور ہر ایک شخص کو اس تحریک کو خوشی کے ساتھ دیکھنا چاہئے۔ جس کا مقصد ناواقفوں کے دل سے غلطیوں کو دور کرنا ہے +

رسید زر

یکم فروری لغایت ۱۸ مارچ سنہ ۱۹۲۱ء

	روپیہ	آنہ	پائی
امداد مشن۔ جناب شیخ خدا بخش صاحب مردان	۲۰	۴	۰
* " " محبوب خان صاحب مندرگی	۳۵	۰	۰
" " ایم۔ پی عبدالکریم صاحب مدراس	۷۵۰	۰	۰
" " این رکن الدین صاحب مدراس	۱۵۰	۰	۰
" " ملنگ عبدالقادر صاحب مدراس	۱۵۰	۰	۰
" " انعام دار عبدالرزاق صاحب مدراس	۲۰۰	۰	۰
" " ڈی۔ ایچ محمد یوسف صاحب مدراس	۱۰۰	۰	۰
" معرفت جناب غلام دستگیر صاحب ترکور۔ جنوبی ارکاٹ	۲۲۵	۸	۰
" " منہاج الدین صاحب مردان دو ماہ	۱۰	۰	۰
" محمد اسمٰعیل صاحب کانپور	۱۰۰	۰	۰
منفعت تصنیف جناب حضور میجر حمید اللہ خان صاحب بھوپال	۵۰	۰	۰
امداد مشن جناب ایم محمد غوث صاحب	۴۲	۰	۰
" کے۔ اے علی معرفت حضرت امیر سلمہ اللہ	۲	۰	۰

مذکورہ بالا رقوم بصد شکریہ درج رسالہ کی جاتی ہیں۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء +

خادم

فنانشل سکرٹری مسلم مشن ووکنگ عزیز منزل لاہور

* اس کے علاوہ احباب مدراس نے سات ہزار کی رقم براہ راست اخراجات ووکنگ کے لئے ارسال فرمائی۔ جس کی تفصیل انشاء اللہ بعد ازاں شائع ہوگی۔

اسلام کے متعلق چند خیالات

(از قلم جناب جعفر مارٹیمر (برکن ھیڈ)

اِن وجوہات کے قلمبند کرنے میں ہمیشہ ایک گونہ لطف حاصل ہوتا ہے جن سے کہ سچے اور راحت بخش مذہب کے متلاشی قائل ہو کر اپنے مذہبی خیالات میں تبدیلی پیدا کر لیتے ہیں۔ اور یہ لطف خصوصاً اس وقت دوبالا ہو جاتا ہے۔ جبکہ اس قسم کے لوگ پُر مغز فلسفہ اور صحیح اصولوں کی تلاش میں کسی ایسے مذہب پر ایمان لے آتے ہیں۔ جو کہ اس مذہب سے زیادہ معتبر اور سچا ہو جس میں انکی تربیت بچپن سے ہوئی ہو +

اسلام کا میں ایک سرگرم پیرو ہوں۔ میں نے اسے قبول کرنے سے پیشتر نہایت درجہ غیر جانبداری اور بے تعصبی کے اصولوں کو مد نظر رکھ کر اس کے متعلق تحقیقات کی اور انہیں اصولوں سے اسکی صداقتوں کو پرکھا۔ لیکن میں اس امر کے ماننے میں تامل نہیں کرتا کہ اپنے مذہب کو تبدیل کرنے میں انسان کو بہت کچھ پس و پیش کرنا پڑتا ہے۔ اور یہ بات بالخصوص انگلستان میں نظر آتی ہے جہانکہ بچپن ہی سے مغربی تعلیم کے اثر سے تمام دیگر مذاہب کے خلاف نفرت اور حقارت دل میں پیدا ہو جاتی ہے مشہور ہے کہ انگریز لوگ اپنے مذہب کے علاوہ کسی غیر مذہب کے علوم الٰہیہ میں دلچسپی نہیں لیتے۔ گو گذشتہ چند سالوں میں ہمنے دیکھا ہے کہ بڑے بڑے مشہور اہل الرائے نے مشرقی مذہب کی صداقتوں کو قبول کیا ہے۔ انہیں لارڈ سٹنلی ساکن آلڈرلے ہے جو کہ ایک مشہور و معروف خیر خواہ خلق اللہ تھا۔ اور جس نے مرتی دفعہ یہ خواہش ظاہر کی کہ اُسے اسلامی طریق پر دفن کیا جائے +

میرا یہ دعویٰ ہے کہ اسلام میں ایک سرے سے دوسرے سرے تک اعتقادی اصول میں فرق نہیں۔ اور ایک دوسرے کی خیر خواہی اور آپس میں نیک برتاؤ کا اصول بھی ایک ہی ہے۔ ہمیں ایسے فرقے دکھائی نہیں دیتے جن کے اصول مذہبی میں زمین آسمان کا فرق ہو لیکن عیسائیت میں ایسے فرقے جو تعداد میں اس وقت چار صد کے قریب ہیں نظر آتے ہیں۔ یہ ایک تعجب انگیز بات ہے کہ انگلستان جیسی جگہ میں جو کہ آزادی کا ملک ہے اور جسے اپنی حریت پر ناز ہے۔ اگر کوئی شخص

دہریہ ہو جائے یا دنیا پرست ہو کر خدا پر ایمان نہ رکھے تو اس سے کوئی باز پرس نہیں ہوتی لیکن اگر کوئی شخص ایک خدا کی پرستش کرنے لگے۔ اور اس پر اور اس کے رسول حضرت محمد صلعم پر ایمان لے آئے تو پھر چاروں طرف سے اس پر تعصب اور جہالت کے تیر برسائے جاتے ہیں مسلمانوں کے خیالات اور اعتقاد کے متعلق انسان ٹھیک طور پر اندازہ نہیں لگا سکتا جب تک کہ مختلف رنگ کے تعصبات سے خود علیحدہ نہ ہو جائے۔ اور اپنے مذہبی لیڈروں کے غلطیوں اور لکچروں اور اخبارات کے مذہبی مضامین کی بھی چنداں پرواہ نہ کرے لیکن صلیبی جنگوں کے وقت سے لیکر آج تک اسلام کی ہمیشہ سخت مخالفت رہی ہے۔ اور عیسائی ممالک میں اسلام کے دشمنوں اور جاہل مصنفوں کی جھوٹی تحریروں کو پڑھ کر اس کے خلاف عام طور پر رائے زنی کی جاتی رہی ہے۔ چنانچہ اس قسم کی تعصبانہ اور ہٹ دھرمی کی باتوں کا مقابلہ کرنے کا ارادہ مصمم کر کے میں نے اسلام کے اصولوں اور اسکی تعلیم پر ٹھنڈے دل سے غور کیا۔ اور ملک اور رنگ کے خیال کو خیر باد کہ کر اور خوف اور شرم سے علیحدہ ہو کر میں نے یہ رائے قائم کی کہ خدا کا اور ان لوگوں کے مذہب کا جو میری طرح ایک ہی بادشاہ کی رعیت ہیں مجھ پر حق ہے کہ میں اس اخوت کو لوگوں پر ظاہر کروں جو اسلام میں پائی جاتی ہے اور میرا الیقین ہے کہ اسلام ہی سچا مذہب ہے۔ اور ایسا معقول اور مدلل مذہب ہے کہ سب لوگوں کو اسے قبول کرنا چاہئے +

عیسائیت ہمیں سکھلاتی ہے کہ دنیا میں امن قائم رکھو اور ایکدوسرے کے ساتھ نیک نیتی سے پیش آؤ۔ اور کہ اپنے ہمسائیوں کے ساتھ اس طرح محبت کرو جس طرح تم اپنے آپ سے کرتے ہو۔ اور کہ ایکدوسرے سے الفت رکھو۔ یہ آب زر سے لکھنے کے قابل باتیں ہیں لیکن یہ سب کچھ زبانی جمع خرچ ہے۔ کیا اچھا ہوتا اگر بلا لحاظ رنگ و ملت ان پر عمل کیا جاتا۔ اس صورت میں عیسائیت میں اس قدر فرقے پیدا نہ ہوتے۔ میں اس جگہ خدا کے متعلق عیسائیوں اور مسلمانوں کے ایمان کا مقابلہ مختصراً کرنے کی کوشش کرونگا۔ یہودی عہد نامہ قدیم کے مطابق جہوواہ یعنے خدا پر ایمان رکھتے تھے۔ اور اس وقت حضرت موسیٰ یہودیوں کو قانون اور خدا کا دین سکھلانے کے لئے پیغمبر ہو کر آئے ہم اسے ایک پیشگوئی کی بناء پر سب سچ قرار دیتے ہیں انکے

بعد لکھا ہے کہ حضرت عیسیٰ پیغمبر اور معلم کی حیثیت میں تشریف لائے۔ گو یہ ہر دو پیغمبر اپنے خصائل میں ایک دوسرے سے ملتے جلتے نہ تھے۔ مسیحؑ نے لوگوں میں وعظ کیا۔ اور پیغمبر ہونے کا دعویٰ بھی کیا۔ اور تمام عمر ہر ایک قسم کی روحانی تعلیم دی لیکن مسیح کی اصلی اور سچی تعلیم میں کوئی بھی ایسی بات نہیں جو اسلام میں پائی نہ جاتی ہو۔ مگر باوجود اس کے ایک پکا عیسائی سمجھا جانے کے لئے یہ ضروری ہے۔ کہ بپتسمہ کفارہ۔ مسیح کے صلیب پر چڑھائے جانے اور اس کے دوبارہ نزول پر ایمان لایا جائے۔ کیونکہ عیسائی مذہب کے مطابق جبتک اس قسم کا ایمان نہ ہو نجات حاصل نہیں ہو سکتی۔ اس کے ثبوت میں یہ آیت پیش کیجاتی ہے کہ میں ہی راہ ہوں میں ہی صداقت ہوں۔ اور میں نور ہوں۔ اور میری ہی بدولت تمہیں ابدی زندگی مل سکتی ہے۔ لیکن یہ مجھے سمجھ نہیں آتا۔ کہ لکھو کہا لوگ جنہوں نے عیسائنت کا نام تک نہیں سُنا وہ کسی طرح نجات کی راہ پر قدم نہیں مار سکتے۔ اگرچہ وہ اپنے ضمیر کے مطابق اِس دُنیا میں نیک کام کرتے ہیں اور آخرت میں ان کا اثر اور ثواب حاصل کرنے کی اُمید رکھتے ہیں +

تثلیث کا بھاری مسئلہ جو عیسائیت پیش کرتی ہے آج تک میری سمجھ میں نہیں آیا۔ ایک خدا میں تین خداؤں کا ہونا ایام جاہلیت کا ایک مسئلہ ہے عقل اُسے مان نہیں سکتی۔ کہ کس طرح دو بادشاہوں کی حکومت یکساں طور پر ہو سکتی ہے۔ اور تین اشخاص کے خیالات ایک جیسے کیسے ہو سکتے ہیں۔ جناب مسیحؑ نے بحیثیت ایک پیغمبر کے تعلیم دی جس طرح کہ حضرت موسیٰ اور دیگران سے پہلے نبیوں نے جناب مسیحؑ کی تعلیم کے چھ سو سال بعد جبکہ عیسائیت میں توہمات اور بُت پرستی کے رنگ میں مختلف قسم کی عبادات نظر آنے لگیں اور جب دُنیا تنزل کی طرف جا رہی تھی۔ تو حضرت محمد صلعم نے جو کہ عرب کے ایک نہایت متقی معلم تھے ایک مذہب کی بنیاد ڈالی جس کی بنیاد نہایت ہی مستحکم طور پر لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پر رکھی گئی جب اس اولوالعزم صحرا کے رہنے والے نے خدا کی واحدانیت کا شور ڈالا تو آپ کی اس قدر مخالفت کی گئی کہ تحریر میں نہیں آسکتی۔ کیونکہ اس زمانہ میں عربوں اور

عیسائیوں میں توہمات ۔ بت پرستی اور اخلاقی گند اس قدر تھا کہ اسکی نظیر کسی اور جگہ نہ پائی جاتی تھی ۔ عربوں کے مذاہب مختلف تھے ۔ کوئی اجرام فلکی کی پرستش کرتا کوئی آتش پرستی میں محو ۔ کوئی بت پرست اور کوئی کسی اور اصول کا پابند تھا لیکن اس بات پر سب کا اتفاق ہے کہ حضرت محمد صلعم نے تیس سال سے کم عرصہ میں مشرق و مغرب میں اپنا دین پھیلا کر ایک زبردست اصلاح کر دی ۔ اور آج ہم دیکھتے ہیں ۔ کہ دنیا میں جتنے عیسائی ہیں اتنے ہی مسلمان ہیں ۔ اور انگلستان کے ماتحت اسقدر مسلمان لوگ ہیں کہ کسی دوسری طاقت کے ماتحت نہیں ۔ یہ ایک امر واقعہ ہے جس کا لحاظ انگریزوں کو ضرور رکھنا چاہئیے ۔ جب ہم ان سینکڑوں فرقوں کا جو عیسائیت میں ہیں ۔ اور جو ایکدوسرے کے جانی دشمن ہیں خیال کرتے ہیں تو اسلام کی وحدت بالکل نرالی دکھائی دیتی ہے ۔ اگرچہ حضرت محمد صلعم ایسے زمانہ میں مبعوث ہوئے جبکہ بت پرستی اپنے انتہائی درجہ پر پہنچی ہوئی تھی ۔ اور جبکہ تمام عبادتگاہیں جنمیں خدا کی کبھی پرستش ہوتی تھی بتوں سے پر تھیں ۔ اور وہاں انکی پرستش کیجاتی تھی ۔ تاہم آپ نے سود ۔ علم رمل یا غیب دانی ۔ بچہ کشی ۔ سئور کا گوشت کھانے سے لوگوں کو روکدیا ۔ آپ نے کثیر الازدواجی کے متعلق بھی شرائط لگادیں ۔ اور جو کچھ بھی اچھی بات عیسائی یا یہودی تعلیم میں پائی جاتی تھی اسے زندہ کر دیا +

میرا دعوی ہے کہ اسلام بالکل وحدانیت سکھلاتا ہے ۔ اور خدا اور انسان کے درمیان کسی واسطہ اور شفیع کی تعلیم نہیں دیتا ۔ ہر ایک مسلمان خود ہی اپنا پادری ہے اور سوا عبادت اور نیک اصول کے اور کوئی رسم اسمیں نہیں مسلمانوں نے ایک اعلےٰ درجہ کا نمونہ پیش کیا ہے ۔ یعنے وہ مذہب کے لحاظ سے سب آپس میں بھائی ہیں ۔ رنگت اور قومیت کی انمیں تمیز نہیں ۔ خدا اور قرآن پر انکا ایمان ہے ۔ اور جب سے کہ اسلام دنیا میں آیا ہے ۔ اس ایمان اور اعتقاد میں کبھی بھی فرق نہیں آیا قرآن شریف کو لکھوکہا لوگ بڑی محبت اور جوش سے پڑھتے ہیں ۔ اسے خدا کی طرف سے

الہامی کتاب اور ضابطہ قوانین سمجھتے ہیں - ان حالات کو مد نظر رکھ کر جن کا تھوڑا سا میں نے اوپر ذکر کیا ہی کوئی بھی شخص جس کے اندر تحقیق کا مادہ ہی اسلام کے سچے اور معقول اصولوں کو ماننے کے بغیر نہیں رہ سکتا اور یہی اصول ہمارے زمانہ کے حالات کے عین مطابق ہیں قرآن شریف راستی انصاف - آزادی اور رواداری کا از حد حامی ہی - مذہب میں اخوت کا ہونا ہمارا نصب العین ہونا چاہئے - کیونکہ اس کے بغیر محبّت یا رواداری ممکن نہیں - مغربی قوموں کو ذرہ بھر بھی خیال نہیں آتا - کہ جناب مسیحؑ جو ان کے اپنے پیغمبر تھے وہ خود مشرق میں پیدا ہوئے - وہ یہودی النسل تھے - اور ان کے مذہب کا جس پر وہ اسقدر ناز کرتے ہیں سرچشمہ مشرق ہی ہے +

جہالت اور بیعلمی کی وجہ سے اسلام پر حملہ کیا جاتا ہے کہ یہ بزور تلوار پھیلایا گیا ہی لیکن اس قسم کے فضول اعتراضات کی کوئی ہستی نظر نہیں آتی - اگر ہم تاریخ کی ورق گردانی کریں یا عقل سے کام لیں - ارض مقدس کی طرف ذرہ نظر دوڑائیں تو ہمیں وہاں ایک خوفناک نظارہ دکھائی دیتا ہی - مزار مقدس ہی کی وجہ سے مشرق و مغرب کے درمیان حد سے زیادہ نفرت اور تعصب پیدا ہوا اور انکی آپس میں لڑائیاں ہوئیں - کریمیا کی خندقوں میں ان لوگوں کی نعشیں نظر آتی ہیں - جو اس جنگ میں موت کا شکار ہوئے جو کہ عیسائیوں نے اس مقدس مزار پر اپنا دعویٰ قائم کرنے کے لئے کی - اسی طرح سوڈان میں بھی عیسائی اور مسلمان سپاہیوں کی ہڈیاں ہمیں بکثرت نظر آتی ہیں یسوع کی فرضی قبر کو قبضہ میں لانے کیلئے آج سے باراں سو سال بیشتر صلیبی جنگیں ہوئیں لیکن آج تک تعصب اور ہٹ برابر قائم ہے +

عیسائیوں میں کئی ایک فرقے ہو گئے ہیں جو ایکدوسرے کے سخت مخالف ہیں اور قانون اور آزادی کو نقصان پہنچا کر اور اسکی پرواہ نہ کر کے اپنے اپنے عقاید کو منوانا چاہتے ہیں لیکن اسلام میں امن اور وحدت کا دورہ نظر آتا ہی - اسمیں کوئی ایسی عدالت مقرر نہیں کی گئی جسمیں مذہبی عقاید کی تحقیقات ہو کر لوگوں کو سخت سزائیں دیجائیں اور لوگوں کو شہر بدر کیا جائے - جیسا کہ ہسپانیہ سے یہودیوں اور موروں (عربوں) کو کیا گیا عیسائیت کے نام پر اسقدر ظلم اور بے رحمی کو روا رکھا گیا ہی کہ اسلام کے سوا مجھے کسی جگہ بھی آزادی سے سانس لینے

کیلئے جگہ نہیں ملتی۔ اگر کسی مذہب کے متعلق رائے زنی کرنا ہو تو اصل اور بہترین معیار یہ ہی کہ اس مذہب کے پیرؤں کی عملی زندگی کا مطالعہ کیا جائے۔ انسانیت اور تعظیم و تکریم میں محمد صلعم کے متبعین کا مقابلہ عیسائی نہیں کر سکتے۔ کارلائل اپنی کتاب ہیرو اور ہیرو ورشپ میں لکھتا ہی۔ کہ جسقدر جھوٹ جوشیلے لوگوں نے محمد صلعم کے متعلق بیان کیا ہی اس سے ہماری اپنی ہی ذلت ہے۔ پھر وہ لکھتا ہے۔ کہ چونکہ اب ہم میں سے کسی کے مسلمان ہونے کا اندیشہ نہیں۔ اسلیے میں محمدؐ کی تمام خوبیاں جو از روئے انصاف میں بیان کر سکتا ہوں کرونگا۔ پھر ایک جگہ وہ بیان کرتا ہے کہ محمدؐ کو خدا نہیں مانا جاتا بلکہ جیسا کہ خدا نے بتلایا ہے وہ ایک پیغمبر ہے۔ نیز اسلام مسیحیت سے خلاف نہیں بلکہ یہودیت اور عیسائیت کے بین بین ہے +

کارلائل صاحب کی تحریر اس کے اپنے زمانہ کے متعلق ہی لیکن اس وقت اسلام نے بہت ترقی کی ہوئی ہے۔ اور مسلمانوں کی تعداد بہت زیادہ ہی۔ اور اگر وہ اب زندہ ہوتا تو میرے خیال میں اسکی رائے اسلام کے متعلق پھر بھی اچھی رہتی۔ اور وہ اسلام کو خدا کی طرف سے سچا دین تسلیم کرتا۔ مجھے خوب یاد ہے کہ میرے ایک دیندار عیسائی دوست نے کچھ عرصہ ہوا مجھ سے کہا کہ میں رومن کیتھلک ہونے کی بجائے مسلمان ہونا پسند کرتا ہوں۔ اس سے معلوم ہوتا ہی کہ عیسائی فرقے ایکدوسرے سے سخت متنفر ہیں۔ یہاں ایسے لوگ بھی موجود ہیں۔ جو خود تو تحقیقات نہیں کرتے۔ لیکن بہ دلیری سے کہدیتے ہیں کہ فلاں شخص کی تبدیلی اعتقاد کی ہمیں سمجھ نہیں آتی۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ ہم اسلام قبول کرنے پر تیار ہیں۔ اگر وہ ہمیں سؤر کھانے کی اجازت دے۔ لیکن اگر دیانتداری سے نکتہ چینی اسلام پر کیجائے تو اس کے تمام اصول صحیح اُتریں گے۔ یہ بات بالکل غلط ہی کہ محمدؐ کی پرستش کی جاتی ہی۔ البتہ یہ ایک امر واقعہ ہی کہ عیسائی لوگ صلیب کی ضرور پوجا کرتے ہیں۔ اسلام میں کثیر الازدواجی پر اعتراض کیا جاتا ہی لیکن میں ان شرائط اور پابندیوں کو بڑے زور سے پیش کرتا ہوں جو اسکے متعلق لگائی گئی ہیں۔ بہتر ہوتا کہ عیسائیت کے مدعی اپنے گریبان میں منہ ڈالتے۔ اور دیکھتے کہ ان کے اپنے

ملک میں ایک سے زائد عورتوں کے ساتھ تعلق رکھنے کی مثالیں موجود ہیں حضرت سلیمانؑ کی جیسا کہ انجیل میں لکھا ہے سات سو بیویاں تھیں - اگر اسلام میں سور کا گوشت کھانے کی ممانعت ہے تو انا جیل میں بھی حضرت موسیٰ کے زمانہ سے اس گوشت کو استعمال نہ کرنے کا حکم موجود ہے - اور خود جناب مسیحؑ نے بھی خنزیروں کے ایک گلہ میں شیطانوں کا لشکر بھیج دیا - جن کی وجہ سے وہ دریا کی طرف بھاگ گئے - اور وہاں غرق ہوئے - لحم خنزیر ایک مضر خوراک ہے - کیونکہ خنزیر نہایت گندہ جانور ہے - اور یہ ایک عجیب بات اور بالکل صحیح ہے کہ یہودیوں اور مسلمانوں میں ایک خاص قسم کی بیماری پائی نہیں جاتی - اسلام نے منشی چیزوں سے بھی روکا ہے - اور کسی مذہب میں بھی پرہیز گارانہ زندگی بسر کرنے پر اس قدر زور نہیں دیا گیا جس قدر کہ اسلام میں مسلمانوں کو ان کا مذہب اجازت نہیں دیتا کہ وہ شراب یا کوئی اور نشہ والی چیز استعمال کریں - اور اس حکم کی تعمیل بھی ہوتی ہے شرابخوری اور دیگر خرابیاں مشرقی ممالک میں بہت کم پائی جاتی ہیں میرا ایک ایرانی دوست بیمار ہوا - اسے برانڈی پینے کے لئے ہدایت دی گئی - لیکن اس نے اس قسم کی چیز استعمال کرنے کی بجائے موت کو ترجیح دینا پسند کیا - جو شخص کوئی منشی چیز استعمال کرتا ہے وہ اسلامی تعلیم کے رُو سے سچا مسلمان نہیں ہوسکتا مسلمان نمازوں کے بہت پابند ہوتے ہیں - اور جہاں کہیں موقعہ ملے پڑھ لیتے ہیں اسلئے دوسرے مذاہب کو ان کے اس فعل سے شرمسار ہونا چاہئے - سخاوت کرنے میں بھی وہ بہت دلیر ہوتے ہیں - اور جو کچھ بھی ان کے پاس ہو وہ خدا کی راہ میں دینے پر تیار ہو جاتے ہیں - اسمیں شبہ نہیں کہ مشرق کے بہت سے رواجات مغرب والے کی طبع کے موافق نہیں - مثلاً انگلستان میں عزت اور تکریم ظاہر کرنے کے لئے ٹوپی اُتاری جاتی ہے - لیکن اگر یہی رواج مشرق میں جاری ہو تو وہاں اس سے آفتاب کی حرارت سے صدمہ پہنچنے کا احتمال ہے - وہاں اس لئے ہاتھ اٹھا کر سلام کیا جاتا ہے اگر نماز پڑھنے کے وقت جوتا اُتارا جاتا ہے - تو انجیل مقدس میں بھی تو اسی قسم کا حکم

ہے۔ اور اس پر یہودیوں اور عیسائیوں کا ایمان ہے۔ کیونکہ وہاں لکھا ہے کہ جہاں تم عبادت کرتے ہو وہ پاک جگہ ہے عیسوی مذہب عبادت کے وقت گھنٹے بجاتے ہیں لیکن مسلمان اس وقت اپنی مسجدوں کے مناروں سے اذان دیتے ہیں۔ میں دعا کرتا ہوں۔ کہ خدا وہ دن جلد لائے جبکہ اس قسم کی پُر معنے آواز نماز کے لئے تمام انگلینڈ میں سُنائی دے۔ تاکہ وہ مسلمان جو دور دراز ممالک سے یہاں آئے ہیں وہ عبادتگاہ کی طرف جائیں۔ اور اس سے ہماری مسلمان رعایا میں از حد خوشی پیدا ہوگی +

وہ لوگ جو ٹرکی میں اسلامی طرز حکومت کے خلاف اخباروں میں لکھتے ہیں یا گرجوں میں وعظ کرتے ہیں یا عام جلسوں میں تقریریں کرتے ہیں انہیں خیال رکھنا چاہئے کہ ان کا یہ طریق عمل ایک شریف قوم کا دل دکھانے کے لئے کافی ہے۔ اس سے وہ گویا ہندوستان اور دیگر ممالک کے لکھو کھا مسلمانوں کی بیعزتی اور ہتک کرتے ہیں۔ انگلستان میں جو کچھ بھی سخت سست اسلام کے خلاف کہا جاتا ہے وہ قابل افسوس ہے۔ لیکن جب دیکھا جاتا ہے۔ کہ وہاں اس سب کے ذمہ وار متعصب عیسائی ہی ہیں تو عوام کی ذمہ واری کم ہو جاتی ہے۔ ہمارے نوجوانوں کو جو سچائی اور صداقت کے حامی ہیں۔ دلیری اختیار کرنی چاہئے۔ اور جو ان میں سے کمزوروں کی حمایت کرنیسے ڈرتے ہیں وہ خود ایک طرح سے غلامی کی حالت میں ہیں۔ گو ابتدا میں ان کے ساتھ بھی تعصب کیا جائیگا۔ اور ان پر تمسخر کیا جائیگا۔ لیکن انجام کار انکی عزت ہی ہوگی۔ اگر حضرت محمد صلعم کی تعلیم پر عمل کیا جائے تو زندگی کے اعلےٰ درجہ پر انسان پہنچ سکتا۔ اور وہ ہر جگہ مسلمانوں میں بھائی کی طرح سمجھا جائے گا۔ خواہ وہ دُنیا کے کسی حصہ میں ہو۔ گویا اسلامی
محبّت اور اخوت کی وجہ
سے سب یکجان ہو جاتے
ہیں +

اسلامیہ پریس بیرون کچی دروازہ لاہور میں حافظ مظفر الدین کے اہتمام سے چھپوا کر خواجہ عبد الغنی مینجر اشاعت اسلام لاہور نے شائع کیا

ممالک غیر کے لئے ۵ر

قیمت چار روپے آٹھ آنے

رجسٹرڈ ایل نمبر ۹۰۸

ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر ویامرون بالمعروف وینھون عن المنکر واولٰئک ھم المفلحون

اشاعت اسلام

اردو ترجمہ اسلامک ریویو مجریہ ووکنگ (انگلستان)

زیر ادارت خواجہ کمال الدین مبلغ اسلام

جلد (۸) | بابت ماہ دسمبر ۱۹۲۲ء | نمبر (۱۲)

فہرست مضامین

درخواستہائے خریداری بنام منیجر اشاعت اسلام لاہور آنی چاہئیں

رسالہ اشاعت اسلام گذشتہ سالوں سے جو عظیم الشان اسلامی خدمات سرانجام دے رہا ہے وہ ناظرین سے پوشیدہ نہیں۔ موجودہ زمانہ میں جبکہ مسلمان ہمہ تن سیاسیات میں منہمک نظر آتے ہیں۔ اس رسالہ کی اہمیت اور بھی بڑھ گئی ہے۔ مختلف علمی اور دینی مضامین سے مزین ہوکر رسالہ ہر ماہ میں نہایت آب و تاب سے شائع ہوتا ہے۔ اردو دان طبقہ اخوان و خواتین کیلئے جنہیں مغرب کے موجودہ خیالات کا علم حاصل کرنا دشوار ہے یہ رسالہ نعمت غیر مترقبہ ہے۔ مخالفین اسلام کے اعتراضات کا جواب اس میں اکثر شائع ہوتا رہتا ہے۔ مشاہیر مغرب و دیگر علماء و فضلا کے مضامین اسکی زینت کا موجب ہوتے ہیں

الغرض ہندوستان میں علمی اور دینی خدمت کے لحاظ سے یہ رسالہ یکتا ہے۔ اور ہمیشہ اسلام کے منور چہرہ سے دشمنان اسلام کی غلط بیانیوں کے بدنما داغوں کو دور کرنے میں کوشاں رہتا ہے۔ کون ایسا مسلمان ہے جو اسکی ہستی کا خواہاں نہیں۔ سال کا آخری مہینہ ہے اسلئے ہم ناظرین کرام کی خدمت میں پرزور اپیل کرتے ہیں۔ کہ جن کا چندہ دسمبر ۱۹۲۲ء میں ختم ہوتا ہے۔ از راہ کرم آیندہ ۱۹۲۳ء کا سالانہ چندہ مبلغ للعہ پیشگی بذریعہ منی آرڈر

بنام منیجر اشاعت اسلام عزیز منزل لاہور ارسال فرمائیں۔ یا جنوری ۱۹۲۳ء کے رسالہ کو جو بذریعہ وی پی ارسال ہوگا ضرور وصول فرما کر مشکور فرمائیں۔ اس گرانی کے زمانہ میں اگر ناظرین اس طرف پوری توجہ فرمائیں تو ہماری بہت سی مالی مشکلات کا دفعیہ ہو سکتا ہے*

مترجم

عرض حال

موجودہ نمبر جو ہدیہ ناظرین ہے آٹھویں جلد کی تکمیل کرتا ہے اس قلیل عرصہ میں جو خدمات اسلامی رسالہ اشاعت اسلام نے سرانجام دی ہیں۔ وہ ناظرین کرام سے مخفی نہیں۔ کارپردازان رسالہ نے حتے الوسع رسالہ کو اعلےٰ سے اعلےٰ کاغذ پر شائع کیا۔ اسکی کتابت و طباعت کا خاص اہتمام رکھا ہمیشہ یہی کوشش کی کہ اعلےٰ سے اعلےٰ اور چیدہ مضامین کو لئے ہوئے ہر ماہ رسالہ ناظرین کی خدمت میں حاضر ہو۔ اور اسکی شاہد رسالہ کی سابقہ جلدوں کے اوراق ہیں۔ جن کا ہر ایک نمبر اعلےٰ سے اعلےٰ مضامین کا مجموعہ ہے۔ نازک سے نازک اور اہم سے اہم مسائل اسلامی پر گذشتہ چند سالوں میں اسکے اوراق میں کافی روشنی ڈالی جا چکی ہے شدید سے شدید اعتراضات جو بھی عیسوی کیمپ سے اسلام کے خلاف نکلتے رہے ہیں اس کا دنداں شکن جواب بحر اسی رسالہ نے انکو خاموش کیا ہے۔ اگر کوئی مبصر نظر تعمق سے ایک نظر باز گشت اسکی سابقہ جلدوں پر ڈالے۔ تو اس پر روشن ہو جاویگا کہ رسالہ اشاعت اسلام نے اسلام کی حمایت میں عیسائیت کی بڑھتی ہوئی افواج کے مقابل ایک زبردست سنگین (اسلحہ) تیار کر دیا ہے جس نے تثلیث کے بت کو پاش پاش کر کے آنیوالی نسلوں کے ہاتھ میں عیسائیت کے خلاف ایک زبردست حربہ دیدیا ہے عیسوی دجل و فتن کے غرور کرنے اور رد نصاریٰ میں جو جد و جہد اس اسلامی مجلہ نے کی ہے اور جسقدر مواد اس نے وہاں مسلمانان عالم کیلئے مہیا کر دیا ہے۔ ہمیں کسی اسکے ہمعصر کو اس پر تفوق حاصل نہیں ہے جو اعلےٰ پایہ کے مضامین ملفوظات خواجہ۔ دیباچہ حضرت صوفی نظامی۔ اسلام اور فخر کائنات اسلام اور سائنس۔ اسلام اور عیسوی تہذیب و غزوات نبوی کے عنوانوں کے ماتحت آ ہیں

گذشتہ سال شائع ہوتے رہے ہیں وہ اپنی نظیر آپ ہیں ۔ یہ مضامین اعلیٰ سے اعلیٰ یورپین دل و دماغ کے خیالات کا بہترین نچوڑ ہیں ۔ آپ نے ملاحظہ فرمایا ہوگا کہ ان اوراق میں حضرت خواجہ کمال الدین صاحب اور دیگر فضلائے مغرب نے کس طرح ادق سے ادق مضامین و مسائل اسلامی کو احسن پیرایہ میں نبھایا ہے ۔ پھر کسقدر غیرت اسلامی و جوش ایمانی و درد اسلام ان نومسلمین کے مضامین سے ٹپکتا ہے ۔ اگر ایک طرف اس رسالہ نے معاندین اسلام کے اعتراضات کے رد کا ایک پہلو اختیار کئے رکھا تو دوسری طرف اسلام کے محاسن اور اسکی دلفریب تعلیمات کو بھی پیش کرنے میں کبھی کوتاہی نہیں کی ۔ پھر اگر ایکطرف اسنے اپنے آپ کو غیر مسلمین میں اسلام کا علمبردار ثابت کیا ہے ۔ تو دوسری طرف خود مسلمانوں میں اس نے تفسیر قرآن کا شوق اور مذہب اسلام سے سچی ہمدردی و دلچسپی پیدا کر دی ہے ۔ رسالہ ہذا ہر ماہ اپنے ناظرین کے پاس اعلیٰ سے اعلیٰ ادبی علمی اور مذہبی مضامین کا گلدستہ لئے ہوئے حاضر ہوتا رہا ہے ۔ بیاض صوفی کے عنوان کے ماتحت اسنے تھوڑی بہت اہل تصوف کیلئے بھی خوراک بہم پہنچائی ہے پھر اکثر اپنے اوراق میں سیاسیات پر بھی مذہبی روشنی ڈالی ہے ۔ گو رسالہ بہت حد تک رسالہ اسلامک ریویو انگریزی مجریہ مسجد ووکنگ انگلستان کا ہی تتبع کرتا رہا ۔ اور اسی کے نقش قدم پر چلتا رہا اور اسی کے خیالات کی ترجمانی کرتا رہا ہے ۔ جو اسکے اجراء کی غرض و غایت تھی لیکن کسی وقت اگر کسی وقتی ضرورت کے ماتحت کسی اہم مسئلہ اسلامی پر اسے روشنی ڈالنے کی ضرورت لاحق ہوئی ہے تو اس سے بھی اس نے گریز نہیں کیا ۔ اور طبعزاد مضامین سے اس مسئلہ پر نہایت آزادی و متانت سے اظہار خیالات کر دیا ۔ چنانچہ اہم مسئلہ خلافت اسلامیہ و عدم تعاون پر جو فیصلہ کن روشنی اس نے اپنے اوراق میں ڈالی ہے ۔ وہ ناظرین کرام سے پوشیدہ نہیں رسالہ کا مسلک ہمیشہ سے صلحکل رہا ہے ۔ اور اس نے اپنے اجرا کی غرض و غایت جو احکام خداوندی اور اقوال نبوی کی تشہیر تھی اسکو کبھی بھی مفقود نہیں ہونے دیا ۔ اور ہر ایک قسم کے فرقی و فروعی تنازعات و مناقشات سے اپنے دامن کو بچائے رکھا ۔ اور ایک لمحہ بھر کیلئے بھی اپنے مسلک کو نہیں چھوڑا ۔ گذشتہ آٹھ سال میں اپنی تمام تر توجہ وقف کر

صحیح اسلامی تعلیمات کی تشہیر میں صرف کیا۔ اور کسی اپنے مسلم بھائی یا کسی فرقۂ اسلام پر نشیں زنی روا نہیں رکھی۔ اور اپنے مقاصد عالیہ کی تکمیل میں ہمہ تن مصروف رہا۔ پھر جو خدمت اس نے اسلامی مشن ووکنگ کی ہے۔ وہ بھی آپ بزرگان دین سے مخفی نہیں یہی ایک رسالہ ہے جو ہر ماہ کو الف مشن و تبلیغی جد وجہد ووکنگ و لنڈن کے کارناموں کو آپ تک بالالتزام پہنچاتا رہا۔ اور ووکنگ کی مالی حالت سے وقتاً فوقتاً مسلم پبلک کو آگاہ کرتا رہا۔ اور اسی ایک رسالہ نے اس اہم اسلامی مشن کے ساتھ عامۃ المسلمین کی دلچسپی و دلبستگی کو قائم رکھا۔ اور اسکے بہی خواہوں میں اسی کی وساطت سے اضافہ ہوتا رہا اور ہو رہا ہے +

پھر جس پابندی وقت کے ساتھ اپنی پوری آب و تاب سے یہ رسالہ آپ کی خدمت میں ہر ماہ پہنچتا رہا ہے وہ بھی اظہر من الشمس ہے +

قصہ مختصر یہ ہے کہ رسالہ کی مالی حالت اطمینان بخش نہیں۔ ہم نے اپنی طرف سے ہر طرح طباعت۔ کتابت عمدگی کاغذ و عمدگی مضامین کا خیال رکھا۔ اور بہت سے مالی نقصانات بھی برداشت کر کے اسکی ہستی کو قائم رکھا لیکن اب حالت ناگفتہ بہ ہے۔ آیندہ کیلئے اس بار گراں کے ہم متحمل نہیں ہو سکتے۔ اگر ناظرین کرام اسکی ہستی کو بقا کو اسلام کیلئے اور مسلمانوں کے لئے بابرکت و کارآمد سمجھتے ہیں۔ اگر اسکی گرانمایہ خدمات دینی و ملی کو سامنے رکھ کر اسکی ہستی کو معدوم ہوتے دیکھنا نہیں چاہتے۔ کیونکہ اسکے معدوم ہونے سے گویا ایک جری سپہ سالار کی معاندین اسلام کے مقابل کمی واقع ہو جائیگی۔ تو یہ وقت ہے کہ آپ اس کی ڈوبتی ہوئی ناؤ کو سہارا دیں۔ کیونکہ اسکے ناخدا مالی نقصان اُٹھا کر پست ہمت ہو چکے ہیں۔ ان کی ڈھارس بندھانا ناظرین کرام ہی کا کام ہے کیونکہ کسی رسالہ کی ہستی و بقا اسکے ناظرین کی توجہ پر ہی حصر رکھتی ہے +

مندرجہ بالا چند سطور میں مجملاً ہم نے رسالہ کی موجودہ نازک مالی حالت کو ناظرین کرام کے سامنے پیش کیا ہے۔ ہمارے الفاظ میں تاثیر ڈالنی فضل خداوندی ہے۔ خدا کرے کہ آپ

بزرگان دین اس رسالہ کی اہمیت کو محسوس کر کے اسکی امداد پر کمربستہ ہو جائیں۔ اور اسکی کشتی کو جو اسوقت بھنور میں پھنسی ہے اس کو اپنی توجہ و کوشش سے باہر نکالیں۔ اس کا قیام و بقا آپ سے ہی وابستہ ہے۔ آپ کی ہی توجہ و کوشش سے یہ زندہ رہ سکتا ہے۔ اور آپ کی ہی توجہ سے پھل پھول کر بیش از پیش خدمات اسلامی کو سرانجام دیسکتا ہے لیکن اگر آپ نے اس آڑے وقت اس نیم جان کی تیمارداری نہ کی تو پھر آئندہ سال ہمیں افسوس سے تحریر کرنا پڑتا ہے کہ آپ اسکی صحبت سے محروم ہو جائیں گے۔ یہ وقت ہے کہ آپ للہ اس مفید رسالہ کی فوری و وقتی امداد فرما کر اسکو آنیوالے مالی خدشہ سے بچالیں۔ آپ مندرجہ ذیل چند ایک طریقوں سے اس وقت اسکی امداد فرما سکتے ہیں:-

(۱) جن احباب کے چندے دسمبر ۱۹۲۲ء میں ختم ہوتے ہیں ازراہ کرم اپنا سالانہ چندہ بابت سال ۱۹۲۳ء پیشگی مبلغ للعہ بذریعہ منی آڈر بنام منیجر رسالہ اشاعت اسلام۔ عزیز منزل لاہور ارسال فرمائیں۔ یا جب آپ کیخدمت میں جنوری ۱۹۲۳ء کا رسالہ بذریعہ وی۔ پی حاضر ہو۔ اس کو رقم ادا کر کے چھوڑا لیں۔ منی آڈر اگر ارسال فرمائیں تو عین عنایت ہوگی +

(۲) ناظرین رسالہ میں سے ہر ایک بھی خواہ رسالہ کم از کم تین جدید خریدار ۱۹۲۳ء کیلئے ارسال فرمائیں۔ اور یہ سب سے بڑی امداد ہوگی۔ اور آپ پر بھی کسی طرح گراں نہ گزریگی +

(۳) سابقہ جلدیں خرید فرما کر امداد فرمائیں ان کی قیمت ان کے مضامین کے مقابل بالکل برائے نام ہے یعنی ۲ر فی پرچہ یا عہ فی جلد کے حساب سے منیجر صاحب سے منگوالیں +

(۴) رسالہ کی مالی امداد فرمائیں۔

(۵) رسالہ ہذا میں اشتہارات فراہم فرما کر ارسال فرمائیں۔

اس کے علاوہ ناظرین کرام پر آئندہ کا پروگرام بھی واضح کر دینا ہمارا فرض ہے

ہمارا ارادہ ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ اس پر عامل ہونے کی ہمیں توفیق دے تو آیندہ سال رسالہ کی ترتیب میں کچھ ردوبدل کر دیا جائے۔ کچھ مضامین آنحضرت صلعم کی سیرت پر ہوں۔ کچھ احادیث نبویہ کا ترجمہ اور تفسیر قرآن ہوا کرے۔ کچھ مشاہیر و بہادران اسلام کے کارناموں سے اسکے صفحات مزین کئے جایا کریں۔ کچھ عربی زبان کی خوبیوں پر مضامین نکلیں +

امید ہے کہ ناظرین کرام سے جہانتک ممکن ہوگا اپنی استطاعت کے مطابق اسکی امداد فرماکر مشکور فرمائیں گے +

مترجم

عیسائیت ایک عالمگیر مذہب کی حیثیت میں

(ماڈرن چرچمین) جدید اراکین کلیسہ کی نویں کانفرنس منعقدہ اکسفورڈ میں مندرجہ بالا موضوع پر بحث ہوئی۔ ٹائمز کے مطابق پچھلے سال کیمبرج میں الوہیت مسیح کا جو مضمون انتخاب کیا گیا تھا اسکے مقابل یہ اسقدر خطرناک نہیں۔ گذشتہ سال کی کانفرنس نے حیرت انگیز فتوے صادر کیا۔ کہ حضرت مسیح حقیقت میں انسان تھے۔ اور انہوں نے صرف اخلاقی معنوں میں اپنے آپ کو خدا کا بیٹا کہا ہے۔ اخباروں میں اسمعاملہ پر طویل بحث ہوتی رہی۔ اور ریورنڈ میجر کو ان ملحدانہ خیالات سے باز آنے کیلئے بہت کچھ کہا سنا گیا۔ کفر کے فتووں کی پرواہ نہ کرتے ہوئے اس دفعہ پھر آپنے نہایت جرات سے اپنے خیالات کو ظاہر کیا ہے۔ زمانہ ماضی میں عیسائیت کی کامیابی پر بحث کرتے آپنے ایک حقیقت کا اظہار کیا ہے۔ جو کلیسا کی نظرین الحاد سے کم نہیں اپنے ذاتی تجربات کو بیان کرتے ہوئے کہا۔ کہ بعض لوگوں کو جبر یہ کلیسا میں داخل کیا گیا ہے۔ مثال کے طور پر چارلیمین نے اپنی مشنری جدوجہد میں

سیکینس کو بتیسمہ یا موت کا انتخاب پیش کیا ہیں عیسائیت کی کامیابی کو اسکی اخلاقی
اور روحانی فضیلت پر محمول کرتے ہوئے یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ تاریخ میں بعض
نازک موقعوں پر جبر سے کام لیا گیا ہے۔ پریزیڈنٹ نے اپنے افتتاحی
اڈریس میں سوال کیا۔ کہ عیسائیت سے کیا مراد ہے۔ اسکے صرف یہی معنی نہیں
کہ ہم استثنائے ربانی اور دیگر عقائد پر ایمان لے آئیں۔ بلکہ اہم بات تو
عیسائیت کی روح کا پیدا ہونا ہے۔ عیسائیت ہمیشہ زمانہ کی رفتار کے
مطابق تبدیل ہوتی رہی ہے۔ ریورنڈ سی۔ ڈبلیو۔ ایمیٹ نے کہا کہ ہم یقینی
طور پر نہیں کہ سکتے کہ گذشتہ زمانہ میں عیسائیت اپنی خوبیوں سے کامیاب
ہوئی یا ان پست امور کے سبب جو اس زمانہ کی ضروریات کے مطابق تھے
اگر ہم مان بھی لیں کہ یہ مذہب ایک زمانہ میں سب دیگر مذاہب کے مقابل اعلے
تھا تو اس سے ہرگز یہ نتیجہ نہیں نکلتا۔ کہ آج بھی یہ مذہب سب سے افضل
ہے۔ حاضرین میں سے ایک بزرگ شخص نے اس امر پر زور دیا۔ کہ اگر عیسائیت
کو ادراک اور جدید سائنٹفک دور کے مطابق نہ کیا گیا تو اسکی ناکامیابی
یقینی ہے۔ لوگ اب اسکے شاعرانہ فقرات کو قبول نہیں کرینگے۔ ہاں اس
سچائی میں تو کسی کو کلام نہیں۔ الوہیت مسیح کا باطل عقیدہ ایک دن ضرور غائب
ہونا تھا سو اسے دنیا نے محو کر دیا۔ کلیسیا کا مذہب جو قدیم بت پرستی کے زمانہ
کی یادگار ہے۔ وہ بھی زائل ہو چکا ہے۔ اب ہمیں عیسائیت کی روح کا راگ
سنایا جاتا ہے۔ لیکن کیا یہ ایک بے معنی شے نہیں۔ یہ بھی ایک شاعرانہ
تخیل ہے۔ جس میں آخری پناہ حاصل کی جاتی ہے۔ کیا اس سے یہی
حلیمی اور محبت مراد لی جاتی ہے۔ جس کا اظہار انکوزیشن صلیبی جنگوں
اور کشت وخون کے ذریعہ ہوتا رہا ہو۔ یہ ظاہرداری کی باتیں بھلا اس
سائنٹفک زمانے میں کب تک قائم رہ سکتی ہیں۔ شاید جدید ارکین
کلیسیا کی دوسری کانفرنس تک +

اسی جلسے میں ایک لیڈی صاحبہ نے اپنی رائے کا اظہار کیا کہ عیسائیت اپنے ہمعصر مذاہب کے مقابل اسلئے کامیاب ہوئی ہے۔ کہ اس نے عورتوں کو مردوں کے برابر رُوحانی مرتبہ عطا فرمایا ہے ہمارے لئے تو یہ ایک عجیب بات ہے۔ کیونکہ پولوس تو اس معاملہ میں کہتا ہے کہ :-

"عورت کے ذریعہ ہی گناہ شروع ہوا" +

عورت کے متعلق کلیسیا کے دیگر ارکین (سینٹ برنارڈ سینٹ انٹنی سینٹ جیروم اور سینٹ گریگوری) کی رائے بھی قابل غور ہے۔ شیطانی عضو۔ ایک بچھو جو نیش زنی کے لئے ہمیشہ تیار رہتا ہے۔ شیطان کا دروازہ اور فسق کی راہ۔ سانپ کا زہرہ اور اژدہے کا کینہ +

ہم اسی بات کے متمنی ہیں۔ کہ عیسائی عورتوں کو علم ہو کہ صرف محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ہی فرمایا ہے۔ کہ جنّت ماؤں کے قدموں تلے ہے۔ اور وہی شخص سب سے اچھا ہے۔ جو اپنی بیوی سے نیک سلوک کرتا ہے +

اسلام میں عورت کی حیثیت

اس مضمون پر بارہا روشنی ڈالی جا چکی ہے۔ اور اس امر کو ثابت کیا گیا ہے کہ اسلام میں جہانتک انسانی حقوق کا تعلق ہے۔ مرد عورت میں کسی تفریق کو روا نہیں رکھا گیا۔ اسلام کا یہ مسئلہ گو بہت ہی عام فہم ہے لیکن وقتاً فوقتاً یہ معرض بحث میں آجاتا ہے۔ جو اس امر کی کافی دلیل ہے۔ کہ اسلامی تعلیمات کے متعلق ابھی تک کسقدر غلط فہمی پھیلی ہوئی ہے۔ اسی مسئلہ کو صاف کرنے کی غرض سے ویکلی ٹیلیگراف کے اڈیٹر کو ذیل کا خط لکھا گیا +

مکرم بندہ! آپ کے اخبار میں ایک مضمون بعنوان ہندوستان میں عبرت انگیز نظارہ شائع ہوا جسمیں مسلمانوں کے عہد حکومت میں عورتوں کی حالت پر تبصرہ کیا گیا تھا۔ اس مضمون میں درج ہے۔ کہ تاج محل کو ایک مسلمان نے بنایا جس کا مذہب عورتوں کو غلام سے بڑھ کر وقعت نہیں دیتا کیا میں آپ کی توجہ اس امر کی طرف مبذول کرسکتا ہوں کہ آپ کا یہ فرمانا بالکل بےموقع اور نامناسب ہے۔ اس قسم کی بے بنیاد باتیں اسلام کی تعلیمات کے متعلق لوگوں میں غلط فہمی پھیلاتی ہیں۔ مجھے امید ہے کہ آپ ذیل کی چند سطور کو اپنے اخبار میں جگہ دینگے۔ جو اس غلط فہمی کو دور کرنے کی غرض سے لکھی جاتی ہیں +

تمام اسلامی تعلیمات کا منبع قرآن کریم ہے۔ جسے مسلمان خدا کا کلام مانتے ہیں۔ اس معاملہ کو اگر قرآن کریم کی روشنی میں دیکھا جائے تو آپ حیران ہونگے کہ اس کتاب نے عورتوں کے حقوق کو مردوں کے برابر ٹھیرایا ہے۔ اور کسی حالت میں مردوں کو عورتوں پر فوقیت نہیں دی۔ قرآن کریم ہبوط آدم کی تمام ذمہ واری

عورت پر ہی عاید نہیں کرتا۔ فازلھما الشیطن عنھا فاخرجھما مما کانا فیہ (سورۃ البقرۃ ع ۴) پس شیطان نے اُن کو وہاں سے اکھاڑ دیا۔ اور آخر اس آرام کی زندگی سے اُنہیں نکلوا چھوڑا۔ جنّت کی زندگی میں حضرت آدمؑ اور حوّا دونوں یکساں حصّہ دار ہیں۔ و قلنا یاآدم اسکن انت وزوجک الجنۃ۔ ہم نے کہا اے آدم تم اور تمہاری بی بی بہشت میں بسو۔ مرد اور عورت دونوں کے ایکدوسرے پر حقوق رکھ دیئے ہیں۔ ولھن مثل الذی علیھن بالمعروف (اور جیسے مردوں کا حق عورتوں پر ہے ویسے ہی دستور کے مطابق عورتوں کا حق مردوں پر ہے) جس طرح ایک خاوند اپنی بیوی کو طلاق دے سکتا ہے۔ اُسی طرح بیوی کو بھی حق حاصل ہے کہ وہ اپنے خاوند سے طلاق کا مطالبہ کرے۔ فان خفتم الا یقیما حدود اللہ فلا جناح علیھما فیما افتدت بہ (اگر تمہیں خوف ہو کہ میاں بی بی اللہ کی حدود پر قائم نہیں رہ سکیں گے۔ تو عورت اگر کچھ دے کر رہائی حاصل کرے تو اسمیں دونوں پر کچھ گناہ نہیں) اگر بعض وجوہات ایسی پیدا ہو جائیں کہ ایک عورت کیلئے اپنے خاوند کے ساتھ زندگی گزارنا دشوار ہو جائے تو وہ مہر سے دستبردار ہو کر طلاق حاصل کر سکتی ہے۔ اسلامی قانون کی رُو سے ایک عورت بیٹی ماں یا بیوی کی حیثیت میں جائداد کی وارث ہو سکتی ہے۔ للرجال نصیبٌ مما ترک الوالدان والاقربون وللنساء نصیب مما ترک الوالدان والاقربون (ماں باپ اور رشتہ داروں کے ترکے میں مردوں کا حصّہ ہے۔ اور ایسا ہی ماں باپ اور رشتہ داروں کے ترکے میں عورتوں کا بھی حصّہ ہے) قرآن کریم میں ماں اور باپ دونوں کی یکساں عزت کا حکم ہے۔ وقضی ربک الا تعبدوا الا ایاہ وبالوالدین احسانا۔ اما یبلغن عندک الکبر احدھما او کلٰھما فلا تقل لھما اف ولا تنھرھما وقل لھما قولا کریما (تمہارے پروردگار نے تحدید یہ ہے کہ اسکے سوا کسی کی عبادت نہ کرنا۔ اور والدین کے سا

حُسن سلوک سے پیش آنا اگر والدین میں کا ایک یا دونوں تیرے سامنے بڑھاپے کو پہنچیں تو ان کے آگے ہوں بھی نہ کرنا۔ اور نہ اُن کو جھڑکنا اور اُن سے کچھ کہنا سُننا ہو تو ادب کے ساتھ کہنا) نبی کریم صلعم نے فرمایا۔ کہ جنت ماؤں کے قدموں تلے ہے۔ اور تم سب میں سے وہ شخص بہتر ہے۔ جو اپنی بیوی سے نیک سلوک کرتا ہے +

اخبار کے ایک مضمون میں اتنی گنجائش نہیں کہ اس مضمون پر پُوری بحث کیجائے۔ قرآن کریم کے اور بہت سے حوالجات پیش کئے جاسکتے ہیں جن سے روشن ہوسکتا ہے۔ کہ عورتیں کس حد تک اسلام کے زیر احسان ہیں۔ اسلام سے پہلے عورتیں بہت ابتر حالت میں تھیں۔ تجارت کے مال کی طرح انکی خرید و فروخت ہوتی تھی۔ اور جائداد کی طرح وہ بھی ورثہ میں ملا کرتی تھیں۔ بیٹیوں کو زندہ دفن کردیا جاتا تھا۔ شہر سے باہر ایک گڑھا کھودا جاتا تھا اور باپ اپنے ہاتھ سے اپنی بیٹی کو اسمیں پھینک کر اُوپر...... مٹی ڈال دیتا تھا۔ جب نبی کریم صلعم کو ایکدفعہ ایسا واقعہ سنایا گیا تو آپ رو پڑے۔ قرآن کریم نے اس قبیح رسم کا بھی انسداد کیا۔ واذا الموءدة سئلت بای ذنب قتلت (اور جب وقت لڑکی سے جو زندہ درگور کردیگئی تھی پوچھا جائیگا کہ کس قصور کے بدلے میں ماری گئی) +

اِس مضمون سے قارئین پر روشن ہوگیا ہوگا۔ کہ اسلام نے عورت کو غلامی کی حالت سے نکالکر اسے مرد کے برابر رتبہ عطا کیا۔ اور مرد اور عورت کے حقوق میں کوئی تمیز نہیں رکھی۔ مجھے اُمید ہے کہ اس مضمون کے مطالعہ سے بہت سے لوگ اس باطل خیال کو تبدیل کرلیں گے۔ کہ اسلام عورت کو ایک غلام سے زیادہ وقعت نہیں دیتا +

مذہب اور سیاسیات

(از قلم محمد یعقوب خان صاحب بی۔ اے۔ بی ٹی)

ویسٹ منسٹر گزٹ ۱۸ جولائی کی اشاعت میں ہندوستانی مسلمانوں میں تحریک خلافت کا صحیح اندازہ لگانے کی کوشش کرتا ہے۔ اس اخبار کو شک ہے کہ ہندوستان کے مسلمان خلافت کیلئے جس جوش وخروش کا اظہار کرتے ہیں۔ وہ محض ظاہرداری ہے۔ اور دلی جذبات کا نتیجہ نہیں۔ وہ حیران ہوتا ہے کہ ایک معمولی سیاسی مسئلہ کو مذہبی رنگ میں کیوں پیش کیا جاتا ہے۔ جس اعتدال پسندی کا اظہار حضرت خواجہ کمال الدین صاحب نے انڈیا ان دی بیلنس میں کیا ہے اس پر بھی یہ اخبار معترض ہے۔ اعتراض کرتا ہے۔ کہ اس کتاب میں جان بوجھ کر خلافت کے مسئلہ میں مذہب اور سیاسیات کو باہم ملا دیا ہے۔ اسکے مطابق مذہب اور سیاسیات میں ہرگز کوئی تعلق نہیں ہوسکتا۔ عید الضحیٰ کے متعلق تحریر کرتے ہوئے بھی انہی خیالات کا اظہار کیا ہے۔ عید الضحےٰ کا خطبہ جو ایک مذہبی معاملہ ہے۔ اس میں مندرجہ ذیل امور کے ذکر سے نامہ نگار کو بہت حیرانی ہوئی۔ بادشاہوں کو رعایا کے ساتھ کیا سلوک کرنا چاہئے۔ امن کس طرح قائم ہوسکتا ہے۔ اور لوگوں کی خوشحالی کن طریق سے بڑھ سکتی ہے۔ خداوند تعالیٰ کی چار صفات میں ان امور کو شامل کرنا اسکے نزدیک خطبہ کو سیاسی رنگ دینا ہے جنیوا اور ہیگ کانفرنس کی مضحکہ انگیز کارروائیوں کی طرف اشارہ کرنے کو وہ ایک سیاسی چوٹ تصور کرتا ہے۔

مذہب اور سیاسیات کے باہمی تعلق پر ان خیالات سے ہمیں مطلق حیرانی نہیں ہوتی۔ جو لوگ بچپن سے ہی کلیسیا کے زیر اثر رہے ہیں انہیں واقعی مذہب اور سیاسیات میں کوئی تعلق نظر نہیں آتا۔ ان کا مذہب اتوار کے روز شروع ہوتا ہے اور اسی دن

ختم ہو جاتا ہے۔ اسلامی نکتہ نگاہ سے مذہب کا مقصد کچھ اور ہے۔ کسی خاص دن یا کسی عمارت کی چار دیواری تک ہی محدود نہیں۔ بلکہ مذہب تو انسان کی ذرہ ذرہ زندگی سے تعلق رکھتا ہے۔ دنیاوی کاروبار اور خانگی معاشرت میں دن اور رات غرضیکہ ہر وقت ایک مسلم کے لئے اس کا مذہب ہی مشعل راہ کا کام دیتا ہے۔ وہ کسی خاص دن کو خدا کا دن نہیں سمجھتا۔ اسکے لئے تو ہر ایک دن خداوند تعالےٰ کا دن ہے۔ جسمیں اسے نیکی کرنے کا موقعہ ملتا ہے۔ مذہب درحقیقت طریق معاشرت کا نام ہے۔ اور اس کا تعلق انسانی زندگی کے ہر شعبہ میں ہے کوئی فعل ایسا نہیں جو مذہب سے وابستہ نہ ہو۔ اسلئے ایک مسلم خطیب کو حق ہے کہ وہ سوشل اقتصادی اور سیاسی امور پر آزادی سے بحث کرے۔ مذہب ہماری زندگی سے جدا نہیں ہو سکتا۔ اس موضوع پر ہم ایک مشہور و معروف تھیوسوفسٹ مسز اینی بسنٹ کے خیالات پیش کئے بغیر نہیں رہ سکتے۔ فاضل مصنفہ نیو انڈیا مورخہ ۱۹ جولائی کی اشاعت میں یوں رقمطراز ہیں +

مذہب اور سیاسیات کو جدا رکھنے کا مطالبہ کہاں تک حقیقت پر مبنی ہے۔ کیا انہیں ایک دوسرے سے جدا کر دینا ممکن ہے۔ کیونکہ ایک مذہبی انسان کا کوئی فعل یا کوئی خیال ایسا نہیں جس کا تعلق مذہب سے نہ ہو۔ مذہب اسکے لئے فضا کی مانند ہے جسمیں وہ زندگی بسر کرتا ہے۔ وہ اسے صرف چند ایک اصولوں کا مجموعہ نہیں سمجھتا۔ بلکہ مذہب اسکے لئے زندگی میں ایک ہدایت کا کام دیتا ہے ایک ہندو اور بدھ مذہب کا پیرو ایک عیسائی اور ایک مسلمان اگر وہ حقیقی معنوں میں مذہبی انسان ہیں۔ تو ان سب کا طریق عمل یکساں ہو گا۔ یہ امر بھی قابل غور ہے۔ کہ مختلف مذاہب کے یوگی اور اہل معرفت اپنے حصول مقصد میں ایک ہی قسم کے تجربات کا مشاہدہ کرتے ہیں۔ تمام مذاہب کے بانی قومی خصوصیات کو مدنظر رکھ کر مختلف زبانوں میں حقیقی مذہب کو لوگوں پر ظاہر کرتے رہے + کیونکہ اس مذہب کا اظہار قومی تہذیب و تمدن کے مطابق ہوتا رہا۔ اسلئے آج مختلف مذاہب کے

پیرو بے سر پیکار نظر آتے ہیں" +

گو مذہب تمام انسانی مشاغل کو احاطہ کئے ہوئے ہے لیکن ایک مبلغ مذہب کے دائرہ عمل کی حدود قائم کرنا صرف اسلئے ضروری ہے کہ وہ انسان ہے اور ایک وقت میں اپنی توجہ ایک خاص کام کی طرف ہی لگا سکتا ہے۔ اگر وہ سب کاموں میں مشغول ہو جائے تو کسی کو سر انجام نہیں دے سکتا۔ مذہب میں بھی اور دنیاوی امور کی طرح تقسیم عمل کا اصول صحیح ثابت ہوتا ہے۔ ایک مذہبی پیشوا سوشل اقتصادی اور سیاسی امور پر اخلاقی نکتہ نگاہ سے تبصرہ کر سکتا ہے۔ اور انہیں سچائی کے اصولوں پر پرکھ کر اپنے نتائج سے لوگوں کو آگاہ کر سکتا ہے اسے ان حدود سے تجاوز نہیں کرنا چاہئے۔ کیونکہ اور لوگ اس سے بہتر ان مسائل کو حل کر سکتے ہیں۔ جہاں کہیں وہ برائی دیکھے اسکے خلاف آواز اٹھانا اس کا فرض ہے لیکن اس برائی کے علاج اور تدارک کی تجاویز کو اور لوگوں پر چھوڑ دینا چاہئے۔ جو ان خاص امور کے ماہر گنے جاتے ہیں۔ اسی طرح سوشل اور سیاسی معاملات کو ان کے ماہرین عمدہ طریق سے سلجھا سکتے ہیں۔ اگر ایک ہی انسان میں یہ تمام خوبیاں جمع ہو جائیں تو اس سے بڑھ کر اور کون ہو سکتا ہے۔ لیکن انسانی کمزوریوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے ہماری توجہ صرف تبلیغ مذہب کے ایک کام کیلئے بھی کافی نہیں۔ مختلف کاموں کو ادھورا چھوڑ دینے سے یہ بہتر ہے کہ ایک کام کو بخوبی انجام دیا جائے +

ان معنوں میں مذہب اور سیاسیات کے درمیان ہم ایک حد فاصل قائم کر سکتے ہیں لیکن اس سے ہرگز یہ مراد نہیں کہ ان دونوں کا آپس میں کوئی تعلق نہیں اسکے برعکس سیاسیات میں ہی مذہب کا دائرہ عمل بہت وسیع ہے۔

خطبۂ عید الضحیٰ

آج ہم حضرت ابراہیمؑ کی اس عظیم الشان قربانی کی یاد میں اکٹھے ہوئے ہیں۔ جسے آپ مکہ کے قریب منیٰ کے مقام پر ادا کرنے کیلئے تیار ہو گئے تھے جہاں تمام دنیا کے مسلمان آج حج کی غرض سے جمع ہیں +

یہ ایک ایسی عظیم الشان قربانی تھی جس سے ہر ایک مسلمان کے اندر ایسی روح پیدا ہو جانی چاہیئے۔ کہ وہ اپنے جان و مال اور محبوب ترین اشیاء کو خدا کیلئے قربان کرنے میں کوئی دریغ نہ کرے۔ اس خطبہ کیلئے جو آیات میں نے انتخاب کی ہیں وہ حضرت ابراہیم کے مذہب کو بیان کرتی ہیں۔ جس کی برکت سے آپ میں قربانی کی وہ روح پیدا ہو گئی۔ کہ آپ حضرت اسمٰعیلؑ کو رضائے الٰہی کی خاطر قربان کرنے کیلئے تیار ہو گئے۔ حضرت ابراہیمؑ کے مذہب کو بیان کرنے سے پیشتر میں اسلامی نکتۂ نگاہ سے مذہب کے مقصد کو آپ کے سامنے پیش کرتا ہوں۔ ہر ایک چیز اپنی حدود میں خداوند تعالیٰ نے مکمل پیدا کی ہے۔ اور اس میں بہت سی استعدادیں مخفی ہیں۔ جو بار آور ہونے کے لئے مناسب حالات کو چاہتی ہیں۔ اسی طرح انسان جو اشرف المخلوقات ہے قرآن کریم کے مطابق جب معرض وجود میں آتا ہے تو ہر قسم کی آلائشوں اور برائیوں سے پاک ہوتا ہے۔ اسکی تکمیل نہایت ہی اعلیٰ اجزا سے ہوتی ہے۔ اور خداوند تعالیٰ نے ایسے قوے اسمیں رکھے ہیں جن سے وہ لاانتہا ترقی کر سکتا ہے لیکن ساتھ ہی اسمیں پستی کی طرف رجوع کرنے کا میلان بھی موجود ہے۔ یہ حقیقت جسے پروفیسر میتھی رسٹنلزم کی بنیاد قرار دیتا ہے۔ پہلے قرآن کریم نے ذیل کے الفاظ میں ظاہر کردی +

لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم ثم رددنٰه اسفل سافلین

الا الذین اٰمنو و عملوا الصّٰلحٰت فلهم اجر غیر ممنون۔ ان آیات میں
ہماری فطرت کے خالق نے مذہب کے مقصد کو ظاہر کر دیا ہے۔ یہ آیات اسلئے
اُتریں تاکہ انسان اپنی استعدادوں اور کمزوریوں کا علم حاصل کرے اور سمجھ لے
کہ وہ کہاں تک ترقی حاصل کر سکتا ہے۔ اور اس کا نصب العین کیا ہونا چاہئے
خداوند تعالیٰ نے ان قوانین کو بھی ظاہر کر دیا ہے جن پر چلکر ہم اس مقصد کو حاصل
کر سکتے ہیں۔ کائنات کا ہر ایک ذرہ اپنی ترقی کیلئے اسی مذہب کی پیروی
کرتا ہے۔ انسان کا مذہب یہی ہے کہ وہ نہایت احسن طریق سے اپنی فطرت کے
اظہار میں لگجائے۔ اگر خداوند تعالےٰ رب العالمین ہے۔ اور وہ بغیر کسی
رو رعایت کے سب پر یکساں اپنے افضال کرتا ہے۔ تو کیا اس نے اپنے
مذہب کو صرف حضرت موسیٰ حضرت عیسیٰ اور نبی کریم صلعم تک ہی محدود رکھا
وہ لوگ جو ان انبیاء سے پہلے ہوگزرے ہیں۔ اور مختلف اقوام جو دنیا کے
اور حصوں میں آباد تھیں۔ کیا ان سب کو خداوند تعالیٰ نے اپنی رحمت سے محروم رکھا۔
کیا یہ امر اسکی ربوبیت عامہ کے منافی نہیں۔ رب العالمین جو سب انسانوں اور
مختلف اقوام کا پیدا کرنیوالا اور پرورش کرنیوالا ہے۔ ان میں کسی تفریق کو
روا نہیں سمجھتا۔ وہ ہر ایک ملک اور قوم کو بلا کسی تمیز کے الہام کی برکت سے
مُتمتع کرتا رہا ہے۔ نئے اور پرانے عہدنامے کی کوئی خصوصیت نہیں۔
خداوند تعالےٰ حضرت نوح سے نبی کریم صلعم تک اور حضرت موسیٰ عیسیٰ بُدھ
کرشن مہاراج اور تمام انبیاء کے ذریعہ ایک ہی مذہب کا اظہار کرتا رہا ہے
یہ مذہب ان قوانین الٰہیہ کا مجموعہ ہے۔ جن پر عمل پیرا ہو کر ایک انسان
اپنی قابلیتوں کو درجۂ کمال تک پہنچا سکتا ہے۔ صحیفۂ قدرت کی طرف غور کرو
اسکا ہر ایک ذرہ ترقی کی منزل پر جادہ پیمائی کرتا ہوا نظر آتا ہے۔ لیکن اسکی ترقی
مقررہ قوانین کی فرمانبرداری پر ہی منحصر ہے۔ خداوند تعالیٰ نے ہر ایک شے کی فطرت کے مطابق اسکے لئے ایک راہ
تجویز کر دی ہے۔ اس راہ پر چلنا اور قوانین کی فرمانبرداری کرنا ہی حضرت ابراہیم کا مذہب تھا۔

کہ قرآن کریم کی اس آیت سے ظاہر ہوتا ہے +

اذ قال له ربه اسلم قال اسلمت لرب العلمین +

کون ایسا شخص ہے جو اپنی استعدادوں کو بار آور کرنے میں اس راہ سے انحراف اختیار کریگا۔ اپنی فطرت کا مطالعہ کرو۔ خداوند تعالےٰ نے اس میں کس قدر مادی اخلاقی اور روحانی ترقی کرنے کی قابلیتیں رکھ دی ہیں۔ فطرت انسانی کے مختلف عنصر اور کئی ایک پہلو ہیں۔ جن سب کو درجۂ کمال پر پہنچانا ایک مسلم کے نکتۂ نگاہ سے مذہب کا مقصد ہے۔ ایک کتاب جو خداوند تعالیٰ کی طرف سے نازل ہونے کا دعوے کرتی ہے۔ ہمیں ہمارے لئے مکمل ہدایت ہونی چاہیئے۔ کیا تمام مذاہب نے مختلف زبانوں میں اس بات پر زور نہیں دیا کہ انسان خدا کے تصور پر ہی بنا ہے حضرت مسیح اور نبی کریم صلعم نے بھی تعلیم دی بلکہ آپ نے فرمایا کہ ہمیں خداوند تعالیٰ کی صفات کو اختیار کرنا چاہیئے۔ اگر تمام دنیا صرف اسی ایک بات کو اپنا مذہب سمجھ لے تو آئندہ بنی نوع انسان کی تمام تکالیف کا خاتمہ ہوجاتا ہے۔ جو آج انہیں در پیش ہیں۔ انسانی تعلقات کی حدود میں اگر انسان اپنے طرز عمل کو خداوند تعالیٰ کی صفات کے مطابق کرے یا بالفاظ دیگر خداوند تعالےٰ کے احکام کی مکمل فرمانبرداری کرنے لگے تو اس عالمگیر مذہب کا پیرو بن جائیگا۔ قرآن کریم کے آغاز میں ہی خداوند تعالیٰ کی چار صفات کا اظہار ہے۔ وہ رب العالمین سب کی پیدائش اور پرورش کرنیوالا ہے وہی سب کے لئے ترقی کے سامان مہیا کرکے درجۂ کمال تک پہنچا دیتا ہے۔ وہ مذاہب قومیت اور رنگ کی تفریقات سے بالاتر ہے۔ اور بنی نوع انسان کی یکساں ربوبیت کرتا ہے۔ وہی دنیا کا حاکم اور شہنشاہ ہے۔ اگر آج دنیا کے حکمران ان صفات الٰہیہ کی پیروی کرنے لگیں جن کا ذکر قرآن کریم نے کیا ہے تو وہ یقیناً جنیوا کانفرنس کی مضحکہ انگیز

کارروائیوں ہیگ کانفرنس کی ناکامیوں کے باوجود بھی دنیا میں امن قائم کرسکتے ہیں۔ احکام الٰہی کی فرمانبرداری اختیار کرتے ہوئے اگر وہ رنگ اور قوم کی تفریقات کو مٹا دیں تو محکوم اقوام نہ صرف مطیع ہو جائینگی۔ بلکہ ان کی پرستش کرنے لگینگی۔ آج تم ایک قوم کو لٹیرا اور بدمعاش قرار دیتے ہو۔ اور کل اپنے پولیٹیکل مقاصد کو حل کرنے اور ایکدوسری قوم کو برباد کرنے کی غرض سے انہیں کو شریف کہکر اپنا ہاتھ مصافحہ کیلئے پیش کرتے ہو۔ دنیا پر امن قائم کرنے کی ہرگز یہ راہیں نہیں۔ اس مسئلہ کو حل کرنے کیلئے میں تمہاری ہی کتاب کو لیتا ہوں۔ اگر تم عیسائی ہو تو صبح کی عبادت میں دوزانوں ہو کر یہ دعا کرتے ہو کہ اے خداوند جس طرح تیری رضا آسمان پر ہے اسیطرح زمین پر بھی ہو۔ لیکن کیا خداوند تعالیٰ کی مرضی زمین پر رائج ہو سکتی ہے۔ اگر انسان اس کے راستہ میں حائل ہو جائے۔ اگر تم خداوند تعالیٰ کو تمام دنیا کا حاکم مانتے ہو تو کیا اسکی رضا کو دریافت کرلینا کوئی دشوار امر ہے۔ تم بیشک کہے جاؤ کہ نا تجربہ کار ایشیا کی اقوام ادنےٰ درجے کی ہیں۔ لیکن اپنے دماغ اور ان اقوام کے دماغ کو خوردبین سے دیکھو اور اپنے اعضا اور بدن کی ساخت کا ان سے مقابلہ کرو پھر تم پر ظاہر ہو جائیگا کہ رب العالمین نے اپنی عنایات میں قومی تفریق کو راہ نہیں دی جن اقوام کو تم حقیر سمجھتے ہو خداوند تعالیٰ نے انہیں بھی وہی اعضاء اور جوارح عطا فرمائے ہیں ہمسایہ اقوام کے سیاسی اور اقتصادی دباؤ نے انہیں اس پستی کی حالت تک پہنچایا ہے۔

ایک مسلمان اسبات کو چنداں وقعت نہیں دیتا کہ کسی قوم پر زید حکمران ہے یا بکر اس کے نزدیک حکومت آفتاب کی مانند ہے۔ جس سے سب یکساں فیض حاصل کرتے ہیں۔ اگر ایک قوم دوسری قوم پر حکومت کرنا چاہتی ہے۔ اور اپنی سلطنت کے قیام کی خواہاں ہے تو اسے مندرجہ بالا صفت کو اپنے اندر ضرور پیدا کرنا چاہیئے۔ اس حالت میں قومی تفریق دور ہو جائیگی۔ اور ایک حاکم باوجود غیر قوم سے تعلق رکھنے کے رعایا کی ہمدردی حاصل کرلیگا۔ خداوند تعالیٰ کی دوسری صفت رحمٰن سے ظاہر ہوتی ہے جو اپنے رحم سے انسانی قابلیت کے بغیر انکی ضروریات کو پورا کرتا ہے

ایک دُنیاوی حکمران جو اس صفت کو حاصل کر لیتا ہے۔ اُسے چاہیئے کہ اپنی رعایا کی ضروریات کا ایسا خیال رکھے کہ وہ آسُودہ حالی سے بسر اوقات کر سکیں۔ قدرت کے ذرائع کی طرف غور کرو وہ کس قدر وسیع اور لامحدُود ہیں۔ حاکم وقت کو چاہیئے کہ وہ رعایا کی بہبودی کیلئے انہیں کام میں لائے۔ تم ہندوستان کی بیچینی سے پریشان ہو۔ اور تنگ آکر اسے نفرت کی نگاہ سے دیکھنے لگ گئے ہو۔ ہندوستان ایک ایسا مُلک ہے جہاں قدرت نے بڑی فیاضی کا اظہار کیا ہے لیکن یہی ایک ملک ہے جہاں کے اصلی باشندے فاقہ کشی کی حالت میں دن گزار رہے ہیں۔ سنہ ۱۹۱۸ء میں جب تمام دنیا انفلوائنزا کی تباہی کا منظر بن رہی تھی۔ اس وقت میں انگلستان میں تھا۔ یہ وبا یہاں بھی پھیل گئی۔ پبلک کی طرف سے گورنمنٹ کو نوٹس دیا گیا کہ وہ اسکے دفعیہ میں جدوجہد کرے۔ گو یہ ایک نرالا مطالبہ تھا۔ لیکن اس میں کامیابی ہوئی۔ ہر ایک سائنٹیفک طریق سے اس مرض کی بیخکنی کی گئی۔ اور یہی وجہ تھی کہ یہاں نقصان جان بہت کم ہوا لیکن کیا ہندوستان کی طرف بھی کسی نے توجہ کی جہاں تین ماہ میں تین لاکھ آدمی اس مرض کا شکار ہو گئے۔ خداوند تعالیٰ کی تیسری صفت رحیمیت ہے۔ جو انسان کے ایک فعل کا سو گنا اجر دیتی ہے۔ تم ایک بیج زمین میں ڈالتے ہو اور وہ تمہیں سو گنا ہو کر ملتا ہے۔ سرمایہ دار اور مزدور پیشہ جماعت کے تمام جھگڑے ختم ہو جاتے ہیں اگر اول الذکر خداوند تعالیٰ کی اس صفت کو حاصل کرنے میں کوشش کریں +

اختلاف رائے ایک رحمت ہے

جو لوگ فہم و ادراک سے کام لینے کے عادی ہو گئے ہیں۔ وہ مذہبی عقائد سے برگشتہ خاطر ہو جاتے ہیں۔ ادراک ایک خدائی عطیہ ہے اور اگر ایک مذہب اسکے تقاضوں کو پورا کرنے کی قابلیت نہیں رکھتا۔ تو لوگ اسے ہرگز قبول نہیں کرینگے۔ ایک دہریئے یا متشکک کو بحیثیت انسان پورا حق حاصل ہے کہ وہ ہر ایک چیز کو ماننے سے پہلے اسے ادراک کی کسوٹی پر پرکھ لے۔ دماغ کا کام سوچنا ہے۔ اور جو شخص ایک معاملہ پر غور و فکر کریگا۔ تو اس کا لازمی نتیجہ اختلاف رائے ہو گا۔ اختلاف رائے کی عزت کرنا ہمارے لئے ضروری ہے۔ کیونکہ اسی سے دنیا میں ہر قسم کی ترقی وابستہ ہے۔ مذہبی معاملات میں اس کا موجود ہونا تو بہت ہی اہمیت رکھتا ہے۔ جیسا کہ نبی کریم صلعم نے ارشاد فرمایا ہے

"اختلاف امتی رحمۃ"

قرآن کریم کے تمام احکام ادراک انسانی کے مطابق ہیں۔ اگر ایک دہریہ صرف ادراک کی سند کو ہی قبول کرتا ہے تو اس کا یہ مطالبہ اسلام اور قرآن کریم کے مطابق ہے۔

لا اکراہ فی الدین

کی تعلیم دیگر مذہبی معاملات میں انسان کے ضمیر کو کسقدر آزاد کر دیتا ہے۔ یہ کتاب انسان کو تمام گمراہی کے راستوں سے بچا کر صراط مستقیم پر چلاتی ہے۔ ایک شخص باوجود تمام کوششوں کے کسی خاص مسئلہ کو سمجھنے سے قاصر ہے۔ ہم یہی نتیجہ نکالینگے کہ اس کے فہم میں کچھ کمی ہے اور ہم ہرگز یہ کوشش نہیں کرینگے۔ کہ اس سے جبر یہ ایک بات منوالیں۔ جس مذہب کی تلقین مختلف منابر سے کیجاتی ہے بدقسمتی سے ایک دہریہ یا متشکک کی نظروں میں اسکی کچھ بھی وقعت نہیں لیکن اس معاملہ میں وہ ہرگز مورد الزام نہیں ٹھیرتا۔ نقص تو ان لوگوں میں ہے جو اپنے تئیں واعظ کہلاتے ہیں۔ ایک دہریہ جو اپنے فہم سے کام لیتا ہے اتنا تو ضرور جانتا ہے کہ ہر ایک شے اپنی نشوونما میں قوانین کی پابند ہے۔

۔ اور وہ خود بھی الٰہی قوانین کی فرمانبرداری کرتا ہے۔ وہ اس امر سے انکار نہیں کر سکتا کہ انسان میں بہت سی قابلیتیں موجود ہیں جن کے ذریعہ وہ لامحدود ترقی کر سکتا ہے۔ اور جو ترقی بنی نوع انسان نے کی ہے یا آئندہ کرینگے وہ ان قوانین کی پابندی اور فرمانبرداری سے ہی ہو گی۔ ان قوانین کا علم حاصل کرنا ہمارے لئے بہت ضروری ہے۔ اور یہ ہر ایک انسان کی دلچسپی کا موجب ہے۔ فرض کر لیجئے کہ مذہب کا حقیقی مقصد انسانی قابلیتوں کو ظاہر کرنا ہے۔ اور ہماری ہدایت کے لئے وہ راہیں بتاتی ہیں۔ جن پر گامزن ہو کر ہم اپنے قوے کی نشو و نما کر سکتے ہیں کیا ایک دہریہ اپنی فطرت کے خلاف مذہب کی اس ضرورت پر بھی اعتراض کریگا۔ ہماری تہذیب و تمدن فطرت انسانی کے تقاضوں پر ہی مبنی ہے ہماری تمام تکالیف اور مصائب کا باعث فطرت کے تقاضوں سے لاعلمی ہے۔ اور وہ مذموم طریق ہیں۔ جو ان کے پورا کرنے میں اختیار کئے جاتے ہیں یہ تھیوری کہ قدرت اپنے کاموں میں پابند قوانین نہیں باطل ثابت ہو چکی ہے علم حیات (بیالوجی) کے ماہرین اس رائے میں متفق ہیں کہ مادہ جس سے دنیا پیدا ہوئی قوانین کا پابند پایا گیا ہے۔ اسلئے ہماری تمام ترقی کا انحصار اپنی فطرت کو سمجھنے اور ان ذرائع کا علم حاصل کرنے پر ہے۔ جو اسکی نشو و نما میں ممد ہو سکتے ہیں۔ اسلامی نکتۂ نگاہ سے مذہب کی غرض اس علم کو پھیلانا ہے اسی موضوع پر قرآن کریم فرماتا ہے :-

فاقم وجھک للدین حنیفا۔ فطرت اللہ التی فطر الناس علیھا۔ لا تبدیل لخلق اللہ۔ ذالک الدین القیم ولکن اکثر الناس لا یعلمون (سورہ الروم رکوع ۴) ترجمہ۔ تم تو ایک خدا کے ہو کر اسکے دین کی طرف اپنا رخ کئے رہو۔ یہ خدا کی بنائی ہوئی سرشت ہے جس پر خدا نے لوگوں کو پیدا کیا ہے۔ خدا کی بناوٹ میں ردوبدل نہیں ہو سکتا یہی دین کا سیدھا راستہ ہے۔ مگر اکثر لوگ نہیں سمجھتے۔ قرآن کریم بار بار قوانین کی اہمیت کو

ظاہر کرتا ہے لیکن اس آیت میں فطرت انسانی کا ذکر کیا ہے۔ اور بتایا ہے کہ ہمیں قدرت کے اٹل قوانین کی فرمانبرداری کرنی چاہیئے۔ تاکہ ہماری فطرت لامحدود ترقی کر سکے۔ اگر مذہب کا یہ مقصد ہے تو کیا ایک دہریہ اس کی ضرورت سے انکار کر سکتا ہے +

حضرت مسیحؑ کی بشریّت

(از قلم خواجہ نذیر احمد صاحب)

قرآن کریم

واذ قال الله یعیسی ابن مریم ءانت قلت للناس اتخذونی وامی الٰهین من دون الله - قال سبحانك ما یکون لی ان اقول ما لیس لی بحق ۰ ان کنت قلته فقد علمته تعلم ما فی نفسی ولا اعلم ما فی نفسك انك انت علام الغیوب ٭ ما قلت لهم الا ما امرتنی به ان اعبدوا الله ربی وربكم وکنت علیهم شهیدا ما دمت فیهم فلما توفیتنی کنت انت الرقیب علیهم وانت علی کل شیء شهید - ان تعذبهم فانهم عبادك وان تغفر لهم فانك انت العزیز الحکیم +
(سورۃ المائدۃ رکوع ۱۵)

اناجیل

یسُوع نے اس سے کہا اے شیطان دُور ہو کیونکہ لکھا ہے کہ تُو خداوند اپنے خدا کو سجدہ کر۔ اور اسی کی عبادت کر (متی باب ۴ آیت ۱۰)
اُس۔ (یسوع) نے کہا۔ کہ تو مجھ سے نیکی کی بابت کیا پوچھتا ہے۔ نیک تو ایک ہی ہے (متی باب ۱۹ آیت ۱۷)
اور ہمیشہ کی زندگی یہ ہے کہ وہ تجھ خدائے واحد اور برحق کو اور یسوع مسیح کو جسے تو نے بھیجا ہے جانیں (یوحنّا باب ۱۷ آیت ۳)
یہ نہ سمجھو کہ میں توریت یا نبیوں کی کتابوں کو منسوخ کرنے آیا ہوں منسوخ کرنے نہیں بلکہ پُورا کرنے آیا ہوں۔ کیونکہ میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ جبتک آسمان اور زمین ٹل نہ جائیں ایک نقطہ یا ایک شوشہ توریت سے ہرگز نہ ٹلیگا جب تک سب کچھ پُورا نہ ہو جائے۔ پس جو کوئی

ترجمہ۔ اُس دن اللہ عیسیٰ سے پوچھیگا کہ اے مریم کے بیٹے عیسےٰ کیا تُو نے لوگوں سے یہ بات کہی تھی کہ خدا کے علاوہ مجھ کو اور میری والدہ کو بھی دو خدا مانو۔ عیسےٰ عرض کرینگے کہ اے پروردگار تیری ذات پاک ہے۔ مجھ سے یہ کیونکر ہوسکتا ہے۔ کہ میں تیری شان میں ایسی بات کہوں جس کے کہنے کا مجھ کو کوئی حق نہیں۔ اگر میں نے ایسا کہا ہوگا تو میرا کہنا تجھ کو ضرور ہی معلوم ہوگا کیونکہ تو میرے دل کی بات جانتا ہے اور میں تیرے دل کی بات نہیں جانتا غیب کی باتیں تو تو ہی خوب جانتا ہے تُو نے جو مجھ کو حکم دیا بس وہی میں نے ان لوگوں کو کہہ سنایا تھا۔ کہ اللہ جو میرا اور تمہارا پروردگار ہے اسکی عبادت کرو اور جب تک میں ان لوگوں میں موجود رہا میں ان کا نگران حال رہا پھر جب تو نے مجھ کو دنیا سے اُٹھالیا تو تو ہی ان کا نگہبان تھا اور تو تمام چیزوں کی خبر رکھتا ہے اگر تو ان کو عذاب دے تو تجھ کو اختیار ہے یہ تیرے بندے ہیں۔ اور اگر تو ان کو معاف کر دے تو بیشک تو ہی اسب بڑا زبردست اور حکمت والا ہے +

ان چھوٹے سے چھوٹے حکموں میں بھی کسی کو توڑیگا۔ اور یہی آدمیوں کو سکھائیگا وہ آسمان کی بادشاہت میں سب سے چھوٹا کہلائیگا۔ لیکن جو ان پر عمل کریگا اور انکی تعلیم دیگا وہ آسمان کی بادشاہت میں بڑا کہلائیگا۔

(متی باب ۵ آیت ۱۷-۱۹) +

پھر یسوع نے آنکھیں اُٹھا کر کہا۔ اے باپ میں تیرا شکر کرتا ہوں۔ کہ تُو نے میری سُن لی اور مجھے تو معلوم تھا کہ تو ہمیشہ میری سُنتا ہے مگر ان لوگوں کے باعث جو آس پاس کھڑے ہیں میں نے یہ کہا تا کہ وہ ایمان لائیں کہ تُو نے ہی مجھے بھیجا ہے۔

(یوحنا باب ۱۱ آیت ۴۱-۴۲)

لیکن میرے پاس جو گواہی ہے وہ یوحنا کی گواہی سے بڑی ہے۔ کیونکہ جو کام باپ نے مجھے پورے کرنے کو دیئے یعنی یہ کام جو میں کرتا ہوں وہ میرے گواہ ہیں کہ باپ نے مجھے بھیجا ہے (یوحنا باب ۵ آیت ۳۶) +

پس یسوع نے کہا کہ جب تم ابن آدم کو اونچے پر چڑھاؤ گے تو جانوگے کہ میں وہی ہوں اور اپنی طرف سے کچھ نہیں کرتا بلکہ جس طرح باپ نے مجھے سکھایا اسی طرح یہ باتیں کہتا ہوں (یوحنا باب ۸ آیت ۲۸)

محققین کی رائے

حضرت مسیح نے ہرگز اُلوہیت کا دعوے نہیں کیا۔ اور آپ حقیقی معنوں میں انسان تھے۔ نہ صرف آپ کا جسم ہی انسانوں کا تھا۔ بلکہ آپ کی روح اور دیگر قویٰ بھی انسانوں کی طرح ہی تھے۔ (ڈاکٹر ریشڈل۔ ڈین آف کارلزلی)

اناجیل میں کہیں حضرت مسیح نے جسمانی رنگ میں ابن اللہ ہونے کا دعوےٰ نہیں کیا۔ ہاں اخلاقی معنوں میں اپنی ذات کے متعلق خدا کا بیٹا کہا ہے جسطرح تمام بنی نوع انسان اخلاقی معنوں میں خدا کے بیٹے ہیں (پرنسپل میجر آف آکسفورڈ)

قرآن کریم اور اناجیل کی مندرجہ بالا آیات اور آراء کین کلیسیاء کی آرائے الوہیت مسیح کے مسئلہ کو جس پر ایک مدت سے بحث ہوتی رہی ہے ہمیشہ کیلئے فیصلہ کردیتی ہیں۔ ان آیات اور محققین کی رائے نے قطعی طور پر فیصلہ کردیا ہے۔ کہ حضرت مسیح انسانیت کے رُتبہ سے ذرا بھی بلند نہ تھے۔ تمام انسانوں کی طرح آپ کا جسم بھی گوشت اور خون سے ہی بنا ہؤا تھا۔ اور آپ نے دیگر ابنائے جنس کی طرح اپنی زندگی میں انسانی کمزوریوں کا اظہار کیا۔ اور انہی کی طرح دنیاوی رنج و راحت سے متاثر ہوتے رہے۔ حضرت مسیح صرف ایک انسان کی حیثیت میں ہی بلند رُتبہ رکھتے ہیں۔ لوگ تخت الوہیت پر بٹھا کر آپ کی توقیر کو کم کرتے ہیں۔ ایک شخص جسمیں بہت سی انسانی کمزوریاں پائی جاتی ہیں۔ اسے خدا بنا دینا در اصل اسے نہایت ہی بھونڈی شکل میں پیش کرنا ہے۔ جو امور ایک انسان کی زینت ہیں۔ وہی اس کی کمزوریاں ہو جاتی ہیں۔ جب اسے الوہیت کا رُتبہ دیا جائے صلیب پر حضرت مسیح کا خداوند تعالےٰ کی امداد طلب کرنا اگر انسانی نکتۂ نگاہ سے دیکھا جائے تو آپکے استقلال کو ظاہر کرتا ہے۔ کہ اس ابتلا میں بھی آپ خدا پر پورا بھروسہ رکھتے ہیں لیکن اگر اسی واقعہ کو الوہیت کی روشنی میں دیکھا جائے۔ تو اس مصیبت کے وقت آپ کا بچوں کی طرح چلاتا بہت ہی مضحکہ انگیز معلوم ہوتا ہے۔ آپ صرف انسان رہکر ہی

لوگوں کیلئے کوئی قابل تقلید نمونہ قائم کرکے ان کی ہدایت کا موجب بن سکتے ہیں۔ اس زندگی میں قدم قدم پر انسان کو نیکی اور بدی میں تمیز کرنے کی ضرورت پڑتی ہے لیکن خدا ان امور سے بالاتر ہے۔ اور یہی وجہ ہے وہ ہمارے لئے قابل تقلید نمونہ قائم نہیں کر سکتا۔ جس طرح ایک شیر کی مثال ہمیں ویسا ہی خونخوار بننے کی ترغیب نہیں دیتی۔ فطرت اور نوعیت کی مماثلت بہت اہمیت رکھتی ہے جس طرح ہمیں شیر بننے کی خواہش پیدا نہیں ہوتی۔ اسی طرح خدا بننے کی آرزو بھی نہیں ہوتی۔ ہاں ہر ایک کو انسان بننے کی خواہش ہے۔ اسلئے ہماری تقلید کیلئے ایک انسان کا نمونہ ہونا چاہیئے۔ بلا شبہ حضرت مسیح خدا کے بیٹے تھے لیکن اخلاقی معنوں میں جس طرح بنی نوع انسان میں سے ہر ایک اس رتبہ کو حاصل کر سکتا ہے۔ بعثت انبیا کا مقصد بھی یہی ہوتا ہے۔ وہ انسان کو روحانی زندگی کی طرف رفعت دیتے ہیں۔ اس دنیا میں روحانیت کے ذریعہ خداوند تعالیٰ کا بیٹا بن جانا انسانی معراج ہے۔ اسطرح حضرت مسیح کو بھی روحانی رنگ میں ابن اللہ مان لینا بیجا نہ ہوگا۔ حضرت مسیح کی پرستش کو ترک کر دینا تو چنداں مفید نہیں اگر اس کے ساتھ ساتھ آپ کی ہمسری میں سعی نہ کیجائے۔ ہمیں حضرت مسیح کی مانند بننے کیلئے آپ کے نقش قدم پر چلنے کی ضرورت ہے لیکن آپکے نقش قدم ہمیں کہاں نظر آتے ہیں۔ اناجیل میں تو ان کا نشان نہیں ملتا۔ بیس صدیوں سے عیسائی دنیا حضرت مسیح کو خدا بنانے کی حماقت میں مبتلا رہی ہے۔ اور اسی عقیدے کی بنا پر اس نے اناجیل میں الحاق کرکے حضرت مسیح کی شخصیت کو ہی محو کر دیا ہے لیکن حال میں سائنٹیفک ترقی اور ریشنلزم کی روشنی میں جس حقیقت کا انکشاف ہوا ہے جسے قرآن کریم نے تیرہ سو برس پہلے ظاہر کر دیا۔ قرآن کریم میں جا بجا ایسی آیات موجود ہیں جو حضرت مسیح کو ایک انسان قرار دیتی ہیں۔

مندرجہ بالا آیات میں حضرت مسیح اپنی زبان سے دعوئے الوہیت کا انکار کرتے ہیں۔ صرف یہی ایک کتاب ہے جس میں حضرت مسیح کی تعلیم جو یکساں تمام انبیاء کی تعلیم ہے محفوظ کی گئی ہے۔ اگر مغربی دنیا اپنے دماغ کو ان خیالات سے جو صدیوں کی مخاصمت

اور تعصب نے پیدا کر دیئے ہیں پاک کر کے اسلام کے عقائد کو تنقیدی نظر سے دیکھے تو ہم نہایت وثوق سے کہہ سکتے ہیں کہ اسلام کا بے بہا روحانی خزانہ انہیں جلد اپنا گرویدہ بنالیگا۔ یورپ کا پرٹسٹنٹ طبقہ اسلام کی نصف منزل طے کر چکا ہے اسکے اصول اسلام کے عین مطابق ہیں صرف اسلام کا منور چہرہ اسے دکھانا ہے جسے وہ قبول کرلیگا۔ وہ اسلام کے دروازے پر کھڑا ہے۔ اس پر دروازہ کھولکر اسے اندر داخل کرلو۔ اگر مسلمان اس فرض کو ادا کر دیں تو وہ مسرت افزا دن دور نہیں جبکہ مسلم اور عیسائی اخوت اسلامی میں ایک ہو جائیں گے +

پاک روایات

عید کا دن ہے۔ مدینہ میں غیر معمولی چہل پہل نظر آتی ہے۔ شہر میں ہر ایک گھر خوشی سے پھولا نہیں سماتا۔ مرد عورت بچے اور بوڑھے سب نے عمدہ لباس پہنا ہوا ہے، بچے تو خاص طور پر نئے لباس میں بہت ہی خوبصورت معلوم ہوتے ہیں۔ سب طرف خوشی اور مسرت کے سامان ہیں۔ چاشت کے کچھ دیر بعد لوگ بازاروں میں نکلے ہیں اور سب خوشی خوشی شہر کے باہر عیدگاہ کی طرف جا رہے ہیں۔ سڑک کے کنارے ایک بچہ نہایت غمگین صورت بنا کر کھڑا ہے۔ اور آج جبکہ ہر طرف لوگ خوش و خرم ہیں وہ بچہ رنج و غم کا مجسمہ نظر آتا ہے۔ وہ یتیم ہے۔ اسلئے آج اسکے دل پر ایک خاص افسردگی طاری ہے۔ اس کے ہمعمر تمام بچے اپنے والدین کے ہمراہ عیدگاہ کیطرف جا رہے ہیں۔ وہ پُر ملال نگاہوں سے انہیں گزرتا ہوا دیکھتا ہے۔ اور دل میں افسوس کرتا ہے کہ اسے کوئی لیجانیوالا نہیں۔ کاش کہ آج میرا باپ زندہ ہوتا تو مجھے بھی اور بچوں کے ساتھ کھیلنے اور خوشی کرنے کا موقعہ ملتا۔ اس خیال سے اس کے ننھے دل پر ایک چوٹ لگتی ہے۔ لوگوں کے انبوہ میں صرف ایک شخص ہے جسے قدرت نے نہایت ہی نرم اور رحم دل بنایا ہے۔ اسکی نظر اس بچے پر پڑتی ہے جو ایک طرف تنہا کھڑا ہے۔ وہ اسکی دلجوئی کیلئے

آگے بڑھ کر پوچھتا ہے میرے پیارے بچے تم یہاں کیوں کھڑے ہو۔ ان الفاظ کے سنتے ہی اس بچے کے آنسو نکل پڑتے ہیں۔ اور وہ کہتا ہے کہ میرا باپ نہیں جو مجھے اٹھا کر لیجائے اس شخص نے کہا میں تمہارا باپ بنتا ہوں۔ اور وہ شخص اس یتیم بچے کو کندھے پر اٹھا کر لیجاتا ہے۔ یہ شخص سوائے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے اور کوئی نہیں جو یتیموں کا باپ ضعیفوں کا محافظ اور تکالیف میں لوگوں کی تسلی کرنے والا ہے۔ محمدؐ جو تمام انبیا کا سردار ہے۔ اور سب انسانوں میں بزرگ انسان ہے +

جنگ بدر کی شکست کے بعد قریش شرمندگی سے پیچ و تاب کھا رہے ہیں مسلمانوں کی مٹھی بھر جماعت نے انہیں نیچا دکھایا ہے۔ اس ہتک عزتی کا بدلہ لینے کیلئے وہ پھر جنگ کی تیاریوں میں مشغول ہیں۔ ستر آدمی جوان کے بڑے سردار و تمیں شمار ہوتے تھے اس جنگ میں کام آئے۔ رسوم عرب کے مطابق ان کا بدلہ لینا ضروری تھا۔ مدینہ پر حملہ کرنے کی تیاریاں بڑے جوش و خروش سے جاری ہیں عرب کے مشہور شعرا اپنی فصاحت و بلاغت سے عوام کو مشتعل کرنے میں کوشاں ہیں اور ہر جانب سے انتقام کی آواز بلند ہو رہی ہے۔ ملک کے ہر گوشہ سے لوگ جنگ کیلئے لئے اپنی خدمات پیش کر رہے ہیں ایک عظیم الشان لشکر جو ہر طرح سے آراستہ ہے حملہ کیلئے تیار ہے۔ یہ خبر مدینہ میں بھی پہنچی۔ دشمن کی حالت کا اندازہ کرنے کیلئے نبی کریم صلعم نے پہلے چند ایک آدمی روانہ کئے جنہوں نے واپس آکر نہایت پریشان کرنیوالی خبر دی کہ غنیم مدینہ کے گرد و نواح میں پہنچ چکا ہے۔ اس اطلاع کے ملتے ہی مسجد نبوی میں جنگ سے پہلے ایک مجلس منعقد کی جاتی ہے۔ تاکہ مدینہ کی حفاظت کیلئے کوئی بہتر طریق اختیار کیا جائے۔ تعداد میں دشمن کا لشکر بہت زیادہ ہے۔ اسلحہ اور سامان جنگ میں بھی ہر طرح فوقیت رکھتا ہے۔ مسلمانوں میں سے عمر رسیدہ لوگ اس نتیجہ پر پہنچے کہ فصیل کے اندر رہ کر حملہ کی مدافعت کرنی چاہئے۔ باقی جوان آدمیوں نے جن کی کثرت تھی اس رائے کو قبول نہ کیا۔ وہ فصیل کے اندر رہ کر لڑنے کو بزدلی سمجھتے تھے۔ آخر یہی فیصلہ ہوا کہ فصیل سے باہر نکلکر جنگ کی جائے۔

گو نبی کریم صلعم اس کے مخالف تھے۔ آپ گھر میں گئے اور مسلح ہو کر باہر آ گئے
اسی اثناء میں لوگوں کو خیال آیا کہ انہیں نبی کریم صلعم کے خلاف مرضی کوئی فعل
نہیں کرنا چاہیئے۔ وہ چاہتے تھے کہ اپنے ارادے کو تبدیل کرکے نبی کریم صلعم
کی رائے کے مطابق اندر رہ کر جنگ کریں۔ لیکن اب نبی کریم صلعم جنگ کیلئے تیار
ہو کر تشریف لے آئے۔ آپ نے فرمایا کہ زرہ بکتر پہن کر اتار دینا ایک نبی کی
شان نہیں۔ یہ دلیرانہ جواب ظاہر کرتا ہے۔ کہ آپ نہ صرف تمام انسانوں میں افضل تھے
بلکہ شاہانہ جرأت میں آپ کا کوئی ہمسر نہ تھا +

نبی کریم صلعم کا اُسوۂ حسنہ

(انکساری)

نبی کریم صلعم صحابہؓ کے تمام کاموں میں بڑے شوق سے حصہ لیتے تھے اور آپ نے
کبھی اپنی ذات کو دوسروں پر فوقیت نہیں دی۔ آپ کی طبیعت میں صد درجہ کی
انکساری تھی۔ آپ یہ ہرگز گوارا نہیں کر سکتے تھے کہ لوگ آپ کو دوسرے انبیاء
پر ترجیح دیں۔ اسلئے آپ نے فرمایا کہ کوئی شخص یہ بھی نہ کہے کہ میں یونسؑ نبی
سے بہتر ہوں۔ ابوسعید الخادوی سے روایت ہے کہ ایکدن نبی کریم صلعم کے
پاس ایک یہودی آیا۔ اور شکایت کرنے لگا۔ کہ آپ کے ایک صحابی نے میری
گال پر طمانچہ مارا ہے۔ آپ نے پوچھا وہ کون شخص ہے یہودی نے جوابدیا
وہ انصار میں سے ایک شخص ہے اور شناخت کیلئے اس کا حلیہ بھی بیان کر دیا۔
نبی کریم صلعم نے اس شخص کو بلوا کر پوچھا۔ کیا تم نے اس یہودی کو مارا ہے اسنے
اعتراف کیا۔ اور کہا کہ یہ یہودی بازار میں کھڑا ہو کر یوں حلف اٹھا رہا تھا
کہ مجھے اسی خدا کی قسم ہے جس نے حضرت موسیٰ کو تمام بنی نوع انسان پر فضیلت
بخشی۔ اس کلمہ سے مجھے طیش آ گیا۔ اور میں نے طمانچہ مارا اور اس پلید آدمی سے

پوچھا کیا حضرت موسیٰ محمد صلے اللہ علیہ وسلم سے بھی افضل ہیں۔ اس پر نبی کریم صلعم نے حکم دیا کہ ہرگز مجھے انبیاء پر فضیلت مت دو۔ ایکدفعہ نبی کریم صلعم نے فرمایا کہ میری حد سے زیادہ تعریف مت کرو۔ جیسے عیسائیوں نے حضرت مسیح کی تعریف میں غلو سے کام لیا۔ میں خدا کا ایک بندہ ہوں۔ اسلئے تم مجھے صرف اسکے رسول اور بندے کا خطاب دیا کرو۔ ایکدفعہ کسی نے آپ کو یوں خطاب کیا۔ اے تمام بنی نوع انسان سے افضل شخص آپ نے فرمایا صرف حضرت ابراہیم ہی اس لقب کے مستحق ہیں۔ اسی امر کو روز دینے کیلئے قرآن کریم مختلف مقامات پر فرماتا ہے

قل انما انا بشر مثلکم یوحی الیّ

(اے پیغمبر ان لوگوں سے کہو کہ میں بھی تم ہی جیسا ایک بشر ہوں میرے پاس خدا کی طرف سے وحی آتی ہے)

نہ صرف اسی ایک امر پر آپ نے انکساری کا اظہار کیا۔ بلکہ آپکے ہر ایک فعل میں یہ صفت پائی جاتی تھی۔ آپ کو ہرگز یہ پسند نہ تھا کہ آپ کی موجودگی میں صحابہؓ محض تکریم کے لئے کھڑے رہیں۔ ایک روایت ہے۔ کہ نبی کریم صلعم باہر آکر اپنے عصا کی ٹیک لگا کر کھڑے ہو گئے۔ تمام صحابہؓ عزت کیلئے کھڑے ہو گئے۔ آپ نے فرمایا۔ ایکدوسرے کی عزت کے لئے اہل فارس کی طرح مت کھڑے ہوا کرو۔ ایک موقعہ پر آپ نے فرمایا۔ میں بھی خدا کا ایک بندہ ہوں اور لوگوں کی طرح کھاتا ہوں۔ اور انہیں کی طرح بیٹھتا ہوں۔ جب نبی کریم صلعم مکہ سے مدینہ میں ہجرت کرکے تشریف لے آئے۔ تو آپ ابوایوب انصاری کے مکان پر ٹھیرے۔ ابوایوب روایت کرتے ہیں۔ کہ میں اس خیال سے بہت رنجیدہ تھا۔ کہ نبی کریم صلعم تو نچلی منزل میں مقیم ہیں۔ اور میں بالائی چھت پر ہوں۔ اسلئے اس نے آپ سے درخواست کی کہ حضور اگر اوپر کی منزل میں تشریف لے چلیں تو بہتر ہوگا۔ کیونکہ میرا وہاں ٹھیرنا بہت معیوب معلوم ہوتا ہے۔ نبی کریم اس پر رضامند نہ ہوئے۔ اور فرمانے لگے۔ کہ جو لوگ مجھ سے ملنے آتے ہیں۔ اور میرے لئے بھی نیچے رہنا زیادہ آرام دہ ہے۔ نبی کریم صلعم گدھے پر بھی

اور اُونٹ پر اپنے پیچھے دوسروں کو بٹھا لیتے تھے غربا میں سوار ہو جایا کرتے تھے۔ آپ فقیروں سے جب کوئی بیمار ہو جاتا تو آپ اس کی عیادت کیلئے تشریف لاتے۔ آپ فقیروں اور مسکینوں کے ساتھ بیٹھ جایا کرتے تھے۔ مجمع میں جہاں کہیں آپ کو جگہ ملتی آپ بیٹھ جاتے۔ اپنے نوکروں کے کام میں آپ انہیں امداد دیتے تھے اور انہیں اپنے ساتھ بٹھا لیا کرتے تھے +

عمرو بن سعیب سے روایت ہے۔ کہ ایکدن نبی کریم صلعم بیٹھے ہوئے تھے آپ کی دایہ حلیمہ کا خاوند آیا۔ آپ نے چادر کا ایک پلہ اسکے لئے بچھا دیا۔ کچھ دیر کے بعد آپ کی دایہ آ گئیں۔ آپ نے ان کے بیٹھنے کیلئے چادر کا دوسرا پلہ بچھا دیا۔ اسی اثنا میں آپ کے دُودھ بھائی عبداللہ بن حارث بھی آ گئے۔ نبی کریم صلعم کھڑے ہو گئے۔ اور انہیں اپنے سامنے بٹھا لیا۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں۔ کہ ایکدفعہ نبی کریم صلعم کے پاس ایک عورت آئی جو بظاہر پاگل معلوم ہوتی تھی۔ اور کہنے لگی مجھے آپ سے کچھ کام ہے۔ آپ نے فرمایا۔ اے فلاں شخص کی ماں مدینہ کے ایک بازار میں جہاں چاہیے بیٹھ جائیں بھی تیرے ساتھ وہیں بیٹھ جاؤنگا۔ آپ اس عورت کے ہمراہ بیٹھے رہے۔ یہانتک کہ اس کا مقصد پُورا ہو گیا۔ نبی کریم صلعم حاجتمندوں کیخاطر کفار اور اپنے دشمنوں کے ہاں جانے میں بھی اپنی کسرِ شان نہ سمجھتے تھے بار ہا ایسا اتفاق ہوتا تھا کہ قرضخواہ جب قرضداروں کو بہت تنگ کرتے تھے تو وہ امداد کیلئے . . . . . . آپ کے پاس آجاتے اگر کچھ ہوتا تو انہیں دے دیتے وگرنہ اس شخص کے ہمراہ قرضخواہ کے پاس تشریف لے جاتے اور اس سے مُہلت طلب کرتے۔ ایسے موقعوں پر آپ روپیہ ادا کرنے اور قرضدار کو سُود کی مصیبت سے رہائی دلانے میں ہرممکن کوشش کرتے۔ نبی کریم صلعم نے فرمایا جو شخص غربا اور بھوکوں کی امداد میں کوشش کرتا ہے۔ اُس کا وہی رُتبہ ہے جو خدا کے راستہ پر چلنے والوں اور راتوں کو عبادت کرنے والوں اور روزہ رکھنے والوں کا ہوتا ہے

حضرت علیؓ سے روایت ہے۔ کہ کسی یہودی نے نبی کریم صلعم کو کچھ روپیہ بطور قرض دیا تھا وہ

آیا۔ اور روپے کا مطالبہ کیا۔ آپ نے فرمایا۔ اس وقت میرے پاس روپیہ نہیں جو میں ادا کردوں یہودی نے کہا۔ اے محمدؐ جب تک تو روپیہ ادا نہ کریگا میں تجھے ہرگز نہیں چھوڑونگا۔ نبی کریم صلعم فرمانے لگے اچھا میں تیرے ساتھ بیٹھا رہونگا اور آپ یہودی کے ہمراہ بیٹھ گئے۔ آپ نے وہیں ظہر عصر مغرب اور عشا کی نمازیں ادا کیں۔ وقت بہت گزر گیا اور صبح ہوگئی صحابہؓ نے اس یہودی کو ہر چند سمجھایا وعدے کیئے۔ ڈرایا دھمکایا۔ اور نبی کریم صلعم سے شکایت بھی کی۔ کہ اے رسول اللہ ایک یہودی نے آپ کو قید کرلیا ہے لیکن آپ نے فرمایا۔ خداوند تعالےٰ نے مجھے سختی سے روکا ہے۔ جب وہ دن بھی ختم ہونے لگا تو اس یہودی نے اسلام قبول کرلیا۔ اور کہا میں تو صرف آپ کی عاجزی انکساری عدل مہماں نوازی اور دیگر اخلاق فاضلہ کا امتحان کرنے آیا تھا۔ مکہ میں آپ مدتوں تک جانکاہ مصائب اور سخت تکالیف برداشت کرتے رہے لیکن اس شہر میں جب فاتح بن کر داخل ہوتے ہیں تو عدیم المثل عاجزی اور انکساری کا اظہار کرتے ہیں۔ آپ شہر میں سی عسامہ کے ہمراہ ایک ہی اونٹ پر سوار ہو کر گزرے۔ اور اسمو قع پر جس کی یادگار ہمیشہ تازہ رہیگی۔ آپ سر مبارک کو اس قدر نیچا کیئے ہوئے تھے کہ وہ اونٹ کے کجاوہ تک پہنچ گیا تھا +

لمعات انوار محمدیہ

بیشک مسلمان اور یہودی اور عیسائی اور صابی ان میں سے جو لوگ اللہ پر اور روز آخرت پر ایمان لائے۔ اور اچھے کام کرتے رہے تو انہیں ان کا اجر ان کے پروردگار کے ہاں ملیگا۔ اور ان پر نہ خوف طاری ہو گا۔ اور نہ وہ آزردہ خاطر ہونگے +

یہ آیات درحقیقت ایکدوسرے کے مفہوم کو مکمل کرتی ہیں۔ دوسری آیت کا مفہوم ہم یوں بیان کرینگے۔ جو شخص اللہ اور روز آخرت پر ایمان لاتا ہے۔ اور نیک اعمال کرتا ہے۔ وہ بغیر مذہب اور قوم وملت کی تفریق کے نجات پائے گا۔ پہلی آیت میں اس امر کی نفی پر زور دے کر اسی حقیقت کو بیان کیا ہے۔ کہ جو شخص نیک اعمال نہیں کرے گا وہ خاسرین میں سے ہو گا۔ اس آیت میں اسلام اپنے لفظی معنوں میں استعمال ہوا ہے جس سے رضائے الٰہی کی فرمانبرداری مراد لیجاتی ہے غلط فہمی جب پیدا ہوتی ہے کہ یہاں اسلام کو ایک خاص مذہب سے تعبیر کیا جائے۔ اس سے پہلی دو آیات کے مطالعہ سے روشن ہو جائیگا کہ اسلام کیا چیز ہے اور مسلم کون ہے۔ کائنات کی تمام اشیاء کا مذہب اسلام ہے۔ اور جو آسمان اور جو زمین میں ہیں وہ خداوند تعالیٰ کے ہی فرمانبردار ہیں۔ یہاں اسلام سے کسی خاص مذہب کیطرف اشارہ نہیں بلکہ یہ لفظ اس عالمگیر میلان کو ظاہر کرتا ہے۔ جس کے ماتحت ہر ایک شئے رضائے الٰہی کی فرمانبرداری میں لگی ہوئی ہے۔ اگلی آیت میں تمام انبیا کے پیغامات پر ایمان لاتا ایک مسلم پر فرض قرار دیا۔ تاکہ وہ تمام پیغمبروں میں سے کسی ایک میں بھی فرق نہ کرے کیونکہ وہ تمام ایک ہی پیغام لیکر آئے جو رضائے الٰہی کی فرمانبرداری کا اعلان تھا یا بالفاظ دیگر عربی زبان میں اسے اسلام کہینگے۔ ان آیات میں صرف اسی امر پر زور دیا گیا ہے کہ نجات عملی طور پر خداوند تعالیٰ کی فرمانبرداری اختیار کرنے پر ہی منحصر ہے +

مختلف مذاہب اور فرقوں سے تعلق رکھنا ہی جنت میں داخل ہونے کا ذریعہ نہیں۔ یا دوسرے الفاظ میں صرف دعاوی خداوند تعالیٰ کے نزدیک کوئی وقعت نہیں رکھتے۔ بارگاہ الٰہی میں تو صرف اعمال ہی کی کچھ اہمیت ہے۔ اگر ایک شخص خداوند تعالیٰ کی مرضی کے مطابق اعمال کرتا ہے تو وہ حقیقت میں مسلم ہے چاہے لوگ اسے یہ خطاب

دیں یا نہ دیں۔ یہی قرآن کریم کی تعلیم ہے جس کا اظہار ذیل کی آیات میں ہے +

وقالوا لن یدخل الجنة الا من کان ھودًا او نصاریٰ تلک امانیھم قل ھاتوا برھانکم ان کنتم صادقین۔ بلیٰ من اسلم وجھہٗ للّٰہ وھو محسنٌ فلہ اجرہ عند ربہ ولا خوفٌ علیھم ولا ھم یحزنون۔

ترجمہ۔ وہ کہتے ہیں کہ یہود اور نصاریٰ کے سوا جنت میں کوئی نہیں جانے پائیگا۔ یہ ان کے اپنے وہم ہیں۔ کہو اگر سچے ہو تو اپنی دلیل پیش کرو۔ بلکہ اچھی بات تو یہ ہے کہ جس نے خدا کے آگے سر تسلیم خم کر دیا اور وہ نیکوکار بھی ہے تو اس کیلئے اس کا اجر اس کے پروردگار کے ہاں ہے۔ اور آخرت میں ایسے لوگوں پر نہ خوف طاری ہوگا۔ اور نہ وہ کسی طرح آزردہ خاطر ہونگے (البقرہ رکوع ۱۲) +

یورپ میں اسلام

(پیرس میں ایک مسجد اور مجلس اسلامیہ کا قیام)

(از قلم مسٹر آر۔ وی۔ لسان)

پیرس میں ایک مسجد اور مجلس اسلامیہ کو قائم کرنے کے متعلق جو وعدہ ایک صدی بیشتر ہوا تھا۔ وہ اب فرانسیسی گورنمنٹ کے زیر عاطفت پورا ہوا۔ ایک قطعہ زمین اور کچھ روپیہ بھی اس عمارت کیلئے مرحمت ہوا ہے۔ سنگ بنیاد یکم مارچ کو ایم۔ کولریٹ انڈر سکرٹری اوف سٹیٹ ایم او ٹریڈ اور ایم سیزر کاری کی موجودگی میں رکھا گیا اس افتتاحیہ تقریب میں مختلف اسلامی ممالک کے لوگ جمع تھے۔ فرانس کے اسلامی مقبوضات میں سے سلطان مراکو اور ٹیونس کے سفیر موجود تھے۔ مصر۔ ٹرکی اور افغانستان کے نمایندے بھی رونق افروز تھے۔ سب نے اپنی تقاریر میں فرانس اور مسلمانوں کے دوستانہ تعلقات کی تعریف کی۔ اور دوران جنگ میں فرانسیسی مقبوضات کے مسلمانوں کی وفاداری اور خدمات کا اعتراف کیا۔ فرانس اور اہل مشرق کے درمیان مصالحت کی اہمیت پر سب یکزبان تھے۔ خوش قسمتی سے اب مذہبی لڑائی جھگڑوں کے زمانے گزر چکے ہیں۔ اور مذہبی خیالات بجائے جنگ و جدال کا موجب ہونے کے بنی نوع انسان کی خدمت میں یکساں کوشش کر رہے ہیں۔ امید ہے کہ ناٹری ڈیم کے مینار مسجد کے ہمسایہ برجوں سے حسد نہیں رکھینگے (Echos del'Islam) کا نامہ نگار اس تقریب کے متعلق یوں رقمطراز ہے :-

ہمارے لئے یہ نہایت مسرت افزا خبر ہے کہ پیرس میں مجلس اسلامیہ کا انعقاد فرانسیسی گورنمنٹ کے نمائندوں اور فرانسیسی مقبوضات کے مسلم مندوبین کی موجودگی میں ہوا۔ فرانسیسی گورنمنٹ کی یہ فیاضی اس امر کی کافی دلیل کہ اسے اپنی رعایا سے کس درجہ عقیدت ہے۔ اس کا یہ

فعل اسلامی دنیا میں بنظر استحسان دیکھا جائیگا۔ ہمارے مسلم بھائی جو دنیا کے مختلف حصوں سے فرائض کے دارالخلافہ میں وارد ہونگے۔ وہ یہاں اپنے مذہبی فرائض ادا کرسکتے ہیں۔ مجلس اسلامیہ کی اس عمارت کے ساتھ ایک مسجد۔ ایک حمام۔ ہوٹل اور لائبریری بھی ملحق ہوگی۔ ایک مسلم نووارد یہاں اجنبی نہیں ہوگا بلکہ یہی محسوس کریگا۔ کہ وہ اپنے وطن میں ہی ہے +

جرمنی میں مسجد

جرمنی کے ماتحت کوئی اسلامی ملک نہیں۔ اور نہ ہی اسکی مسلمان رعایا ہے۔ لیکن پھر بھی جرمنی اسلام کو دنیا میں ایک طاقت تسلیم کرتی ہے۔ اور یورپ میں یہ پہلی سلطنت ہے۔ جس نے اپنے خرچ سے ایک عظیم الشان مسجد یہاں بنوائی۔ اور اس وقت سے آج تک شاہی خزانہ سے اسکی امداد ہوتی رہی۔ پچھلی عید الفطر۔ جو ۲۹ مئی کو اس مسجد میں منائی گئی اسے ہمارے برلن کے نامہ نگار نے نہایت مؤثر طریق سے بیان کیا تھا۔ یہ مسجد ایک مقام ونڈرزڈارف میں واقع ہے۔ جو برلن سے ایک گھنٹے کی مسافت ہے۔ عید کے دن مختلف ممالک کے مسلمان یہاں جمع ہوئے۔ ترک۔ مصر۔ ایران اور افغانستان کے جھنڈے لہرا رہے تھے۔ اور ان تمام سلطنتوں کے سفیر بھی مسجد میں رونق افروز تھے۔ ایک اہم بات جو اس تقریب میں دیکھی گئی۔ وہ جرمن گورنمنٹ کے نمائندوں کی شمولیت تھی جس سے تمام حاضرین پر دنیا سے اسلام اور جرمنی کے دوستانہ تعلقات کا اظہار ہوگیا۔ جرمنی کے وزیر تعلیم نے اپنی تقریر میں مسلمانوں کے جذبات سے ہمدردی ظاہر کی جس پر حاضرین نے نعرہ تحسین بلند کیا۔ لیکن سب سے بڑی مسلم سلطنت کا کیا حال ہے جس پر کبھی سورج غروب نہیں ہوتا +

لندن میں کوئی مسجد نہیں

برطانیہ اس خیال سے پھولا نہیں سماتا۔ کہ وہ سب سے بڑی مسلم طاقت ہے۔ کیونکہ اسکے اقتدار میں مسلم آبادی کا سب سے بڑا حصہ ہے مسلمانوں کی ایک کثیر تعداد پر محض حکومت کرنا ہی موجب فخر نہیں ہوسکتا۔ حکومت پر جو فرائض اور ذمہ واریاں عائد ہوتی ہیں۔ اگر انہیں پورا نہیں کیا جاتا

اسقدر ناز کرنا بیجا ہے۔ کیا برطانیہ نے ان فرائض کی طرف توجہ کی ہے جو سب سے بڑی مسلم سلطنت کی حیثیت میں اس پر عاید ہوتے ہیں۔ اسے یہ تلخ کلمات ضرور سننے پڑینگے کہ وہ اپنی مسلمان رعایا کے خیالات کو سمجھنے میں نہایت لاپرواہی سے کام لیتا رہا ہے۔ ان تمام امور کو چھوڑ کر جو ہم سے تعلق نہیں رکھتے ہم صرف ایک مثال لیکر برطانیہ کی غفلت کو ظاہر کرینگے۔ سلطنت فرانس کی طرف غور کرو۔ جو برطانیہ کی ہمسر ہے کیونکہ اس نے بھی چند ایک اسلامی ممالک پر قبضہ کرلیا ہے لیکن ایک مسلم طاقت کی حیثیت میں اسکی اہمیت مقابلتہً کم ہے۔ اور اسلام سے اس کا تعلق قائم ہوئے بھی کچھ زیادہ عرصہ نہیں ہوا لیکن فرانس نے ہر ممکن طریق سے دنیائے اسلام کے ساتھ دوستانہ تعلقات قائم کئے ہیں۔ اور مذہبی و سیاسی معاملات میں اس کا عملی ثبوت دیا ہے۔ پیرس میں ایک عالیشان مسجد اور علوم عربیہ کو فروغ دینے کیلئے دائرۃ العلوم قائم کرکے اس نے اسلام کی خیراندیشی کا اظہار کیا ہے۔ اس راہ میں برطانیہ کیوں اتنا پیچھے ہے۔ کیا وہ دولت کے دیوتا کی پرستش میں ہمہ تن مصروف ہے۔ یا اسکے مدبروں میں اتنی سمجھ نہیں اگر برطانیہ اس عزت کو برقرار رکھنے کا خواہاں ہے جو اسے دنیا میں سب سے بڑی مسلم طاقت کی حیثیت میں حاصل ہے تو اسکے لئے یہ نہایت ضروری ہے کہ وہ مذہبی معاملات میں اسلامی نکتۂ نگاہ کی قدر کرے۔ اسلامی حکومت میں بلا تمیز تمام مذاہب کی یکساں حفاظت ہوتی ہے +

ہسپانیہ کی اسلامی سلطنت میں کلیسیا کیلئے بہت سی زمین وقف تھی۔ اور اسکی حفاظت کیلئے معقول رقم شاہی خزانہ سے عطا ہوا کرتی تھی۔ ہسپانیہ کی اس قدیم مثال کو چھوڑ کر برطانیہ کو ہندوستان کی مسلمان ریاستوں سے سبق حاصل کرنا چاہئے۔ ریاست بھوپال نے عیسائیوں کیلئے جو وہاں انگلیوں پر گنے جا سکتے ہیں۔ ایک عالیشان گرجا تعمیر کیا ہے۔ اسیطرح ریاست حیدرآباد نے نہ صرف گرجا ہندو مندر اور زرتشتی آتش خانے بنائے ہیں۔ بلکہ ان کی حفاظت کیلئے ریاست کیطرف سے روپیہ بھی عطا ہوتا ہے + حال ہی میں ہز اکسیلنسی سلطان مصر نے

گرجا کی تعمیر کیلئے قاہرہ میں ایک قابل رشک مقام پر قطعہ زمین عطا کیا ہے۔ کیا برطانیہ بھی اسلام کا اسی قدر خیر خواہ ہے۔ مذہبی مساوات کا بڑے زور و شور سے دعوےٰ کرنا اور اسے عملی طور پر ثابت کرنا دو مختلف امور ہیں۔ ہندوستان کے خزانہ سے حکومت ان گنت روپیہ گرجوں کی تعمیر پر خرچ کرتی ہے۔ اور انکی حفاظت پر بھی ایک کثیر رقم صرف ہوتی ہے جس کا تمام بوجھ ہندوستانی ٹیکس ادا کرنیوالوں پر پڑتا ہے۔ لیکن کیا تمام ہندوستان میں کوئی مسجد یا مندر حکومت نے بنوایا ہے جسے ہندوستان کے خزانہ سے مدد ملتی ہو۔ ہندوستان کلیسیا کے بشپ اور پادریوں کو تیس لاکھ روپیہ دیتا ہے۔ یہ عجیب بات ہے کہ ایک غیر مذہب کے لئے تو اسقدر روپیہ صرف ہو اور مسلمان اور ہندو کس مپرسی کی حالت میں ہوں۔ شاید اس امر کو بالکل فراموش کر دیا جاتا ہے کہ ہندوستان میں سات کروڑ مسلمان بستے ہیں۔ فرانس نپولین کے زمانہ سے ہی تمام مذاہب کو آئین اور امن وامان کا حامی سمجھتا رہا ہے موجودہ گورنمنٹ نہایت دانشمندی سے اسی کے نقش قدم پر چل رہی ہے انگلستان کو اپنی رعایا کے مذہبی احساس کو مدنظر رکھ کر فرانس کے طرز عمل کو اختیار کر لینا چاہئے مشرق میں لاکھوں روپیہ فضول تجاویز میں ضائع کیا گیا ہے۔ اگر گورنمنٹ کلیسیا کو نہ صرف مذہبی امداد پہنچانا مناسب سمجھتی ہے بلکہ ہندوستان کے خزانہ سے ہی گرجوں کیلئے روپیہ پایا جاتا ہے تو کیا عدل و انصاف کی رو سے اس کا یہ فرض نہیں کہ اسلام سے بھی انہی مراعات کو روا رکھا جائے۔ جبکہ اسکی رعایا میں مسلمانوں کی تعداد عیسائیوں سے زیادہ ہے +

ہماری نسبت وہ کیا خیال کرتے ہیں؟

کیپٹن ولیم بیری کیتھولک ٹائمز میں یوں رقمطراز ہیں :-

۲۴- جولائی ۱۹۲۲ء کی یادگار زمانہ میں ہمیشہ تازہ رہیگی کیونکہ یہ صلیبی جنگوں کا اختتام ہے فلسطین فتح ہوگیا - یوروشلیم پر ہمارا قبضہ ہے - اور ترک بیت المقدس کو انگریزوں کے سپرد کرکے ہمیشہ کیلئے وہاں سے رخصت ہوئے - شام پر فرانسیسی قابض ہیں صدیوں تک ترک اسلام کی سیف بنا رہا ہے لیکن اب وہ سیف شکستہ ہوگئی ہے بیت المقدس جسے یہودی عیسائی اور مسلمان یکساں عزت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں - مدتوں ترکوں کے قبضہ میں رہی لیکن اب ان کا اقتدار ایک گزشتہ حکایت ہے - لیگ بین الاقوام نے جو ایک نئی ہائیکورٹ کے مترادف ہے - ۲۴ جولائی ۱۹۲۲ء کو بیت المقدس کی علمبرداری یوروپین اقوام کے حوالہ کر دی جس پر اب تک سلطنت عثمانیہ کی آزادی کا دارومدار تھا - محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) یوروشلیم کو قبلہ بنانا چاہتے تھے - تا کہ آپکے تمام پیرو نمازمیں اپنا رُخ اسی طرف کو کریں - وفات کے وقت بھی آپ کا یہی ارادہ تھا - کہ شام کو فتح کیا جائے - جسے بعد میں حضرت عمر نے پورا کیا - اس عظیم الشان سپاہی نے ایک عبادتگاہ پر قبضہ کرکے وہاں ایک مسجد بنوائی ہے - جو اب تک اسی کے نام سے مشہور ہے - یوروشلیم پر حضرت عمر کے قبضہ سے آج تک تیرہ صدیاں گذرچکی ہیں - اور اس عرصہ میں اسلام اور ہمارے درمیان کبھی صلیبی جنگوں کا خاتمہ نہیں ہؤا - عیسائی اقوام یکے بعد دیگرے مذہبی وجوہات یا خوف کے سبب عربوں موروں اور ترکوں کے ساتھ جنگ کرنے پر مجبور ہوتی رہی ہیں جو ہسپانیہ جنوبی فرانس ہنگری اور سلطنت یونان کے ساتھ ہوتے رہے صلیبی جنگ جو سیاسی اور مذہبی وجوہات پر مبنی تھی تمام مغرب کی اقوام ان میں شامل ہونے کی غرض سے اُٹھ کھڑی ہوئیں - یہ جوش صرف اڈورڈ اول یا سینٹ لوئیس تک ہی محدود نہ رہا - بلکہ وینس - آسٹریا - پولینڈ اور دیگر ممالک ترکوں

کے خلاف صف آراستہ ہو گئے۔ وہ صدی پیشتر روس کی مقدس سلطنت نے عیسائیت کی حمایت کا بیڑا اٹھایا جس سے ترکی ہلال ماند پڑ گیا۔ اور اب ہم اس انتظار میں ہیں کہ یہ ہلال سیاسی مطلع سے کب غائب ہوتا ہے۔ اس مختصر سے نقشہ سے جو ہیں نے پیش کیا ہے صاف ظاہر ہے کہ محمد ہمارے نکتہ نگاہ سے مسیح کا مخالف ہے اور اسکے سدباب میں ڈان جان اوف آسٹریا اور پرنس یوجینی جیسے اشخاص کی اشد ضرورت تھی۔ تحریروں میں درج ہے کہ عمر کی سپاہ نے دس سال کے عرصہ میں ۶۰۰۰ ۳ شہروں اور قلعوں کو فتح کیا۔ اور چار ہزار گرجوں کو تباہ کر ڈالا مسلم تلوار سے عیسائی قتل ہوئے۔ جبراً اسلام میں داخل کئے گئے یا انہیں غلام بنا لیا گیا۔ ہم اندازہ نہیں کر سکتے۔ کہ زمانہ وسطی کا یورپ اسلامی سلطنت کے مقابل کس قدر چھوٹا تھا۔ جو پرتگال اور مراکش سے دریائے فرات اور سندھ تک پھیلی ہوئی تھی۔ اور جن کا اقتدار ہر لحظہ حکومت بیزنطائن کو خطرہ میں ڈال رہا تھا مسلم فوج اسبات پر تلی ہوئی تھی۔ کہ ہر ممکن طریق سے کفار کو اسلام میں داخل کیا جائے۔ یا ان سے اپنے منافع اور عیش و عشرت کے سامان حاصل کئے جائیں۔ ایک مسلمان کے مذہبی غرور کی انتہا نہیں۔ ایک مسلم گدا یا ایک مجرم بڑے سے بڑے عیسائی کو بعید نفرت کی نگاہ سے دیکھتا ہے۔ ایشیا میں عام لوگ جو اپنے نبی کی عزت کرتے ہیں۔ انکی نظروں میں مسیح کے پیرؤں کی سکتے سے بڑھ کر وقعت نہیں ممکن ہے کہ بعض لوگ اس خیال سے مستثنے ہوں لیکن میں صرف عوام کی جہالت تعصب اور تنفر کو ظاہر کرنا چاہتا ہوں۔ جو اپنے تئیں خدا کے برگزیدہ قوم سے تصور کرتے ہیں۔ یہ اسلام جو ایک مسلح اور جنگجو مذہب ہے جس کا ماضی عظیم الشان فتوحات سے روشن ہے۔ اور جس کے کروڑوں پیرو خداوند تعالی کے مورد فضل ہونے کا پختہ یقین رکھتے ہیں۔ اور جن کے نزدیک صرف مذہب ہی انکی تمدن ہے لیکن اس متکبر اور فاتح قوم کو اب کیا ہو گیا۔ یورپ کی مخالفت اور علوم و فنون کی ترقی نے جس کا عربوں اور ترکوں تک پہنچنا ناممکن ہے انکی ترقی کو موجودہ زمانہ میں روک دیا ہے۔ سائنس نے وہ معرکہ فتح کیا جسمیں صلیبی جنگجو صرف اپنی حفاظت ہی کر سکے تھے۔ ترکوں نے کبھی علوم و فنون اور سائنس کی طرف توجہ نہیں کی۔ وہ اس ترقی کے زمانہ میں بہت پیچھے رہ گئے۔ جب انور پاشا اور طلعت پاشا کے دماغ میں اتفاق اور ترقی کے خام

خیالات نے جوش مارا تو یہ کمزور سلطنت بالکل بیٹھ گئی خلیفہ کا اقتدار جاتا رہا۔ تمام فوج جنگ بلقان میں مصروف ہو گئی۔ اور اس نے اپنے آپ کو جرمنی کے ہاتھ بیچ کر یورپ سے دشمنی کا اعلان کر دیا۔ گیلی پولی میں ہماری افواج کو سخت زک اٹھانی پڑی لیکن برطانیہ نے اسکے ملک پر حملہ کر کے اسے شکست دی۔ اور ۹ دسمبر سنہ ۱۹۱۷ء کو جنرل المینبی نے یوروشلیم کو فتح کر لیا جو چارسو برس سے ترکوں کے پاس تھا۔ دمشق اور الیپو کی طرف بڑھ کر شام پر بھی قبضہ کر لیا جو فرانس کے ہاتھ لگا اور اسکی دیرینہ آرزو پوری ہوئی۔ یورپ صلیبی جنگوں کو بھولگیا ہے جن کے بغیر کوئی عیسائی سلطنت بھی محفوظ نہ رہتی۔ ظاہراً طور پر صلیبی جنگ ناکام رہے لیکن ۲۴ جولائی سنہ ۱۹۲۲ء کا وہ دن تھا جب مؤرخوں نے انکی کامیابی کو دیکھ لیا خدا کا شکر ہے کہ ہم نے آخری صلیبی جنگ میں فتح پائی +

برٹش مسلم سوسائٹی

میرا مدت سے یہ خیال تھا کہ جب تک اس ملک کے نومسلم بھائی تبلیغ و اشاعت اسلام میں حصہ نہیں گے تب تک اصل کام روبراہ نہ ہوگا۔ چنانچہ چند سال ہوئے میری تحریک پر عنوان بالا کی ایک سوسائٹی بن گئی۔ جس کے پریزیڈنٹ لارڈ ہیڈلے بالقابہ مقرر ہوئے۔ میری موجودگی میں تو اس سوسائٹی نے کسی حد تک عملی زندگی اختیار بھی کی لیکن میری غیر حاضری میں اس سوسائٹی کی عملاً کوئی ہستی نہ رہی۔ بہرحال اب کے جو میں آیا۔ تو اسی فکر میں لگا رہا کہ یہ سوسائٹی عملاً ہستی اختیار کر کے اشاعت و تبلیغ اسلام میں معتد بہ حصہ لے واقعات حاضرہ نے آخر ہمارے نومسلم بھائیوں میں ایک نئی رُوح پیدا کر دی۔ سب سے پہلے تو ہز اکسلنسی سفیر کابل کے آنے پر اس سوسائٹی کی طرف سے سفیر صاحب کی خدمت میں ایڈریس دیا گیا جس ایڈریس میں برٹش نومسلموں نے مسئلہ خلافت میں اپنا اتفاق کُل مسلمانان عالم سے ظاہر کیا اور گورنمنٹ کو اشارہ بھی کیا۔ کہ آج تک جو غلطیاں اس سے ہوئی ہیں اس پر اعادہ کرنے کی ضرورت نہیں۔ اور گورنمنٹ معاملہ خلافت میں

آیندہ اپنا رویہ یہی اختیار کرے جس سے مسلمانوں کے احساسات کی عزت ہو بعض اخبارات نے تو یہ ایڈریس شائع کیا لیکن ہر چھوٹے موٹے اخبار نے بالخصوص اس حصہ ایڈریس کی طرف اشارہ کیا جس میں خلافت کا ذکر تھا۔ اس کمیٹی کا ایک اور شاندار جلسہ ۱۵ جون ہوئے کہ لندن کے کُل نومسلم اسمیں جمع تھے۔ ان کے علاوہ مصری ترکی ہندی عرب اور دیگر قوموں کے مسلمان بھی موجود تھے۔ چند غیر مسلم معزز انگریز بھی شریک جلسہ ہوئے۔ دو ریزولیوشن پاس ہوئے +

۱۔ گورنمنٹ اس لڑائی کو شروع نہ ہونے دے جو ترکوں کے ساتھ نظر آرہی ہے اِس ریزولیوشن میں ترکوں کی شرافت شجاعت اور فتح کے بعد رحیمانہ برتاؤ کا بھی اعتراف کیا گیا +

۲۔ ریزولیوشن میں بھی گورنمنٹ کو استدعا کی گئی کہ وہ معاملہ خلافت کو سر انجام دے اِن ہر دو ریزولیوشنوں کے متعلق غیر مسلموں نے بھی نہایت ہمدردانہ تقریریں کیں۔ دونوں ریزولیوشن اتفاق رائے سے پاس ہو گئے۔ اور سکرٹری نے ان ریزولیوشنوں کی نقل اور جلسہ کی کیفیت بذریعہ چٹھی گورنمنٹ کو اطلاع دی جس چٹھی کی وصولی کی اطلاع وزیر اعظم کی طرف سے سکرٹری موصوف کو وصول ہوئی +

پچھلے ہفتہ میں نے لندن مسلم ہوس میں ہفتہ کی سہ پہر کو ایک ایٹ ہوم دیا جسمیں صرف نومسلم بھائی مدعو کئے گئے۔ اس ایٹ ہوم میں میں نے مہمانوں کو مخاطب کر کے اس بات پر زور دیا کہ وہ برٹش مسلم سوسائٹی کو ایک مستقل عملی زندگی میں لے آئیں۔ تبلیغ و اشاعت اسلام کے معاملہ میں وہ خود حصہ لیں اور خصوصاً ان ایام میں جب چاروں طرف مذہب اسلام کی واقفیت کا شوق پیدا ہو چکا ہے۔ تو وہ اس وقت سے فائدہ اٹھائیں۔ اور ان تدابیر کو سوچیں کہ جس سے اس ملک کے ہر حصہ میں نمایندگی اسلام ہو۔ میں نے اس بات پر بھی زور دیا۔ کہ آج دس سال کے بعد جب میں نومسلم بھائیوں میں بعض اشخاص ایسے پاتا ہوں۔ کہ جو خلافت کیلئے ہر طرح موزوں ہیں۔ تو جو غرض مجھ کو ہندوستان سے یہاں لایا ہے۔ وہی غرض ان میں سے ہر ایک کا ہونا چاہئے

میں تھے اور میرے ساتھ چند نو مسلم بھائیوں نے جو میرے ساتھ ہندوستان سے آئے ہیں اپنی زندگیاں اس قوم کیلئے وقف کی ہیں۔ اور ہم آیندہ بھی ہر طرح کی خدمت کرنے کو طیار ہیں لیکن اور واقعات کو اگر نظر انداز کیا جائے۔ کہ جس سے ہماری عملی کوششیں رک جائیں۔ موت آنکھوں پر ہمارے سامنے کھڑی ہے۔ اسواسطے میرے لئے اس سے بہتر اور کوئی خوشی کا مقام نہ ہوگا۔ کہ میں اپنی زندگی میں اشاعت اسلام کے فرض کو یہاں کے نومسلموں کے ہاتھ سے سرانجام ہوتا دیکھ لوں جس قسم کے معلومات وہ چاہتے ہیں وہ دیئے جا سکتے ہیں لیکن وہ آج کے بعد یہ سمجھیں کہ آیندہ کا کام انہوں نے خود کرنا ہے۔ اور میں ان میں موجود نہیں۔ میرے ان الفاظ نے بہت نیک اثر کیا۔ لارڈ موصوف اور دیگر معزز نومسلموں نے نہایت خوشی سے میری باتوں کی تائید کی۔ اور اسی دم ایک مینجنگ کمیٹی بن گئی۔ اور اسبات کو ہر ایک نے تسلیم کیا۔ کہ آج تک وہ اپنے فرض کیطرف سے غافل رہے ہیں لیکن اسکی وجہ صرف یہی تھی کہ یہ کام ووکنگ مشن کے ماتحت بہترین ہاتھوں میں تھا۔ خداوند تعالیٰ کی ذات سے مجھے یقین کامل ہے کہ یہ سوسائٹی نہ صرف اشاعت اسلام میں بلکہ اور معاملات قومی وملیہ میں ایک بڑی طاقت ایک دن ثابت ہوگی۔ مارٹی ہال والے جلسہ میں جو بات خاص طور پر قابل ذکر ہے۔ وہ یہ ہے کہ ہر ایک نومسلم نے نہایت فخر کے ساتھ اسبات پر زور دیا تھا۔ کہ ہم اس مذہب سے تعلق رکھتے ہیں جسکا امتیاز اخوت عامہ ہے ہم مسلمان خواہ ہندی ہوں۔ یا انگلستانی۔ چینی ہوں یا عرب۔ ترک ہوں یا افریقن ہم سب ایک ہیں۔ ہم میں ذات پات قوم رنگ۔ زبان کی کوئی تمیز نہیں ہم سب ایک ہی قوم کے ممبر ہیں اور اس قوم کا نام مسلم ہے۔ اور ہم نومسلم انگریز اسبات کو عملاً ظاہر کر دکھائیں گے۔ کہ معاملہ اسلام میں زبان اور رنگ کی تمیز ایک بے معنے تمیز ہے آیندہ ہفتہ کو اس سوسائٹی کا دوسرا زبردست جلسہ ہونے والا ہے جس کی کیفیت سے اطلاع دیجائیگی۔ والسلام

خواجہ کمال الدین از مسجد ووکنگ انگلستان

لندن مسلم ہوس کی تبلیغی کوششیں

اگرچہ مسجد ووکنگ ہمارا ہیڈ کوارٹر ہے لیکن لندن کو ہی میں نے ہمیشہ اپنی کوشش کا موزوں مقام سمجھا ہے۔ لندن ہی ایک شہر ہے۔ جہاں آزادی رائے کو ہر ایک معاملہ میں عزت کے ساتھ دیکھا جاتا ہے۔ اور وہیں علمی اور اعلےٰ طبقہ کے لوگ مخاطب کئے جا سکتے ہیں۔ چنانچہ سنہ ۱۹۱۷ء میں جب کہ میں دوبارہ ہندوستان سے واپس آیا۔ تو لندن میں ایک وسیع مکان کرایہ پر لیا گیا۔ جہمیں علاوہ نماز جمعہ کے اتوار کو سلسلہ تبلیغ وعظ شروع کیا گیا۔ اور ہفتہ میں ایکدن درس قرآن کے لئے رکھا گیا۔ آہستہ آہستہ سنہ ۱۹۱۸ء میں یہ جگہ کسیقدر شہرت پا گئی۔ اور ہمارے اتوار کے جلسہ بارونق ہونے لگے۔ تیزونہا ہونے کی حالت میں دو جگہ کے کام نے مجھے بیمار کر دیا۔ اور آخر سنہ ۱۹۱۹ء میں مجھے انگلستان چھوڑنا پڑا۔ میرے بعد جس حالت میں میں لندن ہوس کو چھوڑ گیا تھا۔ اگر اُسے جاری رکھا جاتا۔ تو آج اعلےٰ سے اعلےٰ نتائج مرتب ہوتے۔ میرے ہندوستان چلے آنے پر یہاں کے منتظمین مشن نے اپنے پاس کافی وقت نہ دیکھا کہ لندن کی تبلیغی کوششوں کو جاری رکھیں۔ نماز جمعہ کے علاوہ لندن مسلم ہوس عملی طور سے بند ہو گیا۔ اور تقریباً اڑہائی سال ایسے ہی رہا۔ اب جو میں یہاں آیا۔ تو پھر مجھے اسطرف توجہ ہوئی۔ اور آج خدا کے فضل سے اگرچہ ماہ ہی گذرے ہیں لیکن لندن مسلم ہوس کے اتوار کے جلسے اس رونق پر پہنچ گئے ہیں کہ جسمیں میں چھوڑ گیا تھا۔ لندن میں مضامین لیکچر بھی اعلےٰ پیمانہ کے تجویز ہوتے ہیں۔ اور میرے سوائے ماسٹر یعقوب خان صاحب اور داؤد شاہ صاحب بھی وقتاً فوقتاً تقریریں کرتے ہیں۔ لندن ہوس کے علاوہ دوسری سوسائٹیوں میں بھی ہم لیکچر کیلئے مدعو کئے جاتے ہیں۔ اور وہاں بھی اسلام پر ہی تقریریں ہوتی ہیں۔ ہر ماہ میں ایک مستقل مضمون لیا جاتا ہے۔ جیسے مسلسل اور مستقل لیکچروں میں ختم کیا جاتا ہے۔ ماہ ستمبر میں میں نے چار لیکچر

وما ارسلنٰک الا رحمۃ للعٰلمین

کی تفسیر کے موضوع پر دیئے - یہ لیکچر نہایت دلچسپی کے ساتھ سُنے گئے - اور کثرت سے لوگ آئے - اس مضمون کے مختلف پہلو لئے جو زیر بحث آئے خاص اثر سامعین پر کیا - چنانچہ کل میں نے سامعین سے ایک تحریک کے متعلق اس امر کی استدعا کی کہ جو احباب اسلام کو سچا مذہب سمجھتے ہیں - اور اسکے قبول کرنے میں کوئی تامل نہیں رکھتے - وہ اس تحریک میں اپنا نام لکھائیں - اس پر دو جنٹلمین اور تین خواتین نے پیشقدمی کی - اپنا اظہار اسلام کیا - اور تحریک میں شریک ہوئے - یہ دیکھکر میری حیرت اور رونق کا کوئی اندازہ نہیں تھا - کہ یہ پانچوں کے پانچ صرف گذشتہ ہفتہ سے ہی لیکچروں میں آنے شروع ہوئے تھے - اور اس سے پہلے میں ان کی شکلوں سے بھی ناواقف تھا - لیکن یہ میں دیکھ رہا تھا - کہ وہ ہر ہفتہ بالالتزام آتے ہیں یہ میں یہ تو نہیں کہسکتا - کہ ان کی تحقیق اسلام کب سے شروع تھی - لیکن جہانتک میری تحقیق ہے - اور جو بات ان کو اسلام تک لے آئی - وہ میرا یہی سلسلہ رحمۃ للعالمین ہی الا تھا یا کل کا لکچر جسمیں میں نے رُوح اور اسکی حقیقت پیدائش پر بحث کی - ان نومسلموں میں سے ایک بزرگ مسٹر جیمز نٹر ہیں جنہیں اپنے طبقہ میں ایک خاص وجاہت حاصل ہے - انہوں نے اعلان اسلام سے پہلے اعتراف کیا - کہ رُوح کی کیفیت جسطرح اس نے آج تعلیم قرآن کے ماتحت سُنی ہے وہ اس کے مسلمان ہونے کے لئے کافی ہے +

اللہ تعالےٰ سے مجھے امید ہے کہ یہ جلسے ایسے بارونق ہو جائیں گے کہ شاید ہمارا موجودہ مکان بھی کافی نہ ہو خصوصاً جبکہ برٹش مسلم سوسائٹی کے ممبروں نے اب عملی حصہ بھی لینا شروع کیا ہے - پچھلے مہینہ بھی دو بیبیاں مسلمان ہوئی تھیں جمعہ اور اتوار کے علاوہ میں یہ بھی چاہتا ہوں کہ کوئی اور دن بھی ہفتہ میں درس قرآن کیلئے تجویز کروں - وما توفیقی الا باللہ +

خواجہ کمال الدین مسلم مشنری ووکنگ

گوشوارہ آمد و خرچ بابت ماہ اکتوبر ۱۹۲۲ء

بابت ووکنگ مسلم مشن ہندوستان

تفصیل آمد	نمبر نقشہ	رقم آمد ہندوستان — پائی	آنہ	روپیہ	تفصیل خرچ	نمبر نقشہ	رقم خرچ ہندوستان — پائی	آنہ	روپیہ
امداد مشن	عا	۰	۱۴	۶۶۸	خرچ ووکنگ مشن	عـ۳	۱	۹	۴۷۷
قیمت رسالہ اسلامک ریویو	عـ۲	۶	۲	۲۵۵	خرچ اسلامک ریویو	عـ۴	۹	۷	۱۵۴۸
میزان کل		۶	۰	۹۲۴	میزان کل		۱۰	۰	۲۰۲۶

دستخط

ڈاکٹر غلام محمد آنریری فنانشل سکرٹری ووکنگ مسلم مشن ہندوستان

نقشہ عا تفصیل آمد مشن در ہندوستان ماہ اکتوبر ۱۹۲۲ء

نام معطی صاحبان	پائی	آنہ	روپیہ	نام معطی صاحبان	پائی	آنہ	روپیہ
جناب نذیر احمد صاحب بارتسر	۰	۰	۴	جناب خان محمد اسلم خانصاحب مردان	۰	۰	۴۰۰
" شیخ خدا بخش صاحب مردان	۰	۰	۱۰	" احسان الحق صاحب	۰	۰	۵
" بابو فضل الدین صاحب اکودیا	۰	۰	۵	" عبد الباسط صاحب مدراس	۰	۰	۵
" شہاب الدین صاحب نوشہرہ	۰	۰	۱۰	" فاطمہ بی بی لاہور	۰	۰	۱
" میاں علی احمد خانصاحب بہاولپور	۰	۰	۱۰	" تاج الدین صاحب کالی کرچی	۰	۰	۵
" شیر علیخانصاحب بیچھو میانوالہ	۰	۱۴	۹	" اہلیہ صاحبہ میاں محمد خانصاحب بہاولپور	۰	۰	۵
" شیخ فضل الحق صاحب دہلی	۰	۰	۲				
" خوندکر انور علی صاحب نگر کنڈا	۰	۰	۶	" نور غنی صاحب گوجرانوالہ	۰	۰	۵
" بابو محمد ابراہیم خانصاحب بھوانی حصار	۰	۰	۲	" ایجی منشگی سٹر یعقوب خانصاحب	۰	۰	۱۰۰
				ماہواری چندہ از دفتر احمدیہ انجمن	۰	۰	۸۴
				میزان کل	۰	۱۴	۶۶۸

نقشہ نمبر ۲ تفصیل آمد اسلامک ریویو بابت ماہ اکتوبر سنہ ۱۹۲۲ء

تفصیل	پائی	آنہ	روپیہ
عالیجناب نواب زادہ حاجی میر محمد حمید اللہ خان صاحب بھوپال بعلت تقسیم	۰	۰	۵
شہاب الدین صاحب نوشہرہ	۰	۰	۵
واپسی ڈاکخانہ	۰	۴	۰
قیمت مسلم پریر فوٹو	۰	۰	۳
قیمت رسالہ اسلامک ریویو	۶	۰	۱۹۷
کل میزان	۶	۲	۲۵۵

نقشہ نمبر ۳ تفصیل اخراجات مشن ہندوستان بابت ماہ اکتوبر سنہ ۱۹۲۲ء

تفصیل	پائی	آنہ	روپیہ
واپسی تنخواہ محمد امین صاحب قریشی بابت ماہ دسمبر سنہ ۱۹۲۲ء	۰	۱	۲۹
تنخواہ خلیفہ عبدالمجید صاحب سفیر	۱	۲	۶۶
ترکاری جو کہ ووکنگ (انگلینڈ) روانہ کی گئی	۰	۶	۴۳
حضرت مولوی محمد علی صاحب امیر جماعت احمدیہ نے واسطے خرید نے جرمن مارکس حضرت خواجہ کمال الدین صاحب کو روانہ کیا تھا وہ واپس دیا گیا +	۰	۰	۱۰۰
سید انور احمد صاحب نے واسطے سمرنا فنڈ کے روانہ کیا تھا جو کہ خزانہ میں جمع کرا دیا گیا تھا وہ براہ کرا کر سمرنا فنڈ کیلئے حضرت خواجہ کمال الدین صاحب کو انگلینڈ روانہ کیا گیا	۰	۰	۱۲۰
واپسی پیشگی ماسٹر یعقوب خان صاحب	۰	۰	۱۰۰
شیخ عبدالحق صاحب نے روپیہ غلطی سے امداد مشن میں ہو گئے تھے جو کہ اغراض عام میں منتقل کرائے گئے	۰	۰	۲۰
کل میزان	۱	۹	۴۷۷

نقشہ نمبر ۴ اخراجات اسلامک ریویو بابت ماہ اکتوبر سنہ ۱۹۲۲ء

تفصیل	پائی	آنہ	روپیہ
کمیشن خلیفہ عبدالمجید صاحب سفیر ۱	۰	۰	۶۷۸
ٹکٹ لفافہ و سٹیشنری ۲	۹	۷	۲۵۵
تنخواہ عملہ اسلامک ریویو بابت ماہ اگست و ستمبر سنہ ۱۹۲۲ء	۰	۰	۶۱۵
کل میزان	۹	۷	۱۵۴۸

نمبر ۱ یہ کمیشن اس روپیہ پر جو کہ سفر کلکتہ۔ برہما۔ جاوا۔ رنگون میں انکی جد و جہد سے فراہم ہوا بروے رزولیوشن

نمبر ۲ تفصیل ٹکٹ برائے اسلامک ریویو ۱۴۸ روپے ۳ آنے ۹ پائی۔ سول لسٹ سی پی دو روپے ۱ آنہ بیرنگ لفافہ ورسی و سیاہی ۴ روپے ۲ آنے ۶ پائی۔ دو ریم کاغذ سفید برائے اپیل ۱۰ روپے ۸ آنے۔ چھپوائی کارڈ یا انصد و اپیل چار صد ۲۰ روپے۔ چھپوائی اپیل دو ہزار ۱۶ روپے۔ سادہ لفافہ کاغذ سٹیشنری ۲ روپے ۱ آنہ ۶ پائی۔ سول لسٹ برماو بمبئی ۵ روپے ۱۰ آنے۔ بنک پیپر برائے اپیل ۱۰ روپے ۴ آنے۔ بیرنگ بیکٹ ۵ میزان کل ۲۲۵ روپے ۷ آنے ۹ پائی

برقعہ نو ایجاد

ہندوستان کے ہر طبقہ کے لوگوں میں مقبول ہے مختلف نمائشوں سے بارہ طلائی و نقرئی تمغے حاصل کر چکا ہے آپ بھی منگا کر خود ملاحظہ فرمائیں اور دیگر خواتین کو معائنہ کا موقع دیں برقعہ نو ایجاد دو حصوں پر منقسم ہے +

بالائی حصہ

سر سے شروع ہو کر ہاتھوں کی لمبائی تک رہتا ہے۔ اس میں ہماری ایجاد کردہ ٹوپی لگی ہوئی ہے جو نقاب کو چہرہ سے الگ رکھتی ہے تاکہ چہرے پر لگنے سے دم نہ بولائے! ورنہ باہر سے چہرے کا خاکہ معلوم ہو سکے

قیمت

سفید ۱۸؍ و ۵؍ خوبصورت آرام دہ اور پردہ دار ہونے کے علاوہ زمانہ کے حسب حال ہے +

ایک خاتون کا خط

برقعہ کا وی پی پارسل ملا جیسی تعریف سنی تھی ویسا ہی خوبصورت اور نہایت آرام دہ پایا +

اور بہنوں نے بھی بہت پسند کیا آپ کا برقعہ ہر ایک بہن کو پہننے کی ترغیب دوں گی +

بنت عبد الحمید الرضوی
وکیل ۔ لکھنؤ

زیریں حصہ

مثل ڈھیلے ڈھالے اور کافی گھیر دار کوٹ کے پیر کے ٹخنے تک رہتا ہے۔ کوٹ ہی کے مانند سامنے کے رخ بٹن لگے ہوئے ہیں پہلو میں ہاتھ نکالنے کیلئے جگہ ہے۔ رومال وغیرہ رکھنے کے جیب لگی ہوئی ہے +

قیمت

رنگین ۳؍ و ۲۵؍ ریل کے سفر۔ ڈولی اور گاڑی کی سواری وغیرہ میں یکساں آسائش و آرام دیتا ہے +

آج ہی کندھے سے قد کی لمبائی اور سر کے دور کی نہایت صحیح ناپ روانہ کریں +

اور بشرط واپسی منگوائیں

ٹوپیاں صحیح وضع عمدہ تراش	عام بازاری ساخت سے مختلف اعلیٰ قسم خلافت ۔ امان ۔ جنرل ۔ کلپاخ ۔ عہ ۸؍ و سے ۸؍ ۔ للعہ ۱۲؍ ۔ صہ ۸؍ و معہ ۸؍ ۔ سے ۱۲؍ و للعہ ۱۲؍	آدھ آنہ کا ٹکٹ بھیجکر **تصاویر** مفت طلب کریں

خاتون اسٹور نمبر ۱۲ امین الدولہ پارک لکھنؤ

ضروری اعلان

۱- کل خط و کتابت بنام مینیجر رسالہ اشاعت اسلام عزیز منزل لاہور ہونی چاہیئے۔
۲- اشاعت اسلام لاہور ماہواری رسالہ ہے۔ اور ہر انگریزی ماہ کی یکم تاریخ کو لاہور سے شائع ہوتا ہے
۳- اشاعت اسلام کا چندہ بنام مینیجر اشاعت اسلام عزیز منزل لاہور ارسال فرمائیں۔
۴- خریداران رسالہ از راہ کرم خط و کتابت کے وقت نمبر خریداری کا حوالہ ضرور دیں +
۵- سالانہ چندہ بیرون از ہندوستان عہ +
۶- برائے مہربانی جو اصحاب ہندوستان سے باہر کے خریدار ہیں وہ اپنا چندہ بذریعہ منی آڈر یا پوسٹل آڈر ارسال فرما کر مشکور فرمائیں۔ کیونکہ ہندوستان سے باہر وی۔ پی نہیں ہو سکتا + مینیجر

تصنیفات حضرت خواجہ کمال الدین صاحب بی۔ اے ایل ایل بی مبلغ اسلام امام مسجد ووکنگ

رازِ حیات یا انجیل عمل بلا جلد ۵ر مجلد ۱۰آر
توحید فی الاسلام ۔۔ مجلد ۵ر
اسلام میں کوئی فرقہ نہیں قسم اول عہ قسم دوم ۱۴ر مجلد ۵ر ۳ر
قرآن عالم کا مذہب ۔۔۔۔ ۸ر
اسلام اور علوم جدیدہ ۔۔۔۔ ۴ر
مطالعہ اسلام زیر طبع
باطنیات اسلام ۔۔
ضرورت الہام بلا جلد ۱۲ر مجلد ۲ر
مکالمات ملیہ بلا جلد ۱۲ر مجلد ۲ر

براہین نیرہ حصہ اول معروف بہ زندہ و کامل الہام مجلد ۲ر
ام الالسنہ معروف بہ زندہ و کامل الہام ۱۲ر مجلد ۲ر
اسوۂ حسنہ معروف بہ زندہ و کامل نبی قیمت ۸ر مجلد ۱۴ر
خطبات عربیہ بلا جلد ۱۲ر مجلد ۲ر
سلک مروارید (دس لیکچروں کا مجموعہ) بلا جلد ۸ر مجلد ۱۱ر
سیر افکار یا روحانیات فی الاسلام زیر طبع
مسلم مشنری کے ولائیتی لیکچر حصہ اول ۱ر
ہستی باری تعالیٰ۔ اس میں عقائد ہمہ اوست پر بحث کی گئی ہے
مسیح کی الوہیت اور اُسکی کامل انسانیت پر ایک نظر ۴ر

تصنیفات حضرت مولوی محمد علی صاحب ایم۔ اے مترجم القرآن انگریزی معہ تفسیر

اسلام یعنی بنی نوع انسان کا مذہب ۵ر
تفسیر سورہ فاتحہ ۔۔ ۴ر
سیرۃ خیر البشر قیمت بلا جلد عہ مجلد ۱۰ر
مقام حدیث عہ ۔۔ ۹ر
جمع قرآن ۔۔ ۱۲ر
النبوۃ فی الاسلام بلا جلد عہ مجلد ۔۔

حدوث مادہ ۔۔۔۔ ۵ر
مسیح موعود مجلد ۔۔
آیت اللہ ۔۔۔۔ ۳ر
شناخت مامورین ۔۔۔۔ ۳ر
حقیقۃ المسیح ۔۔۔۔ ۲ر
احمد مجتبیٰ ۔۔۔۔ ۴ر

درخواستیں بنام مینیجر مسلم بک سوسائٹی عزیز منزل لاہور آنی چاہئیں

فصلی بخار و طحال کی دوا

فصلی بُخار اور طحال کیلئے یہ ایک ہی دوا ہے

آجکل سینکڑوں اشتہار فصلی بُخار اور طحال کے دوا کا آپ دیکھتے ہونگے۔ ان میں عموماً کونین ہوتی ہیں۔ اسلئے یہ دوائیں بُخار کو کچھ وقت تک تو روک دیتی ہیں لیکن جڑ سے آرام نہیں کر سکتی ہیں۔ ایسے بخار کیلئے ڈاکٹر ایس کے برمن کی فصلی بخار کی دوا چند روز میں ایکدم آرام کرنے کا خاص عوبی رکھتی ہے اور عوام کے فائدہ کو مد نظر رکھ کر قیمت بھی بہت ہی کم رکھی گئی ہے۔ اسمیں تین خاص صفتیں ہیں (۱) یہ ملیریا کے کیڑوں کو مار دیتی ہے۔ اسلئے چار پانچ ہی خوراک کے استعمال سے بُخار کا آنا بند ہو جاتا ہے (۲) یہ خون کو گاڑھا کرتی ہے۔ اور اسکی خرابیوں کو ستاتی ہے (۳) یہ طحال کو گلاتی ہے قیمت فی شیشی کلاں ۱عہ خورد ۱۰؍ محصول کلاں ۸؍ خورد ۷؍

داد کا مرہم

ہر وقت کے کھجانے سے آرام کرتا بہتر ہے

دیکھئے جناب مہاراجہ صاحب ریاست شنکر پور ضلع بھاگلپور سے کیا تحریر فرماتے ہیں "یہ دوسرا موقع ہے آپکے داد کے مرہم نے جادو کا اثر دکھلایا جس سے میں نے ہر وقت کی پریشانی سے نجات پائی۔ میں آپکا نہایت درجہ ممنون و مشکور ہوں"۔ اس کے استعمال کرنیوالے سبھی جناب مہاراجہ صاحب کی طرح مداح ہیں۔ کیونکہ دو ہی تین مرتبہ کے استعمال سے بغیر کسی تکلیف کے ایکدم اچھا کر دیتا ہے۔ قیمت فی ڈبیہ ۶؍ محصول ڈاک ۵؍

کونین کی گولیاں

یہ چار گرین کی خوبصورت چھوٹی چھوٹی کونین کی ٹکیاں کل ہیں بنتی ہیں۔ اور سنہری پیپنٹ ڈبیہ میں بھری ہیں۔ کونین کا استعمال کرنا ہو تو گولیاں اپنے پاس رکھئے۔ ہمیشہ اسکی ضرورت ہے کھانے میں تلخ ہے قیمت عہ محصول ڈاک ۶؍

ڈاکٹر ایس کے برمن نمبر ۵ تارا چند دت اسٹریٹ کلکتہ

مدت کے انتظار کے بعد حیرت انگیز کپڑا سینے کی مشین آگئی ہین جلد منگا ئیے
حیرت انگیز طلسمی لالٹین
کپڑہ سینے کی مختصر اور نہایت بکار آمد دستی مشین
یہ کپڑہ سینے کی دستی مشین علاوہ بکار آمد ہونیکے نہایت مختصر مضبوط اور سستی ہے اور
اس سے اہل خاندان اور اہل پیشہ دونون ہی فائدہ اُٹھا سکتے ہین. اس مشین کے کپڑہ
سینے کی ترکیب نہایت سہل اور آسان ہو ایک بچہ بھی بلا تکلف کپڑہ سی سکتا ہی یہ مشین لوہیکی
ہے اور برسون کام دیسکتی ہے اور زنجیر یکے سلائی کرتی ہین. اس مشین کی رفتار مین
ایسا فرق ہے جیسے ریل کے ساتھ انسان پیر سے چلے. اگر خدا نے آپ کو
لڑکی عطا کی ہے تو ایک مشین ضرور منگا لیجئے ایک تو وہ اسے لیکر خوش ہوگی
دوسرے کپڑہ سینا آجائے گا. تیسرے مفت مین گھر کے کپڑے سیا کریگی.
قیمت مین بھی خاص رعایت کی گئی ہے تاکہ ہر شخص منگا سکے. رعایتی قیمت
چار روپے. محصول علاوہ. جلد منگا ئیے. ورنہ پھر دوسرے چالان کا
انتظار کرنا پڑے گا. کیونکہ عرصہ کے بعد یہ مشین آئی ہین. لہذا جلد منگا ئیے.
نوٹ. مشین کی لمبائی چھہ ۶ انچ ہے اور چوڑائی پانچ ۵ انچ ہے.
کاغذ پر اتانیوالی رنگین تصاویر مدتون کے بعد ہمنے خاص طور پر عمدہ عمدہ تصاویر
حسب معمول اپنے خریدارون کیلئے منگائی ہین جسکو دیکھکر آپ خوش ہوجائینگے. ایک سیٹ مین
بارہ قسم کے تختے رہتے ہین قیمت فی سیٹ ایک روپیہ. ایک سیٹ سے کم نہین روانہ ہوگا.
یہ وہی لالٹین ہے جسکا تماشہ رات کو بازیگر
لوگ دکھاکر جھوٹے تماشے روشنی سے
ٹکٹ لگا کر پیسے نہین بلکہ روپے وصول
کرتے ہین. رات کو اس لالٹین کی
تصویرون کے عکس سے دریا. پہاڑ
جانور. حسین تصویرین اور عمدہ عمارتین
نظر آتی ہین. جنکو دیکھکر حیرت ہوتی ہے
معاش اور تفریح دونون ہی شکلین
اس مین موجود ہین. اس لالٹین کا
ہدایتی پرچہ اس کے ہمراہ روانہ ہوگا
قیمت نمبر اول معہ ایک درجن تصاویر
کے صرف پندرہ روپے. نمبر دوم
معہ ایک درجن تصاویر قیمت دس روپے
نمبر سوم معہ چھہ عدد تصاویر قیمت پانچ روپے
نوٹ. علحدہ تصاویر نمبر ۱ قیمت
فی درجن چھہ روپے. تصاویر نمبر ۲
قیمت فی درجن پانچ روپے تصاویر
نمبر ۳ قیمت فی درجن دو روپے آٹھ آنے.
(فرمائش لکھتے وقت رسالہ
کا حوالہ ضرور دیجئے گا)
ملنے کا پتہ. ایس. اے. بی بخشی ہانڈکو کوٹھی نمبر ۲ کولوٹولہ اسٹریٹ پوسٹ بکس نمبر ۲۱۱ کلکتہ

ایک دلچسپ مکالمہ

باپ (دروازہ کھٹکھٹا کر) ارے بھئی دروازہ تو کھولو

بیٹا (دریچہ سے جھانک کر) اماں جان ایک شخص ابا کو ملنے آئے ہیں

ماں بیٹا جواب دو کہ ابا جان ابھی باہر گئے ہیں -

بیٹا بابو جی ابا جان گھر پر نہیں ہیں کہیں بازار گئے ہیں -

باپ (پھر دوسری دروازہ کھٹکھٹا کر) ارے بیٹا دروازہ کھولو میں ہی تمہارا ابا تو ہوں +

بیٹا (ماں سے) اماں جان دروازے پر کھڑا شخص کہ رہا ہے کہ میں تمہارا ابا ہوں لباس تو سب انہی کا ہے آواز بھی ملتی ہے مگر شکل وہ نہیں ہے ابا جان بڈھے ہیں ڈاڑھی سفید ہو چکی ہے - مگر یہ شخص تو بالکل جوان معلوم ہوتا ہے ڈاڑھی بالکل سیاہ ہے +

ماں بیٹا جا کر دروازہ کھول دو کہو مردانے میں تشریف رکھیں غالباً تمہارے ابا کے کوئی عزیز دوست ہونگے - دروازہ کھلنے پر وہ صاحب بلا تکلف زنانخانہ کی طرف چل پڑے جسے دیکھ کر ماں اور بیٹا دونو حیران تھے کہ یہ شخص کون ہے جو خواہ نخواہ اندر گھسا آتا ہے +

خاوند (بیوی اور بیٹے سے) آپ اسقدر تعجب کیوں کرتے ہو میرا ایک دوست نے شیخ فیروزالدین لائلپوری سے خضاب فیروزی منگایا تھا میں نے بھی آزمائشاً لگا دیکھا - یہ ایسی کا جادو بھرا اثر ہے کہ بغیر تکلیف اور تردد تین منٹ میں بال سیاہ ملائم عین قدرتی انداز کے ہو گئے جس سے تم مجھے پہچان نہ سکے - اب تو بسکر دو تنگ ہو گئے اور خوش ہو کر کہا کہ آپ بھی ضرور اسکی چند شیشیاں منگوائیں

بیوی میاں ایسی چیز تو غالباً بہت مہنگی ہو گی -

خاوند خوبی تو یہی ہے کہ مہنگی بھی نہیں ایک شیشی صرف عه ۸/ میں ملتی ہے جو احتیاط سے استعمال کیجائے تو چھ ماہ کیلئے کافی ہے اور ایک سے چھ شیشی تک کا خرچ محصولڈاک صرف ۸/ رہتے

بیوی ہاں میاں ایک بات مجھے اور یاد آئی ہے کہ اگر دوائی رنگ نہ دے تو پھر کیا کیا جائے +

خاوند موجد کا دعوٰے ہے کہ اگر خضاب فیروزی بالونکو سیاہ کرے جسم پر داغ دھبہ دے یا اسمیں کاسٹک تیزاب ہو تو ہر شخص پچاس روپے کا دعوٰے کر کے بطور ہرجانہ لے سکتا ہے

بیوی - تو آپ بھی تین شیشیاں منگائیں - کچھ میں اپنے میکے بطور سوغات بھیجدونگی -

بڑے میاں نے فوراً تین شیشیوں کا آرڈر بنام

مینیجر خضاب فیروزی لائلپور (پنجاب) بھیجدیا

اسلامیہ سٹیم پریس لاہور میں باہتمام منشی عبدالرشید چھپوا کر خواجہ عبدالعزیز مینیجر اشاعت اسلام لاہور نے شائع کیا

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللّٰهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ

وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ أُمَّةٌ يَّدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَأُولٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ

جون واپریل
نمبر ۹۰۸

اشاعت اسلام

اُردو ترجمہ

اسلامک ریویو اینڈ مُسلم انڈیا مجریہ لنڈن

زیر ادارت

خواجہ کمال الدین بی اے ایل ایل بی
مُسلم مشنری
مولوی صدر الدین بی اے بی ٹی

قیمت سالانہ تین روپے

یہ کار ثواب ہے کہ آپ ان رسالجات کی خریداری بڑھائیں کیونکہ انہیں رسالوں کی آمدنی حد تک مسلم ووکنگ مشن کے اخراجات کی کفیل ہے رسالہ ہذا کی سن ہزار اشاعت ووکنگ مشن کے ½ اخراجات کی مُدار ہو سکتی ہے

جلد (۵)	بابت ماہ نومبر و دسمبر ۱۹۱۹ء	نمبر ۱۱،۱۲

مولود نمبر

محمد است امام و چراغ ہر دو جہان
محمد است فروزندۂ زمین و زمان
خدا نگویمش از ترس حق مگر بخدا
خدا نماست وجودش برائے عالمیان

نوٹ: صفحہ ۵۳۶ کے بعد ۵۴۵ نمبر صفحہ غلطی سے لکھا گیا اسکو ۵۳۷ سمجھیں اور اسی طرح بعد کے صفحات درست

فہرست مضامین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

اشاعتِ اسلام

ترجمۂ اردو اسلامک ریویو اینڈ مسلم انڈیا مجریہ لندن

جلد (۵) — بابت ماہ نومبر و دسمبر ۱۹۱۹ء — نمبر ۱۱ و ۱۲

شذرات

جو اہم تبلیغ اسلام کی خدمت رسالہ اسلامک ریویو و مسلم انڈیا انگریزی مجریہ ووکنگ (انگلستان) نے بلاد غربیہ و دیگر ممالک اور ہندوستان میں سرانجام دی ہے وہ محتاج بیان نہیں اور نہ ہی اس پر طول طویل ریویو کر کے خامہ فرسائی کی چنداں ضرورت محسوس ہوتی ہے کیونکہ خود اس کے احسن نتائج جو قبولیتِ اسلام کے رنگ میں آئے دن وقتاً فوقتاً رسالہ ہذا کے صفحوں میں شائع ہوتے رہتے ہیں سب اس کے کافی شاہد ہیں۔ اور کہ مذہب اسلام سے جو محبت و اُنس و عشق اس انگریزی اسلامی مجلہ نے بلاد غربیہ میں پیدا کر دی ہے وہ ان رپورٹوں سے عیاں ہوتی رہتی ہے جو رسالہ ہذا کے ہر نمبر میں بلاد غربیہ میں تبلیغ اسلام کے عنوان کے نیچے شائع ہوتی رہتی ہیں +

بلاد غربیہ میں اگر رسالہ اسلامک ریویو انگریزی بہت سی سعید روحوں کے حلقہ بگوش اسلام کا باعث ہوا ہے اور اسلام کے متعلق بہت حد تک غلط بیانیوں و افترا و بہتان کو رفع کرنے میں مظفر و منصور ہوا ہے۔ تو اسکے ساتھ ہی رسالہ اشاعتِ اسلام اردو ترجمہ رسالہ اسلامک ریویو نے

جو خدمات ہندوستان میں غیر مسلم برادری میں کی ہیں انہیں ہم نظر انداز نہیں کر سکتے۔ یہ رسالہ اشاعت اسلام نے اگر ایک طرف بہت سے مسلم برادران میں مذہبی لٹریچر سے دلچسپی پیدا کر دی ہے تو دوسری طرف مالی رنگ میں مسلم مشن ووکنگ کو اپنے منافع سے بہت حد تک تقویت دی ہے۔ اب چونکہ رسالہ ہذا کے سال کا اختتام ہے۔ اسلئے ہم اپنے معزز ناظرین کرام کی خدمت میں مؤدبانہ التماس کرتے ہیں۔ کہ رسالہ ہذا کی اہمیت کو ملحوظ نظر رکھ کر اس کا سالانہ وی پی ازراہ کرم وصول فرما کر عند اللہ ماجور ہوں۔ رسالہ ہذا کا سالانہ چندہ تین روپے ایک نہایت قلیل رقم ہے۔ ایک مسلم بھائی خواہ کیسا ہی نادار و مفلس کیوں نہ ہو۔ اس کا قلیل چندہ ادا کر کے اشاعت اسلام کے اس کار عظیم میں شامل ہو کر موجب ثواب ہو سکتا ہے۔ جس کے لئے قرون اولے کے مسلم احباب نے جانیں تک قربان کر دینے میں دریغ نہ کیا۔ رسالہ ہذا کا سالانہ چندہ جو ایک پائی روزانہ کے مترادف ہے ناظرین کرام اس مشن کو مرحمت فرما کر اس دین متین کی اشاعت میں شریک ہو سکتے ہیں۔ جس کے لئے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے اور خود رسالت مآب حضرت نبی کریم صلعم نے گونا گوں تکالیف و مصائب و آلام جھیلیں ایک پائی روزانہ اگر آپ کی جیب خاص سے اس پاک مقصد پر صرف ہو۔ اور ساتھ ہی اس کے آپ کو اعلےٰ سے اعلےٰ لٹریچر بھی میسر آئے۔ کہ جس لٹریچر کو یورپین نقاد و پریس نے "اسلام کی طاقت" قبول کر لیا ہے۔ تو اس صورت میں رسالہ ہذا کی خریداری کو جاری رکھنا ہمیں امید قوی ہے کہ ناظرین رسالہ کے گراں خاطر نہ ہو گا۔ امید واثق ہے کہ اشاعت اسلام سے دلچسپی رکھنے والے برادران اسلام ان ہماری معروضات پر پوری پوری توجہ فرمائیں گے۔ اور سال نو سنہ ۱۹۲۰ء کیلئے ہمیں چند خریدار بھی فراہم فرما کر عند اللہ ماجور ہوں۔

رسالہ اسلامک ریویو انگریزی کا سالانہ چندہ آیندہ سال سنہ ۱۹۲۰ء سے بجائے ۱۰ کے ۵ر کیا گیا ہے تاکہ قلیل سے قلیل آمدنی والے انگریزی دان احباب بھی اس کار خیر میں شامل ہو سکیں شرح چندہ حسب ذیل ہے:-

سالانہ چندہ ... ... ۵ر | مفت تقسیم بلا غیر ... ... للعہ

طلباء و لائبریری ... ... للعہ

اِس رسالہ میں کسی دوسری جگہ تین مراسلات مسجد ووکنگ کے یکے بعد دیگرے درج کئے جاتے ہیں۔ جو اُمید ہے۔ کہ ناظرین کرام کی دلچسپی کا موجب ہونگے جن میں ایک لفٹننٹ اور ایک انگریزی خاتون کی باسلام سچی محبت قبولیت اسلام کا حال درج کیا گیا ہے +

اللہ تعالیٰ ہمارے مجاہدین اسلام کی عمر دراز فرمائے جنھوں نے کہ اپنے گھر بار بچے وعیال چھوڑ کر محض خدمت دین متین کی خاطر اس قدر قربانی فرمائی ہے۔ اور ساتھ ہی اُس ایزد بیچون کا لاکھ لاکھ شکر و احسان ہے۔ جو کہ اُنہی مساعی جمیلہ کو بلاد غربیہ میں قبولیت اسلام کے رنگ میں بار آور فرما رہا ہے اللہ تعالےٰ کے حضور ہمارے دلی دعا ہے کہ اِن مجاہدین ثلاثہ حضرت مولانا مولوی صدرالدین صاحب ومنشی دوست محمد صاحب و مولوی عبد اللہ جان صاحب و دیگر کارکنانِ ووکنگ کو صحت وسلامتی عطا فرمائے۔ اور جزائے خیر دے۔ آمین ثم آمین

اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر و احسان ہے۔ کہ ہماری اسلامی برادری میں اضافہ ہو رہا ہے۔ گذشتہ رسالہ میں جس انگریز لفٹننٹ کا عالیجناب لارڈ ہیڈلے بالقابہم نے اپنی دوران تقریر میں تذکرہ فرمایا تھا جن کا نام جوزف عبد اللہ تھا۔ وہ خود ایک اتوار کے روز مسجد ووکنگ میں رونق افروز ہوئے۔ اور حضرت مولینا مولوی صدرالدین صاحب کی تقریر کے بعد انھوں نے کھڑے ہو کر ایک مختصر تقریر میں اسلام کی اس اخوت مساوات اعلیٰ اور پاکیزہ اخلاق کا اپنی زبان مبارک سے اظہار کیا۔ جو اُن کی توجہ کو کھینچنے اور اسلام پر نثار ہو جانے کا موجب ہوئی +

مراسلہ مسجد ووکنگ مورخہ ۱۵ اکتوبر ۱۹۱۶ء ایک اور انگریز خاتون کے قبول اسلام کا مژدہ جانفزا سناتا ہے۔ یہ خاتون بہت بڑی مالدار اور صاحب عزت

شان ہیں - یہ مراسلہ اور اُن کا دستخطی اقرار نامہ بھی اسی رسالہ میں کسی دوسری جگہ درج کیا جاتا ہے - اُن کا اسلامی نام رُقیہ رکھا گیا ہے +

جن مبلغین اربعہ کا تذکرہ ہم نے دار المبلغین کے عنوان کے نیچے اگست ۱۹۱۹ء کے تذکرہ کیا تھا بفضل ایزدی ہر چاروں مبلغین مذہبی و علمی تحقیق میں منہمک ہیں انگریزی زبان میں تقریری مشق کے لئے ان میں سے ہر ایک احباب کا ہر ہفتہ کی شب کو لاہور میں پبلک لیکچر ہوتا ہے - جس کے صدر عموماً حضرت خواجہ صاحب ہوا کرتے ہیں - اور اختتام لیکچر پر سامعین کو دعوت دیجاتی ہے کہ وہ اُٹھ کر معزز لیکچرار کی تقریر پر تنقید کریں - اور مختلف پہلوؤں سے تقریر پر روشنی ڈالیں - اس کے بعد پھر اس شب کے معزز مقرر کو اعتراضات کے جوابات کا موقعہ دیا جاتا ہے - جس سے کہ اسے مخالفین کے اعتراضات کو رد کرنے کی مشق ہوتی جاتی ہے - اور اختتام لیکچر پر حضرت خواجہ صاحب باقی ماندہ امور مضمون زیر بحث پر مزید روشنی ڈالکر اجلاس کو ختم فرماتے ہیں نیز مبلغین اربعہ کی تحریری مشق رسالہ اسلامک ریویو میں انگریزی آرٹیکل دینے سے ہو جاتی ہے - اللہ تعالےٰ اِن مجاہدین اسلام کی عمر میں برکت ڈالے - اور ان کے وجود کو اشاعت اسلام کے لئے جس کے لئے انہوں نے اپنی جانیں وقف کی ہیں مفید ثابت کرے + آمین ثم آمین

حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مسلم مشنری اللہ تعالےٰ کے فضل سے رو بصحت ہیں اُمید واثق ہے کہ چند ماہ تک بکلی صحتیاب ہو جائینگے - احباب دُعا کر عند اللہ ماجور ہوں +

جو احباب بذریعہ خطوط حضرت خواجہ کی عیادت فرماتے رہتے ہیں - ہم ان کے تہ دل سے مرہون منت ہیں - اللہ تعالےٰ ان سب احباب کو جزائے خیر دے - چونکہ حضرت

خواجہ صاحب فرداً فرداً ہر ایک بھائی کے خط کا جواب اپنے دست مبارک سے طبیعت کی علالت کے ماتحت جو دینے سے قاصر ہیں۔ اسلئے بذریعہ رسالہ ہذا ہم ان سب احباب کا مجموعی طور پر اسجگہ شکریہ ادا کرتے ہیں۔ حضرت خواجہ صاحب کا موجودہ پتہ۔ عزیز منزل۔ لاہور ہے +

قوی اُمید ہے۔ کہ حضرت خواجہ صاحب کامل صحتیاب ہونے پر رسالہ ہذا کے صفحات کو اپنے گرانقدر اردو مضامین سے اپنے قیام ہندوستان میں مزین فرماتے رہینگے۔ اور یہ سلسلہ انشاء اللہ تعالیٰ بشرط صحت کامل جنوری سنہ ۱۹۲۰ء آغاز سال رسالہ سے شروع ہو جائیگا +

جن دو مضامین کو رسالہ ہذا میں درج کرنے کا ہم نے گذشتہ رسالہ میں وعدہ کیا تھا۔ ان میں سے ایک مضمون "پیدائش اسلام" کے فقط عنوان میں ذرا سا تغیر کر کے "بعثت اسلام" کی سُرخی کے نیچے اسی رسالہ میں اب ہدیہ ناظرین کیا جاتا ہے۔ لیکن دوسرا دلچسپ مضمون جس کا ہم نے خصوصیت سے وعدہ کیا تھا۔ اور کہ جو "انکشافات نفس و شعور کونیہ" مصنفہ حضرت خواجہ صاحب کے عنوان کے نیچے ہوگا۔ وہ اب بھی ہمیں افسوس سے لکھنا پڑتا ہے کہ اس رسالہ میں درج ہونے سے رہگیا۔ اسکی وجہ دراصل موجودہ "مولود نمبر" ہے۔ اگر تو انکشافات نفس و شعور کونیہ" کے مضمون کو حسب وعدہ رسالہ ہذا میں درج کر دیا جاتا تو پھر احتمال تھا کہ وہ دلچسپ و بے بہا مضامین جن سے سرور کائنات صلعم کی عالی شان ٹپکتی ہے۔ اور کہ جنہوں نے نمبر ہذا کو مزین کرنا تھا عدم گنجائش کی وجہ سے معرض التوا میں رہجاتے۔ اور مولود نمبر میں انکشافات نفس جیسے مضمون کا درج کرنا بھی کوئی موزوں معلوم نہیں ہوتا۔ اسلئے اس دلچسپ مضمون کو ہم نے جنوری سنہ ۱۹۲۰ء کے نمبر کے لئے محفوظ رکھا ہے +

جن احباب کا چندہ دسمبر سنہ ۱۹۱۹ء کے اخیر ختم ہو جاتا ہے۔ ان سب احباب کی خدمت میں

انشاء اللہ تعالیٰ جنوری سنہ ۱۹۲۰ء کا رسالہ اشاعت اسلام سالانہ وی۔ پی ارسال ہوگا جو جنوری سنہ ۱۹۲۰ء کے پہلے ہفتہ میں ناظرین کرام کی خدمت میں حاضر ہو جائیگا +

ہم نے متعدد سفیروں کو ہندوستان کے مختلف گوشوں میں رسالہ اسلامک ریویو (انگریزی) و اشاعت اسلام (اردو) کی توسیع اشاعت و اشاعت اسلام بلاد غیر و ووکنگ مشن کے چندہ امداد کے لئے ارسال کر دیا ہے ہمیں اپنے ناظرین کرام و بہی خواہان مشن کی ذات پر قوی امید ہے۔ کہ وہ انہیں اپنے اپنے قریہ و شہر و بستی میں اس احسن اسلامی کام کے سرانجام دینے میں ہر ایک قسم کی سہولت مہیا فرما کر عنداللہ ماجور ہونگے۔

سفیران مذکور کے پاس رسید بک ہیں۔ جن پر مینیجر اسلامک ریویو و اشاعت اسلام و محاسب اشاعت اسلام بلاد غیر و ووکنگ مشن کے دستخط ثبت ہیں مینیجر رسالجات کے نمونہ کے دستخط اسی رسالہ کے سرورق صفحہ نمبر ۴ پر درج کر دیئے جاتے ہیں۔

بلاد غربیہ میں تبلیغ اسلام

مراسلہ مسجد ووکنگ نمبر ۳

لفٹنٹ جوزف عبداللہ

آسماں پر دعوت حق کیلئے اک جوش ہے
ہو رہا ہے نیک طبعوں پر فرشتوں کا اُتار

گذشتہ ہفتہ لارڈ ہیڈلے بالقابہم کے لیکچر کا ذکر کرتے ہوئے میں نے بتایا تھا۔ کہ لارڈ صاحب موصوف نے عراق عرب میں ایک انگریز فوجی لفٹنٹ کے قبول اسلام کی خوشخبری حاضرین کو سنائی

جنہوں نے اپنا اسلامی نام جوزف عبد اللہ بتایا ہے +

اِس اعلان کو بھی ایک ہی ہفتہ ہؤا تھا۔ کہ کل لفٹننٹ موصوف کو ہم نے اپنے درمیان پایا۔ آپ پُونا سے جہاں عراق عرب سے تبدیل ہو کر آپ کو جانا پڑا۔ دو مہینہ کی رُخصت پر انگلستان آئے ہیں۔ اور کل مولینا صدرُالدین صاحب سے ملنے کے لئے یہاں تشریف لائے کسی انگریز کے قبول اسلام کی خوشخبری سُن کر سب سے پہلے جو خیال ہمارے بعض ہندوستانی بھائیوں کے دلوں میں پیدا ہوتا ہے۔ وہ اُنکی پابندی اسلام کا سوال ہے۔ اگرچہ اس سوال کے کرنے والے ان مشکلات کو قطعًا نظر انداز کر دیتے ہیں۔ جو ایک نو مسلم بالخصوص انگریز کی راہ میں اسلامی طور و طریق کو اختیار کرنے اور انگلستان میں رہ کر اپنی عمر بھر کی عادات کو ترک کر کے مسلمان ہوتے ہی اسلام پر کاربند ہوتے اور اسلامی اخلاق حسنہ کا خوگر بن جانے میں حائل ہیں۔ اور جن کی عدم موجودگی کے باوجود بھی پیدائشی کے مسلمان ان سب باتوں سے بہت دُور پڑے ہوئے ہیں۔ تاہم ان جاں نثاران توحید کو یہاں آ کر جس حالت میں ہے پایا ہے۔ اُن کے اخلاق اُن کے خلوص دل اسلام کیلئے ان کو غیرت اور اس سے محبت۔ نمازوں وغیرہ میں شرکت اور عربی کلمات اذان نماز وغیرہ کو سیکھنے میں اُنکی جہد بلیغ کو دیکھ کر جو خوشی ہوتی ہے۔ لبعا وقات جی چاہا ہے۔ کہ میں اپنے ہندوستانی بھائیوں کو بھی شریک کروں۔ اور فرداً فرداً ان تمام نومسلمین مردوں اور خواتین کا ذکر کروں جن کو اس وقت تک ملنے کا اتفاق ہؤا ہے لیکن اب تک اس سے معذور رہا۔ خدا نے چاہا۔ تو کسی دوسرے وقت میں انشاء اللہ اس خدمت کو سرانجام دوں گا +

مگر قبل اس کے کہ وہ موقع میسر آئے لفٹننٹ جوزف عبد اللہ کے ساتھ کل کی ملاقات کا جو اثر میرے قلب پر ہے۔ جو خوشی لفٹننٹ موصوف کی قرآن خوانی کو سُن کر۔ اُن کو مسجد میں جاتے ہی دیوار پر لکھی ہوئی سُورۂ اخلاص اور دیگر آیات اور اسمائے الٰہی بیساختہ پڑھتے ہوئے دیکھ کر اور نہ صرف نماز اور اذان وغیرہ سے ہی نہیں واقف پا کر بلکہ اُنکی وسیع اسلامی معلومات اور اُن کے قلب میں اسلام کے لئے ایک سچا جوش محسوس کر کے

حاصل ہوئی - ہاں ان ایام مصیبت و بلا میں جبکہ اسلام کو بدنام کرنے کیلئے اسلامی
ممالک کے مسلمانوں کو وحشت و بربریت کا مجسمہ ٹھیرایا جاتا ہے ایک انگریز کے اس جگہ
سے شرافت اور اخلاق حسنہ کو تصویر بن کر آنے والا جو نہ مٹنے والا نقش میرے قلب
پر ہوا ہے چاہتا ہوں کہ آپکے ناظرین کو بھی اس سے مطلع کروں - اور اسلام کی سادگی اور
کشش کا جو ہماری رنگ آمیزیوں اور فرقہ بندیوں سے تیرہ سو برس کی داستان
پارینہ بن چکی ہے دوبارہ یورپ کے اندر زندگی اور نشو و نما حاصل کرنے کی کیفیت عرض کروں +
لفٹننٹ موصوف کا اصلی نام جے - ای وارڈ ہے - وہ رومن کیتھولک مذہب کے
پیرو تھے جو عقیدہ اور عمل کے لحاظ سے تمام عیسائی فرقوں میں سے الوہیت مسیح کو ماننے
میں بہت سخت واقع ہوئے ہیں - بلکہ وہ حضرت مریم کو بھی لائق پرستش سمجھتے اور
مسیح اور مریم دونوں کے بتوں تک کی پوجا کرتے ہیں - یہ لوگ پوپ کے پیرو ہیں - اور دوسرے
عیسائی فرقوں کی طرح آزاد خیال نہیں ہوتے - تاہم سعید روحیں بھی ہر جگہ ہوتی
ہیں - لفٹننٹ موصوف اپنی فوج کے ساتھ عراق عرب میں گئے - اور وہاں وہ اسلام
کی سادگی اور معقولیت پر نثار ہو گئے - ان کو اسلام لائے ابھی نو ہی مہینے ہوئے ہیں
لیکن اس قلیل مدت میں اسلام سے جو گہری واقفیت انہوں نے حاصل کی ہے وہ لائق
رشک ہے - وہ قرآن بخوبی پڑھ سکتے ہیں - وضو اور نماز کے سخت پابند ہیں
اور یہ ذکر کرنا کسی فرقہ کے ساتھ منسوب ہونے کی بجائے صرف مسلم کہلانا بہت پسند کرتے ہیں
یہ وہ سبق ہے جس کو آج ہمارے ہندوستانی مسلمان قطعاً بھلا بیٹھے ہیں - اور انہوں نے
اسلام کی سادہ تعلیم کو تشطط و افتراق کا آماجگاہ بنا لیا ہے لفٹننٹ موصوف اسکے
متعلق دیر تک باتیں کرتے رہے - بالخصوص حضرت علی اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہما کی
ایک دوسرے پر فضیلت کے متعلق جو شیعہ سُنی کے اختلاف کا موجب ہے - انہوں نے اپنا
یہ خیال ظاہر کیا - کہ کسی ایک کو دوسرے پر فضیلت دینے کی بجائے ہمارے لئے یہی کافی ہے
کہ ان دونوں کو نیک و پارسا اور آنحضرت صلعم کے سچے رفیق اور مونس سمجھیں بلکہ حضرت عمرؓ
کے جوش اسلام پر تو ایران کا ملک ایک کھلی شہادت ہے +

کیا ہندوستان کے شیعہ و سُنی حضرات جو انہی چھوٹی چھوٹی باتوں کو مسلمانوں کے خون کے بہانے اور ایکدوسرے کے خلاف دفتر اور ورق سیاہ کرنے کا ذریعہ ٹھیرا لیتے ہیں۔ ایک انگریز نومسلم کی اس پاکیزہ خیالی کی داد نہ دیں گے۔ اور اس سے سبق حاصل کر کے راہ امن و اتحاد پر گام زن نہ ہونگے ؟

اِس کے ساتھ ہی کس قدر خوشی کی بات ہے کہ جس مقام کو آج وحشت و بربریت کی جگہ قرار دیا جاتا ہے۔ کیونکہ وہ اسلام کا مرکز اور گھر ہے۔ اور انگلستان میں تبلیغ اسلام کرنیوالوں کے سر پر یہ الزام دیا جاتا ہے۔ کہ وہ اسلام کو بنا سنوار کر کچھ کا کچھ بیان کرتے ہیں جو یورپین قلوب کو لبھا لیتا ہے۔ ورنہ اصل اسلام کچھ اَور ہے جو ہندوستان اور اسلامی ممالک میں پایا جاتا ہے۔ اس جگہ اور انہی اسلامی ممالک کے اندر ہاں اسی نام نہاد وحشت و بربریت کے گھر میں ایک انگریز فوجی لفٹننٹ اس اسلام کا والا و شیدا ہوتا ہے۔ جس کو کچھ اور اور انگلستان کے اسلام سے مختلف قرار دیا جاتا ہے۔ لفٹننٹ موصوف خود ہی اسباب کو اپنی چٹھی میں بیان کیا ہے۔ جو انہوں نے اپنی واپسی سے پہلے بھیجی تھی۔ اور اسلامک ریویو بابت ماہ اکتوبر میں طبع ہوئی ہے وہ لکھتے ہیں کہ :-

اگر انگلستان کا کوئی شخص یہ اعتراض کرے۔ کہ ووکنگ مسلم مشن اسلام کی جو شکل و صورت پیش کرتا ہے یہ بہت بلند پایہ ہے۔ اور اصل چیز جو اسلامی ممالک میں دستیاب ہوتی ہے وہ اس سے بہت مختلف ہے۔ تو اس کے جواب میں آپ میری مثال کو پیش کر سکتے ہیں۔ میں ایک اسلامی مُلک میں مسلمان ہوا۔ جو دو دریاؤں کے ملنے کی جگہ ہے جہاں جناب حسینؓ اور آپکے ساتھی رضی اللہ عنہم شہید ہوئے۔ جہاں حضرت ابو حنیفہؒ۔ حضرت سید عبد القادر جیلانیؒ۔ موسیٰ کاظمؒ۔ محمد جوادؒ۔ الحسن العسکریؒ اور اسی قسم کے بہت سے اولیاء اللہ اور علماء اسلام پیدا اور دفن ہوئے +

یہ گویا اسلام میں حجاز سے دوسرے درجہ پر قابل تقدیس مقام ہے کسقدر غیرت اسلام ان الفاظ سے ٹپکتی ہے۔ اور ایک تھوڑے ہی عرصہ میں اسلام نے کسقدر واقفیت انہوں نے حاصل کی ہے۔ اور یہ سب کچھ اس مقام کی بدولت ہے جس کو اسلام کا اصلی گہوارہ ہونے کا بجے

وحشت و بربریت کا گھر سمجھا جاتا ہے۔ لفٹننٹ موصوف کے قلب میں اللہ تعالیٰ نے تبلیغ اسلام کا ایک گہرا جوش ودلیعت کیا ہے۔ جس کی وجہ سے آپ اپنی اولاد کو بھی جو رومن کیتھولک ہیں آہستہ آہستہ اسلام سے واقف کر کے مسلمان بنانے کی فکر میں ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں کامیاب کرے اور اس سے بڑھ کر اسلامی خدمات کی توفیق عنایت کرے۔ آمین۔ والسلام

خاکسار دوست محمد۔ از ووکنگ۔ انگلستان

مراسلۂ مسجد ووکنگ نمبر ۴

مورخہ ۸۔ اکتوبر سنہ ۱۹۱۹ء

گذشتہ ہفتہ لفٹننٹ وارڈ جوزف عبداللہ کے جوش اسلامی اور ملاقات کا مفصل ذکر کر چکا ہوں۔ اس اتوار کو مولانا مولوی صدرالدین صاحب نے مسجد ووکنگ میں اپنے لیکچر کے بعد لفٹننٹ موصوف کا حاضرین سے تعارف کرایا اور انہیں بتایا۔ کہ اسلام کی جو خوبیاں میں نے بیان کی ہیں وہ محض خیالی باتیں نہیں ہیں۔ بلکہ اسلامی دنیا میں کم و بیش موجود ہیں۔ جس کے لفٹننٹ موصوف شاہد ہیں۔ اسی وقت موصوف کھڑے ہوئے۔ اور انہوں نے ایک مختصر تقریر میں اس اخوت اسلامی۔ اعلیٰ اور پاکیزہ اخلاق اور سادگی مذہب کو جو اُن کی توجہ کو کھینچنے اور اسلام پر نثار ہو جانے کا موجب ہوئے۔ بچشم خود اسلامی ممالک میں دیکھنے کی شہادت دی۔ آپ نے بتایا۔ کہ میں جس وقت مسلمان ہوا۔ ووکنگ مشن کا مجھے کوئی علم نہ تھا۔ اور جب پتہ لگا۔ تو ساتھ ہی یہ بھی معلوم ہوا۔ کہ بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں۔ کہ یہ مشن اسلام کو جس صورت میں پیش کرتا ہے۔ وہ در اصل عملی اسلام نہیں میں نے اُس وقت اس کا جواب یہاں لکھا۔ کہ یہ وہی اصل اسلام ہے جس کو میں نے بچشم خود عمل میں آتے ہوئے دیکھا ہے۔ ایک معزز لیڈی جو اس لیکچر میں بھی اسکو مولوی صاحب کا وعظ اور اسلام کی خوبیاں سُنکر بہت اثر ہوا۔ اس نے اعتراف کیا۔ کہ یہ وہ باتیں ہیں جن کو ہمارے دل چاہتے ہیں کہ مذہب میں ہونی چاہئیں۔ علاوہ ازیں اس جمعہ کو کچھ ہندوستانی سپاہی افسر جو فرانس میں آئے ہوئے تھے انگلستان کی سیر کرتے ہوئے اس جگہ آئے۔ مولوی صاحب تو جمعہ پڑھانے لندن گئے ہوئے تھے اخویم عبدالمجید جان صاحب نے انہیں یہاں جمعہ پڑھایا۔ وہ یہاں سے بہت عمدہ اثر لیکر گئے۔ اللہ تعالیٰ اسے بارآور کرے۔ والسلام

نیازمند۔ دوست محمد۔ از ووکنگ انگلستان

مُراسلہ مسجد ووکنگ نمبر ۵

مورخہ ۱۵۔ اکتوبر ۱۹۱۹ء

ایک اور انگریز خاتون کا قبولِ اسلام

اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس ہفتہ ایک اور نومسلم کا اضافہ ہوا۔ ایک خاتون راشل اڈیس لیوی گذشتہ جمعہ (مورخہ ۱۰۔ اکتوبر ۱۹۱۹ء کو لندن مسلم ہوس میں آئی۔ اور مولینا مولوی صدرالدین صاحب کے ہاتھ پر داخل حلقہ اسلام ہوئی +

یہ لورپول کی رہنے والی اور بہت بڑی مالدار اور صاحب عزت و شان خاتون ہیں ان کا دستخطی اقرار نامہ اس وقت میرے سامنے ہے جسمیں وہ لکھتی ہیں:۔

"میں راشل اڈیس لیوی بنت ہائمین لیوی آف ...... لورپول مضبوطی اور صدق دلی کے ساتھ یہ اعلان اور اقرار کرتی ہوں کہ اسلام میرا آیندہ مذہب ہوگا۔ اور کہ میں ایک خدا کو ہی اپنا معبود حقیقی سمجھونگی۔ میں تمام انبیائے کرام کی بڑی ہی عزت اور ادب ملحوظ رکھونگی۔ میں حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین آخری نبی یقین کرونگی! اس کے ساتھ ہی میں آئندہ ایک اعلےٰ مسلم زندگی بسر کرنے کا اقرار کرتی ہوں" +

خاتون موصوفہ کا اسلامی نام رقیہ رکھا گیا۔ اللہ تعالیٰ انہیں اپنے ایمان میں مضبوطی اور استقامت عطا فرمائے۔ اور اعلےٰ مسلم زندگی بسر کرنے کی توفیق دے اور خادم دین بنائے آمین

(۲) اس اتوار مورخہ ۱۲۔ اکتوبر ۱۹۱۹ء کو مولینا مولوی صدرالدین صاحب کا ایک زبردست لیکچر مسجد ووکنگ میں ہوا۔ جسمیں آپ نے لیس البران تولوا وجوھکم قبل المشرق والمغرب الخ سے استدلال کرتے ہوئے بتایا۔ کہ اسلام نے مذاہب کے دو ہی ضروری رکن قرار دیئے ہیں +

(الف) اللہ تعالیٰ پر کامل ایمان +

(ب) مخلوق الٰہی کے ساتھ سچی ہمدردی اور حسن سلوک +

اسی کو حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے

(الف) تعظیم لامر اللہ

(ب) شفقت علی خلق اللہ

کے دو نہایت ہی مختصر اور جامع جملوں میں بیان کیا۔ اور درحقیقت اللہ تعالے پر ایمان کے ساتھ مخلوق خدا کی سچی ہمدردی جب تک نہ ہو کوئی شخص مذہب پر عامل نہیں سمجھا جا سکتا۔ اور نہ ہی ایمان کا مفہوم ہی پورا ہوتا ہے۔ باوجود بہت زیادہ سردی اور بارش کے اس لیکچر میں بھی حاضرین کی تعداد کافی تھی۔ اللہ تعالے سب کو راہ حق پر گامزن ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین +

نیازمند۔ دوست محمد۔ از ووکنگ انگلستان

بنی نوعِ انسان کا بہترین دوست

یہ امر محتاج دلیل نہیں ہے کہ بنی نوع انسان کا بہترین دوست حقیقی معنوں میں وہی کہلانے کا مستحق ہو سکتا ہے جس کی ذات بدرجۂ اتم انسان کے لئے باعثِ خیر و برکت ہو۔ وہ جو وہ تمام سامان مہیا کرے جن کے استعمال سے انسان زندگی کے ہر شعبہ میں رفعت و ترقی حاصل کر سکے یا بالفاظ دیگر وہ جو انسان کو اس قابل بنائے کہ ایک کامیاب زندگی بسر کر سکے +

یہاں پر طبعاً یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ایسے کے نزدیک کامیابی یا بھلائی کا کیا مفہوم ہے۔ کیونکہ اس معرکتہ الآرا مسئلہ پر کثرت سے مختلف و متضاد خیالات جہان میں موجود رہے ہیں۔ اور ہیں مثلاً بعض کے نزدیک انسانی بھلائی اسی پر مشتمل ہے کہ انسان کو گناہ کے نتیجہ آہنی سے رستگاری حاصل ہو۔ اس خیال کے گروہ کے نزدیک گناہ فطرت انسانی کا ایک لاینفک جزو ہے۔ جو ایک رحیم پروردگار کی طرف سے اس کو عطا ہوا ہے اور انسان کی عمر بھر کی کوششوں اور محنتوں کا یہ مقصد ہونا چاہیئے کہ اس سے نجات حاصل کرے۔ مگر میں پوچھتا ہوں کہ آخر کیوں۔ کیا یہ میرے لئے شایاں ہے کہ اس عطیۂ الٰہی کو رد کروں۔ خداوند تعالیٰ نے جہاں اور بیشمار عطایا مجھ پر کئے ہیں۔ مثلاً نطق و بصارت یا سماعت وغیرہ وہاں یہ بھی

میری فطرت کا ایک حصہ بنا دیا ہے کہ میرے لئے زیبا ہے۔ کہ میں ان نعمتوں کا شکریہ اس رنگ میں ادا کروں۔ کہ اپنی زبان یا کان کاٹ لوں۔ یا آنکھیں نکال پھینکوں۔ تو پھر کیوں گناہ جو بعینہٖ اسطرح خدا کی طرف سے ایک عنایت ہے اس سے اپنی مخلصی کرانے کی کوشش کروں

بدی جو تھی جو میری فطرت میں وقت پیدائش تو کیوں بدی کو نہ سمجھوں عنایت ربی

اگر میں ایسی کوشش کروں تو یہ خلاف فطرت نہیں تو اور کیا ہو گی لیکن اس مشکل کا خاتمہ یہاں ہی نہیں ہو جاتا۔ ایک خلاف عقل بنیاد پر جو عمارت کھڑی ہو سکتی ہے وہ بھی خلاف عقل ہی ہو گی

خشتِ اول چوں نہد معمار کج تا ثریا مے رود دیوار کج

اگر کسی تقدس مآب پادری صاحب سے گذارش کیجاوے کہ حضرت چلئے یہی مقصد ہماری زندگی کا سہی بتائیے اس کے حصول کے واسطے کون سبیل ہے۔ کون سے قواعد ہیں جن پر پابند رہ کر میں یہ مقصد حاصل کر سکتا ہوں۔ تو کیا جواب ملتا ہے۔ اس واقعہ پر ایمان لاؤ کہ فلاں شخص تمہارے گناہوں کے بدلے سزا پا چکا ہے۔ تو تم تمام گناہوں سے نجات پا چکے خواہ وہ گذشتہ ہوں یا موجودہ یا آیندہ اس مہمل عقیدہ کی تشریح جناب رائیٹ آنریبل لارڈ ہیڈلے الفاروق نے اپنی کتاب اسلام کی طرف مغرب کی بیداری میں ایک تمثیل بنا بر ذریعہ سے کس وضاحت سے کی ہے۔ ایک متلاشی حق کسی پادری کے پاس گیا۔ اور پوچھا کہ جناب مجھے مذہب کے متعلق کچھ ہدایت فرما سکتے ہیں حضرت تقدس مآب نے فرمایا۔ کیوں نہیں صرف اس پر ایمان رکھو۔ کہ ہاکی پاکی وسکی پنگ" مسیح ہی تو بس نجات ہی نجات ہے۔ کچھ سوچ کر سائل نے جواب دیا۔ کہ اچھا پادری صاحب میں اس پر غور کرونگا۔ مجھے اس وقت اسکی سمجھ نہیں آئی۔ اس کے بعد وہ اس پاک اور معقول پیشہ کے کسی اور رکن کی خدمت میں حاضر ہوا۔ جس کے چہرہ پر تقدس چڑھانے کیلئے اول الذکر کی طرح ریش دراز تو نہ تھی۔ اور نہ ہی کوئی لمبا جبہ زیب تن تھا۔ ہاں نفیس کالا فراک کوٹ پہنے تھا۔ انکی خدمت میں عرض کیا کہ یہ نسخہ فلاں صاحب نے تجویز کیا ہے۔ آپ کی اس کے متعلق کیا رائے ہے۔ جواب ملا کہ یہ تو بہت ہی

خطرناک عقیدہ ہے۔ اس سے تو تم براہِ راست دوزخ میں جھونک دیئے جاؤ گے۔ شاید یہ
شیطان نے القاء کیا ہوگا۔ یہ لو میں حقیقی نجات کا راستہ بتلاتا ہوں۔ سچے دل سے اسکی
صداقت پر ایمان رکھو۔ "پکی پکی رکی رکی"۔ اس پر ایمان باعث نجات ہو تا کہ فلاں
شخص اس طرح مارا گیا۔ کیا مذکورہ بالا دو مہمل فقروں کی نسبت کم مضحکہ انگیز ہے۔ کیا یہ
تمام اخلاق کو بیخ و بن سے اکھڑنے کیلئے کافی نہیں ہے +

اسی طرح اور مختلف خیالات کے لوگ ہیں بعض کے نزدیک خواہشات و جذبات
کی تسکین اور بعض کے خیال میں عقل کی تشفی میں انسانی کامیابی کا راز مضمر ہے کوئی
فطرت انسانی کے اس پہلو کو اور کوئی اس کو نشو و نما دینا زندگی کا مقصد اعلیٰ سمجھ بیٹھا
ہے۔ سو واسطے لازمی ہے کہ جو شخص اصلاح بنی نوع کا ذمہ اٹھائے سب سے اول ایک صحیح نصب العین انسانی زندگی کا پیش کرے
جو فطرت انسانی کے ہر ایک پہلو کو مدنظر رکھے۔ اور کسی ایک کو دوسرے پر قربان نہ کرے۔ فی الحقیقت انسان کا صحیح
نصب العین تو کھلے طور پر نظر آجاتا ہے اگر ہم صحیفہ قدرت پر ایک سرسری نظر ڈالیں جس کا انسان ایک جزو ہے
مثلاً ایک سیب کے بیج کا مقصد اعلیٰ کیا ہو سکتا ہے یہی کہ اسکے اندر جو قویٰ قدرت نے رکھ دیئے ہیں وہ نشو و نما
پائیں اور اس کمال کو حاصل کریں جو اسکے لئے اسکے خالق نے مدنظر رکھا ہے۔ اسی طرح انسان
کی کامیابی اسمیں ہے کہ اس کے اندر جسقدر قویٰ ایک خفتہ حالت میں مخفی ہیں وہ بیدار
ہوں۔ اور بتدریج نشو و نما پاتے ہوئے اپنے مقدر کمال کو حاصل کریں۔ پس انسان کے
دوست کا فرض اولین یہ ہوگا۔ کہ ہمارے سامنے ایک صحیح نصب العین رکھے +

ساتھ ہی اس کے لئے ضروری ہے کہ ہماری فطرت کا تاریک اور مایوس کن نقشہ
نہ کھینچے۔ مثلاً جیسے اوپر ذکر ہوا ہے۔ کہ گناہ فطرت ہی میں ہے۔ یہ ایک حقیقت ہے جس
سے ہر ایک شخص جس کو مطالعہ فطرت انسانی کا موقع ملا ہے واقف ہے کہ مایوس کن حالت
میں انسان پستی کی طرف گرنے پر مائل ہوتا ہے۔ اور حوصلہ افزا حالات میں علو کی طرف
اگر ایک طالب علم کے متعلق استاد بار بار یہ خیال ظاہر کرتا ہے۔ کہ تو کسی کام کا نہیں
تو ایک دن آویگا۔ کہ وہ کلاس کے بدترین طلباء میں سے ہوگا۔ خواہ وہ کیسا ہی ذہین
اور ہوشیار کیوں نہ ہو۔ اور اس کے برخلاف اگر کمزور لڑکے کو ابھارا جائے تو وہ بہت جلد

وہ ترقی کر لیتا ہے اگر میری فطرت ہی میں خالق کل نے بدی کا بیج رکھ دیا ہے تو مجھے کیا ہمت پڑ سکتی ہے کہ نیکی سی بچنے کا خیال تک بھی کر سکوں۔ چہ جائیکہ اخلاق فاضلہ اپنے اندر پیدا کرنے کی کوشش کروں۔ اس واسطے انسان کے دوست کا دوسرا فرض یہ ہوگا کہ فطرت انسانی کا وہ روشن نقشہ پیش کرے۔ جو اس کے لئے حوصلہ افزا ہو +

اس کے علاوہ یہ ایک کھلی حقیقت ہے کہ مخفی طاقتوں کو بالفعل کرنے کے لئے مناسب و موزوں حالات کا ہونا ضروری ہے۔ جن کے بغیر وہ ہرگز نشو و نما نہیں پا سکتیں مثلاً آم کی گٹھلی میں بالقوی ایک بڑا اونچا اور شیریں پھل والا درخت موجود تو ہے مگر اس مخفی حالت کو حقیقت کرنے کیلئے ضروری ہے۔ کہ گٹھلی کو مناسب زمین میں مناسب آب و ہوا میں لگا کر خاص قواعد کے مطابق پرورش کیجائے۔ تب کمال حقیقی کو حاصل کر سکتی ہے۔ اسیطرح انسان کے اندر اخلاق فاضلہ کے جسقدر بیج بھی موجود ہیں اُن کے مناسب حال ہی سامان مُہیا ہوں تو اُس کی نشو و نما ہو سکتی ہے۔ مصائب کا پہاڑ سر پر نہ ٹوٹے تو سوقت مشکلات کا سامنا نہ کرنا پڑے۔ تو استقلال کی صفت کب پیدا ہو سکتی ہے۔ دشمن سے مقابلہ ہی نہ پڑا ہو تو شجاعت کہاں کی الغرض کسی خلق کے پنپنے کے لئے جو انسان کی فطرت میں ایک بیج کے طور پر موجود ہے ضروری ہے کہ انسان مخصوص حالات میں سے گذرے جسقدر ایسے حالات کا دائرہ وسیع ہوتا جاوے اُسی قدر انسان میں زیادہ اخلاق پیدا ہو جاتے ہیں۔ اور برعکس اس کے جسقدر یہ دائرہ تنگ ہوتا جائے اخلاق میں متناسب تنگی پیدا ہونا ضروری ہے۔ مثال کے طور پر وہ شخص جو انسانی سوسائٹی سے قطع تعلق کر کے کسی پہاڑ کی چوٹی۔ دریا کے کنارہ یا جنگل کا گوشہ میں اپنا بسیرا بنائے۔ وہ بیشمار اخلاق فاضلہ سے محروم ہو جاتا ہے جن کے نشو و نما کا دارومدار ان حالات پر ہے۔ جو سوسائٹی میں رہکر پیدا ہوتے ممکن ہیں انسان کی ترقی اس کے دائرہ عمل کے متناسب ہوا کرتی ہے۔ ایک کی وسعت دوسرے کی وسعت وابستہ ہے۔ اگر انسان اپنے دائرہ عمل کو اپنے اردگرد مختلف مخلوقات تک وسعت نہ دیتا۔ تو موجودہ سائنس کے کرشمے کب ممکن ہوتے ایک زمانہ وہ بھی تھا جب لوگ

قدرت میں بعض چیزوں کو معبود سمجھنے جس کو اس مقام تقدس پر کھڑا کیا جائے ۔ تو کیونکر ممکن ہے کہ وہ اپنا مفتون بنانے کا خیال تک بھی کر سکے ۔ اگر ایک گھوڑا میرا معبود ہے تو میں اسکو اپنے لئے مفید نہیں بنا سکتا ۔ وہ میرے لئے نہیں ہے بلکہ میں اسکے لئے ہوں ۔ اسیطرح سورج ۔ چاند ۔ ستاروں ہوا ۔ آگ اور دیگر مناظر قدرت کی پرستش کا یہ لازمی نتیجہ تھا ۔ کہ انسان میں اُن کو اپنا معمول اور اپنے لئے مفید بنانے کا کبھی خیال نہیں آیا ۔ مگر جب وہ یہ سمجھنے لگا کہ یہ تو میری خدمت کیلئے ہیں ۔ تو اُن سے کیا کچھ کام لیا علم کے دائرہ کو کتنا وسیع کر دیا
خلاصہ کلام انسانی طاقتوں کی نشوونما وسعت میدان عمل کی نسبت ہوا کرتی ہے ۔ اسواسطے اس ہادی انسان کیلئے ضروری ہوگا کہ وہ اسکی فطرت کا صحیح نقشہ کھینچ کر ایک اعلیٰ اور ارفع زندگی کا مقصد پیش کرے ۔ اسکے میدانِ عمل کو اسقدر وسعت دے کہ اسکی فطری قوے کے نشوونما کیلئے کافی حالات بہم پہنچ سکے +

چوتھا فرض جو ایسے انسان پر عائد ہوتا ہے یہ ہے کہ وہ قانون بنائے جن پر انسانی قوے معراج حاصل کر سکتے ہیں ۔ انسان کی فطرت جو نہایت پیچیدہ واقع ہوئی ہے ہدایات کی محتاج ہے کہ مقررہ ہدایات ہوں جن کے مطابق وہ پرورش پاکر انتہائی کمال حاصل کر سکیں ۔

آخری اور سب سے ضروری بات یہ ہے کہ وہ مصلح اپنی زندگی میں اپنی تعلیمات کا عملی نمونہ پیش کرے ۔ حالات کیسے ہی حوصلہ افزا کیوں نہ ہوں ۔ مگر پھر بھی انسان کو ضرورت پڑتی ہے ۔ کہ اس کے سامنے کوئی نمونہ ہو ۔ نمونہ سے کسی کام کے متعلق ذہن میں صحیح نقشہ پیدا ہونے کے علاوہ دل میں اُمنگ پیدا ہوتی ہے حوصلہ بڑھتا ہے ۔ اور جو کام پہلے مشکل دکھائی دیتا تھا آسان ہو جایا کرتا ہے ۔ یہ روزمرہ کے مشاہدہ کی بات ہے جو محتاج ثبوت نہیں ہے ۔ ہاں اسموقعہ پر ایک امر یاد رکھنے کے قابل ہے ۔ نمونہ پیش کرنیوالے یعنی اُستاد اور شاگرد کی طاقتوں میں معقول مناسبت ہونی چاہیئے ورنہ نمونہ کا کوئی اثر نہیں ہو سکتا ۔ اگر کوئی عقاب میرے سامنے بلند پروازی کا نمونہ پیش کرے تو میرے دل میں تو کوئی اُمنگ نہیں پیدا ہو سکتی ۔ کہ میں بھی ایسا کروں ۔ ہاں اگر کوئی میرے جیسا انسان کسی ہوائی جہاز پر بادلوں کی سیر کرے ۔ تو میرے دل میں بھی خواہش پیدا ہوتی ہے ۔ اور حوصلہ بھی پیدا ہو جاتا ہے ۔ اگر کوئی نیم خدا انسان کے لباس میں میری ہدایت کا دعویٰ کرے تو میرے لئے تو وہ اس سے زیادہ مفید نہیں ہے جس قدر ایک گھوڑے کا نمونہ

دینے والا ہو (۴) زندگی کیلئے قوانین بتلانیوالا ہو (۵) عملی نمونہ پیش کرنیوالا ہو +

بعثت اسلام

(حضرت مولوی محمد علی صاحب ایم۔ اے۔ ایل ایل بی کی قلم سے)

۱۔ عرب اسلام سے پہلے

یا

(زمانۂ جاہلیت)

مذہب اسلام نے آج سے تیرہ صدیاں پہلے جزیرہ نمائے عرب میں اپنا جنم لیا۔ اور سب سے پہلا سوال جو کہ اس مضمون کی بحث میں ہمارے دل میں اُٹھتا ہے یہ ہے کہ وہ کون سے حالات اور کیفیات تھیں جن کے ماتحت اس مذہب نے اپنا جنم لیا۔ تمام مسلمان مؤرخوں نے بلا کسی استثناء کے آمد اسلام سے پہلے کے زمانے کو زمانۂ جاہلیت کے اسم سے موسوم کیا ہے۔ یہانتک کہ قرآن مجید نے بھی جو کہ پُرانی تاریخ کی سب سے زیادہ قابلِ وثوق ہمعصر روائد ہونے کی وجہ سے عام طور پر اسلامی تاریخ کی کلید سمجھا جاتا ہے اس کو یہی نام دیا ہے۔ اور حقیقت میں جاہلیہ کا لفظ مسلمان مؤرخوں نے قرآن شریف سے ہی لیا ہے مفصلہ ذیل حوالجات اِسبات کو صاف کر دیں گے:۔

(۱) سُورۃ المائدہ ۵ پچاسویں آیت جسمیں زمانہ جاہلیت کے فیصلوں کا ذکر کیا گیا ہے +

(۲) سُورۃ الاحزاب تینتیسویں آیت جسمیں عورتوں کو اپنی زیب و زینت دکھانے سے جیسا کہ وہ زمانہ جاہلیت میں کیا کرتی تھیں منع کیا گیا ہے +

(۳) سُورۃ الفتح چھبّیسویں آیت جسمیں کافروں کا زمانہ جاہلیت کے مُتعلق دل میں نفرت اور کینہ کے خیالات کو رکھنے کا ذکر کیا گیا ہے +

اُن ایام کے تذکرے سے جیسا کہ قرآن کریم میں پایا جاتا ہے۔ یہ ثابت ہوتا ہے کہ عرب اُس وقت نہایت ہی گُمراہی اور بدترین حالت میں تھا۔ یہ زمانہ مذہب سے غفلت اور لاپرواہی اور سخت فسق و فجور کے زمانے سے یاد کیا گیا ہے۔ اور اس زمانے کے عربوں کو جاہلیہ یعنی وہ لوگ جو سخت جہالت

اور تاریکی میں گھرے ہوئے "بہرے گونگے۔ اندھے۔ حیوانات سے بدتر"۔ قبر کے مُردوں کی طرح"
کے خطابات سے نامزد کیا گیا ہے۔ اور دوسری تواریخ بھی جن کے حصول ذرائع اور منبع ومخزن
مختلف ہیں اس بات کی صاف طور پر تائید اور تصدیق کرتی ہیں۔ ہیں زمانہ جاہلیت کے
عربوں کی خوبیوں۔ انکی مہمان نوازی۔ حریت پسندی۔ شجاعت وبہادری۔ اپنے
قبیلے اور قوم سے وفاداری اور گہرا تعلق۔ اُنکی سخاوت اور دیگر مردانہ صفات سے منکر
نہیں ہوں۔ مگر تہذیب کے یہ معنے نہیں ہیں۔ کہ یہ خوبیاں اور صفات کبھی کبھی اپنا جلوہ
دکھادیں اور بس۔ مگران خوبیوں کے مقابل پر انکی بُرائیاں بےشمار اور نہایت قبیح تھیں
اگر کسی مسافر کو کسی بدوی کے دروازے سے مہمان نوازی کی توقع ہوتی تھی۔ تو ساتھ ہی یہ بھی
بالکل ممکن ہوتا تھا کہ اُس کا مال واسباب لوٹ لیا جائے۔ اس پرتن ڈھکنے کو بھی
کپڑا نہ رہے۔ اگر ان کو اپنے قبیلے سے بہت لگاؤ اور تعلق تھا تو ساتھ ہی اس کے ایک بڑا
نقص تھا۔ کیونکہ اگر ایک فرد واحد کو کوئی ذراسی بھی تکلیف پہنچ جاتی۔ تو تمام کا تمام قبیلہ
لڑائی اور فساد میں پھنس جاتا تھا۔ اور بعضے وقت اُن کے دعاوی ابھی پورے بھی نہ ہونے
پاتے تھے کہ تمام قبیلے کا صفایا ہو جاتا تھا۔ انتقام کی آگ اپنے پورے زوروں پر ہوتی تھی۔ مگر صرف ان
وجوہات پر ہم اس بات کا فیصلہ نہیں کرسکتے کہ آیا زمانہ جاہلیت کے عرب مہذب اور اہل بصیرت لوگ تھے یا وہ
ایک جاہل اور وحشی قوم تھی جس نے تہذیب کی روشنی کی جھلک تک بھی نہ دیکھی تھی۔ اس تاریک
اندھیرے کے درمیان جو کہ جزیرہ نمائے عرب پر چھایا ہوا تھا روشنی کے چند ستارے ہمیں اس بات پر آمادہ
نہیں کرسکتے۔ کہ ہم اُن لوگوں کو مہذب اور اہل بصیرت لوگ کہہ سکیں +

علم اور سائنس کا کوئی شمہ بھی عربوں میں ان کے اسلام لانے سے پہلے موجود
نہ تھا۔ سوائے علم عروض کے جو کہ ہم دیکھتے ہیں کہ سوسائٹی کے بالکل آغاز میں بھی پایا
جاتا ہے۔ لکھنے کا علم بھی اُن کو آتا تھا۔ مگر واقعات اور حالات بالکل نہ لکھے جاتے تھے۔
چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ ان لوگوں کو سائنس تاریخ کا موٹے سے موٹا علم بھی نہ تھا۔ زمانہ جاہلیت
کے تاریخی اور حسب ونسب کے حالات نظموں کے ذریعے سے آئندہ نسلوں تک پہنچے ہیں۔ اور
ایک نہایت تیز حافظے کے ہونے کی وجہ سے وہ ضائع ہونے سے بچ گئے۔ اور محفوظ رہے۔ مجھے کسی ایسے

مضمون نثر کا علم نہیں ہے جو کہ زمانۂ جاہلیت میں لکھا گیا ہو علم فلسفہ علم ریاضی علم سائنس وغیرہ وغیرہ بالکل مفقود تھے۔ اور سچ پوچھو تو اس قسم کے علم عرب کے قبیلوں کی بدویانہ زندگی کے کسی طرح موافق اور موزوں نہ تھے +

سیاسی نقطۂ نگاہ سے عرب کی حالت ایسی ابتر تھی کہ اُن کو مہذب بنانے کی تمام کوششیں بے سود تھیں۔ ملک میں کوئی نظم ونسق نام کو نہ تھا۔ ہر ایک قبیلے کا اپنا اپنا سردار تھا۔ اور وہ بھی اسلئے ہوتا تھا کہ وہ دوسرے قبیلوں سے جنگ کرنے میں ان کو اپنی سرداری میں لیجائے۔ گویا کہ گورنمنٹ اپنے حقیقی مفہوم میں ان میں مفقود تھی۔ جس کی لاٹھی اسی کی بھینس والا معاملہ تھا۔ جو کوئی تلوار نہایت طاقت اور اُستادی سے چلا سکتا تھا وہ حکومت بھی کر سکتا تھا۔ مگر ہر ایک قبیلہ ہر ایک خاندان ہر ایک فرد بشر خود مختاری اور آزادی کی خاطر کوشاں تھا۔ اور جہانتک بھی ہو سکتا تھا کسی کی حکومت کو نہ مانتے تھے۔ قصہ کوتاہ اُس وقت کے حالات کسی پولیٹیکل اتحاد و اتفاق کے سخت منافی تھے۔ اور اس وجہ سے وہ تہذیب سے بھی عاری تھے کیونکہ یہ اُسی حالت میں ممکن ہے جبکہ اتحاد و اتفاق ہو۔ سر ولیم میور اپنی کتاب "لائف آف محمدؐ" کے دیباچہ میں لکھتا ہے :۔

کہ اُس وقت کی سب سے پہلی خصوصیت جو کہ ہماری توجہ کو اپنی طرف منعطف کراتی ہے وہ یہ ہے کہ عرب لوگ بیشمار جماعتوں میں متفرق تھے۔ اگرچہ انکی زبان۔ انکی رسُوم وعادات انکی عزت اور اخلاق کا معیار ایک ہی تھا۔ مگر ہر ایک جماعت ایکدوسرے سے خود مختار اور سوا تھی۔ اور اکثر آپسمیں ایک دوسرے سے لڑائی چھڑی رہتی تھی۔ اور خون کے رشتے اور دیگر مصلحتوں کی وجہ سے اتحاد اور تعلقات ایک نہایت ہی معمولی وجہ سے نفاق اور سخت دشمنی سے بدل جاتے تھے۔ سو طلوع اسلام کے وقت اس گذشتہ عربی تاریخ کا خیال ہمیں ایک کاغذی سیر بین (جسمیں کانچ کے رنگ برنگے ٹکڑے گھوم گھوم کر مختلف شکلیں اختیار کرتے ہیں) کی طرح آتا ہے۔ اور نفرت و نفاق کی ایک ہمیشہ گھٹتی بڑھتی حالت کو ظاہر کرتا ہے جس نے کہ عام اتحاد و اتفاق کی کوششوں کو اب تک بالکل بے سود اور ناکام رکھا۔" ان لگاتار لڑائی جھگڑوں اور سیاسی تفریق اور نفاق کی طرف قرآن مجید ایک سے زیادہ موقعوں پر اشارہ کرتا ہے مثلاً اس مندرجہ ذیل آیت کو دیکھو :۔

وَاذْكُرُوا نِعْمَتَ اللهِ عَلَيْكُمْ إِذْ كُنْتُمْ أَعْدَاءً فَأَلَّفَ بَيْنَ قُلُوبِكُمْ فَأَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهِ إِخْوَانًا ۚ وَكُنْتُمْ عَلَىٰ شَفَا حُفْرَةٍ مِنَ النَّارِ فَأَنْقَذَكُمْ مِنْهَا ۔ (سورۃ آل عمران رکوع ۱۱) ترجمہ ۔ اور اللہ کا وہ احسان یاد کرو جب تم (ایکدوسرے کے) دشمن تھے پھر اللہ نے تمہارے دلوں میں اُلفت پیدا کی اور تم اُس کے فضل سے بھائی (بھائی) ہو گئے اور تم آگ کے گڑھے (یعنی دوزخ) کے کنارے (آ لگے) تھے پھر اُس نے تم کو اُس سے بچالیا ۔

یہ بات ضرور ذہن نشین ہو جانی چاہیئے کہ جب مسلمان مؤرخ عرب کے اسلام سے پہلے زمانے کو "زمانۂ جاہلیت" سے موسوم کرتے ہیں ۔ تو انکی مُراد اس سے لٹریچر علم وفن ۔ اور سائنس سے ناواقفیت نہیں ہوتی بلکہ وہ اس سے تمام تمدنی اور اخلاقی اصولوں اور حقیقی مذہب سے لاعلمی مراد لیتے ہیں ۔ چاہیے پُرانے عربوں کے علم عروض کا پایہ کیسا ہی بلند کیوں نہ ہو ۔ مگر اس سے انہوں نے کوئی تمدنی ۔ اخلاقی ۔ اور مذہبی اصُول حاصل نہیں کئے ۔ ان میں اپنی بیٹیوں کو زندہ گاڑ دینے کی وحشیانہ رسم اور ایک عورت کے کئی شوہر ہونے کے رواج کے سب قائل ہیں ۔ ان میں حبالۂ نکاح بہت کمزور اور ڈھیلا ہوتا تھا کیونکہ شوہر جس وقت وہ چاہے اپنی بیوی کو الگ اور رد کرسکتا تھا ۔ عورت کا درجہ بہت کمتر تھا ۔ اور کسی وقت وہ خاوند کی ملکیت کا ایک حصہ خیال کیجاتی تھی ۔ وہ وراثت کا ایک حصہ تھی چنانچہ متوفی کا وارث اور دوسری چیزوں کے ساتھ اسکی عورت پر بھی قبضہ کر لیتا تھا ۔ اسی وجہ سے سوتیلے بیٹے کے اپنی سوتیلی ماں سے نکاح کر لینے کی وحشیانہ رسم جاری تھی ۔ جس رسم کو قرآن شریف نے قطعاً نابود کر دیا ۔ زناکاری نہایت صد درجہ پہنچی ہوئی تھی شراب نوشی بالکل عام تھی ۔ اور جُوا بازی کی قبیح عادت یہانتک زور پکڑ گئی تھی کہ ایک آدمی اپنی تمام ملکیت ہار جانے کے بعد اپنی آزادی پر شرط لگانے سے بھی نہیں ہچکچاتا تھا ۔ اور جس کو ہار جانے کی صورت میں وہ دوسرے کا غلام ہو جاتا تھا ۔ تمام تمدنی اور اخلاقی قانونوں کے ناپید ہونے کی حالت میں یقیناً ہم ایسی سوسائٹی کو سوسائٹی کے اصل مفہوم میں نہیں ملا سکتے ۔

زمانۂ جاہلیت کے عربوں کا مذہب اور زیادہ صاف طور پر ان کے فوق العادت چیزوں کے متعلق جاہلانہ خیالات اور ان سے لاعلمی کو ظاہر کرتا ہے ۔ ان کا مذہب چند لفظوں میں اس طرح

ادا ہو سکتا ہے۔ العل بُت پرستی جو کہ بڑی گہری جڑیں پکڑ گئی تھی۔ دوئم ذی رُوح اور غیر ذی رُوح چیزوں کی پوشیدہ طاقتوں سے ڈرنا اور ان کی عزت اور عبادت کرنی۔ وہ صرف بُتوں کو ہی نہیں پوجتے تھے جنمیں سے ۳۶۰ صرف خانہ کعبہ میں ہی رکھے ہوئے تھے۔ بلکہ وہ قدرت کی طاقتوں مثلاً سورج۔ چاند ستاروں کی بھی پرستش کرتے تھے۔ یہانتک کہ پتھر۔ درخت اور ضمیر کی لایعنی شکلیں اور اور کئی چیزیں بھی اُن کے معبود ہونے کا شرف رکھتی تھیں" +

جب کوئی خوبصورت پتھر ان کو ملتا تھا۔ تو اسکی پرستش کرنے لگتے تھے۔ اور اگر یہ ہاتھ آتے تو ریت کے ایک تودے پر اونٹ کا دودھ دوہ دیتے تھے اور اسکی پوجا کر لیتے تھے"۔ زن و انسان کی قربانی بھی مفقود نہ تھی۔ کسی کام کو شروع کرنے سے پہلے دیوتاؤں کی مرضی تیروں کے ذریعے پیشینگوئی کرنے سے معلوم کیجاتی تھی۔ ان سب عقیدوں اور توہمات کے ہوتے ہوئے بھی عرب لوگ ایک لامذہب قوم تھی۔ ان میں ایسے لوگ بھی تھے جو کہ کسی آیندہ زندگی پر یقین نہیں رکھتے تھے اور ان کے خیالات ابیکیوریئن (epicureans) کی طرح نفس پرستی اور عیش پر مبنی تھے۔ اور وہ جو کسی آیندہ زندگی پر یقین کرتے تھے۔ سو وہ مردے کی قبر پر ایک اونٹ کو رسی سے باندھ دیتے تھے۔ تاکہ وہ بھوک سے مرجائے۔ اور حشر کے دن اس متوفی کی سواری کے کام آئے۔ بوسورتھ سمتھ (Bosworth smith) لکھتا ہے کہ "ایک عجیب پُر از سحر وہم ان میں پھیلا ہوا تھا۔ کہ مُردے کی رُوح اسکی قبر پر ایک اُلو کی شکل میں منڈلاتی رہتی ہے۔ اور اگر وہ شخص مقتول ہوا ہے۔ تو وہ اُلو" اسقونی۔ اُسقونی" یعنی (مجھے پینے کو دو۔ مجھے پینے کو دو) چلاتا پھرتا ہے۔ اور وہ برابر چلاتا رہتا ہے جب تک کہ اسکے قاتل کا خون نہ گرایا جائے۔ کئی دفعہ اس بات پر زور دیا جاتا ہے کہ عرب لوگ اللہ تعالیٰ کو بھی مانتے تھے مگر حقیقت یہ ہے کہ اس قسم کا عقیدہ بھی صرف کہنے کی بات تھی۔ ہر ایک دیوی اور دیوتا کے فرائض بھی جُدا جُدا تھے۔ اور اُن کی پرستش بھی مختلف مطالب اور مُدعاؤں کو حاصل کرنے کیلئے کیجاتی تھی۔ مگر اللہ تعالیٰ کی اس طرح نہیں۔ بلکہ اُن کا خ[illegible] تھا کہ وہ سب دیوی دیوتاؤں پر حکمران ہے۔ اور دنیاوی معاملات کی باگ اُن کے ہاتھوں میں دیدی ہے۔ گویا کہ قومی طریق عبادت سوائے اصنام پرستی کے جو کہ بڑی گہری جڑیں پکڑ گئی تھی اور تمام ذی رُوح اور غیر ذی رُوح چیزوں کی بھی

عزت اور عبادت کے سوا اور کچھ نہ تھی۔ یہ مذہب تھا اور یہ عرب کی تمدنی اور اخلاقی حالت تھی۔ اور کوئی آدمی اس سے انکار نہیں کرسکتا ہے کہ یہ ایک سخت جہالت اور گمراہی کا زمانہ تھا۔ زمانۂ جاہلیت کے عربوں کا تمدنی اخلاقی اور مذہبی مطلع بدکاری۔ توہمات اور لڑائی اور جھگڑوں کی وجہ سے سخت تاریک ہوگیا تھا۔ اس سیاہ اور تاریک رات میں سرزمین عرب پر سیاہ اور گھرے بادل چھائے ہوئے تھے۔ اور عربوں کے علم عروض سے محبت اگر اسکی کچھ بھی قدر و قیمت تھی تو وہ ایک دھندلے ستارے کی طرح تھی جو کسی پھٹے ہوئے بادل میں سے چمک رہا ہو+

عیسائی اہل قلم بعض وقت اُس نامکمل عیسائیت کے خوشگوار اثر کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔ جو کہ اس وقت ملک عرب میں موجود تھی۔ مگر یہ ایک قابل بحث امر ہے کہ کیا عیسائیت نے اپنے شروع کے زمانے میں دُنیا پر کوئی مہذب اثر ڈالا ہے غیر متعصب سوچنے والوں نے اس کے متعلق بھاری شکوک کا اظہار کیا ہے! اور جہانتک کہ تاریخ پہلی صدی تو الگ رہی تو دوسری صدی کے عیسائیوں کی حالت کو ظاہر کرتی ہے وہ بجائے دلکش ہونے کے نہایت ہی قابل نفرت ہے۔ میں پورے طور پر نہیں کہہ سکتا۔ کہ عرب میں اسلام سے پہلے شرابنوشی اور قماربازی کا عالمگیر مرض کہاں تک عیسائیت کے اثر سے پھیلا ہے۔ اور عیسائیت کہانتک اسکی ذمہ وار ہے۔ مگر چند الفاظ جو کہ کہا جاتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمائے تھے ظاہر کرتے ہیں۔ کہ یہ کسی نہ کسی حد تک درست ضرور ہے۔ جیسا کہ ڈوزی ([illegible]) کہتا ہے حضرت علیؓ نے بالکل مبالغہ نہیں کیا جبکہ آپ نے ایک قبیلے کی نسبت جسمیں عیسائیت اپنی جڑ پکڑ گئی تھی یہ فرمایا "بنو تغلب عیسائی نہیں ہیں۔ اور اگر کوئی چیز اُنھوں نے اس مذہب سے لی ہے تو وہ شرابنوشی ہے"۔ زمانۂ جاہلیت میں عیسائی شعراء بھی تھے اور اُنکی نظمیں اس بات کی کافی اور شافی شہادت دیتی ہیں۔ کہ وہ اس وقت کی عام بُرائیوں مثلاً جوا بازی۔ زناکاری۔ اور شرابنوشی میں ویسے ہی ڈوبے ہوئے تھے۔ جیسے کہ انکے بُت پرست اور کافر پڑوسی۔ سر ولیم میور جیسا متعصب مؤرخ بھی یہ تسلیم کرنے پر مجبور ہوگیا ہے کہ ساتویں صدی میں عیسائیت بجنسہٖ بہت ضعیف اور گندی تھی۔ اور آپس کے اختلافات اور جھگڑوں سے اسکی تمام طاقتیں سلب ہوگئی تھیں۔ اور اگلے زمانے کے پاک

صاف اور وسیع مذہب کی بجائے اب بدعت اور دین باطل کے چھچھورا پن اور اوچھے پن نے جگہ لیلی تھی +

بعض دفعہ اس بات پر زور دیا جاتا ہے۔ کہ عیسائیت کے عقیدہ وحدانیت نے عربوں کے دلوں پر اپنا اثر کیا۔ اور یہ اس اثر کی وجہ تھی کہ بعض لوگ جو کہ حنیف کہلاتے ہیں۔ سچے مذہب کی جستجو میں روانہ ہو گئے۔ مگر واقعات اس دعوے کی تائید نہیں کرتے۔ "خدائے واحد" اللہ تعالیٰ کا علم اُس وقت کی عیسائیت کو بہت کم تھا۔ وہ قریباً قریباً اللہ تعالیٰ کے نام سے ہی بیگانہ تھی۔ کیونکہ جس خدا کی وہ پرستش کرتے تھے وہ ایک فانی ہستی تھی۔ اور یہ جناب مسیح اور اسکی الوہیت تھی جس کی بابت عیسائیت کے مختلف فرقے آپس میں جھگڑے اور بحث مباحثے کر رہے تھے عیسائیت اللہ تعالیٰ کی تعلیم نہیں دیتی تھی۔ بلکہ یسوع مسیح کی الوہیت منواتی تھی۔ اور فرقہ حنیف نے مسیح کو کبھی خدا نہیں مانا۔ یہ حقیقت ہے کہ عیسائیت نے کبھی بھی عربی چال چلن پر کوئی گہرا اثر نہیں ڈالا۔ وہ ایک ایسے انسان کے خدا ہونے کی تعلیم دیتی تھی۔ جو کہ (انکی نظروں میں) ان کے منظور نظر اور آبا و اجداد کے بتوں پر کوئی فوقیت نہیں رکھتا تھا۔ قرآن شریف مکہ کے بت پرستوں کے اس تنازعہ پر مندرجہ ذیل آیت میں اشارہ کرتا ہے:۔

وَلَمَّا ضُرِبَ ابْنُ مَرْيَمَ مَثَلًا إِذَا قَوْمُكَ مِنْهُ يَصِدُّونَ وَقَالُوا أَآلِهَتُنَا خَيْرٌ أَمْ هُوَ مَا ضَرَبُوهُ لَكَ إِلَّا جَدَلًا بَلْ هُمْ قَوْمٌ خَصِمُونَ ترجمہ۔ اور جب مریم کے بیٹے کی مثال بیان کی گئی۔ تو لبس تمہاری قوم کے لوگ اُس (کو سن کر ایکدم) سے کھلکھلا پڑے۔ اور لگے کہنے کہ (اس صورت میں) ہمارے معبود اچھے (ہیں) یا عیسیٰ۔ ان لوگوں نے عیسیٰ کی مثال جو تمہارے سامنے لا ڈالی تو صرف کٹ حجتی کے طور پر۔ بات یہ ہے کہ یہ لوگ ہیں جھگڑالو۔ کیونکہ عرب لوگ فرشتوں کی پرستش کرتے تھے۔ اسلئے وہ کہتے تھے کہ ہمارے دیوتا یسوع مسیح سے بہتر ہیں۔ جو کہ باوجود عیسائیوں کے اسکو خدا ماننے کے آخر انسان تھا۔ اُن کا عیسائی مذہب کے متعلق شک اور وہم اور اس پر طعن اور ہنسی اُڑانا اس واقعہ سے خوب ظاہر ہوتا ہے:۔

"چند لشپ پادریوں کے ۵۱۳ء سن میں منذر ثالث بادشاہ حیرہ کو عیسائی بنانے کی کوشش کرنے پر اُن کو یہ تلخ تجربہ حاصل ہوا۔ جبکہ کچھ دیر بادشاہ اُن کے کلام کو غور سے سُنتا رہا۔ تو اُس کے افسروں میں سے ایک نے کان میں کچھ آہستہ سے کہا جس پر منذر نے فوراً ایک نہایت اُداس اور غمگین چہرہ بنا لیا۔ اور جب پادریوں نے نہایت ادب سے اُس کے غمگین ہونے کا سبب دریافت کیا تو اس نے جواب دیا۔ کہ ملک الملکوت میکائیل فوت ہو گئے ہیں"۔ پادریوں نے کہا۔ "نہیں بادشاہ آپ غلطی پر ہیں فرشتے غیر فانی ہستیاں ہیں"۔ اِس پر بادشاہ نے چلّا کر کہا "غیر فانی۔ اور تم مجھے یقین دلانے کی کوشش کر رہے ہو۔ کہ خدا خود مر گیا"۔ سو اِس طرح باوجود عیسائیت کے موجود ہونے کے۔ ملک عرب اپنی پرانی حالت پر ہی قائم رہا۔ اور بجائے اسکے کہ عیسائیت کے اُس عُمدہ اثر سے جس پر اتنا زور دیا جاتا ہے۔ اُن کا وحشیانہ پن کچھ کم پڑتا۔ اُلٹا اُن بُرائیوں کی وجہ سے جو انہوں نے عیسائیت سے حاصل کیں۔ ان کا چال چلن اور بھی ابتر اور بدتر ہو گیا +

جانوروں سے نرمی اور رحم کا سلوک

وَمَا مِنْ دَابَّةٍ فِي الْأَرْضِ وَلَا طَائِرٍ يَطِيرُ بِجَنَاحَيْهِ إِلَّا أُمَمٌ أَمْثَالُكُمْ ۚ مَا فَرَّطْنَا فِي الْكِتَابِ مِنْ شَيْءٍ ۚ ثُمَّ إِلَىٰ رَبِّهِمْ يُحْشَرُونَ (سورۃ انعام رکوع ۴) ترجمہ۔ اور جتنے جیوان زمین میں (چلتے پھرتے ہیں) اور جتنے پرند اپنے دو پروں پر اُڑتے پھرتے ہیں۔ یہ سبھی تم لوگوں کی طرح کی مخلوقات ہیں لوح محفوظ میں (سب لکھے ہوئے موجود ہیں) ہم نے (لکھنے سے کوئی چیز فروگذاشت نہیں کی۔ پھر (قیامت کے دن) سب کے سب اپنے پروردگار کے حضور میں لا حاضر کئے جائینگے" +

مسلمانوں کے خیال کے مطابق اور جیسا کہ اُوپر کی آیت ظاہر کرتی ہے اللہ تعالےٰ کے نزدیک حیوانی زندگی اور انسانی زندگی ایک جیسی ہی اہمیت رکھتی ہیں "سپرٹ آف اسلام" کا لائق مصنف یوں رقمطراز ہے "عیسائی اقوام کو حیوانی مخلوقات کے متعلق فرائض سے آگاہ ہونے میں کئی صدیاں لگیں۔ اور اس زمانے سے بہت پہلے جبکہ عیسائیوں کو جانوروں سے نرمی اور رحم کا سلوک کرنے کا خواب و خیال تک بھی نہ تھا حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نہایت دردناک الفاظ میں انسانوں کو ان فرائض سے آگاہ کیا جو کہ ایسے بے زبان اور مسکین غلاموں (یعنی جانوروں) سے متعلق ہیں۔ اسلامی دُنیا کی روزمرہ زندگی میں اُن ہی کے احکام پر جو کہ نہایت محبت اور حفاظت کے ساتھ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی پر ایک سرسری نظر

نبئ اسلام (صلے اللہ علیہ وسلم) ۵۷۰ سنہ عیسوی میں مکہ کے ایک قریشی گھر میں پیدا ہوئے آپؐ کے والد ماجد عبداللہ آپؐ کی ولادت سے چند ماہ پہلے ہی انتقال کر گئے تھے۔ جب آپؐ کی عمر چھ سال کے قریب ہونے آئی تو آپؐ کی والدہ کی وفات نے آپ کو کامل یتیم کر دیا۔ اس غریب یتیم لڑکے کی پرورش اللہ تعالیٰ کی رحمت کے پروں تلے ہو رہی تھی کیونکہ اسکی قسمت میں ایک اتنا بڑا کام کرنا لکھا تھا۔ جو کہ تاریخ دنیا کی رَو کو بدل دیگا۔ مگر کیا آپؐ نے اتنے بڑے اور اہم کام کے مطابق تعلیم حاصل کی؟ اور کیا آپ ایک اُمّی نہیں تھے؟ ہاں ایک سطحی نظر سے دیکھنے والے کی آنکھوں میں آپؐ ایک جاہل اور اَن پڑھ آدمی تھے مگر حقیقت میں آپؐ علم کا سرچشمہ اور عقل و دانائی کی کان تھے۔ اور یہ سب چیزیں خود حاصل کردہ نہ تھیں۔ بلکہ محض عطاء الٰہی تھیں۔ چند ہی سال کے بعد ہم آپؐ کو ایک نوجوان۔ طاقتور اور خوبصورت اور مستقل مزاج آدمی پاتے ہیں۔ جس کے چہرے سے کامل سنجیدگی اور متانت ٹپکتی تھی +

نبوّت پر مامُوریّت

شہر کے شور و شغب سے دُور۔ غار حرا کی تنہائی میں آپؐ اکثر زندگی و موت اور انسان کی عاقبت کے متعلق گہرے خیالات میں منہمک رہتے تھے ایک نہایت ڈراؤنا کشف کی حالت آپؐ پر طاری ہوتی ہے اور ایک آواز سُنائی دیتی ہے۔ سو اس عجیب طریقے سے آپؐ نے اپنا پہلا سبق سیکھا۔ ایک ناتوانی اور خوف کی حالت میں آپؐ اپنی بیوی خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس واپس آتے ہیں۔ اور چلا کر کہتے ہیں "زملونی۔ زملونی" (مجھے کمبل اُڑھا دو۔ مجھے کمبل اُڑھا دو) آپؐ کی بیوی فرماتی ہیں۔ خوش ہو۔ اللہ تعالیٰ آپؐ کو کبھی ذلیل و رسوا نہیں کریگا۔ کیا آپؐ اپنے رشتہ داروں سے نیک سلوک نہیں کرتے؟ اور اپنے پڑوسیوں پر مہربان نہیں ہیں۔ اور اپنے عہد کے پورے اور حق بات کے محافظ نہیں ہیں؟ آپؐ کے چال چلن کے متعلق کیسی اعلیٰ اور عمدہ شہادت ہے اور وہ بھی

آپ کی بیوی کے مُنہ سے استعداد نبوت کو مکمل ہونے میں چالیس سال لگے خلعت نبوّت کو پہننے کا اگر کوئی وقت تھا تو اب تھا۔ آپ کو ایک کڑکتی ہوئی آواز آتی ہے ؛

یَا اَیُّھَا الْمُدَّثِّرُ۔ قُمْ فَاَنْذِرْ ۝ وَرَبَّکَ فَکَبِّرْ ۝ وَثِیَابَکَ فَطَھِّرْ ۝ وَالرُّجْزَ فَاھْجُرْ ۝ (سورۃ المدثر۔ رکوع ۱) ترجمہ۔ اے کپڑا اوڑھنے والے اُٹھو اور لوگوں کو عذاب خدا سے ڈراؤ۔ اور اپنے رب کی بڑائی بیان کرو۔ اور اپنے کپڑوں کو پاک و صاف کرو۔ اور نجاست سے الگ رہو" آپ لوگوں کو متنبہ کرنے کے لئے کمربستہ ہو گئے آپ نے اپنا پیغام اپنے اردگرد کے لوگوں کو سُنانا شروع کردیا۔ آپ کی بیوی خدیجہؓ اور عم زاد بھائی علیؓ۔ اور آپ کا غلام زیدؓ بن حارث۔ اور آپ کے معتمد دوست عبداللہ بن ابی قحافہ (ابوبکرؓ) آپ کے مشن اور کوششوں کے پہلے ثمرات تھے۔ ایک طرف تو کیا ہی یہ عمدہ سبق ہے کہ جس پر ہمیں کاربند ہونا چاہیئے۔ یعنی عمل نیکی کے کام کی ابتدا گھر سے ہونی چاہیئے۔ دوسری طرف یہ واقعی اُن کی متدینانہ زندگی اور پاکیزگی مقصد کا اعلےٰ ثبوت ہے۔ ایک دن آپ چند رشتہ داروں کو کھانے کی دعوت دیتے ہیں۔ کھانے سے فارغ ہو کر بلا کسی قسم کی تمہید کے بالفاظ ذیل پیغام ربّی انہیں دے دیتے ہیں :-

"یا ابناءِ عبدالمطلب میں تمہیں وہ بشارت دینے لگا ہوں جس سے تم اس دُنیا میں بھی اور آئندہ میں بھی خیر و برکت کے مالک ہو جاؤ گے۔ خدا تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں تمہیں اُسکی خدمت کے لئے بُلاؤں تم میں کون ہے۔ جو میری اس دعوت کا بوجھ اُٹھائے"۔ سبحان اللہ فی الواقعہ بڑی بھاری دعوت ہے۔ الفاظ تو اسی محمدؐ کے مُنہ سے نکلے ہیں جس سے وہ آشنا ہیں لیکن آج اس کا انداز ہی نرالا ہے۔ حاضرین پر ایک رُعب طاری ہو جاتا ہے۔ اور وہ اس کے لب و لہجہ اور انداز میں ایک ہیبت اور رُعب پاتے ہیں ؛

تین برس کی محدود وعظ و نصیحت کے بعد وہ وقت آیا کہ گھر کی چھت سے بلکہ پہاڑ کی چوٹی سے حق اور سچائی کے اعلان اور مشتہر کرنے کی ضرورت محسوس ہوئی۔ آپ نے لوگوں کو صفا کے پاس بُلایا۔ اور وہ آپ کے کہنے کے مطابق وہاں آ جمع ہوئے۔ آپ نے پہاڑ کی چوٹی پر سے ایک کڑکتی ہوئی آواز سے اُن کو اپنا پیغام سُنایا :-

میں تمہیں ایک نہایت خوفناک عذاب کی خبر دینے اور اس سے متنبہ کرنے آیا ہوں .... اور میں تمہیں اس خوفناک انجام سے بچا نہیں سکتا جبتک کہ تم لا الٰہ الا اللہ نہ پڑھو۔" ایک ایسے لوگوں کو جو کہ بت پرستی۔ گمراہی اور توہمات میں ڈوبے ہوئے تھے۔ یہ پیغام نہایت ناگوار معلوم ہوا۔ چنانچہ اُنہوں نے رسول اللہ صلعم پر پتھروں کی بارش کر دی۔ اور آپ کا چہرہ مبارک لہولہان ہو گیا۔ جب آپ سے یہ کہا گیا کہ اُن پر لعنت کرو تو آپ نے ہاتھ ہلا کر فرمایا۔ نہیں ہرگز نہیں۔ میں بنی نوع انسان کیلئے رحمت بنا کر بھیجا گیا ہوں نہ کہ اُن پر لعنت کرنے کے لئے"۔ آپ کے قلب کو تو دیکھو۔ ایک محبت اور شفقت کا سمندر موج زن ہے +

ایذا رسانی اور ظلم و ستم

اس کے بعد جیسا کہ اکثر ہوتا ہے لوگوں نے آپ کو ایذا پہنچانی شروع کی۔ مگر اللہ تعالےٰ کے بہادر سپاہی اس کے جھنڈے کو برابر ہوا میں لہراتے رہے۔ اور اُنہوں نے نہایت اطمینان اور صبر سے تمام بدنامی۔ خطرات اور ظلم و ستم کو برداشت کیا۔ اکثروں کو کانٹوں کے تاج پہنائے گئے۔ مگر اُن کے خون نے اُن کے رشتہ مذہب کو اور بھی زیادہ مضبوط کر دیا۔ خود نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم بعض دفعہ بال بال بچ گئے +

کافروں کا لالچ اور طمع دلانے کی کوشش کرنا

آپؐ کے دشمنوں میں سے ایک نے کہا "آؤ! اس بدعتی اور ملحد (نعوذ باللہ) کو لالچ اور طمع دلانے کی کیوں نہ کوشش کریں"؟ چنانچہ عتبہ اس ڈیپوٹیشن کا سردار بن کر خانہ کعبہ میں جہاں کہ نبی کریم صلعم بیٹھے ہوئے تھے گیا۔ اور کہنے لگا "اے محمد تمہاری اس نئے مذہب کو نکالنے کی کیا غرض اور مقصد ہے؟ کیا تمہیں مال و دولت کی خواہش ہے؟ اگر ہے تو ہم اپنا مال و دولت تمہارے قدموں میں رکھنے کو تیار ہیں۔ کیا تم حکومت اور طاقت چاہتے ہو؟ اگر یہ بات ہے تو ہم تجھ کو اپنا سردار بنانے میں آرزومند ہیں۔ مگر مہربانی فرما کر اپنے اس نئے مذہب کی تلقین کرنی چھوڑ دو" + نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "کیا تم نے جو کچھ کہنا تھا کہہ چکے ہو۔ انہوں نے کہا۔ ہاں! تب آپ نے کہا کہ اب

میرا جواب سُن لو۔ اور آپؐ نے قرآن شریف کی آیتوں کی تلاوت شروع کردی۔ اور ڈیپوٹیشن نہایت ناکام اور بددل ہو کر واپس آیا +

اِس کے بعد ہم نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو ایک عجیب مشکل اور وقت میں پاتے ہیں۔ کافروں نے آپؐ کے دیرینہ سال چچا ابُوطالب پر زور ڈالنا شروع کیا کہ اپنے بھتیجے کو سمجھائے۔ چنانچہ اس نے آپؐ سے کہا تو اپنے اِس مشن کو چھوڑ دو یا مجھ سے الگ ہو جاؤ۔ نبی کریم صلعم نے دُنیا سازی یا زمانہ سازی کرنے سے انکار کردیا۔ اور کہا۔ کہ اگر وہ سُورج کو میرے دائیں ہاتھ اور چاند کو میرے بائیں ہاتھ پر رکھ دیں تب بھی میں ایسا کرنے نہیں رُکونگا۔ مگر آپ نے چچا سے جُدا ہونا بھی بڑا شاق گذرتا تھا۔ چنانچہ جس وقت آپ جانے لگے۔ تو فرطِ غم سے آپؐ کے آنسُو نکل پڑے۔ بوڑھے آدمی نے چلّا کر کہا "میرے بھتیجے واپس آؤ۔ اور بالکل اطمینان اور دلجمعی سے رہو۔ اور جو تمہارا جی چاہے کرو اور کہو۔ میں تمہارا ساتھ کبھی نہیں چھوڑونگا" +

ایک عیسائی بادشاہ کا آپؐ کے کام کا مشاہدہ کرنا

کافروں کی ایذا دہی دن بدن بڑھتی گئی۔ اور مکّہ کی زندگی نا قابل برداشت ہوگئی ۸۳ آدمی اور ۱۸ عورتوں نے چُپ چاپ بحیرۂ قُلزم کو عبُور کیا۔ اور نجاشی بادشاہ ابی سینیا کی پناہ جا پکڑی۔ مگر قریش نے اُن کا وہاں بھی پیچھا نہ چھوڑا۔ جب اس نئے مذہب کو بیان کرنے کیلئے یہ سب لوگ بُلائے گئے۔ تو حضرت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو کہ نبی کریمؐ کے بھتیجے تھے۔ ان پناہگزینوں کے گروہ کے ترجمان بن کر آگے بڑھے اور کہا:-

"اے بادشاہ۔ ہم جہالت۔ بُت پرستی اور بدکاری میں ڈوبے ہوئے تھے۔ کہ اتنے میں اللہ تعالیٰ نے ہم میں ایک نبی کھڑا کیا۔ جس نے ہمیں خدائے واحد کی پرستش۔ راستگوئی۔ ایفائے عہد۔ رشتہ داروں سے نیک سلوک۔ اور ہر بُری چیز سے اجتناب کرنے کی تعلیم اور تلقین کی۔ ہم اس پر ایمان لائے۔ اور اُس کے پیچھے چلنے لگے۔ ہمارے اہل مُلک نے ہمیں طرح طرح کی ایذائیں پہنچانی شروع کیں۔ چنانچہ اب ہم ان سے بچ کر تیری پناہ کو ڈھونڈنے آئے ہیں۔ کیا تم ہماری حفاظت نہ کروگے" +

ہجرت

اہلِ مکہ نے ایذا رسانی کو نہ چھوڑا ۔ چند اہل مدینہ آدھی رات کو مکہ میں آئے ۔ اور ایک سایہ دار درخت کے نیچے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر بیعت کی ۔ اور آپ کو مدینہ چلنے کی دعوت دی ۔ چنانچہ ۱۶ جون سنہ ۶۲۲ ع کو نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم پا پیادہ مدینہ کو روانہ ہوگئے ۔ یہاں سے سن ہجری کا آغاز شروع ہوتا ہے ۔ اہل مدینہ اہل مکہ کی طرح نہ تھے ۔ اُنہوں نے آپ کا استقبال کیا ۔ اور خوش آمدید کہا ۔ ایک مٹی کی مسجد تعمیر کی گئی ۔ ایک واحد خانۂ خدا جو کہ عرب کیا تمام دُنیا کے رُوحانی صحرا میں ایک ہی نخلستان تھا ۔ اب نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو بیکس و لاچار پناہگزینوں منافقوں اور یہودیوں سے واسطہ آپڑا ۔ اور آپ کی حیثیت ایک حاکم یا بادشاہ سے کم نہ تھی ۔ مگر کیا اسبات سے آپ کی طرز معاشرت و زندگی میں کوئی تغیر و تبدل ہوا ؟ نہیں بالکل نہیں وہی سادہ ۔ غریبانہ زندگی جو پہلے تھی سو اب بھی تھی +

فتح مکہ بلا خونریزی کے

اللہ تعالیٰ کے سپاہیوں کی تعداد گروہ در گروہ بڑھنی شروع ہوگئی ۔ اور قریش کی اس بڑھتے ہوئے سیلاب کو روکنے کی تمام کوششیں بالکل بے سود اور ناکام ثابت ہوئیں ۔ دس سال کی عارضی صلح ہوگئی ۔ چھٹے سال ہجری میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب مکہ معظمہ میں داخل ہوئے ۔ اور تین دن تک وہاں حج کی رسوم ادا کرتے رہے ۔ اور اس کے بعد نہایت امن و آرام سے واپس آگئے ۔ اہلِ مکہ ان کے تحمل اور بُردباری پر حیران تھے ۔ آخر کار قریش نے عارضی صلح کو پہلے پہل توڑا ۔ چنانچہ آٹھویں سال ہجری میں نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم مع دس ہزار اصحاب کے مکہ معظمہ میں فاتحانہ طور پر داخل ہوئے ۔ اہل مکہ معافی کے خواستگار ہوئے ۔ کیونکہ ان کا خیال تھا کہ تمام شہر کی اینٹ سے اینٹ بجا دیجائیگی ۔ اور قتل عام کا حکم دیدیا جائیگا ۔ مگر یہ کیا ہوا ؟ کہ کوئی خونریزی نہیں ہوئی ۔ اور تمام قریش کو جو کہ آپ کے خون کے پیاسے تھے معافی دیدی گئی ۔ مؤرخ لین پول (Lane pool) کا چلانا بجا ہے "فتوحات

کی تمام تاریخ میں کوئی فاتحانہ داخلہ اس مکہ کے داخلے کا لگا نہیں کھا سکتا" +

آپ کے آخری الفاظ اور نصیحت

اس فتح مکہ سے دو سال کے بعد آپ کے رفیق الاعلیٰ سے ملنے کا وقت آن پہنچا اور منا کی وادی میں چالیس ہزار حاجیوں کا جمگھٹ ہو گیا۔ اور آپ کے آخری پر معنی الفاظ وادی منا کی فضا میں اس طرح گونجے:۔

اے لوگو میرے لفظوں کو غور سے سنو۔ کیونکہ میں نہیں جانتا۔ کہ میں پھر آپ لوگوں سے مل سکوں یا نہ مل سکوں تمہارے حقوق تمہاری بیویوں پر ہیں جیسا کہ اُنکے تمہارے اُوپر حقوق ہیں۔ اپنی عورتوں سے نیک سلوک کرو۔ اور اپنے غلاموں سے بھی نیک برتاوا کرو۔ ان کو اپنے کھانے جیسا کھانا دو۔ اور اپنے پہننے جیسا کپڑا پہننے کو دو اور اُن پر ظلم نہ کرو۔ اور اس بات کو جان رکھو کہ تم سب برابر ہو۔ اور ایک دوسرے کے بھائی بھائی ہو" +

اس کے بعد آپ نے آسمان کی طرف نگاہ ڈالی۔ اور کہا "اے اللہ تعالیٰ میں نے اپنے مشن کو پورا کر دیا ہے۔ تو اس پر شاہد رہیو" تب آپ نے اپنے ہاتھ اُٹھائے اور لوگوں کے لئے دُعائے خیر مانگی۔ آپ اس کے بعد چند ماہ ہی زندہ رہے۔ اور آخر اپنے رب حقیقی سے جا ملے۔ خدا تعالیٰ کی ہزار ہزار برکتیں اور رحمتیں آپ پر ہوں آمین ثم آمین

اسلامک ریویو:۔ عورتوں کے حقوق کی حفاظت کے متعلق آپ کے آخری الفاظ خاص طور پر قابل غور ہیں۔ مگر پھر بھی نادان لوگ کہتے ہیں۔ کہ اسلام نے عورتوں کے رُتبے اور عزت کو پامال کر دیا ہے۔ ابھی مغربی تہذیب نے اس بلندی رُتبہ کو پہنچنے میں بہت مراحل اور منزلیں طے کرنی ہیں جو کہ اسلام نے عورتوں کو عطا فرمایا ہے +

سیرت نبوی

(از قلم جناب محمد مارمیڈیوک پکتھال صاحب)

اکثر سیدھے سادے بھولے بھالے اور بے قصور انگریز اب بھی اُن پادریوں کے ناپاک الزاموں اور بہتانوں کو سچ خیال کرتے ہیں۔ جنہوں نے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو کینہ ور اور شہوتی انسان (نعوذ باللہ) کہا ہے۔ اُمید ہے آپ مجھے معذور خیال کرینگے۔ اگر میں ایکدفعہ پھر اس بات پر زور دوں کہ آپ ایک نہایت حلیم اور بُردبار انسان تھے۔ اور ہر بات کے افراط سے متنفر تھے۔ اگر مجھ کو آپکے پرائیویٹ چال وچلن کے متعلق صرف ایک ہی صفت بیان کرنے کو کہا جائے تو میں کہونگا "نہایت ہی پیارا" محمد رسول اللہ صلعم کی اپنی شخصیت پنگھوڑے سے لحد تک نہایت ہی پیاری تھی۔ اور اس دُنیا میں کسی شخص سے بھی اُن سے بڑھ کر سچی محبت نہیں کی گئی آپسے وہی لوگ محبت نہیں کرتے ہیں جو کہ آپ سے ہمکلام ہوتے یا آپ کو جانتے تھے اور جنکی محبت کی جھلک اب تک ان کے الفاظ میں نظر آتی ہے۔ بلکہ وہ لاکھوں کروڑوں انسان جنہوں نے آپ کا جسم مبارک کبھی نہیں دیکھا۔ اور جن کے پاس صرف آپ کی سوانحعمریاں اور تعلیم وحدیث ہیں۔ وہ بھی آپ پر فدا ہو جاتے ہیں۔ آپ رسُول نبی مقنن۔ رُوحانی ہادی۔ اور نائب خدا سبھی کچھ تھے مگر میں ان حیثیتوں میں آپکے متعلق کچھ نہیں لکھنے لگا۔ بلکہ صرف ایک پڑوسی اور دوسروں کے دوست اور سچے خیرخواہ ہونے کی حیثیت سے میں آپکے متعلق کچھ لکھنا چاہتا ہوں +

کیا تم یہ فرض کرتے ہو کہ اسلام صرف تلوار کے ہی ذریعے پھیلایا گیا ہے بارہ سال تک پہلے اصحاب نبی سخت دردناک اور خوفناک تکلیفیں اہل مکہ کے ہاتھوں برداشت کرتے رہے مگر پھر بھی انکی تعداد روز بروز بڑھتی رہی۔ مگر یہ سب جماعت منتشر تھی۔ اور اکثر ان میں سے جلاوطن ہو گئے تھے مگر پھر بھی یہ تعداد میں بڑھ رہے تھے۔ اگرچہ اس مبارک جماعت کے افراد کو ہر قسم کی ایذائیں پہنچائی جاتی تھیں۔ مگر پھر بھی بہت ہی کم مرتد ہوتے تھے۔ بلکہ خدائے احد کے دین میں اور بہت سے داخل ہوتے جاتے ہیں۔ کیا نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی شخصیت کا

جو کہ تمام دنیا میں اپنی دلربائی میں یکتا ہے اُس روز افزوں اور پائدار ترقی پر کوئی اثر نہ تھا
اس جواب کو غور سے سنو۔ جو کہ آپ کے ایک صحابی نے اپنے ایذا رسانوں کو دیا۔ جبکہ وہ اُسے
سخت دکھ اور ایذا دے رہے تھے۔ انہوں نے اس سے پوچھا "کیا تم یہ نہیں چاہتے کہ اس وقت
محمد تمہاری جگہ پر ہوتا"۔ مگر اس تکلیف کی حالت میں وہ مظلوم چلا اُٹھا "مجھے اپنے
خاندان اپنی دولت اور اپنی اولاد کی کچھ پرواہ نہیں برخلاف اسکے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم
کو ایک کانٹا بھی چبھے"۔ یہ اُس عزت اور عظمت سے جو کہ لوگ پیغمبروں کی کرتے ہیں۔ اور
اُس وفاداری سے جو کہ وہ بادشاہوں سے برتتے ہیں ایک بالکل جداگانہ چیز ہے۔ یہ دلی اور سچی محبت
کے کرشمے ہیں۔ ایک آپ کے ذاتی غلام کا یہ قول ہے "میں نے محمد رسول اللہ صلعم کی دس برس
خدمت کی ہے مگر اس عرصے میں آپ نے کبھی مجھے اُف! تک نہیں کہا"۔ ہمیں اس قسم کی دلی
محبت کی اور بہت سی شہادتیں ملتی ہیں۔ اور وہ بھی اُن لوگوں کی ہیں جو کہ آپ سے ذاتی
واقفیت رکھتے تھے بعض عیسائی مورخوں نے جنہوں نے آپ کی سوانحعمری لکھی ہے یہ خیال
ظاہر کیا ہے۔ کہ جب آپ کو طاقت اور حکومت حاصل ہوگئی۔ تو آپ کا چال چلن پہلے کی
نسبت ارذل ہوگیا۔ دوسرے لفظوں میں وہ سنجیدگی اور نرمی جو پہلے تھی وہ حکومت کے
حاصل ہونے پر زائل ہوگئی۔ مگر مجھے اس خیال کی کوئی ذرا سی بھی وجہ نہیں معلوم ہوتی۔
دنیا کے تمام شہنشاہوں اور فاتحوں میں سے صرف ایک محمد رسول اللہ صلعم ہی تھے جنہوں نے
شخصی حکومت اختیار نہیں کی۔ بلکہ اپنے آپ کو بادشاہ بھی نہیں بنایا۔ آپ کو جنگ
کرنے کی مطلقاً کوئی خواہش نہ تھی۔ مگر جب دشمن حملہ کر کے آپ کو اور آپ کے سچے مذہب کو
کو نیست و نابود کرنے کی خواہش کرتے تھے۔ تو مجبوراً آپ کو بھی لڑنا پڑتا تھا۔ اسلام کی غرض
اور مقصد امن اور صلح ہے نہ کہ لڑائی اور جنگ۔ اور تاریخ میں عربوں کو جنگجو ہونے کی جو شہرت
حاصل ہوئی وہ محض ایک اتفاق سے حاصل ہوئی۔ اور اسکی وجہ دوسرے مذہبوں کا تعصب اور مذہبی
قیود ہیں۔ وہ لوگ جو کہ خیال کرتے ہیں کہ اسلام محض تلوار کے زور سے پھیلا ہے۔ وہ ہمارے
مذہب کی حقیقت سے محض ناآشنا ہیں۔ اور جو خوشی اور تسکین قلب اس سے حاصل ہوتی ہے وہ اس سے
بیخبر ہیں۔ اور یہ ظاہر ہے کہ ان کو قرآن شریف اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث سے کوئی

مس ہی نہیں +

ایک ایسے زمانے میں جبکہ ذات پات اور فرقہ بندی کا خیال بہ نسبت موجودہ زمانے کے زیادہ سخت تھا۔ اور جبکہ قومیں شریف اور آزاد مردوں اور غلاموں میں منقسم ہوئی ہوئی تھیں۔ اس وقت نبی کریم صلعم بھائی بندی۔ اور مساوات کا حکم لوگوں کیلئے لیکر آئے:۔

اور تمہارے غلام۔ اُن کو وہی کھانے کو دو جو تم خود کھاتے ہو۔ اور وہی کپڑا اُن کو پہننے کو دو۔ جو کہ تم خود پہنتے ہو۔ اور اگر وہ کوئی ایسا قصور کر بیٹھیں جو کہ ناقابل گذر ہو۔ تو ان کو الگ کر دو۔ کیونکہ وہ خدا کے بندے ہیں۔ اور اُن سے بُرا سلوک کرنا روا نہیں ہے" +

"وہ غلام جو کہ نماز پڑھتے ہیں وہ تمہارے بھائی ہیں" +

"اے لوگو۔ میری بات کو سُنو۔ اور اُسکو سمجھنے کی کوشش کرو۔ اور اس بات کو جان رکھو کہ تمام مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ تم سب ایک برادری میں منسلک ہو تمہارے لئے کوئی چیز جوکہ تمہارے بھائی کی ملکیت ہو استعمال کرنی جائز نہیں ہے جب تک کہ وہ اپنی کامل رضامندی سے تمہیں اجازت نہ دیدے۔ اور بے انصافی کرنے سے ہمیشہ بچتے رہو۔ اور اس سے محترز رہو"۔

یہ خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جو ایسا فرمارہے ہیں۔ اس عالمگیر برادری اور یگانگت کا سبق صرف آپنے لفظوں میں ہی نہیں سکھایا۔ بلکہ عملاً اپنے ذاتی نمونے سے بھی اسکو ثابت کر دکھایا۔ آپ نے کسی ذی رُوح یا انسان کو اپنی ساری زندگی میں کبھی بھی کوئی دُکھ نہیں پُہنچایا۔ آپ شہنشاہ عرب ہو جانے کے بعد بھی اپنے تمام پیروؤں سے ویسا ہی برادرانہ اور محبت کا سلوک کرتے تھے۔ آپ بھی اللہ تعالیٰ کے ویسے ہی خادم اور بندے تھے جیسے کہ دوسرے مسلمان تھے۔ مگر رسول خدا ہونے کی وجہ سے آپ کی بات کو دوسروں پر فوقیت حاصل تھی اور وہ عزت اور ادب سے سُنی جاتی تھی۔ آپ اپنے گرد کوئی محافظ یا باڈی گارڈ نہ رکھتے تھے۔ بلکہ مسلمانوں میں نہایت آرام اور بیفکری سے ایک ہادی مصلح اور قابل اعتبار دوست کی حیثیت سے چلتے پھرتے تھے۔ آپ کی طرز معاشرت ایسی سادہ تھی۔ کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کے ذریعے سے نہ کہ خود آپنے لوگوں کو متنبہ کیا۔ کہ جب آپ کی خدمت میں حاضر ہوں تو شور و غل مت کیا کریں۔ اور کھانے کے وقت تمام کے تمام آپ کے مکان پر نہ آجمع ہوا کریں۔ اگرچہ یہ باتیں سابقہ

اور شائستگی کے چنداں خلاف نہ تھیں۔ مگر یہ دن بدن بڑھتی جاتی تھیں۔ کیونکہ ہر ایک شخص جو آپ سے ملنے آتا تھا یہی چاہتا تھا کہ آپ اس سے گفتگو کریں اور اسکی باتوں کو سنیں حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالی عنہا سے جو آپ کو محبت تھی اس کے متعلق میں پہلے ہی ذکر کر چکا ہوں آپ کو اپنی سب بیویوں میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا سے محبت تھی وہ اگرچہ دوسرے رنگ کی تھی مگر پھر بھی کچھ کم نہ تھی۔ حضرت عائشہ کا نکاح بچپن میں ہی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہو گیا تھا بلکہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کی خواہش تھی کہ جسقدر بھی جلد ہو سکے یہ مبارک تقریب عمل میں آجائے۔ آپ کی دوسری شادیاں یا تو محض رحم کی وجہ سے اور دوسروں کا دل رکھنے کیلئے تھیں یا وہ سلطنت کی پالیسی کے ماتحت عمل میں آئیں۔ مگر ہر حالت میں آپ اپنی بیویوں سے نہایت محبت اور انصاف کے ساتھ پیش آئے اور اُن کو ہر طرح خوش رکھا۔ آپ ایک خاوند۔ باپ۔ پڑوسی۔ دوست۔ حاکم اور امام ہونے کی حیثیت سے اپنے زمانے اور تمام آنیوالے زمانے کیلئے ایک بہترین نمونہ تھے اور ہیں جو کوئی بھی آپ سے ملنے آیا۔ وہ آپ کی بابرکت شخصیت سے مسحور ہو گیا۔ ایسی شخصیت جو دوسروں کی خوشی اور تسکین قلب کا باعث تھی۔ آپ کا ایک لفظ بھی جھگڑا اور فساد کرنیوالوں کو چپ کرانے اور غمگین لوگوں کو ڈھارس بندھانے اور زخمی دلوں پر مرہم کا پھایا رکھنے کیلئے کافی تھا یہاں تک کہ وہ لوگ بھی جو آپ کی غیر حاضری میں آپ کے برخلاف منصوبے باندھتے تھے جب سامنے آتے تھے تو بالکل سیدھے ہو جاتے تھے۔ اور زر خرید غلام بن جاتے تھے۔

آپ کی مظلوموں اور حاجتمندوں پر مہربانی اور انکی حاجت روائی کرنے۔ اور لوگوں سے منصفانہ برتاؤ کرنے بچوں سے محبت اور شفقت برتنے۔ اور بے زبان جانوروں پر مہربانی کرنے کے متعلق بہت سی کہانیاں آپ کے سامنے بیان کر سکتا ہوں۔ آپ بلیوں کو بوجہ انکی صفائی اور پاکیزگی کے بہت پسند فرماتے تھے۔ ایکدفعہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سہارا لگائے بیٹھے ہوئے تھے۔ اتنے میں ایک بلی آئی اور آپکے کُرتے کے دامن پر آکر لیٹ گئی اور سو گئی۔ جب بہت دیر ہو گئی اور آپ کو اُٹھنے کی ضرورت محسوس ہوئی۔ تو آپ نے مجبوراً اپنے کُرتے کا دامن کاٹ ڈالا۔ تاکہ بلی کی نیند میں خلل نہ آئے۔ اور خود اُٹھ کر چلے گئے۔ آپ نے سب لوگوں کو جانوروں پر سختی کرنے سے منع فرما دیا تھا۔ آپ کو قدرت کی ہر شے سے اتنی محبت تھی۔ کہ یہ کوئی قابل تعجب امر نہیں کہ آپ کے بعض بھولے بھالے

پیرو یہ سمجھ لیتے تھے کہ تمام قدرت کی اشیاء ایک حد تک آپ کا حکم مانتی تھیں اور آپ سے محبت رکھتی تھیں۔ مگر آپ انکو ایسا خیال کرنے سے ہمیشہ منع فرماتے تھے۔ اور یہ اُن کو جتلاتے تھے کہ آپ بھی انکی طرح ایک بشر ہیں صرف فرق یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنا پیغام لوگوں کو پہنچانے کے لئے چن لیا۔ کیا تاریخ میں ایسے بہتر کریکٹر کا کوئی اور شخص نظر آتا ہے۔ اور یہ بڑی حیرانی کی بات نہیں۔ کہ پرانے زمانے کا ایک مسلمان نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی پر غور کرتے ہوئے یہ بول اٹھے۔ چاہے تم ہر ممکن طریقے سے آپ کی بڑی سے بڑی تعریف کیوں نہ کرو پھر بھی تم آپ کی اعلیٰ و افضل صفات اور خوبیوں کو بیان نہیں کر سکتے۔ مگر اس قسم کی تعریف اس میں شامل نہیں جو کہ عیسائی لوگ اپنے پیغمبر کی کرتے ہیں (یعنی اسکو خدائی مرتبے پر پہنچا دیتے ہیں)

صلوٰۃ علیہ وسلم

ابوالارتقا و ابن الارتقا

نبی اور ریفارمر میں ما بہ الامتیاز

تھیوری آف ایولیوشن یعنی مسئلہ ارتقا کے دلدادہ ایک نبی کو بھی اسی قسم کا مُصلح سمجھتے ہیں۔ جیسے دُنیا کی وقتی ضرورت کسی نہ کسی ریفارمر کو پیدا کرلیا کرتی ہے لیکن یہ عدم تدبر کا باعث ہے مسئلہ ارتقا ایک سچا مسئلہ ہے۔ فطرت کا ذرہ ذرہ اس پر شاہد ہے کس طرح ایک بیج درخت ہو جاتا ہے۔ اور کس طرح ایک قطرہ انسان کی شکل اختیار کر لیتا ہے اس میں شک نہیں کہ دُنیا کی تمدنی۔ اقتصادی سیاسی۔ الغرض ہر قسم کی علمی ترقیات بھی اسی مسئلہ ارتقاء کے ماتحت کام کر رہے ہیں۔ ایک نسل کی علمی تحقیقیں اور اخلاقی معلومات بصد ایں ورثتاً دوسروں کو ملجاتی ہیں۔ اور دوسری نسل اسکی اضافہ کر دیتی ہے۔ اسی طرح انبیاء کے متعلق ابھی آج لوگ یہ قیاس کرتے ہیں۔ کہ انبیاء کی اصلاحیں بھی اسی ارتقائی رفتار کی ایک ممتاز منزل ہوتی ہے۔ یعنی انبیاء علیہم السلام بھی جو علوم دنیا کو دیتے ہیں۔ وہ دراصل ورثتاً وہ گذشتہ

نسلوں سے حاصل کر کے اس پر مناسب ایزاد کر دیا کرتے ہیں۔ یہ امر جہاں تک دنیوی ریفارمر ہوتے ہیں۔ بلکہ صحیح ہیں۔ اور اگر اس قاعدہ کلیہ میں کسی وجود کی استثنا ہوتی ہے تو انبیاء علیہم السلام کا ہی وجود ہے۔ انبیاء علیہم السلام ان ریفارمروں کی طرح ارتقا کے فرزند نہیں ہوتے۔ بلکہ ارتقا کے جد امجد ہوتے ہیں +

مسئلۂ ارتقاء یعنی تھیوری اوف ایوولیوشن کے دلدادوں کے لئے یہ امر قابل غور طلب ہے۔ کہ جب ان کے نزدیک دنیا کی رفتار ترقی میں ہر ایک نیا مرحلہ موجودہ حالات میں سے ہی پیدا ہوا کرتا ہے اور نئی تحریکیں علی العموم انہیں خیالات کا عکس ہوا کرتی ہیں جو پہلے سے چاروں طرف مستعد طبائع میں پیدا ہو چکی ہوں۔ تو ساتویں صدی عیسوی کا وہ تاریک زمانہ جس نے ہر طرف فطرت انسانی کو پستی کی تہ میں پہنچا دیا تھا وہ عرب جیسے تاریک ترین سرزمین میں کمال انسانی کی معراج پر پرواز کرنیوالی فطرت کس طرح پیدا کر سکتا تھا +

اس عقیدے کے ماننے والے یہ رائے رکھتے ہیں۔ کہ زمانہ میں جس وقت کوئی تبدیلئ خیالات یا انقلاب آرائے یا کوئی اصلاح ہونے لگتی ہے۔ تو یہ کسی خاص وقت کا یا کسی خاص ایک دماغ کا نتیجہ نہیں ہوتا۔ بلکہ اس نئی تحریک کے مناسب حال طبائع پہلے سے ہی طیار ہو جاتی ہیں۔ مختلف اسباب صدیوں آہستہ آہستہ کام کرتے آتے ہیں علوم و فن کی ترقیات معلومات کی وسعت قدیمہ مروجہ خیالات کے نقص اپنی اپنی جگہ کام کرکے لوگوں میں ایک قسم کا انتشار اور ہیجان پیدا کئے ہوئے ہوتے ہیں طبائع میں اضطرار اً اسی ایک امر کی طرف میلان ہوتا ہے۔ دلوں میں اس مقصود کے حصول کیلئے ایک مجہول الکنہ طرح کی امنگیں جوش مارتی ہیں۔ الغرض چاروں طرف خیالات میں ایک قسم کی طیاری ہو جاتی ہے ایسے وقت میں کوئی حکیم مزاج لیکن دل کا جری انسان پیدا ہو کر ان خیالات کو ایک مرئی قالب میں ڈھال دیتا ہے۔ وہ باتیں جو لوگوں کے دلوں میں اندر ہی اندر رکی رہتی ہوتی ہیں وہ انہیں الفاظ کا لباس پہنا کر زمانہ کی بالقوہ مستعدادوں کو بالفعل کر دیتا ہے۔ ایسے شخص کو اگر دوسروں پر فوقیت ہو سکتی ہے تو صرف اس ایک بات میں کہ اس میں ان امور کے اظہار کی

قابلیت اور جرأت ہوتی ہے جو طبائع میں پہلے سے ہی مرکوز ہوتی ہیں۔ لوگ اُسکی مضبوطی دلائل کے آگے سر نہیں جھکاتے بلکہ اُس کے دلائل میں وہ اپنے نصب العین کو دیکھ کر اُنہیں فی الفور قبول کر لیتے ہیں۔ لاریب یہ باتیں جو قائلینِ مسئلۂ ارتقاء پیش کرتے ہیں معقولیت سے باہر نہیں۔ بلکہ واقعاتِ عالم اُن کے مؤید ہیں۔ چنانچہ عیسوی کلیسیا کے مصلحین یعنی لوتھر اور کالوین کے حالات اِسی مسئلۂ ارتقاء کے ماتحت آجاتے ہیں۔ پندرھویں صدی عیسوی میں یونانی علوم کی ترویج وغیرہ ایسا ہی دیگر فنون کی ترقیات نے ایک طرف اور خانقاہ نشین پادریوں کے خلاف روز افزوں نفرت نے دوسری طرف بانیان ریفارمیشن (اصلاح کلیسیا) کے پیدا ہونے سے پہلے اُن کی سڑک صاف کر رکھی تھی۔ لوگ پہلے سے ہی اسبات کے لئے طیار تھے۔ جو ان بزرگوں نے تعلیم کی۔ یہی حال ہم سوامی دیانند جی مہاراج کا دیکھتے ہیں۔ انہوں نے بھی زمانہ کی نبض شناسی میں غلطی نہیں کی اصلاح مُلک کے لئے وہ نسخہ طیار کیا۔ کہ جس کی قبولیت کے لئے طبیعتیں مختلف اسباب کے ماتحت پہلے سے طیار ہو چکی تھیں اصلاح کا جو رستہ انہوں نے تجویز کیا اُس پر ملک کے تعلیم یافتوں کا ایک حصہ پہلے سے قدم مار رہا تھا۔ آفتاب اسلام کی تیز شعاعوں نے ایک طرف اور جدید علوم کی روشنی نے دوسری طرف شرک کے اندھیرے کو مٹانا شروع کر دیا ہوا تھا۔ بُت پرستی سے نفرت اور پرانک تعلیم سے وحشت پیدا ہو رہی تھی۔ برہمنوں کے خانہ ساز اصولوں سے طبیعتیں رُک رہی تھیں۔ توحید کے عشاق تو اسلامی جامہ پہن رہے تھے لیکن وہ جو ابھی تذبذب میں تھے یعنی ایک طرف قدیمی شرک کے اثروں سے پورے باہر بھی نہ تھے اور دوسری طرف توحید نے اپنا دُھندلا سا نقش اُن کے لوح دل پر ابھی جمانا شروع کیا تھا انہوں نے توحید کی اِس نئی مگر کاذب اشتہا کو عیسائیت کی توحید فی التثلیث سے تسکین دی۔ پھر ایک لاتعداد جماعت نے وید چھوڑ کر وحدہٗ لاشریک براھمہ کے لئے براھمو مندر بنائے جنمیں سے بُتوں کو قطعاً نکال دیا گیا۔ مگر عام طور پر لوگوں کا آبائی مذہب جلدی چھوڑ دینا یا قومی عقائد کو ترک کر کے اپنے عزیزوں سے الگ ہو جانا کوئی آسان کام نہیں ہوتا یہ

امر تو ایسی بھاری قربانی چاہتا ہے۔ کہ جس کیلئے مدت مدید کی طیاری درکار ہوتی ہے۔ اسلئے ایسے انقلاب کے وقت انسانوں میں ایک قسم کی حرکت مذبوحی پیدا ہوجاتی ہے۔ نئے خیالات کی دلفریبی اور پرانے تعلقات سے دلبستگی ایک درمیانی راستہ تجویز کرلیتی ہے۔ انسان ایسے وقت نئی صورتوں کو اسی اپنے پرانے لباس میں دیکھنے کی کوشش کرتا ہے۔ وہ چاہتا ہے اور کوشش کرتا ہے کہ جو نئی باتیں اسے پسند آگئیں وہ ہو نہ ہو اسکی آبائی تعلیمات میں سے نکل پڑیں۔ اور وہ امور جن سے وہ متنفر ہوچکا ہے وہ کسی نہ کسی طریق سے پرانے اصلی عقائد پر الحاق شدہ ثابت ہوجائیں +

توحید کی صداقت جو اسلام ہندوستان میں لایا بت پرستی کی دنیا ہلا چکی تھی لیکن آبائی تعلقات قبولیت اسلام کے مانع تھے۔ اسلئے مذکورہ بالا قدامت پرست طبائع نے چاہا . . . . کہ تعلقات قدیمہ کے قیام کے ساتھ ساتھ جدید باتیں اختیار کی جائیں۔ براہمو سماج بھی در اصل اس انسانی کمزوری کا ایک نتیجہ تھا۔ لیکن براہمو سماج کا وید کو چھوڑ دینا اس کی اشاعت عامہ کی راہ میں روک تھا۔ وید کے پرستار راجہ رام موہن رائے کی بجائے کسی ایسے مہاپرش کو قبول کرنے کی تیاری کر رہے تھے جو وید کو بھی قائم رکھے اور عناصر پرستی بت پرستی اور دیگر شرک کی صورتوں کو بھی خارج از وید ثابت کر دکھلائے۔ شرادھ وغیرہ کو بدعات اور ذات پات کے امتیاز کو برہمنوں کی مخترعات بتلائے۔ اس ضرورت کو سوامی دیانند جی نے پورا کیا۔ اس نے اسی امر کا پرچار کیا کہ جس کی پیاس اسلامی روشنی نے تعلیم جدید کے ساتھ ملکر ہندو صحابے کے دلوں میں پیدا کر رکھی تھی۔ اسی لئے نئی تعلیم یافتہ جماعت نے ہی سب سے اول سوامی جی کو خوش آمدید کہا۔ سوامی جی نے نہ صرف توحید کو مغز وید ثابت کرنا چاہا۔ بلکہ اس نے ہر ایک موجودہ ترقی کی اصل شکل وید کے الفاظ میں دکھلانے کا ادعا کیا۔ اس نے ہون کے دھوئیں میں جو اگنی کی پرستش میں کیا جاتا ہے موجودہ انجنوں کی سٹیم اور اندر کے ہوائی کرہ ولی سواری میں بیلون دیکھے۔ زمین کی تہ یعنے پاتال میں اسے امریکہ نظر آیا۔ اور بندروں کی بستی میں اسے یورپ دکھلائی دیا۔ الغرض اس جہاں پنڈت نے ملک کی نبض شناسی کرکے انہیں خیالات کو الفاظ کے قالب میں ڈھال دیا۔ جو تعلیم یافتہ

حیاتِ میں چاروں طرف موجود ہوئے تھے لہٰذا ایسے واقعات پر مسئلہ ایوولیوشن کے دلدادوں کا یہ کہ دینا بالکل بجا ہے کہ لوتھر اور کالون کا وجود یورپ میں اور دیانندجی کی شخصیت ہندوستان میں ارتقاء کے ہاتھ کا ایک کامل کرشمہ ہے۔ اسیطرح دُنیا کے دیگر انقلابات بھی اسی مسئلہ کی تائید میں زبردست شہادتیں ہو سکتی ہیں۔ مگر مسئلہ ارتقاء کے ایک قاعدہ عام ہونے میں اگر زمانہ کی تاریخ نے استثنائیں بھی پیدا کی ہیں۔ تو یہ استثنائیں اُن انقلابات میں پائی گئی ہیں جو انبیاء کے وجود نے وقتاً فوقتاً دُنیا میں پیدا کی ہیں اور جس کی کامل تشریح حضرت خاتم النبیین علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زندگی میں نظر آتی ہے +

اس امر کے متعلق اس جگہ میں صرف اس ایک اصلاح کا ذکر کرونگا جو آنحضرت صلعم نے بت پرستی کے متعلق عرب سے شروع کی۔ دیکھنا یہ ہے کہ آیا یہ تحریک جو آپ کے دِل میں پیدا ہوئی وہ ہمعصروں کے خیالات کا عکس تھا یا وہ زمانہ مطلق اس امر کیلئے طیار نہیں تھا۔ یہ امر مُسلم ہے کہ اس وقت توحید پر کامل موت وارد ہو چکی تھی ہندوستان۔ ایران۔ تمام فرنگستان بُت پرستی عناصر پرستی۔ اجرام پرستی اور سب سے آخر انسان پرستی کے غلام ہو رہے تھے عزت اور حُرمت کے بلند سے بلند مقام پر بتوں کا تختگاہ تھا۔ اس وقت بھی دُنیا سے وہ لٹریچر معدوم نہیں ہوا جو ہندوستان۔ ایران اور فرنگستان نے اُس وقت پیدا کیا تھا۔ اُن سب کی سب کتب میں علے العموم ہم اس آتش معرفت کی ہلکی سی چنگاری تک بھی نہیں دیکھتے کہ جس نے عنقریب فاران سے نکل کر جنگل کے جنگل شرک کے بھسم کر دینے تھے پھر ہم کیسے مان لیں کہ وہ توحید جسے شارع اسلام علیہ السلام نے از سرنو دُنیا میں زندہ کیا وہ نتیجہ ارتقاء کی قلمکاری تھی۔ اس موقعہ پر آپ کی دس گیارہ سالہ زندگی کا ایک واقعہ مجھے یاد آگیا ہے جو شاید اس معاملہ زیر بحث پر کافی روشنی ڈالدے۔ آپ اس بچپن کی عمر میں ابو طالب اپنے چچا کے ہمراہ سفر شام کو جا رہے تھے راستہ میں ایک راہب کے ہاں قیام ہوا۔ اثنائے گفتگو میں عرب کے عظیم الشان اور نہایت ہی مقتدر دو بتوں یعنی لات اور ہُبل کا ذکر آگیا۔ اس پر آپ نے بیساختہ فرمایا۔ کہ جس قدر نفرت اور عداوت قلبی مجھے لات و ہُبل سے ہے وہ کسی چیز سے نہیں +

اللہ اللہ وہ زمانہ جسمیں کُل دُنیا بُتوں کی پوجا کر رہی ہو۔ عرب کے گرد و نواح کے ممالک سب بُتوں کے تسلط میں ہوں۔ وہ تعلیمات قدیمہ جو بُت پرستی کے خلاف کبھی نازل ہوئی تھیں عرب اُن کے دائرہ اثر سے ہمیشہ باہر رہا ہو بلکہ وہ تعلیمیں اپنی اپنی جگہ بذاتِ خود متروک و مردود ہو چکی ہوں پھر اہلِ عرب کے نزدیک لات و ہبل کُل دُنیا کے بُتوں کی ناک سمجھے گئے ہوں اور خدا کے ہاتھ میں پرورش پانیوالا بچہ اُس خاندان سے ہو کہ جس کی شرافت اور عزت اُسی لات و ہبل کے گھر کی تولیت سے ہو۔ اُس کی نوآموز آنکھ اور کان نے ہمیشہ اُسی لات و ہبل کی تعظیم و تکریم ہی دیکھی اور سُنی ہو۔ اُسکی قوم و ملک کی ہر مشکل کُشائی اُسی لات و ہبل کے ہاتھ سے سمجھی گئی ہو۔ جس کُرّۂ ہوا میں اُس معصوم بچہ کا ابتدائی اُٹھان ہوا ہو وہ لات و ہبل کی عظمت و محبت سے معمور ہو +

الغرض اُس سلیم الفطرت بچہ کے گرد و پیش ایسے ہی سامان ہوں کہ جس سے اُس کے دل میں لات و ہبل کی عظمت و عزت اور محبت جم سکے لیکن جونہی اُن دونوں کا نام اس کے سامنے لیا جاوے وہ اُن کے پرستاروں کی ذرا سی پرواہ نہ کر کے اپنی نفرت و حقارت کا اظہار کرے۔ اور آیندہ کے واقعات یہ ثابت کر دیں کہ یہ نفرت و عداوت فی الواقعہ اُسکی پاک فطرت میں گڑی ہوئی تھی۔ اب کیا یہ نفرت و عداوت اُسے ورثہ میں یا خون کے ذریعہ ملی۔ اُس کے آبا و اجداد تو ان بُتوں کی محبت و عشق میں سرشار تھے۔ بلکہ وہ خطرناک مخالفت جو بعد میں اُس کے عزیز و اقارب نے لات و ہُبل وغیرہ کی حمایت میں اُسکی کی۔ وہ اس بات کا کامل ثبوت ہے کہ آنحضرت صلعم کی زندگی مسئلۂ ارتقاء کی نوالعجبیاں اپنے ساتھ لئے۔۔۔ ہوئے نہ تھی۔ اگر آپ کی تعلیم ایوولیوشن کا نتیجہ ہوتی تو پھر آپ کا بُت پرستی کے خلاف کھڑا ہونا تو دراصل اُنہیں خیالات کا اظہار ہوتا جو اُس کے معاصرین کے دلوں میں پیدا ہو چکے تھے لیکن عرب نے جو خطرناک مخالفت آپ کی کی۔ اور پھر بُتوں کے خلاف آپ کی تیرہ سالہ جانکاہ کوششوں کا نتیجہ یہ ہوا کہ صرف معدودے چند ہی آدمی آنحضرت کے ساتھ ہوئے۔ یہ بات کا کافی ثبوت ہے کہ یہ تحریک جو آنحضرت کے دل میں ہوئی وہ نواحی خیالات کا عکس نہ تھی۔ بلکہ وہ آسمانی تحریک تھی +

اسمیں شک نہیں کہ آنحضرت صلعم کی بعثت سے چند ہی برس پہلے سرزمین عرب میں دو تین
اور شخص بھی بُت پرستی سے متنفر نظر آتے ہیں لیکن ان کی ہستی سے آپ کی شخصیت کا ارتقائی
طریق پر پیدا شدہ تسلیم کرنا اس مسئلہ کے ضروری لوازمات کو نظرانداز کرنا ہے۔ ارتقائی
رفتار ہمیشہ تدریج اور آہستگی کو چاہتی ہے۔ اس کے ماتحت عالم کی کایا پلٹنے والی
کسی نئی اصلاح کے وجود میں آجانے کے لئے تین چالیس کیا پچاس برس بھی حقیقت نہیں
رکھتے واقعاتِ عالم اس امر کی شہادت دیتے ہیں۔ کہ کسی خاص قسم کے خیالات یا آرائے
کا قائم ہوجانا اور پھر اُن کے متضاد خیالات یا آرائے کا دُنیا سے مٹ جانا ایک لمبے
عرصہ اور پشتہا پشت کی متواتر کوششوں کو چاہتا ہے۔ اول اول کسی خاص تحریک سے
ایک نیا خیال دُھندلی شکل میں بیج کے طور پر کسی طبیعت میں پیدا ہو جاتا ہے
جس پر اور صدہا ملتے جُلتے واقعات آبیاری کرنا شروع کر دیتے ہیں۔ پھر صدیوں
بعد وہ خیال دن بدن مضبوط ہوتے ہوتے اور متضاد خیال کو روز بروز کمزور کرتے
کرتے کسی زبردست ہاتھ سے مشہودی و مرئی شکل اختیار کر کے طبائع عالم پر بتدریج غالب
آجاتا ہے۔ چنانچہ دُنیا نے کوئی انقلابی تحریک ایسی نہیں دیکھی جس نے ارتقائی طور پر
تو پیدائش حاصل کی ہو اور پیدائش سے پہلے صدیوں تک مادرِ گیتی کے حمل میں رہی ہو
الغرض پیدا ارتقاء کے کارناموں کا تمیزی نشان یہ ہوتا ہے۔ کہ جس بات نے اُس کے
ماتحت پیدا ہو کر آخرکار دُنیا میں زبردست انقلاب پیدا کرنا ہوتا ہے وہ صدیوں پہلے پیدا
ہو کر ایک طرف آہستہ آہستہ اپنا سکہ طبائع عالم پر جماتی جاتی ہے۔ اور دوسری طرف اس امر کو
کمزور کرتی جاتی ہے کہ جس کی بیخکنی اس نئے امر سے متصور ہوتی ہے۔ جن واقعات نے لوتھر اور کالون
جیسے مصلحین فرنگستان میں پیدا کر دیئے۔ ان کا آغاز اگرچہ فتح قسطنطنیہ سے مانا گیا۔
لیکن میری تحقیق میں اس کا اصلی سبب فتح قسطنطنیہ سے کئی صدیاں پہلے دُنیا میں پیدا
ہو چکا تھا۔ فتح قسطنطنیہ نے جن رُومی اور یُونانی مقفل علوم کو یُورپ میں پہنچایا وہ
اِس قدیمی خیال کے مؤیدات سے تھے۔

اصل اصول ریفارمیشن (اصلاح کلیسیا) کا یہ تھا۔ کہ امور دینیہ میں کسی خاص شخص

کی رائے یا اجماع کی پرواہ کیجائے۔ بلکہ [illegible] سے پہ کلام الٰہی کو ترجیح دیجائے
برومن کیتھلک کلیسیا پوپ کو پطرس کا جانشین قرار دیکر اس کے اجتہاد اور احکام
پر بنا عیسائیت کا اصل الاصول قرار دیتا تھا اور اسبات کی سخت مخالفت کرتا تھا
کہ کتب مقدسہ کے معانی اور مطالب سے کوئی امر تحقیق وار [illegible] ہو۔ اور اس کے مقابل
لوتھر اور کالون نے ہر انسانی اجتہاد پر کلام الٰہی کو ترجیح دینے کے لئے تراجم انجیل پر اور
اس کے مطالب کو عام فہم کرنے پر زور دیا۔ اب امر تحقیق طلب یہ ہے کہ یہ خیال کہ امور تکلیفیہ میں
میں ہر امر متنازعہ میں شخصی اجتہاد کے مقابل کلام الٰہی کو ترجیح دی جائے یورپ میں کہاں سے پیدا
ہوا۔ اس کو تجدید و ترویج علوم یونانی و روما کی طرف منسوب کرنا اسی صورت میں درست
ہو سکتا ہے جب اس لٹریچر میں یہ اصول کسی نہ کسی رنگ میں پایا جائے۔ لیکن یہ امر مسلم ہے
کہ یونانی و رومی علم ادب زیادہ تر انہیں کے فہم و دماغ کا نتیجہ ہے کہ جن کے سامنے یہ سوال کبھی پیدا
نہیں ہوا۔ وہ تو بت پرست مشرک اقوام سے تھے۔ انہیں آسمانیات سے کوئی تعلق نہ تھا معقولات کے
بیشک وہ بادشاہ تھے لیکن حق اللہ و حق العباد کے معاملات انکی نگاہ سے بہت ارفع تھے۔ اسلئے امر زیر بحث
کو ان کی طرف منسوب کرنا ایک بھاری مورخانہ غلطی ہے۔ یہ کہا جاتا ہے۔ یہ کہا جاتا ہے کہ ان
یونانی رومی حکماء کے طریق استدلال نے علمی تحقیق کا ذوق سلیم یورپین دماغ میں پیدا کر کے اہل یورپ
کو پوپ کی غاصبانہ حکومت سے آہستہ آہستہ متنفر کر دیا۔ اور دیگر معاملات دنیوی کی طرح امور
مذہب میں بھی پوپ کے جوتے کے نیچے گردن رکھنے کی بجائے ہر ایک اہل الرائے کو خود غور
فکر کرنے کا شوق پیدا ہوا۔ لیکن اس کا نتیجہ تو یہ ہونا چاہئے تھا کہ شخصی اجتہاد کا دائرہ وسیع
ہو جاتا اور پوپ کے ماسوا اوروں کو بھی معاملات ملتیہ میں رائے زنی کا حق ہو جاتا۔ نہ یہ کہ کلام
الٰہی کی تلاش اور تجسس ان معاملات میں پیدا ہوتی اور ہر مسئلہ میں کلام الٰہی کے الفاظ کو
انسانی الفاظ پر ترجیح دیجاتی۔ یورپ کے مذہبی علم کلام میں یہ ایک نیا امر تھا اور اس کی اصل
کو یونانی رومی حکما کی تحریر میں تلاش کرنا ایک بے سود کوشش ہے۔ ہم کیوں اس تجدید کو علوم یونانیہ
کا ایک اتفاقی نتیجہ قرار دیں جس صورت میں یہ اصول انہیں الفاظ میں ہمیں اسلام کے ساتھ وابستہ
نظر آتا ہے۔ قرآن نے ہی کتب مقدسہ میں سے سب سے اول آسمانیات کے اس زریں اصول کو قائم کر کے

کتاب مقدس کے احکام اور متشابہ کے آگے ہر انسانی اجتہاد کی گردن جھکا دی۔ اس اصول نے
اندلس کی راہ سے یورپ میں اپنا راستہ پیدا کیا۔ اور اس اسلامی عقیدہ نے آخر کار یورپ کے کیتھولک
احکام و اجتہاد پر الفاظ اناجیل اور ملفوظات مسیح کو ترجیح دینے کا خیال پیدا کیا کہ لوتھر جیسے لوگوں
لوتھر سے بھی پہلے مطالعہ انجیل اور ترجمہ انجیل کی طرف طبائع کو پھیر دیا۔ چنانچہ لوتھر کی اس تعلیم نے
کہ الفاظ انجیل کو پوپ کے اجتہاد و احکام پر ترجیح ہونی چاہئے۔ لوتھر کو کلیسیا روما کے پادریوں سے
محمدی کتا کہلوایا۔ کیونکہ کلیسیہ مذکور کے علم و یقین میں لوتھر کا یہ طریق عمل محمدی تعلیم فردوا الی اللہ والرسول
سے اخذ شدہ تھا۔ یعنی امور متنازعہ میں تم کل انسانی اجتہادوں کو چھوڑ کر خدا اور اس کے
رسول کے کلام کی طرف رجوع کرو۔ الغرض جن خیالات نے لوتھر کو پیدا کر کے اس کے سر پر
مقبولیت عامہ کا تاج پہنایا۔ وہ لوتھر سے صدی پہلے نہیں بلکہ کئی صدیوں پہلے
اسلام سے یورپ میں آ گئے۔ ہاں تجدید علوم یونانیہ نے اس خیال کی آبیاری کی
اور بالمقابل پوپ کی عظمت بھی جو تھی آہستہ آہستہ کم ہوتی گئی۔ اسی طرح ہندوستان میں بھی توحید
کا بیج اسلام نے بویا اور پھر آہستہ آہستہ یہ درخت بار آور ہوتا گیا۔ دن بدن ایک طرف توحید
زور پکڑتی گئی اور بت پرستی بالمقابل کمزور ہوتی گئی۔ راجہ رام موہن رائے اور کیشب چندر سین
اس عمارت توحید کی تعمیر کے مزدور تھے۔ اور اسی کام کو کرنے والا سوامی دیانند تھا۔ الغرض مسئلہ
ارتقاء کے پرستاروں کو یہ ماننا پڑتا ہے کہ جس طرح اصلاح کن امور ایک وقت پہلے مبالغ
میں بیج کی طرح پیدا ہو کر آہستہ آہستہ اپنے کامل ظہور کی طرف قدم مارتے ہیں۔ اور دن
بدن ترقی کی شکل اختیار کرتے جاتے ہیں۔ اسی طرح اصلاح طلب امور کی طرف سے طبیعتیں
دن بدن متنفر ہوتی جاتی ہیں۔ گویا یہ دو متضاد امور بالمقابل معکوس رفتار چل کر آخر کار
قطعیت پر بتدریج آ جاتے ہیں۔ لیکن صاحب الصلوٰۃ والتحیاۃ کی تحریک توحید ان لوازمات ارتقا
سے بالکل جدا ہے۔ نہ آپ کی بعثت سے پہلے عرب میں یا دنیا میں بت پرستی کے خلاف کوئی
خاص تحریک پیدا ہو کر آپ کی پیدائش تک مضبوط ہوتی تھی۔ نہ توحید کی حمایت میں کوئی
خاص خیالات بتدریج ترقی کرتے گئے۔ آنحضرت صلعم کی اصلاح تو اس صورت میں ارتقا کے ماتحت
آ سکتی ہے جب یہ امر ثابت ہو جاوے کہ وہ توحید جو جناب موسیٰ یا جناب مسیح نے تعلیم کی یا جو خیال آپ سے

وید میں پائی جاتی تھی وہ تاریخ الہام سے دن بدن مضبوط ہوتی گئی ۔ اور اس کے مقابل شرک روز بروز کمزور ہوتا گیا ہو لیکن معاملہ بالکل دگرگوں نظر آتا ہے ہم کو تو تاریخ میں یہ پتہ لگتا ہے کہ گو مختلف مرسلین علیہم السلام نے توحید کا سبق دیا لیکن دنیا نے اُسے بہت جلد بھلا دیا اور جوں جوں اسلام کی پیدائش کے دن قریب آتے گئے شرک کا اپنا کامل تسلط دنیا پر بیٹھتا گیا حتے کہ نبی کریم کی بعثت پر چاروں طرف شرک ہی شرک نظر آتا تھا بعثت نبوی سے سات صدی پہلے جناب مسیح نے ایک حصہ دنیا کو شرک کی نجاست سے پاک کرنا چاہا لیکن جوں ہی توحید کی یہ ندی یونان و روما کے راستے یورپ کے بحر شرک میں داخل ہوئی ۔ اسی وقت اس ندی کا اس طرح نام و نشان مٹ گیا جس طرح بڑے سے بڑے دریا کا سمندر میں داخل ہو کر مٹ جاتا ہے مسیح کے بعد ایک آدھ صدی تک تو عیسائیوں میں موحدین نظر آتے رہے ولیکن آخر کار یونانی اور رومی مشرکانہ خیالات نے عیسائیت کو اپنے رنگ میں رنگین کر دیا ۔ جیوپیٹر اور ذی اوس کے پرستاروں نے بہ تبدیلی نام و مقام پرانی بت پرستی کو نئے قالب میں ڈھال دیا جیوپیٹر کے تخت پر یسوع اور وینس کی کرسی پر مریم کو متمکن کیا ۔ اور ان کے ماتحت جو جو دیوی دیوتا رومن اور یونانی مائی تھیولوجی میں مختلف جذبات و اشغال انسانی کی سرپرستی کے لئے پوجے جاتے تھے ۔ اُن کی جگہ کیتھلک کلیسیہ میں مختلف سینٹوں کو دی گئی ۔ الغرض تمام کی تمام پرانی مائی تھیالوجی (مذہبی افسانہ جات) نے عیسائی لباس میں از سر نو ظہور کیا ۔ لین کا یہ مقولہ نہایت ہی نتیجہ خیز ہے ۔ کہ یورپ نے مسیح کو بہت جلد اسلئے قبول کیا ۔ کہ مشرک یورپ نے از سر نو اس خدا کو انسانوں میں چلتے پھرتے دیکھا کہ جس کی بابت ان کے افسانے مملو تھے ۔ وہ سنتے آتے تھے ۔ کہ کس طرح قدیم سے قدیم زمانوں میں خدا جیوپیٹر اور ذی اوس کے نام پر انسانی سوسائٹی میں جلوہ افروز تھا کس طرح وہ انسانوں کے ساتھ ملتا جلتا اور ان کے معاملات میں دخل دیتا تھا ۔ ان کی نگاہیں طبعاً الیڈ[1] اور اوڈیسی[2] کے زمانہ کو از سر نو دیکھنا چاہتی تھیں ۔ اسلئے انہوں نے مسیح کے حالات کو سنکر اُس قدیمی جیوپیٹر اور ذی اوس کو نئے لباس میں آسمان سے نازل ہوتے دیکھا ۔ اور مسیح کو خدائی رنگ میں قبول

---

[1] [2] یہ دو یونانی رزمیہ کتابیں ہیں جنمیں مشرک یونانیوں کا خدا ہر ایک اہم انسانی معاملات میں دخل دیتا ظاہر کیا گیا ہے ۔

کرلیا۔ ان مشرکانہ تعلیم کا ذمہ وار بہت حد تک پولوس تھا جس نے اسرائیلیوں سے قطع کر کے
یونان میں مذہب کو ہر دلعزیز بنانے کے لئے یونانی خیالات میں عیسائیت کو رنگین کرنا
چاہا۔ وہ توحید جسے مسیح لایا پھر گئی۔ اور اس طرح عیسائیت کی مشرکانہ شکل ہی
مشرک یورپ میں اس کی عظمت پھیلانے کا باعث ہوئی۔ الغرض جوں جوں آنحضرت صلعم
کا زمانہ قریب ہوتا گیا توحید کا نقش دھندلا اور شرک کا منظر بین اور روشن ہوتا گیا۔
یہی حالت ہم ہندوستان میں اور اس کے مضافات میں دیکھتے ہیں۔ وید کی توحید
نے جس شرک کو مٹانا چاہا کچھ عرصہ بعد وہ خود اس کا شکار ہو گئی۔ اگر ویدوانوں نے
دریائے سندھ کو عبور کر کے اصلی باشندگان ہندوستان کی زمین پر قبضہ پا لیا۔ تو قدیمی معبودوں
نے ویدوالوں کے دلوں پر تسلط پایا۔ چنانچہ ترتیب وید کے کچھ عرصہ بعد ہی وہ ابتدائی رنگ
کی توحید جو وید منتروں میں بیان کیجاتی ہے عناصر پرستی میں بدل گئی اور شرک نے ڈیرا آ لگایا۔
اگرچہ عارف بدھ کی پیدائش نے پھر چند صدیاں رفتار شرک کو دھیما کر دیا۔
لیکن آخرکار انہیں خونخوار معبودوں نے جو ظہور وید سے پہلے اس ملک کے باشندگان پر
حکمران تھے از سر نو درگا اور کالی وغیرہ کی شکل میں ملک کا بہت سا حصہ فتح کرنا شروع کر دیا
حتٰے کہ بہت جلد وہ توحید کی دھندلی روشنی جو کسی قدر وید کے ذریعہ ہند میں چمکی تھی فی الفور
نابود ہو گئی اور ظلمت شرک کی جہان میں اسقدر پھیل گئی۔ کہ چاروں طرف تاریکی ہی تاریکی
نظر آنے لگی۔ دنیا کا حال ایک تاریک ترین رات کی طرح ہو گیا۔ کہ جس کے خاتمہ پر آفتاب نے
بصد آب و تاب جلوہ گر ہونا تھا۔ ایسی حالت میں اگر آفتاب اسلام کے طلوع سے کچھ پہلے
عرب میں توحید کی روشنی نے چمک دکھلائی تو وہ اس روشنی کی طرح تھی جو شب دیجور کے
خاتمہ پر صبح کاذب کے رنگ میں مطلع عالم پر پیدا ہو جاتی ہے۔ لیکن جس طرح صبح کاذب کی روشنی
ایک بے حقیقت چیز ہوتی ہے۔ وہی حال ان معدودے چند موحدین کا تھا جو آنحضرت صلعم
سے ایک نسل پہلے عرب میں پیدا ہوئے۔ یہ موحدین تو اس آفتاب صداقت سے پہلے بطور
ارہاص کے تھے کہ جس نے عنقریب نکل کر کل دنیا کو منور کر دینا تھا۔ تھیوری آف
ایولیوشن کے ماتحت تو چاہئے تھا کہ بعثت نبوی سے صدیوں پہلے توحید مضبوط ہوتی جاتی اور

ترک بالمقابل کمزور ہوتا جاتا اور یہ دونوں امور بالمقابل معکوس رفتار پر چلکر قطعیت کا رنگ نبی عرب کے ہاتھ سے دیکھ لیتے لیکن معاملہ اس کے برعکس ہے۔ لہٰذا ثنویت پرستی کی بیخکنی میں اسلامی تحریک کسی نہج پر بھی ارتقاء کا نتیجہ نہیں ہو سکتی۔ بت پرستی کا عرب جیسے ملک اور پھر خصوصاً مکہ سے دور کر دینا کوئی آسان امر نہ تھا۔ یہ کام خلق استقامت کا وہ انتہائی نکتہ کسی مصلح میں چاہتا تھا۔ کہ جس کا اظہار آنحضرت صلعم سے پہلے یا بعد میں تاریخ زمانہ کسی اور اولو العزم انسان میں نہیں دکھلا سکی۔ کوئی محبوب سے محبوب اور عزیز سے عزیز چیز ہمیں نظر نہیں آتی۔ جو آپ کو اور آپ کی اتباع میں صحابہ کرام کو اعلائے کلمۃ اللہ میں قربان نہ کرنی پڑی ہو۔ در اصل جسقدر خطرناک مخالفت کسی مصلح کی راہ میں ہوتی ہے اسیقدر وہاں استقامت کے اظہار کی ضرورت ہوتی ہے۔ مشکل تو یہ تھی کہ بت پرستی اہل مکہ کو نہ صرف اسلئے عزیز تھی کہ یہ اُن کا آبائی مذہب تھا بلکہ اسلئے بھی کہ اہل مکہ اور خصوصاً قبیلہ قریش کی عزت و وجاہت اُن کا رعب اُن کی دولت و ثروت اُن کی وجہ معاش گویا اُن کی سب محبوب ترین چیزیں اُن کے علم و یقین میں صرف ایک بت پرستی کے قیام پر ہی قائم رہ سکتی تھیں بُتکدۂ کعبہ نے مکہ کو عرب اور اسکے نواحی ممالک کا مرجع بنا رکھا تھا۔ ان نواحوں میں مکہ ہی بڑی بھاری تجارت کی منڈی تھی۔ قبیلہ قریش کا رعب اگر کُل عرب پر غالب تھا تو صرف اسی لئے کہ وہ بتکدۂ کعبہ کے متولی کاہن تھے اسلئے جو شخص مکہ کو بتوں سے خالی کر کے ملک سے بُت پرستی چھڑانا چاہتا تھا وہ صرف اہلِ مکہ کے جدی مذہب پر ہی حملہ کرتا تھا بلکہ وہ اہل مکہ کو اُن کے وہم و گمان میں اُنکی دولت ثروت رعب اور وجاہت سے محروم کرنے کی بھی فکر میں تھا۔ اسکی بہت ادنےٰ درجہ پر تشریح اُسی کوشش سے ہو سکتی ہے جس کو کوئی شخص پانڈوں کے مقابل ہردوار میں جاکر گنگا ماتا کی پرستش کے اُڑانے میں کرے۔ کیونکہ ہردوار کے پانڈوں کی عزت وجاہت اور معیشت بھی پرستش گنگا کے قیام پر منحصر ہے۔ حالانکہ اس وقت ہم امن سلطنت کے سایۂ رحمت میں پناہ گزین ہیں کہ جو ہماری جسمانی حفاظت کی ذمہ وار ہے اور جس کی سیاست ہر ایک حملہ کو روک سکتی ہے۔ لیکن اس پر بھی سوامی دیانند جی مہاراج نے ہردوار

چھوڑ کسی ایک نے بھی ادنےٰ بت پرستی کے مرکز میں بھی اپنی اصلاح کے کام کو استقلال کے ساتھ جاری کرنے کی جرأت نہیں کی۔ انہوں نے تو اس نیک کام کے لئے اسی گروہ کو انتخاب کیا جسے اسلامی روشنی اور تعلیم جدیدہ نے سوامی کی موحدانہ تحریک کے قبول کرنے کیلئے مدتوں پہلے طیار کر رکھا تھا۔ جس وقت ہم موجودہ آرام و آسائش والے اور پرامن زمانہ کا مقابلہ اُس خطرناک زمانہ سے کرتے ہیں۔ جو عربوں جیسی تونخوار مطلق العنان اور خلیع اللجام قوم نے ملک عرب میں پیدا کر رکھا تھا۔ اور پھر اس مخالفت پر نگاہ دوڑاتے ہیں جو اس ملک کے کمزور دل کے انسانوں نے دیانند جی کے مقابل پر کی۔ تو ہم کو آسانی سے سمجھ آجاتا ہے۔ وہ انسان کیسا عظیم الشان جوہر استقامت اپنے اندر رکھتا ہوگا جس نے عرب جیسے ملک کو اپنے جیتے جی کُل کا کُل بت پرستی سے پاک کر دیا +

ہرقل قیصر روم اور آنحضرت صلعم

حضرت نبی کریم صلعم کا مشن جناب مسیح اور موسیٰ علیہم السلام کے مشنوں کیطرح اپنی ہی قوم اور لوگوں تک محدود نہ تھا۔ بلکہ آپ کا مشن ہمہ گیر اور تمام نسل انسانی کے واسطے تھا۔ جب رسالت مآب کو دیگر مخمصوں و اُلجھنوں سے کسیقدر اطمینان نصیب ہؤا۔ تو اب یہ وقت آیا۔ کہ اسلام کا پیغام تمام دُنیا کے کانوں تک پہنچایا جائے۔ تاکہ ان ارشادات الٰہیہ کی کماحقہٗ تکمیل ہو۔ جن میں کہ آپ کو قل یاایھا الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعاً (یعنی تمام دُنیا کے لوگوں کو مخاطب کر کے کہدو۔ کہ میں کسی خاص قوم کا رسول نہیں بلکہ اے دُنیا جہان کے لوگو! میں تم سب کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں) کہکر پکارا گیا۔ اور کہ جن کی پھر ارشاد الٰہی اور بھی توضیح کرتا ہؤا فرماتا ہے۔ ! ناارسلناک

---

* ۔ ما ارسلناک الا کافۃ للناس بشیراً و نذیراً (سورہ ۳۴ - آیت ۲۸) +

کافۃ للناس ۔ ہمنے تم کو صرف عرب کے لئے نہیں بھیجا ۔ بلکہ تمام لوگوں ۔ ہاں کُل لوگوں کیلئے بھیجا ہے ۔ اور اسی سے ہم معنے یہ آیت کریمہ بھی ہے وما ارسلناک الا رحمۃ للعالمین ۔ یعنی ہم نے تم کو تمام جہانوں اور تمام قوموں کیلئے رحمت بنا کر بھیجا ہے ۔ اور اب اس رحمت کی تمام دُنیا جہان کو خبر دینا آپ کا سب سے بڑھ کر فرض منصبی اور مشن تھا ۔ اور اسی لئے اُس اہم فرض منصبی کی تکمیل کے لئے آپ نے اپنے ملک کی حدود سے باہر بھی پیغام حق ارسال فرمایا اور قرب وجوار کی اقوام کے سلاطین کو سفیر ارسال فرما کر اسلام کی دعوت دی +

صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں سے آپ نے دحیۂ کلبی کو قیصر رُوم کے پاس دعوت اسلام کا خط دیکر بھیجا ۔ یہ مسلم سفیر اس نامہ مبارک کو لئے اس وقت ہرقل قیصر رُوم سے پاس پہنچا ۔ جبکہ ہرقل ایرانیوں پر شاندار فتح حاصل کر کے شکرانہ ادا کرنے کے لئے حمص سے بیت المقدس تک پیادہ پا سفر کر کے ایسی شان وشکوہ سے آیا تھا ۔ کہ جہاں چلتا تھا زمین پر فرش اور فرش پر پھول بچھائے جاتے تھے +

مسلم سفیر کا بڑی تزک واحتشام سے خیر مقدم کیا گیا ۔ اور قیصر نے حضرت نبی کریم صلعم کے دعاوی کے سُننے میں بہت اشتیاق ظاہر کیا ۔ اور ساتھ ہی آنحضرت صلعم کے اخلاق وعادات ہر بات کے متعلق اور معلومات بڑھانے کا متمنی تھا ۔ اتفاقاً ملک عرب سے بعض مکی سوداگران کا ایک قافلہ اس جگہ آ پہنچا ۔ اور قیصر نے انہیں اپنے دربار میں بُلا بھیجا ۔ ابُو سفیان جو آنحضرت صلعم کا عدو جان تھا ۔ وہ بھی انہیں سوداگروں میں شامل تھا ۔ اور آنحضرت صلعم کا وہی عدو جان اس ملاقات کی گفتگو کی صحت وصداقت کا ذمہ وار ہے ۔ جو ہرقل قیصر رُوم اور ابُوسفیان کے درمیان ہوئی ۔ قیصر نے بڑی تزک واحتشام سے دربار منعقد کیا ۔ اور خود تاج خسروی پہن کر تخت پر بیٹھا ۔ اور تخت کے چاروں طرف قسیس اور رُہبان کی صفیں قائم کیں ۔ اور پھر جب سوداگرانِ عرب کا اُس نصرانی شہنشاہ سے تعارف کرایا گیا ۔ تو اُس نے مُترجم کے ذریعہ اہل عرب کو مخاطب کر کے پُوچھا ۔ کہ ان میں سے اُس مدعی نبوت کا رشتہ دار کون ہے؟ ابُوسفیان نے کہا میں ۔ پھر اُسکو ارشاد ہُوا ۔ کہ وہ قیصر کے پاس کھڑا ہو ۔ اور اُس کے

ساتھیوں کو جو اُس کے پس پُشت کھڑے تھے حکم ہُوا - کہ اگر وہ کسی بات میں کذب یا دروغ بیانی کرے - تو تم اسکی تردید کر دینا - پھر قیصر نے مترجم کی وساطت سے اس پر استفسارات کرنے شروع کیئے - جو استفسارات اور جوابات ایک متلاشی حق کی اطمینان و تسکین قلب کیلئے کافی ہیں - اور آنحضرت صلعم کے عدو جان کے منہ سے اس قسم کے کلمات کا نکلنا حضرت رسالت پناہ کی صداقت پر مہر لگا دیتے ہیں اور غیر مسلم احباب بھی تعصب و ضد کی عینک کو اُتار کر اگر ان جوابات کو حق پژوہی کیلئے مطالعہ فرمائیں - تو بہت کچھ منفعت حاصل کر سکتے ہیں +

(۱) **قیصر** - مُدّعی نبوت کا خاندان کیسا ہے ؟

ابُوسفیان - شریف ہے +

(۲) **قیصر** - اس خاندان میں کسی نے دعویٰ نبوت کیا تھا ؟

ابوسفیان - نہیں -

(۳) **قیصر** - ان میں کوئی بادشاہ گذرا ہے ؟

ابوسفیان نہیں -

(۴) **قیصر** - جن لوگوں نے یہ مذہب قبول کیا ہے - وہ غریب و کمزور لوگ ہیں یا با اثر و متموّل ؟

ابوسفیان - کمزور و نادار لوگ ہیں -

(۵) **قیصر** - اسکے پیرو روز افزوں ترقی پر ہیں یا گھٹتے جاتے ہیں ؟

ابوسفیان مسلسل بڑھتے جاتے ہیں +

(۶) **قیصر** - اس کے پیروؤں میں یہ مذہب قبول کر کے بھی کوئی پھر جاتا ہی یا نہیں ؟

ابوسفیان - نہیں +

(۷) **قیصر** - کبھی تم لوگوں کو اسکی نسبت جھوٹ کا تجربہ ہے ؟

ابوسفیان - نہیں -

(۸) **قیصر** - تم لوگوں نے کبھی اس سے جنگ کی ؟

ابوسفیان - ہاں -

(۹) **قیصر** - تم میں سے کون ظفر مند ہوا؟

ابوسفیان - کبھی ہم غالب آئے اور کبھی وہ +

(۱۰) **قیصر** - تمہیں کیا سکھاتا ہے؟

ابوسفیان - کہتا ہے - کہ ایک خدا کی عبادت کرو - کسی اور کو خدا کا شریک نہ بناؤ - اپنے آباؤ اجداد کی رسومات و بدعات کو ترک کرو - نماز پڑھو - زکوٰۃ دو - پاکدامنی اختیار کرو - اور سچ بولو - زنا بری عادات سے اجتناب کرو صلہ رحم کرو +

اِن استفسارات کا جو قیصر نے ابوسفیان سے کئے - کیا مدعا تھا؟ اور مندرجہ بالا تسلی بخش جوابات کے پانے پر جس نتیجہ پر قیصر مذکور پہنچا - وہ خود اس کے اِن کلمات سے ظاہر ہوتا ہے - جو اُس نے اُس موقع پر کہے - قیصر نے کہا - کہ "میرے پہلے سوال کے جواب میں تم نے اُسے شریف النسب بتایا پیغمبر ہمیشہ اچھے خاندان ہی سے پیدا ہوتے ہیں کمینہ قوم کے افراد لوگوں میں ہر دلعزیزی حاصل نہیں کر سکتے - کیونکہ اُن کا کمینہ قوم میں پیدا ہونا ان لوگوں کے ان کی پیروی کرنے میں رُکاوٹ بن جاتا ہے - جن لوگوں کی طرف وہ خدا کے رسول بنا کر مبعوث کئے جائیں" +

کمینہ لوگوں میں بھی متقی - پارسا اور پرہیزگار ہوتے ہیں لیکن جس شخص کو اللہ تعالےٰ لوگوں کے لئے پیغامبر منتخب کیا کرتا ہے وہ ہمیشہ اعلےٰ اور شریف النسب ہوا کرتے ہیں - دوسرے سوال کے متعلق قیصر نے کہا - کہ "اگر قریش میں سے کسی نے نبوت کا دعویٰ کیا ہوتا - تو یہ گمان کیا جاسکتا تھا - کہ خاندانی خیال کا اثر ہے" - تیسرے استفسار کے متعلق قیصر نے کہا - کہ "اگر اُس کے خاندان میں کوئی بادشاہ ہوا ہوتا - تو یہ سمجھا جاسکتا تھا - کہ اُسے بادشاہت کی ہوس ہے" - پھر ساتویں استفسار سے قیصر نے استنباط کیا کہ "اگر اس نے انسانوں کے ساتھ کبھی جھوٹ نہیں بولا - تو پھر یہ کیسے ممکن ہو سکتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی ذات پاک پر جھوٹ باندھے - اور پھر باقیماندہ استفسارات کے جواب میں کہا - اگر وہ بالکل سچ ہے - تو یاد رکھو کہ اس پیغمبر زمان کی صداقت میں کسی قسم کا شک و شبہ

نہیں۔ کیونکہ سچے پیغمبروں کی یہی نشانیاں ہوا کرتی ہیں۔ مجھے خود ایک آنے والے پیغمبر کا خیال تھا۔ جو کہ عرب میں پیدا ہوگا۔ اور کہ جس کا قبضہ میرے قدمگاہ تک ہوجاویگا۔ کاش کہ میں وہاں جاسکتا اور خود اُس کے پاؤں دھوتا +

اِس گفتگو کے بعد قیصر نے خود نامۂ مبارک پڑھ کر معززارا کین دربار کو ارشاد فرمایا۔ کہ وہ مقام حنین شاہی دربار میں حاضر ہوں۔ جب وہاں پر شاہی دربار منعقد ہوا۔ تو قیصر نے نامہ مبارک کے الفاظ کو جو ذیل میں درج ہیں پڑھنے کا ارشاد کیا:-

بسم اللہ الرحمن الرحیم
من محمد عبد اللہ ورسولہ الی ھرقل عظیم الروم سلام علی من اتبع الھدیٰ اما بعد فانی ادعوک بدعایۃ الاسلام اسلم تسلم یوتک اللہ اجرک مرتین فان تولیت فعلیک اثم الاریسیین و یا اھل الکتب تعالوا الی کلمۃ سواء بیننا و بینکم ان لا نعبد الا اللہ ولا نشرک بہ شیئاً ولا یتخذ بعضنا اربابا من دون اللہ فان تولوا فقولوا اشھدوا بانا مسلمون +

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم
محمد کی طرف سے جو خدا کا بندہ اور رسول ہے۔ یہ خط ہرقل کے نام ہے۔ جو رُوم کا رئیس اعظم ہے۔ اُسپر سلامتی ہو۔ جو ہدایت کی تتبع کرتا ہے۔ اس کے بعد میں تجھ کو اسلام کی دعوت کی طرف بُلاتا ہوں اسلام لا۔ تو سلامت رہیگا۔ خدا تجھ دُگنا اجر دیگا۔ اور اگر تُو نے نہ مانا تو اہل مُلک کا گناہ تیرے اُوپر ہوگا۔ اے اہلکتاب ایک ایسی بات کی طرف آؤ جو ہم میں اور تم میں یکساں ہے۔ وہ یہ کہ ہم خدا کے سوا کسی کو نہ پوجیں۔ اور ہم میں سے کوئی کسی (خدا کو چھوڑ کر) خدا نہ بنائے۔ اور تم نہیں مانتے۔ تو گواہ رہو۔ کہ مانتے ہیں۔

فرمان رسالت کے الفاظ پڑھے جانے کے بعد ہرقل قیصر رُوم نے اہل دربار کو مخاطب کر کے کہا۔ کہ اے سرداران رُوم اگر تم اپنی سلامتی اور ہدایت چاہتے ہو۔ تو عرب کے نبی کریم صلعم کی تتبع اختیار کرو۔ اس پر تمام اہل دربار سخت برہم ہوئے۔ اور انہوں نے اپنی صلیبیں اُٹھالیں۔ اور اُن کو ہوا میں اُونچا کھڑا کیا۔ اس پر سلیم الفطرت قیصر نے کہ جس کے قلب سلیم میں ایمان کی چنگاری سُلگ چکی تھی۔ اور اُس کے دل میں نور اسلام گھر کر چکا تھا۔ کہا۔ کہ مجھے تو فقط تمہارے ایمان کی آزمائش کرنی تھی۔ اور اب مجھے تمہاری

وفاداری ۔ جاں نثاری اور استقلال پر کامل اطمینان ہے۔ گو قیصر کا دل تو نور ایمان سے منور ہو چکا تھا لیکن تخت و تاج کی لالچ ہی فقط اعلان اسلام میں حائل ہوئی +

ایک باکمال و قابل نمونہ خاوند

حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے بدنام کنندہ تک بھی اس بات کو تسلیم کئے بغیر نہیں رہ سکتے ۔ کہ آپ واقعی ایک باکمال و قابل نمونہ خاوند تھے ۔ اگرچہ عربوں میں ایک سے زیادہ بیوی کرنے کی رسم تھی ۔ مگر پھر بھی نبی کریم صلعم ایک ہی بیوی یعنی حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر ہی قانع رہے ۔ اور انکی وفات تک آپ نے کوئی دوسری شادی نہیں کی ۔ حالانکہ حضرت خدیجہ ایک بیوہ عورت تھیں ۔ اور حضرت نبی کریم صلعم سے عمر میں بھی بہت بڑی تھیں ۔ ان باتوں کے ہوتے ہوئے بھی آپ کو حضرت خدیجہ سے بڑی گہری محبت تھی ۔ اور آپ انکی بڑی تعظیم کرتے تھے ۔ حضرت خدیجہؓ کی عین حیات میں آپ اپنی محبت میں بڑے ثابت قدم رہے ۔ اور انکی وفات کے بعد جب کبھی بھی انکا ذکر آتا تھا ۔ تو آپ کا دل بھر آتا تھا ۔ ایک موقع پر آپ نے اپنی پیاری بیوی حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا " کہ خدیجہؓ سے بہتر میں نے کوئی بیوی نہیں دیکھی ۔ وہ مجھ پر ایمان لائیں جبکہ تمام لوگ مجھ سے نفرت کرتے تھے ۔ اور جبکہ میں غریب تھا تو وہ میری ضروریات زندگی کی کفیل ہوئیں " ۔ حضرت عائشہؓ فرمایا کرتی تھیں ۔ کہ مجھے حضرت خدیجہ کے سوائے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی اور بیوی پر کبھی رشک نہیں آیا ۔ حالانکہ حضرت خدیجہ کبھی کی فوت بھی ہو چکی تھیں ۔ اور میں نے انہیں کبھی دیکھا بھی نہ تھا ۔ مگر نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم پھر بھی نہایت محبت اور تعظیم سے آپ کو یاد کیا کرتے تھے ۔ اور جب کبھی آپ کوئی بکرا حلال کرتے تھے تو گوشت کے ٹکڑے حضرت خدیجہؓ کی پرانی سہیلیوں کو بھی ضرور بھجوایا کرتے تھے ۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں ۔ کہ کبھی کبھی میں نبی کریم صلعم سے نہایت تعجب سے پوچھتی تھی کہ کیا حضرت خدیجہؓ کوئی دنیا میں یکتا اور نرالی عورت تھیں ۔ تو آپ فرماتے

تھے کہ واقعی وہ ایک بینظیر عورت تھیں"+

اسبات کا خیال دل میں ضرور رکھنا چاہئے کہ اگرچہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے بہت محبت تھی۔ مگر اس وجہ سے آپکے اپنی دوسری بیویوں سے سلوک میں کوئی فرق نہ آتا تھا۔ نبی کریم صلعم اکثر اپنی بیویوں کا گھر کے کام وکاج میں ہاتھ بٹایا کرتے تھے۔ ایک دفعہ آپ اور آپؐ کی بیوی حضرت میمونہؓ اکٹھے نماز پڑھ رہے تھے۔ اور آپ دونو کے سر پر ایک ہی کپڑا تھا۔ ایک دفعہ آپؐ کی بیوی حضرت صفیہؓ اُونٹ پر چڑھنے لگیں تو آپ نے اپنے گھٹنے کا زینہ بنا دیا جس پر وہ پاؤں رکھکر وہ اُونٹ پر چڑھ گئیں۔ آپؐ کھانا اپنی ازواج مطہرات کے ساتھ ہی کھایا کرتے تھے۔ اور اُسی گلاس سے پانی پیتے تھے جس سے وہ پیتی تھیں۔ کبھی آپؐ اپنی بیویوں سے نہایت پاک مذاق بھی کر لیا کرتے تھے۔ اور بعض دفعہ آپؐ حضرت عائشہؓ کے ساتھ مذاقاً دوڑا بھی کرتے تھے۔ کہ دیکھیں کون آگے بڑھ جاتا ہے۔ اور بعض دفعہ آپ حضرت عائشہؓ کی گودی میں سر رکھکر قرآن شریف کی آیات کی تلاوت فرمایا کرتے تھے +

یہ ناممکن ہے کہ آدمی محسوس نہ کرے کہ یہ بینظیر انسان ایک نہایت سادہ مزاج۔ نرم دل۔ اور فرشتہ سیرت انسان تھا۔ جو کہ ایک ہی وقت میں رسُول امام و پیشوا اور شہنشاہِ عرب تھا۔ اور جس نے کہ چند ہی سال میں عرب کی طرز معاشرت و زندگی کی رَو کو بالکل بدل دیا۔ اور دُنیا کو ایک نیا اور مکمل مذہب عطا فرمایا +

۲ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت

اور اخلاق کے متعلق آپ کی بیوی

حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا کی شہادت

جبکہ فرشتۂ خدا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہلی وحی الٰہی لیکر آیا تو اس کے بعد آپ اپنی بیوی خدیجہؓ کے پاس تشریف لائے۔ اور اپنی جان کے خطرے کو ظاہر کیا۔ اس وفادار بیوی نے فرمایا "کبھی نہیں! اللہ تعالیٰ تمہیں کبھی بھی ضائع نہیں کریگا۔ آپ حق قرابت کی حفاظت کرتے ہیں اور صلہ بھی فرماتے ہیں۔ آپ خاندان غریب بے یار و مددگار لوگوں کی مدد فرماتے ہیں۔ آپ مفلس اور غریب لوگوں کو کھانا کھلاتے ہیں۔ آپ مہمانوں کی خاطر و تواضع میں کوئی دقیقہ نہیں فروگذاشت کرتے اور مصیبت زدہ اور ایذا رسیدہ لوگوں کی ہر طرح مدد فرماتے اور انکو تسلی دیتے ہیں" +

عام طور پر یہ کہا جاسکتا ہے۔ کہ میاں اور بیوی سے بڑھ کر اور کسی دو شخصوں میں ویسی بے تکلفی اور ایکدوسرے سے گہری واقفیت نہیں ہوسکتی۔ ایک دوسرے سے پیوستہ ہونا شکوک اور خواہشات کا مسکن ہوتا ہے۔ اگر دنیا میں کسی شخص کے متعلق یہ کہا جاسکتا ہے کہ وہ دوسرے کے پوشیدہ اور مخفی تر رازوں سے واقف ہے تو وہ شخص وہ مرد ہے یا عورت ہے جنہیں تعلقات زن و شوہر قائم ہیں۔ پندرہ برس تک حضرت خدیجہؓ نبی کریم صلعم کے ساتھ رہیں اور اس اثنا میں آپکے لڑکے اور لڑکیاں بھی پیدا ہوئیں۔ آپ نبی کریم صلعم کی نیک خصلت اور مزاج اور دلیرانہ طبیعت کی پورے طور پر مداح تھیں۔ جن باتوں کو آپ کی چپ چاپ اور غور و فکر کرنے کی عادت دوسرے لوگوں سے چھپا سکتی تھی۔ مگر آپ کی بیوی سے نہیں چھپا سکتی تھی۔ آپ حضرت خدیجہؓ کی عین حیات میں ان سے بھی ویسی ہی محبت اور الفت کرتے تھے

جیسا کردہ ان سے کرتی تھیں۔ اور اُنکی وفات کے بعد بھی آپ اُن کو بڑی محبت سے یاد فرماتے تھے۔ آپکی حضرت خدیجہ سے محبت اور گہرے تعلق کا اسبات سے اندازہ ہوسکتا ہے۔ کہ عید الضحیٰ کی قربانی کے موقع پر یا جب کبھی بھی آپ قربانی فرماتے تھے۔ تو حضرت خدیجہ رض کی پرانی سہیلیوں کو کبھی نہ بھولتے تھے۔ اور اُن کو بھی گوشت بھجوادیا کرتے تھے

ایسے حالات کے ماتحت ایک شریف خاتون کی شہادت ان تمام میور زسیر ینجرز اور مارگولیتھ (عیسائی مورخوں کے نام ہیں) کے خبیث گروہ کی شہادت سے کہیں زیادہ قابل عزت و قابل اعتبار ہے۔ حضرت خدیجہ رض کی حیثیت اور مرتبہ ایسا تھا کہ آپ نبی کریم کی سیرت اور چال وچلن سے خوب واقفیت حاصل کرسکتی تھیں۔ تاکہ یہ لوگ جو کہ اندھیرے میں ہاتھ مار مار کر یہ ٹٹولنے کی کوشش کر رہے ہیں کہ ایسی زبردست شخصیت کے اندر وہ کیا بات تھی جس نے کہ اتنی تھوڑی مدت میں دُنیا کا تختہ اُلٹ دیا

حضرت خدیجہ نہ صرف اپنی پندرہ برس کی بیاہتا زندگی میں نبی کریم صلعم کی سیرت سے واقف ہونے کی وجہ سے بلکہ آپ کی بچپن کی مکی زندگی سے بھی واقف ہونے کی وجہ سے (جبکہ آپ الامین (یعنی وفادار اور دیانتدار) کہہ کر پکارے جاتے تھے) یہ نہایت وثوق سے کہہ سکتی تھیں۔ کہ خدا تعالیٰ آپ کو کبھی ضائع نہیں کریگا " گویا آپکے نزدیک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تمام خوبیوں اور نیکیوں کے جامع اور نمونہ تھے۔ اور کوئی ایسی نیکی اور خوبی نہ تھی جو کہ آپ میں موجود نہ ہو۔ سو ایسی حالت میں اللہ تعالیٰ آپ کو کس طرح ضائع کر دیتا +

کوئی شخص بھی چاہے وہ دہریہ ہی کیوں نہ ہو۔ ایک ایسی خاتون کی شہادت کو نظرانداز نہیں کرسکتا جو کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو ایسی محبوب اور عزیز تھیں۔ اور اس کے ساتھ ہی آپکے ہم ملک اور ہمقوم لوگوں کی شہادت کو بھی جو کہ تمام کے تمام آپ کو سب سے زیادہ دیانتدار اور راستباز انسان خیال کرتے تھے

اور الامین کہکر پکارتے تھے +

صلوا علیہ وسلم

نعت

عجب نوریست در جانِ محمدؐ
عجب لعلیست در کانِ محمدؐ

زظلمتها دلے آنگہ شود صاف
کہ گردد از محبانِ محمدؐ

عجب دارم دلِ آں ناکساں را
کہ رو تابند از خوانِ محمدؐ

ندانم ہیچ نفسے در دو عالم
کہ دارد شوکت و شانِ محمدؐ

خدا زاں سینہ بیزارست صد بار
کہ ہست از کینہ دارانِ محمدؐ

خدا خود سوزد آں کرم دنی را
کہ باشد از عدوانِ محمدؐ

اگر خواہی نجات از مستیٔ نفس
بیا در ذیلِ مستانِ محمدؐ

اگر خواہی کہ حق گوید ثنایت
بشو از دل ثنا خوانِ محمدؐ

اگر خواہی دلیلِ عاشقش باش
محمدؐ ہست برہانِ محمدؐ

سرے دارم فدائے خاک احمدؐ
دلم ہر وقت قربانِ محمدؐ

بگیسوئے رسول اللہ کہ ہستم
نثارِ روئے تابانِ محمدؐ

دریں راہ گر کشندم ور بسوزند
نتابم رو ز ایوانِ محمدؐ

بکارِ دین نترسم از جہانے
کہ دارم رنگِ ایمانِ محمدؐ

بسے سہل ست از دنیا بریدن
بیادِ حسن و احسانِ محمدؐ

فدا شد در رہش ہر ذرہ من
کہ دیدم حسنِ پنہانِ محمدؐ

دگر استاد را نامے ندانم
کہ خواندم در دبستانِ محمدؐ

بدیگر دلبرے کارے ندارم
کہ ہستم کشتۂ آنِ محمدؐ

مرا آں گوشہ چشمی بباید
نخواہم جز گلستانِ محمدؐ

دلِ زارم بہ پہلویم مجو شید
کہ بستیمش بدامانِ محمدؐ

من آن خوش مرغ از مرغان قدسم
کہ دارد جا بہ بستانِ محمدؐ

تو جانِ ما منور کردی از عشق
فدایت جانم اے جانِ محمدؐ

دریغا گر دہم صد جاں دریں راہ
نباشد نیز شایانِ محمدؐ

چہ ہیبتہا بدادند ایں جواں را
کہ ناید کس بمیدانِ محمدؐ

الا اے دشمنِ نادان و بے راہ
بترس از تیغِ برّانِ محمدؐ

رہِ مولیٰ کہ گم کردند مردم
بجو در آل و اعوانِ محمدؐ

الا اے منکر از شانِ محمدؐ
ہم از نورِ نمایانِ محمدؐ

قرآن شریف فرماتا ہے :۔

وَمَا لَكُمْ لَا تُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَالْمُسْتَضْعَفِينَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ وَالْوِلْدَانِ الَّذِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَا أَخْرِجْنَا مِنْ هَٰذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ أَهْلُهَا وَاجْعَلْ لَنَا مِنْ لَدُنْكَ وَلِيًّا وَاجْعَلْ لَنَا مِنْ لَدُنْكَ نَصِيرًا ۝ (سورۃ النسا۔ رکوع ۱۰)

ترجمہ۔ اور (مسلمانو) تم کو کیا ہو گیا ہے کہ اللہ کی راہ میں اور اُن بے بس مردوں اور عورتوں اور بچوں کے لئے دشمنوں سے نہیں لڑتے جو دُعائیں مانگ رہے ہیں۔ اے ہمارے پروردگار ہم کو اس بستی (یعنی مکے) سے نجات دے جہاں کے رہنے والے ہم پر ظلم کر رہے ہیں۔ اور اپنی طرف سے کسی کو ہمارا حامی بنا۔ اور اپنی طرف سے کسی کو ہمارا مددگار بنا"۔

جب تمام نوجوان اور جبری جانبازوں نے اپنے آپ کو فوج میں داخل کر دیا تو اور آدمیوں کی ضرورت محسوس ہوئی۔ اور یہ ضروری معلوم ہوا کہ مستقل پیشہ و عادات کو بھی بھرتی کیا جائے۔ اور ان کو یہ جتلایا گیا۔ کہ یہ ایک فرض ہے جو کہ ادا کرنا ہے صرف ملکی فرض کی حیثیت سے ہی نہیں بلکہ مذہبی فرض سمجھ کر بھی۔ کیونکہ اُن کو اپنی جانیں قربان کرنی پڑینگی۔ کیا تمام انجیل میں کہیں بھی اس قسم کی عبارت ہے جو کہ اس قسم کی کارروائی کو جائز قرار دیتی ہو؟ مگر قرآن شریف میں کئی جگہ مذہبی جہاد کے موقع پر جبری جنگی بھرتی کے جواز کا ذکر آیا ہے۔ میں نہیں کہتا کہ یہ گذشتہ جنگ انہی معنوں میں ایک مذہبی جنگ تھی۔ مگر یہ میں ضرور کہونگا کہ انگریزی آبادی کا بہت سا حصہ اسکو یہی خیال کرتا تھا۔ چنانچہ گورنمنٹ نے بھی یہی اعلان کیا تھا۔ کہ یہ لڑائی کمزور آدمیوں۔ عورتوں اور بچوں کی خاطر لڑی جا رہی ہے"۔ قرآن مجید میں مقدس عبارتوں کے بیشمار ذخیرہ سے میں یہاں صرف دو ہی بیان کرتا ہوں :۔

(۱) كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ وَهُوَ كُرْهٌ لَكُمْ ۚ وَعَسَىٰ أَنْ تَكْرَهُوا شَيْئًا وَهُوَ خَيْرٌ لَكُمْ ۖ وَعَسَىٰ أَنْ تُحِبُّوا شَيْئًا وَهُوَ شَرٌّ لَكُمْ ۗ وَاللَّهُ يَعْلَمُ وَأَنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ ۝ ترجمہ (مسلمانو) تم پر جہاد فرض کیا گیا اور وہ تم کو ناگوار بھی گزریگا۔ اور عجب نہیں کہ ایک چیز تم کو بری لگے اور وہ تمہارے حق میں بہتر ہو۔ اور

جنہیں تم ایک چیز تم کو بھلی لگے۔ اور وہ تمہارے حق میں بری ہو۔ اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے ۔ (سورۃ البقر رکوع ۲۶)

(۲) وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّفَسَدَتِ الْاَرْضُ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ ذُوْ فَضْلٍ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ (سورۃ البقرۃ۔ رکوع ۳۳)

ترجمہ۔ اور اگر اللہ بعض لوگوں کے ذریعے سے بعض کو نہ ہٹاتا رہے تو ملک کا انتظام درہم برہم ہو جائے لیکن اللہ دنیا کے لوگوں پر مہربان ہے"۔

سو اس بات کو تسلیم کر لو کہ ہم اپنی حفاظت کے لئے لڑ رہے تھے۔ اور مظلوموں اور کمزوروں کی حمایت اور حفاظت اور بدی کے تدارک کی خاطر جنگ کر رہے تھے۔ کیا عیسوی اناجیل میں کہیں بھی ایسے مطلب کی خاطر جنگ کرنا جائز قرار دیا گیا ہے؟ حالانکہ دوسری طرف قرآن کریم بڑے زور سے جواب طلب کرتا ہے:۔

وَمَا لَكُمْ لَا تُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَآءِ وَالْوِلْدَانِ الَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اَخْرِجْنَا مِنْ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ اَهْلُهَا وَاجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ وَلِيًّا وَّاجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ نَصِيْرًا۔ ترجمہ"۔ (مسلمانو) تم کو کیا ہو گیا ہے۔ کہ اللہ کی راہ میں اور ان بےبس مردوں اور عورتوں اور بچوں کے لئے دشمنوں سے نہیں لڑتے جو دعائیں مانگ رہے ہیں۔ اے ہمارے پروردگار ہم کو اس بستی سے نجات دے جہاں کے رہنے والے ہم پر ظلم کر رہے ہیں۔ اور اپنی طرف سے کسی کو ہمارا حامی بنا۔ اور اپنی طرف سے کسی کو ہمارا مددگار بنا (سورۃ النساء رکوع ۱۰)۔

اس بات کو تسلیم کرو کہ ہم پہلے حملہ آور نہیں ہوتے۔ اور ہم نے پہلے زیادتی نہیں کی۔ کیا انجیل مقدس میں سے کوئی عبارت پیش کی جا سکتی ہے۔ جو کہ ہماری کاروائی کی تصدیق کرنے میں قرآن مجید کی اس آیت سے مقابلہ کر سکے؟

وَقَاتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوْا اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ۔ ترجمہ (مسلمانو) جو لوگ تم سے لڑیں تم بھی اللہ کے رستے (یعنی دین کی حمایت) میں ان سے لڑو۔ اور زیادتی نہ کرنا۔ اللہ زیادتی کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ (سورۃ البقر رکوع ۲۴)

آپ کو یاد ہوگا کہ جب پہلے پہل زہریلی گیس جنگ میں استعمال کی گئی۔ تو یہاں بہت سے لوگ تھے
جن کا خیال تھا۔ کہ ہمیں اس کے بدلے میں گیس استعمال نہیں کرنی چاہئے۔ یہ ایک نہایت
قبیح جنگی کارروائی تھی جس سے ہم اپنے ہاتھ آلودہ کرنا کسی طرح بھی گوارا نہیں کر سکتے
تھے۔ مگر قصاص اور بدلہ انسان کی ہستی کا ایک بنیادی اصول ہے۔ یہی وجہ ہے ضرورت ہمیشہ
کی طرح پھر غالب آئی۔ کیونکہ جب انہوں نے سنا کہ اس نئے طور سے ہمارے آدمیوں کو
کتنی سخت جانکاہ تکلیفیں اور ایذائیں پہنچائیں۔ اور یہ کہ اگر ہم اس کا عوض اور بدلہ نہ لیں تو دشمن
اس سے بیشمار فائدے اُٹھائیگا۔ تو سنجیدہ مزاج اور نرم دل لوگ بھی اس بات سے ہچکچاتے ہوئے رک گئے
اور ذکی الحس اور رقیق الطبیعت والے تو بالکل بیرحم اور کینہ ور ہو گئے۔ مگر عام خیال اور رائے
جسکو کہ میں بھی اپنے کہنے لگا تھا یہی کہ بدلہ برابر کا لیا جائے اور کسی قسم کی زیادتی نہ ہو پھر پہلے پہل غیر محفوظ
شہروں پر ہوائی حملے ہوئے اور جب پہلے پہل جرمنی میں ہمارے قیدیوں کے ساتھ بیرحمانہ سلوک کی خبریں
آئیں۔ تو بہت سے لوگ تھے جو کہ اسی قسم کے انتقام اور بدلے کے برخلاف تھے۔ اس قسم کی
جنگی کارروائی ہمارے ایک ہی نسل اور جماعت ہونے کی حیثیت سے بالکل شایان نہیں
تھی۔ مگر آہستہ آہستہ جوں جوں کہ غضب و غصہ بڑھتا گیا۔ لوگ اس قسم کے انتقام
و بدلے کو جائز سمجھنے لگ پڑے۔ ذکی الحس اور رقیق الطبع آدمی پھر بیرحم اور کینہ ور
بن گئے۔ مگر مذہبی رائے ایک مساوی انتقام کے سوا اور کسی کے حق میں نہ تھی۔
قرآن شریف کے لفظوں کو بغور سنو ؛

(۱) یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَیْكُمُ الْقِصَاصُ فِی الْقَتْلٰى ؕ
اَلْحُرُّ بِالْحُرِّ وَ الْعَبْدُ بِالْعَبْدِ وَ الْاُنْثٰى بِالْاُنْثٰى ؕ فَمَنْ عُفِیَ
لَهٗ مِنْ اَخِیْهِ شَیْءٌ فَاتِّبَاعٌۢ بِالْمَعْرُوْفِ وَ اَدَآءٌ اِلَیْهِ بِاِحْسَانٍ ؕ
ذٰلِكَ تَخْفِیْفٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَ رَحْمَةٌ ؕ فَمَنِ اعْتَدٰى بَعْدَ
ذٰلِكَ فَلَهٗ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ۝ وَ لَكُمْ فِی الْقِصَاصِ حَیٰوةٌ
یّٰۤاُولِی الْاَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ (سورۃ البقرہ۔ رکوع ۲۲) ترجمہ۔ مسلمانو جو
لوگ مارے جائیں اُن میں تم کو بدلے کا حکم دیا جاتا ہے۔ آزاد کے بدلے آزاد و اور غلام کے بد

غلام اور عورت کے بدلے عورت پھر جس (قاتل) کو اُس کے بھائی (طالب قصاص) سے کوئی جزو (قصاص) معاف کر دیا جائے۔ تو (وارث مقتول کی طرف سے) اُس کا (یعنی خون بہا) مطالبہ دستور کے مطابق اور وارث مقتول کو خوش معاملگی کے ساتھ (خون بہا) ادا کر دینا یہ تمہارے پروردگار کی طرف سے تمہارے حق میں آسانی اور مہربانی ہے پھر اس کے بعد جو زیادتی کرے تو اس کے لئے عذاب دردناک ہے اور عقلمندو قصاص میں تمہاری زندگی ہے۔ تاکہ تم خونریزی سے) باز رہو"

(۲) وَاقْتُلُوْهُمْ حَيْثُ ثَقِفْتُمُوْهُمْ وَاَخْرِجُوْهُمْ مِّنْ حَيْثُ اَخْرَجُوْكُمْ وَالْفِتْنَةُ اَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ ج وَلَا تُقٰتِلُوْهُمْ عِنْدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ حَتّٰى يُقٰتِلُوْكُمْ فِيْهِ ج فَاِنْ قٰتَلُوْكُمْ فَاقْتُلُوْهُمْ كَذٰلِكَ جَزَآءُ الْكٰفِرِيْنَ ۝ (سورۃ البقر رکوع ۲۴)

ترجمہ" اور (جو لوگ تم سے لڑتے ہیں) اُن کو جہاں پاؤ قتل کرو۔ اور جہاں سے انہوں نے تم کو نکالا ہے تم بھی اُن کو (وہاں سے) نکال باہر کرو۔ اور فساد (کا برپا رہنا) خونریزی سے بھی بڑھکر ہے۔ اور جب تک کافر حرمت والی مسجد (یعنی خانۂ کعبہ) کے پاس تم سے نہ لڑیں تم بھی اُس جگہ اُن سے نہ لڑو لیکن اگر وہ لوگ تم سے لڑیں تو تم بھی اُن کو قتل کرو۔ ایسے کافروں کی یہی سزا ہے"

(۳) اَلشَّهْرُ الْحَرَامُ بِالشَّهْرِ الْحَرَامِ وَالْحُرُمٰتُ قِصَاصٌ ط فَمَنِ اعْتَدٰى عَلَيْكُمْ فَاعْتَدُوْا عَلَيْهِ بِمِثْلِ مَا اعْتَدٰى عَلَيْكُمْ ص وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ ۝ (سورۃ البقر رکوع ۲۴) ترجمہ" حرمت والے مہینوں کا معاوضہ حرمت والے مہینے۔ اور (مہینوں کی خصوصیت نہیں بلکہ) ادب کی (تمام) چیزیں ادلے کا بدلہ تو جو تم پر زیادتی کرے تو جیسی زیادتی اُس نے تم پر کی ویسی ہی زیادتی تم بھی اُس پر کرو۔ اور (زیادتی کرنے میں) اللہ سے ڈرتے رہو اور جانتے رہو کہ اللہ ان ہی کا ساتھی ہے جو (اُس سے) ڈرتے ہیں۔ اسی مطلب کی اور بہت سی آیتیں بھی ہیں +

ایک معمولی سا چھوٹا نکتہ ہے جس نے مجھے ایک سپاہی کی حیثیت سے بڑا متعجب کیا اور ساتھ ہی دلچسپ بھی معلوم ہوا میں ہمیشہ سمجھتا تھا۔ کہ یہ مسیحی تعلیم ہے کہ ہر ایک گندہ بیانی اور فحش اور واہیات گفتگو انسان کے برخلاف اس کے نامۂ اعمال میں لکھی جاتی ہے اور اسکی رُوح کی نجات کو خطرے میں ڈال دیگی۔ مگر یہ سمجھ نہیں آتی۔ کہ انگریزی قوم اس عقیدے کو تمام سپاہیوں کے نجات پا جانے کے عام یقین کے ساتھ کیوں ملا دیتی ہے۔ اُن کے لئے جو کہ ایک سپاہی سے محبت رکھتے ہیں یہ ایک قدرتی یقین ہے کہ اُس اعلیٰ وارفع علت کی وجہ سے جس کی خاطر وہ لڑ رہا ہے۔ اور اس بےنظیر قربانی کی وجہ سے جس کی بھینٹ چڑھنے کو وہ تیار ہے اسکے تمام گناہ اور خطائیں معاف کردیجائینگی۔ مگر اناجیل عیسوی میں اس کی کہیں بھی اجازت یا تصدیق نہیں آئی۔ حالانکہ بیہودہ اور فضول گوئی کے متعلق جو عقیدہ ہے۔ اسکی پھر بھی کچھ تائید اور تصدیق ہوتی ہے۔ اور کسی قسم کے لوگ بھی ایسی اکھڑ اور فحش زبان نہیں بولتے جیسا کہ انگریزی سپاہی بولتے ہیں (ماسوائے اٹالین اور فرانسیسی سپاہیوں کے جو کہ سرتاپا کلمۂ کفر مذمت دین میں ڈوبے ہوئے ہیں) اور مزا یہ ہے کہ اُنکی نیّت بالکل صاف ہوتی ہے۔ مجھے ڈر ہے کہ ان کا مذہب اُن کو ملعون قرار دیتا ہے مگر قرآن شریف فرماتا ہے:-

لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِي أَيْمَانِكُمْ وَلٰكِنْ يُؤَاخِذُكُمْ بِمَا كَسَبَتْ قُلُوْبُكُمْ ۗ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ (سورۃ البقرہ رکوع ۲۸)

ترجمہ " تمہاری قسموں میں جو لغو ہیں اُن پر تو خدا تم سے کچھ مواخذہ کرتا نہیں لیکن اُن قسموں پر تم سے (ضرور) مواخذہ کریگا جو تمہارے دلی ارادے سے ہوں۔ اور اللہ بخشنے والا بردبار ہے"۔

یہ ہے جو کہ قرآن شریف اِن سپاہیوں کی قسمت کے متعلق فرماتا ہے جو کہ خدا کی راہ میں لڑ کر مارے جاتے ہیں۔ یعنی جو کہ سچے مذہب کی حفاظت میں مظلوموں اور کمزوروں کی خاطر۔ اور بدی کے تدارک کرنے میں مارے جاتے ہیں۔

وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ ۭ بَلْ اَحْيَاۗءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ ۝ وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ

وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَالْاَنْفُسِ وَالثَّمَرٰتِ وَبَشِّرِ الصّٰبِرِيْنَ الَّذِيْنَ اِذَآ اَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌ قَالُوْٓا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ ۝ اُولٰٓئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوٰتٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُوْنَ ۱۰ سورۃ البقرۃ رکوع ۱۹ ترجمہ۔ اور جو لوگ اللہ کی راہ میں مارے جائیں اُن کو مرا ہوا نہ کہنا (وہ مرے نہیں) بلکہ زندہ ہیں مگر انکی زندگی کی حقیقت تم نہیں سمجھتے۔ اور البتہ ہم تم کو تھوڑے سے خوف سے اور بھوک سے ! اور مال اور جان اور پیداوار (اراضی) کی کمی سے آزمائیں گے۔ اور (اے پیغمبر) صبر کرنیوالوں کو (خوشنودی خدا اور کشائش کی) خوشخبری سنا دو۔ یہ لوگ جب ان پر مصیبت آپڑتی ہے تو بول اُٹھتے ہیں کہ ہم تو اللہ ہی کے ہیں۔ اور ہم اُسی کی طرف لوٹ کر جانیوالے ہیں۔ یہی لوگ ہیں جن پر انکے پروردگار کی عنایت اور رحمت ہے اور یہی راہ راست پر ہیں"۔

اس موجودہ جنگ میں لوگوں کو یوں مخاطب کیا گیا تھا۔ اس ملک کی خاطر مت جس کی خاطر تمہارے باپ دادا نے جانیں لڑا دیں۔ اُنھوں نے ہر طرح کی صعوبتیں برداشت کیں۔ تاکہ یہ ملک تمہارے لئے ہر طرح محفوظ اور مامون رہے۔ اگر اب تم اپنا فرض ادا کرنے سے جی چراؤ۔ تو تم انگریز کہلانے کے کسی طرح اہل نہیں ہو۔ کیا یہ ترغیب و تحریک اس قرآن شریف کی ایک دُنیاوی صدائے بازگشت نہیں ہے۔ اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَاْتِكُمْ مَّثَلُ الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ مَسَّتْهُمُ الْبَاْسَآءُ وَالضَّرَّآءُ وَزُلْزِلُوْا حَتّٰى يَقُوْلَ الرَّسُوْلُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ مَتٰى نَصْرُ اللّٰهِ اَلَآ اِنَّ نَصْرَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ ۝ سورۃ بقر رکوع ۲۶ ترجمہ۔ کیا تم ایسا خیال کرتے ہو کہ بہشت میں جا داخل ہو گئے ! اور ابھی تک تمکو اُن لوگوں کی سی حالت پیش نہیں آئی جو تم سے پہلے ہو گزرے ہیں۔ کہ اُن کو سختیاں پہنچیں اور تکلیفیں بھی پہنچیں۔ اور جھڑ جھڑائے گئے۔ یہاں تک کہ پیغمبر اور ایمان والے جو انکے ساتھ تھے چلا اُٹھے کہ خدا کی مدد کا کوئی وقت بھی ہے؟ سنبھلو سنبھلو اللہ کی مدد (کا وقت) قریب ہے"۔

آخر کار اب جبکہ لڑائی ختم ہو چکی ہے۔ یا ایسے لوگ بھی ہیں جو کہ دشمنوں سے بیرحمانہ سلوک کرنے کے خواہشمند ہیں۔ بلا استثناء اس کے کہ وہ سپاہی ہیں یا عام شہری۔ مرد ہیں یا عورتیں یا بچے۔ یہ خواہش اسلامی تعلیم سے کوسوں دور ہے۔ مگر جمہور کا یہی خیال ہے کہ جہانتک حالات اجازت دے سکیں وہاں تک جرمنوں سے نیک اور دوستانہ سلوک کرنا چاہیئے۔ مگر اس شرط پر کہ جو جو اشخاص ان جرموں اور بیرحمیوں کے بانی مبانی ہیں وہ تلاش کر کے پکڑے جائیں اور اپنی کیفر کردار کو پہنچیں میرا خیال نہیں کہ عیسائیوں کی انجیل کی کوئی عبارت اس خیال کی تائید کرتی ہو۔ اگرچہ انتقام کے مسئلہ کی پرانا عہد نامہ کئی جگہ تائید کرتا ہے یہودی اپنے وطن فلسطین میں محب وطن ہونے کی حیثیت سے نہایت تنگدل بیرحم اور کینہ ور لوگ تھے۔ قرآن شریف کہیں بھی انتقام کی سپرٹ کو پسند نہیں کرتا۔ اور لڑائی کے خاتمے پر ہر طرح کی دشمنی کا بھی خاتمہ ہو جاتا ہے۔ سوائے بدمعاشوں کی مخالفت کرنے کے جیسا کہ قرآن مجید فرماتا ہے:-

وَقٰتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّيَكُوْنَ الدِّيْنُ لِلّٰهِ ۚ فَاِنِ انْتَهَوْا فَلَا عُدْوَانَ اِلَّا عَلَى الظّٰلِمِيْنَ ○ (سورۃ البقرۃ رکوع ۲۴)

ترجمہ:- "اور وہاں تک ان سے لڑو کہ (ملک میں) فساد (باقی) نہ رہے۔ اور (ایک) خدا کا حکم چلے۔ پھر اگر (فسادی) باز آ جائیں۔ تو (ان پر کسی طرح کی زیادتی نہیں کرنی چاہیئے کیونکہ زیادتی (تو) ظالموں کے سوا کسی پر (جائز ہی) نہیں"۔

عیسائی دنیا میں اب تک خیال پھیلا ہوا ہے کہ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ایک بڑا جنگجو اور لڑاکا انسان تھا۔ جو کہ لڑائی کو بحث و مباحثہ پر ترجیح دیتا تھا۔ اور جس کی سب سے زیادہ مضبوط دلیل اور حجت زبردستی اور لڑائی تھی۔ مگر اس قسم کے خیالات کی کوئی تاریخی بنا

نہیں ہے +

حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اپنی زندگی کے پہلے انسان تھے پہلے چالیس سالوں میں جبکہ آپ کو ابھی نبوت عطا نہیں ہوئی تھی۔ ایک نہایت ہی امن دوست مُنشیات سے متنفر۔ باعصمت اور پرہیزگار دیانتدار انسان تھے اور ایسے لوگوں میں رہتے تھے جو کہ اپنی بدعاشیوں اور زیادتیوں میں مشہور تھے۔ انہوں نے اپنے عمدہ چالچلن کی وجہ سے الامین کا خطاب حاصل کیا تھا۔ اور لوگوں میں صلح کرانے کی وجہ سے بھی کچھ کم مشہور نہ تھے۔ مگر عطاء نبوّت کے بعد جب آپ نے رُوحانی اور نبوت کی آنکھوں سے اپنے لوگوں کے گندے اور فحش خیالات اور اعمال کو دیکھا تو آپ کو سخت دُکھ اور تکلیف پہنچی۔ اور آپ نے جان لیا۔ کہ ان لوگوں کو ان گندگیوں سے نکالنے کا انسانی طاقت سے بالاتر کام آپ کے حصے میں مقدر ہے۔ چنانچہ پہلے بارہ سال تک آپ نے سخت مصائب اور تکالیف جھیل کر اللہ تعالیٰ کے نام کی منادی کی۔ آپ نے خانہ کعبہ میں اور دیگر پبلک جگہوں پر کئی دفعہ کافروں سے بحث و مباحثہ اور اُن کو سمجھانے میں ہر روز اپنی جان کو خطرے میں ڈالا۔ آپ کے پیروؤں کی تکالیف اور شہادت نے اور اپنا بھی اسی قسم کا انجام ہونے کے خطرے نے غرضکہ کسی چیز نے بھی آپ کو کافروں سے بدلے میں ویسا ہی سلوک کرنے پر آمادہ نہیں کیا۔ اور اس بات پر یقین کرتے ہوئے کہ آپ سب سے پہلے زمانہ میں خدا تعالیٰ کا انسان کو آخری پیغام حضرت عیسیٰ کے ذریعے وحی ہوا۔ اور کیونکہ آپ پر اس وقت تک کوئی وحی ایسی نازل نہیں ہوئی تھی جو کہ ہتھیار اُٹھانے کی اجازت دے۔ اسلئے آپ نے کامل مذہبی طور پر حضرت عیسیٰ کی نرم اور غیر مقاومت پالیسی اختیار کر لی۔ اور اپنے پیروؤں کو بھی ایسا ہی کرنے کا حکم دیا۔

مخالفین اسلام یہ ضرور کہیں گے۔ جیسا کہ وہ اکثر کہتے آئے ہیں۔ کہ نبی کریم صلعم اس بات کا انتظام کر رہے تھے۔ کہ ان کے پاس ایک لشکر جمع ہو جائے۔ تب وہ کوئی کارروائی کریں۔ اگر آپ مدینے کو ہجرت کرنے سے پہلے مکہ معظمہ میں لڑائی کرنا چاہتے۔ تو وہ اپنے خاندان اور قبیلے کے ایک گروہ کثیر کی کمان کر سکتے تھے۔ کیونکہ اگرچہ وہ لوگ بُت پرست تھے۔ مگر سوائے ابو لہب کے سب کے سب آپ کو قتل سے بچانے کے لئے ہر طرح کمربستہ تھے

اخلاق و عادات نبوی

(از قلم حضرت امام غزالی علیہ الرحمۃ)

حضور رسالت مآب نبی کریم صلعم کی قلمی شبیہ

(حلیہ مبارک)

آپ کا قد مبارک نہ لمبا تھا نہ چھوٹا جب آپ تنہا چلتے لوگ کہتے آپ چھوٹے قد کے ہیں۔ حالانکہ جب کوئی اور آپ کے ہمراہ ہوتا تو آپ اس سے قد میں زیادہ ہی نظر آتے خود آپ فرمایا کرتے تھے کہ قد اوسط بہتر ہے۔ آپ کا رنگ سفید تو تھا لیکن جس میں نہ گندم گونی ہو۔ اور نہ بہت سفیدی۔ گویا آپ کا رنگ نگ مروارید سے ملتا جلتا تھا یعنی ایسی خالص سفیدی جس میں زردی۔ سرخی یا کسی اور رنگ کی جھلک تک نہ ہو۔ بعض نے آپ کے رنگ میں سرخی بھی بیان کی ہے لیکن پھر یہ بھی کہا ہے۔ کہ آپ کے ایسے اعضا پر تمازت کا اثر ہوتا مثلاً چہرہ۔ کان۔ گردن۔ سرخی مائل تھے۔ ان کے بالمقابل باقی آپ کے اعضا مبارک جو کپڑے سے ڈھکے رہتے سفید تھے۔ مو شریف گھنگر یالے تھے۔ نہ بالکل ڈھلکے ہوئے اور نہ گیچھے دار۔ جب شانہ فرماتے۔ تو بالوں میں عنبر کی سی کیفیت پیدا ہوتی بعض کہتے ہیں۔ کہ آپ کے بال دوش مبارک تک لٹکتے تھے۔ اور بعض کہتے ہیں کہ بنائے گوش تک پہنچتے تھے۔ بعض وقت آپ کی زلفیں کان کے دوسری طرف بھی آجاتی تھیں۔ بعض وقت آپ کانوں سے اوپر اس طرح شانہ فرماتے۔ کہ گردن نظر آتی۔ ریش و سر مبارک میں صرف سترہ سفید بال تھے۔ مگر اس سے زیادہ نظر آتے تھے۔ حضور کا چہرہ مبارک دوسروں سے زیادہ خوبصورت اور دلربا تھا۔ اور چہرہ مبارک کا حلیہ بیان کرنیوالے ہمیشہ آپ کو بدر کامل سے تشبیہ دیتے ہیں۔ مگر جلد کا رنگ نکھرا ہوا تھا۔ اسلئے رنج و خوشی کے آثار چہرہ مبارک سے نمودار ہو جاتے تھے

بعض سے مروی ہے کہ آپ کے صدیق اکبرؓ آپ کو ایسا بیان کرتے۔ جیسا کہ ذیل کے الفاظ میں موزون کیا گیا ہے ؎

اِس طرح بے عیب درخشاں عارضِ پرسوز تھے
تیرگی سے جس طرح خالی فضا مہتاب ہو

جبین مبارک کشادہ تھی۔ اور آبرو پتلی اور گھنی تھیں۔ اور آبروؤں کے درمیان ایک روپہلی چمک تھی۔ چشمانِ مبارک بڑی بڑی اور سیاہ تھیں جن میں سُرخی کی جھلک تھی۔ اور مژگان مبارک اسقدر طویل اور گھنی تھیں۔ اور ایسا معلوم ہوتا تھا جیسا کہ وہ آپس میں ملنے لگی ہیں بینی مبارک نسبتاً لمبائی میں ترچھی تھی حضور کے دانت کھلے کھلے سے تھے۔ اور جب ہنستے۔ تو انکی درخشانی بجلی کی چمک دمک کو مات کر دیتی تھی۔ لب مبارک خوبصورت و لربا تھے۔ اور رخساران مبارک نرم نہیں تھے بلکہ سخت تھے۔ اور آپ کا چہرہ مبارک لمبا تھا اور نہ ہی مدوّر بلکہ کسیقدر گول تھا۔ اور ریش مبارک گھنی تھی۔ اور آپ اسے تراشا نہ کرتے تھے۔ بلکہ اُسکو بڑھنے دیتے۔ آپ موچھوں کو تراش لیا کرتے تھے۔ گردن مبارک نہ تو زیادہ طویل اور نہ ہی چھوٹی تھی لیکن دوسروں سے زیادہ خوبصورت تھی۔ گردن کا وہ حصہ جو سورج اور ہوا کے سامنے ہوتا۔ وہ ایک روپہلی صراحی کی طرح کہ جس پر سنہری افشاں ہو درخشاں معلوم ہوتا تھا سینہ مبارک تمام کینہ و عناد سے خالی کشادہ اور وسیع تھا۔ سینہ کے کسی بھی حصہ کا اُبھار دوسرے حصہ سے اُوپر دکھائی نہ دیتا تھا۔ سینہ مبارک ہموار صاف اور شفاف تھا۔ چھاتی سے لیکر ناف تک بالوں کی باریک سیلی تھی۔ اس کے علاوہ اور کوئی بال نہ تھا۔ آنحضرت صلعم کے دونوں شانے کشادہ تھے۔ اور دونوں شانوں پر کثرت سے گھنے بال تھے۔ شانے ٹخنے۔ اور بغلوں مبارک بھرے ہوئے تھے۔ اور پشت مبارک بھی کُشادہ تھی۔ اور آپ کے دہنے شانہ پر ایک مُہر کا نشان تھا۔ اور اس مُہر میں سیاہ تل تھا۔ جو کسی قدر زرد تھا۔ اور اس کے گرد کچھ موٹے بال تھے۔ دونوں دست مبارک اور بازو پر گوشت تھے۔ اور کلائیاں لمبی اور ہتھیلیاں کُشادہ تھیں۔ اور ہاتھ اور پاؤں کشادہ اور فراخ تھے۔ آپ کی ہتھیلیاں مبارک مخمل کی طرح نرم تھیں۔ اور ایک عطار کی ہتھیلیوں کی طرح ان میں سے خوشبو کی مہک آتی تھی۔ پنڈلیاں اور

رانیں مبارک پُرگوشت تھیں جسم مبارک متوسط طور پر مضبوط تھا عالم پیری میں بھی حضور قوی الاعصاب تھے۔ چال چلن میں استقلال ٹپکتا تھا۔ اور قدم مبارک محکم ہوتا۔ چلتے وقت آگے کو جھک کر چلا کرتے بہت چھوٹے چھوٹے قدم اُٹھایا کرتے مشابہت میں آپ فرماتے۔ کہ میں زیادہ تر آدم سے ملتا جلتا ہوں۔ لیکن جسمانی بناوٹ میں اپنے جد امجد حضرت ابراہیم علیہم السلام سے مشابہ ہوں +

خوش گفتاری

حضرت رسالت مآب نبی کریم صلعم گفتگو میں دوسرے لوگوں سے زیادہ فصیح و بلیغ تھے۔ کم سخن اور شیریں کلام تھے۔ اور آپ کی گفتگو معنی خیز اور سلک مروارید کی طرح پیوستہ و مسلسل ہوتی تھی۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ کلام مبارک میں اطناب نہ تھا آپ بہت ہی کم سخن تھے۔ اور عوام الناس کو اپنے اظہار خیالات کے لئے اپنے کلام کو بہت طول دینا پڑتا ہے لیکن کلام مبارک تمام دوسرے لوگوں سے خیر الکلام ہوتا تھا۔ اور آپ اپنے خیالات کا اظہار نہایت ہی مختصر معنے خیز و عام فہم الفاظ میں فرمادیا کرتے تھے۔ اور حضور کے دہن مبارک سے کلمات اس طرح نکلتے تھے جیسا کہ سلک مروارید میں ایک موتی دوسرے کے بعد مسلسل آتا ہے۔ کلام مبارک میں چھوٹے چھوٹے وقفے ہوتے تھے۔ تاکہ سامعین گفتگو کو یاد رکھنے کے قابل ہو سکیں۔ حضور سرور کائنات بلند آواز تھے۔ اور لب ولہجہ بہت ہی دلکش و دلپسند تھا۔ بغیر موقعہ و محل کے کلام نہ فرمایا کرتے تھے۔ اور کبھی بھی کوئی شنیع و قبیح لفظ نہیں فرماتے تھے۔ اور حالت برافروختگی میں بھی کلمہ حق کے سوائے کوئی دوسرا لفظ نہیں فرماتے تھے۔ بدکلام اور فحش گو آدمی سے آپ کو نفرت تھی۔ حضور کے سامنے کوئی شخص دوسرے کی قطع کلام نہ کیا کرتا تھا۔ وہ بہی خواہ عالم سب سے ہمدرد کی طرح نہایت سنجیدگی اور متانت سے نیک مشورہ دیا کرتا تھا ۝ آقائے نامدار اپنے خدام کے سامنے ہمیشہ متبسم رہتا۔ بسا اوقات اسقدر تبسم کرتا کہ ڈاڑھیں تک دکھائی دیتے +

آنحضرت صلعم دسترخوان پر

حضرت رسالت مآب ما حضر پر اکتفا فرماتے۔ اکثر احباب جس طشتری میں کھاتے آپ بھی اُسی میں سے

تناول فرماتے وہی حضور کو مرغوب ہوتا۔ جب دسترخوان بچھایا جاتا اور کھانا چُنا جاتا تو اللہ تعالےٰ کی حمد و ثنا کرکے دسترخوان پر اس طرح بیٹھتے جیسا کہ ایک مسلم حالت نماز میں بیٹھتا ہے اور ایک ران دوسری سے پیوست ہوتی۔ اور ایک پاؤں دوسرے سے ملا ہوا ہوتا تھا۔ اور حضور سرور دو عالم فرمایا کرتے۔ کہ میں بھی ایک مخلوق ہوں۔ اور دوسری مخلوق کی طرح میری زندگی کا حصر بھی اکل و شرب پر ہے۔ حضور کو گرم طعام سے احتراز تھا بلکہ فرمایا کرتے تھے کہ ابھی اس طعام میں برکت کی ضرورت ہے۔ اور خدا تعالےٰ ہمیں آگ کھانے کے لئے نہیں دیتے۔ اسلئے اسکو ٹھنڈا ہو جانے دو آپ تین انگلیوں سے اپنے ہاتھ کی درازی کے حدود کے اندر ہی تناول فرمایا کرتے۔ اور بعض وقت چوتھی انگلی لقمہ کے سہارے کیلئے بھی استعمال فرما لیا کرتے۔ ایک دفعہ عثمان بن عفان آپکے پاس فالودہ لائے جب حضور نے اس میں سے کھا لیا تو ان سے دریافت فرمایا "ابو عبداللہ یہ کیا ہے" عثمان نے کہا حضور میری جان آپ پر قربان ہو۔ ہم نے [illegible] اور شہد کو ایک برتن میں ڈالکر آگ پر پکایا۔ اور پھر اس میں آرد گندم ڈالا۔ اور اسکو چمچہ کے ساتھ ہلاتے رہے۔ یہاں تک کہ پک کر اسکی وہ حالت ہو گئی۔ جو حضور کے پیش نظر ہے۔ حضرت نبی کریم صلعم نے فرمایا۔ کہ یہ کھانا نہایت لذیذ و نفیس و خوش ذائقہ ہے"۔

حضرت نبی کریم صلعم بغیر چھنے ہوئے جو کے آٹے کی روٹی کھا لیا کرتے تھے۔ اور سبز کھیرا کو سبز کھجوروں اور سبز پھلوں کے نمک کے ساتھ کھا لیا کرتے۔ اور باقی تمام چیزوں سے انگور اور تربوز آپ کے زیادہ مرغوب خاطر تھے۔ روٹی اور قند کے ساتھ خربوزہ کھاتے تھے بعض اوقات سبز کھجوروں کے ساتھ خربوزہ کو دست مبارک سے کھاتے تھے۔ ایکدفعہ جبکہ دائیں ہاتھ سے کھجوریں کھا رہے تھے۔ تو بائیں ہاتھ میں گٹھلیاں رکھتے جاتے تھے۔ اتنے میں ایک بکری اتفاقیہ پاس آئی۔ حضور نے اس کو گٹھلیاں دکھائیں۔ اور اس نے بائیں ہاتھ میں سے گٹھلیاں کھا لیں۔ اور ساتھ ہی ساتھ دائیں ہاتھ سے آپ خود کھجوریں کھاتے جاتے۔ یہاں تک کہ کھجوریں ختم کر لیں۔ اور بکری چلی گئی۔ پانی کے ساتھ جناب رسالتمآب کھجوریں کھایا کرتے۔ اور دودھ کے ایک گھونٹ کے بعد ایک کھجور کھاتے۔ اور پھر وقتاً فوقتاً باری باری بہت سی چیزیں کھاتے اور پیتے تھے۔

رجسٹرڈ ایل نمبر ۹۰۸

سالانہ چندہ **اسلامک ریویو ووکنگ لنڈن**

اور اُس کا اُردو ترجمہ

سالانہ چندہ **اشاعت اسلام مجریہ لاہور (پنجاب)**

ایڈیٹرز۔ حضرت خواجہ کمال الدین صاحب بی اے ایل ایل بی و حضرت مولوی صدر الدین صاحب بی اے بی ٹی

بلاد غربیہ میں اشاعت اسلام کا مشعلبردار تثلیث کے مرکز میں توحید کا پیغامبر۔ قرآن کریم کے حُسن و جمال کا دلدادہ آنحضرت صلعم
کے پاک حالات اور آپ کے خلق عظیم کا آئینہ حسن سیرت و معاشرت کا فوٹو علمی۔ ادبی۔ تمدنی۔ اخلاقی و اصلاحی
مضامین کا دلنواز مجموعہ آنحضرت صلعم کے مختلف شعبہ ہائے زندگی کا دلکش مُرقع۔ ملت بیضا کی طرف دین اسلام کی دعوت کا
ذریعہ سیاہ ظلمت و شب دیجور کی تاریکی میں بجلی کا کام کرنیوالا ایک ہی انگریزی زبان میں ماہواری رسالہ جس نے ایسے وقت
میں جبکہ اسلام کے چہرہ پر افترا۔ غلط فہمی اور غلط بیانی کی چادر پڑی ہوئی تھی اس نے چادر کو پھاڑ اسلام کے منور
چہرہ سے یورپین آنکھ میں چکا چوند کر دی۔ اس کا اردو ترجمہ رسالہ **اشاعت اسلام** (تے سالانہ) ماہواری لاہور سے
شائع ہوتا ہے نیز ہر دو ماہواری رسالوں میں ہر ماہ نومسلمین و نماز عیدین کی تصاویر ہوتی ہیں +

المشتہر منیجر اسلامک ریویو و اشاعت اسلام۔ عزیز منزل۔ لاہور

ضروری اعلان

ہم نے متعدد سفیران مختلف اطراف ہندوستان میں ارسال کئے ہیں تاکہ رسالجات کی توسیع اشاعت کریں ہمیں
اُمید واثق ہے۔ کہ ہر ایک مسلم احباب اشاعت اسلام بلاد غیر و ووکنگ مشن کے اہم کام سے دلچسپی رکھنے والا
اپنے اپنے قصبوں و شہروں میں انہیں ہر ایک قسم کی سہولت فرما کر داخل حسنات ہوں گے۔
سفیران کے پاس دفتر ہذا کی رسید بک ہوگی۔ جس پر منیجر رسالجات کے
دستخط ثبت ہیں۔ والسلام

خادم

نمونہ دستخط منیجر رسالہ اسلامک ریویو و اشاعت اسلام۔ عزیز منزل

منیجر

Khwaja Abdulghani

لاہور (پنجاب)

اسلامیہ سٹیم پریس بھاٹی دروازہ لاہور میں حافظ مظفر الدین کے اہتمام سے چھپوا کر خواجہ عبد الغنی منیجر اشاعت اسلام لاہور نے شائع کیا

رجسٹرڈ ایل

وَلْتَكُن مِّنكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ

اشاعت اسلام

اردو ترجمہ

اسلامک ریویو اینڈ مسلم انڈیا مجریہ لنڈن

زیر ادارت

خواجہ کمال الدین بی اے ایل ایل بی — مسلم مشنری — مولوی صدر الدین بی اے بی ٹی

قیمت سالانہ تین روپے

یہ کار ثواب ہے کہ آپ ان رسالجات کی خریداری بڑھائیں کیونکہ انہیں رسالوں کی آمد بہت حد تک مسلم ووکنگ مشن کے اخراجات کی کفیل ہے رسالہ ہذا کی دس ہزار اشاعت ووکنگ مشن کے ½ اخراجات کی ذمہ وار ہو سکتی ہے

جلد ۵ — بابت ماہ اکتوبر سنہ ۱۹۱۹ء — نمبر ۱۰

U. 9117

فہرست مضامین

رسالہ اشاعت اسلام

کی

توسیع اشاعت کی طرف ناظرین کرام توجہ فرمائیں

ہم ان حضرات معاونین کا تہ دل سے شکریہ ادا کرتے ہیں جو کہ رسالہ ہذا کی توسیع اشاعت میں حصہ لیتے رہتے ہیں۔ اخراجات مسلم مشن ووکنگ روز افزوں ترقی پر ہیں۔ مشن کا کام دن بدن وسیع ہو رہا ہے اور اپنی تبلیغی کوششوں کو اور بھی وسعت دینا چاہتے ہیں لیکن جہاں ہمیں کام کی وسعت کا خیال ہے اس کے ساتھ ہی ہمیں مصارف کا بھی تہیہ کرنا ضروری ہے۔ اسلئے اسلام کی اشاعت سے دلچسپی رکھنے والے احباب کی خدمت میں مودبانہ درخواست ہے کہ وہ رسالہ ہذا کی توسیع اشاعت کی طرف توجہ مبذول فرما کر عنداللہ ماجور ہوں رسالہ کی توسیع اشاعت مشن کی استقامت کا موجب ہوگی +

خادم منیجر

ضروری نوٹ: بعض احباب کی خدمت میں یہ پرچہ رسالہ بطور نمونہ ارسال کیا جاتا ہے۔

EID-UL-FITR 1337 A.H., AT THE MOSQUE, WOKING

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

اشاعت اسلام

ترجمۂ اردو اسلامک ریویو اینڈ مسلم انڈیا مجریہ لندن

جلد (۵) بابت ماہ اکتوبر سنہ ۱۹۱۹ء نمبر (۱۰)

شذرات

اس مہینے کے رسالے کے ساتھ ناظرین باتمکین کی خدمت میں ایک فوٹو پیش کیا جاتا ہے جس کے نیچے یہ عبارت لکھی ہوئی ہے۔ عید الفطر سنہ ۱۳۳۷ ہجری مسجد ووکنگ میں" اگرچہ فوٹو بالکل صاف نہیں ہے۔ مگر اسکو دیکھ کر خدا تعالیٰ کی قدرت یاد آتی ہے کہ کہاں وہ دن تھا کہ مخالفین اسلام تو الگ رہے۔ بعضے مسلمان بھی یہ کہتے تھے کہ یورپ میں اسلام کا پھیلنا ناممکنات میں سے ہے۔ مگر محض اللہ تعالےٰ کی مہربانی اور فضل سے ہمیں آج یہ دن دیکھنا نصیب ہوا ہے۔ کہ تین سو سے زائد انگریز مرد اور عورتیں جو کہ اعلےٰ اور معزز طبقے سے تعلق رکھتے ہیں حلقہ بگوش اسلام نظر آتے ہیں۔ اور وہ مسجد ووکنگ جو کہ مدتوں مقفل پڑی رہی۔ اور جسمیں اللہ تعالےٰ کے نام کی صدا سالوں تک نہیں سنائی دی۔ مگر آج وہی مسجد ان تین سو کے لگ بھگ نومسلموں اور دیگر مسلمانوں کے نعرۂ توحید سے گونج رہی ہے۔ اور اس کفرستان میں اللہ تعالےٰ کے دین کی منادی ہو رہی ہے ؎

مغرب کی وادیوں میں گونجے اذاں ہماری
تھمتا نہیں کسی سے سیلِ رواں ہمارا

اِس فوٹو سے ناظرین اس مقدس جمعیت اور اسلامی اخوت اور برادری کا اندازہ کر سکیں گے جو کہ حضرت خواجہ کمال الدین صاحب اور انکے احباب کی کوششوں اور محض اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ہمیں آج مسجد ووکنگ میں نظر آرہی ہے فالحمد للہ علیٰ ذالک معزز ناظرین سے آخری درخواست یہ ہے ؎

بکوشید اے جواناں تا بدیں قوت شود پیدا | بہار و رونق اندر روضۂ ملت شود پیدا
اگر امروز فکر عزت دیں در شما جوشد | شما را نیز واللہ رتبت عزت شود پیدا

مسجد ووکنگ میں اتوار کے لیکچر حسب دستور ہوتے رہتے ہیں +

انگریزی پرچہ اسلامک ریویو بابت ماہ ستمبر ۱۹۱۹ء میں حضرت مولانا مولوی محمد علی صاحب ایم اے ایل ایل بی کی قلم سے ایک نہایت دلچسپ اور علمی سلسلہ مضامین کی بنا رکھی گئی ہے۔ اس کی سرخی "پیدائش اسلام" ہے۔ اور اسکے نیچے ایک اور چھوٹی سرخی "زمانہ جاہلیت" ہے حضرت مولوی محمد علی صاحب کی ذات سے کون شخص ہے جو واقف نہیں۔ آپ کا نام قرآن کریم کا انگریزی زبان میں نہایت اعلےٰ ترجمہ اور تفسیر کرنے کی وجہ سے چار دانگ عالم میں مشہور ہو چکا ہے۔ اور آپ کی لیاقت علمی و دینی کا ہر شخص معترف ہے۔ آپکے رشحات قلم کئی دفعہ اسلامک ریویو اور رسالہ اشاعت اسلام کے صفحوں کو مزین کر چکے ہیں اس دلچسپ اور علمی مضمون کا ترجمہ رسالہ اشاعت اسلام کے آیندہ پرچوں میں ناظرین کیخدمت میں باقساط پیش کیا جائیگا +

اسی رسالہ کے کسی دوسرے صفحے پر ہم اُس معرکتہ الآرا خطبہ عید الفطر کو ناظرین کیخدمت میں پیش کرتے ہیں۔ جو عالیجناب مسٹر محمد مارمیڈیوک پکتھال صاحب نے مسجد ووکنگ میں عید الفطر ۲۹ جون سنہ ۱۹۱۹ء کو دیا۔ جناب مارمیڈیوک صاحب کے خطبات جمعہ پہلے بھی ناظرین کیخدمت میں پیش کئے جا چکے ہیں۔ جن سے آپ کی لیاقت علمی و دینی کا ناظرین

نے اندازہ کر لیا ہوگا۔ اللہ تعالےٰ نے آپ کو معاملات دینی میں خاص ملکہ عطا فرمایا ہے اور آپ کی تفسیر قرآنی اور خطبہ کو پڑھ کر حیرت ہوتی ہے کہ ایک انگریز مسلمان قرآن کریم کے دقائق اور معارف کو ایسا سمجھتا ہے۔ جو اکثر دوسرے مسلمان نہیں سمجھ سکتے۔ یہ بھی فضل الٰہی اور عنایت ربی ہے جس کو چاہے عطا فرمائے۔ امید ہے ناظرین اس خطبے اور دوسرے خطبات جمعہ کو پڑھ کر ضرور حظ حاصل کریں گے +

اسی رسالے کے دوسرے صفحات پر ایک جگہ "انگلستان میں تبلیغ اسلام" کی سُرخی کے نیچے ایک انگریز کپتان صاحب کا قبول اسلام۔ اور دوسری جگہ ایک انگریزی خاتون اور ایک انگریز لفٹنٹ صاحب کے قبول اسلام اور تیسری جگہ "عید الضحیٰ انگلستان میں" کی سُرخی کے نیچے چار اور نومسلمین کے اضافے کی خوشخبریاں درج ہیں۔ انکو پڑھ کر کون مسلمان ہوگا جس کے منہ سے بے اختیار سبحان اللہ اللہ اکبر الحمد للہ کے کلمات نہ نکل جائیں۔ ھذا من فضل ربی۔ اللہ تعالیٰ کے کیا کیا فضل ہو رہے ہیں اس پر بھی جو شاکر نہیں وہ بڑا بدنصیب ہے۔ وقد صدق ما قال ربی ان الدین عند اللہ الاسلام +

حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مسلم مشنری قریباً تین ہفتے ہوئے شملہ سے لاہور تشریف لے آئے ہیں۔ خدا کے فضل و کرم سے صحت آگے سے اچھی ہے علاج برابر جاری ہے۔ احباب از راہ کرم کامل صحتیابی کیلئے دعا فرمائیں۔ آپ کا موجودہ پتہ عزیز منزل لاہور ہے +

ہم چاہتے ہیں کہ ہر ماہ کا رسالہ اسی ماہ کے شروع ہفتہ میں ناظرین کرام کی خدمت میں حاضر ہو جاوے اسلئے اس تجویز کو عملی جامہ پہنانے کیلئے ہمنے نومبر و دسمبر ۱۹۱۹ء کو اکٹھے ڈبل نمبر کی صورت میں شائع کرنیکا ارادہ کیا ہے تا کہ دسمبر ۱۹۱۹ء کے آغاز میں ہی ناظرین کرام کی خدمت میں نومبر و دسمبر ۱۹۱۹ء کا ڈبل نمبر پہنچ جائے۔ اس کے علاوہ ڈبل نمبر شائع کرنے کی ایک اور خاص وجہ یہ بھی ہے کہ حضرت خواجہ کمال الدین صاحب کا ایک دلچسپ مضمون بعنوان "انکشافات نفس و سوز نفس" ہے جو آپ نے ممبران "خیالات جدیدہ" کی تحریک سے لندن مسلم ہوس میں دیا ممبران مذکور وہ لوگ ہیں جو عیسائی مذہب سے بیزار ہو کر روحانی اور باطنی ترقیات کی فکر میں ہیں۔ یہ مضمون چونکہ بہت طویل ہے اور ساتھ ہی دلچسپ بھی ہے اسلئے ہم چاہتے ہیں کہ اسکو ایک ہی رسالہ میں شائع کر دیا جائے۔ تا کہ اسکی لطافت و دلچسپی قائم رہے

انگلستان میں تبلیغِ اسلام

ایک انگریز کپتان صاحب کا قبول اسلام

برادرانِ اسلام کو معلوم ہے۔ کہ جناب خواجہ کمال الدین صاحب بی اے ایل ایل بی کے ایثار اور مساعی جمیلہ سے انگلستان کی سرزمین میں ایک مستقل اسلامی مشن کی بنیاد پڑ چکی ہے جس کی ترقی اور بارآوری میں جناب مولینا مولوی صدر الدین صاحب بی اے۔ بی ٹی کا ایک خاص حصہ ہے قریباً تین سال ہوئے۔ کہ مولوی صاحب ممدوح انگریز نومسلمین کی تعداد قریباً دوصد تک پہنچ جانے کے بعد یہاں سے واپس ہندوستان تشریف لے گئے تھے۔ اور جناب خواجہ صاحب دوبارہ ہندوستان سے کام کرنے کے لئے آئے لیکن مشن کے روز افزوں کام اور اسلامک ریویو جیسے وقیع اسلامی آرگن کی ادارت اور انتظام میں رات دن منہمک رہنے کی وجہ سے خواجہ صاحب کی صحت پر بہت بڑا اثر ہوا۔ اور انہیں بحالات مجبوری ڈاکٹری مشورہ کے ماتحت ہندوستان واپس جانا اور مولوی صدر الدین صاحب کو دوبارہ ولایت آنا پڑا۔ چنانچہ آپ ۱۶۔ اگست ۱۹۱۹ء کو لندن پہنچے سٹیشن پر یہاں کے اولین مسلمانوں میں سے رائٹ آنریبل لارڈ ہیڈلے بالقابہ معہ صاحبزادگان پہلے سے آئے ہوئے تھے +

اُسی دن شام کو لارڈ صاحب موصوف کی دعوت پر مولوی صاحب کی ملاقات چند ہندوستانی فوجی مسلمان افسروں اور سپاہیوں سے ہیمپٹن کورٹ پیلس گارڈن Hampton court Palace Garden میں ہوئی۔ ان سب کی تعداد تین سو کے قریب تھی جنمیں سے نصف سے زیادہ افسر تھے۔ اور باقی سپاہی ان لوگوں کو جب ووکنگ مسلم مشن کا حال معلوم ہوا۔ تو انہوں نے ووکنگ میں آنے اور یہاں کی مسجد دیکھنے اور انگریز نومسلمین سے ملاقات کی بہت خواہش ظاہر کی۔ اور جمعہ کے دن ووکنگ آنے کا وعدہ کیا نماز جمعہ تو یہاں ہمیشہ لندن میں ہوتی ہے

کیونکہ ووکنگ میں ہر جمعہ لندن کے بہت سے مسلمانوں کا آنا مشکل ہے۔ اس کے علاوہ اتوار کو ایک لیکچر لندن مسلم ہوس میں ہوتا ہے۔ اور ایک مسجد ووکنگ میں لندن مسلم ہوس میں آجکل مسٹر مارمیڈیوک پکتھال جو ایک مستشرق مسلمان ہیں کام کرتے ہیں۔ وہی خطبہ جمعہ دیتے ہیں اور نماز پڑھاتے ہیں۔ لیکن ان فوجی مسلمان افسروں اور سپاہیوں کی خواہش پر مولوی صدرالدین صاحب نے ۲۲۔ اگست ۱۹۱۶ء کا جمعہ لندن کے علاوہ ووکنگ میں بھی ہونا ضروری سمجھا۔ چنانچہ اس دن خدا کی شان ان فوجی مسلمانوں کو توبہاں آنے میں دیر ہوگئی۔ اور وہ سکاٹلینڈ سے جہاں وہ سیر کے لئے چلے گئے تھے وقت پر نہ آسکنے کی وجہ سے نماز میں شامل نہ ہوسکے لیکن ایک انگریز کپتان صاحب جو ایکسپیڈیشنرز فورس Expeditionary Force میں ہیں۔ اور حال ہی میں مصر سے آئے ہیں۔ اس میں شامل ہوئے۔ اور انہوں نے بڑی فراخ دلی اخلاص اور مسرت کے ساتھ قبول اسلام کا خود اعلان کیا۔ اور مولوی صاحب سے کلمہ طیبہ پڑھا۔ مجمع پر جو غیر مسلم و مسلم انگریزوں اور ہندوستانیوں کا تھا اس اعلان کا بہت نیک اثر ہوا +

کپتان صاحب نہایت شریف اور اعلیٰ خاندان سے ہیں۔ ان کا انگریزی نام کیپٹن ڈیوڈسن Caption Davidson ہے اسلامی نام جلال الدین رکھا گیا اللہ تعالیٰ ان کو استقامت بخشے۔ اور وہ دین اسلام پر خود بھی عامل ہوں اور دوسروں کو بھی عامل بنانے میں کوشاں ہوں آمین

۲۔ جمعہ کے بعد اتوار (۲۴۔ اگست ۱۹۱۶ء) کو ۳½ بجے پھر ایک لیکچر مولوی صاحب کا مسجد ووکنگ میں ہوا جس سے پہلے آپ نے انگریزی میں ایک دعا کی۔ اور اس میں خصوصیت سے بیان کیا کہ اللہ تعالیٰ جس نے مشرق و مغرب اور دنیا کی تمام چیزوں کو پیدا کیا اور وہ ان سب کی پرورش کرتا اور ان کی تربیت کے سامان مہیا فرماتا ہے ہمیں بھی اپنی تمام مخلوق کے ساتھ خواہ وہ مشرق کی ہو یا مغرب کی اور ہمیں کیسا ہی اختلاف کیوں نہ ہو یکساں برتاؤ رکھنے کی توفیق دے۔

دعا کے دوران میں تمام حاضرین جن میں قریباً سب انگریز نو مسلم و مسلم مرد اور خواتین

شامل تھیں نہایت خلوص قلب کے ساتھ سر جھکائے ہوئے تھے +

لیکچر کے بعد حاضرین میں سے ہر ایک کو آپ نے بڑی فراخ دلی کے ساتھ سوالات کی اجازت دی۔ لیکن کسی نے بھی کوئی سوال نہ کیا۔ مجمع اچھا خاصہ تھا۔ اور صرف پانچ چھ ہندوستانیوں کے سوائے باقی سب انگریز مرد اور خواتین تھیں۔ اللہ تعالےٰ ان سب کی دین حق کی طرف رہبری فرمائے۔ اور انکی خدمات کی توفیق عنایت کرے آمین

والسلام خاکسار دوست محمد از دفتر ووکنگ مسلم مشن انگلستان

(۲)

ایک انگریز خاتون اور ایک لفٹننٹ کا قبولِ اسلام

لارڈ ہیڈلے بالقابہ کا لیکچر مسجد ووکنگ میں

برادران اسلام یہ سنکر خوش ہونگے۔ کہ اللہ تعالےٰ کے فضل سے اس ہفتہ ایک اور انگریز خاتون نے قبول اسلام کا اقرار نامہ لکھ کر دیا۔ اس کا انگریزی نام مس ڈربی ہے اسلامی نام برکت رکھا گیا۔ اللہ تعالےٰ اسے اسلام پر چلنے کی توفیق دے +

علاوہ ازیں اس اتوار کو مسجد ووکنگ میں رائٹ آنریبل لارڈ ہیڈلے بالقابہ بھی معہ صاحبزادگان مسجد ووکنگ میں تشریف فرما ہوئے۔ اور انہوں نے اپنے جوش اسلامی کی وجہ سے مولینا مولوی صدر الدین صاحب کے لیکچر سے پہلے ایک خلاص بھری دُعا اللہ تعالیٰ سے کی۔ اور ساتھ ہی انگریزوں کے اندر اسلام کے پھیلنے اور ان کے سمجھدار طبقہ کے آئے دن اسلام قبول کرتے چلے جانے کا اعلان غیر مسلم و نو مسلم انگریز حاضرین میں کیا۔ اور انھیں بتایا کہ اسلام بالکل سادہ مذہب ہے۔ ایک خدا اور سارے نبیوں کو ماننا اور سب انسانوں کا بھائی بھائی ہونا۔ لیکن اس کے برخلاف تثلیث کو ماننے میں الجھن اور مشکلات پیدا ہوتی ہیں +

لارڈ موصوف نے دوران تقریر میں ایک انگریز لفٹننٹ کی چٹھی بھی پڑھ کر سنائی۔ جو

عراق عرب میں فوجی ملازمت کے اندر مسلمان ہوئے - اور پونا میں مقیم ہیں - ان کا اسلامی نام جوزف عبداللہ ہے اپنا اصلی نام فی الحال ظاہر کرنا نہیں چاہتے - کیونکہ ان کا خیال ہے - کہ واپس انگلستان پہنچ کر خود اپنے رشتہ داروں کے سامنے قبول اسلام کا اعلان کرینگے انھوں نے ایک کتاب بھی اسلام کی شاندار خصوصیات پر لکھی ہے جو ان کے قبول اسلام کا باعث ہوئیں - انکی اپنی چٹھی اسلامک ریویو اکتوبر نمبر میں شائع ہوگی +

لارڈ صاحب موصوف کے بعد مولینا مولوی صدرالدین صاحب نے لیس البران تولوا وجوھکم الخ پر تقریر کی - اور بتایا کہ قرآن کریم نے کوئی قومی یا نسلی امتیاز انسانوں کے اندر روا نہیں رکھا - جیسا کہ تمام طور پر قوموں اور مذاہب میں پایا جاتا ہے - بلکہ بلا امتیاز سب کے ساتھ نیکی کرنے اور عمدہ سلوک سے پیش آنے کو ہی بہت بڑی نیکی قرار دیا ہے دعا ہے کہ اللہ تعالے ان لیکچروں کو بیش از بیش کامیابی عطا کرے و السلام

دوست محمد از ووکنگ انگلستان

خطبۂ عید الفطر

یہ خطبہ مسٹر مارمیڈیوک پکتھال نے مسجد ووکنگ میں ۲۹ جون ۱۹۱۹ء یعنے عید الفطر کے دن دیا +

یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ حَقَّ تُقٰتِہٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ○ وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰہِ جَمِیْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا وَ اذْکُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰہِ عَلَیْکُمْ اِذْ کُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَیْنَ قُلُوْبِکُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِہٖٓ اِخْوَانًا وَکُنْتُمْ عَلٰی شَفَا حُفْرَۃٍ مِّنَ النَّارِ فَاَنْقَذَکُمْ مِّنْھَا کَذٰلِکَ یُبَیِّنُ اللّٰہُ لَکُمْ لَعَلَّکُمْ تَھْتَدُوْنَ (سورۃ آل عمران رکوع ۱۱) + ترجمہ مسلمانو! اللہ سے ڈرو جیسا اس سے ڈرنے کا حق ہے اور اسلام پر ہی مرنا - اور سب مضبوطی سے اللہ (کے دین) کی رسی کو پکڑے رہو - اور ایکدوسرے سے الگ نہ ہونا - اور اللہ کا وہ احسان یاد کرو جب تم (ایکدوسرے کے) دشمن تھے پھر اللہ نے

تمہارے دلوں میں اُلفت پیدا کی ۔اور تم اُس کے فضل سے بھائی (بھائی) ہو گئے۔ اور تم آگ کے گڑھے (یعنی دوزخ کے کنارے تھے۔ پھر اُس نے تم کو اُس سے بچا لیا۔ اسی طرح اللہ اپنے احکام تم سے کھول کھول کر بیان کرتا ہے۔ تاکہ تم راہ راست پر آجاؤ" +

"حَبْلِ اللّٰہِ" (اللہ (کے دین) کی رسّی) قرآن شریف کی ایک دوسری سورت میں اس طرح لکھا ہے +

لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ قَدْ تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ فَمَنْ يَّكْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ وَيُؤْمِنْ بِاللّٰهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى لَا انْفِصَامَ لَهَا (سورۃ البقرہ۔ رکوع ۳۴) **ترجمہ**: "دین میں زبردستی نہیں گمراہی سے ہدایت (الگ) ظاہر ہو چکی ہے تو جو جھوٹے معبودوں کو نہ مانے اور اللہ پر (ہی) ایمان لائے تو اُس نے مضبوط رسّی پکڑ رکھی ہے جو ٹوٹنے والی نہیں"۔

ہر ایک چیز ایک وقت پر ٹوٹ جائیگی اور ناکام ثابت ہوگی۔ مگر سوائے اس عقد کے جو کہ بنی نوع انسان کو اسکے خدائی فرائض میں اللہ تعالے سے متعلق کر دیتا ہے۔ اور اس عقد میں وہ رسی جو کہ ہم کو اللہ تعالیٰ سے ملاتی ہے وہ انسانی ترقی کی ایک یقینی اور کبھی ناکام نہ ہونے والی امید ہے۔ اور انسانی بھائی بندی کا ایک یقینی راستہ۔ اور اس ناکام معاملے یعنی انسانی ترقی کا عام طور پر باعث امن و خوشی ہونے کی ایک ہی کلید کامیابی ہے۔ ایثار اور قربانی ہی سچے مذہب کا ثبوت ہے۔ مگر بعض لوگ ایثار اور قربانی کا مطلب۔ ایک انسان کا دوسرے انسان کی خاطر اپنی جان قربان کر دینا سمجھتے ہیں۔ مگر یہ سوسائٹی اور انسانی مفاد کے لئے مضر ثابت ہوگا۔ کیونکہ اتفاق ہو سکتا ہے۔ کہ ایک لائق نیک اور کارآمد مرد یا عورت اپنے آپ کو ایک نکمے بیکار اور شریر شخص کیخاطر قربان کر دے حقیقی قربانی جو کہ اصلی انسانی اور اس وجہ سے مذہبی قیمت رکھتی ہے وہ اللہ تعالیٰ کی خاطر اپنے نفس کو قربان کر دینا ہے۔ یعنے اپنے خودغرض اور لالچی ارادوں کو اللہ تعالے کے وسیع اور عالمگیر ارادے کے سامنے سرنگون کر دینا اسی طرح بچوں ۔ دوستوں اور رشتہ داروں کی محبت اور انکی خدمت کرنے کی خواہش۔ حب الوطنی۔ اور مذہب کی محبت سب اپنی اپنی جگہ نہایت قابل تعریف ہیں مگر حب اللہ تعالیٰ کا خیال

اور کوئی اعلیٰ و ارفع ارادہ مدنظر نہ ہو۔ تو یہی باتیں عام نسل انسانی کے لئے ضرر رساں ہو جائیگی۔ اللہ تعالیٰ تمام بنی نوع انسان کا بلا امتیاز نسل۔ قوم۔ مذہب یا رنگ خالق اور رازق ہے۔ اس کا رحم اور اس کے ارادے تمام کے لئے یکساں ہیں۔ اگر ہم اللہ تعالیٰ سے تعلق پیدا کئے بغیر جو کہ ہم میں سے ہر ایک کا فرض ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے عالمگیر ارادوں کو مدنظر رکھے بغیر اپنے دوستوں۔ اپنے رشتہ داروں۔ اپنے ملک یا مذہبی جماعت کی خدمت کریں۔ تو گویا ہم دوسرے لوگوں کے رشتہ داروں اور دوسرے لوگوں کے وطنوں سے ذلیل اور سر براپنے رشتہ داروں اور اپنے ملک کو ممتاز اور سرفراز کرتے ہیں۔ سو ہم عام مفاد نسل انسانی کو مدنظر رکھکر بجائے فائدے کے نقصان پہنچا رہے ہیں۔ اور پرستش اور عبودیت کے مقصد اور مدعا ہونے کی حیثیت سے یہ تمام باتیں ہمیں سخت نامحسوس کرتی ہیں۔ "تمام انسانوں نے مرنا ہے۔ اور ایک دن اللہ تعالیٰ سے حضور حساب کے واسطے ضرور پیش ہونا ہے۔ سو تو بھول جانے والوں میں سے مت بن۔"

ہم ایکدوسرے کے کتنے ہی واقف ہوں پھر بھی حقیقی آشنائی سے کوسوں دور ہوتے ہیں لیکن ایک انسان دوسرے کی قلبی کیفیت کو سمجھ سکتا ہی نہیں۔ ہم ایکدوسرے کو مختلف حالتوں میں معاملات میں اتفاق بھی کر لیتے ہیں۔ لیکن کسی کے اندر دنے کے واقف ہونے کی کوشش کریں تو نتیجہ حسرت۔ یاس۔ ناامیدی ہوتا ہے۔ اور یہی کہنا پڑتا ہے۔ ع

خود غلط بود آنچہ ما پنداشتیم

ہر ایک انسان کے وجود میں اُس کا اپنا ایک نفس ہے۔ وہ نفس اس دن بھی ہم میں تھا جس دن ہم میں شعور پیدا ہوا۔ اور اُس دن بھی وہ اسی حالت پختگی میں نہیں پہنچیگا جس دن جسم و دیگر قوے مضمحل ہو جائیں گے۔ بس اپنے نفس کو کسی اور کا غلام بنا لینا۔ بدیں خیال کہ ہماری خواہشات پوری ہو جائیں بجز یاس کے اور کوئی نتیجہ نہیں پیدا کر سکتی۔ کوئی مخلوق ایسا نہیں جو کہ کسی انسان کے تمام تقاضائے نفس کو پورا کر سکے سچا اطمینان۔ اور ان تمام تقاضات کا حقیقی طور پر اطمینان پا جانا صرف اللہ تعالیٰ کی جناب سے حاصل ہو سکتا ہے۔ ہماری فرد اور اقوام تو میں اسی کی جناب سے پرورش پاتی ہیں۔ اور اسی کے ذریعے ہم ایک دوسرے کے لئے باعث تسکین

ہو سکتے ہیں حقیقی اتحاد قلبی یا ایکدوسرے کی قلبی کیفیات سے واقف ہو جانا بھی ایک امر موہوم ہے۔ آغوش مادر سے لیکر لحد تک عورت ہو یا مرد ایکدوسرے کی ایک ایک رنگ میں اجنبی ہوتے ہیں ہاں جب انسانی روح احدیت تامہ کے آگے سر جھکا لیتی ہے۔ اور اپنے آپ کو اُسکی رضا کے ماتحت کر دیتی ہے۔ تو پھر سب بیگانگیاں اور نا آشنائیاں ختم ہو جاتی ہیں۔ پھر انسان تنہائی میں بھی ایک انجمن میں ہوتا ہے۔ اب وہ مخلوق الٰہی کی خدمت میں خدا کی منشا دیکھتا ہے۔ خدا کا مقصد اس کا اپنا مقصد ہوتا ہے۔ رب العالمین کی منشا پورا کرنے میں ہی اپنے قویٰ کو لگا دیتا ہے موت اور حیات کے دھندوں سے الگ ہو کر رضا الٰہی میں لگجاتا ہے۔ اور تمام مخلوق آلہیہ سے اسکی صلح ہو جاتی ہے یہی وہ حقیقت ہے جس کا نام اسلام ہے اس کا مقصد نہیں کہ ایک قسم کی انسان میں اس سے اپاہجانہ بیخودی پیدا ہو جاتی ہے۔ بلکہ یہ تو وہ بیخودی ہے کہ جس کے رگ و ریشے میں خدمت ہی خدمت ہے۔ کیونکہ اس کا مقصد قوانین الٰہیہ کی تکمیل ہے۔ اور یہ یاد رکھنا چاہئے کہ خدا کے قوانین مندرجہ قرآن کوئی منفی قوانین نہیں۔ یعنے افعال سے رک جانا۔ یعنی ایسے حالات میں رہنا کہ جس میں ہمیں کسی کام کے کرنے کا موقع ہی نہ ہو۔ اور اس طرح ہم غلطیوں کے ارتکاب سے بچ جائیں بلکہ قرآن کریم کے قوانین تو عملی زندگی کو چاہتے ہیں۔ وہ صرف یہ نہیں کہتے کہ تجھے ایسا اور ایسا کام نہیں کرنا ہوگا۔ بلکہ وہ یہ کہتے ہیں کہ اپنی کُل طاقت اور ہمت کے ساتھ یہ اور یہ کام کر۔ اگر تم ایسا نہیں کرو گے تو پھر تم مومن نہیں۔ کیونکہ اسلام میں ایمان اور عمل ایک چیز ہے۔ آنحضرت صلعم کی بعثت پر مذہب اور روزانہ زندگی دو الگ الگ چیزیں تھیں۔ مذہب کے ساتھ کچھ اعجاز نمائیاں وابستہ تھیں۔ وہی باتیں ربانی سمجھی جاتی تھیں جو کسی نہ کسی قوانین الٰہیہ کو توڑتی تھیں۔ اہل مکہ کہتے تھے :-

وَقَالُوا مَالِ هٰذَا الرَّسُوْلِ يَاْكُلُ الطَّعَامَ وَيَمْشِيْ فِي الْاَسْوَاقِ لَوْلَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مَلَكٌ فَيَكُوْنَ مَعَهٗ نَذِيْرًا ۙ اَوْ يُلْقٰٓى اِلَيْهِ كَنْزٌ اَوْ تَكُوْنُ لَهٗ جَنَّةٌ يَّاْكُلُ مِنْهَا (سورۃ الفرقان رکوع پہلا) ✦

ترجمہ :- (اور کافر یہی کہتے ہیں) کہ یہ کیسا رسول ہے جو کھانا کھاتا اور بازاروں میں پھرتا ہے اس کے پاس کوئی فرشتہ کیوں نہیں بھیجا گیا کہ اس کے ساتھ ہو کر ڈراتا۔ یا اس پر کوئی خزانہ

برسا ہوتا یا اس کے پاس باغ ہوتا کہ اس سے کھاتا پیتا"۔

وہ پرانے نبیوں کی طرف بھی الٰہی ہی کہانیاں اور افسانے منسوب کرتے تھے مگر قرآن کریم ان کو حقیقت سے مطلع کرتا ہے۔ وَمَا أَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنَ الْمُرْسَلِينَ إِلَّا إِنَّهُمْ لَيَأْكُلُونَ الطَّعَامَ وَيَمْشُونَ فِي الْأَسْوَاقِ (سورۃ الفرقان رکوع ۲)

ترجمہ "اور ہم نے تم سے پہلے جتنے رسول بھیجے وہ کھانا بھی کھاتے تھے اور بازاروں میں چلتے پھرتے تھے"۔ گویا دوسرے لفظوں میں تمام پرانے نبی جن کو انہوں نے خدائی مرتبہ دے رکھا تھا صرف انسان ہی تھے +

اسلام نے مذہب کو عام فہم اور بالکل صاف صاف کر دیا۔ اس نے روزمرہ کے مظاہر کو نشانات الٰہیہ قرار دیا۔ جنہیں اللہ تعالیٰ نے معجزوں سے زیادہ بین طور پر اپنے جلال اور طاقت کا ثبوت بنایا ہے۔ اور اسلام ہی نے سچے مذہب کی منزل مقصود اور علت نمائی کو اسی دنیا میں قرار دیا ہے اور اللہ تعالیٰ اس عالم کا شہنشاہ ہے ہم تمام اس کے قبضۂ قدرت میں ہیں۔ اور ان قوانین سے لاچار ہیں جن کو ہم نے کبھی نہیں بنایا۔ اور جو کہ قوانین قدرت یا اللہ تعالیٰ کے قوانین کہلاتے ہیں انسان اس دنیا میں اس کا خلیفہ یا افسر ائے ہے۔ مگر اللہ تعالیٰ ایسا بادشاہ نہیں ہے جو کہ غائب یا غیر موجود ہو۔ اللہ تعالیٰ مومنوں کا محافظ اور یاور ہے۔ اور وہ ان کو ظلمت سے نکالکر روشنی کی طرف ہدایت کرتا ہے۔ مگر وہ روشنی جس کی طرف وہ ہدایت کرتا ہے وہ کوئی مخفی پر اسرار اور غیر ارضی روشنی نہیں ہے۔ یہ ایک روزمرہ اور عام فہم روشنی ہے۔ حالانکہ ہم اس کو (یعنی اللہ تعالیٰ) کو معجزوں اور مخفی اور بعید الفہم رسموں اور کارروائیوں میں ڈھونڈھتے ہیں۔ گویا وہ ایسی چیز ہے جو کہ بڑی بعید ہے۔ جس میں ہم سراسر تاریکی میں تھے۔ خدا تعالیٰ کی ہستی کے نشانات ہم اپنے چاروں طرف مشاہدہ کرتے ہیں۔ وہ یہاں موجود ہے۔ وَلَا تَمُوتُنَّ إِلَّا وَأَنْتُمْ مُسْلِمُونَ (پس اسلام پر ہی مرنا) حقیقی طور پر مسلمان ہوئے بغیر مت مرنا +

مگر یہ خیال نہ کرنا کہ یہ اطاعت اور فرمانبرداری روحانی زندگی کا خاتمہ ہے۔ خاتمہ بالکل نہیں ہے۔ یہ بھی ایک زندگی کی حالت ہے اور اللہ تعالیٰ کے قانون کی فرمانبرداری

میں اُتھی ایک سرگرم زندگی ہے ایسا قانون جو کہ انسانی ساختہ قوانین سے کہیں بڑھ ہے اور وہ تمام بنی نوع انسان کی ایک طرح کی خدمت ہے۔ یہ صرف شخصی چال چلن پر ہی نہیں۔ بلکہ سوشل تعلقات تجارت اور مالگذاری سیاسی اور بین الاقوامی تعلقات پر بھی حاوی ہے۔

"دوسروں کے ساتھ ویسا ہی سلوک کرو جیسا کہ تم چاہتے ہو کہ دوسرے تمہارے ساتھ کریں" (مقولہ مسیح علیہ السلام)

اللہ تعالےٰ کے قوانین جیسا کہ قرآن شریف میں وحی کئے گئے ہیں وہ یہی مقولہ ہے جو کہ شخصی اور مجموعی انسانی کیریکٹر پر پھیلا دیا گیا ہے۔ جو کہ ایسے طور پر بالتفصیل مرتب اور مدلل کیا گیا ہے۔ کہ جاہل اور عقلمند۔ قوم یا واحد شخص تمام کے تمام یقینی طور پر جان سکتے ہیں کہ ان موجودہ حالات کے ہوتے ہوئے ان کے کیا کیا فرائض ہیں (یعنی قرآن شریف نے اس کو عملی جامہ پہنا دیا ہے) سودخوری قمار بازی۔ شراب نوشی یہ سب سوسائٹی کے حق میں ضرر رسان ہیں۔ اور جائداد اور املاک کے متعلق یہ غلط خیال کہ یہ ایک شخص واحد کی ملکیت ہے۔ اور وہ جو اس کے ساتھ چاہے کرے۔ اور اپنی وصیت میں جس کو پسند کرے اسکو اس کا وارث بنا جائے۔ یہ بھی سوسائٹی کیلئے مضر ہے تمام جائداد وغیرہ خدا تعالیٰ کی ایک امانت ہے جو کہ بعض شرائط کے ماتحت رکھی گئی ہے اور وہ شرائط اس مقدس قانون میں صاف طور پر بیان کیگئی ہیں اپنی آمدنی کا ایک حصہ غریبوں کو بھی ضرور دینا چاہئے۔ اور ایک حصہ ہر سال اپنی جماعت کے لئے اور جب ایک آدمی مرجائے تو اسکی جائداد مقررہ اندازہ کے موافق خاص خاص رشتہ داروں میں تقسیم ہونی چاہئے۔ اسمیں مرد اور عورت دونوں شامل ہیں جنگجو قوم یعنی اللہ تعالیٰ کی بادشاہت میں ایک جرم ہے۔ حب الوطنی جیسا کہ یورپینوں نے اسے عام طور پر سمجھا ہے یعنی میرا ملک چاہے وہ حق پر ہے یا غلطی پر۔ یہ بھی انسانی مفاد کے برخلاف ہے مسلمانوں کا ان غلطیوں سے کوئی واسطہ نہیں ہے اللہ تعالےٰ کے قانون کی فرمانبرداری جیسا کہ قرآن شریف میں وحی کیا گیا ہے میرے خیال میں ایک ہی

راستہ ہے جس سے امیر و غریب ۔ حاکم و محکوم ۔ غلام و آزاد سب کے حقوق اور دعاوی پورے ہو جاتے ہیں ۔ جب ایک دفعہ اللہ تعالیٰ کے قانون کو قبول کر لیا گیا ۔ اسی وقت تمام تکلیفیں دُور ہو جائینگی ۔ میں یقین کرتا ہوں کہ اس پس و پیش سے جسمیں کہ مُہذب دُنیا آجکل پڑی ہوئی ہے نکلنے کا یہی ایک راستہ ہے ۔ اور یہ بات معلوم کرنا ایک مسلم کے لئے دلچسپی سے خالی نہ ہوگا ۔ کہ یورپ کے بڑے روشن دماغ مُدبر اپنی مجوّزہ اصلاحات میں اس راستے کے بالکل قریب آ گئے ہیں ۔ اُن کو اسبات کا شان و گمان بھی نہ ہوگا ۔ کہ جس بات کو وہ انسانی دماغ کا آخری کارنامہ سمجھتے ہیں ۔ وہ سب سے پہلے ایک اُمّی عرب نے تیرہ سو برس پہلے دُنیا کے سامنے پیش کیا ۔ اور جو کہ اُس قانونِ الٰہی کا جو تمام انسانی ترقی کا منتظم اور حاکم ہے ایک حصّہ ہے ۔ جب تم مؤذن کو حیّ علی الفلاح ۔ حیّ علی الفلاح " یعنی (کامیابی کی طرف آؤ ۔ فلاح و بہبودی کی طرف آؤ) کہتے ہوئے سُنتے ہو ۔ تو تم اُس کا کیا مطلب خیال کرتے ہو ؟ کم از کم خود غرض کامیابی تو نہیں ۔ تو کیا رُوحانی کامیابی ؟ ہاں کیونکہ ہم نسل انسانی کی خدمت کر کے ہی اس دُنیا میں اللہ تعالیٰ کی محافظ دوستی کا مفہوم سمجھ سکتے ہیں ۔ اور اس بات کا حاصل کرنا ہی ہماری زندگی کا مقصد ہے ۔ سو ان تیرہ سو برس کے دوران میں دُنیا کے ہر ایک مسجد سے رات اور دن یہ صدا اطرافِ عالم میں پھیلتی رہی ہے ۔ حیّ علی الفلاح ۔ حیّ علی الفلاح (کامیابی کی طرف آؤ ۔ کامیابی کی طرف آؤ) کامیابی کس میں ؟ اسمیں اب تک ناکامی ہی ہی ۔ یعنی بنی نوعِ انسان کی مجموعی ترقی ۔ مُسلمانی دُنیا میں کامیابی ہوئی ہے اور کامیابی ہے ۔ قوم پرستی موقوف کر دیگئی ہے ۔ اور حُبّ الوطنی کی جگہ بھائی بندی کی رُوح پھونکی گئی ہے ۔ سیاہ اور سفید بھُورے اور پیلے سبھی رنگوں کے آدمی اسلام کی برادری میں آملے ہیں ۔ مگر سب کا درجہ اور رُتبہ ایک ہی ہے ۔ اور سب برابر اور یکساں ہیں ۔ اور سب کے سب اللہ تعالےٰ کے مُقدس قانون اور دین کی رسّی کو مضبوطی سے پکڑے ہوئے ہیں ۔ اللہ تعالےٰ کی حکومت میں کسی پولیس اور پادریوں کے فرقے کی ضرورت نہیں ہے ۔ صدیوں تک مسلمانی ممالک میں کوئی پولیس کا رواج نہیں تھا ۔ اور نہ ہی اسکی کوئی ضرورت تھی ۔ کیونکہ ایک با امن اور آسُودہ حال لوگوں کے لئے پولیس کی کوئی ضرورت نہیں ۔ اور اس حالت میں کسی پادری یا درمیانی واسطے

کی کیا ضرورت ہو سکتی ہے۔ جبکہ ہر ایک بندہ اپنے حیّ و قیوم بادشاہ تک بآزادی پہنچ سکتا ہے جہاں کہ تمام کے تمام پادری یا پادر انٹیں ہیں۔ اور ہر ایک کو سوچنے کا حق حاصل ہے۔ ہاں ہم مسلمانوں کے لئے کئی وجوہات ہیں۔ جن کی وجہ سے ہم کو اللہ تعالیٰ کی مہربانیوں کو یاد کرنا چاہیئے جو اُس نے ہم پر کیں +

"اور کس طرح ہم پہلے دشمن تھے۔ مگر اُس نے ہمارے دلوں میں محبت ڈالدی اور ہم اسکے فضل سے بھائی بھائی ہو گئے۔ اور کس طرح ہم ایک آگ سے گڑھے کے کنارے پر تھے۔ اور اُس نے ہمیں اُس سے بچالیا"۔

مگر اسلام سے باہر دُنیا کا کیا حال ہے۔ کیا مسلمانوں نے اسکے متعلق کافی طور پر غور و خوض کیا ہے۔ اور کیا وہ صرف اپنی خوشی پر ہی قانع نہیں رہے۔ اور ایک جماعت ہونے کی حیثیت سے دوسروں کو اللہ تعالیٰ کی خوبیاں بتانے سے تاکہ ان کو بھی اس کا علم ہو جائے بے پرواہ نہیں ہو گئے؟ سو اس کا نتیجہ یہ ہؤا کہ زمین میں سختیاں جھیلنے والے لوگ ننگ آمد بجنگ آمد والے مقولہ پر عمل درآمد ہو کر آسودہ حال لوگوں پر مسلط اور ہو گئے۔ انہوں نے آہستہ آہستہ سلطنت اسلامی کو مغلوب کر لیا۔ اور اب وہ اس کے دلیرانہ لقبیہ پر ایک جلّاد کی حیثیت سے کھڑے ہیں۔ اور ان کو نہ کسی خدائی قانون اور نہ ہی انسانی قانون کا علم ہے جو کہ مغلوب اور مفتوح قوموں کے متعلق ہو +

مگر کیا یہ اُن کا قصور ہے؟ اور کیا یہ گذشتہ مسلمانوں کا قصور نہیں ہے؟ اس بات کو تیرہ سو برس کا عرصہ ہونے آیا۔ جبکہ بنی نوع انسان کی بہتری کے لئے وہ آلہی قوانین وحی کئے گئے جو کہ جنگ اور فتح کو باقاعدہ اور باترتیب کرتے ہیں۔ مگر اسکی کیا وجہ ہے کہ آجکل کے دُنیا کے حکمرانوں نے اسکے متعلق کبھی کچھ سُنا ہی نہیں؟ مگر کیا اللہ تعالیٰ کی حکومت تباہ ہو گئی ہے؟ کیا اللہ کی سلطنت کسی کے رحم و کرم پر موقوف ہے؟ نہیں بالکل نہیں مُسلمان مُضطرب اور پریشان ہو گئے ہیں۔ اور اس گھبراہٹ میں وہ ادھر اُدھر منتشر ہو گئے۔ مگر الحمدللہ کہ وہ اب پھر یکجا اور مُتفق ہو گئے ہیں۔ اور بجائے جُدا جُدا ہونیکے وہ تمام کے تمام اللہ تعالیٰ کے دین کی رسّی (حبل اللہ) کو مضبوط پکڑے ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی سلطنت کبھی بھی شکست خوردہ

نہیں ہو سکتی جب تک کہ مسلمانوں میں یہ رُوح باقی ہے۔ جبکہ ہمارے بڑے رُتبے والے آدمی مستعفی ہونے کو تیار ہیں۔ اور ہر ایک مسلمان اپنے مال و جان کو ایک امر میں انصاف کیخاطر قربان کر دینے کو تیار ہے۔ اس سے پہلے بھی ایکدفعہ اسلامی سلطنت مفتوح ہو چکی ہے۔ مگر پھر کیا نتیجہ ہوا؟ فاتحوں نے اسلام قبول کر لیا۔ کیا یہ آجکل ناممکن ہے؟ نہیں یہ ناممکن نہیں ہے۔ اگر ہمارا اسلام وہی ہے جو قرآن شریف اور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے سکھایا اور بتایا۔ یہ ضروری نہیں کہ وہ ہماری ہی طرز عبادت ہو۔ بلکہ ہمارے مذہب کے بڑے رُکن اور اصُول اور اس عالم پر اللہ تعالیٰ کی مالکیت اور بادشاہت۔ اور اُس عالمگیر بھائی بندی اور تحمل اور بُردباری کے اصُول کو قبول کر لینا ہے۔ جس کا کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو وعظ کیا۔ یہی ہے جس کے لئے دنیا کی مظلوم اور تکلیف زدہ قومیں انتی خواہش کرتی ہیں۔ ایک چیز جس کی کہ بڑی ضرورت ہے وہ مسلمانوں کا دوسروں کو ایک عمدہ نمونہ دکھانا ہے۔ ہر ایک جو تم سے ملے اس سے نیک سلوک کرنے کی کوشش کرو۔ تمام قسم کی بدی اور ذلیل عادات سے اجتناب کرو۔ اور نیکی اور بھلائی کو جہاں کہیں بھی پاؤ اس کی خاطر کھڑے ہو جاؤ۔ اور یہ صرف مسلمانوں میں ہی نہیں بلکہ جہاں کہیں بھی دُنیا میں پاؤ ایسا کرو۔ اور بدی کو جہاں بھی دیکھو اس کی مخالفت کرو۔ اور ہر ایک کو جو کہ انسان کے قانون سے زیادہ عظیم الشان قانون۔ اور اسکی جزا اور سزا سے بڑھکر جزا اور سزا کا قائل ہو۔ اور اللہ تعالےٰ کے اندازہ اور قاعدہ کے مطابق بلا وجود اور پیچیدہ حق اور باطل میں یقین کرتا ہو۔ ایسے آدمی کو چاہئے کہ وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا پیرو ہو۔ یا مُوسیٰ علیہ السلام کا یا کسی اور پیغمبر کا یا کسی کا بھی نہ ہو۔ سچائی۔ ایمانداری اور بھلائی کی خاطر زبردست مجاہدہ کرنے میں اپنے ساتھ شریک ہونے کی دعوت ہو۔ آؤ ہم سب ملکر اللہ تعالےٰ کی رسّی کو

مضبوطی سے پکڑ لیں اور

پھر کبھی جُدا

نہ ہوں +

اللہ اکبر اللہ اکبر و اللہ اکبر اللہ اکبر و للہ الحمد

عید الضحیٰ انگلستان میں

چار اور نو مسلمین کا اضافہ

عید کا دن یُوں تو کُل عالم اسلامی میں ایک خاص مسرت و ابتہاج کا دن ہوتا ہی لیکن انگلستان کی سرزمین میں یہ اپنی خصوصیات کے لحاظ سے ایک خاص رنگ اپنے اندر رکھتا ہے۔ مسجد ووکنگ جو اس ملک کی ایک ہی اکیلی مسجد ہے۔ اس وقت انگلستان کے مسلمانوں کا مرکز بن چکی ہے۔ اور جس دن سے یہاں مسلم مشن کی بنیاد رکھی گئی ہے عیدین کے روز یہاں ایک عجیب شان نظر آتی ہے اس دن نہ صرف ہر چہار اطراف عالم کے مسلمان ہی اپنے گوناگون رنگوں اور لباسوں کے ساتھ زبانوں اور حیثیتوں کے اختلاف کے ہوتے ہوئے ایک جگہ ایک معبود برحق کے سامنے کھڑے ہو کر اپنے اتحاد قومی کا ثبوت دیتے ہیں بلکہ بہت سے انگریز مسلمان بھی ان کے دوش بدوش کھڑے ہو کر اپنی اخوت اسلامی کا اظہار کرتے اور اسلام کی جمہوریت کا مزہ چکھتے ہیں +

گذشتہ ۶ ستمبر ۱۹۱۶ء کا دن انہی بلکہ ان سے بھی بڑھ کر بعض شاندار مناظر کو یہاں لیکر آیا۔ اس دن عید الضحیٰ کا اسلامی تہوار منانے اور نماز پڑھنے کے لئے قریباً صد مسلمان انگلستان کے مختلف حصص سے یہاں آئے علاوہ ازیں بعض ہندو اور غیر مسلم انگریز بھی تھے اور نو مسلم انگریز مرد اور خواتین بھی بہت تھیں۔ ہمارے ہندوستانی مسلمانوں کا مجمع بھی تھا ان میں بہت سے بڑے بڑے معزز ہندوستانی لیڈر بھی آئے ہوئے تھے جنمیں سے بعض کے اسمائے گرامی حسب ذیل ہیں:۔

آنریبل سیٹھ یعقوب حسن صاحب بیرسٹر ایٹ لا ممبر لیجسلیٹو کونسل مدراس

آنریبل غلام محمد صاحب برگری از بمبئی

مسٹر سید حسن امام صاحب بیرسٹر ایٹ لا سابق جسٹس ہائیکورٹ

اِن کے علاوہ اور بہت سے ہندوستانی مسلمان معززین بھی تھے۔ اور ان ہندوستانی افواج کے جو کچھ دنوں سے انگلستان آئی ہوئی ہیں بعض افسر بھی آئے ہوئے تھے مثلاً:۔

رسالدار شیر علیخان صاحب پلٹن ۲۵ کوئٹہ

صوبیدار خدا بخش صاحب میرٹھ

رسالدار مجید گل صاحب پلٹن ۱۷ لاہور

رسالدار محمد یعقوب خان صاحب پلٹن ۲۳ کیولری

میجر عیسیٰ خان صاحب از بہاولپور

کرنیل اقبال محمد صاحب از بھوپال (یہ شاندار اور پُر رعب شکل انسان حضور بیگم صاحبہ والیہ بھوپال کے عزیزوں میں سے ہیں)

اِن فوجی افسروں کا جو تین سو پچاس کی تعداد میں یہاں ہیں قبل ازیں بھی ذکر کیا جا چکا ہے۔ کہ وہ ووکنگ میں آکر اپنے نومسلم انگریز بھائیوں اور خواتین سے ملنے کے خواہشمند تھے۔ لیکن باوجود عزم مُصمم رکھنے کے ۲۲۔ اگست کو جمعہ میں شامل نہ ہو سکے۔ آخر ۹ ستمبر ۱۹۱۹ء کو یعنی عید سے ایک روز قبل لندن میں یہ تمام صاحب نماز جمعہ کے لئے آئے۔ چونکہ یہ تمام لوگ تعداد میں تین سو سے اُوپر تھے۔ اسلئے لنڈن مسلم ہوس میں صرف دس پندرہ افسر مسٹر مارمیڈیوک پکتھال نومسلم انگریز کی اقتدا میں جمعہ پڑھ سکے۔ اور ان کی قرآن خوانی اور خطبہ کو سُنکر از حد محظوظ ہوئے۔ اس کے بعد ہی اس باغ اور سیرگاہ میں جس کا نام ہائیڈ پارک ہے۔ مولینا مولوی صدر الدین صاحب نے باقی تمام افسروں کو جمعہ پڑھایا جس سے ان تمام لوگوں کو از حد خوشی ہوئی۔ اور پندرہ سو روپیہ مشن کی امداد کے لئے اس وقت نقد نذر کیا فجزاہم اللہ احسن الجزا۔

اِن اُور بہت سے اور ہندوستانی مسلمانوں کے علاوہ جو ہندوستان کے مختلف صوبوں سے تعلق رکھتے ہیں۔ ایران اور مصر اور افریقہ کے بھی بعض لوگ شامل تھے مثلاً مسٹر ایس ایچ اصفہانی جو ایران سے آئے ہوئے ہیں مسٹر احسان البکری جو مصر کے ہیں۔ ایسا ہی افریقہ کے بعض سیاہ فام لوگ بھی انگلستان کے گورے رنگ والوں کے پہلو بہ پہلو کھڑے تھے۔

ان سب لوگوں کو انگلستان کے مسلمان انگریز مردوں اور خواتین سے ملکر ان کے مونہوں سے اللہ اکبر اور سلام علیکم کی آوازیں سُن کر اُن کو نماز کے اندر اپنے پہلو بہ پہلو کھڑے اور سجدے میں جاتے ہُوئے دیکھکر اور بعد میں ان سے بغلگیر ہوکر اور ایک ہی میز پر ان کے ساتھ کھانا کھا کر جو لُطف اور سرور حاصل ہؤا۔ جو برادرانہ محبت کا نمونہ اس موقعہ پر انہوں نے دیکھا۔ وہ بیان سے باہر ہے؛

قریباً ۱۲ بجے مولینا مولوی صدرُ الدین صاحب کی اقتدا میں نماز پڑھی گئی۔ جس کے بعد مولینا نے ایک نہایت زبردست اور مؤثر خطبہ دیا۔ اور سمیں بتایا کہ عید الضحیٰ کا دن اُس مقدس انسان کی یادگار ہے جو تمام قوموں اور نبیوں کا باپ ہے۔ جناب ابراہیم علیہ السلام حضرت محمد رسُول اللہ صلعم نے اپنی ذات کے لئے اس دن کو عید قرار نہیں دیا بلکہ تمام قوموں کے باپ کی سُنّت کو رائج کیا۔ اور اس ذریعہ سے کل اقوام کو ایک مقصد پر کھڑا کرنا چاہا۔ آپ نے یہ بھی بتایا کہ دنیا کی تمام اقوام یہود۔ نصاریٰ اور ہندو اور دیگر تمام مذاہب کے لوگ اللہ تعالیٰ کے روحانی انعامات کے وارث صرف اپنے آپ کو ہی سمجھتے ہیں اور ہر ایک مذہب کا پیرو دوسرے مذاہب والوں کے متعلق یہی اعتقاد رکھتا ہے کہ ان کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی ہدایت نہیں آئی۔ اور بہشت کی لذات ان کو چھُو بھی نہیں سکتیں قرآن اس کا حامی نہیں۔ وہ صرف حضرت محمد رسُول اللہ صلعم ہی کو نہیں منواتا۔ بلکہ تمام انبیا اور ان کی کتابوں پر ایمان لانے کا حکم دیتا اور کھُلے لفظوں میں فرماتا ہے۔ و ان من امة الا خلا فیھا نذیر۔ کوئی قوم نہیں جسمیں اللہ تعالیٰ کا کوئی نذیر نہ آیا ہو۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خود غرضی خودستائی کو نزدیک تک نہیں آنے دیا۔ بلکہ اگر اپنے تئیں منوایا۔ تو دوسرے تمام انبیاء پر بھی ایمان لانا فرض کیا۔ اور اس ذریعہ سے تمام اقوام اور مذاہب کو ایک کرنا چاہا۔ ایسا ہی آپ نے توحید الٰہی پر زور دیتے ہُوئے یہ بتایا۔ کہ دُنیا میں دو مختلف قومیں جب ایکدوسرے کے خلاف کھڑی ہوتی ہیں تو دنیا کو مصیبت میں ڈالدیتی ہیں۔ دو بادشاہ در اقلیمے نہ گنجند۔ ایک حقیقت مسلمہ ہے تو دو خدا اگر ہوں۔ تو ان سے کیا کچھ تباہی دنیا پر نہ آئے۔ ایک اگر بارش کرنا چاہے۔ تو

دوسرا کہے نہیں دھوپ ہونی چاہئے۔ ایک پھلوں اور اناج کو پیدا کرنا چاہے۔ تو دوسرا اُن کی تباہی و بربادی ہی خوش ہو۔ اسی طرف قرآن نے اشارہ کیا ہے لو کان فیھما آلھۃ الا اللہ لفسدتا۔ اگر اس زمین و آسمان میں اللہ کے سوائے کوئی اور خدا بھی ہوتا۔ تو فساد ہو جاتا۔ چہ جائیکہ تین خداؤں کو مانا جائے۔ اس لئے قرآن کریم نے ایک خدا کو منوا کر اور اسے رب العالمین بتا کر تمام اقوام کو ایک پلیٹ فارم پر کھڑا کرنا چاہا۔

ایسا ہی آپ نے قبلہ کا ذکر کرتے ہوئے بتایا۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی اپنی بڑائی کے لئے خانہ کعبہ کو قبلہ قرار نہیں دیا۔ نہ آپ کی وہاں قبر ہے۔ بلکہ یہ بھی حضرت ابراہیم علیہ السلام ہی کا مقرر کردہ مقام ہے۔ جس کی طرف مُنہ کرنے میں کُل قوموں کا اتحاد مُضمر ہے۔ اور اس ذریعہ سے سب کو ایک مرکز کی طرف بلایا گیا ہے۔ غرض آپ نے خُطبہ میں تمام اسلام کا خلاصہ نہایت زبردست اور مؤثر الفاظ میں سُنایا۔ جس کے بعد تمام حاضرین نے ملکر اللہ اکبر اللہ اکبر و اللہ اکبر اللہ اکبر وللہ الحمد کی صدائیں بلند کیں۔ اور سب ایکدوسرے سے بغلگیر ہوئے +

اس تمام نظارہ کا فوٹو لینے کے لئے لندن کے بعض اخبارات اور سنیما والے آئے ہوئے تھے۔ انہوں نے نماز کی حالت میں بھی اور بغلگیر ہونے کا بھی فوٹو لیا۔ جو دوسرے ہی دن اسٹنڈیڈ ہیرلڈ۔ ویکلی ڈیسپیچ اور سنڈے پکٹوریل وغیرہ اخبارات میں چھپ گئیں۔ اوّل الذکر اخبار نے تو اپنے پہلے صفحہ پر ان تصاویر کو جگہ دی گویا اسلام کا پیغام تمام انگلستان میں پہنچا دیا۔ ایسا ہی سنیمیٹو گراف کے ذریعہ سے کُل دُنیا میں ایک اعلان ہو جائے گا +

نماز کے بعد تمام حاضرین کے سامنے پلاؤ قورمہ اور فرنی وغیرہ رکھی گئی۔ اور پھر سہ پہر کے وقت چائے پلائی گئی۔ شام کے بعد پھر باقیماندہ اصحاب کو پھر کھانا کھلایا گیا +

اُسی دن سہ پہر کو اللہ تعالےٰ کے فضل و کرم سے چار اور مسلمانوں کا اضافہ ہوا۔ ایک انگریز خاتون نے اپنے قبول اسلام کا اعلان کیا۔ ان کا نام ریڈ تھ ہے۔ اسلامی نام رحمت رکھا گیا۔ ان کے تین بچے ہیں۔ جو بھی اسلام میں داخل ہو گئے۔ ان کے نام ابراہیم

لطیف اور نذیر تجویز ہوئے۔ اللہ تعالیٰ ان سب کو اپنے دین متین پر پورے مضبوطی کے ساتھ کاربند ہونے اور خدمات دین کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

بہت سے اصحاب تو اسی دن شام کے وقت گھروں کو واپس چلے گئے لیکن بعض دوسرے دن یہیں ٹھیرے رہے۔ اور اتوار کے لیکچر میں بھی شریک ہوئے +

اِس لیکچر میں بہت سے انگریز مردوں اور خواتین کے سامنے مولینا صدرالدین صاحب نے کفارہ کی اس جڑھ کو کہ انسان فطرتاً گنہگار ہے۔ غیر ممکن ثابت کیا۔ اور زبردست دلائل اور خود حضرت مسیح کی تعلیم سے اس عقیدہ کی غلطی کو آشکار کیا۔ آخر میں باوجود سوالات کے لئے وقت دینے کے کسی کو بھی کچھ پوچھنے کی جرأت نہیں ہوئی +

غرض یہ دلچسپ مجمع ہفتہ کی صبح کو شروع ہو کر اتوار کی رات تک رہا۔ جو اپنے اثر اور نتائج کے لحاظ سے اپنی نظیر آپ ہی ہے +

ہندوستانی افسر جو ہفتہ اور اتوار کے روز آئے نہایت مسرور تھے۔ اور ان پر نہایت ہی عجیب قسم کا اثر تھا۔ انگریز مسلمان مردوں اور خواتین کے ساتھ گفتگو کر کے اُن کی اسلام کے ساتھ محبت و اخلاص کو دیکھ کر۔ انکی اخلاص بھری خدمات کو ملاحظہ کر کے ان کے ساتھ نمازوں میں شامل ہو کر اُن کو مسجد میں اذان دیتے اور تکبیر کہتے ہوئے دیکھ کر جو اسلامی جوش ان میں پیدا ہوا وہ بیان سے باہر ہے۔ انہوں نے اعتراف کیا جو کچھ یہاں ہو رہا ہے وہ دیکھنے سے ہی تعلق رکھتا ہے۔ اور عہد کیا کہ جہانتک ہم سے بن پڑیگا ہم اپنی اپنی جگہوں پر خاص طور پر مشن کی امداد کے لئے تحریک کرینگے میسور کے ٹیپو سلطان کی اولاد میں میجر محمد نصیر احمد صاحب نے اپنی ریاست اور کرنیل اقبال محمد صاحب نے بھوپال کی ریاست میں اور میجر عیسےٰ خان صاحب نے بہاولپور کی ریاست میں تحریک کرنے کے لئے عہد ہی نہیں کیا بلکہ التجا کی۔ کہ مولوی صاحب کا جو حکم ہو۔ جتنے چندہ کا اشارہ ہو۔ ماہوار ہو۔ سالانہ ہو ہم بھجوا دیں گے۔ یہ سب ریویو کے علیحدہ علیحدہ خریدار ہوئے اور چندہ بھی دیا فالحمد للہ علےٰ ذالک۔ والسلام

خاکسار دوست محمد

از دفتر ووکنگ مسلم مشن و اسلامک ریویو انگلستان

اسلام شاہراہ ترقی

(ہمارے نومسلم بھائی مسٹر ڈڈلے رایٹ کے قلم سے)

بہت سے ایسے مذاہب ہیں۔ کہ ان کے آغاز میں ہی ان کے اصولوں کے زوال کی علامات ظاہر ہوئیں۔ اور رفتہ رفتہ ان کی حالت نمو میں ایسے رنگ عیاں ہوئے جنہوں نے اُن کے بانیان کی اصلی تعلیم کو بہت حد تک چھپا دیا۔ مگر یہ بات مذہب اسلام میں قطعاً نہیں ہے۔ اور گو کہ مختلف زمانوں میں اس نے نئے نئے دور دیکھے۔ مگر اس کا توحید کا بنیادی ستون کبھی متزلزل نہیں ہؤا۔ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی پاک وحدانیت کی تعلیم میں کبھی کسی زمانہ میں بھی شرک کا نام تک نہیں آیا۔ برعکس ہم عیسائیت میں دیکھتے ہیں۔ کہ اس کے بہت سے فرقے اس خالق اور رب العالمین کی اتنی پرستش نہیں کرتے جتنی اپنی اختراع کردہ تثلیث کے دوسرے رکن کی۔ اور موجودہ زمانہ میں بعض عیسائی فرقے تثلیث کے تیسرے رکن کے پرستار بننے کی طرف زیادہ میلان دکھلا رہے ہیں۔ آؤ ہم پہلے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے حالات پر نظر ڈالیں معاً ہمارے دل میں یہ سوال اُٹھتا ہے۔ کیونکہ ایک اُمّی ہونے کے باوجود اس نے اپنے گرد و پیش میں کتنا عظیم تغیر پیدا کر کے نیا رنگ جمایا۔ کوئی طاقتور جماعت اسکی امداد کے واسطے ساتھ ہی کھڑی نہیں ہوئی تھی۔ اور نہ ہی کوئی پیشرو اس کے واسطے آیا تھا جس طرح یوحنا اصباغ عیسیٰ علیہ السلام سے پہلے آیا تھا۔ اس کے پیرووں میں پولوس جیسا کوئی کھڑا نہ ہؤا۔ جو اسکی سادہ تعلیم کو عقدۂ لاینحل بنا دیتا۔ جتنے کہ وہ معقولیوں اور علماؤں کے دائمی جھگڑے اور بحث کا موجب ٹھیرتی اور اس بات میں ہم اللہ جلشانہ کا شکر بجالاتے ہیں۔ وہ پاک رسول تن تنہا کھڑا ہوا۔ اور بالکل ایک خشتناک لق و دق جنگل میں آوازیں دینے والے کی مانند تھا۔ اس کو مجنون کا فتویٰ دیا گیا۔ اور بالآخر یگانہ و بیگانہ کے مصائب و شدائد کا تختۂ مشق بنا۔ مگر باوجود ان تمام تکالیف اور مطاعن کے جو اس کے اپنے اور غیر قبائل سے اس کو ملیں۔ وہ بذاتہ اور وہ دین پاک جو اسے دیا گیا۔ کامیاب ہو کر نکلے۔ جب ہم اِن تمام مشکلات کا جائزہ لیتے ہیں جو اس کے سدِّ راہ ہوئیں

جس وقت وہ اپنی ذمہ واری سے جو اس پر عائد کی گئی تھیں سبکدوش ہو رہا تھا۔ اور کمال دیانت سے اس امانت سے عہدہ برآ ہو رہا تھا۔ ہم کو مجبوراً یہ ماننا پڑتا ہے۔ کہ وہ اس کام کو صرف اسی صورت میں سرانجام پہنچا سکتا تھا۔ جب اس کا پایہ ثبوت اپنی مشن میں بڑے وثوق کے ساتھ قائم ہوتا۔ آج بھی محمد صلے اللہ علیہ وسلم اسی نقطۂ خیال سے دیکھے جاتے ہیں۔ جیسے وہ بعثت پیغمبر خدا سمجھے گئے تھے۔ اور اپنا اس کی مشن کے صدق کو ماننے لگ پڑی ہیں +

سو سال بھی نہیں گذرے۔ اس توحید کا نعرہ لگانیوالے کو غیر اسلامی دنیا مفتری مجنون اور مذہبی دیوانہ خیال کرتی تھی اور کبھی بھی پیغمبر خدا ماننے کو تیار نہ تھی۔ مگر یہ سہرا کارلائل کے سر پر ہے جس نے بڑے زور سے اسکی نبوت اور عظمت کو الم نشرح کیا۔ اور اس نے نبی پاک کے اخلاق اور تعلیم کو اصلی ماہیت میں دنیا کے سامنے پیش کرنے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا۔ اگرچہ پیشتر ازیں گبن مسٹر گبن نے بھی اسبارہ میں بڑی کوشش کی۔ مگر چونکہ وہ دہریہ مزاج اور مذہب سے منکر خیال کیا جاتا تھا اس واسطے اسکی بات کو وقعت نہ دیگئی +

اسلام حقیقۃً ترقی کا مذہب ہے۔ مگر اس کی اشاعت کی ترقی جو موجودہ ایک صدی میں ہوئی ہے وہ پہلے کبھی نہیں ہوئی کسی ایک پہلو سے دیکھیں ہمیں اس میں ترقی کرنے کی طاقتیں دکھائی دیتی ہیں صرف ایک مسئلہ درس وتدریس پر غور کرتے ہوئے اگر موجودہ محاربہ عظیم کو دیکھیں تو معلوم ہوگا۔ کہ صرف ان چار یا پانچ سال کے عرصہ میں عام تعلیم اور مذہبی اہمیت دی گئی۔ مگر ایک مسلمان کے لئے مذہبی تعلیم صرف کافی اور اتم ہے +

خاندان غزنی کے بانی سلطان محمود نے آج سے نو سو سال پیشتر عالموں اور شاعروں کو فیاضانہ طور پر مدد دی۔ اور علمی مشاغل کو فروغ دینے کی خاطر مستقل درسگاہیں اور عمارات کھڑی کیں۔ ایک عالیشان مسجد تیار کر کے اس کے ساتھ ایک یونیورسٹی کی بنیاد ڈالی جسمیں مختلف زبانوں کی نادر کتابوں کا ایک بڑا ذخیرہ تھا۔ اس کے ساتھ ہی عجائبات قدرت کا عجائب خانہ تھا۔ اس تمام وکمال سلسلہ کے قیام کے لئے اس نے ایک رقم کثیر علیحدہ رکھ دی۔ علاوہ ازیں طلباء وقابل معلموں کے اخراجات کے واسطے دوسرا فنڈ

بنادیا تاکہ بےفکری سے علوم وفنون میں غواصی کریں۔ غزنی اس طرح روپیوں شاعروں فلسفیوں اور سائنسدانوں کیلئے موجب کشش ہوا۔ اور اُس علمی مرکز کی چار دانگ عالم میں دُھوم مچ گئی۔ مؤرخ فرشتہ نے محمود کی نسبت ٹھیک لکھا۔ کہ پیشتر ازیں کسی شاہی دربار میں اتنے عالم فاضل کبھی اکٹھے نہیں ہوئے تھے۔ اور سلطان کی وفات کے بعد اس کے جانشین محمود نے بھی اپنے باپ کی طرح جگہ جگہ سکول اور کالج قائم کئے۔ اور مستقل عطیات شاہی کے ساتھ ان کے بقا کو مضبوط کردیا۔ اس عہد حکومت میں اس قدر کالج۔ مساجد اور دینی عمارات کھڑی کی گئیں کہ اُن کا شمار کرنا مشکل ہو گیا مسجد۔ مذہب اور دین کا مرکز بن گئی تا آنکہ دہلی کا دور شروع ہوا۔ اور یہ عظیم الشان شہر۔ ادبی۔ علمی مجالس کی وجہ سے مشہور ہو گیا لیکن یہ خیال ہرگز نہیں ہونا چاہئے۔ کہ یہ تمام تگ و دو صرف تعلیم ذکور کے واسطے تھی ملکہائے اسلام کے ماتحت ایسی سرگرمی تعلیم نسواں میں دکھائی گئی۔ اس کا مقابلہ انگلستان کے ساتھ کرو جہانکہ باقاعدہ طور پر حکومت کی طرف سے تعلیم دینے کی پہلی کوشش سنہ ۱۶۸۷ء میں ہوئی۔ ہندوستان ہی نہیں بلکہ یورپ اور دیگر تمام ممالک میں جو اسلام کے زیر اثر ہوئے ہم ایک بڑھتی ہوئی علم کی رو دیکھتے ہیں۔ عرب کے صحرا نشینوں نے پہلے پہل بڑے بڑے جغرافیائی انکشافات کئے۔ جس علم میں وہ خاص دلچسپی لیتے تھے۔ اور اس امر کے ثبوت میں ہم صرف ابوالفدا کی مثال پیش کرتے ہیں۔ جسنے چودھویں صدی عیسوی میں انگلستان میں قدم رکھا یہی عرب تھے جنہوں نے علم ریاضی میں عظیم تغیر سپا کیا۔ ارشمیدس بطلیموس و دیگر یونانی ریاضی دانوں کی کتب کا انہوں نے ہی اول اول ترجمہ کیا پہلے ہمیں بتلاتا ہے کہ علم مثلث کو عربوں نے ایک علیحدہ علم بنایا۔ جس کو یونانیوں کے مروجہ طریقہ حروف تہجی کی بجائے خود اختراع کی یا چینیوں یا ہندیوں کے نمونہ سے ہندسے استعمال کئے بعد میں جس طریقہ کو اسلامی اندلس سے پوپ سیلوسٹر دوم نے کیتھولک یورپ میں مروج کیا۔ الجبرا کا صحیح محل استعمال اور اسکی اہمیت صرف عربوں نے ہی دُنیا کو بتائی محمد ابن موسیٰ پہلا آدمی تھا جس نے درجہ ثانیہ کے مساوات کا حل بتایا۔ اور عمرو بن ابراہیم نے علم میں رہنمائی کی اور مروجہ طریق کی غلطیوں کو ظاہر کیا جسمیں یونانیوں کے

غیر مکمل اصول کو درست کر کے اپنے قیاسات لگائے جو آج تک صحیح جانے جا رہے ہیں۔ راجر بیکن نے بھی عربوں کے نقش قدم پر چل کر یہ شہرت حاصل کی عیسائی تیوہار الیسٹر کی یاد کی تاریخ اسی بیکن کے باندھے ہوئے اصولوں سے مقرر کی گئی جو اس نے عرب ہیئت دانوں سے اخذ کی تھی۔ اور جس پر بعد میں گیلیو نے اپنی ساری اختراعات کا انحصار رکھا۔ اگرچہ کہا جا سکتا ہے کہ عربوں نے صرف سلف کے بنا کردہ علوم میں ہی ترقی کی۔ اور انہوں نے ہی بہت حد تک اپنے آپ کو محدود رکھا۔ تاہم اس علم کی وسیع اشاعت جو انہوں نے کی ہے۔ اور اس کو تنگ دائرہ سے نکالکر تمام دنیا کے سامنے پیش کر دیا۔ یہ کوئی معمولی کام نہیں تھی علم کیمیا اور طب میں بھی عرب ہی پیشرو اور موجب تھے۔ کامیابی کے ساتھ حیوانی۔ نباتی اور معدنی خواص کو پہلے انہوں نے دریافت کیا۔ اور اس طرح آرگینک و انارگینک کیمیا کی اور علم طب کی بنیاد ڈالی بہت سے علاج جو آجکل بڑے کامیاب ہیں۔ وہ عربوں نے ہی دریافت کئے تھے۔ اور نہایت تدقیق و تحقیق نے خطرناک اور عالمگیر امراض کی تشخیص کی +

بہرحال یہ ایک علیحدہ مضمون ہے۔ جس کے لئے ایک کتاب کی ضرورت ہے جسمیں علیحدہ علیحدہ مسلمانوں کے علم اور سائنس پر جو احسانات ہیں ان کو جمع کیا جاوے +

تعلیم اور علوم کی ترویج کے لئے جو کچھ کوشش سرکاری طور پر کلیسیا نے کی وہ یا تو اندرونی ریفارمروں کا کام تھا یا بیرونی تاثرات کا نتیجہ تھا۔ رومن کیتھولک شاخ کلیسیا نے نے جو عیسائیت کا قدیم ترین فرقہ ہے۔ اور اب بھی بڑوے اعداد سے زیادہ ہے۔ اس نے کبھی بھی تعلیم پھیلانے کے واسطے ایک محدود حلقہ کے باہر کوشش نہیں کی اسطرح علم کے واسطے مسلمان فقط آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے احکام کو پورا کرتے ہیں جن کا ایک قول ہے جو کوئی عالموں کی عزت کرتا ہے وہ میری عزت کرتا ہے +

علم حاصل کرو کیونکہ یہ عالم کو حق اور باطل کے درمیان تمیز کرنا سکھاتا ہے۔ یہ آسمان کا راستہ روشن کر دیتا ہے صحرا میں ہمارا دوست ہے اور تنہائی میں ہماری محفل جب ہم بغیر یار کے ہوں تو یہ ساتھی ہے۔ اور خوشی کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔ تکلیفوں میں ہمارا غم جھیلتا ہے

دوستوں میں زیور ہے۔ دشمنوں میں زرہ بکتر +

حرفہ و تجارت کی طرف نظر دوڑائیں تو اسمیں بھی یہی رنگ دکھائی دیتا ہے شیشہ اور کاغذ سازی دونوں مقدس جنگوں کی بدولت ایشیا سے یورپ میں آئے اور تمام مغرب عربوں کا خصوصاً کاغذ کے بارہ میں زیر احسان ہے۔ سسلی میں زراعت کو افریقہ اور اندلس کے عرب نو آبادکاروں نے فروغ بخشا جنھوں نے کرم ابریشم اور گنا کی کاشت کی۔ اگرچہ یہ بات تمام ظاہریات کے مقابل تمسخر آمیز ہوگی۔ مگر ان عرب تجار کی بدولت عیسائیت نے ہندوستان اور چین میں قدم رکھا۔ علاوہ ازیں بیشمار تعداد میں انکشافات اور ترقیات جو صنعت و حرفت اور تجارت میں ہوتی ہیں۔ اور جو فروغ علمی ہوا ہے۔ ان سب کے ذمہ دار مغرب میں فدائیان رسول عربی ہی ہیں +

اخلاق کی اصلاح میں اسلام نے جس کامیابی کے ساتھ دنیا کو پاک کیا وہ نہایت ہی حیرتناک ہے۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے وقت توہم پرستی سے مطلع غبار آلود تھا۔ کوئی شخص مرجاتا تو یہ ضروری خیال کر لیا جاتا۔ کہ اسکی جائداد بعد از مرگ بھی اس کے ذاتی مصرف میں لائی جاوے۔ اور اسکی قبر پر ایک اونٹنی باندھ دیا جاتا جو وہیں بھوک پیاس سے مرجاتا۔ تاکہ جب مردہ دوبارہ زندگی پاجاوے تو اسکو سواری میں ملجاوے۔ اور اس کو پیدل چلنے کی تکلیف نہ ہو۔ دختر کشی کی ناپاک رسم عام تھی۔ بیویاں روپیہ دیکر خریدی جاتی تھیں۔ تاآنکہ قرآن کریم نے اس کو ممنوع قرار دیکر حکم دیا ہے کہ زر قبضہ اور خاوند کی جائداد کے حصہ کا اسکی موت کے بعد وہ وارث ہے کثیر الازدواجی جو ایک لامتناہی سلسلہ معلوم ہوتی تھی۔ وہ بھی یک قلم روک دیگئی۔ اور تمام بیویوں کے ساتھ یکساں سلوک کرنے کا حکم صادر فرمایا۔ کہ کثیر الازدواجی کو قریباً ناممکن بنادیا۔ اور اب ہم کو اسلامی ممالک میں اسکی خال خال مثالیں ہی نظر آتی ہیں۔ یہ عام وطیرہ تھا۔ کہ خاوند ذرا سی ناراضگی پر عورت کو طلاق دیدیتا۔ اور پھر اپنی رضی سے اس کو اپنے حرم میں داخل کر لیتا اس طرح طلاق اور عود کرانے کا ٹھکانہ ہی نہ تھا۔ لیکن اسلام نے عملی طور پر اس قبیح رسم کو قطعاً بند کر دیا۔ آنحضرت صلعم نے تمام عرب میں عورتوں کے واسطے وراثت کے قوانین منضبط کئے۔ علاوہ بریں

دو بہنوں کا ایک ہی وقت میں اپنے نکاح اور بیوہ کا ایک طرح کی جائداد متصور کرنا وغیرہ وغیرہ مذموم رسم کا قلع قمع کیا ؛

۱۷۹۱ء سے قبل انگلستان میں ہم طبقۂ اناث کو ابتر حالت میں دیکھتے ہیں جبکہ میری وسٹون کریفٹ نے کتاب عورتوں کے حقوق کی نگہداشت لکھی اور کہیں جا کر ۱۸۷۰ء میں قانون جائیداد شادی شدہ عورات پاس ہؤا۔ اس سے قبل برطانوی مستورات اور انکی جائداد مردوں کے ہاتھ کھلونے کی طرح تھیں مگر ہم قرآن میں شروع سے اخیر تک دیکھتے ہیں کہ اسنے عورتوں اور مردوں کے درمیان مساوات قائم کر دی ہے۔ اور تاریخ میں ہم کسی موقع پر وہ ترغیب وتحریص عورتوں کی تعلیم اور تربیت کے واسطے جو اسلام نے رکھی ہے ہرگز نہیں پاتے یا وہ مراعات اور حقوق جو آج سے تھوڑا عرصہ پیشتر عیسائی عورتوں کو حاصل ہوئے ہیں جب سے تاریخ شروع ہوئی ہے۔ ہم دیکھتے ہیں۔ کہ عورتوں کو سخت حالت میں ہی رکھا جاتا ہے۔ اور مردوں کے گناہوں کا موجب ٹھیرایا جاتا ہے۔ کیونکہ وہ گناہ اور بدی کو دنیا میں لانیوالی خیال کیجاتی ہیں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک تعلیمات میں سے ایک یہ بھی تھی ۔ کہ انہوں نے اتہام اور بہتان لگانے کا قرار واقعی انسداد فرمایا۔ اور عفیفہ عورتوں پر بہتان باندھنے والوں پر جسمانی سزائیں رکھیں آج عیسائی اقوام انکے نقش قدم پر چلکر اس خرابی کا انسداد کر سکتے ہیں ؛

اسی طرح رسول پاک نے غلامی کی اصلاح کے واسطے اپنے پیرؤں کو غلام آزاد کر دینے کی زور سے نصیحت کی ۔ اور اس مقصد کو پورا کرنے کے لئے بیت المال میں ایک خاص فنڈ علیحدہ قائم کر دیا۔ ایک حدیث نبوی ہے کہ خدا تعالےٰ نے اپنی مخلوق میں اس مقصد کو سب سے زیادہ عزیز رکھا ہے کہ غلاموں کو آزاد کر دیا جائے۔ اور سب سے زیادہ طلاق کو ناپسندیدہ کہا ہے

اللہ نے جو مذہبی آزادی کا اصول دنیا میں قائم کیا ہے اس کا صرف تعصب کی پٹی باندھ کر ہی انکار کر سکتے ہیں ۔ جنگ ٹرکی و روس کے بعد ۱۸۵۶ء میں سلطان نے اپنی تمام رعایا کے لئے برملا آزادی ضمیر کا اعلان کر دیا جس کے ساتھ ہی ایک پروٹسٹنٹ انگلش گرجا قسطنطنیہ میں قائم ہو گیا اور اس موقع کو غنیمت جانکر چرچ مشنری سوسائٹی نے ایک خاص مشن اس ملک کیلئے

قائم کردیا +

حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم جن کو فوت ہوئے تیرہ سو برس گذر گئے ہیں۔ آج دنیا کا کثیر حصہ ان کا نام لیوا ہے۔ اُن کے اوّل ترین نومسلموں میں جنہوں نے ان کو نبی تسلیم کیا ہم عجیب بات دیکھتے ہیں۔ کہ وہ اُن کی بیوی۔ غلام شاگرد اور دوست تھے۔ جو ان کے حقیقی شیدائی اور جان نثار تھے۔ اور وہی لوگ تھے جو سب سے زیادہ انکی فطرتی کمزوریوں سے آگاہ ہوسکتے تھے۔ ان کا پیغام توحید الٰہی تھا۔ جو کوئی نئی بات نہ تھی۔ بلکہ ہر زمانہ میں اور ہر مُلک میں جہاں شرک وتوہم پرستی کا بازار گرم تھا کسی نہ کسی وقت توحید کا سبق لوگوں کو دیا گیا تھا۔ اور ہر جگہ یہی سماں دکھائی دیتا ہے۔ کہ نگاہیں چھوٹے چھوٹے معبودوں کے ماوراء ایک بڑی اجل ہستی کی طرف جو کُل کائنات پر حکمران ہے دوڑتی ہیں اور جس کی طرف تمام عالم گردن جھکائے ہوئے ہے۔ گذشتہ زمانہ شمالی یورپ کا افسانہ میں اس معبود کو ہر چیز کا بنانیوالا۔ لازوال۔ قدیم۔ زندہ۔ جبروت والا۔ مخفی چیزوں کا پتہ رکھنے والا۔ اور لاتبدل ہستی پکارتے ہیں۔ وہ اسکو چار دیواری کے اندر محدود نہیں رکھنا چاہتے تھے بلکہ اسکی شان کے شایاں پرستش صرف کُھلی ہوا میں جنگلوں میں اور ہولناک ویرانوں میں ہی کرنے کی تعلیم دیتے تھے۔ پاسنیس کی بھی رائے ہے کہ قدیم ترین انسان خدائے واحد کی عبادت کرتے تھے۔ آرفینس کا مقولہ ہے۔ خدا ایک ہے۔ وہ صمد ہے۔ سب چیزیں اُسی سے شروع ہوتی ہیں اور وہ دنیا کا حاکم ہے۔ فیثا غورث بھی اسی طرح ایک خدا کا قائل تھا۔ جو کہ سب کا خالق ہے علے ہذالقیاس دیگر مشہور فلسفیان یونانی وروم اور مصر کا بھی یہی خیال تھا +

مذہب عیسائیت میں جیسا کہ اس کے بڑے بڑے عالم کہنے لگ پڑے ہیں انحطاط شروع ہو گیا ہے۔ اور وہ وقت بھی قریب ہے۔ جب مکالے کی کلیسیائے روم کے متعلق پیشنگوئی آخر کار غلط ثابت ہوئی۔ آرچ بشپ آف کنٹربری کی رپورٹ بھی صریح الفاظ میں مانتی ہے۔ کہ چرچ آف انگلینڈ ایک بڑا ناکام ثابت ہوا ہے۔ اور کلیسیا کے دیگر اکابر اس کو تسلیم کرتے ہیں۔ چاروں طرف مذہب کلیسیا کے زوال کی مایوس آوازیں

اُٹھ رہی ہیں ۔ نہ بلحاظ اس کے پیروؤں کے جو اس سے منحرف ہو رہے ہیں ۔ بلکہ اس کے اصولوں اور اعتقادات کی طاقت سے ۔ اسلام کی ترقی کا باعث اعتقادات کے نقطۂ نگاہ سے اس کا اللہ تعالیٰ کی توحید یکتائی اور عظمت کا ٹھیک کھلے کھلے اور بین طور پر دنیا کے سامنے پیش کرتا ہے ۔ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ہر قول اور فعل میں ہم اس طاقت کا اثر دیکھتے ہیں ۔ جو خدا تعالیٰ کی صفت عدل کو ذہن نشین کرنے سے حاصل ہوتی ہے ۔ آنحضرت صلعم نے جس خدا کا نقشہ کھینچا ہے ۔ وہ ایک لطیف مزاج کے ساتھ عدل و انصاف کی صفات کو اپنے اندر جمع کر لیتا ہے ۔ اوائل زندگی میں جہاں کہیں وہ گئے انہوں نے چاروں طرف بُت پرستی کو پایا ۔ جس سے نہ صرف عیسائی بلکہ اپنے ہم قوم بھی خالی نہ تھے ۔ آپ خود بھی قیاس کر لیں کہ اگر آج اسرائیلی نبی زندہ ہو یا مسیح کا حواری واپس آ جاوے اور ہمارے کسی بڑے گرجے میں چلا جائے ۔ جبکہ ہماری اعلیٰ عبادت (High mass) ادا ہو رہی ہو تو وہ اسکے کیا خیالات ہونگے ۔ کیا وہ دیوانہ وار ادھر اُدھر نہ دیکھتا ہو گا ۔ کہ یہ کیا تھا اور کیا ہو گیا ایسے خیال اس پیغمبر عربی صلے اللہ علیہ وسلم کے دل میں موجزن ہوئے ۔ جب اسنے خدا کی وحدانیت کا اور جو تعظیم اسکی ذات کی ہونی چاہئے تھی اس کا نقشہ دل میں جما کر عیسائی گرجوں کو دیکھا ہو گا ۔ اور کفار کے معبدوں پر نظر دوڑائی خدا تعالیٰ کی بجائے کئی خداؤں اور بتوں کی عبادت ہوتی تھی ۔ کعبہ میں ہی تین سو ساٹھ بُت تھے ۔ کوئی آدمی کی شکل کا ۔ کوئی عقاب شیر ببر ہرن وغیرہ وغیرہ کا مجسمہ لیکن سب سے شاندار ہُبل سنگ لیشب کا بنا ہوا تھا جس کے ہاتھ میں ۷ تیر تھے جو کہ اسکی خدائی کے نشان تھے ۔ انہیں بتوں میں چھوٹے بچے مسیح کی تصویر بھی تھی جو مریم علیہ السلام کی گود میں سویا ہوا ہے ۔ یہ تصویر شاید کسی عیسائی گرجا میں سے لی گئی ہو گی ۔ اس وقت آنحضرت صلعم بُت شکن بنتے ہیں ۔ وہی پیغام آخری جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کو دیا گیا ۔ آج بھی وہی پیغام اسلامی ہے ۔ اور اس کا وہی مفہوم ہے کہ سوائے اللہ کے اور کوئی معبود نہیں ۔ نہ اسکو کسی نے جنا ۔ نہ اس نے کسی کو جنا ۔ اور اس جیسا اور کوئی نہیں ۔ یہ بات اب بھی خواہ کسی کو بعید از عقل ہی معلوم ہو ۔ مگر ہم پھر کہیں گے کہ اسلام ترقی کا مذہب ہے اور اس کے اصولوں میں ادنے سے ادنے تغیر بھی واقع نہیں ہوا ۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اسلام کو مٹانے کے لئے نہیں آئے تھے ۔ اور نہ یہ اُن کا مشن تھا

بلکہ وہ اسکو ان آلائشوں سے جو اس میں مل گئی تھیں پاک کرنے کے لئے اور دیوتاؤں کو بُت پرستی اور جہالت سے چھوڑانے کی غرض سے مبعوث ہوئے تھے۔ دُنیا میں ہمیشہ پیغمبر اور نبی آتے رہتے ہیں۔ ان کا ایک ہی پیغام رہا ہے۔ کہ لوگوں کی توجہ خدا کی طرف منعطف کرائی جاوے۔ یہی مشن تمام انبیا حضرت نوح۔ حضرت موسیٰ حضرت داؤد۔ حضرت عیسیٰ علیہم السلام کا تھا۔ اور یہی محمد صلے اللہ علیہ وسلم کا تھا چند دن ہوئے۔ مجھے ایک شخص نے سوال کیا۔ کہ قرآن تو ہم سب عیسائیوں کو کافر کہتا ہے۔ جس کی تردید کے لئے یہ جواب کافی ہوا۔ کہ قرآن کبھی بھی ایسا نہیں کہتا اگر کوئی اسکو پڑھے تو وہ صاف دیکھ لیگا۔ کہ ان کو وہ اہل کتاب کہتا ہے۔ اور بُت پرستوں کو کفار۔ اور جو کوئی بُتوں کی پوجا شروع کرے اور خدائے واحد کو چھوڑ انکی تعظیم کرے پھر مسلمان ہو یا عیسائی وہ ایماندار نہیں کہلائیگا۔ کیونکہ اس نے وحی الٰہی سے انکار کیا اسلام کے پاس مداوا ہے۔ ایک گناہگار کے واسطے خواہ مرد یا عورت جو اپنے رب کی طرف عود کرنا چاہے۔ اور اس کے احکام کے ماتحت اپنی زندگی بسر کرنا چاہتا ہے ایک متعصب نکتہ چین جس نے قرآن کو کبھی پڑھا نہ ہو فوراً نفی میں جواب دے گا کہ یہ کتاب ان کو پکار پکار کر امید دلاتی ہے اور کہتی ہے کہ استغفار اور توبہ کا دروازہ ہر وقت کھلا ہے۔ لیکن اس کے ساتھ پھر افعال میں بھی تبدیلی ہونی چاہئے۔ اور بُرائی کو صرف چھوڑ دینا ہی کافی نہیں ہے۔ بلکہ اتنی ہی مستعدی اور سرگرمی نیکی کی طرف ہونی چاہئے۔ اسلام کبھی بھی یہ نہیں سکھاتا کہ اپنے گناہوں کی ذمہ واریوں کا بوجھ دوسرے پاکباز اور عفیف آدمی کے کندھوں پر ڈالا جاسکتا ہے۔ بلکہ وہ اسکو بعید از اخلاق تصور کرتا ہے +

آخیر میں خدا کی مشیت پر اپنے آپ کو چھوڑ دینے سے۔ توکّل کرنے سے حقیقی تسکین۔ امن اور چین اس دنیا کی کشاکش سے میسر ہوتا ہے جو کہ صرف اسلام پیش کرتا ہے۔ یہی اللہ تعالےٰ کا اور اسلام کا پیغام ہے +

سؤر اور شراب

اسلام کی رُو سے سؤر اور شراب اللہ تعالےٰ کے نزدیک نہایت ہی مکروہ اور
خاص طور پر قابل نفرت ہیں (اور اسی وجہ سے حرام کر دیگئی ہیں) قرآن مجید کے
یہ حکم کسی خاص قربانی کی غرض سے نہیں دیئے گئے۔ بلکہ محض اصول صحت و تندرستی
پر مبنی ہیں۔ اور اس وجہ سے اخلاقی اور روحانی وجوہات بھی ان میں شامل ہیں کیونکہ
یہ واضح اور بیّن امر ہے۔ کہ کوئی تندرست قلب اور ضمیر کسی بیمار جسم میں نہیں رہ سکتا
جسمانی اور اخلاقی تباہیوں کی تعداد بد قسمتی سے ہزاروں اور لاکھوں تک پہنچتی ہے
اور ان تمام تباہیوں کا باعث وہ تمام برائیوں کی جڑ شرابنوشی ہے۔ اور اسکے
انسداد کی مستقل کوششیں جو کہ آجکل مغربی ممالک میں کی جارہی ہیں۔ وہ ان احکام
کی خوبی اور قابل استعمال ہونے کو ظاہر کرتی ہیں جو کہ قرآن کریم نے اسکے قطعاً
ترک کر دینے کے متعلق دیئے ہیں۔ مگر موجودہ حالات کو مدنظر رکھتے ہوئے یہ معلوم ہوتا ہے
کہ ایک کامل تندرستی اور پرہیزگاری کی حالت کو حاصل کرنے میں ابھی کافی عرصہ
لگیگا۔ مگر اس انقلاب کا مقصد چونکہ اصلی انسانی فطرت کو اپیل کرتا ہے۔ اسلئے
یہ کوشش ضرور کامیاب ہو کر رہیگی +

اسی طرح سؤر کے گوشت کا استعمال بہت سی مخفی تکالیف کا باعث ہے
جن کی طرف انسان بالکل خیال نہیں کرتا۔ ڈاکٹری حلقہ میں یہ تسلیم شدہ امر ہے
کہ سؤر بہ نسبت دوسرے جانوروں کے بعض نہایت قبیح بیماریوں کا بہت آسانی
سے شکار ہو جاتا ہے۔ اس سؤر کی نسل کی نہایت قبیح اور گندی عادات ان کو
ان بیماریوں کے کیڑوں کا جو کہ سؤر خانوں میں بھرے ہوتے ہیں نہایت آسانی سے
شکار بنا دیتی ہیں۔ اور ان بیشمار بیماریوں میں سے دو تین یہ ہیں۔ سب سے پہلے سؤروں کا
بخار ہوتا ہے جو کہ اکثر ۸۵ فیصدی سؤروں کی موت کا باعث ہوتا ہے۔ اور ٹیوبر کلاسس
(Tuberclosis) اور سرخ باد کے مرض سے ہزاروں سؤر ہلاک ہوتے ہیں۔ سؤروں کا سب سے

زیادہ جانی دشمن ایک کیڑا ہے جس کا نام (Taenia Solium) ہے۔ اور یہ اس کے گوشت کے ریشوں میں اکثر پایا جاتا ہے۔ اور اگر آدمی اسکو کھائے۔ تو اسے بھی ویسی ہی تکلیف پہنچتی ہے +
علاوہ بہت سے ڈاکٹروں کے جو کہ سُور کے گوشت کی خرابیوں کا وعظ لوگوں کو سناتے ہیں ایک ان میں سے ڈاکٹر ایلیسن بھی ہیں جو کہ بہت مشہور ڈاکٹر ہیں۔ مگر اسلام کا حکم کسی دُنیاوی حاکم کا فضول حکم نہیں ہے۔ جو کہ معاشرت اور دوسرے حالات کو مدِ نظر رکھ کر جاری کیا گیا ہے۔ بلکہ یہ ایک خدائی حکم ہے جو کہ سور کے گوشت اور شراب کو جو کہ حقیقت میں بیماری اور موت ہیں قطعاً ترک کر دینے کا حکم دیتا ہے۔ اور کیا ہی پُر حکمت اور اعلیٰ حاکم ہے +

مُسلم سرداران سوڈان

بروز بدھ مورخہ ۳۰ جولائی ۱۹۱۹ء کو عالیجناب لارڈ ہیڈلے بالقابہ کی سوڈانی سرداروں سے جو کہ کچھ مدت سے لندن میں مقیم ہیں ایک نہایت دلچسپ ملاقات ہوئی۔ ملاقات کارلٹن ہوٹل واقع پال مال (Carlton Hotel, Pall Mall) میں ہوئی جہاں کپتان ولیس (Capt: Willis) نے جو کہ ان سرداروں کا رہنما اور ترجمان تھا عالیجناب لارڈ ہیڈلے بالقابہ سے اُن کا تعارف کرایا۔
ان سرداروں کے نام اور عہدے مفصلہ ذیل ہیں:-

مذہبی لیڈر

(۱) سر سید علی مرغنانی۔ کے سی ایم جی + کے سی۔ وی۔ او +
(۲) شریف یوسف الہندی سی۔ وی۔ او + ایم۔ بی۔ ای +
(۳) سید عبدالرحمٰن المہدی سی۔ وی۔ او +

مذہبی عہدہ داران

(۱) شیخ الطیب ہاشم سی وی او + ایم بی ای (۲) شیخ عبدالقاسم ایم۔ وی۔ او +
(۳) شیخ اسمٰعیل الاز ہری۔ ایم۔ وی۔ او +

سرداران قبائل

(۱) شیخ علی التوم۔ ایم۔ وی۔ او + ایم۔ بی۔ ای +

(۲) شیخ ابراہیم موسو۔ ایم۔ وی۔ او + ایم۔ بی۔ ای +

(۳) شیخ ابراہیم الحی محمد تیرہ۔ ایم۔ وی۔ او۔

(۴) شیخ عواذالکریم علوسن۔ ایم۔ وی۔ او +

عالیجناب لارڈ ہیڈلے بالقابہ کا مختصر سا ایڈریس ترجمان نے ترجمہ کرکے انکو سنایا جس کا جواب سر سید علی۔ اور شیخ یوسف الکندی نے نہایت خوشی و خورمی و شکریہ کے ساتھ دیا۔

"السلام علیکم" میں اپنے ان مسلمان بھائیونکو جو کہ سوڈان کے دور دراز علاقے سے یہاں تشریف لائے ہیں خوش آمدید کہتا ہوں۔ اور میری یہ خواہش ہے کہ میری زیادہ توجہ اور وقت انہی کی خدمت میں صرف ہو جہاں کہیں بھی ہمارا مقدس مذہب جو کہ خدا سے وحی پاکر حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے دنیا کو کھلایا پایا جاتا ہے۔ وہاں اس کے ساتھ ہی محبت۔ یگانگت اور حسن سلوک اور تعظیم لامر اللہ پائی جاتی ہے" +

"میں تمام انگریز نو مسلموں کی طرف سے آپ کے بخدمتیں سلام علیک عرض کرتا ہوں صرف انہی کی طرف سے نہیں بلکہ تمام اُن ہم مذہبوں کی طرف سے جو کہ ہندوستان اور دیگر ممالک دنیا میں رہتے ہیں" +

"خدا کرے کہ وہ امن اور صلح جو کہ اب تمام قوموں کیلئے ممکن الحصول ہوگئی ہے۔ تمہاری قوموں پر بحیرہ قلزم سے بحر اوقیانوس (Atlantic Ocean) تک حکمران رہے۔ اور خدا کرے کہ آپ بھی ہم مختلف قوموں کے مسلمانوں کو اُسی محبت اور یگانگت کی نگاہ سے دیکھیں جس سے کہ ہم آپ کو دیکھتے ہیں اور دل سے چاہتے ہیں" +

اس ایڈریس کے اختتام پر عالیجناب لارڈ ہیڈلے بالقابہ نے ایک کاپی انگریزی قرآن مجید کی سر سید علی کو تحفۃً پیش کی۔ جو کہ انہوں نے نہایت شکریہ کے ساتھ قبول کی +

ہر ایک آدمی ملک سوڈان کی عظیم وسعت اور استطاعت کو نہیں سمجھ سکتا اس کی وسعت ٹمبکٹو (جنوبی افریقہ) سے لے کر بحیرہ قلزم اور بحر ہند تک پھیلی ہوئی ہے۔ اور یہ بات بڑی طمانیت بخش ہے کہ جو کچھ انہوں نے لندن میں دیکھا۔ اس سے وہ بہت خوش ہوئے۔ اور یہ کہ وہ اپنے انگریزی بھائیوں کے اس پرجوش اور محبت بھرے استقبال اور سلوک کی یادگار اپنے وطن اور گھروں کو لیجائیں گے +

وَوَجَدَكَ ضَآلًّا فَهَدٰى ۝ وَوَجَدَكَ عَآئِلًا فَاَغْنٰى ۝ فَاَمَّا الْيَتِيْمَ فَلَا تَقْهَرْ ۝ وَاَمَّا السَّآئِلَ فَلَا تَنْهَرْ ۝ وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ ۝

بھٹکے (پھرتے) ہو۔ تو تم کو دین اسلام کا سیدھا رستہ دکھا دیا۔ اور تم کو مفلس پایا۔ تو اس نے غنی کر دیا۔ تو (ان نعمتوں کے شکریئے میں) یتیم پر (کسی طرح کا) ظلم نہ کرنا اور نہ سائل کو جھڑکنا۔ اور (لوگوں سے) اپنے پروردگار کے احسانات کا تذکرہ کرتے رہنا (کہ یہ بھی شکرگذاری کا ایک طریقہ ہے) +

میرے قرآن میں اس سورت۔ سورۃ الضحٰے کے نام کے نیچے کچھ ایسے نقش ہیں جو کہ شاید آسانی سے بیل بوٹے یا خوبصورتی کے طور پر سمجھ لئے جائیں۔ وہ اصل میں لفظ مکیہ ہے جس کے معنے ہیں کہ یہ مکی سورت ہے۔ دوسری سورت ایسی بھی ہیں جو کہ اس لفظ مکیہ کے بجائے مدنیہ کا لفظ رکھتی ہیں۔ جس کا مطلب ہے کہ یہ سورت مدینہ منورہ میں نازل ہوئی۔ یہ لفظ ایک طالب علم قرآن کریم کے لئے بہت اہمیت رکھتے ہیں۔ کیونکہ یہ پتہ دیتے ہیں۔ کہ کس زمانے اور موقع پر کوئی سورت نازل ہوئی ہجرت سے پہلے یا پیچھے۔ کیا تکالیف و مصیبت کے زمانے میں یا فتوحات اسلام کے دوران میں۔ یہ سورت جو کہ میں نے ابھی پڑھی ہے ایک مکی سورت ہے۔ یعنی یہ ایسے وقت میں نازل ہوئی۔ جبکہ وہ فتوحات عجیبہ جو کہ نبی کریمؐ کے آخری زمانے میں اسلام کو نصیب ہوئیں ہر ایک انسانی عقل میں ناممکنات میں سے تھیں۔ حدیث شریف بتلاتی ہے۔ کہ یہ سورت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم پر بڑے دکھ کے زمانے کے بعد نازل ہوئی تھی کیونکہ اس زمانے میں وحی الٰہی کا سلسلہ جو کہ آپ کے لئے ایک دم زندگی کی طرح ہو گیا تھا بند ہو گیا تھا۔ آپ کو خیال کر لینا چاہیئے۔ کہ نبی کریمؐ اس وقت اس شخص کی طرح تھے جس نے خدا کی محبت کے لئے اپنے تمام قدیم تعلقات دوستی کو قطع کر دیا ہو۔ اور جو کہ ان لوگوں کی نظروں میں جو کہ پہلے اسکی تعظیم اور عزت کرتے تھے۔ اب ایک پاگل آدمی سے زیادہ حیثیت نہ رکھتا ہو۔ آپ کی عمر قریباً پچاس برس کی تھی۔ اور جوانی کا زمانہ گذر چکا تھا۔ گویا کہ دوسرے لفظوں میں زندگی کا بہترین اور کارآمد حصہ گذر چکا تھا۔ آپ کے مسکین اور غریب

پیروؤں پر طرح طرح کے ظلم توڑے جاتے تھے۔ اور ایذائیں دے دے کر قتل کیا جاتا تھا آپ کی اپنی زندگی بھی بڑے خطرے میں تھی۔ اُن کا ایک رہا سہا سہارا جو تھا وہ وحی الٰہی تھا۔ جو کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے پہنچتی تھی۔ اور بار بار دل کو یقین دلاتی تھی کہ آپ ہی خدا کے برگزیدہ رسُول ہیں۔ مگر وہ بھی کچھ دیر کے لئے رُک گئی۔ بُت پرست اور مشرک لوگ آپ پر طعن و تشنیع کرتے تھے۔ کہ اللہ نے محمد کا ساتھ چھوڑ دیا۔ اور اُس سے ناراض ہو گیا ہے۔ کون کہہ سکتا ہے کہ آپ کے دل میں بھی یہ خیال کھٹکتا ہو۔ کہ شاید میں غفلت سے کوئی قصور کر بیٹھا ہوں جس کی وجہ سے خدا کی نعمت بند کر دی گئی ہے۔ حدیث شریف بتلاتی ہے کہ آپ بڑے پژمردہ رہتے تھے۔ اور بڑے آرزومند تھے کہ خدائی آواز پھر پکارے یقیناً وہ مذہب اسلام کے لئے شروع کی ساعتیں تھیں۔ اور یقیناً رات جبکہ وہ چاروں طرف اندھیرا پھیلا دیتی ہے اس وقت محمد رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے گرد چھائی ہوئی تھی۔ اس وقت اس سورہ شریف کا آپ پر نزول ہوا +

والضحٰی ۝ والیل اذا سجٰی ۝ ما ودعک ربک وما قلٰی ۝ وللاٰخرۃ خیر لک من الاولٰی ۝ ولسوف یعطیک ربک فترضٰی ۝

ترجمہ (اے پیغمبر ہم کو) چاشت کی قسم ہے اور رات کی جب وہ ڈھانک لے۔ کہ تمہارا پروردگار نہ تو تم سے دست بردار ہوا ہے اور نہ ناخوش ہوا ہے البتہ آخرت تمہارے لئے اس دُنیا سے کہیں بہتر ہے۔ اور تمہارا رب آگے چل کر تم کو اتنا دیگا کہ تم خوش ہو جاؤ گے"

کیا وہ وعدہ بڑے دھڑلے سے پُورا نہیں ہوا۔ اور کیا آپ کی زندگی کا آخری حصہ اس پہلے حصہ سے کہیں بہتر نہیں تھا۔ جس کو کہ آپ ایک مسرت خیز زمانہ سمجھنے لگے تھے؟ اور کیا خداوند تعالیٰ نے آپ پر عطا نہیں کی؟ اور کیا آپ کو اللہ تعالیٰ کی رضامندی کا علم نہیں ہوا؟ مگر یہی خیال پہلے کس کو آیا ہو گا۔ خصوصاً اس وقت ایسے آدمی کو دیکھ کر جو کہ ادھیڑ ہو چکا ہے۔ اور جس کی پُرانی عزت اور عظمت ایک ایسی وجہ سے خاک میں مل چکی ہے جس پر کہ اکثر آدمی ہنستے ہیں۔ اور جس کو کہ اکثر پاگل۔ اور دوسرے دغاباز اور مکار خیال کرتے تھے۔ اور جس کے پاس ایک چھوٹی سی پیروؤں کی جماعت کے علاوہ اور

کوئی دل بہلاوہ نہیں ہے۔ کیا مشرکین اور بُت پرست لوگ ہر طرح حق پر نہ تھے۔ جبکہ وہ اپنے ایک پُر اسرار معزز آدمی کی نسبت یہ کہتے تھے۔ کہ اللہ نے محمد (رسول اللہ صلعم) کا ساتھ چھوڑ دیا ہے اور اس سے ناراض ہو گیا ہے۔" اور کیا اس سُورت کے شروع کی آیتیں جو کہ ایسے حالات کے ماتحت اور ایسے وقت میں اور ایسے شخص کے منہ سے نکلیں ہیں سراسر لغو بیہودہ اور ایک خواب نہ معلوم ہوتیں۔ اگر ہم اس وقت وہاں موجود ہوتے۔ مگر پھر بھی وہ بڑے دھڑلے سے پوری ہوئیں۔ اور تمام ان لوگوں نے جنہوں نے اس پر طعن و تشنیع کی تھی۔ اس کے حیرت انگیز طور پر پورے ہونے کو اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کیا۔ میں تمہیں کوئی افسانہ نہیں سنا رہا بلکہ تاریخی واقعات بتلا رہا ہوں۔ ان مفصلہ ذیل آیات میں نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو آپ کی گذشتہ زندگی کی طرف متوجہ کیا گیا ہے۔ کہ اسمیں اللہ نے آپ پر کیا کیا فضل و کرم کئے +

الم یجدک یتیماً فاویٰ ۰ ووجدک ضالاً فھدیٰ ۰ ووجدک عائلاً فاغنیٰ ۰ ترجمہ۔ کیا تم کو اس نے یتیم نہیں پایا پھر جگہ دی۔ اور تم کو دیکھا کہ راہ حق کی تلاش میں بھٹکے پھرتے ہو۔ سو تم کو سیدھا رستہ بتایا۔ اور تم کو مفلس پایا۔ تو اس نے غنی کر دیا" +

تمام یہ واقعات آپ کی دُعاؤں اور آرزوؤں کے مطابق واقع ہوئے۔ اور اس طرح ہوئے کہ جن کی اُمید بھی نہ کیجاتی تھی۔ آپ کی پہلی زندگی میں تاریک ساعتیں بھی تھیں اگرچہ وہ ایسی تاریک تھیں جیسی کہ یہ ساعت تھی۔ اور آپ کو اس بات کی طرف توجہ دلائی گئی ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کی گذشتہ مہربانیوں کو یاد کر کے۔ اسکی آیندہ مہربانیوں کی اُمید رکھو سو اس رات کی تاریکی۔ اور پہلی ساعتوں کی غمناک تنہائی۔ اور اسکی دُعاؤں اور آرزوؤں کے مطابق اور موازن آئی شدہ دنوں کی نعمتیں اور برکتیں ہونی چاہئیں +

فاما الیتیم فلا تقھر ۰	تو (ان نعمتوں کے شکریئے میں) یتیم پر ظلم نہ کرنا اور
واما السائل فلا تنھر ۰	نہ سائل کو جھڑکنا +
واما بنعمۃ ربک فحدث ۰	(اور لوگوں سے) اپنے پروردگار کے احسانات کا تذکرہ کرتے رہنا +

یعنی دوسرے لفظوں میں تو دوسروں کے ساتھ بھی ویسا ہی سلوک کر جیسا کہ تو امید کرتا تھا۔ کہ دوسرے تیرے ساتھ کریں (یعنی تمام انسانی فرائض بجا لا) + اور تعریف کر صرف اللہ کی۔ جہاں تعریف کی ضرورت ہو۔ اور واقعات و حالات کے نتائج اور انجام کو اللہ تعالیٰ پر چھوڑ۔ کیونکہ اسی کے ہاتھ میں ان سب کی باگ ہے

"قسم ہے چاشت کے وقت کی اور رات کی جب وہ سب چیزوں کو ڈھانک لیتی ہے کہ تمہارا پروردگار نہ تو تم سے دست بردار ہوا اور نہ ناخوش ہوا۔ اور البتہ آخرت تمہارے لئے پس دنیا سے بہتر ہے۔ اور تمہارا پروردگار آگے چلکر تم کو اتنا کچھ دیگا کہ تم خوش ہو جاؤ گے" +

برادران۔ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی دنیاوی زندگی۔ اور خاص طور پر آپ کے مبارک ربانی مشن کی تاریخ مومنوں کے سامنے ایک مثال کے طور پر ہمیشہ پیش کیجاتی رہی ہے۔ اور یہ ایک حد تک ان چیزوں کا نمونہ ہے۔ جو کہ اسلام میں تاریخی ہاں ہمارے مذہب کی تاریخ میں کئی تاریک ساعتیں آئی ہیں۔ اگرچہ ان میں سے کوئی ایسی تاریک نہ تھی جیسی کہ آجکل ہے۔ مگر ہمیں چاہئے کہ ہم اللہ تعالےٰ کی ان گذشتہ موقعوں کی مہربانیوں اور انعاموں کو یاد رکھو جو کہ اس نے ہم پر کئے۔ اور کس طرح اسلام کے دشمن آکر اسکے حامی اور مددگار بنگئے۔ اور کس طرح الیسی جگہوں سے مدد پہنچتی رہی جہاں سے گمان بھی نہ تھا۔ اور اللہ تعالےٰ کی گذشتہ مہربانیوں کے ہوتے ہوئے۔ "اور قسم شروع کی ساعتوں کی اور رات کی جب وہ تاریکی پھیلا دیتی ہے" +

ایک ایسے مظاہرے کے ہونے ہوئے جو کہ صاف اور چمکتے ہوئے دن سے پہلے ضرور آتا ہے ہم یقیناً بڑے ہی ناشکر گذار اور منکر ہونگے۔ اگر ہم ابھی واویلا کریں +

انجاموں کو جانچنا اور پہلے معلوم کر لینا ہمارا کام نہیں ہے۔ کیا نیکی ہمیشہ بدی میں سے اور بدی نیکی میں سے نہیں نکلتی رہتی۔ جیسا کہ دن رات میں سے اور رات دن میں سے نکلتی ہے۔ بالکل اسی طرح جیسا کہ اللہ تعالیٰ مردوں کو زندوں میں سے

اور زندوں کو مُردوں میں نکالتا ہے۔ کیا ہم ان باتوں کو سمجھتے ہیں؟ اور ہم کس طرح لئے آزما سکتے ہیں؟ مگر اتنا ہم جانتے ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ مخلوق کا بڑا ہی مہربان آقا ہے۔ اور یہ کہ اُس نے انسانوں کو اپنے رسول محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ذریعے سے ایک حقیقی ہدایت کا رستہ بتایا ہے۔ اور یہ وعدہ کیا ہے کہ اگر ہم اس ہدایت پر کاربند ہوئے تو یقیناً کامیابی کو حاصل کرلیں گے۔ خدا تعالیٰ کی ان مہربانیوں کو یاد کرتے ہوئے جو کہ اُس نے ہم پر گذشتہ ایام میں کیں ہمیں اپنے موجودہ فرائض کو بغیر کسی قیل و قال کے ادا کرنا چاہیئے اور باقی تمام معاملات کو نہایت وثوق کے ساتھ اللہ تعالیٰ پر چھوڑ دینا چاہیئے۔ اگر مسلمان اپنے فرائض کو گذشتہ ایام میں ادا کرتے تو ہم کو آجکل یہ مصیبتیں نہ جھیلنی پڑتیں۔ ہاں! ہر ایک کو تم میں سے جو کہ ذرا بھی سکھانے کا مادہ رکھتا ہے۔ اسکو ایسے مسلمانوں کو ڈھونڈنا چاہیئے جو کہ بیخبر اور جاہل ہیں۔ اور ان کو اسکی تعلیم اور تلقین کرنی چاہیئے۔ ہاں ہم میں سے جس کسی کے پاس دولت و روپیہ یا دوسی قسم کا اثر واقتدار رکھتا ہو اسکو چاہیئے کہ وہ اپنے مسلمان بھائیوں کے مہذب بنانے اور انکی حالت کو سُدھارنے میں صرف کرے۔ اور ہم میں جو کوئی کسی دوسرے مسلمان بھائی سے کوئی بغض یا عناد دل میں رکھتا ہو اسے چاہیئے کہ اس بغض اور عناد کو دُور نیچے زمین میں دفن کردے۔ یقیناً ایک مسلم کی وہ صفات اور خوبیاں جن کو تم پسند کرتے ہو [illegible] بہت زیادہ ہیں بہ نسبت ان عیوب کے جن سے کہ تم شاکی ہو۔ اور وہ باتیں جن میں تم اس سے متفق ہو بہت ہیں بہ نسبت ان باتوں کے جن میں تم اس سے اختلاف رائے کرتے ہو۔ اور خوب یاد رکھو کہ دُنیا ہمارے مذہب اور ایمان کا اندازہ ہمارے سلوک اور چال چلن سے کرتی ہے +

اسلام بہ نسبت اپنی فوجی طاقت کے جو کہ انسے حاصل ہوئی تھی کہیں بڑھکر ہے۔ نبی کریمؐ کا منشا لڑائیاں کرنے کا نہ تھا۔ بلکہ اسلام کی ارد گرد کی دنیا نے آپ کو لڑائی کرنے پر مجبور کردیا۔ کیونکہ وہ لوگ سخت اُجڈ تھے۔ اور آپ کے سلامتی کے پیغام کو کسی طرح بھی سننے نہ تھے۔ اور اُنھوں نے ہر طرح آپ کو قتل کرنے اور آپ کے مشن کو برباد کرنے کی کوشش کی۔ مگر آج کل سمجھدار دُنیا بہت حد تک متحمل مزاج ہوگئی ہے۔ اور میں

یہ کہنے کی جرأت کرتا ہوں۔ کہ دُنیا آج کے دن اس پیغام کو سننے کے لئے زیادہ تیار ہے جو کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم انسانوں کیلئے لائے تھے۔ مگر ہم جمعیت مسلمانان ہم جو کہ آج کے دن دُنیا میں نبی کریم صلعم کے مشن کے نمایندے ہیں۔ ہم کس طرح کار آمد شاہد بن سکتے ہیں۔ جبکہ ہم آپس میں جھگڑ رہے ہیں اور جبکہ ہمارے کئی لاکھ بھائی بندیم وحشیانہ حالت میں پڑے ہیں۔ ہم انکی جہالت کو دُور کرنے کے لئے کچھ نہ کچھ ضرور کر سکتے ہیں اور خاص کر ہم میں سے وہ جو کہ سفر کر سکتے ہیں یا جو کہ پڑھ اور لکھ یا محض گی سے بول سکتے ہیں ہاں! یہاں اس عظیم الشان قلمرو کے دار الخلافے اور مرکز میں کا ایک لفظ بولا ہوا ابھی دُنیا کے کونے کونے میں پہنچ سکتا ہے +

اگر ہم میں سے ہر ایک چاہے وہ مرد ہو یا عورت اپنے فرض کو خوشی سے اپنے اپنے موقعوں پر ادا کرتا ہے۔ اور اگر ہم اس طرح پیش آئیں جیسا کہ ہنباز مسلمانوں کو نرم دلی اور کھلے طور پر اپنے ہر ایک ملاقی سے پیش آنا چاہیئے۔ اور اگر ہم سچ کو نہ چھپائیں۔ بلکہ اپنے پروردگار کی نعمتوں پر شاہد ہوں۔ تو گویا ہم نے اپنا فرض ادا کر دیا۔ باقی سب خدا کے ہاتھ میں ہے +

"قسم ہے چاشت کے وقت کی۔ اور رات کی جب وہ سب چیزوں کو ڈھانک لیتی ہے کہ تمہارا پروردگار نہ تو تم سے دست بردار ہوا اور نہ ناخوش ہوا۔ اور البتہ آیندہ تمہارے لئے اس سے بہتر ہے۔ اور تمہارا پروردگار آگے چلکر تم کو اتنا کچھ دیگا۔ کہ تم خوش ہو جاؤ گے +

نمبر (۳)

شکست کے بعد فتح

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۔ الٓمّٓ ۔ غُلِبَتِ الرُّوْمُ ۙ فِيْٓ اَدْنَى الْاَرْضِ وَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ غَلَبِهِمْ سَيَغْلِبُوْنَ ۙ فِيْ بِضْعِ سِنِيْنَ ڛ لِلّٰهِ الْاَمْرُ مِنْ قَبْلُ وَمِنْۢ بَعْدُ ۭ وَيَوْمَىِٕذٍ يَّفْرَحُ الْمُؤْمِنُوْنَ ۙ

بِنَصْرِ اللّٰهِ ۭ يَنْصُرُ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ۝ وَعْدَ اللّٰهِ ۭ لَا
يُخْلِفُ اللّٰهُ وَعْدَهٗ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝ يَعْلَمُوْنَ
ظَاهِرًا مِّنَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ښ وَهُمْ عَنِ الْاٰخِرَةِ هُمْ غٰفِلُوْنَ ۝ اَوَلَمْ
يَتَفَكَّرُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ ۣ مَا خَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَآ
اِلَّا بِالْحَقِّ وَاَجَلٍ مُّسَمًّى ۭ وَاِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ بِلِقَاۗئِ رَبِّهِمْ
لَكٰفِرُوْنَ ۝ اَوَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۭ كَانُوْٓا اَشَدَّ مِنْهُمْ قُوَّةً وَّاَثَارُوا الْاَرْضَ وَعَمَرُوْهَآ اَكْثَرَ مِمَّا عَمَرُوْهَا
وَجَاۗءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ ۭ فَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيَظْلِمَهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ۝ ثُمَّ
كَانَ عَاقِبَةَ الَّذِيْنَ اَسَاۗءُوا السُّوْۗآٰى اَنْ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَكَانُوْا بِهَا يَسْتَهْزِءُوْنَ
اَسَاۗءُوا السُّوْۗآٰى اَنْ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَكَانُوْا بِهَا يَسْتَهْزِءُوْنَ ۝

ترجمہ:۔ انا اللّٰہ اعلم (میں اللہ جاننے والا ہوں) قریب کے ملک میں رومی (جوکہ عیسائی ہیں) مغلوب ہوگئے ہیں۔ مگر یہ لوگ اپنے مغلوب ہوئے پیچھے عنقریب چند سال میں (پھر اہل فارس پر) غالب آجائیں گے (اس سے) پہلے بھی اختیار (فتح و شکست کا) اللہ ہی کو تھا۔ اور اس کے بعد بھی (اسی کو اختیار ہے) اور اس دن مسلمان اللہ کی مدد سے خوش ہوجائیں گے۔ وہ جس کی چاہتا ہے مدد کرتا ہے اور وہ زبردست اور رحم والا ہے یہ اللہ کا وعدہ ہے اور اللہ اپنے وعدے کے برخلاف نہیں کرتا۔ لیکن اکثر لوگ نہیں سمجھتے (یہ لوگ) زندگی دنیا کے ظاہر حال کو سمجھتے ہیں اور آخرت سے تو یہ لوگ بالکل ہی بیخبر ہیں۔ کیا ان لوگوں نے اپنے دل میں غور نہیں کیا۔ کہ اللہ نے آسمان اور زمین کو اور ان چیزوں کو جو ان دونوں کے درمیان میں ہیں کسی مصلحت ہی سے اور (ایک) وقت مقرر کے لئے پیدا کیا ہے۔ بہتیرے آدمی اپنے پروردگار سے (قیامت کے دن) ملنے کو مانتے ہی نہیں۔ کیا یہ لوگ ملک میں چلتے پھرتے نہیں۔ تو دیکھتے کہ جو لوگ ان سے پہلے ہو گذرے ہیں اُن کا کیسا (برا) انجام ہوا۔ وہ لوگ ان سے قوت میں بھی کہیں بڑھ کر تھے! اور انہوں نے زمینیں بھی جوتیں اور زمین کو جسقدر ان لوگوں نے آباد کیا ہے۔ اس سے بہت زیادہ ان لوگوں نے آباد کیا تھا۔ اور ان کے پاس بھی اُن کے رسول معجزے لے کر آئے تھے۔ پس،

خدا ایسے انصاف نہ تھا کہ ان پر ظلم کرے۔ مگر وہ لوگ آپ ہی اپنے نفس پر ظلم کرتے ہیں پھر جن لوگوں نے بُرا کیا۔ ان کا انجام بھی بُرا ہی ہوا۔ کیونکہ انہوں نے خدا کی آیتوں کو جھٹلایا اور اُن کی ہنسی اڑایا کئے۔"

" قریب کے مُلک میں (یعنی فارس میں) رُومی (جو کہ عیسائی ہیں اہل فارس سے جو کہ آتش پرست ہیں) مغلوب ہو گئے ہیں"۔ یہ ایک ایسا اعلان تھا۔ جو کہ ہر کوئی مکہ معظمہ میں کر سکتا تھا۔ خاص کر اس وقت جبکہ یہ آیات نازل ہوئیں۔ ایرانیوں نے مشرقی رُومی طاقت کو نہ صرف مغلوب بلکہ قسطنطنیہ کے دروازے تک فتح کر لیا تھا۔ انھوں نے شام ایشیائے کوچک اور مصر پر قبضہ کر لیا تھا۔ مکہ کے بُت پرست اس پر جبھی خوشیاں مناتے تھے کیونکہ ایرانی سورج یا آتش پرست تھے اور دوسری طرف رُومی عیسائی تھے۔ اور وہ ایسے لوگ تھے جنہوں نے انجیل کو لیا تھا اور وہ اللہ تعالیٰ اور جزا سزا کے دن کا علم رکھتے تھے۔ مشرکین ایرانیوں کی فتح کو اپنی فتح تصور کرتے تھے جو کہ ان کو نبی کریم صلعم اور ایک مسلمانوں کی چھوٹی جماعت پر حاصل ہوئی کیونکہ مسلمان کہتے تھے کہ اللہ تعالیٰ انہیں کو فتح دیتا ہے جو کہ اس پر ایمان لاتے ہیں۔ اور بُت پرستوں اور بدمعاشوں کو زیر و زبر کر ڈالتا ہے۔ مگر ہر ایک جانتا تھا کہ رُومیوں کو شکست ہوئی ہے۔ اور ہر ایک کا خیال تھا۔ کہ وہ ایسی بڑی اور فیصلہ کن شکست کے بعد پھر مشرق میں نہ سنبھلیں گے مگر قرآن شریف آگے فرماتا ہے۔ وھم من بعد غلبھم سیغلبون ۰ فی بضع سنین للہ الامر من قبل و من بعد و یومئذ یفرح المومنون۔ ترجمہ۔ "اپنے مغلوب ہوئے پیچھے عنقریب چند سال میں پھر غالب آجائیں گے۔ اور اللہ کو ہی اختیار حاصل ہے اس سے پہلے بھی اور اس کے بعد بھی اس دن مسلمان (اللہ کی مدد سے) خوش ہو جائیں گے"۔ یہ ایک ایسا بیان تھا جس نے اہل مکہ کو حیرانی میں ڈال دیا مسلمان جو کہ نہایت صاف دلی سے قرآن شریف کے ہر ایک لفظ پر جو کہ نبی کریم صلعم پر اُترا یقین رکھتے تھے ایک دفعہ وہ خوشی سے پھولے نہ سماتے تھے ایک عام جلسے کے موقع پر حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مشرکین مکہ کو یہاں تک کہا کہ رومی تین سال کے اندر اپنے دشمنوں کو پائمال کر دینگے۔ اور مشرکین میں سے ایک نے جو کہ دوسروں کی طرح اس بات پر بالکل یقین نہ رکھتا تھا اپنے دس اُونٹ شرط میں پیش کیئے کہ ایسا کبھی نہ ہو گا۔

کتنے عیسائی سپاہی ہیں جو میدان جنگ میں ایک اسلامی مجاہد کا سا جوش لیکر جاتے ہیں۔ اپنے طرز عمل کو مبنی بہ انصاف سمجھتے ہیں۔ اور لڑائی کی تمام معقول حدود بندیوں پر کاربند ہونیکو اپنا مذہب خیال کرتے ہیں۔ اگرچہ ان کا حقیقی اپنا مذہب ان باتوں سے محض بیگانہ ہے۔ تہذیب ابتذال مسیحیت کی تعلیم کا نتیجہ نہیں۔ یہ نیا جنگی مذہب یا انسانی کا پاس جو کچھ بھی ہے اسکو کہیں عیسائی تعلیم کا منت کش نہیں خواہ ہم عیسائیت سے مُراد وہ تعلیم لیں جو حضرت مسیح خدا سے لائے تھے یا اسے حال کی عیسائیت سمجھیں جو کہ کلیسیا ہمارے سامنے پیش کرتا ہے تو پھر یہ جنگ میں نیا دور کہاں سے شروع ہوا؟ محض جزاء سیئۃ سیئۃ مثلہا یعنی قانون قصاص پر ہے جو کہ انسانی زیست کا ایک بنیادی اصول ہے اور جسے عیسائیت نے بالکل نظر انداز کر دیا ہے۔ دیکھو قرآن کریم کہتا ہے۔ ان لوگوں کے خلاف جہاد فی سبیل اللہ کرو جو کہ تمہارے خلاف آمادہ پیکار ہو گئے ہیں۔ مگر تم پہلے اُن پر حملہ ہرگز نہ کرو۔ کیونکہ خدا ظالموں سے متنفر ہے" +

اور اسی طرح اور جگہ کہتا ہے:-

"اے ایمان والو! مقتولوں کے بارہ میں تمہارے لئے قصاص فرض کیا گیا ہے اور اس قصاص میں تمہارے لئے زندگی اور حیات ہے" پھر آگے چلکر لکھا ہے "کہ اگر خدا بعض آدمیوں کے ذریعے بعض کو شکست نہ دلا دیتا تو دُنیا ایک دار الشر ہو جاتی مگر خدا اپنی مخلوق پر بڑا مہربان ہے" +

جاؤ ایسے زریں اصولوں کی تلاش میں انجیل کے تمام ورقوں کو اُلٹ دو اور دیکھو کہ مایوسی کے سوا تمہارے ہاتھ میں اور بھی کچھ آتا ہے؟ اور پھر ان لوگوں کی زندگیوں اور حالات کو دیکھو جو اپنے آپ کو عیسائی کہتے ہیں۔ اور کروڑوں کی تعداد میں انہیں زریں اصولوں پر کاربند ہو رہے ہیں اور اُنکی حقانیت اور صداقت پر پورا ایمان رکھتے ہیں پھر ان لوگوں کے دماغوں کو ٹٹولو جن کا مذہب کچھ ہے اور عمل کچھ کہ کہیں عقل اور فہم بھی وہاں نظر آتے ہیں ان کے لئے یہ ایک نہایت عمدہ مشورہ ہے کہ وہ علے الاعلان کہدیں کہ ان کے لئے مذہب سیحی پر چلنا ایک امر محال ہے اور انکے لئے یہ بہتر ہے کہ وہ عقیدہ اور عمل لازم ہیں اپنے آپ کو

مُسلم کہلائیں یہی وجہ ہے کہ یہ عزت انسانی کا پاس جیسے میدان جنگ میں باہمی ملحوظ رکھتے ہیں اُنکے مُلکوں کی سلطنتیں اس سے محض نا آشنا ہوتی ہیں - یہ سلطنتیں جو جنگ برپا کرتی ہیں ہمیں اور مذہب کی حدود و بندیوں کی پرواہ نہیں آتیں +

آجکل کثیف اور لطیف حکمت عملی میں کوئی نمایاں مابہ الامتیاز نہیں ہے - اور اسی وجہ سے بسا اوقات بڑے بڑے شجاع انسان کسی پاکیزہ جذبہ کی تحریک سے ان اسباب اور وجوہات کی بناء پر جانیں قربان کر دیتے ہیں جو کہ اُن کی مقصد زیست کے شان شایان نہیں حالانکہ اگر وہی قوم جو جنگ کو اپنی خود غرضی پر محمول رکھ کر بانئے فساد ہوتی ہے مسلمان ہو جائے تو اسکی تمام حکمت عملیاں اور سیاسیات قوانین مذہب کی آہنیں زنجیروں سے جکڑے جائیں تو پھر سلطنت کے ہر ایک فرد پر یہ روشن ہو جائیگا - کہ افراد کی طرح اقوام بھی چند حقوق رکھتی ہیں اگرچہ باہمی ارتباط کا طریق قوموں میں افراد سے مختلف ہے بین الاقوامی مجبوریاں ایک نقطے رنگ میں رنگی جائیں گی حقیقت یہ ہے کہ اگر اسلام کا پرتو تمام عیسائی اقوام پر پڑ جائے اور مغربانہ و تحکمانہ قومیت کا جس کو ہم کبھی بعید سے بعید رشتہ سے بھی مسیح کی تعلیم کا نتیجہ نہیں کہہ سکتے قلع قمع ہو جائے - اور جنگ اور لڑائی دُنیا سے رخت سفر باندھ کر کوچ کر جائے تو تم کہو گے کہ

ع - ایں خیال است و محال است و جنوں

اور اسے ایک لایعنی خواب قرار دو گے - مگر میں نہیں خیال کرتا کہ اسے لایعنی کہا جا سکتا ہے کیونکہ یہ خواب پورا ہو کر رہیگی - اور دنیا میں پہلے کئی دفعہ پوری ہو کر رہی - اگرچہ ہم آن واحد میں یورپ کا مسلمان ہو جانا خلاف اُمید سمجھتے ہیں - مگر یہ یقینی امر ہے کہ یورپ بہت سی مفید چیزیں اسلام سے سیکھ سکتا ہے - اسلام یورپ کے لاعلاج زخموں کی مرہم ہے - اور اسکے انقلابات درندگی - وحشت - جرم اور حمق کے نتائج بد سے بچا سکتا ہے +

اسلام کا تمام قانون مسعود ایک قوم کے دائرہ عمل میں آچکا ہے - اور اگر اس قوم کے پاس مذہبی ہدایت نہ ہوتی تو وہ صرف شور و شغب بدنظمی اور بے قاعدگی کی تصویر ہوتی - جس کو کہ نصف اقوام عالم نے اپنی شرکت سے تیار کیا تھا - مگر اسلامی اصولوں پر کاربند ہو کر اس قوم نے ایسی بےنظیر کامیابیاں حاصل کیں جس کی نظیر تاریخ سے نہیں ملتی +

یہ ترقی آنحضرت صلعم اور پہلے چار خلفاء کے عہد میں ظہور پذیر ہوئی۔ اسکے بعد جسم مسلم میں تفریق پیدا ہوگئی۔ مگر یہ تفریق اپنے حقیقی معنوں میں کوئی مذہبی تفریق نہ تھی کیونکہ مسلمانوں نے نہ تو عقائد اور نہ عملیات۔ مذہب میں دخل اندازی کی بلکہ ایک وراثت کا جھگڑا اٹھا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ نفس پرست انسانوں نے غلبہ اور اقتدار حاصل کر لیا۔ مگر اس کے بعد بھی ایک مدت تک اسلام کی تعلیم پر کما حقہٗ عمل ہوتا رہا۔ اور امن اور جنگ کے زمانوں میں برابر مسلمانوں کو بےنظیر کامیابیاں حاصل ہوتی رہیں اگر تعلیم قرآن پر ہمیشہ تک عمل ہوتا رہتا تو حدود اسلامیہ سے جنگ کا ہولناک دیو مدت سے کوچ کر جاتا مگر اس زمانہ کی قومیں ایسی دوربین اور مہذب نہ تھیں کہ وہ دنیا کی آج کی کیفیت کو اس وقت دیکھ سکتیں جیسا کہ بلاشبہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے آج سے تیرہ سو برس پہلے مشاہدہ کر لیا تھا مسلمان اسلئے جنگ کرتے تھے۔ کہ وہ دنیا کو جنگ سے پاک کرنا چاہتے تھے۔ اور یہی غرض آج کل کے عیسائی مدبرین بھی اپنی جنگ کی بتاتے ہیں مگر مسلمانوں اور عیسائی مدبروں کے عملوں میں یہ فرق ہے کہ مسلمان جنگ کا خاتمہ کرنے کیلئے چند ایک عمدہ قوانین پر عمل پیرا ہو کر آمادۂ پیکار ہوتے تھے۔ اور تحکمانہ ترمیت کو سخت زبون خیال کرتے تھے وہ جنگ کے وحشیانہ اور خونخوارانہ نتائج کو نہایت سخت قوانین سے روک دیتے تھے۔ مگر عیسائی مدبرین کو اس تحکمانہ قومیت کے اصول اور ان ونحبت کے یہ لوگ اور بہت سی چیزوں کے ساتھ اس ضرررسان اصول کی بھی نشو و نما کر رہے ہیں سچ ہے کہ جنگ کا عمدہ اور معقول مقصد صرف جنگ کا ختم کر دینا ہے اور یہ مقصد صرف اسلامی اصولوں پر ہی کاربند ہو کر حاصل ہو سکتا ہے ✦

ان کے ذرائع معاش کو مت ہلاک کرو۔ نہ یہ تقاضا بھی کہ ہم صلعم کا اپنے دشمنوں کے خلاف اصول انکے دشمن سے مراد ان کے مذہب کا دشمن ہے۔ کیونکہ علاوہ ازیں ان کا کوئی ذرد بشر دشمن نہ تھا الغرض زمانہ سابقہ کے مسلمان جیسا کہ میں اوپر بیان کر چکا ہوں سوائے صحابہ کرام کے حالات کو جو اقبسا مین نگاہ سے نہیں دیکھ سکتے تھے۔ اور خود صحابہ کرام بھی ان واقعات کو ایسا بالصراحت نہیں دیکھ سکتے تھے۔ جیسے کہ آجکل ہم دیکھ رہے ہیں۔ کیونکہ فلسفہ

تمدن Sociology اور فلسفۂ اقتصاد Political Economy اس زمانہ میں اس رنگ میں موجود نہ تھے۔ جیسے کہ آجکل ہیں۔ ہاں آنحضرت اعجازی طور پر ان کے اصلی مفہوم سے آگاہ تھے۔ صحابہ کرام اور تابعین اور تبع تابعین احکام الٰہی اور اقوال نبی کی ایسی قدر کرتے تھے۔ اور ان پر اس طرح عمل پیرا ہوتے تھے۔ عقل دنگ رہجاتی ہے۔ زمانۂ حال کے مسلمان ان عالمگیر قوانین اسلام کو جن کے متعلق میرا ایمان ہے کہ وہ خدا کی طرف سے عیسائیت کی تکمیل ہیں دائرہ عمل میں لانے سے محض عاجز ہیں۔ یہ ایک نہایت خوش کن منظر ہوگا۔ اگر عیسائی اپنے طور پر اسلامی اصولوں پر عمل کرنے لگ جائیں۔ جیسے کہ وہ اسلامی قوانین جنگ پر عمل کر رہے ہیں۔ اور اس بات سے بیخبر ہیں کہ یہ زریں قوانین کہاں سے مشتق ہوئے ہیں۔ بہت سی علامتوں اور نشانوں سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ منظر دنیا کے سامنے پیش ہو کر رہیگا۔ مجھے یورپ کے قانون عامہ میں اسلامی جھلک نظر آتی ہے جس سے کہ عیسائیت محض عاری ہے۔ جب اسکے ساتھ تزکیت قلب پیدا کرنے کے لئے قوت ایمانیہ بھی پیدا ہوگئی تو تاریخ تمدن میں ایک نیا دور شروع ہو جائے گا +

اب تک جو کچھ میں نے کہا ہے اور آج میں صرف اتنا ہی کہونگا وہ بطور تمہید کے ہے۔ میں انشاء اللہ آیندہ اصل مضمون پر جو کہ اسلامی تعلیم اور جنگ یورپ ہے آپ کو چند لکچروں کے سلسلہ میں مخاطب کرونگا +

---

(۲)

باب دوم

جنگ یورپ کا مذہب

عیسائیت۔ مذہبی طور پر لڑائی اور جنگ کو تسلیم نہیں کرتی۔ مذہب کے معنے ہیں وہ چیز جو کہ اس کے ماننے والے پر ضروری ہے۔ نہ ہی مسیح ناصری نے اپنی تعلیم میں اور نہ کلیسیا نے ان

قوانین ہیں جن کی نسبت یہ خیال کیا جاتا ہے کہ وہ اس تعلیم کا ضمیمہ ہیں۔ اور اسکو پورا کرنیوالے ہیں کہیں بھی جنگ کی طرف کوئی خاص توجہ کی ہے۔ یا ایسی باتوں کا بیان کیا ہے جو کہ اس معاملے میں عیسائیوں پر بلا شک و شبہ ٹھیک ٹھیک عائد ہوتی ہوں۔ پھر بھی جنگ تمام آدمیوں کے لئے ایک مذہبی معاملہ ہے۔ کیونکہ یہ ایک موت و زندگی کا معاملہ ہے۔ ہم اسکو بالفرض تسلیم کر لیتے ہیں۔ کہ ان لوگوں کے دماغوں میں جو کہ آج کے دن اس جنگ عیسائیت کے بانی اور منتظم ہیں۔ کوئی مذہبی خیال نام کو بھی نہیں ہے۔ زیادہ سے زیادہ یہ ان کا ایک دستور العمل ہے اور کم سے کم یہ تمام کھیلوں اور تماشوں سے سب سے زیادہ مرغوب اور اکسانے والی ہے مگر لوگوں کو راضی اور خوش رکھنے کیلئے اسبات پر مجبور ہیں کہ کسی نہ کسی خوبی اور نیکی کو اپنی طرف منسوب کریں جو کہ ان میں نہیں ہے اور اسبات کا بہانہ کریں کہ ان کے اغراض و مقاصد نہایت اعلےٰ اور خود غرضی سے بالکل مبرا ہیں اور اسبات کی قسم کھائیں کہ وہ صرف نیکی اور انصاف کیلحاظ کام کر رہے ہیں۔ اور ان کے مدنظر صرف نفع رسانی خلائق ہے اور کچھ نہیں قصہ کوتاہ انہیں جنگ کو کسی نہ کسی مذہبی رنگ میں رنگین کرنا پڑتا ہے۔ مگر کس قسم کے مذہبی رنگ ہیں؟ عیسائیت تو یقیناً نہیں۔ کیونکہ عیسائیت مذہبی طور پر جنگ کا بالکل ذکر ہی نہیں کرتی بلکہ بظاہر الفاظ یہ تو وہ حفاظت نفسی سے بھی منع کرتی ہے یعنی جیسا کہ میں پہلے آپکے سامنے اسلامی نقطۂ خیال سے بیان کر چکا ہوں عیسائیت مذہبی نقطۂ خیال سے بالکل نامکمل چھوڑ دیتی ہے اور انسان کی مجموعی زندگی کے متعلق یہ کوئی ہدایات نہیں دیتی۔ اس لحاظ سے اور دوسری کئی وجوہات سے ہم اسلام کو عیسائیت کا متمم اور تکمیل دینے والا تسلیم کرتے ہیں مگر چاہے خیال میں وہ ہم سے متفق ہوں یا اختلاف کریں آپ کو تسلیم کرنا پڑیگا۔ کہ یہ مذہبی رنگ جس نے جنگ عیسائیت کو لاکھوں دلوں میں معزز اور ممتاز کر دیا ہے۔ اور وہ قول اور عقیدہ جس کو کہ مختلف گورنمنٹیں مشتہر کر رہی ہیں۔ اور جس کو لاکھوں دیانتدار آدمیوں کے یقین نے متبرک بنا دیا ہے۔ یہ سب کچھ ہے۔ مگر وہ واحد مذہبی رنگ اور عقیدے جو کہ ایسے معاملے میں شریف اور روشن خیال لوگوں کو پیش کر سکتے ہیں وہ صرف اسلامی ہی ہیں +

آؤ ہم اس گذشتہ جنگ یورپ کی تاریخ کو ان انگلستان کے بیشمار لوگوں کی نگاہ سے

دیکھیں۔ جو کہ اس کو ایک مذہبی رنگ میں رنگین سمجھتے تھے اور اب بھی سمجھتے ہیں جیسا کہ میں اوپر بیان کر چکا ہوں۔ ان لوگوں کو اُن تاریک۔ اُلجھے ہوئے اور ناپاک آغازوں اور وجوہات کا علم ہی نہیں ہے جو کہ مشرق میں پیش آئیں۔ اُن کے نزدیک اس لڑائی کا آغاز جہاں تک کہ ہمارے مُلک (انگلستان) سے تعلق رکھتی ہے صرف جرمنی کا بلجیم پر حملہ کرنا اور ایک قابل تعظیم معاہدہ بین الاقوامی کا توڑنا تھا۔ اور واقعی ایسا ہوا بھی۔ حقیقت یہ ہے کہ اس سے پہلے بھی معاہدے اور صلحنامے توڑے گئے۔ اور اُن کو توڑنے دیا گیا۔ پچھلے زمانے میں یورپین معاہدوں کو ایک مذہبی کارروائی کبھی نہیں سمجھا گیا بلکہ وہ ایک قسم کے باہمی سمجھوتے ہوتے تھے۔ معاہدہ برلن جو کہ بلجیم کے متعلق عہد وپیمان سے بھی بعد کا ہے۔ اور جو کہ امن یورپ کے لئے خصوصاً اور بھلائی دُنیا کے لئے عموماً کسی طرح بھی کم ضروری نہیں ہے کئی دفعہ توڑا گیا ہے۔ اور اسکے توڑے جانے پر سوائے مشرقی ممالک کے اور کہیں بھی کوئی خاص اظہار ناراضگی نہیں کیا گیا۔ معاہدہ جزیرہ قبرص جس وقت تکلیف دہ معلوم ہوا تو اُس کا قابل تعظیم ہونا بھی جاتا رہا۔ جب تک مدبر الملک و ماہرین سیاست لوگوں میں ہی ان معاہدوں پر بحثیں اور تقریریں ہوتی رہینگی۔ تب تک معاہدہ و حقوق بین الاقوامی کے متعلق ایسا ہی رُوکھا اور بیہودہ خیال رائج رہیگا۔ مگر مختلف ممالک کے لوگ فطرتی غیرت اور عزت اور کچھ دیانتداری بھی رکھتے ہیں۔ وہ اس بندوبست اور تصفیہ کی خاطر اپنی جان دیدیں گے جس کو کہ مدبران ملک منسوخ اور باطل قرار دیں گے۔ اور اپنی ہمیں سخت بے عزتی تصور کریں گے۔ کہ اُن کا مُلک اپنے عہد وپیمان کو توڑ دے۔ وہ قوموں کو ایک قسم کے بڑھیا اور اعلےٰ متنفس خیال کرتے ہیں جن کے ویسے ہی حقوق ہیں جیسے کہ دوسرے آدمیوں کے ہوتے ہیں اور اُن کے عہدہ و جاہ و حیثیت کے مطابق ہی اُن کے لئے عزت اور تعظیم بھی ہے جیسا کہ دوسرے آدمی حاصل کرتے ہیں۔ اب دیکھئے یہی اسلامی نقطۂ نگاہ بھی ہے۔ جب ان لوگوں کو معلوم ہوا کہ ایک نہایت ہی باضابطہ اور متبرک معاہدہ جس پر کہ انگلستان کے دستخط بھی تھے توڑ دیا گیا ہے تو انہوں نے خیال کیا کہ ایک نہایت ہی قبیح جرم سرزد ہوا ہے +

قرآن شریف فرماتا ہے:-

اِنَّ شَرَّ الدَّوَآبِّ عِنْدَ اللّٰہِ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا فَھُمْ لَا یُؤْمِنُوْنَ ۝ الَّذِیْنَ عَاھَدْتَّ مِنْھُمْ ثُمَّ یَنْقُضُوْنَ عَھْدَھُمْ فِیْ کُلِّ مَرَّۃٍ وَّھُمْ لَا یَتَّقُوْنَ ۝ فَاِمَّا تَثْقَفَنَّھُمْ فِی الْحَرْبِ فَشَرِّدْ بِھِمْ مَّنْ خَلْفَھُمْ لَعَلَّھُمْ یَذَّکَّرُوْنَ ۝ وَاِمَّا تَخَافَنَّ مِنْ قَوْمٍ خِیَانَۃً فَانْۢبِذْ اِلَیْھِمْ عَلٰی سَوَآءٍ ۭ اِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ الْخَآئِنِیْنَ (سورۃ الانفال - رکوع ۷)

ترجمہ:- "اللہ کے نزدیک بدترین جانات وہ لوگ ہیں جو کفر کرتے ہیں۔ وہ تو کسی طرح ایمان لانیوالے ہیں نہیں۔ جن لوگوں سے تم نے (یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم) عہد و پیمان کیا۔ پھر اپنے عہد و پیمان کو ہر بار توڑتے ہیں اور وہ نہیں ڈرتے تو اگر تم اُن کو لڑائی میں پاؤ تو ان پر ایسا زور ڈالو کہ جو لوگ اُن کی پشت پر ہیں اُن کو بھاگتے دیکھ کر اُن کو بھی بھاگنا ہی پڑے (یعنی ان کو ایسی قرار واقعی اور عبرتناک سزا دے کہ دور کے آدمی اس سے عبرت پکڑیں) شاید یہ لوگ عبرت پکڑیں۔ اور اگر تمہیں کسی قوم کی طرف سے دغا کا اندیشہ ہو۔ تو مساوات کو ملحوظ رکھ کر (ان کے عہد کو اُلٹا) اُن ہی کی طرف پھینک مارو۔ بیشک اللہ دغا بازوں کو دوست نہیں رکھتا"

ایک اور مشہور موقعہ پر قرآن شریف فرماتا ہے:-

وَاَذَانٌ مِّنَ اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖۤ اِلَی النَّاسِ یَوْمَ الْحَجِّ الْاَکْبَرِ اَنَّ اللّٰہَ بَرِیْٓءٌ مِّنَ الْمُشْرِکِیْنَ ۙ وَرَسُوْلُہٗ ۭ فَاِنْ تُبْتُمْ فَھُوَ خَیْرٌ لَّکُمْ ۚ وَاِنْ تَوَلَّیْتُمْ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّکُمْ غَیْرُ مُعْجِزِی اللّٰہِ ۭ وَبَشِّرِ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا بِعَذَابٍ اَلِیْمٍ ۙ اِلَّا الَّذِیْنَ عٰھَدْتُّمْ مِّنَ الْمُشْرِکِیْنَ ثُمَّ لَمْ یَنْقُصُوْکُمْ شَیْئًا وَّلَمْ یُظَاھِرُوْا عَلَیْکُمْ اَحَدًا فَاَتِمُّوْٓا اِلَیْھِمْ عَھْدَھُمْ اِلٰی مُدَّتِھِمْ ۭ اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الْمُتَّقِیْنَ ۝ (سورۃ توبہ رکوع ۱)

ترجمہ:- اور حج اکبر کے دن اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے منادی کیجاتی ہے کہ اللہ اور اس کا رسول مشرکین سے دست بردار ہیں پس (اے مشرکو) اگر تم توبہ کرو تو یہ

تمہارے حق میں بہتر ہے۔ اور اگر پھرے رہو تو جان رکھو کہ تم اللہ کو ہرا نہیں سکو گے
اور (اے پیغمبر) کافروں کو عذاب دردناک کی خوشخبری سُنا دو۔ ہاں مشرکین
میں سے جن کے ساتھ تم (مسلمانوں) نے (صلح کا) عہد و پیمان کر رکھا تھا۔ پھر
انہوں نے (ایفائے عہد میں) تمہارے ساتھ کسی طرح کی کمی نہیں کی۔ اور نہ تمہارے
مقابلے میں کسی کی مدد کی وہ مستثنےٰ ہیں۔ تو ان کے ساتھ جو عہد ہے اُسے اس مدت
تک جو اُن کے ساتھ ٹھیری تھی پورا کرو۔ کیونکہ اللہ ان لوگوں کو جو (بدعہدی سے) بچتے
ہیں دوست رکھتا ہے"۔

تمام قرآن شریف میں معاہدہ کا لفظ ایک متبرک عہد و پیمان اور ایک سنجیدہ اور
پختہ اقرار کے معنوں میں استعمال ہوا ہے جس کا توڑنا کفر اور فسق اور خلاف شرع ہے۔ اللہ تعالےٰ
نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ذریعے بنی اسرائیل سے ایک عہد لیا تھا۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام
کے ذریعے سے پہلے عیسائیوں سے بھی عہد لیا تھا۔ مگر انہوں نے اس عہد کو پورا نہ کیا۔ جس کا
نتیجہ یہ ہوا کہ تکلیفوں اور مصیبتوں نے ان کو آگھیرا۔ اور سزا کے طور پر وہ مدتوں بھٹکتے پھرے
مگر اسلامی اقوام کے نزدیک معاہدہ ہمیشہ ایک متبرک چیز خیال کیا جاتا تھا۔ کم از کم مجھے یاد نہیں
کہ کسی موقع پر کسی اسلامی سلطنت نے جان بوجھ کر کسی معاہدے کو توڑا ہو۔ اگرچہ انہیں پورا حق
حاصل ہے کہ معاہدے کو واپس پھینک دیں۔ اگر ان کو کسی دغابازی کا اندیشہ پیدا ہو جائے۔
میرا خیال نہیں کہ اسلام کے بدترین دشمن بھی اسلام پر بین الاقوامی اور سیاسی معاملے
میں کسی دغابازی کا الزام لگا سکیں۔

انگریزوں کے ضمیر نے انکو ملامت کی جبکہ انکو کہا گیا کہ جرمنی نے اس بین الاقوامی سمجھوتہ کو توڑ دیا جس کی
حفاظت کی انگلستان نے قسم کھائی ہوئی تھی یہی وجہ ہے کہ ہزاروں نے اس مقدس قانون کی حفاظت کے لئے اپنے آپ کو
والنٹیر کر دیا۔ مگر پھر بھی ویسا جوش و خروش نہ تھا جیسا کہ جرمنوں کے بیکس بلجیموں پر ظلم و ستم اور بربریوں کی خبریں آنے پر
پیدا ہو گیا۔ غصے اور جنگی جوش کی ایک زبردست لہر تھی جو ملک پر پھر گئی۔ دوران بدنصیبوں کی وجہ سے اس نے
ایک مذہبی رنگ اختیار کر لیا۔ مگر کیا کہیں اناجیل عیسوی میں بھی عیسائیوں کو مظلوموں کی
خاطر لڑنے کو کہا گیا ہے؟

کوڑیوں کے دام جواہر ریزے

رسالہ اشاعت اسلام کی سابقہ جلدیں نہایت قابل دید ہیں۔ ان سابقہ جلدوں میں اہم مسائل اسلام پر مسلسل اور سیر کُن بحث کی گئی ہے جس کے مطالعہ سے اسلام سے ناآشنا احباب اچھی طرح عامہ مسائل سے واقفیت حاصل کر کے اسلام کے مخالفین کو دندان شکن جواب دینے کے قابل ہو سکتے ہیں اس کے مضمون نگار مشرق و مغرب کے علماء و فضلاء ہیں ہم نے پبلک کے مفاد کیلئے انکی قیمت میں تخفیف کر دی ہے۔ امید ہے کہ دلدادگان اسلامی لٹریچر اس سنہری موقعہ سے استفادہ اُٹھا دینگے۔ اور اسی رنگ میں مشن کی اعانت فرما کر اس کار خیر میں حصہ لیں گے سابقہ جلدوں میں سے کچھ مضامین بطور نمونہ درج کئے جاتے ہیں وھو ھذا

امن و سلامتی کا مذہب۔ عیسائیت و توحید۔ مذہب میں فطرت کا رنگ۔ اخلاق فاضلہ۔ اخلاقی معجزات رحمۃ للعالمین۔ مسئلہ زندگی۔ قرآن کریم و عقل۔ سیرت نبوی۔ لمعات انوار محمدیہ۔ ایک سر چشمہ سے نکلے ہوئے مذہب۔ اسلام کا احسان عورت پر۔ تہذیب اسلام و عیسائیت۔ روحانی شفا۔ خدا کی کامل تصویر۔ کفارہ کی تردید۔ دین فطرت۔ بعد الموت زندگی۔ غلامی۔ رمضان۔ قیمت۔ خطبات جمعہ لندن مسلم ہوس کے خطبات۔ مطالعہ اسلام۔ مذہب۔ سلمات ہستی باریتعالی۔ لطفیات اسلام۔ جنگ اور مذہب۔ دنیا کے شہداء ثلاثہ۔ خدا کی بادشاہت۔ عورت کی حیثیت مختلف مذہبی قوانین کے ماتحت۔

اسلامک ریویو انگریزی

جلد سنہ ۱۹۱۳ء ۴ پرچے [illegible] - جلد سنہ ۱۹۱۴ء ۱۲ پرچے [illegible] - جلد سنہ ۱۹۱۵ء مکمل [illegible] - جلد سنہ ۱۹۱۶ء ۹ پرچے [illegible]
جلد سنہ ۱۹۱۷ء ۶ پرچے [illegible] - جلد سنہ ۱۹۱۸ء ۹ پرچے [illegible] - مکمل سنہ ۱۹۱۹ء [illegible]

اشاعت اسلام اردو

جلد سنہ ۱۹۱۴ء ۶ پرچے [illegible] - جلد سنہ ۱۹۱۵ء ۱۱ پرچے [illegible] - جلد سنہ ۱۹۱۶ء مکمل [illegible]
جلد سنہ ۱۹۱۷ء ۱۰ پرچے [illegible] جلد سنہ ۱۹۱۸ء ۱۱ پرچے [illegible] جلد سنہ ۱۹۱۹ء مکمل [illegible]

المشتہر

خواجہ عبد الغنی منیجر اشاعت اسلام بک ڈپو عزیز منزل لاہور

رجسٹرڈ ایل نمبر ۹۰۸

اسلامک ریویو و وکنگ لنڈن

ماہوار رسالہ چندہ سالانہ ۷ روپیہ ۳۰

ایڈیٹرز حضرت خواجہ کمال الدین صاحب بی اے ایل ایل بی و حضرت مولوی صدر الدین صاحب بی اے بی ٹی
بلاد غربیہ میں اشاعت اسلام کا علمبردار تثلیث کے مرکز میں توحید کا پیامبر۔ قرآن کریم کے حسن و جمال کا فوٹو
آنحضرت صلعم کے پاک حالات اور آپ کے خلق عظیم کا آئینہ حسن سیرت و معاشرت کا فوٹو علمی ادبی تمدنی اخلاقی
اصلاحی مضامین کا دلنواز مجموعہ آنحضرت صلعم کے مختلف شعبہ ہائے زندگی کا دلکش مرقع۔ ملت بیضا کی طرف سے دین اسلام
کی دعوت کا واحد ذریعہ یا ظلمت تثلیث جو آج تک یورپ میں تجلی کا کام کرتا آیا ہے انگریزی زبان میں ماہواری
رسالہ جس نے ایسے وقت میں جبکہ اسلام کے چہرہ پر افترا غلط فہمی اور غلط بیانی کی سیاہ چادر پڑی ہوئی
تھی اس نے اس چادر کو پھاڑ اسلام کے منور چہرے سے یورپین آنکھیں چکا چوند کر دیں اس کا اردو ترجمہ رسالہ

اشاعت اسلام

(۲ سالانہ) ماہواری لاہور سے شائع ہوتا ہے نیز دو ماہواری رسالوں میں ہر ماہ نو مسلمین و مسلمات و مبلغین کی تصاویر ہوتی ہیں

المشتہر مینیجر اسلامک ریویو و اشاعت اسلام۔ عزیز منزل نولکھا لاہور

براہین نیرہ حصہ اول (موسومہ بہ زندہ و کامل الہام) مصنفہ حضرت خواجہ کمال الدین صاحب

اسمیں دکھلایا گیا ہے کہ قرآن ایک خاتم اور ناطق الہامی کتاب ہے جسمیں تہذیب و تمدن کے کامل قوانین موجود ہیں۔ اس ضمن میں مصنف نے ایک کیمانہ بحث میں موجودہ تہذیب پر تنقیدی نگاہ ڈالی ہے۔ کل مذاہب دیگر کے عقاید اور اصولوں پر نہایت منطقی بحث کی گئی ہے ۱۲؍

اُم الالسنہ (موسومہ بہ زندہ و کامل الہامی زبان) مصنفہ حضرت خواجہ کمال الدین صاحب

یہ کتاب بالکل جدید تصنیف ہے اور جدید مضمون پر لکھی گئی ہے اپنی نوع کی پہلی کتاب اردو و انگریزی لٹریچر میں لکھی گئی ہے اسمیں یہ دکھلایا گیا ہے کہ عربی الہامی زبان ہے اور کل دنیا کی زبانیں اس زبان سے نکلی ہیں اور ابتدا میں سب ملکوں کے آبا و اجداد عربی الاصل تھے۔ یہ کتاب دیکھنے سے تعلق رکھتی ہے قیمت ۱۲؍

اُسوہ حسنہ (موسومہ بہ زندہ و کامل نبی)

اسمیں آنحضرت صلعم کا کامل نمونہ بحیثیت انسان کامل پیش کیا گیا ہے۔ یہ کتاب مقبولیت عام حاصل کر چکی ہے۔ اسکو پڑھ کر ماننے کے سوا چارہ نہیں رہتا۔ کہ محمد صلعم خاتم النبیین ہیں اور آئندہ کوئی کامل نبی ہو سکتا ہے تو آپ کی ذات پاک ہی کی تبعیت سے

المشتہر مینیجر اشاعت اسلام بک ڈپو عزیز منزل نولکھا لاہور

اسلامیہ پریس بکی دروازہ لاہور میں حافظ مظفر الدین کے اہتمام سے چھپوا کر خواجہ عبد الغنی مینیجر اشاعت اسلام لاہور نے شائع کیا

رجسٹرڈ ایل نمبر ۹۰۸

وَلْتَكُن مِّنكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ

رسالہ

اشاعت اسلام

اردو ترجمہ

اسلامک ریویو اینڈ مسلم انڈیا مجریہ لندن

زیر ادارت

خواجہ کمال الدین بی اے ایل ایل بی مبلغ اسلام

یہ کار ثواب ہے کہ آپ اِن رسالجات کی خریداری بڑھائیں کیونکہ انہیں رسالوں کی آمدنی بہت حد تک مسلم ووکنگ مشن کے اخراجات کی کفیل ہے۔ رسالہ ہذا کی دس ہزار اشاعت ووکنگ مشن کے ایک تہائی اخراجات کی ذمہ دار ہو سکتی ہے

جلد (۶) | بابت ماہ اکتوبر سنہ ۱۹۲۰ء | نمبر (۱۰)

فہرست مضامین

ضروری اعلان

تمام ترسیل زر متعلقہ رسالہ ہذا و اسلامک ریویو و امداد مسلم مشن ووکنگ بلاد غیر بنام فنانشل سکرٹری اشاعت اسلام بلاد غیر و ووکنگ مشن عزیز منزل لاہور اور باقی کل خط و کتابت رسالہ اشاعت اسلام عزیز منزل لاہور ہونی چاہیئے +

مینیجر رسالہ اشاعت اسلام

زکوٰۃ و صدقات کا بہترین مصرف

از روئے تعلیم قرآن اشاعت اسلام بھی مصرف زکوٰۃ ہے اگر آپ صرف رقم زکوٰۃ کو ان رسالوں کی مفت تقسیم پر اس اسلامی مشن کی دیگر ضروریات پر خرچ کریں۔ تو آپ اپنے فرض سے سبکدوش ہونگے + مینیجر

اسلام کی سخت احتیاج

اس وقت یہ ہے کہ اسکی اصل تعلیم کو بلاد غربیہ کے کونوں میں پہنچایا جائے۔ اور اس کے چہرے پر سے ان بدنما داغوں کو دور کیا جائے جو پادریوں کی افترا کا نتیجہ ہیں مسلمانو اس کام میں ہماری مدد کرو + مینیجر

مسلم بک سوسائٹی کی اردو کتب زیر طبع

(۱) دنیا کے مشہور شہداء ثلاثہ مصنفہ شیخ منیر حسین صاحب قدوائی
(۲) مذہب اور جنگ مصنفہ جناب محمد مارمیڈیوک پکتھال صاحب
(۳) اذیات عالم کا مذہب " حضرت خواجہ صاحب
(۴) مطالعۂ اسلام " "
(۵) باطنیات اسلام " "
(۶) مکمل مجموعہ لیکچر اسلام " "
(۷) رد تناسخ "
(۸) اسلام اور علوم جدیدہ (۹) اسلام میں کوئی فرقہ نہیں

نوٹ مندرجہ بالا کتب کے ... منظور ... احباب اپنا نام درج ... تاکہ ... انکو کتب ... بھیجی جا سکیں

مقام حدیث

نتیجہ تصنیف حضرت مولوی محمد علی صاحب ایم اے ایل ایل بی
مترجم ترجمۃ القرآن

کی ڈیڑھ سو صفحہ پر ختم ہوئی ہے۔ جو جلد میں شائع ہوئی ہے نہایت قابل قدر تصنیف ہے۔ جسمیں اہل قرآن کا مدلل اور فیصلہ کن جواب ہے۔ علاوہ ضرورت حدیث کے صداقت حدیث۔ جمع حدیث اور تنقید حدیث پر مفصل مضامین ہیں۔ ہر ایک شخص جس کو آنحضرت صلعم کے اقوال کے ساتھ محبت اور تعشق منظور ہے کم از کم ایک کاپی ضرور خرید فرمائے ۔ قیمت ۸/

درخواستیں بنام خواجہ عبد الغنی مینیجر مسلم بک سوسائٹی عزیز منزل لاہور آنی چاہئیں

Eid-ul-Fitr Prayers.

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

اشاعت اسلام

ترجمہ اُردو اسلامک ریویو اینڈ مسلم انڈیا مجریہ لندن

جلد (۶) ـــ بابت ماہ اکتوبر سنہ ۱۹۲۰ء ـــ نمبر (۱۰)

شذرات

اِس ماہ کے رسالہ کے ساتھ نماز عید الفطر کے دو فوٹو شائع کئے جاتے ہیں جو ۱۷ اجون سنہ ۱۹۲۰ء بروز جمعرات مسجد ووکنگ میں پڑھی گئی ۔ اور جسمیں مقتدیوں اور زائرین کی تعداد تین صد کے لگ بھگ تھی ۔ سابقہ رسالہ ستمبر ۱۹۲۰ء میں اِس سعید تقریب کی مفصل روئداد نذر ناظرین کرام کیجا چکی ہے ۔ چونکہ فوٹو رسالہ کی اشاعت کے بعد ووکنگ آفس سے ہمیں موصول ہوئے اس لئے سابقہ رسالہ میں فقط روئداد کے شائع کر دینے پر ہی اکتفا کیا گیا ۔ اس رسالہ میں پہلی فوٹو میں جناب مولوی مصطفیٰ خان صاحب بی اے امام مسجد ووکنگ کی اقتدا میں مقتدی بحالت رکوع نظر آتے ہیں ۔ اور دوسری فوٹو میں سجدہ کا دلکش منظر کمال درجہ عجز اور انکساری کا اظہار کر رہا ہے اس کے علاوہ دو اور فوٹو بھی ہمیں ووکنگ آفس سے موصول ہوئی ہیں جو انشاء اللہ تعالیٰ آئندہ کی اشاعت میں شائع کر دیئے جائینگے +

حضرت خواجہ صاحب آجکل برہما میں تشریف رکھتے ہیں ۔ آپ کی صحبت میں بفضل ایزدی نمایاں

ترقی ہے۔ حال ہی میں آپ نے ایک بسیط و شاندار لیکچر بدھ مذہب والوں کی استدعا پر فلسفہ اسلام پر رنگون میں دیا۔ جو رنگون کے مشہور و معروف انگریزی اخبار رنگون میل میں شائع ہوا ہے اس کے علاوہ رنگون میل کے قابلقدر مدیر سے ایک لنچ کی تقریب پر جو مکالمہ حضرت حاجی صاحب سے ہوا ہے وہ بھی نہایت دلچسپ ہے انشاء اللہ تعالیٰ یہ ہر دو دلچسپ مضامین کا ترجمہ کسی آیندہ کی اشاعت میں ناظرین کرام کی تفنن طبع کیلئے شائع کر دیا جاویگا +

بہت سے بے بنیاد الزامات میں سے جو اسلام پر لگائے جاتے ہیں ایک یہ بھی ہے کہ مستورات کو اسلامی دنیا میں ایک ذلیل حیثیت دی گئی ہے۔ چنانچہ دہلی کے اخبار ڈیلی نیوز میں ایک نامہ نگار اسی الزام کو ان الفاظ میں دہراتا ہے۔

"مصری طرز زندگی کا وہ پہلو جو مستورات کے تمدنی حالات اور ان کے متعلق مذہبی ہدایات سے تعلق رکھتا ہے بہت سے معاملات پر روشنی ڈالتا ہے۔ مصری عورت ایک لدو جانور کی طرح ہے اس کی مثال اونٹنی یا گدھی سے دی جا سکتی ہے۔ بیوی کو اس جگہ طلاق دینے کا حق شوہر کو ہر وقت حاصل ہے۔ اس کی کوئی حیثیت ہی نہیں خواہ وہ اپنے خاوند کی حسب دستور ایک ہی بیوی کیوں نہ ہو اسے ذلیل سمجھا جاتا ہے ورنہ وہ ایک رنگ میں اپنے خاوند کی جائداد بلا شرکت غیرے ہے۔ جب وہ گھر سے باہر جاتی ہے تو وہ منہ پر نقاب ڈال لیتی ہے۔ ان کے گھر بھی بالعموم کچی اینٹوں کے بنے ہوئے اسی قسم کی کٹیا کی طرح ہوتے ہیں۔ ان کا لباس اکثر سیاہ ہوتا ہے۔ اور ان کی صورت سے اداسی اور رنج ٹپکتا ہے اور حقیقت میں مصری زندگی کا یہ ایک تاریک پہلو ہے لیکن اس کی تہ میں تاریخی واقعات ہیں اور افسوس اس امر کا بھی ہے کہ قرآن نے بھی مستورات کو اسی حیثیت میں رکھنے کا حکم دے رکھا ہے"۔

مضمون بالا کے پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ نامہ نگار کو نہ تو قرآن شریف سے اور اسلامی قواعد سے ذرا بھی واقفیت ہے۔ ورنہ وہ ایسی کتاب کے خلاف اس قسم کا فتویٰ دینے کی جرات نہ کرتا جس نے مستورات کا پایہ بلند کرنے میں بہت کچھ حصہ لیا ہے قرآن مجید ہی نے عورت کی میراث کا حق قائم کر دیا ہے۔ اور اسے مرد کے لئے بمنزلہ لباس قرار دیا ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ مرد جس طرح اپنے لباس کا خاص خیال رکھتے ہیں۔ اسی طرح مستورات کے ساتھ بھی

احتیاط سے اور خصوصیت کے ساتھ سلوک کریں۔ اور شائستگی کا برتاؤ ان سے کریں۔ اس سے بڑھ کر اسلام نے ہمیں بتلایا ہے کہ رُوحانیات میں عورت اور مرد برابر حصّہ لے سکتے ہیں! اور ہم پر یہ بھی ظاہر کیا ہے کہ خدا کی طرف سے مستورات کو بھی الہام ہوتا رہا ہے حضرت رسُول کریم صلعم ہمیشہ مستورات کا احترام کرتے تھے۔ چنانچہ آپؐ نے ایک دفعہ اپنی دایہ ہی کی سفارش پر اسیران جنگ کو بلا کسی شرط کے رہا کر دیا تھا۔ آپؐ کا اپنی بیویوں کے ساتھ ایسا نیک سلوک تھا کہ جب کبھی ان میں سے کوئی آپؐ کے پاس مسجد میں تشریف لاتیں تو آپؐ اُنکی تعظیم کے لئے کھڑے ہو جاتے لیکن تعجب ہے کہ باوجود اس قسم کی باتوں کے لوگ پھر بھی مسلمانوں پر الزام لگانے کی جرأت کرتے ہیں کہ وہ مستورات کے ساتھ حسن سلوک سے پیش نہیں آتے۔

یہاں ہم ذرہ مقابلہ کے طور پر بتلانا چاہتے ہیں کہ عیسائیت نے مستورات کو کس قسم کی حیثیت دے رکھی ہے۔ اس مذہب کی رُو سے عورت ہی کی وجہ سے گناہ پیدا ہؤا اور نسل انسانی کے گناہوں کا سرچشمہ اسی کو قرار دیا گیا ہے۔ کیا اس قسم کے خیالات سے عورت کی عزت افزائی ہوتی ہے یا اُسے ذلیل سمجھا جاتا ہے! پھر ہم دیکھتے ہیں کہ یسوع مسیح اپنی والدہ سے نہایت درشتی کے ساتھ پیش آئے۔ اور ان سے کہا کہ "اے عورت میرا تجھ سے کوئی سروکار نہیں" کیا اسی انداز گفتگو کا نام شائستگی ہے؟

بہتر ہوتا کہ عیسائی مصنف اپنے گریبان میں مُنہ ڈالتے! اور قرآنی تعلیم پر نکتہ چینی کرنے کی بجائے اپنی مقدس انجیل ہی کا مطالعہ کرتے +

---

۱۶ مئی کے اخبار سنڈے پکٹوریل میں ایک نامہ نگار نے "عیسائیت کے احسان تہذیب" کے عنوان سے ایک مضمون لکھا ہے اور اپنے خیالات کی تائید میں یوں گویا ہوا ہے :۔

"کیا انجیل نے کامیابی حاصل نہیں کی؟ لوگ کہتے ہیں کہ یہ ناکام رہی ہے"۔ لوگوں کا یہ خیال ہے کہ گذشتہ پانچسال کے واقعات نے دنیا پر ثابت کر دیا ہے کہ انجیل کے تمام دعاوی باطل ہیں۔ اور اس کے ثبوت میں وہ بڑے فخر و ثوق سے یہ بات پیش کرتے ہیں ۔ کہ گرجوں میں بہت لوگوں نے جانا چھوڑ دیا ہے" + اور

"وہ یہ بھی دعویٰ کرتے ہیں کہ آیندہ نسل میں لوگ اور بھی گرجا سے متنفر ہو جائینگے گویا عیسائیت آہستہ آہستہ اپنا اثر کھو رہی ہے" +

"لیکن تعجب تو یہ ہے کہ جن لوگوں کا یہ مایوس کن خیال ہے انہیں سے اکثر خود عیسائی ہی ہیں میری اپنی رائے تو یہ ہے کہ عیسائیت قبول کرنے سے ممکن نہیں کہ کسی قسم کا مایوسی کا خیال دل میں پیدا ہو لیکن جن کے دل میں اس قسم کے خیالات موجود ہیں وہ خود گویا اس امر کا اقرار کرتے ہیں کہ ان کا عیسائیت کی صداقت اور اصلیت پر اعتقاد نہیں" +

"یہ کہنا تو آسان ہے کہ عیسائیت نے اپنا پورا کام نہیں کیا لیکن بجائے مستقبل کی طرف نظر دوڑانے کے ہمیں ماضی کی طرف دیکھنا چاہئے اور جب ہم اسکی کامیابیوں کا شمار کریں گے تو ہمیں بجائے مایوسی کے آئندہ کے لئے کامیابی کی امید بندھ جائیگی" لیکن ہمیں اس قسم کا خیال رکھنا چاہئے +

"جیسا کہ لندن کے بشپ کا یہ قول ہے کہ اسبات پر ہمیں حیرت نہیں کہ عیسائیت نے بہت تھوڑا کام کیا ہے بلکہ حیرت تو اسبات پر ہے کہ اس نے بہت بڑا کام کیا ہے" +

"میں وثوق سے کہتا ہوں کہ عیسائیت کا اثر دنیا پر جسقدر ہوا ہے اس کا اندازہ ان لوگوں کی تعداد سے جو ہمیں داخل ہیں ایسی اچھی طرح نہیں ہو سکتا جس طرح اس رائے سے ہو سکتا ہے جو عام لوگوں کی اس کے متعلق ہے" +

"اور میں بلا تامل کہہ سکتا ہوں کہ عیسائی قوم کی رائے تمام بڑے بڑے امور میں بالعموم نہایت ثقہ ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آج سے پچاس یا سو سال بیشتر وہ ایسے ترقی یافتہ نہ تھی اور یہ سب کچھ انجیل ہی کی وجہ سے ہوا ہے" +

"پھر تاریخ ہمیں بتلاتی ہے کہ عیسائی قوموں نے برابر ترقی کی راہ پر قدم مارا ہے اور آجکل جو بڑی بڑی قومیں نظر آرہی ہیں ان کی عظمت کی بنیاد اس زمانہ میں رکھی گئی تھی جبکہ عیسائیت کے نصب العین کے متعلق بڑی عمدہ اور اعلیٰ رائے قائم تھی" +

تمام مشرقی قومیں ترقی کی راہ میں پیچھے رہ گئی ہیں سواء جاپان کے جس نے جب سے وہ جاگا ہے عیسائی اخلاق اور طرز عمل سے بہت کچھ سیکھا ہے" +

"موجودہ جمہوریت کا خیال پہاڑی والے وعظ کے نصب العین سے اسقدر رنگا ہوا ہے کہ ہم خود اس کا اندازہ نہیں لگا سکتے۔ انجیل نہایت خاموشی کے ساتھ اپنا کام کر رہی ہے۔ اور خلق اللہ کو اُٹھا رہی ہے"

"اور دیکھ رہے ہیں کہ عوام میں بحیثیت مجموعی دلچسپی پیدا کرنے سے انفرادی مفاد حاصل ہو سکتے ہیں" +

نامہ نگار عیسائیت کی حمایت میں اس قدر منہمک ہو گیا ہے کہ اسے اپنی غلط بیانی کا خیال تک نہیں رہا۔ اس کا دعویٰ ہے کہ موجودہ تہذیب عیسائیت کی ممنون ہے اور اسکے ثبوت میں وہ پہاڑی والا وعظ پیش کرتا ہے لیکن جس شخص کی نظر انجیل پر ہے۔ اور جس نے موجودہ زمانہ کی رفتار کو بغور دیکھا ہے وہ اس استدلال کو نہایت ہی لغو اور کمزور خیال کریگا +

موجودہ جمہوری سلطنتیں ابھی ابھی پانچ سال تک جنگ میں مصروف رہکر مظفر و منصور ہوئی ہیں۔ انہیں سلطنتوں نے کئی یار معاہدے تحریر کئے۔ اور ان میں سے ایک کی شرائط ابھی طے نہیں ہوئیں۔ کیا نامہ نگار صاحب یہ کہ سکتے ہیں کہ ان سلطنتوں نے پہاڑی والے وعظ کی تعلیم پر عمل کیا ہے۔ کیا انہوں نے اس خطبہ کے احکام کے خلاف جنگ نہیں کی۔ اور کیا مغلوب دشمنوں کے سامنے شرائط پیش کرنے میں اس خطبہ کی خلاف ورزی نہیں کی گئی پہاڑی والے وعظ میں لکھا ہے کہ

(۱) میں تمہیں کہتا ہوں کہ بدی کا مقابلہ نہ کرو۔ بلکہ جو تمہاری دائیں گال پر دھپڑ مارے تم بائیں گال بھی اس کے سامنے کردو۔

(۲) اگر کوئی تمہیں کچہری میں کھینچے اور تمہارا کوٹ لیجائے تو تم اپنا جبہ بھی اُسے دیدو +

ہم پوچھتے ہیں۔ کہ آیا عیسائی سلطنتوں نے عیسائی مذہب کی تعلیم پر عمل کیا ہے اگر وہ ایسا کرتے تو لڑائی ہرگز نہ ہوتی۔ اور نہ وہ ایجادیں دیکھنے میں آتیں جو جنگ کی وجہ سے ہوئیں۔ ممکن تھا کہ آیندہ پچاس سال کے عرصہ میں بھی ہوائی جہازوں کا علم اس کمال تک نہ پہنچتا جو گذشتہ پانچ سال میں اُسے حاصل ہوا ہے۔ مسیحی تعلیم تو یہ چاہتی ہے کہ جرمن فوجوں کو نہ صرف بلجیم پر قبضہ کرنے کی اجازت دیجاتی بلکہ فرانس میں اور آخر ساحل انگلستان پر بھی انکا خیر مقدم

کیا جاتا ۔ مارک کے پاپائے اعظم نے کہا ہے کہ اس جنگ سے عیسائیت کا زوال معلوم ہوتا ہے اور مسٹر اوں بڑی کے نزدیک بھی مذہب کی کمزوری کا نشان یہی جنگ ہے +

اور پھر ہم دیکھتے ہیں کہ سلطنت انگلشیہ اسبات پر تلی ہوئی ہے کہ مغلوب دشمنوں کو سزا بھی دیجائے ۔ چنانچہ وزیر اعظم نے خلافت وفد کو اسی قسم کا جواب صاف الفاظ میں دیا ہے ۔ ہم نامہ نگار سے پوچھتے ہیں کہ کیا مسیحی تعلیم اسی قسم کی پالیسی اور طرز عمل سکھلاتی ہے ؟ لیکن اصل بات تو یہ ہے کہ کلیسا کی تعلیم اس قابل نہیں کہ موجودہ زمانہ کی جدید طاقتوں پر قابو پا سکے ! اقوام یورپ اب ترقی اس وجہ سے کر رہی ہیں کہ انہوں نے جہانتک کہ عملی زندگی کی حد ہے عیسائیت کو چھوڑ رکھا ہے ۔ پس اس سے صاف ظاہر ہے کہ تہذیب کسی رنگ میں بھی عیسائیت کی ممنون و مشکور نہیں بلکہ برعکس اس کے عیسائیت خود حکومت کی مشکور ہے ۔ کیونکہ خوش قسمتی سے حکومت نے اس مذہب کو اختیار کر رکھا ہے +

"کیا خوب سودا نقد ہے اس ہاتھ دے اُس ہاتھ لے"

عیسائی مشنری غور کریں

دین عیسوی کے حامی ۔ جنہوں نے اسکی تائید کا ٹھیکہ لے رکھا ہے اسبات کو ضروری سمجھتے ہیں کہ دوسرے مذاہب کے عیوب اور نقائص صحیح یا غلط دریافت کر کے ان پر نکتہ چینی کیجائے لیکن افسوس ہے کہ وہ اپنے مذہب کی حمایت کے لئے کسی قسم کی کوشش نہیں کرتے ۔ اس کا نتیجہ یہ ہو رہا ہے کہ ایک طرف تو مشنری لوگ دوسرے مذاہب کے مقدس رہبروں کو گالیاں دے کر اور طرح طرح کے طعن و تشنیع سے کام لے کر لوگوں کو عیسائی بنانے کی بیفائدہ کوشش کر رہے ہیں لیکن دوسری طرف ان کے اپنے گھر ہی میں تعلیمیافتہ اور آزاد خیال اشخاص کی ایک بڑی جماعت قائم ہو گئی ہے جنہوں نے یہ دیکھ کر کہ عیسائیت اور اس کے بانی کے خلاف جسقدر اعتراضات کی بوچھاڑ ہو رہی ہے وہ صحیح ہیں اور انکی تردید ہو نہیں سکتی ۔ اپنے آباؤ اجداد کے دین ہی کو چھوڑ دیا ہے اس کے

ذمہ دار وہ عیسائی ہیں جن کا پیشہ وعظ کرنا ہے۔ وہ جناب مسیح کی بُردباری کے متعلق اس تعلیم کو کہ اگر کوئی شخص تمہاری دائیں گال پر دھپڑ مارے تو بائیں گال بھی آگے کر دو ہر وقت پیش کرتے ہیں۔ اور اسکی طرف گلا پھاڑ پھاڑ کر توجہ دلاتے ہیں لیکن ان کا طرز عمل بالکل اس کے خلاف ہے۔ اور جب تک وہ اپنے مخالف کے دونوں گالوں پر دھپڑ نہ مار لیں انہیں آرام نہیں آتا۔ بلکہ اس سے بڑھ کر قدم مارتے ہیں گال پر دھپڑ مارنا تو کجا وہ اپنے مخالف کی دل آزاری کو بھی لازمی اور ضروری خیال کرتے ہیں۔ اس کے مقدس بانی مذہب کو نہایت ہی بدزبانی سے یاد کرتے ہیں اور اس کے خلاف جھوٹی شہادت بھی پیش کرکے نہایت ہی شرمناک فعل کا ارتکاب کرتے ہیں۔ مگر اس قسم کی کارروائی کوئی نیک نتیجہ پیدا نہیں کرسکتی۔ اور حقیقی کامیابی کا مُنہ کبھی دیکھنے نہ دیگی۔ اور جو بیج یہ مشنری صاحبان بو رہے ہیں۔ اس سے یقیناً کڑوا پھل پیدا ہوگا۔ جو شخص دوسروں پر پتھر پھینکے اُسے یہ دیکھ لینا چاہئے کہ مبادا اس کا سر بھی اس پتھر سے تو نہیں پھوڑا جائیگا۔ جو اس کے دشمن کے ہاتھ میں ہے اور اس کے اپنے پتھر سے بہت بھاری ہے۔ جو شخص اپنے بھائی کی آنکھ میں تنکا دیکھتا ہے لیکن اپنی آنکھ میں شہتیر کا خیال تک نہیں کرتا۔ وہ منافق ہے۔ اور کوئی بھی اس شخص سے زیادہ تر بیوقوف نہیں ہوسکتا۔ جو خود تو گھٹنوں تک گند میں پھنسا ہو۔ اور دوسروں کو جو صاف فرش پر کھڑے ہیں گندگی میں ہونے کا الزام دے۔ مذہب میں اس قسم کی باتیں اسی طرح باہمی فساد اور عناد پیدا کرتی ہیں جسطرح کہ لوگوں میں دنیاوی امور کے متعلق ہوتے ہیں لیکن کیا مذہب کی غرض و غایت یہی ہونا چاہئے۔ مذہب اسی حد تک مذہب کہلانے کا حق رکھتا ہے جس حد تک کہ اس کے متعلق تمام امُور دیانت۔ راستبازی اور تحمل سے سرانجام پائیں۔ مگر عیسائی مشنری بجائے اس کے رات دن جائز و ناجائز وسائل ڈھونڈ کر۔ دھوکہ فریب جھوٹھ جعل کو کام میں لاکر۔ الہامی کتب کو بگاڑ کر اور مصنوعی الہامی کتابیں تیار کرکے۔ اور صاف اور صحیح الفاظ کے معنے الٹ پلٹ کرکے مسیح کے سوا تمام مقدس پیغمبروں کو خطاکار اور گنہگار بتلاتے ہیں۔ گویا اس طرح یسوع کو بیگناہ ثابت کرکے اُسے شفیع اور خدائی کا دعویدار

ٹھیراتے ہیں لیکن لطف یہ ہے کہ مسیح کو دوسروں پر الزام لگا کر بری نہیں کر سکتے۔ اگر قرآن شریف جناب مسیح اور انکی والدہ کی عزت و عظمت کا ذکر نہ کرتا تو یورپ کے نوری تھنکر (آزاد خیالوں) کیطرح کروڑہا مسلمانوں کے پاس صرف انجیلوں کی بنیاد اور سند پر یہودیوں کی ان کتابوں پر شک و شبہ کرنیکی کوئی وجہ نہ ہوتی جنہیں نا صرف نبی اور انکی ماں کے خلاف بہت کچھ لکھا ہے۔ ان سخت اعتراضات کی وجہ سے ان دونوں کے خلاف اٹھائے گئے ہیں معقولیت کا سوال نہایت پیچیدہ ہو گیا ہے۔ اور یہ سب باتیں ہیں کہ حضرت آدم سے لیکر آجتک کوئی بھی ایسا مصلح یا پیغمبر پیدا نہیں ہوا جس کی تمام زندگی کے متعلق پیدا ہونے سے موت تک اعتراضات کا نا نتانہ بندھا ہو۔ مگر عیسائی صاحبان فرض کر لیتے ہیں کہ یہ سب اعتراضات جھوٹے ہیں اور ان کو رد کرنے کی کوئی بھی کوشش نہیں کرتے۔ اپنے اعتقاد کی وجہ سے عقل کو خیرباد کہکر ان کمزوریوں اور نقائص پر پردہ ڈال دیتے ہیں جو ان کے تسلیم کردہ بزرگوں اور مقدسوں میں بتلائی جاتی ہیں۔ مسلمان بھی جناب مسیح اور انکی والدہ کو بیگناہ اور معصوم تسلیم کرتے ہیں۔ لیکن ان کا یہی اعتقاد دوسرے پیغمبروں کے متعلق بھی ہے جنہیں وہ اعتقاداً معصوم جانتے ہیں۔ کیونکہ قرآن شریف کی تعلیم یہی ہے۔ اور اس تعلیم پر ان کا ایمان ہے +

شکریۂ معاونین

گذشتہ دو ماہ میں مندرجہ ذیل حضرات نے رسالہ اشاعت اسلام کی توسیع اشاعت میں ہمارا ہاتھ بٹایا۔ اللہ تعالیٰ انکو اس دینی خدمت کا اجر جزیل عطا فرمائے۔ خادم مینجر

(۱) جناب محمد مظہر صاحب ڈیرو گڈھ
(۲) " سید نور حسین صاحب پرشین گلف
(۳) " احمد دین صاحب پیر پائی
(۴) جناب منشی محمد دین صاحب راولپنڈی
(۵) " عبد الکریم صاحب نظام پور (چراٹ)
(۶) ڈاکٹر محمد عبد الغفار صاحب مدراس
(۷) جناب مولوی غلام حسین صاحب گوجرانوالہ
(۸) " حاجی محی الدین صاحب رائے پور
(۹) " ایچ آئی حسن صاحب مالدیو آئیلینڈ
(۱۰) ڈاکٹر نظام الدین صاحب ڈونا کنڈا
(۱۱) ملک بروز خاں صاحب سرگودھا
(۱۲) جناب مصباح حسن صاحب بنگلور (باقی آئندہ)

Eid-ul-Prayers :—Prostration.

ثابت قدمی اور قربانی

(از قلم جناب مولانا محمد مارمیڈیوک پکتھال صاحب)

یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اسْتَعِیْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوۃِ اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الصّٰبِرِیْنَ ۝ وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ یُّقْتَلُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اَمْوَاتٌ بَلْ اَحْیَآءٌ وَّلٰکِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ ۝ وَلَنَبْلُوَنَّکُمْ بِشَیْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَالْاَنْفُسِ وَالثَّمَرَاتِ وَبَشِّرِ الصّٰبِرِیْنَ الَّذِیْنَ اِذَآ اَصَابَتْھُمْ مُّصِیْبَۃٌ قَالُوْٓا اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ ۝ اُولٰٓئِکَ عَلَیْھِمْ صَلَوٰتٌ مِّنْ رَّبِّھِمْ وَرَحْمَۃٌ وَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْمُھْتَدُوْنَ ۝ (سورۃ البقرہ - رکوع ۱۹)

ترجمہ "مسلمانو! (تم کو کسی طرح کی مشکل پیش آئے تو اس کے مقابلے کے لئے صبر اور نماز سے مدد لو۔ بیشک اللہ صبر کرنیوالوں کا ساتھی ہے۔ اور جو لوگ اللہ کی راہ میں مارے جائیں اُن کو مرا ہوا نہ کہنا (وہ مرے نہیں) بلکہ زندہ ہیں۔ مگر (اُن کی زندگی کی حقیقت) تم نہیں سمجھتے۔ اور البتہ ہم تم کو تھوڑے سے خوف سے اور بھوک سے اور مال اور جان اور پیداوار (اراضی) کی کمی سے آزمائیں گے۔ اور (اے پیغمبر) صبر کرنے والوں کو (خوشنودیٔ خدا اور آسائش کی) خوشخبری سُنا دو۔ یہ لوگ جب ان پر مصیبت آپڑتی ہے۔ تو بول اُٹھتے ہیں کہ ہم تو اللہ ہی کے ہیں (ہم کو جس حال میں چاہے رکھے) اور ہم اُسی کی طرف لوٹ کر جانیوالے ہیں (تو وہ ہم کو صبر کا اجر دیگا) یہی لوگ ہیں جن پر ان کے پروردگار کی عنایت اور رحمت ہے۔ اور یہی راہ راست پر ہیں"

عربی لفظ صبر جس کے معنی اُردو میں بھی وہی ہیں۔ اصل میں "صبر اور ثابت قدمی" اور "استقلال" کے ملے جُلے معنے اپنے اندر رکھتا ہے۔ عام طور پر

لفظ صبر معمولی حالتوں میں استعمال ہوتا ہے۔ مگر عربی لفظ صبر مصیبتوں اور تکالیف میں ثابت قدمی دکھانے اور جمے رہنے کو ظاہر کرتا ہے مسلمان اللہ تعالیٰ کی راہ میں اور اسکی خاطر ثابت قدمی دکھانے سے بھی ویسی ہی قوت اور زیادتی ایمان حاصل کرتے ہیں جیسی کہ وہ اسکی عبادت اور پروردگاری کا خیال کرکے حاصل کرتے ہیں۔ یہ دونوں حالتیں اصل میں علت معلول کی طرح آپس میں بڑا نزدیک کا تعلق رکھتی ہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں استقلال اسباب کو پہلے چاہتا ہے۔ کہ ہم اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کی منشاء اور مقصد کے آگے کامل طور پر جھکا دیں جس کی تصدیق ہم ہر نماز میں کرتے ہیں +

ایک مسلمان کا صبر نہایت دیرپا اور مضبوط ہوتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں وہ نہایت جوش وخروش سے استقلال پر قائم رہتا ہے یا دوسرے لفظوں میں اس دنیا میں بدیوں کے مقابلے میں وہ نہایت ثابت قدمی دکھاتا ہے۔ اور صرف اتنا نہیں کہ کیونکہ یہ بدیاں خلاف ایمان ہیں اسلئے انکی مخالفت کرتی ہے یا مقاومت مجہولانہ دکھاتی ہے بلکہ جہاں بدی اور نیکی کے درمیان کوئی فیصلہ کن مقابلہ ہو وہاں یہ فرض ہے کہ لڑنے میں وہ اپنی جان تک سے دریغ نہ کرے +

كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ وَهُوَ كُرْهٌ لَّكُمْ ج وَعَسَىٰ أَن تَكْرَهُوا شَيْئًا وَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ج وَعَسَىٰ أَن تُحِبُّوا شَيْئًا وَهُوَ شَرٌّ لَّكُمْ وَاللَّهُ يَعْلَمُ وَأَنتُمْ لَا تَعْلَمُونَ (سورۃ البقرۃ رکوع ۲۶)

ترجمہ "مسلمانوں تم پر جہاد فرض کیا گیا ہے۔ اور وہ تم کو ناگوار بھی گذریگا۔ اور عجب نہیں کہ ایک چیز تم کو بری لگے۔ اور وہ تمہارے حق میں بہتر ہو۔ اور عجب نہیں کہ ایک چیز تم کو بھلی لگے اور وہ تمہارے حق میں بری ہو۔ اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے" +

ایک مسلمان کا صبر اور ثابت قدمی صرف جنگ اور لڑائی کو ہی اپنے اندر شامل نہیں کرتی بلکہ اس سے بھی سخت حالات پر حاوی ہے یعنی موت اور شکست

مگر حقیقت میں اسلام کو کبھی شکست نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ آخر کار حق اور سچائی کو ہی فتح نصیب ہوتی ہے +

وَعْدَ اللّٰهِ ۖ لَا يُخْلِفُ اللّٰهُ وَعْدَهٗ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝ يَعْلَمُوْنَ ظَاهِرًا مِّنَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَهُمْ عَنِ الْاٰخِرَةِ هُمْ غٰفِلُوْنَ ۝ (سورة الروم رکوع ۱)

ترجمہ ۔ یہ اللہ کا وعدہ ہے اور اللہ اپنے وعدے کے خلاف نہیں کیا کرتا۔ لیکن اکثر لوگ نہیں سمجھتے۔ (یہ لوگ بس) زندگی دنیا کے ظاہر (حال) کو سمجھتے ہیں۔ اور آخرت سے تو یہ لوگ بالکل ہی بیخبر ہیں۔ اور کیونکہ لوگ اس دنیاوی زندگی کی صرف ظاہری حالت کو دیکھتے ہیں۔ اسلئے وہ ان لوگوں کے متعلق جو کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں شہید ہوتے ہیں کہتے ہیں:۔ بیچارے مر گئے۔ ان کی بلند پرواز کرنیوالی اُمیدیں۔ اور اعلےٰ خیالات اب اُن کے کس کام آئیں گے؟ اور چاہے زمانہ مستقبل میں کبھی وہ امر جس کی خاطر وہ لڑے اور شہید ہوئے کامیاب اور فتحمند بھی ہو جائے۔ مگر اُن کو اس سے کیا فائدہ پہنچیگا؟ انہوں نے اس زندگی میں رنج و مصائب ہی برداشت کئے۔ اور آخر کار لڑکر مر گئے۔ انہوں نے اس دُنیا کی کوئی بھی خوشی نہ اُٹھائی۔ اب وہ مر بھی گئے +

یہانتک کہ شروع شروع کے بہت سے مسلمان بھی اسی طرح اپنی رائے زنی کرتے جب کبھی وہ اپنے عزیزوں کی لاشوں کو میدان جنگ میں پڑا پاتے تھے۔ کیونکہ ان کا خیال تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اس دنیا میں ان سے فتح کا وعدہ کیا ہوا ہے۔ ان میں سے ہر ایک فتح کا مزہ چکھیگا۔ اور یہ کہ لڑائی کے لائد اور قدرتی نتائج سے وہ ایک اعجازی طریقہ سے بچ جائیں گے اور کسی قسم کے رنج اور مصیبت کو نہ چکھیں گے۔ کیونکہ کچھ مدت پہلے ہی وہ بُت پرست تھے۔ اسلئے اس وقت کی اللہ تعالیٰ کی ہستی اور مدد کے ثبوت میں معجزے دیکھنے کی خواہش ابھی تک اُن کے دل سے کامل طور پر نہیں گئی تھی۔

گویا کہ سورج کا روزانہ طلوع اور غروب ہونا ۔ بادلوں کا آنا ۔ اور بارش کا برسنا ۔ درختوں اور پودوں کا پھلنا پھولنا اللہ تعالیٰ کی ہستی اور قدرت کی کافی دلیل نہیں ہے ۔ گویا کہ اللہ تعالیٰ ایک بڑی مثال اور معجزہ دکھا کر اپنے بندوں کو ایک ایسی بات کیلئے ہمت دلاتا اور ابھارنا چاہتا ہے جس کو کہ وہ اس کے قوانین کی کامل فرمانبرداری کر کے حاصل کر سکتے ہیں ۔ اور مزا یہ ہے ۔ کہ وہ عظیم الشان معجزہ بوجہ آسمانی یا غیر ارضی ہونے کے ان بندوں کی آیندہ رہنمائی اور ہدایت کے لئے بالکل نکما ثابت ہو گا ۔ انھوں نے اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم کو نہ پہچانا ۔ انھوں نے اس فانی زندگی کی صرف ظاہری ٹیپ ٹاپ کو ہی مدنظر رکھا ۔ چنانچہ جب اس دنیائے فانی میں ایک آدمی مارا جاتا ہے تو ہم کہتے ہیں "وہ ختم ہو گیا"

برادران ! اللہ تعالیٰ نے نے زمین اور آسمانوں کو کسی دل لگی کی خاطر پیدا نہیں کیا ۔ ہر ایک مخلوق میں کچھ نہ کچھ غرض و غایت پنہاں ہے ۔ اور ہم انسان جو کہ اسی تمام مخلوق میں سب سے زیادہ طاقت اور عقل اور فہم رکھتے ہیں ۔ اسکی اس دنیاوی حکومت میں اسی غرض و غایت کی خدمت کرنے پر مقرر کئے گئے ہیں ۔ اگر ہم اس غرض کو وفاداری اور دیانتداری سے پورا کریں تو ہم اس دنیا میں بھی اعلےٰ زندگی بسر کر سکتے ہیں ۔ اور اس کی مقدس منشا کی کامل اطاعت کر کے ہم اس خالق ارض و سما کی مدد اور سہارا حاصل کر سکتے ہیں ۔ اور اگر ہم اپنی خدمت اور عبادت نہایت صبر و استقلال سے بجا لائیں تو ہم محسوس کرتے ہیں ۔ کہ ایک عالمگیر اور زبردست طاقت ہے جو کہ ایک محافظ دوست کی طرح ہمیں سہارا دیئے ہوئے ہے ۔ اللہ تعالیٰ ہی ہے جو کہ تمام آسمانوں اور زمین کا حاکم ہے ۔ یہ اسی کی منشا کے ماتحت ہے ۔ کہ ہر چیز پیدا ہوتی نشو و نما پاتی ۔ اور اپنی غایت تک پہنچتی ہے ۔ ان لوگوں کا کیا حال ہے جنھوں نے اس دنیا میں اپنے آپ کو کامل طور پر اس کے آگے جھکا دیا ۔ قرآن شریف فرماتا ہے ۔ "یخرجھم من الظلمٰت الی النور" (یعنی اللہ تعالیٰ ان کو ظلمت اور گمراہی

سے نکال کر نور اور ہدایت کی طرف لیجاتا ہے) اَللّٰہُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ط (اللہ ہی کے نور سے آسمان اور زمین کی روشنی ہے) جبکہ بندہ کامل طور پر اپنے آپ کو اپنے پروردگار حقیقی کی مرضی پر چھوڑ دیتا ہے۔ اس وقت وہ حقیقت میں اس دنیاوی اور فانی حالت سے نکلکر روحانی اور ابدی حالت میں داخل ہو جاتا ہے۔ وَلَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ (نہ تو ان کو کسی قسم کا خوف ہوگا۔ اور نہ ہی وہ غم کھائیں گے)+

انسان کو جس چیز کا سب سے زیادہ خوف ہے وہ موت ہے۔ اور یہ موت کے ذریعے ہی ہے کہ انسان بڑے سے بڑا رنج اور غم اُٹھاتا ہے "وَلَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ" تم کس طرح اس آیت کو اس مفصلہ ذیل آیت سے تطبیق دے سکتے ہو۔ وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَیْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَالْاَنْفُسِ وَالثَّمَرٰتِ ؕ وَبَشِّرِ الصّٰبِرِیْنَ ۝ (اور البتہ ہم تم کو تھوڑے سے خوف سے اور بھوک سے اور مال اور جان اور پیداوار (اراضی) کی کمی سے آزمائیں گے اور صبر کرنیوالوں کو خوشخبری سُنادو) اور تم اس آیت کو اس حقیقت سے کسطرح ملا سکتے ہو کہ مسلمان بھی مرتے ہیں۔ اور دوسرے انسانوں کی طرح اکثر اوقات ان پر بھی نزع کی حالت طاری ہوتی۔ اور ویسی ہی جانکنی کی تکلیف ہوتی ہے۔ اس کا جواب اور تشریح اس مفصلہ ذیل آیت میں ہے۔ اَلَّذِیْنَ اِذَآ اَصَابَتْهُمْ مُّصِیْبَةٌ ۙ قَالُوْٓا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَیْهِ رٰجِعُوْنَ (یہ لوگ جب ان پر مصیبت آپڑتی ہی تو بول اُٹھتے ہیں۔ کہ ہم تو اللہ ہی کے ہیں۔ اور ہم اسی کی طرف لوٹ کر جانیوالے ہیں) اُولٰٓئِكَ عَلَیْهِمْ صَلَوٰتٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُوْنَ ۝ (یہی لوگ ہیں جن پر ان کے پروردگار کی عنایت اور رحمت ہے۔ اور یہی راہ راست پر ہیں)+

یہی حقیقتاً وہ لوگ ہیں جنہوں نے اس ہدایت اور رہنمائی کی وجہ سے جو کہ اللہ تعالیٰ نے ہم کو عطا فرمائی ہے دنیاوی معاملات کے گورکھ دھندے سے نکلکر

حیات جاودانی کو پالیا۔ یہی وہ لوگ ہیں جو کہ اس دنیاوی اور فانی زندگی کے مصائب مثلاً خوف و بھوک نقصان مال و جان سے بالکل نہیں گھبراتے۔ کیونکہ وہ اس دُنیا میں ایک ایسی روشنی کو محسوس کرتے ہیں۔ جس کا مخزن خود اللہ تعالیٰ ہے اور جو کہ زمینوں اور آسمانوں میں پھیلی ہوئی ہے۔ یہی وہ لوگ ہیں جو کہ استقلال اور ثابت قدمی دکھاتے ہیں۔ چاہے یہ زندہ رہیں یا مر جائیں ہر حالت میں ان کے لئے راحت اور خوشخبری ہے۔ کیونکہ وہ اللہ کے ہیں۔ اور اسی کی طرف جا رہے ہیں۔ گو یا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی عالمگیر اور ابدی غرض اور منشا کا ایک حصہ ہو گئے ہیں " یہ ہیں جنّت کے رہنے والے۔ اور اسمیں ہمیشہ ہمیشہ رہینگے " ولا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ اموات بل احیاءٌ ولکن لا تشعرون (اور جو لوگ اللہ کی راہ میں مارے جائیں ان کو مرا ہوا نہ کہنا بلکہ وہ زندہ ہیں۔ مگر (ان کی زندگی کی حقیقت) تم نہیں سمجھتے) +

برادران۔ یہ انتخاب ہم میں سے ہر ایک کے در پیش ہے کس کو چنیں۔ اللہ کے راستے کو یا دوسرے کو؟ اللہ کا راستہ کونسا ہے؟ کیا وہ مقابلہ نہ کرنے کا نام ہے؟ یا اس دنیا میں عیش و آرام حاصل کرنے کا۔ نہیں۔ بلکہ وہ جان بوجھ کر ابدی اور رُوحانی زندگی کو اس دنیاوی اور فانی زندگی پر ترجیح دینے کا نام ہے۔ اور وہ نیکی اور پرہیزگاری کی خاطر ان تھک کوششوں اور استقلال اور ثابت قدمی دکھانے سے حاصل ہوتی ہے۔ اور اس کیلئے اللہ تعالےٰ کے وحی شدہ احکام پر عمل درآمد کرنا ضروری ہے۔ اور ان احکام میں سے ایک حکم اللہ کی راہ میں جنگ کرنا بھی ہے۔ یعنی جس وقت ضرورت پڑے تو کمزوروں اور مظلوموں کو بچانے اور بے انصافی سے محفوظ رکھنے کے لئے جنگ کرنا چاہئے۔ مگر بعض طبائع اس پر اعتراض کرینگی۔ کہ اگر ہم لڑے۔ تو یہ ممکن ہے کہ ہم مارے جائیں۔ سو اس حالت میں ہماری تمام کوششیں اور نفع رسانی

خاک میں ملجائینگی"۔ بعض لوگ اپنی دُنیاوی زندگی کو جہانتک ممکن ہے طول دینے کی کوشش کرتے ہیں۔ مگر چاہے کچھ بھی ہو وہ لامتناہی تو ہو نہیں سکتی۔ آخر اس کا کبھی نہ کبھی خاتمہ ہو گا۔ یہ لوگ خوف اور بھوک اور نقصان مال و جان و ثمرات وغیرہ سے بہت جلد سہم جاتے ہیں۔ کیونکہ یہ عیش پرستی اور آرام کی زندگی کو چاہتے ہیں۔ اور اس دنیا کو چاہتے ہیں جو کہ اگر الٰہی مصلحت کو اس سے الگ کر لیا جائے تو کچھ قیمت بھی نہیں رکھتی۔ مگر وہ لوگ جو کہ اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کی ملکیت سمجھتے ہیں۔ اور یہ جانتے ہیں کہ ہم نے اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے راستے کو اختیار کرتے ہیں۔ تم پر مصائب آئینگے نا اُمیدی اور یاس کی گھٹائیں تمہیں چاروں طرف سے گھیر لینگی تمہیں ناکامیوں کا مُنہ دیکھنا پڑیگا۔ یہ ممکن ہے کہ تم اللہ کے راستے میں مارے بھی جاؤ۔ مگر اگر تم ثابت قدم رہے اور دُعاؤں سے مدد لیتے رہے تو یاد رکھو کہ چاہے کچھ بھی ہو تم پر انشاء اللہ تعالیٰ کسی قسم کا غم اور خوف نہیں آئیگا۔ لاخوف علیہم ولاھم یحزنون۔ مگر وہ لوگ جو کہ عیش پرست ہیں۔ وہ ہمیشہ رنج و غم کھاتے رہتے ہیں۔ ہر تکلیف سے وہ گھبراتے ہیں۔ اور موت کا خیال ان کی زندگی کو ہمیشہ تلخ بنائے رکھتا ہے +

ایک جرمن فلاسفر اس ظاہرا دُنیاوی زندگی کا مشاہدہ کر کے لکھتا ہے "خطرے کی اور پُر از تکالیف زندگی بسر کرو" اللہ کی راہ میں خطروں کی پرواہ نہ کرو اور پُر از مصائب زندگی سے بالکل مت گھبراؤ" یہ ہی ایک مدمغ انسان کا مقولہ ہونا چاہئیے جو کہ کسی آئندہ زندگی پر بھی یقین رکھتا ہو۔ نفسانی خواہشات کے [illegible] کی نسبت اللہ تعالیٰ کی راہ میں مصیبتیں اور دُکھ اٹھانا کہیں بہتر ہے۔ اور داقعی یہ بہتر ہے۔ کیونکہ جو لوگ ایسی زندگی برداشت کرتے ہیں۔ ان کی زندگی نہایت متحمل اور پُر از سرور ہوتی ہے۔ کیونکہ یہ آخر میں ابدی زندگی سے جا ملتی ہے۔ اسلئے یہ فنا نہیں ہوتی۔ ہر وہ چیز جو کہ پیدا ہوئی ہے۔ وہ ایکدن فنا ہو جائیگی

اور قبر میں جا پڑیگی۔ مگر جو نیک اعمال اُن کے ہاتھوں نے کما کر آگے بھیجدیئے وہ اور ان کی رُوحیں ہی صرف دو چیزیں ہیں جو کہ ضائع ہونے سے بچ رہیں گی۔ ان چیزوں کو زمین سے کوئی تعلق نہیں۔ بلکہ اُن کا تعلق خدا سے ہے۔ اور اسی کی طرف لوٹ کر جانیوالی ہیں +

مذہب اسلام میں جنگ بذات خود کوئی قابل اعتراض بات نہیں ہے مگر مسلمانوں کو کسی خود غرضانہ پالیسی یا بے انصافی اور ظلم کی خاطر جنگ کرنے سے منع کیا گیا ہے۔ یہ بات خلاف قیاس ہے کہ کوئی مسلمان چاہے کیسی ہی حیثیت اور خیالات کا کیوں نہ ہو کسی مخالف کے ساتھ ملکر اسلام کی تباہی کا باعث بنے۔ اس موجودہ جنگ یورپ میں جو کہ ابھی مشکل سے ہی ختم ہوئی ہے۔ نیکی اور بدی کے درمیاں کوئی خاص امتیاز نہ تھا۔ دونوں فریق ایک حد تک حق پر بھی تھے اور غلطی پر بھی۔ اگرچہ اتحادیوں کے معاون بہت سے مسلمان تھے۔ مگر جرمنی کی ہم پہلو ایک مشہور اسلامی سلطنت تھی۔ اتحادیوں نے مسلمانوں کو یقین دلایا تھا۔ کہ وہ مذہب اسلام کو نظر استحسان سے دیکھتے ہیں۔ اور یہ کہ مذہب کو اس جنگ میں کوئی دخل نہیں۔ اور کسی مسلمانی سلطنت کو کسی قسم کا گزند نہ پہنچیگا چنانچہ مسلمانوں کو یقین آگیا۔ کہ وہ کمزوروں اور مظلوموں کی حمایت میں ظلم کے برخلاف جنگ کر رہے ہیں ایسا تاثر تھا کبھی خواب و خیال بھی نہیں آیا کہ حقیقت میں وہ عیسائی سلطنتوں کی طمع اور لالچ پورا کرنے کی خاطر لڑ رہے ہیں۔ بلکہ سچ پوچھو تو اسلام کی بیخکنی کی کوشش کر رہے ہیں۔ چنانچہ پچھلے بدھ کے دن انگلستان کے وزیر اعظم نے جنرل ایلن بی کو فلسطین کی فتح کی مبارکباد دیتے ہوئے مفصلہ ذیل تقریر کی +

"جنرل ایلنبی کا نام ایک ایسے عظیم الشان اور ماہر فن سپہ سالار کی حیثیت سے دنیا میں شُہرہ آفاق رہیگا جو کہ سب سے آخری اور عظیم الشان صلیبی لڑائی لڑا۔ اور فتح کا سہرا باندھے ہوئے واپس لوٹا۔ یہ اسکی نہایت خوش قسمتی تھی کہ اپنی

قابلیت کی وجہ سے اس نے ایک ایسی مہم کو بخیر وخوبی سر کیا جس کی خاطر صدیوں یورپ کے بہادروں نے اپنا خون بہایا مگر اب ہم اسباب کو بھول گئے ہیں ۔ کہ صدیوں تک یورپ نے اسکی خاطر بیفائدہ جدوجہد کی اور ناکام رہا ۔ جبکہ ایک انگریزی فوج نے جنرل ایلنبی کے ماتحت اس گوہر مقصود کو ہمیشہ کیلئے حاصل کر لیا ۔

مگر صلیبی جنگیں جن کی طرف وزیر اعظم نے اشارہ کیا ہے سراسر جہالت اور حماقت کا نتیجہ تھیں ۔ اگر اس نے ان جنگوں کی تاریخ پڑھی ہوتی تو شاید وہ اس کی طرف اشارہ نہ کرتا ۔ کیونکہ یہ عیسائیت کے لئے باعث ذلت و شرم ہیں ۔ اگر کوئی عذر ان کے حق میں پیش کیا جا سکتا ہے ۔ تو وہ یہی ہے کہ جہالت اور مذہبی توہمات اس حماقت کا باعث ہوئے اور میرا خیال تھا کہ اس قسم کی جہالت وغیرہ اب انگلستان میں موجود نہیں ہے ۔ مگر وزیر اعظم کی تقریر نے میرے اس خیال کو رد کر دیا ۔ مگر یہ بات بھی واضح ہو جانی چاہئے کہ جنرل ایلنبی کی فتح مسلمانوں کی مدد سے ہوئی ہے ۔ اگر مسلمان فوج نہ لڑتی تو فتح محال تھی ۔ اچھا تو کیا وہ مسلمان ایک صلیبی جنگ اسلام کے برخلاف لڑ رہے تھے ؟ تاکہ متعصب عیسائیت کا دور دورہ ہو جائے ۔ ان مسلمان سپاہیوں کی دلی کیفیات کیا ہونگی جب وہ وزیر اعظم کے ان الفاظ کو پڑھیں گے ؟ اور ان کے غم و غصہ کی کیا انتہا ہوگی جبکہ وہ یہ معلوم کریں گے ۔ کہ ان کے مقامات مقدسہ (یعنی بیت المقدس وغیرہ) ان کی کوششوں کی وجہ سے اور ان کے خون بہا کر عیسائیوں نے اپنے قبضۂ اقتدار میں کر لیں ہے ۔ اور ان کے کیا خیالات ہونگے جبکہ وہ یہ معلوم کریں گے کہ ان کے لاکھوں مسلمان بھائی امن و امان کی حالت میں مارے گئے ۔ تاکہ اسلامی سلطنت کا ایک حصہ یونانی عیسائیوں کے سپرد کر دیا جائے ۔

تم یہ کہوگے کہ میں سیاسی معاملات پر بحث کرنے لگ پڑا نہیں میں ابھی تک مذہب کی حدود سے باہر نہیں نکلا ۔ میں زمین پر خدائی حکومت کی خاطر

بحث کر رہا ہوں ۔ میں ان اسلامی ممالک سے خوب واقف ہوں ۔ اور میں جانتا ہوں کہ امن و صلح کبھی بھی قائم نہیں رہ سکتا ۔ جب تک کہ عیسائی طاقتیں اُن معدودے چند عیسائیوں کیخاطر اُن بیشمار مسلمانوں پر ظلم اور بے انصافی برتینگی ۔ اِن مسلمانوں کیحالت نہایت قابل رحم ہے کیونکہ یہ بیچارے سالہاسال تک نہایت بہادری اور جوانمردی سے اپنے ملک اور مذہب کیخاطر جنگ کرتے رہے ۔ اور طرح طرح کی تکلیفیں اُٹھاتے رہے میں ایک مسلمان ہوں ۔ اور میں نے انگریزی فوج میں بھی خدمت سرانجام دی ہے ۔ کیونکہ میرا یہ خیال تھا کہ انگریزی فوج عیسائیوں اور مسلمانوں دونوں کے حق میں ایک ہی جیسی ہے ۔ اگر ہم مسٹر لائڈ جارج وزیر اعظم کے لفظوں کو سرکاری اور قطعی سمجھ لیں ۔ تو پھر مجھے نہایت افسوس سے تسلیم کرنا پڑیگا ۔ کہ میں غلطی پر تھا ۔ اور صرف یہی نہیں ۔ بلکہ آج سے مجھے انگلستان سے کسی قسم کا تعلق نہ رہیگا ۔ کیونکہ ہم کو سراسر دھوکا دیکر کام نکالا گیا ۔ اور پھر ہماری ہتک اور بےعزتی کیگئی تمام ان مسلمان بھائیوں کیخاطر جنہوں نے مختلف میدان جنگوں میں انگلستان کی خاطر یہ خیال دل میں رکھ کر جان دی کہ انگلستان انصاف اور انسانیت کی حمایت میں لڑ رہا ہے ۔ ہم اس ہتک کو آسانی سے نظرانداز نہیں کر سکتے ۔ اور اُن مسلمان بھائیوں کی خاطر بھی جو کہ آج کل ایشیائے کوچک کے پہاڑوں میں اپنے وطن اور بیوی بچوں کی حفاظت کی خاطر عیسائی حملہ آوروں سے لڑ رہے ہیں ہم نہایت سختی سے اس صلیبی جنگ کے خیال کے برخلاف صدائے احتجاج بلند کرتے ہیں ۔ کیونکہ اگر یہ خیال خام جڑ پکڑ تا گیا تو خبر نہیں اُن مشرقی عیسائیوں پر اس کا کیا اثر ہو گا ۔ انگلستان کیخاطر ہمیں اس قسم کی خطرناک اور پُر از جہالت بات کا قلع قمع کر دینا چاہئے ۔ صرف یہی نہیں بلکہ اس ربّ ذوالجلال کی محبت کیخاطر بھی جو کہ فرماتا ہے ۔ ان الذین اٰمنوا والذین ھادوا والنصریٰ والصابئین من اٰمن باللّٰہ والیوم الاٰخر و

عَمِلَ صَالِحًا فَلَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ۔ ترجمہ بیشک مسلمان اور یہودی اور عیسائی اور صابی ان میں سے جو لوگ اللہ پر اور روز آخرت پر ایمان لائے اور اچھے کام کرتے رہے۔ تو اُن کو اُن کا اجر اُن کے پروردگار کے ہاں ملیگا۔ اور اُن پر نہ خوف (طاری) ہوگا۔ اور نہ وہ آزردہ خاطر ہوں گے" +

اللہ تعالیٰ کے نام کے ساتھ جس کا فیصلہ اعمال پر مبنی ہے ہم اپنی ان کوششوں کے ایک خاص عقیدے کی فتح کا ذریعہ بنائے جانے پر جو کہ انصاف سے بعید ہے صدائے احتجاج بلند کرتے ہیں۔ کیونکہ ہم اس تعصب اور مخالفت کو کسی طرح روا نہیں رکھ سکتے +

یہ ہمارا فرض ہے۔ اگر ہمیں ایسا کرنے میں تکلیفیں پہنچیں تو ہم ان لوگوں سے بدرجہا خوش قسمت ہوں گے جو کہ عیش و آرام کی زندگی بسر کرتے ہیں۔ اور دُنیا میں جو چاہتے ہیں کرتے ہیں۔ اور ذراسی مصیبت از قسم بھوک۔ غربت نقصان مال و جان سے گھبرا جاتے ہیں۔ کیونکہ اگر ہم اپنے فرائض کو ادا کرینگے تو ہم اللہ تعالیٰ کی محبت اور عنایت کے زیادہ اہل ثابت ہونگے۔ اور آخر سب نے اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ +

ایثار و بے نفسی ہی کامیابی کا راز ہے

قُل اِنّ صلاتی ونسکی ومحیای ومماتی للہ رب العٰلمین ۝ لا شریک لہ وبذالک امرت وانا اول المسلمین ۝ قل اغیر اللہ ابغی رباً وھو رب کل شیٔ ۭ ولا تکسب کل نفس الا علیھا ۚ ولا تزر وازرۃ وزر اخری ۚ ثم الی ربکم مرجعکم فینبئکم بما کنتم فیہ تختلفون ۝ وھو الذی جعلکم خلٰئف الارض ورفع بعضکم فوق بعض درجٰت لیبلوکم فی ما اٰتٰکم ۭ ان ربک سریع العقاب وانہ لغفور رحیم

ترجمہ (اے پیغمبر ان لوگوں سے) کہو۔ کہ میری نماز اور میری عبادت اور میرا جینا اور میرا (مرنا (سب) اللہ کے لئے ہے۔ جو سارے جہان کا پروردگار ہے۔ کوئی اُس کا شریک نہیں۔ اور مجھ کو ایسا حکم دیا گیا ہے۔ اور میں اُس کے فرمانبرداروں میں پہلا (فرمانبردار) ہوں (اے پیغمبر ان سے) پُوچھو کہ کیا (تمہاری یہ مرضی ہے کہ) میں خدا کے سوا (کوئی دوسرا) پروردگار تلاش کروں۔ حالانکہ وہی تمام چیزوں کا پروردگار ہے۔ اور جو شخص کوئی بُرا کام کرتا ہے۔ تو (اُس کا وبال) اسی پر (پڑیگا) اور کوئی شخص کسی دوسرے (کے گناہوں) کا بوجھ (اپنے اُوپر) نہیں لیگا۔ پھر تم (سب) کو اپنے پروردگار کی طرف لوٹ کر جانا ہے (جب اُس کے حضور میں حاضر ہوں گے) تو (دُنیا میں) جن (جن باتوں) میں اختلاف کرتے رہے ہو وہ (سب) تم کو بتادیگا۔ (کہ کون حق پر تھا اور کون ناحق پر) اور وہی (قادرِ مُطلق) ہے جس نے زمین میں تم کو اپنا نائب بنایا ہے (کہ تم دُنیا کی چیزوں میں تصرف کرتے ہو) اور تم میں سے (مقدرت حکومت وغیرہ کے اعتبار سے) بعض کو بعض پر درجوں میں فوقیت دی۔ تاکہ جو نعمتیں تم کو دی ہیں۔ ان میں تمہاری (شکرگزاری اور فرمانبرداری کی) آزمائش کرے (اے پیغمبر) بیشک تمہارا پروردگار جلد سزا دینے والا ہے۔ اور یہیں (بھی) شک

نہیں کرو وہ بخشنے والا مہربان (بھی) ہے +

کوئی عبادت اللہ تعالیٰ کی عبادت سے بڑھ چڑھ کر نہیں۔ اِس سے اعلیٰ اصلاحی روحانی
اور قوت پیدا ہوتی ہے۔ البتہ یہ کڑی ضرور ہی کیونکہ اسمیں اپنی تمام ہستی کو
پیش کرنا پڑتا ہے۔ اگر غور کیا جائے تو حقیقت میں صرف یہی ایک چیز ہے
جس سے آزادی اور نجات حاصل ہو سکتی ہے۔ اور آدم کی اولاد کامیابی کا مُنہ
دیکھ سکتی ہی۔ اور اسی کی بدولت تمام نفسانی اغراض۔ خواہشات اور مفاد کو چھوڑ کر
اخوت بھی ہاتھ آ سکتی ہی۔ میں مانتا ہوں کہ خلق اللہ کی خدمت کرنا نیک کام ہے۔
اپنے والدین اپنے بچوں بھائیوں۔ دوستوں اور ہمسائیوں سے اُلفت اور پیار کرنا
بہت بڑی نیکی ہی۔ اور میاں بیوی کا ایکدوسرے سے محبت کرنا بھی ایک
بھاری خوبی ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کی تابعداری کے سوا جو کہ ہمارا مقصد اعلیٰ
ہے۔ اس قسم کے نیک کام اور خدمتیں اپنے اندر اصل انسانی جوہر مذہبی
نقطہ نگاہ سے نہیں رکھتیں اور اکثر ان کے باعث رنج والم اور مایوسی دیکھنی
پڑتی ہے۔ اسی لئے قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ پر اور یوم الآخرۃ پر ایمان
رکھنے کے متعلق بار بار ذکر آتا ہے۔ اور اسی ایمان کو انسانی عبادت اور
خدمت میں کامیابی کی پہلی شرط قرار دیا گیا ہی۔ اسلام کا مقصد تمام بنی نوع
کو ترقی و عروج کے درجہ پر پہنچانے کا ہے۔ اگر اپنے رشتہ داروں سے۔ اپنے
"دوستوں اور اپنی قوم سے محبت اور اُنکی خدمت کرنے میں اس خیال کو دل سے
نہ نکالا جاوے۔ کہ خدا تعالیٰ کا فضل سب انسانوں پر یکساں نہیں تو صرف
ایک حصہ مخلوق کی ترقی اس سے ہو سکتی ہے۔ اور باقی اس سے محروم رہ سکتے ہیں
پھر اس کا نتیجہ یقینی طور پر مایوسی ہوتی ہے۔ کیونکہ ان لوگوں سے شکر گذاری
کی امید رکھی جاتی ہے۔ اور ایسے اشخاص کی طرف سے رضامندی کا
خیال ہوتا ہے۔ جن کے ساتھ کسی قسم کا نیک سلوک نہیں کیا جاتا۔ اور
جن کی کسی قسم کی خدمت نہیں کی ہوتی۔ پس اس قسم کی کارروائی بُت پرستی

سے کم نہیں۔ بڑی بھاری قباحت جو ہمیں نظر آتی ہی یہ ہے کہ اس کا تعلق پرائیویٹ امور سے ہوتا ہے۔ اور اسکی وجہ سے وہ تمام خزانے خاص مرکز میں جمع ہو جاتے ہیں جنہیں کہ عوام الناس کی بھلائی کے لئے گردش میں رہنا چاہئیے۔ خوب یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں اپنا نائب یا خلیفہ مقرر کیا ہے۔ اسکی رضا ہمارے لئے قانون کا حکم رکھتی ہے۔ اور جب کہ ہم دیکھتے ہیں کہ اس کا رحم اور اُس کا فضل سب انسانوں پر یکساں ہے خواہ وہ مشرق کے رہنے والے ہوں اور خواہ مغرب کے اور خواہ ان کی رنگت سفید ہو یا سیاہ بھوری ہو یا سُرخ و زرد تو ہمیں خدا کی مرضی کا صاف صاف پتہ ملتا ہے لیکن جب تک خدا اور یوم القیامت پر ایمان نہ ہو۔ اخوت کا وہ احساس انسانوں میں پیدا نہیں ہو سکتا۔ جس کا ذکر قرآن مجید و دیگر کتب سماوی میں ہی۔ اور جس کا جلوہ فطرت کے مقدس قانون میں بھی صریحاً دکھائی دیتا ہے۔ ہم ایکدوسرے سے بظاہر بالکل علیحدہ ہیں۔ لیکن ہمارا آپس کا رابطہ نہایت ہی نازک ہے۔ ہم اپنے کاموں میں اپنے جذبات اور تعلقات میں اس قدر محو ہیں کہ جب تک کہ ہم خدا کی راہ میں جو سب مخلوق کا رب ہے اپنے آپ کو اور اپنے تعلقات کو خوشی سے فنا نہ کر دیں تب تک ہمیں دُنیا میں اپنی اصلی حیثیت کا اندازہ نہیں لگ سکتا۔ اور خدا کی نظر میں بھی ہمارے کام پُورے اُتر نہیں سکتے۔ اپنی مرضی اور اپنے مقصد کو اعلیٰ مرضی اور اعلیٰ مقصد کے تابع کر دینا ہی اصل اصُول ہے۔ اسلام کے معنے تابعداری ہی۔ اور یہی بات صحیح مذہب کا منشا اور اسلام کا نصب العین ہوتی ہے۔ اور اسی پر انسانی ترقی کا مدار ہی خواہ وہ رُوحانی ہو یا دُنیاوی۔ اگر ہم اپنے گہرے دوستانہ تعلقات پر نظر ڈالیں۔ یا اُن اشخاص کا خیال کریں جن سے ہمارا رابطہ محبت رہا ہے یا اپنی زندگی کے نہایت خوشی اور آرام کے موقعوں کو یاد کریں۔ تو ہمیں فوراً اقبال کرنا پڑیگا۔ کہ یہ سب کچھ نامکمل اور اُدھورا تھا۔ اور اگر ہمیں ان تعلقات کی وجہ سے سخت ناکامی کبھی نہیں ہوئی۔ تو اس کی وجہ سوائے اسکے اور کچھ نہیں کہ

ہم نے اُن کی کمزوریوں کو سمجھ کر اور اُس کے زوال پذیر ہونے کا دھیان کر کے اُن سے کوئی فائدہ نہیں اُٹھایا۔ اور کسی قسم کی اُن سے توقع نہیں رکھی۔ اگر انسان گذشتہ صدی کی ان یورپین تصانیف کا جو مقبول عام ہیں مطالعہ کرے تو اُسے صاف معلوم ہو جائیگا۔ کہ انسانی زندگی کا مُدعا اور مقصد صرف مرد اور عورت کی باہمی اُلفت اور محبت ہی سمجھا گیا ہے۔ اور یہ بھی نظر آئیگا کہ اہلِ یورپ عورت ہی کی پرستش کرتے ہیں۔ اور انسانی زندگی کا معراج تعلقات زن وشوہی خیال کرتے ہیں۔ ایام جوانی میں تو غالباً ایک قدرتی نشہ ہوتا ہے۔ اور اس زمانہ کے ترنگ اور جوش میں اس قسم کی پرستش کا کیا جانا ایک حد تک صحیح ہے۔ اور قابل گرفت نہیں۔ کیونکہ یہ ایک فطرت کے مُطابق ایک فعل ہے۔ اور قانُون قدرت خدا کا قانون ہے لیکن یہ سب کچھ مثل سراب ہے۔ انسان کو دھوکہ لگا ہُوا ہے۔ اور اس نے فرض کر رکھا ہے۔ کہ دو انسانی رُوحوں کا ملاپ مُکمل طور پر ہوسکتا ہے لیکن امر واقعہ یہ ہے کہ ہر انسان پیدائش سے لے کر آخری دم تک تنہا ہی ہے۔ ہمارے تن خاکی کے اندر ایک مالک بیٹھا ہے جس پر کسی انسانی یا دُنیاوی دوستی کا اثر نہیں ہوسکتا۔ جو انقلابات زمانہ کی وجہ سے تغیر پذیر نہیں جو اسوقت بُڈھا تھا جبکہ ہم سن تمیز کو پہنچے۔ مگر ہمارے قویٰ کے انحطاط کے وقت وہ بالکل تروتازہ اور جوان ہوگا۔ اس اندر والے کو تعلق پیدا کرنے کا شوق حد سے زیادہ ہے لیکن وہ اس دُنیا میں کوئی ایسا نہیں پاتا جس سے وہ ناطہ جوڑے۔ اور اگر وہ تھوڑے عرصہ کے لئے انسانی محبت کے سامنے جُھک بھی جائے تو اُسے اندوہناک مایُوسی نصیب ہوتی ہے۔ اور چونکہ اس کے احساسات انسانی احساسات سے بالاتر ہوتے ہیں۔ اسلئے انسانی تعلقات یقیناً اسکی مایوسی کا باعث ہوتے ہیں بعض اوقات مرد وزن جو نکاح کے رشتہ میں منسلک ہوتے ہیں طرح طرح کی مصائب کا مُنہ دیکھتے ہیں۔ کیونکہ اندر والا اس حد کے پار جانا چاہتا ہے جو ایک انسان کو

دوسرے سے جدا کرتی ہے اس کے نزدیک تو خوشی اور راحت کا صرف ایک ہی مقام ہے اس کا صرف ایک ہی دوست ہے جو اسے اچھی طرح سمجھتا اور جانتا ہے اور وہ مقام اور وہ دوست سوائے اللہ تعالیٰ کے اور کوئی نہیں۔ تمام مخلوق جو کہ فانی ہے اسی کے ساتھ پختہ اور مکمل پیوند جوڑ سکتی ہے۔ اسی کی طرف ہم سب نے واپس جانا ہے۔ اور وہی ہم سب پر ہمارے اختلافات کے موجبات ظاہر کریگا۔ پس ہر ایک روح انفرادی طور پر ایکدوسرے سے بالکل الگ اور آزاد ہے۔ یہ صاف بات ہے کہ جو روح خود زیر بار ہو وہ دوسرے کا بوجھ کیسے اٹھا سکتی ہے۔ خواہ جوش محبت کی وجہ اسکے اندر بوجھ اٹھانے کا خیال پیدا ہی کیوں نہ ہو۔ اور پھر کوئی روح اپنا بوجھ دوسرے پر بھی نہیں ڈال سکتی۔ ہم سب اللہ تعالیٰ کے آزاد بندے ہیں۔ اور یہ ہماری بیوقوفی اور غلطی ہے۔ اگر ہم دوسرے کی شخصیت پر حملہ کریں یا اُسے غلام بنانا چاہیں یا اُسے ہمیشہ کیلئے اپنے ساتھ جکڑ رکھیں۔ اس دنیا کی دوستی کے متعلق تو صرف اسی قدر خیال ہونا چاہئیے کہ یہ خدا کے آزاد بندوں کے ساتھ ایک قسم کا ملاپ ہے۔ جن میں سے ہر ایک اپنی ذات کا مختار ہے۔ اور اپنے خاص خیالات رکھتا ہے۔ جن سے کسی دوسرے کو کوئی تعلق نہیں لیکن جن کی عزت و تکریم کیجانی چاہئیے۔ اسی طرح شادی کے متعلق بھی خیال ہونا چاہئیے کہ خاوند اور اس کی بیوی دونوں اللہ تعالے کے آزاد بندے ہیں۔ اور ان کے تعلقات صریحاً ایسے قانون کے ماتحت ہوئے ہیں جنکی تکریم کیجاتی ہے۔ ہر ایک اللہ تعالیٰ کی بندگی اور خدمت اپنے طرز پر کرتا ہے۔ اس قسم کے خیالات میرے نزدیک اعلیٰ تر ہیں۔ اور ان کا نصب العین زیادہ تر معقول ہے۔ بمقابلہ ان خیالات کے جو خصوصیت ذاتی کو قائم رکھنے کے خلاف ہیں۔ اور جو اس قسم کا جوڑ اور تعلق پیدا کرنے کی تلاش میں ہیں سو بالکل غیر ممکن ہے۔ اور جن کے ذریعہ میل و ملاپ بجائے تسلی بخش ثابت ہونے کے تباہ کن نتائج پیدا کرتا ہے مسلمان مرد و زن کے تعلقات اسی نکتہ خیال

سے ہوتے ہیں۔ میرے یہ رائے قرآن اور قانون قدرت پر مبنی ہے۔ اور میں ان رسومات کی جو اسلامی ممالک میں پھیلے ہوئے ہیں وقعت کی نگاہ سے نہیں دیکھتا۔ اور پھر جب ہم دیکھتے ہیں کہ جہاں ہر ایک مرد اور ہر ایک عورت کا نصب العین خدا کی بندگی کرنا ہو۔ اور جہاں اس بندگی اور خدمت میں حریت کا رنگ ہو وہاں اگر کوئی شخص ایک بیوی کرلے یا زیادہ اسکی چنداں پرواہ نہیں ہوسکتی۔ کیونکہ ایسی صورت میں کسی کو کوئی تکلیف یا ضرر نہیں پہنچ سکتا۔ اور خرابی پیدا نہیں ہوسکتی +

میری رائے میں عورت کے متعلق مسلمانوں کے خیال پر جو اعتراضات یورپین کرتے ہیں۔ ان کا دارومدار پرنٹش مستورات کے اسی گندے خیال پر ہے۔ جس کا ذکر میں نے اوپر کیا ہے۔ ہمارے نزدیک عورت خدایا دیوتا نہیں۔ وہ ہم میں سے ہی ہے۔ انسانیت کے لحاظ سے وہ ویسی ہی ہے جیسا کہ کوئی مرد۔ اور اپنی ذات اور مقسوم کے لحاظ سے وہ بھی ایک نسل انسان میں سے ایک آزاد فرد ہے۔ جس کے ذمہ بھی قدرت نے مختلف قسم کے فرائض لگا رکھے ہیں۔ اور قانون نے اسکی حیثیت اور حقوق کی حدبندی کردی ہے + ہمارے نزدیک نکاح ایسا عہد نہیں جس کی وجہ سے مرد و زن اس دنیا میں بھی اور عاقبت میں بھی ایک دوسرے سے جدا نہ ہوسکیں۔ یہ ایک قسم کا معاہدہ دیوانی ہے۔ اور جس طرح مسلمانوں کے معاہدے پاکیزہ اور شرارت سے منزہ اور پاک ہونے چاہئیں یہ بھی اسی طرز کا ہے۔ اور اسکا تقدس طرفین کی باہمی محبت اور ان کے چلن اور طریق عمل سے پیدا ہوتا ہے اور اگر ان دونوں میں سے کسی ایک میں دوسرے کے لئے الفت اور تعظیم و تکریم نہیں تو اس عہد کو فوراً توڑ دینا ہی بہتر اور امر ہے +

اب میں پھر اصل مضمون کی طرف آتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ ہی تمام انسانی روحوں کا رفیق ہے۔ اور تمام باتوں میں اسی کی تابعداری کرنے سے انسان ترقی سے

میدان میں کامیابی حاصل کر سکتا ہے۔ خدا کسی قوم کا دوست نہیں اور نہ کسی خاص قوم سے اسکی مخالفت ہے۔ اگر بادشاہوں کے دل میں اللہ تعالیٰ کے منشاء پر چلنے کی خواہش ہو۔ اور اگر اُن کا ایمان خدا پر ہو اور یوم قیامت کا ڈر ان کے دل میں ہو تو کبھی بھی اپنی قوموں کی خود غرضانہ مقاصد کی حمایت نہ کریں۔ اور دوسری قوموں کو معمولی حقوق جو ہر ایک انسان کیلئے ضروری ہیں دینے سے کبھی بھی انکار نہ کریں۔ یہ ایک طریق ہے جس کی وجہ سے مظلوم اور ذلیل شدہ قوموں کے دل سے ظالموں کی نفرت دور ہو کر اسکی بجائے انسانی اخوت اور برادری کا خیال پیدا ہو سکتا ہے۔ پس دنیا کا تماشا اور اسکی ظاہری شان کی جھلک نہایت زبردست ہے کبھی کبھی اور بالخصوص جوانی کے وقت ہم پر غلبہ پالیتی ہے عالم شباب میں جبکہ انسان کو اپنی درازی عمر کا یقین ہوتا ہے۔ اور موت کا خیال کمتر اسے ستاتا ہے۔ اور جبکہ اچھے موقعوں کی قدر کرنے اور ان سے فائدہ اٹھانے کی وہ چنداں پرواہ نہیں کرتا۔ اس وقت اس دنیا کی شان اور اسکی لذات بہترین معلوم دیتے ہیں۔ لیکن جوانی کی لاپرواہیوں ہی کے درمیان انسان کی عادات اور اس کے دماغ کی اُفتاد قائم ہو جاتی ہے۔ اور ایسی راہ اختیار کر لینا اسکے لئے خواہ وہ مرد ہو یا عورت ممکن ہے جو بعد میں اسکی تکلیف کا موجب ہو۔ اسلئے قرآن شریف کی یہ آیت ہر دو جوان اور بوڑھے پر حاوی ہے۔ ان دونوں کے لئے نہایت ضروری ہے کہ وہ ہر وقت اللہ تعالیٰ کا خیال رکھیں اور قانون الٰہی کے ہمیشہ مطیع رہیں۔ اور ان کے لئے لازمی ہے کہ وہ اپنا ورد اس آیت شریف کو بنالیں یعنے قل ان صلاتی ونسکی ومحیای ومماتی للہ رب العلمین لا شریک لہ۔ ترجمہ (اے پیغمبر) ان لوگوں سے کہو کہ میری نماز اور میری عبادات اور میرا جینا اور میرا مرنا سب اللہ کے لئے ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں +
عالم جوانی میں کبھی یہ محسوس نہیں ہوتا۔ کہ روح بالکل تنہا ہے۔ کیونکہ اس وقت سینکڑوں امیدیں لگی ہوئی ہوتی ہیں۔ اور طرح طرح کی خوبصورت لیکن دھوکہ دہ

چیزیں پیش نظر ہوتی ہیں لیکن کچھ عرصہ کے بعد یہ سب امیدیں خاک میں ملجاتی ہیں۔ اور دھوکہ کی اصلیت بھی کھلجاتی ہے۔ اور اس وقت وہ روح جس کا رابطہ اللہ کے ساتھ نہیں ہوتا اپنے آپ کو موت کی طرف جاتی ہوئی پاتی ہے۔ اور اس مایوسی کی حالت میں بالکل یکہ و تنہا ہوتی ہے۔ لیکن جب کوئی مرد یا عورت اپنی مرضی کو خدا کی رضا کے ماتحت کرے تو اُسے اس وقت سے تنہائی بالکل محسوس نہیں ہوتی بشرطیکہ اس کا عمل صداقت اور صفائی پر مبنی ہو۔ اللہ تعالیٰ اس وقت ایسے لوگوں کے ساتھ بطور رفیق و مددگار کے ہوجاتا ہے۔ وہ انہیں تاریکی و ظلمت سے نکالکر روشنی اور نور کی طرف لیجاتا ہے۔ دُنیا میں وہ اسی کے شاندار کام میں لگ جاتے ہیں۔ اور اُنکی تمام ناکامیاں بچوں کی کھیل معلوم ہوتی ہیں۔ اور یہ ہمارا یار و مددگار ہمیں کبھی بھی دھوکہ نہیں دیتا۔ وہی ہمارا اصالۃً حقیقی ہے۔ اور وہی ہمارا مقصد ہے اور پھر اُسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔ اور موت کے وقت وہی ہماری دستگیری کر سکتا ہے۔ اور قبر کے بعد بھی اسی کی دوستی کام آسکتی ہے۔ موت سب کے لئے لکھی ہے لیکن راضی برضاء مولیٰ پر عمل کرنے سے خدا کی رفاقت مُیسّر آسکتی ہے +

برادران! جبکہ ہم آج نماز میں سربسجود ہونگے۔ تو ہم گویا اس دُنیا میں اللہ تعالیٰ کی تابعداری کو قبول کرینگے۔ اور جب ہم اپنی پیشانی کو زمین پر رگڑینگے تو ہم اس وقت اپنی نماز۔ اپنی قربانی اپنی زندگی اور موت کو اللہ تعالیٰ کے سامنے جو مالک ہر دو جہان ہے پیش کرینگے۔ لہٰذا آؤ اس کے حضور اپنی مرضی اپنی زندگی اور اپنی خواہشات سب پیش کردیں۔ نہ صرف جسمانی حرکات ہی سہی لیکن دل و جان سے اور جس طرح میری اس جگہ موجودگی یقینی ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ کی دوستی اور مدد کو ہم یقینی طور پر محسوس کریں گے جو کہ ہمیں ظلمت سے نکالکر نور کی طرف لیجائیگی۔ اور ہمیں معلوم ہو جائیگا کہ ہم تنہا نہیں ہمیں اطمینان ہو جائیگا۔ کہ خدا نے ہمیں چھوڑا نہیں اور نہ اُسے ہم سے نفرت ہے۔ اور

ہمارا انجام آغاز سے بہتر ہوگا۔ اور ہمیں معلوم ہو جائیگا۔ کہ وہ ہم پر اسی طرح کے فضل بھیج رہا ہے جس کا وعدہ اس نے مسلمانان قرآن اولے سے ان کی مصیبت و تکلیف کے وقت کیا تھا۔ ہم سب کی جان اس کے ہاتھ میں ہے۔ تو اس حالت میں ہمیں اُس کے تابع فرمان ہو جانا چاہئے۔ کیونکہ اسی میں ہماری سچی کامیابی اور سچی ترقی اور لا انتہا خوشی کا راز ہے +

تدبیر و تقدیر

(از قلم علامہ جناب محمد مارمیڈیوک پکتھال صاحب)

این ما تکونوا یدرککم الموت ولو کنتم فی بروج مشیدۃ و ان تصبھم حسنۃ یقولوا ھذہٖ من عند اللہ و ان تصبھم سیئۃ یقولوا ھذہٖ من عندک قل کل من عند اللہ فمال ھٰؤلاء القوم لا یکادون یفقھون حدیثا ٥ ما اصابک من حسنۃ فمن اللہ وما اصابک من سیئۃ فمن نفسک وارسلنٰک للناس رسولا ٥ وکفیٰ باللہ شھیدا۔ **ترجمہ**۔ جہاں کہیں تم ہو پالیوے گی تم کو موت اور اگرچہ ہو تم بیچ برجوں بلند کے۔ اور اگر پہنچتی ہے اُن کو بھلائی کہتے ہیں یہ نزدیک خدا سے ہے۔ اور اگر پہنچتی ہے اُن کو برائی کہتے ہیں یہ نزدیک تیرے سے ہے کہہ ہر ایک نزدیک اللہ کے سے ہے۔ پس کیا ہے واسطے اس قوم کے نہیں نزدیک کہ سمجھیں بات جو پہنچتی ہے تجھ کو بھلائی سے پس خدا کی طرف سے ہے اور جو پہنچتی تجھ کو برائی سے جان تیری سے ہے اور بھیجا ہم نے تجھ کو واسطے لوگوں کے پیغام پہنچانیوالا اور کفایت ہے اللہ گواہی دینے والا (سورہ نساء۔ آیت ۷۷۔ ۷۸)

قرآن شریف کی ان آیات بالا میں سے پہلی میں بتلایا گیا ہے۔ کہ نیکی اور بدی خدا کی طرف سے ہے۔ اور دوسری میں لکھا ہے کہ بھلائی تو خدا کی طرف سے پہنچتی ہے

اور بدی انسان کے اپنے قصور و گناہ کی وجہ سے اُسے ملتی ہے۔ ایک شخص جو سرسری طور پر ان آیات کا مطالعہ کرے یا محض اعتراض کرنے کی خاطر انہیں پڑھے تو وہ وہ فوراً کہ اُٹھیگا۔ کہ یہ دونوں ایک دوسرے کے مخالف ہیں۔ مگر یہ اختلاف و تناقض محض ظاہری اور سطحی ہے۔ ان آیات میں کوئی اختلاف نہیں۔ اور اگر ہے تو محض ہماری اپنی سمجھ کا قصور ہے۔ ہم فطرتاً دُنیا کے معاملات کا اندازہ اپنے نقطۂ نگاہ سے کرتے ہیں۔ لیکن وہ اس بصیر وخبیر خالق حقیقی کے نقطۂ نظر سے بالکل الگ ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بعض باتوں کو دیکھ کر ہم بالکل حیران رہ جاتے ہیں اور ان کی نسبت خیال کرتے ہیں کہ حقیقت ہی میں وہ متضاد ہیں حالانکہ نظام عالم میں وہ ایسی نہیں ہوتیں مثلاً یہی مسئلہ نیکی و بدی اس قسم کے امور میں سے ایک ہے۔ ہم ہمیشہ خیال رکھتے ہیں۔ کہ ہمیں کوئی مختصر لیکن مبسوط اور جامع تشریح جو ہماری سمجھ کے مطابق ہو۔ ایسی تمام باتوں کی ملجائے جنہیں ہم فقط فروداہی سمجھنے کی امید رکھ سکتے ہیں۔ اور ہمارے کسی ایسے جواب اور ایسی تشریح سے اطمینان نہیں ہوتی جس سے ہماری راہ میں خفیف سی رُکاوٹ یا تکلیف پیدا ہو۔ اور جس کی وجہ سے ہمیں اپنے دماغ کو تھوڑا ہی سا استعمال میں لانا پڑے اگر دیکھا جائے تو ان ہر دو آیات میں بالکل کسی قسم کا اختلاف پایا نہیں جاتا۔ اصل بات یہ ہے۔ کہ جب کبھی مسلمانوں کی فوج کو تکلیف پہنچتی تو بعض منافقین رسُول پاک صلعم پر الزام لگاتے لیکن جب انہیں فتح نصیب ہوتی تو وہ اُسے اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کرکے اس کی تعریف اور اُس کا شکریہ ادا کرتے۔ اسلئے اس پہلی آیت میں رسولکریم صلعم کو بتلایا گیا ہے کہ سب کچھ اللہ کی طرف سے ہے۔ نہ تو وہ خود اور نہ دیگر لوگ ان معمولی انقلابات سے بچ سکتے ہیں۔ جو انسانی زندگی اور تمام انسانی امور کے ساتھ وابستہ ہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا منشا ہے۔ کہ دُنیا میں ہدایت اور روشنی انہیں حالات اور انقلابات کے ذریعہ دیجاوے جو دُنیا میں دیکھے جاتے ہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اصلاح تو انسانوں کی

کرتی ہے۔ اور اُن کی طبیعتوں میں انقلاب پیدا کرتا ہے۔ لیکن یہ کام معجزہ سے نہیں کیا جاتا ہے۔ کیونکہ اسکی وجہ سے یہ خیال پیدا ہو جاتا ہے کہ تمام قوانین بے حقیقت ہیں اور اس کے ذریعہ ترقی نہیں ہو سکتی +

این ما تکونو یدرککم الموت (جہاں کہیں تم ہو پالیوگی تم کو موت اگرچہ تم ہو بلند بُرجوں کے اندر) سے معلوم ہوتا کہ خواہ تم کوئی ہو تم (بمعہ رسُول کریم صلعم) اس مقدر سے جو سب انسانوں کے لیئے مقرر کی گئی ہے بچ نہیں سکتے۔ کبھی کوئی ناشاد کُن واقعہ کبھی کسی قسم کی تکلیف اور کبھی کوئی ناکامی ضرور اس دُنیا میں تمہیں پیش آتی ہے اور آخرش تم دیگر لوگوں کی طرح موت کا شکار ہو جاؤگے۔ لیکن یہ سب تکالیف اور خرابیاں ظاہری ہیں۔ اصل بدی جس کا خمیازہ مرد یا عورت کو اُٹھانا پڑتا ہے۔ وہ اس کے اپنے ہی اعمال کا نتیجہ ہے۔ تاہم ہمارے مصائب ہماری ناکامیں وغیرہ ہمارے اپنے بُرے اعمال کے مقابلہ میں بہت کم ہیں۔ اور اگر ہمارا ایمان ہو تو ہمیں ان مصائب وغیرہ سے نجات بھی مل سکتی ہے۔ مگر افسوس ہے کہ یہ آلام و مصائب ہماری اپنی ہی کمزوریوں غلطیوں اور لغزشوں کا نتیجہ ہیں۔ اس میں کوئی شبہ نہیں۔ کہ اگر اس دنیا میں ہر ایک مرد اور عورت ایسا سی قوانین پر جو اس کتاب میں مشرح طور پر بتلائے گئے ہیں عمل پیرا ہو تو بھی دنیا سب کے لئے ایک بہترین جگہ ہو جائے۔ اور یہ زندگی راحت اور آرام سے بھری ہوئی نظر آئے بشرطیکہ ان تمام خرابیوں کو جو انسان کے اپنے افعال سے پیدا ہوتی ہیں خارج کر دیا جائے۔ اور صرف وہی واقعات رہیں۔ جو زندگی پر فطرتی طور پر اپنا اثر ڈالتے ہیں لیکن یہ یاد رہے کہ خرابی یا بدی بھی جو انسان کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے ایک طرح سے خدا ہی کی طرف سے ہے۔ کیونکہ یہ اسی کا حکم اور اسی کا قانون ہے۔ کہ ہمارے بعض خاص اعمال ہی کی وجہ سے خاص قسم کی خرابی اور بدی پیدا ہو +

دوسری آیت میں فرمایا ہے۔ کہ ما اصابک من حسنۃ فمن اللہ وما اصابک من سیئۃ فمن نفسک وارسلناک للناس رسولاً وکفی باللہ

شہیدا - کوئی انسان نیکی کا خالق نہیں ہو سکتا ہے نیکی ہر وقت موجود ہے لیکن اگر وہ کوشش کر کے اس تک پہنچنا چاہتا ہے تو وہ پہنچ سکتا ہے - گو اسکی اپنی کوشش اور اس کے اپنے اعمال کی نسبت سے نیکی اسے حاصل نہیں ہوتی - کیونکہ سورج کی روشنی کی طرح اس کا منبع اتھاہ اور نہایت ہی عمیق ہے لیکن برخلاف اس کے ہر ایک انسان کا ایک حد تک بدی پر قابو ہے - اور وہ بدی کو عدم سے وجود میں لا سکتا ہے اسکی مثال اندھیرے سے ہے جو روشنی اور ہمارے درمیان محض کسی چیز کے حائل ہونے سے پیدا ہوتا ہے - اور وہ اندھیرا اس چیز کی مقدار یا حجم کے عین مطابق ہوتا ہے - لہٰذا انسان کے اپنے بُرے افعال کا سایہ ہی بدی ہے - اور یہ ٹھیک ان افعال کے مطابق اور نسبت سے ہوتی ہے - پس یہ کہنا بالکل صحیح اور صاف ہے کہ جو کچھ نیکی ہمیں ملتی ہے وہ خدا کی طرف سے ہے جو بدی ہم تک پہنچتی ہے وہ ہماری ہی وجہ سے پہنچتی ہے - اور رسول اکرم صلعم جن کی بدولت ابھی قانون قدرت کی یہ باریکیاں ہم پر منکشف ہوئیں - جو اللہ تعالی نے ہماری زندگیوں کی رہنمائی کے لئے بنایا ہے - اور رسول اکرم صلعم انسانوں کی طرف بطور پیغامبر تشریف لائے اور اللہ تعالی خود ہی اس بات کی صداقت پر گواہ ہے - کیونکہ کوئی شخص اللہ کی نسبت یہ گمان نہیں رکھ سکتا کہ اسے علم کم ہے یا وہ نعوذ باللہ متلون مزاج اور راستباز نہیں - اور آج تک کوئی بھی شخص ایسا نظر نہیں آیا جس نے قرآن شریف کے اس مسئلہ پر حرف لکھا ہو اور عبارات میں کوئی نقص بتلایا ہو جو ہمیں انسانی ہستی کے متعلق لکھا ہے - اور اب تک کسی مروجہ علوم کے کتاب میں یا کسی نکتہ چین نے اس مسئلہ کے متعلق شک بھی ظاہر نہیں کیا - بلکہ اسکی تصدیق ہر انسان کی زندگی کا تجربہ اور ہر ایک قوم اور ہر ایک خاندان کرتا ہے - واقعات ہمیشہ اسی کے مطابق ظہور پذیر ہوتے ہیں - اور اس امر حقہ کی شہادت ہیں کہ حضرت محمد صلعم اس کے رسول تھے اللہ ہی کافی تھے - اور اللہ سے بڑھ کر اور کون شاہد ہو سکتا ہے +

اس زمانہ میں ایسے مسلمان بھی ہیں جن کا خیال ہے کہ مصائب کے ساتھ اللہ تعالی کا

کوئی واسطہ نہیں۔ اور جب کبھی ہم پر مصائب مینہ کی طرح آتی ہیں جیسا کہ آجکل تو وہ سمجھتے ہیں۔ کہ اللہ نے اسلام کو چھوڑ دیا ہے۔ یہ لوگ زمانہ قدیم کے ان کمزور اعتقاد لوگوں کی طرح ہیں جنہیں منافق کہا جاتا تھا۔ اور جنگ احد میں مسلمانوں کی شکست کے وقت جن کا خیال تھا کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اکرم صلعم کا ساتھ چھوڑ دیا ہے لیکن یاد رکھو کہ کامیابی اور ناکامی جہانتک کہ ان کا تعلق اسلام اور اس کے مستقبل سے ہے دونوں خدا کی طرف سے ہیں۔ رسول خدا صلعم کو اسلام کا نمونہ خیال کرنا چاہیئے نہ کہ مسلمانوں کا۔ اس امر کو ذہن نشین کر لینا چاہیئے کہ احد کی تیاری پر اگر مسلمانوں کو شکست ہوئی تو محض بعض مسلمانوں کے رویہ اور اُن کی اختلاف رائے کی وجہ سے۔ خداوند تعالیٰ کا ایک قانون ہے جس کی ماتحت ہم سب ہیں۔ ہم دیکھتے ہیں کہ یہ نیکی و بدی۔ روشنی و تاریکی۔ سورج کی روشنی اور بارش تمام قوموں کی تاریخ میں یکے بعد دیگرے چلتی ہوئی نظر آتی ہیں۔ اور یہ سب کچھ اللہ ہی کی طرف سے ہے۔ اور اس کی تجویز کے مطابق اور آخر ش انہیں کی وجہ سے تمام نسل انسانی کو فائدہ پہنچتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ایک اور قانون بھی ہے جس کے ماتحت انسان کے افعال سے بعض نتائج پیدا ہوتے ہیں۔ اور جن کے متعلق ہمیں کافی اور مناسب طور پر آگاہ کر دیا گیا ہے۔ بدی کا نتیجہ بدی ہے اور نیکی کا نتیجہ نیکی ہی ملتا ہے خواہ کوئی قوم کرے یا کوئی فرد انسان۔ لیکن یہ نتیجہ ہمیشہ اور فوراً ہی ظاہر نہیں ہوتا۔ اکثر ایسا بھی ہوتا ہے کہ وہ شخص جو کہ بدی کرتا ہے خوشحال نظر آتا ہے اور بداندیش قومیں اپنی بدی ہی کی وجہ سے فتحیاب ہوتی ہوئی دکھائی دیتی ہیں لیکن ہمیں [illegible] بلاارادہ اور بدی بلاارادہ کے درمیان صاف طور پر ایک حدفاصل [illegible] ہیں کہ اللہ تعالیٰ کسی قوم کو سزا نہیں دیتا جب تک [illegible] نہ کرے۔ یعنے جب تک اس قوم کو یہ [illegible] ہو جائے کہ [illegible] کونسی بات اچھی ہے اور کونسی بُری۔ اس علم کے بعد بھی [illegible] خدا کی طرف سے کئی ایک موقعے دیئے جاتے ہیں۔ مثلاً مکہ کے بت پرست

فتحیاب ہوتے ہوئے نظر آئے۔ حالانکہ ہمارے رسُول مقبُول صلعم نے کئی سال پیشتر انہیں ان کی شرارتوں سے متنبہ بھی کر دیا تھا۔ چنانچہ وہ آپؐ کے صحابہ کو تکلیفیں دیتے رہے۔ انہوں نے آپؐ کے صحابہؓ کو شہر بدر کیا۔ اور اُن کی جائدادوں پر قابض بھی ہو گئے۔ اور ایسا معلوم ہوتا تھا۔ کہ گویا یہ بُت پرست اسلام کی بیخکنی کر ڈالینگے ان مسلمانوں کی حالت تو اس وقت اُن لوگوں کی سی نظر آتی تھی جنہیں نیک کام کرنے اور اللہ تعالیٰ کی رضا پر چلنے کیلئے سزا دیجاتی ہے۔ اور اکثر مسلمانوں کے دل میں بعض اوقات یہی خیال گذرتا ہوگا۔ انہیں کوئی اُمید کامیابی کی نظر نہ آتی تھی۔ البتہ رسُول کریمؐ کے الفاظ ہی سے اُن کی اُمید بندھی ہوئی تھی۔ آپؐ نے انہیں بتلایا کہ جو الفاظ آپؐ کے مُنہ سے نکلے ہیں وہ خدا کی طرف سے بطور وحی آتے ہیں۔ اللہ تعالےٰ نے ان سے فتح و نصرت کا وعدہ کیا تھا۔ اور ان کا اسپر پکا اعتقاد تھا۔ لیکن جنگ اُحد میں شکست کھانے کے وقت ان کے دِل کی عجیب کیفیت تھی۔ چنانچہ بعض نے ان میں سے جو منافق تھے یہ شکایت کی کہ آپؐ نے انہیں دھوکہ دیا ہے۔ اور بعض نے یہ بھی کہا کہ اگرچہ آپؐ کو بعض دفعہ وحی ہوتی ہے لیکن اس موقعہ پر آپؐ نے اپنی مرضی کے موافق کام کیا ہے جس کی وجہ سے اُن پر یہ مصیبت نازل ہوئی۔ اسلئے وہ مصیبت خدا کی طرف سے نہ تھی بلکہ آپؐ کی طرف سے لیکن انہیں یہ خیال نہ گذرا۔ کہ اللہ تعالیٰ کو صرف اُنہیں کی حفاظت کا خیال نہ تھا۔ بلکہ دیگر تمام خلق اللہ کا بھی + اور اس امر کی طرف ذرا بھر بھی ان کی توجہ نہیں گئی۔ کہ ان میں اس قسم کا استقلال اور پختہ ایمان ان مصائب کے ذریعہ سے پیدا کیا جا رہا ہے۔ جن کے بغیر وہ ہرگز اللہ تعالیٰ کے ارادہ کو پُورا نہ کر سکتے۔ ہر ایک کام کی ابتدا اور انتہا خدا کے ہر وقت سامنے ہے لیکن ان لوگوں نے صرف اسی واقعہ کو دیکھا جو ان کے پیش نظر تھا۔ انہیں یہ بھی خبر نہ تھی کہ وہ اسی قانون کے ماتحت ہیں جس کا اثر انسان کے ہر ایک فعل پر پڑتا ہے۔ اور وہ اس سے بھی بیخبر تھے کہ جو لوگ کسی زبردست طاقت اور گروہ کثیر سے

مقابلہ میں کھڑے ہوئے ہیں۔ ان میں بہت بڑی جرات اور بہادری ہونی چاہیئے
اُن کا استقلال غیر معمولی ہونا چاہیئے۔ انہیں بہت زیادہ تکلیف پہنچنی چاہیئے
اور اُن کا ایثار بھی بڑھ چڑھ کر ہونا چاہیئے۔ اگر ان پر اس قانون کا اثر نہ ہوتا
تو مسلمانانِ قرونِ اولی کا بلکہ خود حضرت محمد صلعم کا عمل اور اُسوہ ہمارے نزدیک نمونہ
کی صورت میں چنداں مفید نہ ہوتا۔ کیونکہ اس حالت میں جو کچھ بھی ہوتا وہ
غیر معمولی اور فوق العادت خیال کیا جاتا ہمیں تو قانون چاہیئے۔ کیونکہ ہم فطرت کے
قوانین سے جکڑے ہوئے ہیں اور اسلام کی نصرت کا وعدہ دیا گیا تھا۔ اور اس نصرت کا
مسلمانوں کے صبر و تحمل کے نتیجہ کے رنگ میں اس کا ظہور ہونا تھا۔ وہ اس فتح کا
البتہ دن مقرر نہ کر سکتے تھے جس طرح کہ قیصر نے پیرس میں بطور فاتح داخل
ہونے کیلئے کوئی وقت مقرر کیا تھا یہی خدا ہی کی طرف سے ہے اور وہ اسی کے ہاتھ
میں ہے لیکن تمام دیگر انسانوں کی طرح اس وقت کے مسلمان بھی۔ وہ اپنے لئے مصائب
اور تکالیف خرید سکتے تھے۔ اور اگر ان میں سے کسی نے رسول خدا صلعم کی نافرمانی
کر کے کوئی غلط عمل کیا تو اس کا خمیازہ تمام مسلمانوں کی قوم نے اُٹھایا جیسا کہ
واقعۂ احد سے ظاہر ہوتا ہے +

رسول کریم صلعم کی مایوسی کی حالت میں جبکہ وحی کا آنا بھی تھوڑی دیر کیلئے
بند ہو گیا تھا۔ آپ کے پاس اللہ تعالے کا یہ پیغام پہنچتا ہے۔ کہ

والضحی ہ والیل اذا سجی ہ ما ودعک ربک وما قلی ہ وللاخرۃ
خیر لک من الاولی ہ ولسوف یعطیک ربک فترضی ہ ترجمہ اے
پیغمبر ہم کو چاشت (کے وقت) کی قسم اور رات کی (قسم) جب (سب چیزوں کو) ڈھانک لے
کہ تمہارا پروردگار نہ تو تم سے دست بردار ہوا۔ اور نہ (کسی طرح) ناخوش ہوا اور البتہ
آخرت تمہارے لئے (اس) دُنیا سے کہیں بہتر ہے۔ اور تمہارا پروردگار آگے چلکر
تم کو اتنا کچھ دیگا۔ کہ تم (بھی) خوش ہو جاؤ گے +

مجھے معلوم ہوتا ہے۔ کہ یہ آیات گویا آج اسلام کے لئے اُتری ہیں۔ اگر مسلمانوں نے

کوئی غلطی کی ہے تو اس کیلئے انہیں سزا مل چکی ہے۔ اس سزا کو بطیب خاطر ہمیں منظور کرنا چاہئے۔ اور اس سے عبرت حاصل کرنی چاہئے۔ لیکن کوئی شخص دعویٰ سے یہ نہیں کہہ سکتا۔ کہ اسلام اس سلوک کا مستحق ہے۔ جو اس کے ساتھ کیا جا رہا ہے۔ اُسکی اب وہی حالت ہے جو حضور علیہم الصلوٰۃ والسلام کی اس وقت تھی جبکہ آیات بالا آپؐ پر نازل ہوئیں۔ اسلام کے لئے اب رات گذر چکی ہے۔ اب پو پھٹنے کو ہے۔ اللہ تعالیٰ اس جہان کا مالک اور حاکم ہے جسے وہ چاہتا ہے حکمرانی دیتا ہے اور جس سے چاہتا ہے وہ سلطنت چھین لیتا ہے۔ تم لوگ کس حیثیت میں اس کے سامنے پیش ہونا چاہتے ہو آیا اس قوم کی طرح جس پر ظلم کیا جاتا ہے یا اس کی طرح جو ظلم و تعدی کا ارتکاب کرتی ہے۔ کبھی خواب میں بھی ناانصافی اور ظلم کا خیال نہ کرو۔ اور جو بے انصاف ہوں ان کی خوشامد اور چاپلوسی کبھی مت کرو۔ ربانی فوج کی صورت اختیار کرو۔ اور اس بات کا عہد کرلو۔ کہ تمام جہان میں اسی کے قانون کو روشن کیا جائیگا۔ اور اُسے قائم رکھا جائیگا۔ اور اس بات کا پورا یقین کرلو کہ کوئی مصیبت خواہ اس قانون کے ماتحت آئے جس کا اثر ہمارے اعمال پر ہوتا ہے۔ اور خواہ کسی اور قانون قدرت کے ذریعہ۔ ہمکو ڈرانے یا ہمیں رنج پہنچانے کی طاقت نہیں رکھتی اور نہ ہمیں انجام کار کامیاب ہونے سے روک سکتی ہے۔ کیونکہ سب کچھ خدا ہی کی طرف سے ہے۔ خدا کا وعدہ ہے کہ

والضحیٰ ۥ والیل اذا سجیٰ ۥ ما ودعک ربک وما قلیٰ ۥ **ترجمہ** (اے پیغمبر ہمکو) چاشت (کے وقت) کی (قسم) جب (سب چیزوں کو) ڈھانک لے۔ کہ تمہارا پروردگار نہ تو تم سے دست بردار ہوا۔ اور نہ (کسی طرح) ناخوش ہوا +

ناظرین کرام از راہ کرم اپنے حلقۂ اثر میں توسیع اشاعت فرماکر عنداللہ ماجور ہوں

خادم مینیجر

سادگیٔ مذہب

(از قلم جناب لارڈ ہیڈلے صاحب بالقابہ)

مختلف مذہبی فرقے اس مُلک کی گورنمنٹ کو اپنی ضروریات اور حاجات پیش کر کے آئے دن تنگ کرتے ہیں۔ مثلاً کلیسیاءِ انگلستان۔ کلیسیاءِ رومن کیتھولک۔ فرقہ نن کانفارمسٹ (منحرف فرقہ) اور اسی قسم کے دیگر فرقے سب کے سب کچھ نہ کچھ طاقت رکھتے ہیں۔ اور سب ہی زیادہ اقتدار حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ اس لئے ان سب کی درخواستوں پر غور بھی کرنا پڑتا ہے +

مسلمانوں میں جہاں تک دیکھا جاتا ہے کوئی بھی ایسی جماعت نہیں جو دنیاوی طاقت کے لئے بولی دیتی ہو یا اس کا سودا کرتی ہے۔ اسلام کی شوکت اس قسم کی ادنےٰ اور کمینہ خیالات سے متاثر نہیں ہوئی۔ رسول پاک صلعم کا ہر ایک پیرو اس قسم کے معاوضہ کا امیدوار ہے جو دنیاوی مفاد سے یا دولت و حشمت سے بہت بڑھ چڑھ کر ہے جس طرح کہ سورج کی روشنی آگ کی روشنی سے افضلتر ہے۔ اس مذہب میں کوئی پوپ۔ کوئی بشپ یا کوئی پادری نہیں جنہیں بڑی بڑی تنخواہیں یا جاگیریں دینی پڑتی ہوں۔ کیونکہ خود خدا ہی اس روحانی کلیسیا (اسلام) کا سردار ہے تاریخ کے پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ عیسائی کلیسیاؤں نے دنیاوی طاقت کے لئے بڑھ بڑھ کر سودے کئے ہیں۔ اور ہم دکھلا سکتے ہیں کہ وہ معاملات جن کا تعلق روح کی اعلیٰ خواہشات سے ہونا چاہئے تھا بہت بُری طرح ادنےٰ دنیاوی مفاد کے ساتھ ملا دیئے گئے ہیں۔ اور اس میں ذرہ بھر بھی مبالغہ نہیں کہ گرجا کو تو ایک کثیر التعداد نام نہاد عیسائی محض چند ایک شریف اور معزز اشخاص سے ملنے کی جگہ سمجھتے ہیں جہاں وہ اپنا عمدہ اور فاخرہ لباس دوسروں کو دکھا سکتے ہیں۔ اور جس جگہ انہیں اپنے ہمسائیوں کے متعلق گفتگو کرنے کا موقعہ ملتا ہے۔ یہ عجیب و غریب مذہب انہیں بہشت میں کسی نہ کسی جگہ پہنچانے کی اُمید دلاتا ہے۔ مگر بہشت میں جگہ

اکثر اس فیس کے لحاظ سے ملتی ہے جو اس غرض کیلئے ادا کیجاتی ہے ٹھیک اسی طرح جیسا کہ کسی تماشہ گاہ میں ٹکٹ خرید کر کوئی شخص درجہ خاص ۔ کوئی درجہ اول وغیرہ میں جگہ حاصل کر سکتا ہے +

مغربی دنیا کے مذہب کا زیادہ حصہ زمانہ وسطیٰ کے توہمات سے مرکب ہے ۔ وہ درحقیقت زمانہ جہالت کا بقیہ ہے ۔ اور حضرت موسیٰ وعیسیٰ علیہم السلام کی تعلیم سے اُسے بہت کم مشابہت اور نسبت ہے ۔ قریباً تیسری اور پانچویں صدی میں جبکہ دنیا پر تاریکی چھائی ہوئی تھی ۔ اور لوگ مصیبت میں گرفتار تھے ۔ اور جبکہ یورپ وحشی اور جنگجو قوموں کے لئے ایک اکھاڑے کا کام دے رہا تھا جہاں ہر ایک قوم ایکدوسرے سے بڑھ چڑھ کر اپنا کرتب دکھلا کر ظلم اور تباہی سے اپنا رُعب اور سکہ بٹھلانا چاہتی تھی ۔ اس وقت مختلف سلطنتوں اور ریاستوں کے والی انگلستان کے جنگجو نوابوں اور لارڈوں کی طرح اس قسم کے لوگ تھے جو اپنے گھر بار ۔ خاندان اور ریاست کی حفاظت کے لئے تلوار اور دیگر آلات حرب کے استعمال میں کمال حاصل ہونے کی وجہ سے بہت شہرت رکھتے تھے ۔ مگر کسی قسم کا علمی مذاق یا تعلیم و تربیت کا شوق اُنہیں نہ تھا ۔ اپنے گھر کے انتظام کیلئے انہیں ایسے کلرکوں کی ضرورت پڑی جو اپنی اعلیٰ علمیت وقابلیت کی وجہ سے تمام گھر میں انتظام قائم رکھ سکیں ۔ اور تمام واقعات اور حالات کو جو اس وقت پیش آئیں قلمبند کر سکیں ۔ اور گھر کے متعلق تمام امور کو سرانجام دے سکیں ۔ کچھ مدت کے بعد بڑے خاندانوں میں ان کلرکوں یا دنیا کا پادریوں کا ہونا لازمی اور جزو لاینفک قرار دیا گیا ۔ اور ان کا اقتدار اور اثر بہت بڑھتا گیا ۔ انہوں نے اپنے اثر اور اقتدار کو بڑھانے کیلئے ہر ایک موقعہ سے فائدہ اُٹھایا ۔ اور آئندہ کے راز سربستہ کے سہارے دوزخ کے خوف اور عاقبت میں سزا کے خطرہ کو کھڑا کیا ۔ اس طرح کے خوف وخطرہ کو بڑی دانائی سے کام میں لا کر زود اعتقاد لوگوں کے دلوں میں ہیبت سی پیدا کر دی ۔ جس کا علاج انہوں نے یہ پیش کیا ۔ کہ مذہب کی کسی خاص طرز اور اس کے خاص مسائل پر ایمان رکھنے سے نجات مل سکتی ہے

یہ مسائل خود انہیں لوگوں نے بڑی چالاکی سے اختراع کئے۔ اس کے بعد انہوں نے اسباب کے باور کرانے کا انتظام کیا کہ جنت میں اعلیٰ اور محفوظ جگہ تب ہی مل سکتی ہے جبکہ کلیسا کی خدمت میں بڑی قیمتی تحالف پیش کئے جائیں۔ چنانچہ رفتہ رفتہ ان تحالف نے زمینوں۔ محلات۔ گرجوں اور قیمتی عطیات یا اوقاف کی صورت اختیار کر لی۔ ان حالات کے ماتحت پیر پرستی یا بالفاظ دیگر پادری پرستی کا سلسلہ شروع ہوا۔ اور اس وقت سے آج تک بھی دنیاوی سلطنت کو نیلام پر چڑھایا جاتا ہے۔ مگر جناب مسیحؑ سے چھ سو سال بعد حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی بعثت کی وجہ سے ان تمام خیالات کا بودا پن ظاہر ہو گیا۔ اور لوگوں پر کھل گیا کہ کفارہ یا دوسروں کی شفاعت اور ان سے درخواستیں لا کر خدا تک پہنچنے کے دیگر تمام مصنوعی اور تکلیف دہ طریقے لغو اور بیسود ہیں۔ خواہ موسوی قانون کیسے ہی شاندار ہوں۔ اور ناصرہ کے پاک پیغمبر کی نرم اور سخت گیری سے دور رہنے والے اصول خواہ کیسے ہی خوبصورت ہوں لیکن یہ ماننا پڑتا ہے۔ کہ اسلامی تعلیم میں نہایت ہی بلند پایہ کا پیغام ہے۔ اور وہ اس قدر سادہ ہے کہ اس پر ایمان رکھنے والے کی راہ کو تمام رکاوٹوں سے پاک کر کے اُسے بآسانی خدا تک پہنچا دیتا ہے +

قرآن شریف کی سورہ توبہ میں ذیل کی آیات ہیں جن کے معنے بالکل صاف ہیں اور ان کا اطلاق ان سب پر ہے جو پیروں یا پادریوں کے زیر اثر ہیں یا جو اسباب پر مصر ہیں کہ انسان ہی رہنما ہو سکتا ہے۔ آیات متذکرہ حسب ذیل ہیں :-

اتخذوا احبارھم ورھبانھم اربابا من دون اللہ والمسیح ابن مریم وما امروا الا لیعبدوا الٰھا واحدا لا الٰہ الا ھو سبحٰنہ عما یشرکون۔ ترجمہ۔ ان لوگوں نے اللہ کو چھوڑ کر اپنے عالموں اور اپنے مشائخوں اور مریم کے بیٹے مسیح کو خدا بنا کھڑا کیا۔ حالانکہ (ہمارے ہاں سے) ان کو یہی حکم دیا گیا تھا۔ کہ ایک ہی خدا کی عبادت کرتے رہنا اس کے سوا کوئی (اور) معبود نہیں وہ اُن کے شرک سے پاک ہے

یا ایھا الذین امنوا ان کثیرا من الاحبار والرھبان لیاکلون

اموال الناس بالباطل ویصدون عن سبیل اللہ - ترجمہ مسلمانو (اہلکتاب نے) اکثر عالم اور مشائخ لوگوں کے مال ناحق (ناروا) کو ستنے اور راہ خدا سے (لوگوں کو) روکتے ہیں یسوع مسیح کا مذہب وہ نہ تھا جو پولوس نے پیش کیا - آخرالذکر نے اصلی مذہب میں بہت کچھ اضافہ کیا - اور دیدہ ودانستہ اس میں تغیر و تبدل بھی کر دیا ان کی تعلیم کی تشریح مختلف لوگوں نے کی ہے - اور وقتاً فوقتاً اسے بدلا بھی ہے اس نام نہاد عیسائیت کے اندر فی الحقیقت یکجہتی نہیں - لیکن اسلام میں یہ نظر آتی ہے - بلکہ اسمیں وہ چیز موجود ہے - جو مخلوق کی اس پیاس کو بجھاتی ہے جو اُسے اپنے حاضر و ناظر و قادر مطلق خالق سے ملنے اور اسکی طرف پھر واپس جانے کیلئے لگی ہوئی ہے - اسلام ہمیں ایک ہی خدا کا نشان و پتہ دیتا ہے اور کہتا ہے کہ اسی کی عبادت کیجائے - اور اسی کے حکم پر چلا جائے - وہی سب سے بالاتر اور سب پر مقدم ہے - اور کوئی شخص خواہ وہ کتنا ہی مقدس اور پاک ہو اس کے ساتھ شریک نہیں کیا جاسکتا - یہ بالکل درست ہے - اور جیسا کہ اے - ڈبلیو نامی شخص نے اپنی کتاب تھاٹس فار دی فیوچر (آیندہ کے متعلق راے) میں لکھا ہے کہ :-

اِن عقلمند اور سمجھدار اشخاص کو دیکھکر تعجب معلوم ہوتا ہے جو احمقانہ طور پر پیروں (پادریوں) کے اختراع کردہ مسائل کو اس طرح قبول کرتے ہیں اور ان کے دھوکوں میں اِس طرح پھنس جاتے ہیں کہ وہ جنت اور اُس قادر مطلق کی نسبت کچھ بھی سمجھ نہیں سکتے - جس تک اسکی مخلوق میں سے ہر فرد پہنچ سکتا ہے - خواہ وہ معمولی انسان ہو یا ولی و پیغمبر جس کے پاس خدا کا الہام پہنچتا ہے - بہشت کی کنجی تو ہر وقت موجود ہے - اور اس کے ذریعہ سے ایک عاجز سے عاجز اور نہایت ہی مصیبت زدہ انسان بھی جنت میں داخل ہو سکتا ہے اور کسی بادشاہ یا درپی یا نبی کی مدد کی اسمیں ضرورت نہیں - یہ ایک ایسی بات ہی جیسے ہوا سے تشبیہ دیجاسکتی ہے - کیونکہ ہوا بھی سب مخلوق کو بے دام ملسکتی ہے لیکن جو خلق اللہ کو اس کے برخلاف تعلیم دیتے ہیں - انکی اپنی خود غرضیاں اسمیں شامل ہیں مثلاً اگر وہ اس طرح کی تعلیم

پیش نہ کریں تو انکی تنخواہیں اور وظائف بند ہونے کا احتمال ہے جن کی وجہ سے اُن کا کام چلتا ہے۔ نیز کبھی ایک دُنیاوی مفاد کے کھوئے جانے کا بھی اندیشہ لگا ہوا ہے +

اِس مختصر سے مضمون کی اصل غرض عیسائیت کے کسی خاص فرقہ پر حملہ کرنے کی نہیں۔ بلکہ اس سادگی اور خوبی کو ظاہر کرنے کی ہے جو اسلامی عقاید میں پائی جاتی ہے اور جو راقم مضمون کی ناقص رائے میں ان نقائص اور اعتراضات سے پاک ہے جو دیگر مذاہب میں اکثر دیکھے جاتے ہیں۔ اگر یہ تسلیم کرلیں کہ اسلام میں پیر پرستی نہیں۔ اور اسمیں اس قسم کے مسائل نہیں جو پیر پرستی کی طرف لیجاتے ہیں۔ اور اسمیں دنیاوی طاقت کیلئے حرص و طمع ہی نہیں تو کیا اگر تمام دُنیا اس قسم کے پُرامن مذہب کو قبول کرے تو قوم کی سلطنت اور حکومت کا انتظام نہایت صفائی سے نہ چلیگا؟

یہ ایک افسوسناک امر واقعہ ہے۔ کہ جس قدر عذاب بیرحمی اور خونریزی مذہب کی وجہ سے دُنیا نے دیکھی ہے وہ کسی اور باعث جہانتک ہمارا علم ہے نظر نہیں آئی۔ تو کیا اس صُورت میں ممکن ہے کہ کوئی ایسا مذہب ملسکے جو تمام مخلوقات کو ایک ہی خدا کی پرستش پر جو سب سے بالاتر اور افضلتر ہے قائم کردے؟ مگر ایک لحظہ بھر کیلئے ذرہ اپنے دل میں سوچو کہ اگر سلطنت برطانیہ میں ہر ایک شخص دل سے سچا مسلمان بن جائے خداوند تعالے وہ دن جلد دکھائے تو پھر نتیجہ اس کا کیا ہوگا۔ حکمرانی میری رائے میں ایک آسان اور سہل کام ہو جائیگا۔ کیونکہ ہر ایک کے دل میں سچے مذہب کا جوش ہوگا۔ کسی خاص فرقۂ کلیسیا کے متعلق غور کرنے کی ضرورت نہ ہوگی۔ کسی بدراہ یا منکر کو راہ راست پر لانے کی فکر نہ ہوگی۔ اور بہشت میں داخل ہونے کے لئے بھاری ٹیکس ادا نہ کرنے پڑینگے۔ جو مذہب حضرت موسیٰ و عیسیٰ اور حضرت محمد صلعم نے سکھایا ہے اسمیں سادگی تھی ہے لیکن خدا کی بعض کتب کو بالسوائے قرآن کریم کے اچھی صورت میں پیش کرنے کی کوشش میں بعض لوگوں نے اسمیں اس قدر خلط ملط کر دیا ہے۔ کہ اب اصلیت تک پہنچنا مشکل ہے۔ اور ایک صاف دل اور راستی سے متلاشی کو مایوس اور حیران کر دیتا ہے +

ہم دیکھتے ہیں کہ ایک مذہب اس رنگ کا بھی ہے جس نے مذہبی جنگ کی آگ بھڑکا دی

جس کی وجہ سے ہمارے اسلاف نے لاکھوں کی تعداد میں اپنی جانیں دیں لیکن یہ سب کچھ کس لئے محض ایک مقبرہ کیلئے جس کے اندر عیسائیوں کے اعتقاد کے مطابق مسیح نے تھوڑی دیر کیلئے آرام کیا۔ کیا یہ نامناسب لڑائی اس قابل تھی کہ اس قدر کشت و خون اس پر کیا جاتا۔ پھر مذہب کی ایک دوسری صورت نظر آتی ہے جس کے رو سے ہمیں اجازت دیجاتی ہے کہ ہم ان لوگوں کو جو ہم سے بالکل فروعات میں اختلاف رکھتے ہیں زندہ جلادیں۔ یا کسی اور طرح انہیں دکھ اور اذیت پہنچائیں۔ کیا یہ کارروائی بھی بے سود اور نکمّی نہ تھی۔ ایک تیسری طرز کا مذہب بھی ہے جو عوام میں نظر آتا ہے۔ اسکی جانبداری اور تعصب بھی اس حد تک پہنچ گیا ہے۔ کہ وہ اپنے تمام ہمجنسوں کو ہمیشہ کیلئے لعنتی قرار دیتا۔ اور ان کیلئے ابدی موت اور ہلاکت لازمی سمجھتا ہے۔ اور یہ محض اسلئے کہ وہ بعض خود تراشیدہ مسائل پر ایمان نہیں رکھتے۔ کیا یہ امر بھی قابل توجہ ہے کیا اسقدر تنگ دلی کا اظہار قابل تعریف ہوسکتا ہے۔ اس سے تو اس رحیم و کریم خدا کو بھی نفرت ہے۔ اور جناب مسیح اور حضرت محمد صلعم بھی اس سے بہت بری طرح سے اظہار نفرت کرینگے جرنیل گارڈن لکھتا ہے کہ:۔

"مسلمانوں میں فریسیوں کا فرقہ دکھائی نہیں دیتا۔ ان کا اعتقاد کچھ ہی ہو لیکن وہ ہمارے فریسیوں کی طرح الف اور ب کو جلا دینے کا فتویٰ نہیں دیتے۔ اور اس قسم کی ناپسندیدہ باتیں ہمیں نظر نہیں آتیں جو فریسی پیش کرتے ہیں"+

گارڈن صاحب مدت تک مشرق میں مسلمانوں کے درمیان رہا ہے۔ اسلامی تعلیم کی خوبیوں کا اس نے اچھی طرح مطالعہ کیا ہے۔ اور ہمیں کوئی شبہ نہیں کہ مذکورہ بالا سطور لکھتے وقت اس نے ضرور محسوس کیا ہے کہ اسلام میں وہ سچی مسیحی فیاضی و فراخ دلی موجود ہے جو اسے اپنے گھر میں نظر نہیں آتی۔ اسی مضمون کو وہ پھر ذیل کے الفاظ میں ادا کرتا ہے +

اس اطمینان قلب کے برابر کوئی بھی چیز نہیں جو اس شخص کو ملتا ہے جس کا آسرا خدا پر ہوتا ہے۔ اور جس کا اعتقاد بجائے قول کے فعل پر ہوتا ہے۔ اور وہ یقیناً جانتا ہے۔

کہ ہر ایک بات کیلئے کچھ نہ کچھ مقدر ہے۔ اور اسی کے مطابق ضرور اس کا اظہار ہوتا ہے
جس شخص کا ایمان ایسا ہو وہ زندہ ہی مر مٹتا ہے۔ اور اس دنیا کی تکالیف سے
اُسے نجات ملجاتی ہے +

تحریر بالا کے جواب میں غالباً یہ کہا جائیگا۔ کہ مشرقی خیالات مغربی خیالات سے
نہیں ملسکتے۔ ان کا باہمی ربط مشکل ہے۔ اسلئے مغربی اقوام کا مشرقی مذہب کو قبول کر کے
اس کے اثرات کے ماتحت چلنا بیروں از بحث ہے لیکن اسکی تردید بہت آسان ہے
کیونکہ ہر ایک شخص جانتا ہے کہ قریباً دو ہزار سال تک یورپ کی ہر ایک قوم مشرقی مذاہب
یعنے یہودیت اور عیسائیت کے زیر اثر اور انکی حکومت میں ہے +

اسلامی رُوح تمام ملکی حدوں اور مشرق و مغرب کے قومی تفرقوں سے بالاتر ہے اگر
مشرقی عیسائیت نے جو ناصرہ کا نبی دُنیا میں لایا انسانوں میں اس قدر تہذیب
پھیلائی تو کوئی معقول وجہ معلوم نہیں ہوتی کہ اس سے زیادہ تر وسیع اور سادہ اسلامی تعلیم
جسے رسول عربی صلعم نے دُنیا پر ظاہر کیا کیوں اس عمدہ کام یعنے تہذیب کو زیادہ ترقی
نہ دیگی۔ ان ہر دو نبیوں کے اخلاق ایکدوسرے سے بہت ملتے ہیں۔ اس کا ثبوت
حضرت محمد صلعم کی زندگی کے حالات پڑھنے سے ملتا ہے پھر قرآن شریف کے مطالعہ سے بھی
معلوم ہوتا ہے کہ اسمیں کوئی بھی ایسی بات نہیں جو پہلی الہامی کتب کے خلاف ہو۔ قرآن کی
تعلیم انجیل کی تعلیم کی تائید کرتی ہے۔ البتہ ضروریات زمانہ کے مطابق آخرالذکر
میں ایزادی کی گئی ہے جس طرح کسی شخص کو بغیر اس کے عذرات سُننے کے ملزم گردانے کا
اصُول غلط اور لغو ہے۔ اسی طرح حضرت محمد صلعم کے مذہب پر نکتہ چینی اور حرف گیری
کرنا اور لفظ اسلام کے معنے تک کا بھی علم حاصل نہ کرنا سراسر ظلم ہے۔ اور یہی طریق عمل
ننانویں فیصدی عیسائیوں کا ہے۔ وہ کسی قسم کی روشنی حاصل کرنا نہیں چاہتے۔ کیونکہ
ان کے نزدیک روشنی حاصل کرنا گویا تکلیف اٹھانا ہے۔ اور وہ اُٹھ کر دروازہ
کھولنے کے بجائے اندھیرے ہی میں رہنا پسند کرتے ہیں۔ گویا ان کا قول یہ ہے
کہ جو کچھ ہمیں ملا ہے وہ ہمارے لئے کافی ہے۔ اور ہم کسی اور چیز کی ضرورت نہیں سمجھتے

اِس طرح وہ خدا اور انسانوں کی طرف سے سے زیادہ واقفیت حاصل کرنے کی کوشش نہیں کرتے +

مضمون میں راقم نے نہایت ضروری امور سے متعلق مختصراً لکھا ہے لیکن امید کرتا ہے کہ آئندہ بھی اس کے متعلق رسالہ میں لکھتا رہیگا +

مذہب کی غرض و غایت

(از قلم جناب مولوی صدر الدین صاحب بی اے - بی ٹی)

قرآن کریم مذہب کی ضروریات کو نہایت سادے اور واضح الفاظ میں بیان کرتا ہے اور وہ یہ ہے کہ مذہب ہمارے اپنے خالق سے تعلقات اور اپنے ہمجنسوں سے تعلقات کو بیان کرتا اور سکھلاتا ہے +

اب ہم اپنے خالق سے تعلقات کو لیتے ہیں سب سے پہلے ہمیں اللہ تعالیٰ کے احکام کی کامل فرمانبرداری اور عزت کرنا سکھلایا جاتا ہے۔ ایسے احکام جو کہ انسانی ضروریات اور انسانی فطرت کے عین مطابق اور موافق ہیں۔ ہمارا قرآن شریف اس بات کو ثابت کرتا ہے کہ کیونکہ اللہ تعالیٰ ہمارا خالق ہے۔ اسلئے اسکو ہر شے کا علم ہے۔ اور وہ ان سب سے محبت کرتا ہے۔ اور یہ اس کا علیم و خبیر اور رحمٰن و رحیم ہونا ہی ہے جو ہمکو اس کے احکام کی فرمانبرداری پر مجبور کرتا ہے نہ کہ کسی خوف یا دھمکی کا ڈر قرآن کریم اس بات کو نہایت واضح طور پر بیان کرتا ہے

وَ اَسِرُّوْا قَوْلَكُمْ اَوِ اجْهَرُوْا بِهٖ ؕ اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۝ اَلَا يَعْلَمُ مَنْ خَلَقَ ؕ وَ هُوَ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ ۝ (سورۃ الملک رکوع ۱)

ترجمہ۔ اور (لوگو) تم اپنی بات چپکے سے کہو یا پکار کر کہو۔ خدا تو (تمہارے) دلی خیالات (تک) سے واقف ہے۔ بھلا (ہوسکتا ہے کہ خدا) جو پیدا کرے (وہی مخلوقات کے حال سے) ناواقف ہو حالانکہ وہ بڑا باریک بین اور باخبر ہے" +

اِنَّ اللّٰهَ عٰلِمُ غَيْبِ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۝
(سورہ فاطر رکوع ۵)

ترجمہ۔ بیشک اللہ آسمانوں اور زمین کی پوشیدہ باتوں کو جاننے والا ہے۔ بیشک وہ لوگوں کے دلی خیالات (تک) سے بھی واقف ہے"+

خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ وَصَوَّرَكُمْ فَاَحْسَنَ صُوَرَكُمْ وَاِلَيْهِ الْمَصِيْرُ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَيَعْلَمُ مَا تُسِرُّوْنَ وَمَا تُعْلِنُوْنَ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ (سورۃ التغابن رکوع ۱)

ترجمہ۔ اسی نے کسی مصلحت سے آسمانوں کو اور زمین کو پیدا کیا ہے اور اسی نے تمہاری صورتیں بنائیں۔ اور صورتیں (بھی بنائیں تو) اچھی بنائیں۔ اور اسی کی طرف (سب کو) لوٹ کر جانا ہے۔ جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے وہ جانتا ہے۔ اور جو کچھ تم لوگ چھپا کر کرتے ہو اور جو کچھ ظاہر کرتے ہو اسکو بھی جانتا ہے۔ اور اللہ دلی خیالات سے واقف ہے +

وہ ہمیں جانتا ہے کیونکہ اس نے ہمیں پیدا کیا۔ وہ ارض و سما کے رازوں سے خوب واقف ہے۔ کیونکہ وہ ان کا خالق ہے اسکو تمام اشیا کے متعلق ہر قسم کا علم ہونا چاہئے کیونکہ یہ اسی کی قدرت تھی جس نے ان سب کو نیست سے ہست کیا۔ وخلق کل شئی وھو بکل شئی علیم (سورۃ انعام رکوع ۱۲) ترجمہ۔ اور اس نے سب اشیاء کو پیدا کیا۔ اور وہ تمام چیزوں کا خوب علم رکھتا ہے"۔

یہ آیتیں جیسا کہ ہمیں یقین دلاتی ہیں ویسا ہی ہم ان سے سبق بھی حاصل کر سکتے ہیں۔ اور اس بات کو یقین کر کے دلکو نہایت تسکین اور اطمینان ہوتا ہے کہ ہمارا خالق اور رب ہماری فطرت اور ہماری ضروریات زندگی سے خوب واقف ہے۔ وہ ضرور ہمارے لئے ایسے قانون بنائیگا۔ جن سے ہماری فطرت دن دونی اور رات چوگنی ترقی کریگی +

اللہ تعالیٰ نے اسلامی کتاب (قرآن کریم) میں دو طرح کے احکام وحی کئے ہیں۔ ایک وہ ہیں جو کہ ہمیں اپنے رب کے فرائض سے آگاہ کرتے ہیں۔ اور دوسرے وہ ہیں جو کہ ہمیں اپنے ہمجنسوں کے حقوق اور فرائض سے خبردار کرتے ہیں۔ جو اللہ تعالیٰ کی طرف ہمارے فرائض ہیں وہ ایسے نہیں ہیں جو کہ کسی قسم کی اللہ تعالیٰ کی خود غرضی (نعوذ باللہ) کو ظاہر کرتے ہوں اسلام کا خدا

کم از کم ان ادنےٰ باتوں سے بالکل مبّرا ہے۔ اسکو ہماری عبادتگزاری اور شب بیداری کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ اسکو ہماری نمازوں کی کوئی پرواہ نہیں کیونکہ وہ اس قدر اعلیٰ اور عظیم الشان اور ذوالجلال ہستی ہے کہ ہماری عبادتیں اور تعریفیں اسکی شان کو کچھ بڑھا نہیں سکتیں۔ قرآن شریف میں ایک جگہ آیا ہے کہ "بیشک اللہ تعالیٰ کی تعریف بھی کیجاتی ہے اور اسکی بزرگی بیان کیجاتی ہے مگر وہ ان باتوں کا محتاج نہیں ہے" نماز اور عبادت کا حکم جو ہم پر فرض کیا گیا ہے وہ صرف اسلئے ہے کہ اس کا اثر ہماری جانوں اور روحوں پر نہایت خوشگوار اور نیک پڑتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی یاد صرف روح کیلئے غذا کا کام ہی نہیں دیتی بلکہ وہ اس کے عقل و علم کو بھی بڑھاتی ہے اور اسکو بُرے اور ذلیل کاموں سے بچائے رکھتی ہے ان الصلوٰۃ تنھیٰ عن الفحشاء والمنکر والبغی (بیشک نماز (عبادت) روکتی ہے (انسانوں کو) فحش اور فضول باتوں اور بغاوت سے) یہ عبادت کا ہی فیض ہے کہ ہم میں فیاضی اور نرمی کی سپرٹ پیدا ہوتی ہے۔ اور ہم اپنی کمائیوں میں سے یتیموں۔ حاجتمندوں۔ مسافروں اور ایذا رسیدوں کے لئے ایک حصہ الگ کر دیتے ہیں۔ اور یہ احکام ہمیں اللہ تعالےٰ کے فرائض سے متعلق ہیں اس قسم کی تلقین کرتے ہیں جو کہ یا تو ہمارے نفس کے لئے یا ہمجنسوں کے لئے بہتری اور خوبی کا باعث ہوتی ہے ورنہ ہمیں تو یہ سکھلایا گیا ہے کہ ہماری نمازیں۔ ہمارے روزے۔ ہماری قربانیاں اور ہماری عبادتیں اللہ تعالیٰ کی قدرت۔ جلال اور بزرگی میں ایک ذرہ بھر بھی زیادتی نہیں کر سکتے کیونکہ وہ تو ایسا ذوالجلال اور زبردست شہنشاہ ہے جس کی قدرت اور حکومت میں تمام آسمان اور زمین ہے۔ اور ساتھ ہی ہمارے ناپاک خیالات یا دہریانہ عقیدے اللہ تعالیٰ کی قدسیت اور بزرگی کو کسی طرح نہیں گھٹا سکتے ہیں۔ ہمیں بعض احکام کے پورے کرنے کو کہا جاتا ہے۔ اور وہ بھی صرف اسلئے کہ ایسا کرنا ہماری اپنی بھلائی یا بنی نوع انسان کی بہتری اور بہبودی کا باعث ہے۔

حقوق العباد کے متعلق ہمیں اپنے خدائی فرائض سے بھی زیادہ تاکید کی گئی ہے اور حقیقتاً ہم اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے اور اسکی عبادت کا حق نہیں ادا کر سکتے۔ جب تک کہ ہم عملاً اس کے بندوں سے نیک سلوک نہ کریں۔ اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے کا یہی ایک پھل ہے

جو ہمیں ملنا چاہیئے۔ کیونکہ اگر یہ نہ ہو۔ تو ہمارا ایمان بودا۔ ہماری نمازیں ریا کاری۔ ہمارے روزے محض فاقے۔ اور ہماری خیراتیں محض منافقت اور ریا کاری سمجھی جائینگی"۔ اگر تم اللہ سے محبت کرنے کا دعویٰ کرتے ہو۔ تو پہلے اسکی مخلوق سے محبت کرو"۔ یہ ایک سبق تھا جو کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دہن مبارک سے کئی دفعہ نکلا۔ اور آپ نے اس پر کئی دفعہ زور دیا۔ آپ کی اپنی فیاضی سخاوت اور مہربانی اسبات کا ثبوت ہے کہ اللہ تعالے سے محبت کا لازمی اور ظاہری نتیجہ یہی ہو سکتا ہے۔ کہ اسکی مخلوق سے محبت کیجائے۔ اگر اللہ تعالیٰ کی بے نیازی اور فیاضی تقسیم امتیاز رنگ وقوم کی مطلقاً پرواہ نہیں کرتی تو ایک ایماندار مسلمان کا یہ فرض ہونا چاہیئے۔ کہ وہ بھی قومی پاسداری اور تعصب جیسی ذلیل چیز کی قطعاً پرواہ نہ کرے۔ اللہ تعالیٰ کی عالمگیر بے نیازی اور تقسیم کی وجہ سے ہر مسلمان کو اپنے دل و دماغ اور خیالات کو وسعت دینی چاہیئے۔ اور اپنی ہمدردی کے احاطے کو وسیع کرنا چاہیئے۔ اس کا ایسا کرنا ہی اسکی اللہ تعالیٰ سے محبت کی ضمانت دے سکتا ہے ورنہ اس کے دعوے سب حرف باطل ہیں۔ کیونکہ اسکی عملی زندگی اس کے عقائد سے موافقت نہیں کھائیگی۔ اور یہی وجہ ہے کہ اسلام نے ایسی منافقانہ زندگی کو سخت نفرت سے رد کیا ہے۔ اور وہ کسی دعویٰ اور ایمان کو قبول نہیں کرتا۔ جب تک کہ اس کو عمل کرکے نہ دکھایا جائے۔ اور اسکی بنیادیں پختہ نہ ہوں۔ "تم کس طرح خیال کرتے ہو کہ اللہ تعالیٰ تمہیں جان لیگا۔ جب تم اس کے حضور حاضر ہوگے۔ (اور کس چیز سے) مگر تمہاری اولاد سے نیک سلوک۔ اور رشتہ داروں پڑوسیوں اور دیگر بنی نوع انسان سے نیک برتاو کرنے سے"۔ یہ الفاظ ہیں جو کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے نکلے۔ اور یہ آپ ہی کی خوبی ہے کہ مشکل سے مشکل اور گہرے سے گہرے مذہبی یا اخلاقی نقطہ کو اس صفائی اور خوبی سے حل کر دیتے ہیں۔ ایک اور جگہ فرمایا ہے "کیا تم اللہ تعالیٰ سے محبت کرتے ہو؟ تو پہلے اسکی مخلوق سے محبت کرو۔ اور غریبوں اور مفلسوں پر مہربانی کرکے تم اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کو حاصل کرو"۔ "انسانوں میں سب سے بہتر وہ ہے جس سے کہ بنی نوع انسان کو سب سے زیادہ فائدہ پہنچتا ہے"۔ ایک دوسری جگہ فرماتے ہیں۔ "وہ

عورتوں کی خبر گیری کرو۔ حاجتمندوں کی مدد کرو۔ مسافروں کو کھانا کھلاؤ اور آرام پہنچاؤ۔ اور یتیموں کی رکھوالی کرو"۔ یہ اور سینکڑوں اور مقولے اس مذہب کی اصل حقیقت کو ظاہر کرتے ہیں جس کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دُنیا میں لائے جس کی انہوں نے نہ صرف تعلیم دی۔ بلکہ اس پر عامل ہو کر دکھا دیا +

یہ مندرجہ بالا تمام باتیں قرآن شریف کی مندرجہ ذیل آیت سے بالکل مطابقت کھاتی ہیں جسمیں نہایت وضاحت سے بیان کیا گیا ہے کہ پرہیز گاری اور تقویٰ خاص خاص رسوم دینی کو ادا کرنے اور اللہ تعالیٰ پر لفظی ایمان لے آنے کا نام نہیں ہے۔ بلکہ ان کا تقاضا ہو کہ ہم خدا کی مخلوق سے نیک برتاؤ کریں۔ اور اپنے عہدوں اور ایمانیات پر دیانتداری اور وفاداری سے ثابت قدم رہیں۔ اور مصائب اور تکالیف کو نہایت صبر اور شکر سے برداشت کریں۔ اور ہر طرح ثابت قدم اور مضبوط دل رہیں۔ اس سارے مضمون کا خلاصہ چند لفظوں میں یہ ہے کہ مذہب کی غرض و غایت یہ ہے کہ وہ ہمیں اپنے گھر۔ اپنے ملک۔ اور تمام دنیا کے لئے موجب برکت و خیر و خوبی بنا دے +

لَيْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالْكِتٰبِ وَالنَّبِيّٖنَ ج وَاٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ذَوِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ وَالسَّآئِلِيْنَ وَفِي الرِّقَابِ ج وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ ج وَالْمُوْفُوْنَ بِعَهْدِهِمْ اِذَا عٰهَدُوْا ج وَالصّٰبِرِيْنَ فِي الْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ وَحِيْنَ الْبَاْسِ ط اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا ط وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ ۝ (پارہ سیقول رکوع ۲۲)

ترجمہ (مسلمانو) نیکی یہی نہیں کہ (نماز میں) اپنا منہ مشرق (کی طرف کر لو) یا مغرب کی طرف کرو۔ بلکہ (اصل) نیکی تو اُن کی ہے جو اللہ اور روز آخرت اور فرشتوں اور (آسمانی) کتابوں اور پیغمبروں پر ایمان لائے۔ اور مال عزیز اللہ کی محبت پر رشتہ داروں

اور یتیموں اور محتاجوں اور مسافروں اور مانگنے والوں کو دیا۔ اور (غلامی وغیرہ کی قید سے لوگوں کی) گردنوں (کے چھڑانے) میں دیا۔ اور نماز پڑھتے اور زکوٰۃ دیتے رہے اور جب (کسی بات کا) اقرار کر لیا تو اپنے قول کے پورے اور تنگی میں اور تکلیف میں اور ہلاچلی کے وقت میں ثابت قدم رہے۔ یہی لوگ ہیں جو (دعویٰ اسلام میں) سچے نکلے۔ اور یہی ہیں جن کو پرہیزگار کہنا چاہیئے) +

رسید زر

(یکم جولائی لغایت ۳۱۔ اگست سنہ ۱۹۳۰ء)

اعانت مشن	جناب محمد ابراہیم صاحب بکنگ کلرک (لیواڑی)	عـلـعـر	دو ماہ کا چندہ
"	" علی احمد خان صاحب ریاست بہاولپور	ـــــےر	
"	" منشی نثار احمد خانصاحب کاشغر	صـــــہ ۱۱ر۵ر ؁	
مفت تقسیم	" میر احمد خان نواب منشی فتح ار احمد خان صاحب کاشغر	للعـــہ ۴ر۷ر ؁	
امداد مشن	افتخار الملک جناب کرنل نواب زادہ حاجی حمید اللہ خانصاحب ولیعہد ریاست بھوپال	یکصد	دو ماہ کا چندہ
"	جناب بابو محمد یوسف صاحب بصرہ	لعہ ۹ ر	دو ماہ کا چندہ
"	" محمد علاء الحسن صاحب بھوا	صـ۵۱ـہ ر	
"	" شہاب الدین صاحب داود زئی	عـــہ ر	
"	" شیخ غلام اکبر صاحب مردان	عـــہ ر	
"	" منہاج الدین صاحب مردان	صہ ر	
"	" ایس۔ آر۔ تاجہ بغداد	ـــہ	
مفت تقسیم	" خواجہ عبد الغنی صاحب عزیز منزل لاہور	عـلـہ	
زکوٰۃ	" محمد اسحاق صاحب بھوساوال	عـــہ	
امداد مشن	" خان محمد صاحب سیالکوٹ	ـــہ	
"	" رحمت اللہ صاحب بغداد	عـلـعـر	

آنریری سکرٹری اشاعت اسلام بلاد غیر ووکنگ مسلم مشن عزیز منزل لاہور

مروارید ثلاثہ

یہ ہر سہ کتب مصنفۂ حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مسلم مشنری ہیں جو بلحاظ مضمون نایاب اور بے مثل کتابیں ہیں جو بتفصیل ذیل درج ہیں:-

(۱) براہین نیرہ حصہ اول (معروف بہ زندہ و کامل الہام) قیمت (۱۲/)

اِس میں یہ دکھلایا گیا ہے کہ قرآن ایک خاتم اور ناطق الہامی کتاب ہے جسمیں تہذیب و تمدن کے کامل قوانین موجود ہیں۔ اس ضمن میں مصنف نے ایک حکیمانہ بحث میں موجودہ تہذیب پر تنقیدی نگاہ ڈالی ہے۔ کل مذاہب دیگر کے عقائد اور اصولوں پر نہایت منطقی بحث کی گئی ہے +

(۲) اُم الالسنہ (معروف بہ زندہ و کامل الہامی زبان) قیمت بارہ آنے (۱۲/)

یہ کتاب بالکل جدید تصنیف ہے۔ اور جدید مضمون پر لکھی گئی ہے۔ اپنی نوع کی پہلی کتاب اُردو انگریزی لٹریچر میں لکھی گئی ہے۔ اس میں یہ دکھلایا گیا ہے کہ عربی الہامی زبان ہے اور کل دنیا کی زبانیں اسی سے نکلی ہیں۔ اور ابتدا میں سب ملکوں کے آباو اجداد عربی الاصل تھے یہ کتاب دیکھنے سے تعلق رکھتی ہے +

(۳) اُسوۂ حسنہ (معروف بہ زندہ و کامل نبی) قیمت صرف چار آنے (۸/)

اِس میں آنحضرت صلعم کا کامل نمونہ بحیثیت انسان کامل پیش کیا گیا ہے۔ یہ کتاب تعبیر بتیت عام تاسل کر چکی ہے۔ اس کو پڑھ کر ماننے کے سوا چارہ نہیں رہتا۔ کہ محمد صلعم خاتم النبیین ہیں۔ اور اگر کوئی کامل نبی ہو سکتا ہے تو وہ آپ کی ذات پاک ہی ہے +

احباب ان ہر سہ کتب کے آرڈر ارسال فرمانے میں عجلت فرمائیں وگرنہ بعد از ان مایوسی ہوگی +

نوٹ: محصولڈاک وغیرہ بذمہ خریدار ہوگا +

المشتہر خواجہ عبدالغنی منیجر مسلم بک سوسائٹی عزیز منزل لاہور

اسلامیہ سٹیم پریس بیرون لوہاری دروازہ لاہور میں حافظ ظہور الدین صاحب کے اہتمام سے چھپوا کر خواجہ عبدالغنی صاحب [illegible]

رجسٹرڈ ایل نمبر ۹۰۸

وَلْتَكُن مِّنكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ

اشاعت اسلام

اردو ترجمہ

اسلامک ریویو اینڈ مسلم انڈیا مجریہ لنڈن

زیر ادارت
خواجہ کمال الدین بی اے ایل ایل بی
مسلم مشنری
مولوی صدر الدین بی اے بی ٹی

قیمت سالانہ تین روپے

یہ کارِ ثواب ہے کہ آپ ان رسالجات کی خریداری بڑھائیں کیونکہ انہیں رسالوں کی آمد بہت حد تک مسلم ووکنگ مشن کے اخراجات کی کفیل ہے رسالہ ہذا کی دس ہزار اشاعت ووکنگ مشن کے ½ اخراجات کی ذمہ وار ہو سکتی ہے۔

جلد ۵ | بابت ماہ اگست ۱۹۱۹ء | نمبر ۸

فہرست مضامین

اسلامیہ سٹیم پریس بیرون بھاٹی دروازہ لاہور میں حافظ مظفر الدین کے اہتمام سے چھپوا کر خواجہ عبد الغنی منیجر اشاعت اسلام لاہور نے شائع کیا

فہرست کتب اشاعت اسلام بک ڈپو لاہور

محصول ڈاک بذمہ خریدار

نام کتاب	قیمت
۶ پرچے اشاعت اسلام سنہ ۱۹۱۴ء	۱۲/
۱۱ پرچے " سنہ ۱۹۱۵ء	عہ ۱۲/
۱۱ پرچے سنہ ۱۹۱۶ء	عہ ۱۲/
براہین نیرہ	۱۲/
اُسوہ حسنہ	۸/
ام الالسنہ	۱۲/
لمعات انوار محمدیہ	۶/
خطبات غربیہ مکمل سٹ	عصہ/
مسلم مشنری کے ولائتی لیکچر حصہ اول	۱۰/
" حصہ دوم	۱۰/
" حصہ سوم	۱۰/
بنگال کی دلجوئی	۱/
نکات القرآن حصہ اول	۸/
" حصہ دوم	۸/
" حصہ سوم	۱۰/
" حصہ چہارم	۱۰/
حدوث مادہ	۵/
جمع قرآن	۱۲/
حقیقۃ المسیح	۳/
تائید حق	۸/
اسرار سلیمانی مجلد	۶/
التوحید	۱/
طریق فلاح	۱/
مادہ فانی	۱/
کرشن اوتار	۱/
پیغام صلح	۱/

نام کتاب	قیمت
ادیب نسوان	۴/
انشائے نسوان	۴/
صبر کی دیوی	۳/
خورشید جہاں	۴/
رفیق مرزا	۳/
زنانہ خطوط	۵/
لیکچر اسلام از مسز اینی بسنٹ	۳/
مسدس حالی	۸/
زنانہ حساب کتاب	۱۰/
تعلیم الصبیان	۳/
مناجات بیوہ	۲/
رباعیات حالی	۴/
جام کوثر	۴/
راہ جنت	۳/
امام حسین	۴/
۱۶ دلچسپ کہانیوں کا مزیدار سٹ	عہ/
ناصح مشفق	۳/
لندن میں جلسہ مولود النبی صلعم	۳/
لیکچر اسلام	۱/
جام عرفان ـ نظم	۱/
ہنر آموزی	۴/
کھانا پکانا	۴/
اخلاقی کہانیاں	۴/
تعلیم نسواں کی پہلی کتاب	۲/
" دوسری کتاب	۳/
" تیسری کتاب	۴/

المشتہر خواجہ عبد الغنی مینیجر رسالہ اشاعت اسلام بک ڈپو عزیز منزل نولکھا لاہور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

اشاعت اسلام

ترجمۂ اُردو اسلامک ریویو اینڈ مسلم انڈیا مجریہ لنڈن

جلد (۵) بابت ماہ اگست سنہ ۱۹۱۹ء نمبر (۸)

شذرات

بہ سفر رفتنت مبارکباد
بسلامت روی و باز آئی

یہ خبر ناظرین کرام کے لئے مسرت آمیز ہوگی۔ کہ حضرت مولوی صدرُ الدین صاحب بی۔ اے بی۔ ٹی مسلم مشنری بمعہ دو رفقاء (جناب مولوی دوست محمدؐ صاحب ایڈیٹر پیغام صلح و جناب مولوی عبد اللہ جان صاحب پشاوری) مشن کی خدمت کو سرانجام دینے کیلئے ووکنگ تشریف لیگئے ہیں۔ مجاہدینِ فی سبیل اللہ کا قافلہ حضرت مولوی صاحب موصوف کی قافلہ سالاری میں مورخہ ۲۶ جولائی سنہ ۱۹۱۹ء کو بمبئی سے جہاز پر سوار ہُوا ہے +

ناظرین کرام سے استدعا ہے کہ وہ اِس مجاہد قافلہ کے لئے جو محض اعلائے کلمۃ اللہ کے لئے اپنے وطن اور بال بچوں کو چھوڑ کر گیا ہے خاص اوقات میں دُعا فرمائیں کہ اللہ تعالےٰ اُن کو اُنکے مقاصد عالیہ میں مظفر و منصور فرمائے۔ اور انہیں اپنے وطن میں بخیریت تمام واپس لائے۔ آمین ثم آمین +

حضرت شیخ رحمت اللہ صاحب امین مسلم مشن ووکنگ بھی انگلستان تشریف لیگئے ہیں۔ اور آپ بھی حضرت مولانا مولوی صدر الدین صاحب کے ہمسفر ہیں۔ اللہ تعالےٰ انہیں بھی بخیر تمام واپس لائے۔ آمین ثم آمین

حضرت خواجہ کمال الدین صاحب آجکل شملہ میں ہیں اگرچہ آپ کی طبیعت پہلے سے اچھی ہے مگر پوری صحت نہیں۔ احباب اس نافع الناس وجود کی صحت کامل و عاجل کے لئے خصوصیت سے دعا کریں +

شکریۂ احباب

کثرت سے دوستوں نے خطوط میرے ولایت سے آنے پر مجھے بھیجے ہیں میں اُن سب کی یادآوری کا مشکور ہوں میری صحت بحمد اللہ پہلے سے اچھی ہے لیکن اس امر کی متقاضی نہیں کہ میں فرداً فرداً احباب کو جواب دے سکوں میں سب کی خدمت میں عرض کرتا ہوں کہ جس کسی کو کوئی خاص وقت نصیب ہو میرے لئے دعا کرے۔ والسلام

(مسلم مشنری) خواجہ کمال الدین (پتہ) ہری کاٹیج۔ چھوٹا شملہ

اسلام کا جذب مقناطیسی

حضرت مولانا مولوی محمد علی صاحب ایم اے ایل ایل بی (مترجم انگریزی ترجمہ قرآن) کیخدمت میں ایک نومسلم انگریز کا خط ان دنوں موصول ہؤا ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ اسلام میں وہ مقناطیسی قوت ہے کہ یہ معقول طبائع کو اپنی طرف کھینچ سکتا ہے۔ اور جو لوگ کچھ بھی مذہبی حس رکھتے ہیں وہ اسلام کی معنوی خوبیوں کا اعتراف کئے بغیر نہیں رہ سکتے صاحب مراسلت لکھتے ہیں :-

مجھے اس وقت آپکے ترجمۃ القرآن کی ایک جلد ملی ہے۔ اور میں اس خوشنما اور دیدہ زیب تصنیف پر آپ کو مبارکباد عرض کرتا ہوں۔ کیونکہ آپنے اس کو نہایت خوبی سے مرتب کیا ہے۔ اگر آپ کی وہ تصنیف

جس کا ذکر آپ نے دیباچہ میں کیا ہے ختم ہو چکی ہے۔ تو میں اس کی تکمیل کی خبر نہایت خوشی سے سنونگا تا کہ میں اس کو بھی منگوا لوں +

میں اس موقعہ سے فائدہ اٹھا کر آپ کو اپنے حالات سے کسی قدر مطلع کرتا ہوں۔ اور مجھے امید ہے کہ آپ براہِ مہربانی اسمیں دلچسپی لیں گے +

میں ایک برطانوی افسر ہوں اور میرا اصل وطن آئرلینڈ ہے۔ میں ابھی عراق عرب سے ہندوستان میں آیا ہوں۔ اگرچہ میں آئرش ہوں۔ مگر میں انگلینڈ میں رہتا ہوں۔ مجھے مذہب سے ہمیشہ ایک خاص دلچسپی رہی ہے۔ اور فوجی ملازمت میں منسلک ہونے سے پیشتر میں کئی سال تک عیسائیت کا مطالعہ کرتا رہا ہوں۔ عراق عرب میں جا کر جس کو آج تقریباً سال ہوا ہے مجھے اسلام میں داخل ہونے کی مسرت حاصل ہوئی ہے۔ مجھے اسلام کے مفصلہ ذیل اوصاف نے خصوصیت سے اپنی طرف کھینچا ہے +

(۱) مسلمانوں میں رنگ ذات پات کا کوئی امتیاز نہیں ہے حالانکہ صبیح اللون عیسائیوں میں اس قسم کے متعدد امتیازات ہیں تاریخ دُنیا میں یہ امتیاز جو اسلام کو حاصل ہے اسی کا حصہ خاص ہے

(۲) ان مسلمانوں کی سیدھی سادہ زندگی جن کو مجھے ملنے کا اتفاق ہوا ہے +

(۳) اسلام کی صاف سیدھی تعلیم جس میں سوائے خدا تعالےٰ کے کسی دوسرے معبود کی پرستش نہیں اور عملی طور پر نیک اعمال کرنا اور تمام کائنات سے انصاف سے پیش آنے کی ہدایت موجود ہے خواہ وہ حیوان ہوں یا انسان یا فرشتے +

حقیقت میں اسلام میں یہ خوبیاں ایسی ہیں کہ انہوں نے اسلام کو مذاہب عالم میں ایک اُمی اور مستقل سبق دیدیا ہے۔ اور رُوحانی اور اخلاقی اوصاف میں کوئی مذہب اسلام کا مقابلہ نہیں کرسکتا +

ووکنگ مشن کی قبولیت

ووکنگ مشن نے جو قبولیت حاصل کی ہے وہ کسی توضیح و تشریح کی محتاج نہیں۔ مسلمانوں کی خوش قسمتی ہے کہ ان میں اب اس خدمت اسلام کا احساس پیدا ہو گیا ہے۔ چنانچہ مدراس سے

ایک صاحب جن کا نام نامی **بی داؤد شاہ** ہے۔ اور جو ایک قابل گریجوایٹ ہیں حضرت امیر ایدہ اللہ بنصرہ کی خدمت میں ایک خط میں ووکنگ مشن کی خدمات کا ذکر کرتے ہوئے اپنی زندگی خدمت اسلام کے لئے وقف کرتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ ووکنگ مشن نے نہ صرف اعلےٰ درجہ کی قابلیت کے انگریزوں کو ہی حلقہ بگوش اسلام نہیں بنایا۔ بلکہ مسلمانوں کو بھی حقیقتِ اسلام سے آگاہ کیا۔ چنانچہ اس کا اعتراف اس خط میں بھی موجود ہے غیر تو غیر مسلمان خود اب اسلام سے ناآشنا ہیں۔ اور مسلمانوں کا یہ فرض ہے کہ وہ اپنے برادران اسلام کو اسلام کی حقیقی اور اصل خوبیوں سے آگاہ کر کے انہیں سچے مسلمان بنائیں +

محولہ بالا خط کا ضروری اقتباس ہدیۂ ناظرین کرام ہے:-

مسلم مشن ووکنگ نے خدمت اسلام کا جو کام سرانجام دیا ہے وہ اب تک بے آئینہ حق ہو چکا ہے۔ گذشتہ چند سال کے عرصہ میں اس مشن نے مشرق و مغرب میں نہایت حیرت انگیز کارنامے کئے ہیں۔ اسلامک ریویو نے مذہبی اور سائنٹیفک دماغ کیلئے ایک نیا نظارہ پیش کیا ہے۔ اور ابھی اُمید ہے کہ زمانہ مستقبل میں وہ بہت کچھ کر کے دکھائے گا۔ اُس نے ابھی سے مغربی دماغ سے اس پردہ کو اُٹھانا شروع کر دیا ہے جو اسلام کی صداقت کے متعلق پڑا ہوا تھا۔ اور ان ہندوستانی مسلمانوں کے ایمان و ایقان کو بھی مستحکم کیا ہے۔ جنکی تعلیم انگریزی طرز پر ہوئی ہے میں اپنی نسبت

The Islamic work done by the Muslim Mission at Woking, England is not unknown througout the world, during the past few years the Mission had turned out wonderful work in the west as well as in the East. The "Islamic Reivew" has opened a new Vista to the dcientific as well as the religious mind and has got much in store for the future. It has already begun to disillusinio

یہ کہہ سکتا ہوں کہ میں "اسلامک ریویو" کے مطالعہ کے بعد پہلے سے ہزار درجہ بہتر مسلمان ہو گیا ہوں۔ اسلئے میں اسلام کے لئے اپنی زندگی وقف کرنے کو تیار ہوں +

the western mind regarding the truth of Islam and has also made firm the belief of English educated Indian Muslims. For my part I have after reading the "Islamic Review" a thousand times a better Muslim than what I was before. I am therefore ready to sacrifice my whole life for the cause of Islam.

اس سے معلوم ہو سکتا ہے کہ اسلامک ریویو نے مسلمانوں میں کیسا عظیم الشان کام کیا ہے۔ وہ لوگ جو انگریزی تعلیم کے اثر سے اسلام پر تضحکہ اڑایا کرتے تھے جو اسلام کو ایک نیشنلٹی کا ایک شیرازہ سمجھتے تھے جو مذہب سے نہ صرف نا آشنا بلکہ بیزار تھے آج اس کے حسن معنوی پر شیدا ہیں۔ اور اس کے لئے اپنی زندگی قربان کرنے کیلئے تیار ہیں۔ کیا اب بھی مسلمان من حیث القوم ووکنگ مشن کی اہمیت کو تسلیم کر کے اسے امداد نہ دیں گے +

تاریخ میں ایک درخشاں شخصیت

(از قلم جناب شیخ مشیر حسین صاحب قدوائی بیرسٹر ایٹ لاء)

حضرت محمد صلعم تاریخ میں ان نامور لوگوں میں سے ہیں جن کی شخصیت نے زمانہ کے مٹ جانے والے تاثرات کا مقابلہ کیا۔ لیکن پھر بھی آپ کی ذات بابرکات کو کبھی بھی فوق الانسانی کا رتبہ نہیں دیا گیا۔ جیسا کہ گذشتہ ازمنہ کے بعض سادہ لوح مریدین نے اپنے معلمان مذہب کے سر تھوپا +

مکہ معظمہ کے بازاروں میں ہم ایک تندرست و توانا۔ درمیانہ قد کشادہ شانے ترچھی نگاہیں۔ خوبصورت و دلفریب خط و خال والے انسان کامل کو نہایت ہی نیازمندانہ

خاکسارانہ گشت لگاتے ہوئے مشاہدہ کرتے ہیں جس سے کہ معصوم ننھے ننھے بچوں کو فطرتاً انس اُلفت و محبت ہے۔ اور جس کی ہموطن عزت و توقیر کرتے ہیں۔ اور جسے ان لوگوں نے "الامین" کے معزز و ممتاز لقب سے ملقب کیا ہے +

پھر اسی انسان کامل کو عین عنفوان جوانی میں اپنے ہموطنوں کی اخلاقی و مذہبی پستی و انحطاط سے بیزار ہو کر حرا کی چوٹی پر تلقین تبلیغ کرتے ہوئے دیکھتے ہیں۔ اور کہ جس کا قلب مضطر اس پاک ہستی کے عشق و محبت میں محو ہو کر اس ارفع و اعلیٰ ہستی کی طرف بلند پروازی کرتا ہے۔ جو کہ مُدت مدید تک مصفّیٰ قلوب سے مخفی نہیں رہتی +

اِس عابد حقیقی نے غار حرا میں ہی الرحمن الرحیم کی ہستی اور اپنے ہموطنوں کی ناگفتہ بہ حالت زار سے آگاہی حاصل کر لی۔ اور وحدانیت کے ارفع و اشرف خیالات سے کہ جس سے ہر ایک متنفس لازماً متاثر ہوتا ہی علے الاعلان ببانگ دہل توحید کی تبلیغ کا اعلان شروع کر دیا۔ اور مسئلہ نجات کی لوگوں کو تعلیم دی۔ اور اپنے شہریوں کی تادیب و تہذیب کیلئے سر توڑ کوشش شروع فرما دی۔ تاکہ انہیں عصیان و غلطیوں کی قعر مذلت سے نکالکر اُنہیں مخلصی دلائی +

لیکن اسی انسان کامل کو کہ جس کو تکالیف و اذیت کا تختہ مشق بنایا گیا جس کے ساتھ ہر ایک قسم کی سب و شتم روا رکھی گئی۔ جسے جلا وطن کیا گیا۔ اور یہاں تک کہ موت کے گھاٹ تک اُتارنے کی دھمکی دی گئی۔ اب اسی انسان کامل۔ اسی رہبر حقیقی۔ اسی مُزکی و مُعلم کو وفعتاً وہی جفا کش۔ ظالم لوگ سر آنکھوں پر بٹھاتے ہیں۔ اور دل و جان سے اسکی عزت و احترام کرتے ہیں۔ جس کی وجہ یہ تھی۔ کہ آپ کے قلب منیر نے اس وقت کی مروجہ فحش بداخلاقیوں اور عصیاں کے خلاف رُوحانی جنگ ٹھان لی تھی۔ اور اُن سے اپنے آپ کو آزاد رکھنے کا تہیہ کر لیا ہوا تھا۔ اور کہ اپنے عقیدہ و ایمان کو مشتہر کرنے کی قوی جرات تھی۔ اور کہ آپ کے قلب تپاں میں اپنے ہموطنوں کو صراط مستقیم پر چلانے کی تڑپ تھی کیونکہ آپ کو اس بات کا قوی علم ہو چکا تھا۔ کہ آپ کے تقرر کی اصل غرض و غایت نسل انسانی کو واحد۔ رحم۔ علیم۔ بصیر۔ غفور و قادر مطلق ذات اقدس کی طرف دعوت دینے کی ہے +

چونکہ آپ اصنام پرستی کے استیصال کے درپے تھے۔ اسلئے وہ بُت پرست جو اعلائے کلمۃ اللہ سے پیشتر آپ سے شدید اُلفت و محبت رکھتے تھے۔ اب آپ کے خون کے پیاسے ہوگئے۔ اور آپ کو نفرت اور حقارت کی نظر سے دیکھنے لگے۔ لیکن آپؐ کی حیرت انگیز صبر و استقامت نے مشکلات پر قابو پالیا۔ آخر الامر کچھ عرصہ کے بعد ایک اور انقلاب ہُوا۔ جسمیں کہ حق نے باطل پر اور تقویٰ و پارسائی نے عصیاں و جرم پر فتح و نصرت حاصل کی۔ اور اس وقت اُس عظیم الشان مستقل مزاجی، استقامت و استقلال کے پیکر مجسم کو عالم پیری میں ہم اپنے حصُول مطلب و کار منصبی میں مُظفر و منصُور ہوتے ہوئے دیکھتے ہیں۔ اور وہی غار حرا کا عابد غریب گلہ بان ایک انقلاب عظیم کا موجد و فاتح و حکمران عرب ہوگیا۔ بے یار و مددگار یتیم عبداللہ۔ جگر گوشۂ آمنہ۔ شاہ حرم اللہ تعالیٰ کی نصرت و فضل و مہربانی سے جزیرہ نما عرب کی اُمیدوں کا ماویٰ و ملجا بن گیا۔ آپؐ کے ہموطن اِس قدر اخلاص سے آپؐ سے محبت رکھتے ہیں۔ اور آپؐ کی عزت ملحوظ رکھتے تھے۔ اور اس قدر عزت و احترام قیصر و کسرےٰ جیسے بڑے بڑے نامدار شہنشاہوں کی رعایا بھی اپنے فرمانروایاں کی بھی نہ کرتی ہوگی۔ آپؐ کے پیرو اپنے بچوں و والدین سے بھی بڑھ کر آپؐ سے اُلفت رکھتے تھے۔ آپؐ نے تمام جزیرہ نما عرب پر بڑی تزک و احتشام سے مادی و رُوحانی حکومت فرمائی۔ اور عوام الناس کی راستبازی۔ فتح و ظفر و تہذیب کی طرف رہنمونی کی +

اسلامک ریویو:۔ مندرجہ بالا مسلمہ واقعات کی موجودگی میں کیا ہم یہ دعوےٰ نہیں کرسکتے۔ کہ ہمارے آقائے نامدار حضرت محمد صلعم انسان کامل تھے۔ اور آپ کی ذات اقدس انسانی ہدایت کا مکمل نمونہ تھی۔ کیونکہ آپؐ کو وہ تمام مراحل زندگی طے کرنے پڑے۔ جن مراحل کو طے کرنے ہی انسانیت کمال و تکمیل کو پہنچتی ہے۔ آپؐ نے ارفع و اشرف اصولہائے تمدن و معاشرت منضبط فرماکر اپنے پیچھے چھوڑے۔ جو کہ الفاظ و نصائح تک ہی محدود نہیں۔ بلکہ ان سب پر آپؐ نے

موقع و محل کے ماتحت عمل پیرا ہو کر دکھا دیا۔ اس خطیب اکبر کا کوئی بھی ایسا خطبہ نہیں
جو ناقابل عمل ہو۔ اس مجسمہ اخلاق کی کوئی بھی ایسی اخلاقی تعلیم نہیں۔ جو خیالی و قیاسی ہو،
بلکہ حقیقی ہے جس پر کہ انسان روزمرہ عملی طور پر چل سکتا ہے۔ وہ دلفریب عملی تعلیمات
ہمارے سب سے اعلےٰ نمونہ ہیں۔ اگر بفرض محال ہم استدلال کی خاطر ہی ایک معلم کی
نصائح کو اس کے عوامل کیلئے قبول بھی کر لیں۔ جیسا کہ جناب مسیح کے معاملہ میں ہے۔ تو
کیا جناب مسیح کا قلیل عہد نبوت (اور وہ بھی بہت حد تک ان لوگوں کے درمیان جو بلحاظ
کم عقل اور ارذل تمدنی حیثیت کے تھے) اخلاق فاضلہ کی حیرت افزا شان تسکو کے
اظہار کے موقعہ کو حاصل کر سکتا ہے۔ خواہ وہ اخلاق فاضلہ آپ میں جبلی تھے لیکن ان کے
اظہار کے لئے موقع و محل و مختلف حالات کی ضرورت لاحق ہوتی ہے۔ لیکن افضائل
اخلاق کے پیکر مجسم کہ جس کا ہر ایک فعل ہمارے سامنے خود ہمہ تن آئینہ عمل ہے۔ وہ سیزر
و سکندر اعظم سے زیادہ تاریخی انسان ہے۔ اور بہت سی حالتوں میں تو آپ کی سوانحعمری
ہمارے آباواجداد کی سوانحعمریوں سے زیادہ صاف و شفاف نظر آتی ہے۔ لیکن
بانی عیسائیت ایک قصہ کہانی اور راز سربستہ سے بڑھ کر ہماری نگاہ میں وقعت
نہیں رکھتا۔ چونکہ سادہ لوح دنیا کا بہت حد تک دار و مدار اخفائے راز پر ہی ہوتا ہے،
اور مذہبی معاملات میں طبعی تحلیل و تجزیہ و چھان بین سے سادہ لوح دنیا گریزاں ہے،
اسلئے ایک شخصیت تو معموں و رازوں میں مخفی ہے۔ اور کہ اس کے بالمقابل دوسری
شخصیت جس کی کہ عدیم النظیر عزت و توقیر کی جاتی ہے تابندہ درخشاں ہے۔ اور
کہ جو برزخ کامل ہستی جامع ہے۔ اور عالم کون کی آخری معراج ہے۔ الیوم
اکملت لکم دینکم +

عملی فرائض اسلام

(از جناب ڈاکٹر محمد صادق صاحب نو مسلم)

یہ لیکچر لندن مسلم ہوس میں مورخہ ۹ مارچ ۱۹۱۹ء کو بروز اتوار دیا گیا

عوام الناس کی بہتری کے لئے جو تجویز یا تدبیر پیش کی جائے اُسکے متعلق آج کل خصوصاً پوچھا جاتا ہے کہ آیا وہ مفید ثابت ہوگی۔ اور اس سے کچھ عملی نتیجہ برآمد ہوگا۔ رسومات واجبات اور پُرانے اعتقادات ہی کو نہیں بلکہ تمام مذہبی معتقدات اور عبادات کو بھی عملی طور پر مفید ہونے کے لئے پرکھا جاتا ہے۔ اس مذہب کے معلموں اور جاننے والوں نے جب پر دُنیا کے اس حصہ کی ایک کثیر التعداد مخلوق چلتی ہے عام طور پر یہ فتوے دیدیا ہے کہ یہ مذہب انسانی زندگی کے لئے عملی نکتۂ خیال سے افسوسناک طور پر ناقص ہے۔ اس مذہب کے پیرو اور اُس کے منکر ہردو اسی نتیجہ پر پہنچے ہیں۔ اور اسمیں اُنہوں نے جلد بازی سے کام نہیں لیا منکر تو سالہا سال سے یہی کہہ رہے ہیں۔ مگر ان کی اس رائے پر معتقدین مذہب جو اس کی ہستی کے لئے بڑے بڑے دقیق عذرات پیش کرتے تھے ہمیشہ مضحکہ اُڑاتے رہے۔ اب چار سال سے زیادہ عرصہ کے تجربہ کے بعد (گو تجربہ ابھی ختم نہیں ہوا لیکن نتیجہ ظاہر کر دیا گیا ہے) معتقدین اور پیروانِ مذہب نے بھی ان لوگوں کی رائے پر صاد کر دیا ہے جنہیں وہ غدار اور دشمن خیال کرنے کے عادی تھے۔

سچے مذہب کو اس امر کی ضرورت نہیں کہ اسکی سچائی ثابت کرنے کے لئے کوئی خاص طریق اختیار کیا جائے۔ اسکے لئے معتبر گواہی کی ضرورت نہیں بلکہ وہ خود معتبر گواہ کا کام دیتا ہے۔ وہ اپنے زور اور طاقت کی وجہ سے لوگوں کو معتقد بناتا ہے لیکن اسمیں جبر و تعدی نہیں۔ اسکی صداقت حاکمانہ ہے اور اس طرح پر کہ انسان تمام الہٰی کاروبار میں اس کے ماتحت چلتا ہے گو اس کا عمل کسی نہج سے بھی تحکمانہ نہیں پایا جاتا۔ یہ کہانے مشہور کرنے کے انسان کے اندر ترغیب و تحریص پیدا کرتا ہے۔ مذہب قوت پیدا کرتا ہے انسان

بناتا ہے لیکن جب مذہب انسان کا وضع کردہ ہو تو اسمیں سختی کا رنگ ہوتا ہے۔ سچا مذہب ایک ایسی آزمائش اور امتحان کے بعد پورا اترتا ہے جسمیں سے کہ اسکے پیرو کو گذرنا ہوتا ہے وہ تکلیف آزمائش اور خطرہ کے وقت قوت دیتا ہے۔ لیکن مذہب کا زوال اس وقت شروع ہوتا ہے جب پیغمبر سے پادری سبقت لیجائے۔ اور اُسوقت مذہب مذہب نہیں رہتا۔ بلکہ علم الٰہیات کے ایک دستور العمل کی صورت اختیار کرلیتا ہے۔ اسکی روحانی طاقت مرجاتی ہے۔ اور انسان کی زندگی اور چلن پر اس کا اثر جاتا رہتا ہے۔ اور اسمیں فلسفیانہ یا خیالی علوم کا رنگ آجاتا ہے اور اُن ہدایات اور احکام کی بجائے جن کی تعمیل اسلئے کیجاتی ہے کہ فوری خوشی اور تسکین قلب حاصل ہو۔ اسمیں آیندہ جلال کا وعدہ دیا جاتا ہے +

اسلام کو اپنی ہستی منوانے کے لئے دوسرے کسی کی بھی ضرورت محسوس نہیں ہوتی۔ جب کبھی کسی خاص جگہ اسلام میں ضعف نظر آیا ہے۔ اور اس قسم کی مثالیں بہت ہی نادر ہیں تو اسکی وجہ بجز اس کے نہیں کہ اسکے چند گمراہ شدہ متبعین نے اس کے قوانین کو رضامندی کے ساتھ اختیار کرنے سے انحراف کیا ہو۔ لیکن اس قسم کی کوششیں دیرپا نہیں رہیں۔ کیونکہ ان لوگوں کی غلطیاں ان پر ظاہر ہوگئیں اور انھوں نے ان کو محسوس بھی کرلیا +

قدیم زمانہ میں شاہی مذہب کا تعلق اس دُنیا کے طبقہ پر کُلیتہً آیندہ زندگی ہی کے ساتھ رہا ہے اور آیندہ زندگی میں ممکن الوجود باتوں کا اسمیں تذکرہ رہا ہے۔ اور زمانہ حال کی خرابیوں کو جڑھ سے اکھیڑنے اور انہیں کم کرنے کی طرف توجہ نہیں دیگئی +

عیسائی مذہب کے بانی کی عظیم الشان مثال پر ان لوگوں نے پردۂ تاریکی ڈالدیا ہے جو گرجوں میں کسی قسم کا عہدہ رکھتے ہیں مذہب کو زنجیروں کے ساتھ جکڑدیا گیا ہے۔ اور اس کے پیرووں کی خواہشات انسانوں کے فائدہ پہنچانے کے متعلق بالکل دب گئی ہیں لیکن اس معاملہ میں اسلام کی صورت خاص طور پر مختلف ہے۔ دوسروں کے فائدہ کیلئے تکلیف اُٹھانے کا خیال مذہب ہی کی وجہ سے مسلمانوں کے دلوں میں پیدا ہوجاتا ہے۔ یہ بات کسی خاص مرتب کردہ قوانین سے پیدا نہیں ہوتی۔ کیونکہ یہ ایک امر واقعہ ہے۔ کہ اسلام

ایک صاف اور سادہ مذہب ہے۔ اور کسی کا وضع کردہ نہیں۔ اسمیں کوئی لارڈ پادری یا سردار کاہن نہیں اور نہ کوئی مذہبی عہدے دار نظر آتے ہیں +

زمانہ حال کی خرابیوں کے دور کرنے کے لئے سوسائٹیوں اور مجلسوں کا قائم کرنا قرار پایا ہے مختلف فرقوں اور گرجوں میں اتفاق پیدا کرنے کی خاطر بیشمار انجمنیں اور جماعتیں وجود میں آئی ہیں۔ ایک جماعت تو ویسٹرن چرچ (مغربی کلیسیا) اور ایسٹرن ارتھوڈکس کمیونین (مغربی کلیسیا) میں اتحاد بڑھانے کے فکر میں ہے۔ دوسری جماعت بظاہر کلیسیا روما میں ملجانا چاہتی ہے اور دیگر تجاویز بھی ایک بڑی فری چرچ بنانے کیلئے کی جا رہی ہیں جن کی ہستی کا بصورت کامیابی چرچ آف انگلینڈ (کلیسیاء انگلستان) بھی کم از کم معترف ہوگا +

یہ مختلف قسم کے اتحاد اگر قائم بھی ہو جائیں۔ تو اُن سے جیسا کہ ان سب انجمنوں کے بعض دور اندیش کارکنوں کا خیال ہے مذہب ایسی طاقت نہیں بن سکتا جو قوم کی روزانہ زندگی میں قوت پیدا کر دے۔ چنانچہ پادری ٹی رہونڈا ولیمس صاحب اخبار کرسچن ورلڈ کے ۲۷ فروری کے پرچے میں یوں لکھتے ہیں :-

"اگر تم انگلستان کے تمام آزاد گرجوں کو ایک گرجہ بنالو اور پھر اس ایک گرجہ کو انگلیکن گرجہ کے ساتھ شامل کر دو۔ تو پھر بھی مجھے یقین نہیں کہ تم نے ایک طرف تو مزدور پیشہ لوگوں کی ایک کثیر التعداد جماعت کو اور دوسری طرف لکھے پڑھے سمجھدار لوگوں کو اس گرجہ کے ساتھ شامل کرنے میں بہت بڑی ہمت کی ہے ہمارے گرجوں کی تفریق سے یہ لوگ علیحدہ نہیں۔ بلکہ اس وجہ سے ہیں کہ جو مذہب گرجا انہیں بتلاتا ہے۔ اور جس پر وہ اصرار کرتا ہے وہ ان لوگوں کے نزدیک بالکل حقیقت نہیں رکھتا۔ یہ لوگ تو ایسی دُنیا میں رہتے ہیں۔ جہاں کہ عملی باتیں نظر آ رہی ہیں۔ اور جن کا اصل مذہب کے پُرانے اصولوں سے نہیں ہوتا +

رُوحانی زندگی کا مرکز ہونے کے لحاظ سے بھی (گو رُوحانی امور سے اخلاقی امُور سے جُدا کرنے میں مشکل ہیں) کلیسیا نے جسمیں عیسائی مذہب کے تمام مختلف فرقے شامل ہیں۔

عوام الناس کی خواہشات کو پورا کرنے میں کوئی کامیابی حاصل نہیں کی۔ گرجے ہفتہ بھر سوائے ایک دن کے بند رہتے ہیں جس سے یہ صاف ظاہر ہوتا ہے کہ ان عمارتوں میں عبادت کرنیوالوں کے لئے مذہب میں اس قدر کم دلچسپی اور کشش ہے کہ وہ سات دنوں میں سے صرف ایک ہی دن عبادت کے لئے کافی خیال کرتے ہیں۔ برعکس اس کے مسجد قریباً تمام دن کھلی رہتی ہے۔ اور دن میں پانچ وقت اذان نماز کے لئے دی جاتی ہے۔ جسے سُن کر تمام سچے مُسلمان خوشی سے نماز کے لئے جمع ہو جاتے ہیں۔ بعض مُصنفوں نے بالخصوص پادری صاحبان نے مسلمانوں کے بغیر کسی تکلف کے اذان کی آواز سُننے پر تمام کاروبار و اشغال جن میں وہ مصروف ہوں چھوڑنے اور ایک قطار میں اپنے مذہب کے اصولوں کے مطابق کھڑا ہونے پر بہت کچھ رائے زنی کی ہے۔ لیکن حقیقت میں اس سے زیادہ زبردست ثبوت کسی مذہب کے قابل عمل ہونے کے نہیں مل سکتا۔ مذہب زبردستی نہیں بڑھتا۔ اور نہ اس طرح بڑھنا چاہئے۔ اگر ہم بلا تکلف اور نہایت آسانی سے اپنے کام اللہ کی عبادت کے لئے نہیں چھوڑ سکتے تو اسکی وجہ سوا اسکے اور کچھ نہیں کہ ہمارے اشغال یا تو ناجائز ہیں اور یا گندے اور مبتذل شان ہیں۔

ہم پوچھتے ہیں کہ مذہب کی موجودہ قابل افسوس حالت کا کیا علاج سوچا گیا ہے۔ کل سے پہلے ۸ مارچ ۱۹۱۹ء کے اخبار دی ٹائمز میں لکھا ہے کہ توبہ کی صدا تو لوگ سُنتے ہیں لیکن وہ اصلیت کو نہیں سمجھتے۔ کیونکہ ان کے نزدیک توبہ کے معنے گذشتہ واقعات پر صرف اظہار رنج و افسوس کرنا ہے۔ اگر یہ لوگ جانتے کہ توبہ کی غرض تازہ اور جو نکا دینے والے واقعات کے مطابق اپنی طبیعت کو بنانا اور جدید نظام کا بڑے استقلال سے مقابلہ کرنا ہے تو بہت کچھ انقلاب پیدا ہو جاتا۔ کاش وہ سمجھتے کہ توبہ کے کچھ اور معنے نہیں۔ یہ مجلس شوریٰ تمام روزانہ اخبارات اور تمام قومی مجالس توبہ ہی کا وعظ کرتی ہیں لیکن گرجہ کی آواز سے واقعات کی صدا زیادہ بلند ہے۔ اور وہ زمانہ ماضی کے شرمناک تساہل اور احمقانہ باتوں پر تاسف کا حکم دے رہے ہیں لیکن ساتھ ہی وہ اشارہ کر رہے ہیں کہ آیندہ کیلئے اپنی روح کی حالت کو درست کرو۔

مضمون بالا کا نولیسندہ اس کا علاج حسب ذیل بتلاتا ہے:-

اب اس بات کی ضرورت ہے کہ مذہب کی بڑی بڑی اہم باتوں کی طرف لوگوں کی توجہ دلائی جائے۔ چونکہ انسان رُوحانی ہے۔ اور اُسکی اصلی ضروریات بھی رُوحانی ہیں۔ اسلئے اُسے چاہئے کہ وہ اپنے مادی مقبوضات و تعلقات کو رُوح کی خدمت میں اس طرح لگاوے کہ وہ اپنے ہمجنسوں کے ساتھ عدل و انصاف کا برتاؤ کر سکے نیز تمام بیرونی امور اندرونی چیزوں کی خدمت میں لگادی جائیں۔ اور تمام گردوپیش کی چیزیں۔ اپنی آمدنی اپنی محنت کا وقت۔ حالات خانگی تعلیمی تدابیر و انتظام۔ اور تمام اپنے بدنی تعلقات میں ایسی روش اختیار کیجائے کہ انسان کی اپنی اور اسکی سوسائٹی کی رُوحانی ترقی درجۂ کمال تک پہنچ جائے بس یہی اہم امور ہیں۔ اور انکی تعلیم دینا مذہب کا اصلی کام ہے +

اب دیکھیئے کہ اس نامہ نگار کا تجویز کردہ علاج وہی ہے جو مذہب اسلام کا بُنیادی پتھر ہے۔ یہ کوئی نئی اور انوکھی تجویز نہیں کی گئی۔ رسُول اکرم حضرت محمد صلعم نے اُسے پیش کیا اور آپ کے زمانہ سے لے کر آج تک مسلمانوں نے جب کبھی اُنھوں نے آپ کی تعلیم کو درست رکھنا چاہا اس پر عمل کیا۔ قرآن شریف میں لفظ توبہ سے مُراد انسان کی زندگی میں کامل تبدیلی ہے۔ قرآن شریف یہ نہیں چاہتا کہ کسی قسم کے خاص الفاظ دہرائے جائیں۔ بلکہ وہ چاہتا ہے کہ انسان میں اسکی بہتری کے لئے حقیقی تبدیلی پیدا ہو جائے۔ اسلام زندگی کے روزمرہ چھوٹے چھوٹے کاموں کے متعلق بالتفصیل بحث کرتا اور ہدایات دیتا ہے۔ اس کے احکام کسی سخت گیر کارفرما کی طرح نہیں ہیں۔ بلکہ نہایت نرم اور ترغیب دھندہ یادداشت کی طرح پر ہیں۔ انگلستان کے عیسائیوں نے انیسویں صدی سے پیشتر غلاموں کی آزادی کے متعلق کوئی کارروائی نہیں کی لیکن اس بارے میں اسلام ہی نے رہبری کی اور صرف اسلام ہی ایک مذہب ہے جو غلام کو آزاد کرنے کے لئے حکم دیتا ہے چند نیک دل مرد اور عورتوں نے جو فرقہ کلیفام سے تعلق رکھتی تھیں۔ پادریوں کی رائے کے خلاف قومی پارلیمنٹ پر اپنے ہمدردانہ خیال کا اثر ڈالنے میں کامیابی حاصل کی ہے اور پھر برٹش مقبوضات میں غلاموں کو آزادی دلوائی۔ ذرہ اب قرآن شریف کے

احکام کو غور سے سنئے (سورہ البلد آیت ۱۲-۱۶) +

وما ادراک ما العقبۃ ٭ فک رقبۃ ٭ او اطعم فی یوم ذی مسغبۃ یتیما ذا مقربۃ ٭ او مسکینا ذا متربۃ ٭ ترجمہ۔ اور کیا جانے تو کیا ہے گھاٹی۔ چھڑا دینا گردن کا۔ یا کھانا کھلانا بیچ دن بھوک والے کے یتیم قربت والے کو یا فقیر خاک افتادہ کو +

اسلام اِس امر کو پوشیدہ نہیں رکھتا کہ تقویٰ کی راہ پُر از خار ہے۔ لیکن روزمرّہ زندگی کی تکمیل کیلئے ہدایات کے ساتھ ہی رُوحانی مدد اور دُعاؤں سے قوت بھی حاصل ہوتی ہے۔ اسلام کے اخلاقی قواعد اپنے ہمجنسوں کو نقصان پہنچانے سے ہی منع نہیں کرتے۔ لیکن وہ دوسروں کے ساتھ بھلائی کرنے کی بھی تاکید کرتے ہیں۔ رسُول اکرم کے دل میں یتیموں اور بیکسوں کیلئے ہمدردی پیدا ہوئی۔ اور آپؐ نے اسلئے اِن لوگوں کی طرف بے اعتنائی کرنیوالوں کو خدا کے عذاب سے ڈرایا اور بتلایا۔ کہ صاحب ثروت اپنی اِس بے اعتنائی اور لاپرواہی کے باعث اپنی طاقت کھو بیٹھینگے۔ آپ کا دستور العمل تمام زندگی میں یہی رہا۔ آپ ہمیشہ بیکسوں اور مظلوموں کے حامی اور خیر خواہ رہے۔ صرف خیر اندیش ہی نہ تھے۔ بلکہ عملی طور پر اپنے ارادوں کو ظاہر کیا اور تمام سچے مسلمانوں کو آپ کی مثال کی پیروی کرنے کا حکم دیا۔ چنانچہ قرآن شریف میں آیا ہے +

واتوا الیتمی اموالھم ولا تتبدلوا الخبیث بالطیب ص ولا تاکلوا اموالھم الی اموالکم ط انہ کان حوبا کبیرا ٭ (سُورۃ النسا آیت ۲) ترجمہ۔ اور دو یتیموں کو مال اُن کے اور مت بدلو ناپاک کو بدلے پاک کے اور مت کھاؤ مال اُن کے ملا کر طرف مال اپنے کے تحقیق گناہ بڑا +

اوفوا الکیل ولا تکونوا من المخسرین ٭ وزنوا بالقسطاس المستقیم ولا تبخسوا الناس اشیاءھم ولا تعثوا فی الارض مفسدین ٭ (سُورہ الشعراء آیت ۱۸۰-۱۸۳) اور پورا کرو پیمانہ کو اور مت ہو نقصان دینے والوں سے۔ اور تولو ساتھ ترازو سیدھے کے۔ اور مت کم دو لوگوں کو چیزیں اُنکی اور مت پھرو بیچ زمین کے فساد کرتے + واجتنبوا الرجس من الاوثان واجتنبوا قول الزور ٭

(سورۃ الحج آیت ۳۰) **ترجمہ** - پس بچتے رہو ناپاکی بتوں کی سے اور بچتے رہو بولنے جھوٹھ کے سے +

واعبدوا اللہ ولا تشرکوا بہ شیئًا و بالوالدین احسانًا وبذی القربی والیتمی والمسٰکین والجار ذی القربی والجار الجنب والصاحب بالجنب وابن السبیل وما ملکت ایمانکم ان اللہ لا یحب من کان مختالاً فخورًا (سورۃ النساء رکوع ۶ آیت ۳۶) **ترجمہ** - اور عبادت کرو اللہ کی اور مت شریک لاؤ ساتھ اس کے کسی چیز کو ۔ اور ساتھ ماں باپ کے احسان کرنا ۔ اور ساتھ قرابت والوں کے اور یتیموں کے اور فقیروں کے اور ہمسایہ قرابت والوں کے اور یتیموں کے اور فقیروں کے اور ہمسایہ قرابت والوں کے اور ہمسایہ اجنبی کے اور صحبت رکھنے والے کے کروٹ برابر مسافر کے ۔ اور جن کے مالک ہوئے ہیں واہنے ہاتھ تمہارے اور تحقیق اللہ نہیں دوست رکھتا اس شخص کو کہ ہو تکبر کرنیوالا +

کوئی امر بھی انسان یا قوم کی روزانہ زندگی کا نہیں جس کے متعلق قرآن میں خدا نے اپنی حکمت بالغہ سے ہدایت نہ دی ہو ۔ اگر قانون اور مذہب کے رُو سے سود نا جائز قرار دیا جاتا تو دنیا کس قدر مصیبت اور ذلت سے بچ جاتی لیکن جس جگہ اسلام کا تسلط ہے وہاں سود کے متعلق قوانین کی ضرورت نہیں ۔ قرآن شریف کا حکم ہی کافی ہے ۔ چنانچہ سورہ البقرہ کے رکوع ۳۸ - آیت ۲۷۶ میں آیا ہے ۔ یمحق اللہ الربٰوا ویربی الصدقٰت واللہ لا یحب کل کفار اثیم **ترجمہ** مٹاتا ہے اللہ سود کو اور بڑھاتا ہے خیراتوں کو اور اللہ نہیں دوست رکھتا ہر ایک کفر کرنیوالے گنہگار کو +

خیرات دینے میں بھی ہمارے لئے ہدایات ہیں اور ہمیں اندھا دھند خیرات کرنے سے ۔ اور رشوت سے اور ہر قسم کی آلودگی سے روکا گیا ہے کیونکہ یہ باتیں قوموں کو گھن کی طرح سے لگ کر انہیں اکثر برباد کر دیتی ہیں ۔ چنانچہ قرآن شریف کی سورہ توبہ رکوع ۸ آیت ۶۰ میں فرمایا ہے ۔ کہ اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسٰکِیْنِ وَالْعٰمِلِیْنَ عَلَیْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ وَفِی الرِّقَابِ وَالْغٰرِمِیْنَ وَفِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَابْنِ السَّبِیْلِ فَرِیْضَةً مِّنَ اللّٰهِ وَاللّٰهُ عَلِیْمٌ حَکِیْمٌ - **ترجمہ** سوا اسکے نہیں کہ خیرات واسطے فقیروں کے اور محتاجوں کے اور عمل کرنیوالوں کے اوپر تحصیل اس کے کے ۔ اور جن کو کہ الفت دلائے جاتے ہیں دل اُن کے ۔ اور بیچ آزاد کرنے گردنوں کے اور قرضداروں کے ۔ اور بیچ راہ خدا کے اور مسافروں کے ۔ فرض ہے اللہ کی طرف سے اور اللہ جاننے والا حکمت والا ہے +

پھر قرآن شریف بتلاتا ہے کہ بھلائی کس بات میں ہے اور کس میں نہیں ۔ چنانچہ لکھا ہے ۔ کہ

لَیْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْھَکُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلٰکِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْمَلٰٓئِکَةِ وَالْکِتٰبِ وَالنَّبِیّٖنَ وَاٰتَی الْمَالَ عَلٰی حُبِّهٖ ذَوِی الْقُرْبٰی وَالْیَتٰمٰی وَالْمَسٰکِیْنَ وَابْنَ السَّبِیْلِ وَالسَّآئِلِیْنَ وَفِی الرِّقَابِ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَی الزَّکٰوةَ وَالْمُوْفُوْنَ بِعَهْدِهِمْ اِذَا عٰهَدُوْا وَالصّٰبِرِیْنَ فِی الْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ وَحِیْنَ الْبَاْسِ اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ صَدَقُوْا وَاُولٰٓئِکَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ (سورۃ البقرہ رکوع ۲۲ - آیت ۱۷۷) نہیں بھلائی یہ کہ پھیرو تم منہ اپنے کو طرف مشرق کی اور مغرب کے اور لیکن بھلائی جو ایمان لایا ساتھ اللہ کے اور دن پچھلے کے اور فرشتوں کے اور کتاب کے اور پیغمبروں کے اور دیا مال اوپر محبت اسکی کے قرابت والوں کو اور یتیموں کو اور فقیروں کو اور مسافروں کو اور سوال کرنے والوں کو اور چھڑانے گردن کے اور قائم کیا نماز کو اور دیا زکوٰۃ کو اور پورا کرنے والے ساتھ عہد اپنے کے جب عہد کریں اور صبر کرنیوالے بیچ فقر کے اور بیماری کے اور وقت لڑائی کے۔ یہ لوگ ہیں جنہوں نے سچ بولا۔ اور یہ لوگ وہ ہیں پرہیزگار +

حال اور مستقبل کا مسئلہ ان سوالات سے حل ہوتا ہے کہ آیا مذہب میں صرف رسومات ہی ہیں یا زندگی کے عملی قواعد ہیں۔ ان سوالات کا جواب فقط اسلام اور محمد صلعم نے جو سب سے آخری اور سب سے بڑے پیغمبر ہیں دیا ہے کہ مذہب ایک عملی نظام اور روزمرہ زندگی کا دستور العمل ہے اور کہ اُس کا اثر ہماری ہستی کے رگ و ریشہ میں ہونا چاہئے تاکہ وہ ہمیں خلق اللہ کی بہبودی کے لئے راستبازی اور انصاف سے کام کرنے۔ نیک خیالات رکھنے اور فیاضانہ عمل کرنے کی ترغیب دی۔ یہ سب باتیں محض خدا کے ساتھ محبت کی وجہ سے ہوں جو کہ خالق اور تمام جہانوں کا مالک اور بادشاہ ہے۔ کیا کسی زمانہ مستقبل کی طرف نظر کر کے اس قسم کی پیشگوئی کی جرأت کر سکتا ہے کہ آئندہ زمانہ کا مذہب کیا ہو گا۔ یہ سوال بفضلہ تعالیٰ بالکل معقول ہے اور خدا ہی کے فضل سے اُس کا جواب بھی کافی و شافی ہو گا ہم آجکل قوموں کے زوال کی نسبت سنتے ہیں لیکن زوال اس تنزل کے مقابلہ میں کچھ بھی نہیں جو مذہب میں آ رہا ہے لیکن اس کا تدارک اُسی صورت میں ہو سکتا ہے کہ ہم سمجھ لیں کہ سچے مذہب کی روح اور اصول کیا ہیں۔ اس بات کا حل مکمل طور پر مذہب اسلام ہی میں ملتا ہے۔ اور یہ مذہب ایک ذرہ بھر بھی اس پیغام سے اختلاف نہیں رکھتا جو حضرت محمد صلعم سے پہلے پیغمبر خدا کی طرف سے لائے +

دُنیا کے مشہور شہدائے ثلاثہ

بسلسلہ صفحہ ۳۲۸ جلد ۵ نمبر ۷

حضرت محمد صلعم اللہ تعالیٰ کا یہ حکم سُناتے ہیں کہ

ما یزال عبدی المومنون یتقرب الی بالنوافل حتیٰ احببتہ فاذا احببتہ کنت سمعہ الذی یسمع بہ وبصرہ الذی یبصر بہ و یدہ التی یبطش بھا ولسان الذی ینطق بھا و اجلہ التی یمشی بھا۔

ترجمہ - میرا سچا مومن بندہ نزدیکی ڈھونڈھتا طرف میری ساتھ نفلوں کے یہاں تک کہ دوست رکھتا ہوں میں اُسکو اور جس وقت دوست رکھتا ہوں میں اُسکو ہوتا ہوں میں شنوائی اُسکی کہ سُنتا ہے ساتھ اُس کے اور ہوتا ہوں میں بینائی اُسکی کہ دیکھتا ہے ساتھ اُس کے اور ہاتھ اُس کا کہ پکڑتا ہے ساتھ اُس کے ہوتا ہوں میں زبان اُسکی کہ بولتا ہے ساتھ اُس کے اور پاؤں اُس کا کہ چلتا ہے ساتھ اُس کے +

خداوند تعالیٰ قرآن میں فرماتا ہے کہ ونحن اقرب الیہ منکم ولکن لا تبصرون

ترجمہ - ہم تم سے اُن کے قریب ہیں اور تم نہیں دیکھتے +

منصور حلاج جو کہ مُسلمانوں میں ایک ولی گذرے ہیں اور جنہوں نے عربی اشعار میں ایک بڑی بھاری فاضلانہ تصنیف کی ہے اسی طرح اور انہیں سبا کے ماتحت اپنی جان دی جس طرح اور جس وجہ سے حضرت مسیح نے دی تھی۔ منصور وجد کی حالت میں انا الحق پکار اُٹھا۔ اور مسلم علمائے اُسے کفر سمجھ کر اُسی طرح اُسے دار پر کھینچنے کا حکم دیا جس طرح یہودی کاہنوں نے حضرت مسیح کو صلیب پر چڑھانے کا دیا تھا۔ کوڑھیوں کا اچھا کرنا اور بھوتوں کا نکالنا ایسے واقعات ہیں جو ہر روز مشرقی ممالک میں دیکھے جاتے ہیں۔ اِس قسم کے بہت سی کرامات بزرگانِ اسلام کی طرف منسوب کیجاتی ہیں۔ مگر شکی اور دلیل کے طالب لوگ نہیں آج کل جلد ماننے کے لئے تیار نہیں اور ان معجزوں اور فوق العادت باتوں کیلئے کوئی بادی اسباب کی تلاش کرتی ہیں لیکن ہی گروہ اور اسی دماغ کے لوگ جنہوں نے حضرت مسیح کی اُن کے معجزات کی وجہ سے پرستش کی۔ آج

اُن کرامات دکھلانیوالے مسلمانوں کے آگے سرِ تسلیم خم کرتے ہیں عام مسلمان خواہ وہ علمیت کے لحاظ سے کم ہی کیوں نہ ہو سوائے خدا کے کسی کی پرستش نہیں کرتے نہ بہت سے مسلم اولیاء کی طرف وہی معجزات منسوب کئے جاتے ہیں جو حضرت مسیح نے دکھلائے اور جن کی وجہ سے خدا کا اکلوتا بیٹا اور خدائی میں شریک سمجھا جاتا ہے۔ ان بزرگان کے متعلق خیال ہو کہ وہ نہ صرف اپنی زندگی ہی میں بلکہ بعد از وفات بھی وہ کرامات ظاہر کرتے ہیں میں ان تمام عیسائی صاحبان کو جو حضرت مسیح کو خدا خیال کرتے ہیں بدیں وجہ کہ اُنھوں نے کرامات دکھلائیں مشورہ دیتا ہوں کہ وہ اولیاء اسلام کی سوانح پڑھیں اور ان کے مقبروں کی زیارت کریں۔ ضلع بہرائچ میں ایک بزرگ سید سالار مسعود غازی کی قبر ہے جہاں کہ ہزارہا لوگ زیادہ تر ہندو صاحبان ہاتھ میں جھنڈیاں لئے ہوئے ہر سال جاتے ہیں جو کوڑھی ہوں وہ اس جگہ ایک تالاب میں غسل کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ کم از کم سال میں ایک صحتیاب ہو جاتا ہے طبیب تو اس پانی میں کچھ طبی خواص دریافت کریں گے۔ لیکن عوام الناس اسے اس بزرگ کی کرامت ہی تصور کرتے ہیں +

میرے اپنے ضلع بارہ بنکی میں میرے گھر سے چند ایک میل کے فاصلہ پر مقام بانسہ میں شاہ عبد الرزاق ایک ولی اللہ کا مزار ہے۔ یہ ایک معمولی سپاہی تھے لیکن مشہور ہے کہ انہیں خدا نے فوق العادت طاقت روحانی دے رکھی تھی۔ آج کل جو لوگ اُن کے مزار پر جاتے ہیں اور وہاں کے حالات ملاحظہ کرتے ہیں وہ اُن کے حیرت افزا کمال میں شک نہیں لاتے۔ ہر سال چار ماہ شوال کو یعنے انکی وفات کے دن لوگ وہاں جمع ہوتے ہیں۔ اکثر اُن لوگوں کو جن پر جن و بھوت کے تصرف کا خیال ہو میلہ کے موقع پر وہاں پہنچائے جاتے ہیں بعض دیگر موقعوں پر بھی جاتے ہیں اور جب تک جن نہ نکل جائے وہاں ٹھیرتے ہیں۔ روحانی طور پر ایک باضابطہ عدالت قائم کیجاتی ہے۔ اور جن کو مسحور کی زبان سے اپنا جواب و عذر پیش کرنے کی اجازت دیجاتی اور یہ بھی ہوتا ہے کہ مقدمہ کئی کئی روز ملتوی کیا جاتا ہے +

آخرش جن کو نکالا جاتا ہے۔ اور اکثر خیال کیا جاتا ہے کہ اُسے جلا دیا گیا ہے۔ اس جگہ ایک تمرہندی کا درخت ہے مریض خواہ مرد ہو یا عورت اُس کے ساتھ زور سے اپنا سر ٹکراتا ہے اور پکارتا ہے کہ میں جلگیا اور پھر گر پڑتا ہے جب وہ ہوش میں آتا ہے تو اپنے آپ کو تندرست پاتا ہے +

یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ جاہل لوگوں پر ہی بالعموم جن کا اثر پایا گیا ہے اور ان سے عجیب عجیب باتوں کا ظہور ہوتا ہے مگر کبھی کبھی خاصے لکھے پڑھے لوگ بھی اس مزار پر جاتے ہیں اور جن کے تصرف یا اپنی دیگر بیماریوں سے صحتیاب ہوتے ہیں +

میں نے خود وہ جگہ بیسیوں جگہ دیکھی ہے ہر دفعہ میں نے اُن باتوں کو جو میرے مشاہدہ میں وہاں آئیں ہزار ہا طریق پر حل کیا۔ کبھی خیال کیا کہ اس قسم کے مریضوں کو خلل دماغ ہے کبھی وہم سمجھا کبھی کچھ اور بیماری قرار دیگئی۔ لیکن مجھے کبھی بھی ان توجیہات سے تسکین نہیں ہوئی اور مجھے شکسپیر کی طرح کہنا ہی پڑا کہ زمین و آسمان میں بہت سی ایسی چیزیں بھی ہیں جو ہمارے فلسفہ کا وہم و گمان بھی نہیں +

روحانی عجوبات کے مطالعہ کرنے کے لئے بالسہ کا مزار ایک اچھی جگہ ہے خصوصاً جبکہ وہاں بعض کوئی معزز شخص نظر آئے۔ اور جس کا وہاں جانا محض ہنک ہنسی کی وجہ سے ہو + اجمیر اور دیوا کی طرح بہت سے اور بھی مزار ہیں جہاں عجیب عجیب باتیں نظر آتی ہیں۔ یہ سب کچھ انیسویں صدی مسیح میں ہو رہا ہے تو گلیل کے ناخواندہ ماہی گیروں کو کون مُتہم کر سکتا ہے۔ اگر انہوں نے حضرت مسیح سے اسی قسم کی فوق الانسانی باتیں دیکھ کر اُنہیں خدا کا بیٹا وغیرہ کہدیا۔ لیکن اُن کے اعتقاد کی حقیقت کا اندازہ اسباب سے لگتا ہے کہ حضرت مسیح کے قریبی اور عزیز شاگردوں نے بھی اُنہیں چھوڑ دیا۔ ان سے دھوکہ اور انکار کیا اور ان پر لعنت تک بھیجی جناب مسیح کے معجزات سے جاہل اور زود اعتقاد ماہی گیر حیرت زدہ ہو گئے۔ اور ان معجزات کی وجہ سے انہوں نے حضرت مسیح کو فوق الانسان خیال کیا۔ ان کے پاس تو دلیل تھی بھی لیکن اس چودھویں صدی میں جناب مسیح کے متبعین کے پاس انہیں فوق الانسان ماننے کے لئے کوئی وجہ نہیں وہ مادی یا روحانی دلائل جو بالسہ پیر اسٹیچ۔ دیوا اور اجمیر میں عجائبات کے حل کرنے کیلئے پیش کئے جاسکتے ہیں حضرت مسیح کے معجزات کے حل کرنے کے لئے بھی کافی ہیں۔ انجیل میں بھی یہ ذکر ہے جو معجزات حضرت مسیح نے کئے وہ ان کے پہلے نبیوں سے بھی ظاہر ہوئے +

جناب مسیح کی پیدائش کا راز بھی اُن کی خدائی کا ثبوت نہیں ہو سکتا۔ اس زمانہ میں اور حضرت مسیح کے وقت میں بھی ایسے لوگ تھے جو آپ کی پیدائش کو غیر معمولی بات خیال

نہ کرتے تھے بقول اُن کے وہ یوسف نجار کے بیٹے تھے جو داؤد کی اولاد سے تھا اور جن کی بیوی حضرت مریم تھی صرف جناب مسیح ہی حضرت مریم کے بیٹے نہ تھے یوسف سے اُنکی اولاد اور بھی تھی لیکن اگر مسیح کی پیدائش خاص طور پر مقدس خیال کیجاتی ہے تو ان کے خدا کا بیٹا ہونے کا ثبوت نہیں۔ ان سے قبل اس قسم کے لڑکے کئی ہو چکے ہیں +

بائبل (عبرانیوں باب ۷ آیت ۳) میں ایک شخص ملک صدق کا ذکر ہے جس کے متعلق لکھا ہے کہ اس کا نہ باپ اور نہ ماں تھی۔ دُنیا میں اس قسم کے بچے کبھی کبھی پیدا ہوتے ہیں جن کے متعلق خیال کیا جاتا ہے کہ اس کا باپ نہیں۔ یہ قدرت کی عادت میں داخل ہے کہ اس قسم کے بچوں کو عظمت و بزرگی دیجائے۔ جناب کرشن اور بُدھ بھی خدا کے لڑکے خیال کئے جاتے ہیں +

رُومی بھی اپنے مُورث اعلےٰ کو خدا کا لڑکا خیال کرتے ہیں۔ خاقان چین کی نسبت بھی کہا جاتا ہے کہ وہ خُدا کی اولاد ہیں۔ ہندوستان میں بھی بہت سی ایسی قومیں اس وقت بھی ہیں جو اپنا نسب نامہ خُدا تک پہنچاتی ہیں۔ چندر بنسی اور سام بنسی خاندان کے لوگ جیسا کہ ان ناموں سے معلوم ہوتا ہے اپنے تئیں خاندان سُورج کی اولاد بتلاتے ہیں +

الغرض جناب مسیح کے خُدا ہونے کیلئے نہ تو کوئی مذہبی اور نہ کوئی رُوحانی ثبوت خاص طور پر موجود ہے۔ اُنکی شہادت ایسے رنگ میں سمجھی جانی چاہیئے جس رنگ میں عام لوگوں کی ہوتی ہے۔ اُن کی شہادت کی اہمیت کا اندازہ لگانے کے لئے اس پر بحث کرنے کی ضرورت نہیں کہ آیا فی الحقیقت جناب مسیح کو صلیب پر چڑھایا گیا اور وہ وہاں ہی فوت ہُوئے۔ اور یا خدا کی حکمت نے اُنہیں اس بے عزتی سے بچالیا جس طرح کہ ابراہیم کے لڑکے کو بچایا گیا۔ صرف اتنا ہی کافی ہے کہ حضرت مسیح ایک عظیم الشان کام کے لئے بڑی بہادری اور مردانگی سے شہادت کے مصائب میں سے گذرے +

جن لوگوں کا یہ اعتقاد ہے کہ مسیح خدا یا خُدا کا کوئی حصہ تھے وہ اُنہیں شہادت کی شان و عظمت سے محروم کرنے میں خدا کو کوئی تکلیف و مصیبت نہیں پہنچ سکتی۔ اس کے لئے موت بھی نہیں۔ اگر مسیح خدا تھے تو شہادت اُن کے درجہ کو بلند نہیں کر سکتی۔ بلکہ اس سے اُن کی کسر شان ہے۔ کوئی سمجھدار آدمی ایسے خدا کے آگے نہیں جُھک سکتا جس پر دشمن غلبہ پالیں

اور صلیب پر چڑھا کر میخیں اُس میں ٹھونک کر اُسے ہلاک کر دیں - اگر خدا کا یہ منشا ہوتا کہ تمام دُنیا وہر یہ ہوتی تو البتہ اپنی کمزوری کا اظہار اس طریق پر کرتا جس طرح کہ حضرت مسیح کے متعلق بمقام کالوری میں ہوا +

اس اعتقاد سے کہ حضرت مسیح واقعہ صلیب سے تین دن بعد آسمان پر چڑھ گئے - اس وقت میں کچھ کمی واقع نہیں ہوتی جو انکی کی گئی اور نہ اس سے خدا کی شان بڑھ سکتی ہے - پھر جب وہ آسمان پر چڑھے تب بھی وہ اپنے دشمنوں سے خوف میں تھے - تعجب ہے کہ خدا اپنے دشمنوں سے ڈرے اس حالت میں کون ایسے خدا کی عبادت کر سکتا ہے! اور یہ بھی سمجھ نہیں آتا کہ آسمان پر چڑھنے کے بعد مسیح کو کس بات کا ڈر تھا - چاہیئے تھا کہ وہ دشمنوں کے قابو سے نکلکر آسمان پر چڑھ جاتے تا کہ وہ ناکام رہتے - بات تو یہ تھی - کہ آجکل کے عیسائی صاحبان حضرت مسیح کو ربانی صفات دینے میں انکی ذلت کرتے ہیں بلکہ اُن کا درجہ بحیثیت انسان بھی کم کر دیا ہے - کیونکہ انجیل میں واقعۂ صلیب کے بیان سے اُن کی کسر شان ہے - اور ایسے عجیب و غریب انسان کے ساتھ ازحد بے انصافی کا برتاؤ کیا گیا ہے واقعہ مذکور کا بیان نہ صرف متضاد ہی ہے بلکہ حضرت یسوع مسیح کی ذات کو نقصان پہنچانیوالا ہے +

سقراط نے تو بھاگ جانے کو بالکل ناپسند کیا اور اپنے دشمنوں کا بڑی بہادری سے مقابلہ کیا اور پوچھا کہ اُسکے خلاف کیا الزامات ہیں اور خدا پر پورا پورا بھروسہ رکھا لیکن انجیل کے لکھنے والوں نے جو اُسے خدا کی طرف سے القا شدہ یا خدا ہی کا کلام بتلاتے ہیں - جناب مسیح کو دشمنوں سے بھاگتے ہوئے اور اپنے حواریوں کی دغابازی کی وجہ سے گرفتار ہوتے ہوئے ظاہر کیا ہے +

متی نے اور دیگر مصنفین نے مسیح کی نسبت لکھا ہے کہ وہ ڈرلوک تھے! اور گرفتار کئے جانے کے ڈر سے ہی انہیں بہت غم اور ازحد تکلیف تھی - اور اپنے شاگردوں سے التجا کرتے تھے کہ وہ اُنکی حفاظت کریں - وہ اس وقت بھی تنہا رہنا نہ چاہتے تھے بلکہ وہ اپنے خالق یعنے باپ کے آگے دس قدم پر جا کر دُعا مانگتے تھے - وہ اپنے تین شاگردوں کو اپنے ہمراہ حفاظت کے لئے لیجاتے ہیں - کیونکہ وہ کہتے ہیں کہ میری رُوح کو اس قدر صدمہ ہے کہ وہ پرواز کر جائیگی - الغرض ان نام نہاد مُلہم مصنفوں نے حضرت مسیح کو ایک اس قسم کے ذلیل بزدل انسان کی صورت میں پیش کیا ہے - جو کسی جرم کا مُرتکب ہوا اور اس کی پاداش سے ڈرتا ہو - ذرہ

اس شخص کا مقابلہ جسے ایک قوم خدا اور خدا کا بیٹا خیال کر کے پوجتی ہے اس شخص سے کیا جائے جسے وہی قوم بت پرست اور کافر سمجھتی ہے۔ خدا پر بھروسہ کرنے میں بھی ایک مشرک خدا کے لڑکے سے فوقیت لے گیا ہے +

آنیوالی مصیبت سے بچنے کیلئے جو دعا حضرت مسیح کی زبان سے نکلی ہوئی بتلائی جاتی ہے یہ ہے کہ اے میرے باپ اگر ممکن ہو تو اس پیالہ کو مجھ سے ٹال دے۔ ان الفاظ سے کہ اگر ممکن ہو کیا غرض ہے؟ کیا جناب مسیح کو خدا کی قدرت کاملہ پر یقین نہ تھا؟ پھر یہ بھی کہا جاتا ہے کہ حضرت مسیح ایلی۔ ایلی لما سبقتنی پکارتے تھے یعنے ایخدا۔ ایخدا تم نے مجھے کیوں چھوڑ دیا جس کا یہ مطلب ہے کہ جناب مسیح کا وفات تک یہی یقین تھا کہ خدا نے انھیں چھوڑ دیا ہے +

باوجود ان تمام باتوں کے اس زمانہ کے عیسائی تمام جہان سے یہ کہتے ہیں کہ حضرت مسیح جانتے تھے اور اپنے شاگردوں کو انھوں نے آگاہ کر دیا تھا کہ انکی موت فقط عارضی ہوگی کہ وہ اپنی موت کے تین یوم بعد پھر جی اٹھینگے اور انکی بادشاہت آسمانی ہوگی وغیرہ وغیرہ فقط اسی قدر ہی نہیں بلکہ لوگوں کو یقین دلایا جاتا ہے کہ تمام دنیا کی نجات اس شخص کے صلیب پر چڑھنے سے ہے جس نے اپنے آپ کو چھپانے کی کوشش کی جو گرفتار کئے جانے کے خیال ہی سے ڈرتا تھا۔ جو خدا کی درگاہ میں دعا مانگنے کے لئے بھی حاضر نہ ہوتا تھا جب تک کہ اسکے شاگرد اسکے ساتھ حفاظت کے لئے ساتھ نہ ہوں نیز جو عدالت میں گرفتار ہو کر حاضر ہونے پر اپنے برخلاف الزامات کا جواب تک بھی نہ دے سکا اور جسے خدا کی قدرت کاملہ پر یقین نہ تھا +

پھر ایک نہایت ہی لغو بات بتلائی جاتی ہے کہ جناب مسیح کو اپنے باپ کی سازش کا جو اس نے نسل انسان کی نجات کے لئے اپنے بیٹے کو صلیب پر چڑھانے کی کی تھی قبل از وقت علم تھا تاہم وہ صلیب سے بھاگتا تھا اور یہودا اسکریوطی کے لئے اس نے برکت نہ مانگی۔ اگر کسی آدمی کو یہ علم ہو کہ اسکے شہید ہونے سے تمام دنیا کی نجات ہے تو وہ دو ہزار دفعہ بھی اپنی جان قربان کریگا۔ اور ہر دفعہ شہادت کے سخت ترین عذاب میں اپنے آپ کو ڈالیگا۔ اگر حضرت مسیح کی وفات واقعی اسی طرز پر ہوئی ہے جس طرح کہ متی نے لکھا ہے۔ تو پھر حضرت حسینؑ اور سقراط کے ساتھ ازحد بے انصافی ہوگی اگر ایک ہی کتاب میں ان تینوں کی شہادت کا ذکر کیا جائے۔

حضرت مسیح کی بزدلی کی کوئی بھی دلیل نظر نہیں آتی۔ اُن کے بعد حضرت حسین کی طرح نہ تو بیوی
اور بچے اور نہ کوئی اور نزدیکی رشتہ دار تھے۔ اپنی ماں اور بھائیوں سے تو پہلے ہی سے انکاری تھے۔
اس حالت میں مسیح کیلئے موت کا مقابلہ نہایت آسان امر تھا۔ سقراط کی نسبت تو یہ ظاہر ہے کہ اُسے
یقینی طور پر معلوم نہ تھا کہ بعد مرگ کیا ہوگا۔ البتہ جناب حسینؑ کو کامل یقین تھا کہ وہ سیدھا جنت
میں داخل ہونگے۔ اور حضرت مسیح کو بھی ایسی ہی اُمید ہونی چاہیئے تھی۔ کیونکہ کوئی وجہ نہ تھی کہ
بقول یوحنا اُنہیں رُوحانی تکلیف ہوتی یا بقول لوقا وہ جان کندنی کے عذاب میں تھے
اور اُن کا پسینہ گویا خُون کے قطرے تھے جو زمین پر گر رہے تھے اور یا بقول مرقس اُنکی رُوح غم کے مارے
پرواز کرنے کو تھی ٭

حضرت مسیح کی شہادت نہایت دلیرانہ اور عظیم الشان تھی لیکن اس رنگ میں نہیں ہوئی
جس طرح اناجیل میں درج ہے یا عیسائی صاحبان کا اعتقاد ہے۔ وہ تو ان نہایت درخشندہ
ستاروں میں سے ایک تھے جو دُنیا کے آسمان پر دکھائی دیئے لیکن وہ ویسے نہ تھے جیسا کہ
ان کے شاگردوں یا متبعین نے ظاہر کر رکھا ہے۔ ہر ایسا شخص جو بظاہر انکی پیروی کا مدعی ہے
پطرس کی مانند ہے جو کہ ایک طرح اُن پر لعنت بھیجتا اور ان سے انکار کرتا ہے۔ جو نقشہ اُن لوگوں نے
حضرت مسیح کا اور ان کے چلن کا کھینچا ہے اس سے تو ایک صحیح دماغ انسان کو نفرت ہوتی ہے۔ ان کے
اعتقادات سے تو خدا کی ذلت ہوتی ہے جس کا جلال ظاہر کرنے کیلئے حضرت مسیح تشریف لائے وہ خدا کی طرف بشری
جذبات منسوب کرتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ اس نے ایک بیٹا جنا۔ وہ خدا کو اس قسم کا منتقم خیال کرتے ہیں
جس کا غصہ فرو نہیں ہوتا جبتک کہ اسکے بیٹے کی جان نہ لیجائے۔ یہ لوگ ایسی باتیں کہ کر کہ گناہ انسان کے
ساتھ ہی پیدا ہوا خدا کی بڑی بھاری صنعت کو بگاڑتے اور تباہ کرتے ہیں ٭

جناب مسیح کو خدا کی صورت میں پیش کرنا باعث استہزا ہے۔ اور اس سے سمجھدار لوگ
مذہب سے بھاگتے ہیں عقلمند تو چاروں اناجیل کو پڑھ کر مذہب کی طرف سے لاپرواہ ہو جاتا ہے،
اور جناب مسیح کو حقارت سے دیکھتا ہے۔ کیونکہ ان میں بہت بھاری اختلاف ہے۔ ایک میں دوسرے
سے مختلف واقعات درج ہیں۔ اور ایک ہی واقعہ کے متعلق حضرت مسیح کے مُنہ سے نکلے ہوئے مختلف
بیان ہیں۔ اگر کوئی شخص حضرت مسیح کے متعلق اناجیل پڑھ کر رائے لگائے تو وہ ان سے متنفر ہو جائیگا

اناجیل تو اُنہیں اس طرح پیش کرتی ہیں۔ کہ گویا وہ ہمیشہ متضاد باتیں کیا کرتے تھے +

ایک انجیل تو بتلاتی ہے کہ وہ اپنے قاتلوں کے لئے معافی کی دُعا کرتے تھے۔ اور چار انجیلوں میں ہے کہ وہ ایک انجیر کے درخت پر لعنتیں بھیجتے تھے۔ کیونکہ اس سے ان کو بھوکھ کی حالت میں پھل نہیں ملا۔ حالانکہ وہ موسم اس کے پھل کا نہ تھا۔ پھر وہ کہتے ہیں کہ جو شخص تلوار اُٹھائیگا وہ تلوار ہی سے تباہ کیا جائیگا۔ لیکن وہ اپنے شاگردوں کو تلوار خریدنے کا حکم دیتے ہیں خواہ اس امر کیلئے انہیں اپنی پوشاک ہی فروخت کرنی پڑی۔ وہ اپنی قوت و طاقت اور خدا کا جلال لوگوں پر ظاہر کرنے کیلئے معجزے دکھلاتے ہیں۔ لیکن وہ لوگوں کو حکم دیتے ہیں کہ وہ کسی سے بھی ذکر نہ کریں کہ ان میں کس قدر طاقت ہے اور انہیں ملامت کرتے ہیں جو انہیں خدا کا بیٹا کہکر پُکارتے ہیں۔ پھر وہ کہتے ہیں۔ کہ میں قانون کو محکم کرنے آیا ہوں نہ کہ توڑنے کے لئے۔ اور کہ آسمان و زمین ٹل جائیگا لیکن قانون کا ایک نقطہ یا شوشہ بھی ٹل نہیں سکتا۔ لیکن وہ خود سبت کے متعلق قانون کی پرواہ نہیں کرتے۔ اور اُسکے خلاف کر کے اسے تبدیل کرتے ہیں (متی باب ۵) +

ایک جگہ وہ کہتے ہیں کہ ان کے شاگرد ہی خدا کی بادشاہت کو دیکھ لیں گے اور ساتھ ہی کہتے ہیں سوائے خدا کے کوئی بھی معہ میرے نہیں جانتا کہ وہ بادشاہت کب ہوگی۔ وہ اپنے تئیں انسان کی اولاد بتلاتے ہیں۔ اور ان کا نسب نامہ یوسف کی طرف سے داؤد سے ملایا جاتا ہے۔ تاکہ ان کے مسیح ہونے کی پیشگوئی پوری ہو۔ لیکن اس کے خلاف یہ کہا جاتا ہے کہ۔ وہ ہرگز یوسف کا بیٹا نہ تھا بلکہ رُوح القدس سے پیدا ہوئے تھے۔ پھر کہا جاتا ہے کہ وہ سارے جہان کے لئے مُعلم بن کر آئے۔ لیکن وہ کہتے ہیں کہ میں اسرائیل کے گھر کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے سوا اور کسی کے پاس نہیں بھیجا گیا۔ (متی باب ۵ آیت ۲۴) +

خطبات لندن مسلم نمازگاہ

نمبر ۴

اسلام اور مسئلہ قسمت

(از شیخ محمد صادق ڈوڈلے رائٹ)

معاندین اسلام جو الزامات آئے دن اسلام پر لگاتے رہتے ہیں نمیں سے ایک یہ ہے کہ اسلام قسمت کے مسئلہ کی تعلیم دیتا ہے۔ اور کہ قسمت کے خلاف انسانی جدوجہد کی بیچارگی کا مسئلہ اسلام میں نہایت شدومد سے بیان کیا گیا ہے۔ اصلیت غالباً یہ ہے کہ قسمت کا مسئلہ فرقہ جبریہ کی ایک شاخ میں عروج کمال کو پہنچا جو رفتار کائنات کو مجبوری و لابُد خیال کرتے تھے۔ جس میں اتفاق وحدت کی قطعی گنجائش نہ تھی۔ ان کے خیال میں قدرت علت و معلول کی نہ ٹوٹنے والی زنجیر میں گرفتار تھی۔ قسمت ان لوگوں کا عقیدہ ہے جو ہر ایک واقعہ کو جو پیش آتا ہے کسی علت عقیل کا فعل خیال نہیں کرتے بلکہ کورانہ مجبوری سمجھتے ہیں۔ یہ عقیدہ دہریت اور ہمہ اوسیت کی قسم سی ہے۔ اور اس کا ماخذ فلسفہ اور انسانی دماغ کا قابل رحم بگلہ پن ہے۔ برکلے کے خیال میں ہمہ اوسیت مادیت اور قسمت ایک ہی تھیلی کے بٹے بٹے ہیں۔ جو دہریت محض ہیں جن پر ملمع سازی کی ہوئی ہے۔ اور تعلیم قسمت کو دہریت کیجائے پناہ قرار دیتا ہے +

اب یہ امر مسلم ہے کہ اسلام دہریت کے خلاف ایک زندہ حجت ہے۔ اُس کا پہلا اور بڑا رکن اللہ تعالیٰ کی توحید کا اقرار ہے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ اور اُس کا دوسرا رکن ہے نماز جو ذات باریتعالیٰ کے عقیدہ کے بغیر بالکل بیمعنی ہوگی +

قسمت کا عقیدہ اپنے پیروؤں کو زندگی کی عام اغراض کی طرف سے بھی سست اور کاہل بنانے کی طرف مائل ہوتا ہے۔ اور جیسا کہ ڈاکٹر جیمس مارٹینو لکھتا ہے قسمت کا ہر ایک مسئلہ استحقاق کو زائل کر دیتا ہے۔ یہ عقیدہ کہ ہر ایک چیز کا انحصار قسمت پر ہے اور ہر ایک پیش آنیوالے

واقعہ کو ناگزیر مان لینا علوم و حکمت فنون و ادب بلکہ ہر ایک سمت میں ہر ایک قسم کی ترقی کا مانع و قاطع ہوگا۔ سعی اور تلاش کی طرف ابھارنے والی کوئی چیز نہیں ہوگی +

مسٹر جے ڈبلیو سٹوبرٹ اپنی کتاب "اسلام اور اس کا بانی" میں قسمت کے عقیدہ کے نتائج بیان کرتا ہوا لکھتا ہے:-

"اٹل قسمت کا کورانہ عقیدہ جس کی قومی مذہب آبیاری کرتا تھا تنزل و انحطاط کا سرچشمہ رہا ہے تخیل عمل کی آزادی اور سیاسی ترقی سے اسکی قدرتی مخالفت نے تمام حقیقی قومی زندگی کو تباہ کر دیا ہے۔ صلاح کو قریباً ناممکن کر دیا ہے اور مستقبل کو یاس انگیز بنا دیا ہے" +

قسمت کے عقیدہ پر پورے ایمان کا بلاشبہ یہی نتیجہ ہوگا لیکن جہانتک اسلام کا تعلق ہے یہ نتیجہ غیر موجود ہے۔ کیونکہ یہ عقیدہ ہی معدوم ہے۔ جب سے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے اسلام کی اشاعت کی ہے اسلام نے جو اصلاحات کی ہیں وہ خود اس الزام کی کافی تردید کرتی ہیں کہ مسلمان مسئلہ قسمت کے پابند ہیں +

میرا مقصد یہ نہیں ہے کہ قسمت ازلی اور آزادی عمل کے تطابق کے مسئلہ کے فلسفیانہ دقائق و غوامض کو حل کروں۔ کیونکہ اس قسم کی کوشش سے کوئی روحانی فائدہ مترتب نہیں ہو سکتا مشہور عیسائی مصلح کالون کے متعصب پیروؤں کیلئے شاید یہ تطابق پیدا کرنیکی کوشش تفنن طبع کا باعث ہو لیکن ہمیں روحانی زندگی کے قیام کی فوری ضرورت اس قسم کی تفریح سے زیادہ اہم معلوم ہوتی ہے۔ یہ کہنا کافی ہوگا۔ کہ اسلام جو شخصی آزادی عمل کا سبق دیتا ہے قسمت کے مسئلہ کی تردید کرتا ہے۔ قرآن میں کوئی ایسی آیت نہیں جو یہ دعوے کرتی ہو کہ انسانوں کے اعمال اللہ تعالیٰ نے پیشتر سے ہی مقرر کر چھوڑے ہیں +

ہم برطانوی لوگ ایک خود پرست اور خود مرکوز قوم ہیں۔ ہم عرصہ تخیل و تعمل میں اپنے معیار تمام باقی دنیا پر حاوی کرتے ہیں اور دیگر روایات۔ رسومات اور تربیت کا کچھ لحاظ نہیں کرتے۔ اس روش سے تعصب کی گھٹا ٹوپ تاریکی پیدا ہوتی ہے۔ جو سابق میں ظلم و جفاکاری کا باعث رہی ہے۔ ہماری جو مغربی نصف کرہ کے اس کونہ میں

بُود و باش رکھتے ہیں یہ عادت ہوگئی ہے کہ تمام باقی دُنیا کا اپنے ہی خاص معیار اور نقطۂ نظر سے اندازہ لگائیں۔ ہم مشرق اور مشرق کا ہی کیا ذکر ہے شمال اور جنوب کو بھی تو سمجھنے کی کوشش نہیں کرتے۔ اور اگر کرتے ہیں تو نہ کرنے کے برابر۔ ہم شاعر کے فیصلہ کے ساتھ بڑی چرب زبانی سے اتفاق کرتے ہیں۔ کہ مشرق مشرق ہے اور مغرب مغرب۔ یہ دونو آپس میں کبھی نہیں ملیں گے۔ اور ہم اپنی طرف سے اشد کوشش کرتے ہیں۔ کہ یہ ملاپ کہیں ہو نہ جائے۔ یہی حال عقائد کا ہے۔ ہم سنگدلی سے بلکہ بعض اوقات بطور استہزا کے قسمت نصیب اور ازلیت کا ذکر کیا کرتے ہیں۔ اور ذرا کوشش نہیں کرتے۔ کہ ان الفاظ کے ایشیائی مفہوم کو سمجھیں +

اسلام سکھاتا ہے کہ اِس کائنات کا ایک حاکم اعلیٰ ہے۔ اور تمام طاقتیں اُسی کے قبضۂ قدرت میں ہیں +

چنانچہ اللہ تعالیٰ کلام پاک میں فرماتا ہے۔ سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى الَّذِي خَلَقَ فَسَوَّىٰ وَالَّذِي قَدَّرَ فَهَدَىٰ (اپنے پروردگار اعلیٰ و برتر کی تسبیح و تمجید کر جو پیدا کرتا ہے اور مکمل کرتا ہے۔ اور اشیاء کو مُقررہ اندازہ سے پیدا کرتا ہے اور انکی ہدایت کرتا ہے) +

بنی اسرائیل کا ذکر کرتے ہُوئے قرآن کریم ارشاد فرماتا ہے:-

وَلَقَدْ آتَيْنَا بَنِي إِسْرَائِيلَ الْكِتَابَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ وَرَزَقْنَاهُم مِّنَ الطَّيِّبَاتِ وَفَضَّلْنَاهُمْ عَلَى الْعَالَمِينَ ۝ وَآتَيْنَاهُم بَيِّنَاتٍ مِّنَ الْأَمْرِ فَمَا اخْتَلَفُوا إِلَّا مِن بَعْدِ مَا جَاءَهُمُ الْعِلْمُ بَغْيًا بَيْنَهُمْ إِنَّ رَبَّكَ يَقْضِي بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فِيمَا كَانُوا فِيهِ يَخْتَلِفُونَ ۝ ثُمَّ جَعَلْنَاكَ عَلَىٰ شَرِيعَةٍ مِّنَ الْأَمْرِ فَاتَّبِعْهَا ... إِنَّهُمْ لَن يُغْنُوا عَنكَ مِنَ اللَّهِ شَيْئًا وَإِنَّ الظَّالِمِينَ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ وَاللَّهُ وَلِيُّ الْمُتَّقِينَ (ترجمہ۔ اور تحقیق ہم نے بنی اسرائیل کو کتاب اور حکومت اور پیغمبری دی۔ اور اُن کو طیب چیزیں عطا کیں اور ہم نے اُنکو دنیا میں فضیلت دی۔ اور ہم نے اُن کو کُھلے کُھلے ثبوت عطا کئے۔ اور اُن میں پھوٹ نہیں پڑی مگر بعد اسکے کہ ان کو علم آچکا تھا۔ اور اسکی وجہ آپس کی ضد تھی۔ بیشک تیرا رب قیامت کے دن اُن کے درمیان میں امر مختلف فیہ میں فیصلہ کریگا۔ پھر ہمنے تمہارے لئے

اسمعاملہ میں ایک راہ معین کردی ہے پس اس پر چلو اور نادانوں کی خواہشوں کی پیروی نہ کرو۔ بلا شبہ یہ وہ خدا کے سامنے تجھے کوئی مدد نہیں دے سکتے اور تحقیق ظالم لوگ ایک دوسرے کے دوست ہیں اور اللہ پرہیزگاروں کا رفیق ہے +

اسلام سکھاتا ہے کہ انسان کا فرض ہے کہ کائنات کے حاکم اعلیٰ کے قوانین کے ساتھ مطابقت کرے۔ واللہ یحب المطھرین۔ اللہ پاک لوگوں سے دوستی رکھتا ہے +

جب کبھی ہم اُن قوانین کی خلاف ورزی کرتے ہیں بعض اوقات کسی مصیبت کے ذریعہ اور بعض اوقات کسی بیماری کے ذریعہ ہم کو اطاعت و فرمانبرداری کے راستے پر لایا جاتا ہے +

وہ مصائب جو اللہ تعالیٰ ہماری بہتری کے لئے بھیجتا ہے وہ ہمارے لئے نعما ہیں۔ وہ تمام اشیاء جو ہماری دانست میں اچھی ہوتی ہیں۔ لیکن خدا تعالیٰ کے نزدیک بُری ہیں وہ مضر ہیں اور مشیت ایزدی ظاہر بین آنکھوں کو خواہ کیسی ہی بُری دکھائی دے حقیقت میں اچھی ہے +

حضرت فاروق اعظمؓ کا فرمودہ ہے کہ جو شخص آگ میں گرا ہؤا ہے اُسے راضی برضاء الٰہی ہونا چاہیئے۔ اور جو آگ سے باہر ہے کوئی وجہ نہیں کہ وہ اپنے تئیں آگ میں ڈال دے +

انسان کی فطرت میں ایک ایسا میلان طبع ہے کہ اگر اُسے قابو میں نہ رکھا جاوے تو وہ انسان کو گمراہ کر دے +

واذا فعلوا فاحشۃ قالوا وجدنا علیھا اٰباءنا واللہ امرنا بھا قل ان اللہ لا یأمر بالفحشاء اتقولون علی اللہ ما لا تعلمون (اور جب وہ کوئی بےحیائی کرتے ہیں تو کہتے ہیں ہمنے اپنے آباواجداد کو ایسا کرتے دیکھا ہے اور اللہ نے ہم کو اس کا حکم دیا ہے کہہ تحقیق اللہ بےحیائی کا حکم نہیں دیتا۔ کیا تم اللہ کے خلاف وہ بات کہتے ہو جس کا تمہیں علم نہیں) +

وما کان اللہ لیضل قوما بعد اذ ھدٰھم حتیٰ یبین لھم ما یتقون۔ کسی قوم کی ہدایت کر کے اللہ اُسے گمراہ نہیں کرتا۔ بلکہ ان کو صاف طور پر بتا دیتا ہے کہ وہ کن چیزوں سے پرہیز کریں +

بجائے اسکے کہ انسان اپنی حیوانی خواہشات کا تابع ہو جائے ضرور ہے کہ وہ اُن کو اپنے

قابو میں رکھے۔ اس راستہ میں پہلا قدم یہ ہو کہ انسان نفس لوّامہ کی طرف متوجہ ہو۔ جو توجہ سے بڑھتا ہو اور اللہ تعالےٰ پر ایمان مضبوط۔ پاک اور کامل ہو جاتا ہے۔ یعنی انسان پھر اپنی ہر ایک خواہش کو اللہ تعالیٰ کی مرضی کے تابع کر دیتا ہے +

انسان کوئی کل نہیں جسے ایک اعلےٰ اور بیرحم طاقت چلاتی ہے۔ بلکہ اللہ تعالےٰ کی ذات حی وبصیر علیم ورحیم۔ اپنی مخلوق کی خالق اور انکی نگران حال اور انکی ہادی ہو کیونکہ بغیر اللہ تعالےٰ کی ہدایت کے غلطی کا ان سے احتمال ہو۔ اسلام کے معنی ہی اللہ تعالیٰ کی کامل عبودیت ہیں بلکہ ہم کہینگے راضی برضاء الٰہی ہونا اور اسلام میں تقدیر یا قسمت ہے۔ اسلام سکھاتا ہے کہ سب سے اعلےٰ مرتبہ جس پر فائز ہونے کی انسان کوشش کر سکتا ہو یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی رضاء کے ساتھ پوری مطابقت کرے +

تمام مجموعہ مناجات میں سب سے مشکل اشعار جن کو اپنی روح میں پیوست کر لینا چاہئے اور جن کو اپنا بنا لینا چاہئے ان کا ترجمہ یہ ہے :-

میری مرضی کو ہر روز اپنے قابو میں رکھ۔ اسکو اپنی مرضی کے ساتھ چلالے۔ اور میرے دل سے وہ سب کچھ نکال کر پھینک دے جو مجھے یہ کہنے سے روکتا ہے کہ تیری مرضی پوری ہو +

ذاتِ الٰہی کے وہ اوصاف جن کا تمام دیگر اوصاف کی نسبت قرآن کریم میں زیادہ ذکر آتا ہو الرحمٰن اور الرحیم ہیں یعنی رحم کرنیوالا نہایت مہربان۔ اللہ تعالیٰ کی ذات کا یہ مفہوم ایسا ہے جس کو ہمیں ایمان کے مضبوط ہاتھوں سے پکڑ لینا چاہئے۔ روحانی زندگی ضرور ہے کہ اپنی خوراک روحانی سرچشمے سے وصول کرے۔ اللہ تعالےٰ کے حضور میں متواتر مناجات اور تذلل ہونا چاہئے۔ یہ نہیں کہ وقفے ڈالکر اس کے حضور میں رجوع کیا جائے۔ یہ ایک دوامی حقیقت ہے کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ سے رجوع کرتے ہیں ان کو ہمیشہ نئی طاقت ملتی رہتی ہو عمل کا یہ آغاز ہے کیونکہ اس رجوع کے انتظار کے بعد وہ عقابوں کی طرح پروں کے ساتھ اوپر چڑھینگے۔ وہ دوڑیں گے اور ان کو تکان نہیں ہوگی۔ وہ چلیں گے اور ان کو کمزوری محسوس نہ ہوگی "۔ شور وغوغا کی ظاہرداری بے سود ہو۔ طاقت سکون اور بھروسے میں ہے۔ جب یہ کیفیت

حاصل ہو جائے نماز اگر اس سے پہلے کبھی توجہ معلوم ہوئی ہو تو اب بار معلوم نہیں ہوتی۔ یہ غرض سے کبھی افضل ہو جاتی ہے۔ یہ ایک طرح خاص رعایت ہو جاتی ہے۔ اور روحانی تکلم کے مرتبہ پر پہنچ جاتی ہے بہشتی زندگی میں داخل ہونے کے لئے ہمیں کسی مستقبل بعید کا انتظار نہیں کرنا پڑتا بہشت دور نہیں رہتا۔ بلکہ فوراً مل جاتا ہے +

میرے مولا مجھے کوئی غم نہیں۔ کیونکہ میرے غموں کو تو نے اپنا بنا لیا ہے۔ میرے مولا میں ظفر و شادمانی میں رہتا ہوں۔ کیونکہ تو نے اپنے خزانے سے مجھے یہ شادمانی عطا کی ہے +

متی کی انجیل کے ۲۶ ویں باب میں جو باغ والی تین دعائیں مرقوم ہیں۔ ان دعاؤں کے بعد حضرت یسوع مسیح کی کیفیت قلبی میں جو عجیب تبدیلی ہو جاتی ہے ہمیں اسلام کی ایک حیرت خیز مثال موجود ہے پہلی دعا سے پہلے یسوع نے کہا تھا " میری جان نہایت غمگین ہے یہاں تک کہ مرنے کی نوبت پہنچ گئی ہے"۔ پھر وہ اپنے شاگردوں سے الگ ہو گیا۔ اور غم و اندوہ کے درد کے ساتھ یوں دعا کرنے لگا" اگر ہو سکے تو یہ پیالہ مجھ سے ٹل جائے" ایسا معلوم ہوتا ہے کہ دوسرا فقرہ ادا کرنے سے پہلے آواز میں کچھ وقفہ ہوا۔ جو غالباً میلان طبع اور فرض شناسی کے درمیان جدوجہد کا وقت تھا۔ تب اس دعا کا دوسرا اور آخری فقرہ ادا ہوا جو شاید ایک دبی ہوئی چیخ کے بغیر نہ تھا۔ تاہم جیسا میں چاہتا ہوں ویسا نہیں بلکہ جیسا تو چاہتا ہے ویسا ہی ہو"۔ اس وقت دو فرائض پیش نظر تھے ایک خودی اور دوسرا مستبعد۔ پس وہ اٹھا اور شاگردوں کے پاس گیا۔ لیکن وہ سو رہے تھے۔ اندازاً وہ پھر دعا کی طرف متوجہ ہوا لیکن اب دعا کا لہجہ بدل چکا تھا۔ اب ایک ارفع و اعلےٰ ہستی کے سامنے کامل عبودیت کا لہجہ اس پر مستزاد تھا۔ جو صدق اور خلوص والی دعا کا ہمیشہ نتیجہ ہوتا ہے خواہ وہ زباں سے ادا کی جائے یا نہ کی جائے"۔ "یہ میرے پئے بغیر نہیں ٹل سکتا تو تیری مرضی پوری ہو"۔ دعا قبول ہو چکی تھی۔ اور اس کے جواب میں اللہ تعالےٰ کے سامنے کامل فرمانبرداری کا انعام مل چکا تھا۔ لیکن اس کے شاگرد سو رہے ہیں معلوم ہوتا ہے وہ نہیں سمجھتے کہ کیا ہونے والا ہے۔ ان کو جگانا ضروری ہے۔ کیونکہ ان کو بھی جاگنا اور دعا کرنا ہے۔ پس یسوع پھر ان کو جگانے جاتا ہے لیکن انجیل میں یہ نہیں لکھا ہوا کہ وہ اس وقت

جا گرے۔ بلکہ یہ لکھا ہے کہ یسوع دعا اور اللہ تعالیٰ کے سامنے عجز و نیاز کرنے کے لئے پھر واپس گیا تا کہ رضا الٰہی کے سامنے اپنی فرمانبرداری کو مضبوط اور مستحکم کرے۔ اب دُعا میں تبدیلی کرنے کی کوئی ضرورت نہ تھی۔ کیونکہ انسانی خواہش مشیت ایزدی کے سامنے سربسجود ہو چکی تھی۔ پس وہ پھر گیا۔ اور تیسری بار الٰہی الفاظ میں دُعا کی۔ اب ذرا ان مراحل ترقی پر غور کرو۔ پہلے تذبذب ہے پھر سرِ تسلیم خم ہوتا ہے۔ اور آخر کار طاقت آتی ہے۔ اور جب نیم نیم شبی میں خمار آلود اور تکان سے چُور شاگردوں کو عقمد پاتا ہے۔ کہ اُٹھو چلیں تو ہمیں اس حکم میں ایک خوشی کا نعرہ۔ ایک شادمانی کی لہر اور راضی بقضاء الٰہی کی راحت نظر آتی ہے۔ دُعا سے پہلے وہ مُنہ کے بل گرا تھا۔ اب دُعا کے بعد وہ اُٹھتا ہے۔ اور محبت اور شوق کے ساتھ اپنے فرض کو پورا کرنے جاتا ہے۔ یہ سب دُعا کا نتیجہ تھا۔ اور جو کچھ یسوع کیلئے ممکن ہے سب کے لئے ممکن ہے۔ یہ تمام نظارہ اس قدر بشریت کا رنگ رکھتا ہے کہ جونہی ہم یسوع کو قادر مطلق اور علیم و خبیر فرض کرتے ہیں۔ اسکی خوبی فوراً زائل ہو جاتی ہے۔ پہلی دُعا کے وقت جو اس کے قلب کی کیفیت تھی۔ اس سے خود غرضی پائی جاتی ہے۔ اگرچہ یہ خود غرضی عوام کی خود غرضی سے زیادہ مُہذب اور شستہ ہے۔ یہ خود غرض دُعا بن جاتی رہی۔ اور اسکی جگہ رضاء الٰہی کے سامنے کامل فرمانبرداری نے لیلی۔

مذہب اس وقت کامل ہوتا ہے جب انسان اللہ تعالیٰ کی مرضی کے سامنے پُورے طور پر جُھک جاتا ہے۔ اور اپنی نجات اللہ تعالےٰ کی رضا جوئی کے لئے اپنی تمام مادی اغراض و خواہشات کی قربانی میں تلاش کرتا ہے۔ ایک دوسرے شخص کے نیک اعمال یا قربانی پر ذہنی ایمان لانے سے نجات حاصل نہیں ہو سکتی"۔ باپوں کو بچوں کی خاطر قتل نہیں کیا جائیگا۔ اور نہ بچوں کو باپوں کی خاطر قتل کیا جائیگا ہر ایک شخص اپنے گناہوں کی پاداش میں قتل کیا جائیگا (پرانا عہد نامہ) "ہر ایک شخص اپنا ہی بوجھ اُٹھائیگا" (نیا عہد نامہ) مسئلہ اطاعت کی ذہنی قبولیت سے نجات حاصل نہیں ہوسکتی۔ نجات الفاظ سے نہیں بلکہ اعمال سے عقیدہ سے نہیں بلکہ چال چلن سے حاصل ہوتی ہے۔ نجات کے راستے میں پہلا قدم اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کے لئے اپنی مرضی

اپنے قویٰ ۔ اپنے رجحانات اور اپنے مقاصد قربان کرنا سیکھنا ہے
اللہ تعالیٰ اور اسکی رضا سے زیادہ ہمیں کوئی چیز عزیز نہیں ہونی چاہئے
یہ ایسی خیالی زندگی نہیں جس کا حاصل کرنا ناممکن ہو ۔ جو زمانہ سابق کے
انبیاء اولیاء نے کر دکھایا ہے ۔ اسی زمانے کے مرد عورتیں بھی کر سکتے
ہیں ۔ اس کا سرچشمہ کوئی رازِ سربستہ نہیں ہے ۔ یہ مقصد اللہ تعالیٰ
کی رضا جوئی کو اپنی زندگی کا اصول اور مدعا بنا لینے سے حاصل
ہو جاتا ہے +

لا یکلف اللہ نفساً الا وسعھا لھا ما کسبت و
علیھا ما کسبت ۔ کسی شخص کو اس کی ہمت سے زیادہ تکلیف نہیں
دیتا ۔ جو کچھ وہ کماتا ہے ۔ اسی کو ملتا ہے ۔ اور جو کچھ وہ کرتا ہے اس کا
اجر اسی کو ملتا ہے +

اللہ تعالیٰ کی مرضی کی فرمانبرداری قسمت نہیں ہے بلکہ اس کا ثمر سکون اطمینان مہم اور
بے سود پریشانی سے نجات ۔ امن اور اطمینان کا بھروسہ اور اللہ تعالیٰ کے
فضل اور رحمت کی راحت ہے ۔ روحانی زندگی زیادہ حقیقی ۔ قوی اور آزاد
ہو جاتی ہے اور حیوانی زندگی زیادہ محبوس ہو جاتی ہے ۔ کہا جاتا ہے کہ انبیاء سابق
خدا کے ساتھ چلتے تھے ۔ یہ حالت اللہ تعالیٰ کی مرضی کی کامل فرمانبرداری اور جلال خداوندی
کو پورے طور پر پیش نظر رکھنے کا نتیجہ تھی ۔ اللہ تعالیٰ کے ساتھ تکلم و تخاطب
کے دروازے اب بھی ایسے ہی کھلے ہیں جیسے آگے تھے ۔ لیکن یہ منزل آسان
نہیں ۔ اور راستے میں بہت مشکلات ہیں صرف صادق لوگ ہی اس راہ میں چل سکتے ہیں +

مولا ۔ جو کچھ چھوٹا یا بڑا فاصلہ ہم کریں ۔ جو کچھ ہم بولیں اور جو کچھ خیال کریں ۔ وہ
سب تیری بڑائی کے واسطے ہی ہو ۔ اور ہم کسی غرض سے گھبرا نہ جائیں یا الرحمٰن
الرحیم ۔ تجھ ہی سے ہم پناہ اور فضل مانگتے ہیں ۔ تو ہمیں اپنے فضل سے صراط
مستقیم پر چلا اور قائم رکھ +

اسلام عیسائیت اور مسئلہ قسمت

اسلامک ریویو: گو قسمت کا مسئلہ جیسا کہ مغرب میں اسے سمجھا جاتا ہے قرآن میں ہرگز نہیں ہے بھی
اس کا الزام قرآن کے ذمہ لگا دیا گیا ہے۔ اسلام سے بہت پہلے یہ عقیدہ موجود تھا۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ جب سے
دنیا میں جہالت آئی ہے یہ عقیدہ بھی اسی وقت سے ہے۔ ان لوگوں کو اس سے تسکین و تسلی ہوتا تھا۔ جو اکثر
اپنی ہی حماقت اور سرکشی کا شکار ہوتے تھے غلطیاں چونکہ انسان سے مقتضائے بشریت سرزد ہوتی ہی ہیں
وہ ہمیشہ طیار رہتے ہیں کہ اپنے قصور دوسروں کے سر منڈھ دیں۔ اپنے آپ کو اپنے مصائب کی وجہ قرار دینا
تو بڑی رنج دہ اور خوفناک بات ہے۔ یہ ذہنی تکلیف اس قدر زیادہ اور گہری ہوتی ہے کہ بہت لوگ اسکو
برداشت کر سکتے ہیں۔ یہ تو نہایت ہی ہراسان اور غمزدہ کر دینے والی بات ہے۔ انسان اس کرب سے
گھبراتا ہے۔ اور اپنی مصیبتوں کی وجہ دوسروں کو قرار دینے سے اس کے دل کو بڑی تسکین ملتی ہے۔ بعض اوقات
اپنی مصیبتوں کی وجہ معلوم نہیں کر سکتا۔ تو اس صورت میں قسمت اس کا آخری ٹھکانا ہوتی ہے۔ مسئلہ
قسمت کی پیدائش کی یہی تاریخ ہے اور یہ عقیدہ ان قوموں میں ضرور قبولیت حاصل کرتا ہے جو کسی زمانہ میں
اقوام عالم میں معزز حیثیت رکھتی تھیں۔ لیکن اب اپنے اعمال کی وجہ سے دن بدن تنزل ہو رہی ہیں۔ یہ
قدرتی امر ہے کہ کوئی مسلمان جو اپنے آپ کو مصائب سے گھرا ہوا دیکھتا ہے ایسے خیالات کے اظہار سے
اپنے دل کو تسکین دینے کی کوشش کرتا ہے جو بادی النظر میں قسمت کے عقیدہ کی تائید کرتے ہوں لیکن اس قسم کے خیالات کا
کوئی ثبوت نہیں ہے کہ اسلام اس عقیدہ کی تائید کرتا ہے بلکہ برخلاف اسکے وہ اس عقیدہ کو باطل ٹھہراتا ہے۔
اسکی وجہ بتانا مشکل نہیں ہے کہ بعض اسلامی تصنیفات میں یہ عقیدہ کس طرح داخل ہو گیا۔ اس عقیدہ
کو مسئلہ تقدیر کے ساتھ اکثر خلط ملط کر دیا گیا ہے۔ قرآن کریم کو ان ہر دو مسائل کے درمیان تفریق کرنی
پڑی لیکن جو لوگ حریت ارادے کے مسئلہ کے متعلق غلط خیالات ذہن نشین کئے ہوئے تھے انہوں نے
قرآن کریم کی بعض آیات کی جو اس مضمون پر ہیں غلط تاویل کی۔ آیات قرآنی کا اقتباس پیش کرنے سے
پیشتر ہم ضروری سمجھتے ہیں کہ اس بارہ میں اسلامی تعلیمات کسی قدر بیان کی جائیں۔ ان تعلیمات کا تجزیہ
کر کے جب دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ قسمت کے عقیدہ کے قطعی خلاف ہیں۔ قسمت بدی کو ناگزیر
بنا دیتی ہے لیکن قرآن کریم کہتا ہے کہ بدی انسانی فعل سے پیدا ہوتی ہے اور اس سے بچا جا سکتا ہے قسمت کے
عقیدہ کی رو سے مصیبت اٹل اور تقسیم ازل کے حکم کے ماتحت ہے لیکن اسلام سکھاتا ہے کہ یہ ہماری بداعمالی

یا قانون کی خلاف ورزی سے پیدا ہوتی ہے قسمت کا ماننے والا مجبوراً یہ مانتا ہے کہ نیکی اور بدی اللہ تعالےٰ نے پیشتر سے ہی مقرر رکھی ہے لیکن مسلمانوں کو یہ سکھایا جاتا ہے کہ وہ ایمان رکھیں کہ نیکی از محض حق اللہ تعالےٰ سے آتی ہے۔ اور بدی انسانی تحصیل ہے۔ علاوہ ازیں قسمت کے عقیدہ سے یہ نتیجہ ناگزیر ہوگا کہ انسان میں لامحدود ترقی کی قابلیت موجود نہیں ہے۔ اور قانون اور اسکی بجا آوری کی ضرورت بھی نہیں رہتی اسلام اس قابلیت کی موجودگی کو تسلیم کرتا ہے۔ اور ارتقاء انسانی کیلئے قواعد و ضوابط نافذ کرتا ہے قسمت نیکی و بدی میں تمیز کی گنجائش نہیں چھوڑتی۔ اسلام سکھلاتا ہے کہ انسان کو نیکی و بدی میں تمیز کرے۔ اور ان دونوں میں سے ایک کو اختیار کرنے کی سمجھ دی گئی ہے۔ لہٰذا انسان اپنی قوت ممیزہ کے استعمال کا ذمہ دار ہے۔ اسی وجہ سے علت و معلول کا مسئلہ اسلام میں ایک عقیدہ بن گیا۔ نیکی کرنے اور بدی سے بچنے کی انسانی عقل کو مضبوط کرنے کے لئے سکھایا جاتا تھا۔ کہ غیر متبدل قوانین کے ماتحت ہی نیکی اور بدی سے بدی مجبوراً پیدا ہوگی۔ یہ مقدر ہو چکا ہے۔ پس علت و معلول کا سلسلہ ایک قانون الٰہی ہے خواہ تم اسکو تقدیر کہو یا قسمت۔ قرآن کریم میں یہی سکھایا گیا ہے۔ یہ تعلیم قسمت کے عامیانہ مفہوم کے قطعی خلاف ہے قرآن کریم اور احادیث نبی صلعم کے مندرجہ ذیل اقتباسات سطور بالا کی تائید کرتے ہیں:-

سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى ه الَّذِي خَلَقَ فَسَوَّىٰ ه وَالَّذِي قَدَّرَ فَهَدَىٰ (اپنے پروردگار اعلیٰ و برتر کی تسبیح و تمجید کر جو پیدا کرتا ہے اور مکمل کرتا ہے اور اشیاء کو مقررہ اندازہ سے پیدا کرتا ہے اور انکی ہدایت کرتا ہے) وَالْقَدْرُ خَيْرُهٗ وَشَرُّهٗ مِنَ اللّٰهِ تَعَالٰى (یعنی اس نے ایک قانون بنا دیا ہے جس کے ماتحت اگر انسان بعض اشیاء کو ملائے یا علیحدہ کرے۔ تو اسمیں سے نیکی یا بدی کا پیدا ہونا لازمی ہوگا۔ اور چونکہ انسان کو علم اور تمیز عطا کی گئی ہے وہ ان چیزوں کو ترک کر سکتا ہے جن سے بدی پیدا ہوتی ہے اور ان کو اختیار کر سکتا ہے جن سے اچھائی پیدا ہوتی ہے) لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم ثم رددناہ اسفل سافلین الا الذین امنوا و عملوا الصلحت فلهم اجر غیر ممنون (یعنی اللہ تعالیٰ نے انسان کو نہایت ہی اعلیٰ قابلیتوں کے ساتھ پیدا کیا گیا ہے لیکن وہ بعض اوقات تنزل کی راہ بھی اختیار کر لیتا ہے لیکن اگر وہ ایمان لائے اور شریعت کی پابندی کرے اور اعمال صالحہ کرے۔ تو وہ نہ ختم ہونے والے انعامات کا محدود ہو جائیگا۔ روح انسانی میں ایک توازن قائم کیا گیا ہے اور اسکو

نیکی اور بدی میں تمیز کرنے کی سمجھ دیگئی ہے (ونفس وما سوٰها فالهمها فجورها و تقوٰها) جو کچھ بھلائی انسان کو پہنچتی ہے وہ منجانب اللہ ہی پہنچتی ہے۔ اور جو کوئی تکلیف اسے پہنچتی ہے وہ اپنی جان سے ہی آتی ہے (ما اصابك من حسنة فمن الله وما اصابك من سيئة فمن نفسك) جو کچھ انسان پر مصیبت پہنچتی ہے یہ اُسکے اپنے ہاتھ کا کمایا ہوا ہوتا ہے پھر بھی اللہ تعالے بہت معاف کر دیتا ہے (وما اصابكم من مصيبة فبما كسبت ايديكم ويعفوا عن كثير) جس نے ذرہ بھر بُرائی کی ہوگی وہ قیامت کے دن اُسے دیکھ لیگا اور جس نے ذرہ بھر بھلائی کی ہوگی وہ اُسے دیکھ لیگا (فمن يعمل مثقال ذرة خيرا يره ومن يعمل مثقال ذرة شرا يره) اللہ تعالیٰ کسی شخص کو اُسکی ہمت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا جو کچھ وہ کماتا ہے اُسی کو ملتا ہے اور جو کچھ وہ کرتا ہے اُسی کا اجر وہ پاتا ہے (لا يكلف الله نفسا الا وسعها لها ما كسبت وعليها ما اكتسبت)

یہ ہے دینِ اسلام جو اس عقیدہ مبحوث فیہ کا ہر طرح سے ابطال کرتا ہے ہم حیران ہیں کہ کس طرح یہ عقیدہ قرآن کریم کے نام منسوب کیا جا سکتا ہے جس کی پہلی ہی آیت قسمت وغیرہ کے تمام عقاید کا ابطال کرنے کے لئے کافی ہے۔ الحمد لله رب العالمين الرحمن الرحيم مالك يوم الدين۔ تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کیلئے ہی ہیں جو اس کائنات کو پیدا کرنے اور قائم رکھنے والا ہے اور جو ان تمام قوی کو جو اس نظام کائنات میں پوشیدہ ہیں ترقی دیتا ہے۔ اور جس نے وہ تمام اشیا پیدا کیں جن کی انسانی نشو ونما اور ارتقا کے لئے ضرورت ہوتی ہے اور جو بیش بہا اور لا انتہا انعامات ہم کو عطا کرتا ہے جب ہم اُس کے پیدا کردہ اسباب کو اپنے فائدہ کیلئے استعمال میں لاتے ہیں اور جو ہمارے اعمال سیئہ کی ہم کو سزا دیتا اور نیک اعمال کا اجر دیتا ہے اللہ تعالیٰ کی یہ چار صفات جو قرآن کریم کی پہلی آیت میں مذکور ہیں فی الجملہ و فی نفسہا قسمت کے عقیدہ کے خلاف ہیں۔ اگر قسمت کا عقیدہ درست ہے تو ترقی کا راستہ ہر ایک کیلئے کھلا نہیں ہو سکتا لیکن رب اور رحمن کے الفاظ سے یہ مراد ہے کہ اللہ تعالے انسانوں کی انفرادی ترقی چاہتا ہے۔ وہ ہر ایک فرد واحد کو اعانت کرے۔ اور اسکی ترقی میں امداد دینے کیلئے ہر وقت طیار ہے۔ اور جو اسباب اس نے پیدا کئے ہیں۔ وہ سب کے لئے یکساں موجود ہیں۔ کسی خاص منعم علیہ گروہ کیلئے محدود نہیں ہیں علاوہ ازیں قسمت کے عقیدہ کے مطابق ہم

ایک گل ہیں اور ہمارے افعال اضطراری ہیں اور فطری ہیں۔ لہٰذا ہم کسی انعام کے مستحق نہیں ہیں۔ اور کسی سزا کے مستوجب۔ لیکن رحیم اور مالک یوم الدین سے ظاہر ہوتا ہے کہ ہمارے اعمال حسنہ کا ہم کو بے انتہا اجر ملیگا۔ اور ہمارے اعمال بد کی ہم کو سزا ملیگی۔ غرضیکہ جو مذہب اس جہان میں اور آخرت میں انسانی راحت اور کامیابی ایک بڑی حد تک عقائد حسنہ کے ساتھ قوانین کی بجا آوری پر زور دیتا ہے اور سکھاتا ہے کہ اس جہان میں اور عاقبت میں تمام مصائب و آلام اکتسابی ہیں۔ اسے کسی طرح سے بھی قسمت کے عقیدہ کے مترادف قرار نہیں دیا جا سکتا۔ اور یہ مذہب اسلام ایسا مذہب ہے جو ایمان کے ساتھ اعمال حسنہ کی بھی تلقین کرتا ہے۔ روز روشن کی طرح ظاہر ہے +

عیسائیت قسمت کا عقیدہ ہے

برخلاف اس کے چند مسیحیا عقیدہ کسی خاص مسائل پر ایمان لانے کو ہی نجات کا واحد ذریعہ قرار دیتا ہے جو کہ عقیدہ قسمت کی طرف راجع ہوتا ہے کہ بعض عقائد پر ایمان لے آؤ تو نجات ہو جائیگی۔ اور اگر نہ ایمان لاؤ تو تم مع تمہارے تمام اعمال حسنہ کے دائمی جہنم میں جاؤ گے۔ پس نجات اور عذاب عاقبت محض اتفاقات ہیں اس طرح سے نجات بعض لوگوں کو پیدائشی ورثہ ہو جاتا ہے۔ اور دوسروں کو دائمی موت اُن کی راہ میں ملتی ہے۔ کیونکہ تمام عقائد کی تبدیلی کیلئے تیار نہیں ہوتے۔ اور نہ ہی کوئی لوگ اس مسیحی عقیدہ کو جو گرد و پیش کے حالات نے ان کو اختیار کرنے پر مجبور کر دیا ہو کبھی خیال بھی نہیں کرتے۔ وہ جس عقیدہ میں پیدا ہوتے ہیں اسی میں مر جاتے ہیں۔ اگر وہ بالاتفاق مسیحی پسندیدہ عقیدہ کو قبول کریں۔ تو وہ ناجی ہو جاتے ہیں۔ اگر نہ کریں۔ تو عاقبت کا عذاب ان کا حصہ ہے۔ تو وہ ناجی ہو جاتے ہیں۔ اگر نہ کریں۔ تو عاقبت کا عذاب ان کا حصہ ہے۔ یہی یہی قسمت کی تعلیم ہے لہٰذا عیسائیت اور قسمت کا عقیدہ حقیقت میں مترادف ہیں کامن پریئر بک (کتاب نماز عام) کو کھولو۔ اس میں یہ لکھا ہوا پاؤ گے:۔

"جو کوئی نجات پائیگا۔ سب سے پہلے یہ مقدم اور ضروری ہے کہ وہ کیتھولک عقیدہ رکھتا ہو۔ اور جو کوئی اس عقیدہ کو ثابت اور پاک نہیں رکھیگا۔ بلاشبہ وہ دائمی موت کا شکار ہوگا" +

اور کیتھولک عقیدہ یہ ہے "کہ ہم ایک خدا تین میں اور تین میں ایک کی عبادت کرتے ہیں" +

کیا وجہ ہے کہ وہ لکھوکہا انسان جو اپنی زندگی میں کبھی بھی نیک بننے کی کوشش نہیں کرتے۔ اور

عیسائیوں کے گھروں میں پیدا ہونے کی وجہ سے جو عقاید طفولیت میں انکو سکھائے جاتے ہیں انکو بلا سوچے سمجھے قبول کر لیتے ہیں نجات پا جائیں ورنہ کروڑہا انسان جو مسئلہ کفارہ کی قبولیت کے حق میں ناسا عدت حالات کی وجہ سے مسیح پر ایمان لائے بغیر مر گئے ابدی موت کا شکار ہوں۔ اور کیا وجہ ہے کہ وہ لوگ جو ان قطعات ارض میں بودوباش رکھتے تھے اور اب بھی رکھتے ہیں جہاں عیسائی مشنری اب تک نہیں پہنچے ابدی جہنم میں جھونک دئے جائیں انہوں نے مسیح کا نام کبھی نہیں سنا اور ان کو کلیسیا کے عقاید کی راز سربستہ خوبیاں جاننے کا کوئی موقعہ نہیں ملا۔ اور ان لاتعداد شیرخوار بچوں کا کیا حال ہوگا جو قبل از وقت مر جاتے ہیں۔ اور نیز ناجی خاندانوں میں پیدا ہونے کی وجہ سے کلیسیا کی اس نے معنی رسم کی رعایت کے نیچے نہیں آتے جس سے دینی باپوں اور دینی ماؤں کا گروہ پیدا ہو گیا ہے یہ تمام مختلف اقسام کی روحیں بوجہ ایسے حالات کے جن پر ان کو کوئی قابو نہیں تھا دائمی عذاب میں گرفتار ہونگی۔ یہ ہے خالص اور سرتاپا عقیدہ قسمت۔ خیالات بالا بہ تغیرات ضروریہ کرم یعنے تناسخ کے عقیدہ پر بھی حاوی ہوتے ہیں جس کے رو سے ہماری موجودہ زندگی کی راحت و غم ایک خاص دلچسپی رکھتا ہے اور ہم آیندہ کسی فرصت میں اس کے متعلق کچھ لکھیں گے +

نمبر (۵)

صفات الٰہی

از قلم جناب خواجہ کمال الدین صاحب ہیڈ مسلم مشنری

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَنْ تُغْنِيَ عَنْهُمْ اَمْوَالُهُمْ وَلَآ اَوْلَادُهُمْ مِّنَ اللّٰهِ شَيْئًا ط وَاُولٰٓئِكَ هُمْ وَقُوْدُ النَّارِ ۙ كَدَاْبِ اٰلِ فِرْعَوْنَ ۙ وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ط كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا ج فَاَخَذَهُمُ اللّٰهُ بِذُنُوْبِهِمْ ط وَاللّٰهُ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ۝ قُلْ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا سَتُغْلَبُوْنَ وَتُحْشَرُوْنَ اِلٰى جَهَنَّمَ ط وَبِئْسَ الْمِهَادُ ۝ قَدْ كَانَ لَكُمْ اٰيَةٌ فِيْ فِئَتَيْنِ الْتَقَتَا ط فِئَةٌ تُقَاتِلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَاُخْرٰى كَافِرَةٌ يَّرَوْنَهُمْ مِّثْلَيْهِمْ رَاْيَ الْعَيْنِ ط وَاللّٰهُ يُؤَيِّدُ بِنَصْرِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ط اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّاُولِي الْاَبْصَارِ ۝ زُيِّنَ لِلنَّاسِ

حُبُّ الشَّهَوٰتِ مِنَ النِّسَآءِ وَالْبَنِيْنَ وَالْقَنَاطِيْرِ الْمُقَنْطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَالْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ وَالْاَنْعَامِ وَالْحَرْثِ ؕ ذٰلِكَ مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الْمَاٰبِ ۝ قُلْ اَؤُنَبِّئُكُمْ بِخَيْرٍ مِّنْ ذٰلِكُمْ ؕ لِلَّذِيْنَ اتَّقَوْا عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَاَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ وَّرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌ ۢ بِالْعِبَادِ ۝ (سُورہ آل عمران رکوع ۲)

ترجمہ تحقیق جو لوگ کہ کافر ہوئے نہ کفایت کرینگے اُن کے مال اُن کے اور اولاد اُنکی اللہ سے کچھ۔ اور یہ لوگ وہی ہیں ایندھن آگ کے جیسی عادت لوگوں فرعون کی اور جو لوگ کہ پہلے ان سے تھے جھٹلایا انہوں نے نشانیوں ہماری کو پس پکڑا ان کو اللہ نے ساتھ گناہوں اُنکے کے اور اللہ سخت عذاب کرنیوالا ہے۔ کہہ واسطے ان لوگوں کے کہ کافر ہوئے شتاب مغلوب ہوگئے تم اور اکٹھے کئے جاؤگے طرف دوزخ کے اور بُرا ہے بچھونا ؛ تحقیق ہے واسطے تمہارے نشانی بیچ دو جماعت کے کہ آملیں تھیں ایک جماعت لڑتی ہے بیچ راہ اللہ کے اور دوسری کافر تھی دیکھتے تھے وہ کافر مسلمانوں کو دوبرابر اپنے دیکھنا آنکھ کا۔ اور اللہ قوت دیتا ہے ساتھ مدد اپنی کے جس کو چاہے تحقیق بیچ اس کے البتہ نصیحت ہے واسطے آنکھ والے کے۔ زینت دیگئی واسطے لوگوں کے محبت خواہشوں کی عورتوں سے اور بیٹوں سے اور خزانے اکٹھے کئے ہوئے سونے سے اور چاندی سے اور گھوڑے نشان کئے ہوئے اور چارپائے اور کھیتی۔ یہ فائدہ ہے زندگانی دُنیا کا۔ اور اللہ نزدیک اسکے ہے اچھی جگہ پھر جانے کی۔ کہہ کیا خبر دوں میں تم کو ساتھ بہتر کے اس سے واسطے ان لوگوں کے کہ پرہیزگاری کرتے ہیں نزدیک رب انکے کے بہشتیں ہیں چلتی ہیں نیچے ان کے سے نہریں ہمیشہ رہنے والے بیچ اسکے اور بیبیاں ہیں پاک ہوئی اور رضامندی اللہ کی طرف سے۔ اور اللہ دیکھنے والا ہے ساتھ بندوں کے ؛

یہ رکوع جو میں نے اب تلاوت کیا ہے قرآن شریف کی بڑی بڑی صداقتوں میں سے بعض کی طرف ہماری توجہ کو مبذول کرتا۔ یہ آیات ہماری مذہبی صداقتوں ہی کو ظاہر نہیں کرتیں بلکہ وہ راہ اور طریقے بھی بتلاتی ہیں جن سے ان آیات پر کامیابی کے ساتھ عملدرآمد ہو سکتا ہے مذہب سے مُراد اس قسم کے سادے اور عام اعتقادات ہی نہیں جو کہ ہم اپنی ماں کی گود میں سیکھتے ہیں اور نہ کوئی

ایسا ناقابلِ عمل عقدہ پیش کرتا ہی جس کی ناواقفیت ان پر عمل نہ کرنے کے لئے کافی عذر خیال کیا جائے
مذہب کی غرض ان باتوں سے بالاتر ہی۔ ہم اب آیات بالا کی تعلیم کو امور ذیل کی روشنی میں دیکھتے ہیں مثلاً
اگر بعض کا خیال ہو کہ مذہب کی بڑی غرض و غایت جنابِ مسیح کے خون پر اعتقاد رکھنے سے
پوری ہو جاتی ہی۔ تو پھر یہ سوال پیدا ہوتا ہی کہ ان لکھو کھہا مخلوق کا کیا حشر ہوگا جو حضرت مسیح کے
خود اس دنیا میں ظاہر ہونے سے پیشتر زندہ رہکر فوت ہو گئے۔ اور یہی سوال واقعہ صلیب کے متعلق ہمارے
اعتقاد پر ہو سکتا ہی۔ یہ صریحاً ایک عذر لنگ ہے کہ خدا نے اپنا پرانا نظام بدلکر دنیا کو جنابِ مسیح کے ذریعہ
ایک نیا نظام عطا کیا۔ اور پرانے نظام کو بالکل منسوخ کر دیا۔ اس عذر کو قبول کرنا گویا خدا کی صفت
ہمہ دانی سے اُسے محروم کرنا ہی اور یہ بھی ماننا پڑیگا کہ خدا ہماری قوتوں سے ناواقف تھا۔ اور وہ یہ نہ جانتا
تھا کہ انسان اس کے احکام اور اسکی شریعت پر عمل کرنیسے قاصر ہے۔ اور اگر یہ بات نہیں تو پھر کیوں
اس نے اپنی مخلوق کیلئے پہلے ایک نظام مقرر کیا۔ اور پھر یہ معلوم کر کے کہ وہ اس بوجھ کو نہیں
اُٹھا سکتی تو اس پر اپنا فضل کر دیا۔ اب ہم اس مسئلہ کے دوسرے پہلو پر نظر ڈالتے ہیں۔ اور
پوچھتے ہیں۔ کہ خدا کی عنایت اور فضل اسکی لکھو کھہا مخلوق تک کس طرح پہنچ سکتا ہی جو جنابِ مسیح
کے ذریعہ خدا کا کلام دنیا میں آنے کے بعد بھی نہ سُن سکے عیسائی مذہب کا چرچا تمام دُنیا میں
ہو رہا ہی تاہم ابھی ایسے مقامات موجود ہیں جہاں یہ مذہب یا جنابِ مسیح کی آواز نہیں پہنچی۔
حقیقت تو یہ ہی کہ خدا کا فضل سب کے لئے یکساں ہی۔ اس نے دُنیا کو ایک ہی انداز پر بنایا ہے جب
اس نے اپنی عنایاتِ جسمانی لحاظ سے سب کو برابر برابر عطا کی ہیں تو اپنی رُوحانی الطاف کا دروازہ
بعض پر بند کرنا کیوں کر پسند فرمائیگا سُورج کی کرنیں تمام کی آنکھوں پر ہوتی ہیں۔ اِسی طرح
خدائی نور کے شُعلے بھی سب تک پہنچتے ہیں۔ اس طریق استدلال سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ وہ مذہب
سچا نہیں ہو سکتا جو انسان کو اپنے احکام کی تابعداری پر مجبور نہیں کر سکتا۔ لیکن برعکس اس کے
ہمارا دعویٰ ہی کہ انسان کی فطرت ہی میں مذہب کے صحیح اصُول گندھے ہوئے ہیں۔ انسان
اخلاقی پہلو سے اپنے اندر بعض قوتیں اور طاقتیں ایسی رکھتا ہے جو پرورش کی محتاج ہیں
اور اس کے اندر اس راہ پر چلنے کی خواہش ہی جس پر قدم مارنے سے یہ قوتیں ترقی حاصل کرتی
ہیں۔ اور اس اصُول ہی کا نام مذہب ہے جو قوموں کی ترقی و تربیت کے عمل کو حقیقت کر کے دکھلاتا ہے

انسان اپنی فطرت کی نظر میں اپنے عملوں کا ذمہ وار ہے۔ ہم سب جانتے ہیں کہ انسانی اعضا جن میں خوراک جاتی ہے کوئی ایسی چیز قبول نہیں کرتے جو انہیں مضرت پہنچائے۔ جہاں تک ان اعضا کا تعلق ہے ہماری فطرت کے اختیار میں ہے کہ صحیح قسم کی خوراک کو پسند کرے۔ اور خراب یا غلط قسم کو رد کر دے۔ اگر ہمارے معدہ میں مکھی چلی جائے تو معدہ میں اسکے آنے سے سخت فتور پیدا ہوتا ہے۔ اسی طرح ہمارے روحانی اعضا بھی پرورش کے محتاج ہیں۔ اور فطرت کے مطابق وہی مذہب ہے جو روحانی اور اخلاقی قوی کو مضبوط بنا دے

چنانچہ قرآن شریف ذیل کی آیات میں اسی امر کی طرف اشارہ کرتی ہے +

فطرۃ اللہ التی فطر الناس علیہا لا تبدیل لخلق اللہ ذلک الدین القیم۔

انسان کی فطرت ہی اس کا مذہب ہے اور اس فطرت کے نمود اور اظہار کے ساتھ ہی اس کے اندر مذہبی تحریک و تمیز پختہ ہوتی ہے۔ خدا کی طرف سے تمام الہامات صرف اسی صداقت کو یاد دلانے کے لئے ہوتے ہیں۔ وہ ہمیں بتلاتے ہیں کہ ہمارے اندر بڑی کام کی قوتیں رکھی گئی ہیں۔ جن کی وجہ سے ہم آخرش ان شاہراہوں پر چلتے ہیں جن کا ہماری فطرت کو علم ہوتا ہے۔ اور پھر الہامات براہ راست رہبری کے لئے ہوتے ہیں۔ جن سے ہماری اخلاقی ہستی بہتر اور مضبوط ہوتی ہے پس تمام الہامات بطور یاد دہانی کے ہیں۔ اور اسی سے قرآن شریف اکثر انہیں ذکر یعنے یاد دہانی کے نام سے پکارتا ہے +

اگر ہم ذرا تھوڑی دیر کے لئے اپنی ہستی پر غور کریں نیز ان جسمانی اور اخلاقی عناصر پر جن سے اسکی ترکیب ہوئی ہے اور ان ذرائع پر جو اُن کے پرورش اور نمود میں مدد دیتے ہیں پھر ان چیزوں کے لئے اپنی تلاش پر جن سے خوشحالی اور ترقی زیادہ محفوظ اور پائدار ہو جاتی ہے اور اپنے ارد گرد ان چیزوں کی موجودگی پر بھی تدبر کریں جو نہ صرف ہمارے وجود ہی کی پرورش کرتی ہیں بلکہ ہم میں اس امر کی تحریک پیدا کرتی ہیں کہ ہم زیادہ تر عمدگی اور قوت کے ساتھ زندگی بسر کرنے کی کوشش کریں تو یہ ثابت ہو جائیگا کہ اس قسم کے قواعد و ضوابط کی موجودگی میں جن کے ماتحت ہمارے تمام مذکورہ بالا حالات جسمانی و مادی صورت اختیار کرتے ہیں +

کیا ان سب باتوں سے اس بڑی ہستی کا پتہ نہیں چلتا جس نے دُنیا کو پیدا کیا اور نہایت عجیب و باریک در باریک نظام بنایا۔ یعنے اس مالک کا جس نے ہمیں ضروری قوتیں عطا کیں اور ان قوتوں کو نشوونما دینے کے لئے ہم میں جوش اور زندہ خواہش ڈال دی۔ اور آخرش چند ایک صاف اور اٹل قوانین کے ماتحت ہماری ترقی کو آسان کرنے کے لئے تمام ذرائع مادی و غیر مادی کو ہم پہنچا دیا۔ اسی ہستی کا نام قرآن کریم کی اصطلاح میں رب ہے۔ اور اس قسم کے رب کو پہچاننا اور اسکی فرمانبرداری کرنا ہماری فطرت میں بطور ودیعت رکھا ہے۔ اپنے آپ اور اپنی فطرت سے یہی سوال کرو۔ جواب فوراً پاؤ گے کہ اس قسم کے رب اور مالک کی اطاعت نہایت ضروری ہے اسلئے جو مذہب ہماری زندگی کی اس مرکزی حقیقت کو ذہن نشین کراتا ہے۔ اس قابل ہے کہ بمقابلہ دیگر مذاہب کے تمام منطقی اور سمجھدار نیز سادہ لوح اور سیدھے اسکی پیروی کریں۔ قیامت کے دن جب انسان اپنے خالق کے رُوبرو حاضر ہوگا۔ تو وہ اپنی مخلصی یہ کہکر نہیں کرا سکتا کہ اس کے والدین نے اُسے کسی مذہب کی تعلیم نہیں دی۔ یا کسی اُستاد نے اسے کوئی مذہب نہیں بتلایا کیونکہ ہمارے اندر ہی ایک مذہب اور سچا مذہب ہے۔ اگر ہم اسکی طرف سے غفلت کریں اور اپنی فطرت کے پیچھے نہ چلیں تو ہم اپنے لئے اسی طرح ایک زندہ دوزخ تیار کرتے ہیں جس طرح کہ ہم اسکی متابعت کرنے سے اپنے لئے بہشت کا سامان بناتے ہیں۔ غرض کہ سچا مذہب وہی ہے جس کی وجہ سے ہماری روزمرہ کی زندگی میں ہماری فطرت کا اظہار ہوتا ہے۔ الہامات جو خدا کی طرف سے ہوتے ہیں ہماری فطرت کو اس کے کاموں میں مدد دیتے ہیں۔ جو شخص آنکھیں رکھتا ہؤا نہیں دیکھتا۔ جو کان رکھتا ہؤا نہیں سُنتا اور صحیح دماغ رکھتا ہؤا غور نہیں کرتا۔ وہ حقیقت میں اپنی فطرت کی مخالفت کرتا ہے۔ وہ سچ تو یہ ہے کہ اپنے لئے دوزخ تیار کرتا ہے۔ وہ دوزخ جس کی طرف قرآن مجید کی آیات ذیل میں اشارہ کرتا ہے:۔

وَمَآ اَدْرٰكَ مَا الْحُطَمَةُ ۙ نَارُ اللّٰهِ الْمُوْقَدَةُ الَّتِیْ تَطَّلِعُ عَلَى الْاَفْـِٕدَةِ

(سُورۃ الہمزہ) ترجمہ۔ اور کیا جانے تو کیا ہے حُطمہ۔ آگ ہے اللہ کی سُلگائی ہوئی۔ وہ جو چڑھ آتی ہے اُوپر دلوں کے +

یہ ایک تعجب انگیز بات ہے کہ مغربی دُنیا باوجودیکہ اس نے صنعت و حرفت اور سائنس میں

حیرت انگیز ترقی کی ہے۔ تاہم دنیا کے دیگر ممالک سے مقابلہ میں کوئی معقول مذہب اختیار کرنے میں کوسوں دور رہگئی ہے۔ وہ لوگ جو فطرت سے اسکے ناتحقیق شدہ اور پوشیدہ راز کو ٹریی لیری سے قبضہ میں لانا چاہتے ہیں۔ وہ بچوں کی طرح گفتگو کرتے ہیں جبکہ جناب مسیح کے خون کے ذریعہ کفارہ کے متعلق ان سے بحث کیجائے۔ اے کاش وہ تھوڑا سا وقت اس بڑی صداقت پر غور کرنے کیلئے کہ انسان خدا کی شکل پر بنایا گیا ہے خرچ کرتے اس صداقت سے ظاہر ہوتا ہے کہ جب انسان کو اس طور پر پیدا کیا گیا ہے۔ اسمیں بعض خدائی صفات ہیں جن سے تمام دنیا منور ہو سکتی ہے اگر انکی طرف خاص توجہ دی جائے۔ سچے مذہب کی اصل غرض یہ ہے کہ وہ خدائی راہوں پر لیجا کر ہمارے اندرونی خدائی جوہر کو روشن کرے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ ہمارے ہاتھ اور ہمارے اعضا خدا کے ہاتھ اور اعضا ہوجائیں گے۔ کیونکہ ہم کسی مذہب کو صحیح اور راست نہیں سمجھ سکتے جب تک کہ خدائی صفات اور تجلیات وہ ہم پر ظاہر نہ کرے اور ہمیں وہ طریق نہ دکھلائے جن سے ہم اپنی پوشیدہ خدائی طاقتیں بڑھا سکیں۔ قرآن مجید کا احسان دنیا پر بہت بھاری ہے۔ کیونکہ اس نے ہمیں بتلایا کہ خدائی صفات کیا ہیں اور حضرت رسول اکرم کی زبان مبارک سے ہمیں تخلقوا باخلاق اللہ کا حکم سنایا۔ قرآن شریف بتلاتا ہے کہ خدائی صفات و خصائل کے انکار سے ہمارے بداعمال پیدا ہوتے ہیں۔ چنانچہ ذیل کی آیات میں ان صفات کا ذکر ہے +

وللہ الاسماء الحسنیٰ فادعوہ بھا وذروا الذین یلحدون فی اسمائہ سیجزون ما کانوا یعملون ۰ (سیپارہ نہم سورہ اعراف) ترجمہ۔ اور واسطے اللہ کے ہیں نام اچھے پس پکارو اُس کو ساتھ انکے۔ اور چھوڑ دو ان کو جو کج راہی کرتے ہیں بیچ ناموں اسکے کے البتہ جزا دیئے جاوینگے جو کچھ کہ کرتے ہیں اسماء آلہی کے متعلق سیدھی راہ کو چھوڑنا گویا ان اسماء کی بیحرمتی کرنا ہے۔ اور اپنے روزانہ الفاظ اور اعمال میں انکی تقدیس کو ملحوظ رکھنا اُن کی تحقیر کرنا ہے۔ یا بالفاظ دیگر اُن کی اصل جوہر و روح سے انکار کرنا ہے۔ قرآن میں خدا کے ننانویں مختلف اسماء ہیں۔ جو اس کے مختلف صفات کو ظاہر کرتے ہیں۔ اور سچا مسلمان وہی ہے۔ جس کے اقوال و افعال سے ان صفات آلہی کی خوبی و فضیلت کی جھلک دکھائی دیتی ہے +

اذان

(مسئلہ دعوۃ الصلوٰۃ)

اللہ اکبر جب روشنی کی مدھم شعاع شب دیجور کے تاریک پردہ کو چھیدتی ہوئی نئے دن کا افتتاح کرتی ہے تو مؤذن کی دلکش و سُریلی آواز خالق اکبر کی قدرت و جبروت کی طرف دُنیا کو متوجہ کرنے کے لئے کانوں میں گونجتی ہے یہ دعوت نماز بنی نوع انسان کو ظلمت و تاریکی کے شہزادہ کے مکروفریب و دُکھ کو ترک کرنے کا حکم کرتی ہے تاکہ انسان ربانی نور و روشنی سے متمتع ہو۔ اور نور و صفائی کے حاصل کرنے کے لئے اپنے قلب سلیم کو کھولے۔ اور شک و شُبہ اور دام و فریب کی قبیح عادات سے اپنے آپ کو مطہر و مصفّٰے کرلے۔ اور صبح سویرے ہی پہلی آواز جو کانوں میں گونجتی ہے وہ اللہ تعالٰے کا اسم مبارک ہے

اشہد ان لا الٰہ الا اللہ۔ ان تمام دُنیوی مخصوں و اُلجھنوں سے جو انسان کی رُوحانی ترقی میں مانع ہیں۔ اور ان بتوں کو جو اُس کے اپنے ہی تراشیدہ ہیں اور ان خواہشات و جذبات کو جو رُوح و قلب کو اللہ تعالیٰ سے دُور پھینکتی ہیں مؤذن کلمہ مبارک کہہ کر انسان کو اُن سب معبودانِ باطل کو پس پشت ڈالنے کے لئے مدعو کرتا ہے تاکہ ضعیف البنیان ہستی کو اس کا احساس ہو۔ کہ اللہ تعالیٰ کی ذات کے سوا کوئی بھی پرستش و عبادت کے شایاں نہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کی ذات کے سوا کوئی بھی معبود حقیقی نہیں +

اشہد ان محمدا رسول اللہ۔ اسجگہ مؤذن انسان کو بتلاتا ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ انسان کو روز بروز اکیلا ہی بے یار و مددگار کے جدوجہد کرنے کیلئے نہیں چھوڑتا بلکہ انسان سے ہمکلام ہوتا ہے۔ اور دُنیا کو معلم و معاون مرحمت فرماتا رہتا ہے۔ اور یہ امر اسبات کی دلالت کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کمال رحم کی وجہ سے اپنے آپ کو برگزیدوں کے ذریعے منکشف کیا لیکن جب دنیا کی ضروریات بہت بڑھ گئیں۔ تو سب سے عظیم الشان پیغمبر کو تمام نسل انسانی کی ہدایت و رہبری کیلئے مکمل ہدایت نامہ دیکر مبعوث فرمایا۔ آپ کی ذات

کے سوا باقی تمام معلمان ہدایت نے قومی پیغام دیا۔ جو مختص بالقوم تھا لیکن ہمارے آقائے نامدار حضرت محمد صلعم سرور کائنات کل دنیا وجہاں اور تمام نسل انسانی کیلئے مبعوث ہوئے۔ آپ کی ذات و الاصفات ہمارے نمونہ و اسوہ حسنہ ہے۔ اور آپ ہمارے رہبر۔ مربی و مزکی و معلم ہیں اور آپ عارف تام ہیں۔ اور دوسروں کو اسی معرفت و نور سے منور فرماتے ہیں۔ مؤذن کی دعوت ہر ایک انسان کے قلب میں گھس جانی چاہئے۔ اور اسے شہادت دینی چاہیئے۔ کہ حضرت محمد صلعم خداوند تعالے کے پاک اور سچے رسول ہیں۔ اور پھر اسے خداوند تعالے کے کلام اور اسکی پاک صاحب بابرکت کتاب قرآن کریم جو اللہ کے سچے پیغامبر کے دہن مبارک سے نکلکر دنیا پر نازل ہوئی۔ ہدایت پاکر اس دنیا میں خاتمہ بالخیر کے لئے سعی بلیغ کرنی چاہئے۔ اور اس دنیا کو اور بھی روشن خیال۔ ہم آہنگ اور دلفریب بنانے کے لئے کوشش کرنی چاہیئے۔ اور امن و سلامتی کے مذہب سے نسل انسانی کو اسی زمین پر بہشتی زندگی بسر کرنی نصیب ہو جائیگی۔ خدا کرے کہ تمام نسل انسانی جلدی سے اللہ تعالی کی ہدایت کو قبول کرلیں

حیّ علی الصلوٰۃ (نماز کو آؤ) کی بلند آواز ابھی تک ہماری توجہ کو منعطف کئے ہوئے ہے۔ صبح سویرے خواب آلودہ سے بیدار ہوتے ہی جب ہماری آنکھیں کھلتی ہیں اور ہمارا انتظام جسمانی ذرا چست ہوتا ہے اور خارجی تاثرات اپنا کام کرنے لگتے ہیں۔ تو ہم تمام دنیوی تفکرات و خیالات سے یکسو ہو کر اللہ تعالے کے حضور حاضر ہوتے ہیں۔ اور تاکہ اللہ تعالے ہمیں تمام جمع۔ آزمائشوں اور ابتلاؤں کے مقابلہ کرنے کی استعانت و طاقت طلب کرتے ہیں تاکہ وہ ذات باری اس ارفع و اعلی روحانی راہ پر اور بھی اونچا چڑھنے میں ہماری امداد فرمائے جس سے اس کا قرب حاصل ہو۔ اور انسان کی روحانی تکمیل ہو +

حیّ علی الفلاح - اگر انسان درحقیقت اللہ تعالی کے ساتھ لو لگا لیتا ہے اور اسکی ہدایت و شریعت کے سامنے سر تسلیم خم کر دیتا ہے اور فقط اسی کے حضور عجز و نیاز کرتا ہے۔ اور سب کچھ اسی سے طلب کرتا ہے اور صراط مستقیم پر گامزن ہوتا ہے تو حی علی الفلاح یعنی رستگاری اور تعلیمات دوڑو ہی ایک صادق پرستار کیلئے صراط مستقیم ہے۔ جو مکمل ہدایت حاصل کرنے کے بعد اسے حاصل ہوتا ہے۔ اور ربانی افضال کا آہستہ آہستہ آشکارا ہونا

کس قدر دلفریب و خوشنما اور حیرت افزا ہے۔ اور کہ جب ہم اس احکم الحاکمین کے آگے سرنگوں ہوتے ہیں۔ اور اسکے معاوضہ میں ہمیں اصلی و حقیقی فلاح نصیب ہوتی ہے +

الصلوٰۃ خیرٌ من النوم (نماز خواب گراں سے بہت بہتر) اللہ نے انسان کو بہت سے اوصاف سے موصوف کیا ہوا ہے۔ اور یہی ذات باری کی طرف سے حکم ہے کہ وہ ان تمام کو اچھی طرح سے استعمال کرے۔ اور غافل سست و کاہل نہ رہے۔ اور اللہ تعالیٰ سے دُعا مانگے کہ وہ ذات اقدس اسے اسی کی راہ میں تمام عمر بسر کرنے کی طاقت و استطاعت عطا فرمائے اور روز بروز نسل انسانی کی خدمت کرنے میں امداد و نصرت فرمائے +

الصلوٰۃ خیرٌ من العمل (نماز تمام اعمال سے بہت ہی احسن و اعلےٰ ہے) نماز کے وقت انسان کس قدر مطہر و متبرک ہوتا ہے۔ اور اللہ تعالےٰ کی ذات کے سوائے اس وقت اور کوئی بھی چیز یاد نہیں ہوتی۔ اور اسکی تمام تر توجہ اس محبوب اسی ذات میں محو ہوتی ہے۔ اور وہ روحانی طور پر ربانی نور میں بلند پرواز ی کرتا ہے۔ یہاں تک کہ اللہ تعالےٰ کا جاہ و جلال اس کے قلب کو منور کر دیتا ہے اور وہ سرچشمہ نور میں غوطہ زن ہو کر نور اعلےٰ نور ہو جاتا ہے یہ کیفیت قلبی تمام لمعات زندگی کی تمام ساعتوں سے زیادہ مسرور اور انسانی نصب العین کا ارفع و اعلےٰ مقام ہے۔ اور قرب الٰہی کی بلند ترین چوٹی ہے اور تکمیل و ہدایت کی حقیقی ساعت ہوتی ہے حقیقتاً موذن کی الصلوٰۃ خیرٌ من العمل کی صدا بالکل صحیح و صداقت پر مبنی ہے +

اللہ اکبر۔ اللہ بڑا ہے وہ بے نیاز ہے اور قادر مطلق ذات اکبر ہے ساتھ ہی وہ قدوس ذات باری دوست مہربان مربی و حفیظ بھی ہے صحیفۂ قدرت کا ہر ذرہ اسکی جبروت سطوت۔ فیاضی اور رحمانیت کا ثبوت دے رہا ہے اس دنیا کی تمام اشیاء اس وقت تک بالکل حقیر۔ نے سود۔ خفتہ و حالت جمود و خمود میں رہتی ہیں۔ جب تک کہ ربانی طاقت اُن کو تحریک و تحریص نہیں کرتی۔ اور وہ اللہ تعالےٰ کی راہ میں استعمال نہیں کیجاتیں +

لا الٰہ الا اللہ ۔ انسان کو اس بات کا کامل الیقین و ایمان رکھنا چاہئیے
اس معبود حقیقی کے سوائے کسی چیز کی عبادت سزاوار نہیں ۔ ایسے دنیوی اوصاف
کہ جس کا حضرت انسان نے ناجائز استعمال کیا علیحدہ ہوجاؤ ۔ کیونکہ یہ دُنیاوی
علائق تم کو اسی طرح اپنی طرف کھینچینگے ۔ جس طرح کہ ایک مقناطیس ایک سُوئی کو
اپنی طرف کشش کرتا ہے ۔ اور کہ تم اللہ تعالےٰ کے حضورؐ کے حاضر ہو حضرت محمد صلعم
کے قدموں تلے اور ہمارے مطہر و متبرک و مقدس پیغمبر اسلام سے سیکھو ۔ اور پڑھو اور
قرآن کریم کے حسن و دلفریبیوں کی تتبع کرو ۔ اور ادب و توجہ سے اس کے دلفریب
صفحات کھولو ۔ اور غور و فکر و تدبر سے اس کا مطالعہ کرکے اللہ تعالےٰ سے نور و ہدایت
پانے کے لئے دُعا کرو ۔ اور کہ تمہیں یاد رکھنا چاہئیے کہ اللہ تعالےٰ آج کل بھی ایسے
ہی اپنے بندوں سے ہمکلام ہوتا ہے جیسے کہ ازمنہ سالقہ میں ہُوا کرتا تھا ۔ اپنے
قلب کو مُطہر و مصفےٰ کرو ۔ اور قبیح و شنیع عادات کو ترک کرو ۔ اپنے افعال اعمال
اور خیالات کی حفاظت کرو ۔ اور اپنی خداداد استعداد کو مدفون مت کرو ۔ بلکہ اُن کو
اللہ تعالیٰ کی راہ میں صرف کرو ۔ اور اپنے ہمجنسوں کی امداد کرو ۔ اور اپنے آپ کو
ہمیشہ نور کی ضو میں رکھو ۔ مبادا کہیں ایسا نہ ہو ۔ کہ ارضی شمع کی دھندلی اور مدھم
شعاع تم کو خورشید تاباں کی درخشندگی اور روشنی سے محروم کرے ۔ اذان کو یاد
کرو ۔ اور اسے اپنے خلوت کے ذکر و فکر میں زبانی دُہراو ۔ اور اسکے ان گوناگون
محاسن پر غور و تدبر کرو ۔ جو اس کے اندر مُضمر ہیں ۔ اگر کسی کے پاس کافی وقت و
فرصت ہو ۔ تو اس مہتم بالشان نبی کریم کی طرف دعوۃ الصلوٰۃ کے عظیم الشان
الفاظ پر جو کہ پانچوں وقت تمام اکناف عالم میں ہر روز گونجتے ہیں ۔ اور جو
انسان کو غفلت سستی اور روزانہ محنت و مشقت سے تازہ دم شگفتہ کرنے کیلئے
اسے ربانی علم و صفائی کی ندی میں غوطہ لگاتی ہے ۔ اور اسے بلند پروازی کراتی
ہے ۔ یہاں تک انسان اس طرح ارتقائی منازل طے کرتا کرتا اس ارفع و اعلےٰ
منزل مقصود پر پہنچ کر اس کے اندرون قلب سے صدق و صفا کے ساتھ

لا الٰہ الا اللہ کا نعرہ توحید اٹھتا ہے جو تمام شرک کی خس و خاشاک کو بھسم کر دیتا ہے۔ کیونکہ رب العالمین کی ذات کے سوائے اسے تمام دنیا میں اور کچھ بھی نظر نہیں آتا ہے۔

"جدھر دیکھتا ہوں اُدھر تو ہی تو ہے"

خالد شیلڈرک

عابد حیوان ناقل

حضرت انسان مسلمہ عابد حیوان ناقل ہے۔ مذہب ایک ایسا عنصر ہے جو کہ خود بخود ضرورتاً فطرت انسانی میں مرکوز ہے۔ جہاں کہیں بھی انسان جاتا ہے اور جس قوم کو دیکھتا ہے وہ یقیناً اپنے ہمجنسوں کو کسی نہ کسی چیز سورج۔ چاند ستاروں۔ درختوں اور انسان کی عبادت کرتا ہوا پاتا ہے۔ اور اس قسم کی عبادت گو اس کی شان کے شایاں نہیں لیکن اسی سے اس کا اطمینان قلب ہوتا ہے۔ جو کہ اس کی خادمہ یا اس کے مساوی اسی کے لئے پیدا کی گئی ہیں۔ لیکن مبارک ہے وہ انسان جو ایک صادق واحد خدائے لایزال کا پرستار ہے اور جسے کہ اس عالم میں اس کی حیثیت کے شایاں اسے نہایت ہی فائدہ اطمینان و تسکین حاصل ہوتا ہے۔

نظم در مدحِ قرآن کریم

از نورِ پاکِ قرآں صُبحِ صفا دمیده — بر غُنچہائے دِلہا بادِ صبا وزیده

ایں روشنی و لمعاں شمس الضحیٰ ندارد — ویں دلبری و خوبی کس در قمر ندیده

یُوسف بقعرِ چاہے محبوس ماند تنہا — واں یُوسفے کہ تنہا از چاہ بر کشیده

از مشرقِ معانی صدہا دقائق آورد — قدِ ہلالِ نازک زاں نازکی خمیده

کیفیتِ علومش دانی چہ شان دارد — شہدیست آسمانی از وحیِ حق چکیده

آں نیّرِ صداقت چوں رُو بعالم آورد — ہر بوم شب پرستی در کُنجِ خود خزیده

رُوئے یقیں نہ بیند ہرگز کسے بدنیا — اِلّا کسے کہ باشد با رُویش آرمیده

آں کس کہ عالمش شُد شد مخزنِ معارف — واں بیخبر ز عالم کیں عالمے ندیده

بارانِ فضلِ رحماں آمد بمقدمِ اُو — بدقسمت آنکہ از وے سُوئے دگر دویده

میلِ بدی نباشد اِلّا رگے ز شیطاں — آں را بشر بدانم کز ہر شرے رہیده

اے کانِ دلرُبائی دانم کہ از کجائی — تُو نُورِ آں خُدائی کیں خلق آفریده

میلم نماند باکس محبُوبِ من توئی بس — زیرا کہ زاں فغاں رس نُورت بما رسیده

دیگر

از وحیِ خدا صُبحِ صداقت بدمیده — چشمیکہ ندید آں صُحفِ پاک چہ دیده

کاخِ دلِ ما شُد زبہاں نافہ معطّر — واں یار بیامد کہ زما بود رمیده

واں دیده کہ نُورے نہ گرفت ست ز فرقاں — حقّا کہ ہمہ عمر ز کوری نہ رہیده

واں دل کہ بجز از رُخِ گُلزارِ خدا جُست — سوگند تواں خورد کہ بُویش نشمیده

باخُور نہ دہم نسبتِ آں نُور کہ بینم — صد خور کہ بہ پیرامنِ او حلقہ کشیده

بے دولت و بدبخت کسانیکہ ازاں نُور — سر تافتہ از نخوت و پیوند بُریده

(از براہین احمدیہ مصنفہ حضرت میرزا غلام احمد صاحب قادیانی)

حضرت خواجہ کمال الدین صاحب بی اے ایل ایل بی مسلم مشنری انگلستان ووکنگ کی تصنیفات

خطبات عربیہ قیمت فی خطبہ ۳ر مصنفہ حضرت خواجہ کمال الدین صاحب بی اے ایل ایل بی مسلم مشنری ایڈیٹر اسلامک ریویو مجریہ ووکنگ انگلستان - یہ وہ عرکتہ الآرا خطبے ہیں جو حضرت خواجہ صاحب نے اپنے قیام لندن میں نا آشنایان اسلام کو اسلام سے معرف کرانے اور ان پر حقانیت اسلام متحقق کرانے کے لئے انگلستان فرانس اور سکاٹلینڈ کے مختلف مقامات پر تقریریں اور لیکچر دیئے اور بعض احباب کی فرمائش پر اردو میں ترجمہ کر کے چھاپ لئے ہیں درج ہیں۔

(۱) سلسلہ خطبات عربیہ موسوم بہ مسجد ووکنگ کے ابتدائی خطبات
(۲) " " توحید - دعا - تصوف -
(۳) " " خطباب عیدین -
(۴) دہریوں اور ملحدین کو خطاب
(۵) اسلام اور دیگر مذاہب
(۶) حقوق نسوان -

نوٹ: - مکمل سٹ چھ عدد خطبات مجلد ۸ر بیجلد یک روپیہ عہ

لمعات انوار محمدیہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے پاک حالات آپ کے خلق عظیم کا آئینہ حسن معاشرت کا فوٹو - علمی ادبی تمدنی - اخلاقی و اصلاحی مضامین کا دلنواز مجموعہ آنحضرت صلعم کے مختلف شعبہ ہائے زندگی کا دلکش مرقع جس میں جناب خواجہ کمال الدین صاحب بی اے ایل ایل بی مسلم مشنری و جناب مولوی صدر الدین صاحب بی اے - بی ٹی و حضرت مولوی محمد علی صاحب ایم اے ایل ایل - بی و جناب شیخ مشیر حسین صاحب قدوائی بیرسٹرایٹ لاء و جناب مارمیڈیوک پکتھال و جناب ایس - ایچ لیڈر مصنف ڈیزرٹ و دیگر مشاہیر قوم کے گرانقدر مضامین ہیں جو نہایت قابل دید ہیں - اور آنحضرت صلعم کو مختلف حیثیتوں میں پیش کیا گیا ہے قیمت ۶ر مجلد ۱۰ر

مروارید ثلاثہ: - یہ تین کتابیں ہر مسلم گھر میں ہونی چاہئیں قیمت مجلد ۸ر عہ

براہین نیرہ حصہ اول (معروف بہ زندہ و کامل الہام) اس میں دکھلایا گیا ہے کہ قرآن کریم خاتم اور ناطق ایک الہامی کتاب ہے جس میں تہذیب و تمدن کے کامل قوانین موجود ہیں .... قیمت ۱۲ر

ام الالسنہ (معروف بہ زندہ و کامل الہامی زبان) یہ کتاب بالکل جدید تصنیف ہے اور جدید مضمون پر لکھی گئی ہے - اپنی نوع کی پہلی کتاب اردو - انگریزی لٹریچر میں لکھی گئی ہے - اس میں یہ دکھلایا گیا ہے کہ عربی الہامی زبان ہے اور کل زبانیں اس سے نکلی ہیں - اور ابتدا میں سب ملکوں کے آبا و اجداد عربی الاصل تھے قیمت ۱۲ر

اسوۂ حسنہ (معروف بہ زندہ و کامل) اسمیں آنحضرت صلعم کا کامل نمونہ بحیثیت انسان کامل پیش کیا گیا ہے - یہ کتاب مقبولیت عامہ حاصل کر چکی ہیں - اسے پڑھ کر ماننے کے سوا چارہ نہیں رہتا - کہ محمد صلعم خاتم النبیین ہیں قیمت ۸ر

المشتہر خواجہ عبد الغنی منیجر رسالہ اشاعت اسلام عزیز منزل نولکھا - لاہور

رجسٹرڈ ال ۱ نمبر

اسلامک ریویو مجریہ ووکنگ انگلستان

قیمت سالانہ ساڑھے سات روپے

اس کا اردو ترجمہ

رسالہ اشاعت اسلام

قیمت سالانہ تین روپے

ایڈیٹر خواجہ کمال الدین صاحب بی اے ایل ایل بی و مولوی صدرالدین صاحب بی اے بی ٹی

مسلم پبلک میں اسلامک ریویو کسی معرف کرانے کا محتاج نہیں صرف ہم برادران اسلام کو یہ اطلاع دینا چاہتے ہیں کہ اس وقت اسی کے منافع پر انگلستان میں اسلامی مشن کے اخراجات بہت حد تک چل رہے ہیں اس کا ہر ایک خریدار اب گویا بلاد غربیہ میں اشاعت اسلام کا متکفل ہو جاتا ہے اگر برادران ہمت کوشش کرکے انگریزی رسالہ کے پانچ ہزار اور اردو کے دس ہزار خریدار پیدا کر دیں تو ان کا منافع ہمارے ووکنگ کے اسلامی مشن کا کفیل ہو سکتا ہے ہم چاہتے ہیں کہ انگریزی رسالہ

کی اشاعت کے عاشق چند ہزار بھی ہندوستان میں ایسے نہیں +

دوستو! اٹھو جاگو! وقت کو غنیمت سمجھو! اسلامک ریویو ایک کامیاب ذریعہ اشاعت اسلام کا ثابت ہوا ہے اور بفضلہ تعالیٰ اس نے اپنی عزت کو یورپ میں نہایت آب و تاب سے قائم کیا ہے اسکو مضبوط کرنے کی کوشش کرو۔ اور اللہ تعالیٰ سے اجر جزیل پاؤ + **والسلام** +

نوٹ اردو کا نمونہ ۲ کے ٹکٹ آنے پر مفت ارسال کیا جائیگا۔ کل درخواستہائے خریداری پتہ ذیل پر آنی چاہئیں +

المشتہر عبدالغنی منیجر رسالہ اشاعت اسلام عزیز منزل نولکھا لاہور

مطبع [illegible] کے اہتمام سے چھپوا کر خواجہ عبدالغنی منیجر اشاعت اسلام [illegible] نے شائع کیا

جلد ۴ — نمبر ۸

ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر ویامرون بالمعروف وینہون عن المنکر واولئک ہم المفلحون

اشاعت اسلام

اردو ترجمہ

اسلامک ریویو اینڈ مسلم انڈیا مجریہ لنڈن

زیر ادارت

خواجہ کمال الدین بی۔ اے۔ ایل ایل۔ بی — مسلم مشنری — مولوی صدر الدین بی۔ اے۔ بی۔ ٹی

قیمت تین روپے سالانہ

اس سے بڑھ کر اور کوئی نیکی نہیں کہ آپ رسالہ ہذا کی خریداری بڑھائیں کیونکہ ان رسالوں کی آمد بہت حد تک مسلم ووکنگ مشن کے اخراجات کی کفیل ہے۔ رسالہ ہذا کی دس ہزار اشاعت ووکنگ مشن کے ½ اخراجات کی ذمہ دار ہو سکتی ہے

جلد (۴) — بابت ماہ اگست سنہ ۱۹۱۸ء — نمبر (۸)

فہرست مضامین

بلادِ غربیہ میں اسلام کا مشعلبردار

اسلامک ریویو مجریہ لنڈن قیمت سالانہ مع؎ر

اس کا اردو ترجمہ اشاعت اسلام۔ قیمت سالانہ ے ر۔ ایڈیٹر۔ خواجہ کمال الدین صاحب بی اے ایل ایل بی و مولوی صدر الدین صاحب بی اے۔ بی ٹی مسلم پبلک میں اسلامک ریویو کسی تعریف کرنے کا محتاج نہیں صرف ہم برادران اسلام کو یہ اطلاع دینا چاہتے ہیں۔ کہ اس وقت اسی کے منافع پر انگلستان میں اسلامی مشن کے اخراجات بہت حد تک چل رہے ہیں۔ اس کا ہر ایک خریدار گویا بلاد غربیہ میں اشاعت اسلام کا خود متکفل ہو جاتا ہے۔ اگر برادران ملت کوشش کرکے انگریزی رسالہ کے پانچہزار اور اردو کے دس ہزار خریدار پیدا کردیں تو ان کا منافع ہمارے ووکنگ اسلامی مشن کا کفیل ہو سکتا ہے ہم چاہتے ہیں کہ انگریزی رسالہ کئی ہزار تک بلاد غربیہ میں مفت تقسیم ہو اگر کوئی تبلیغ اسلام کا شیدائی ہمیں پانچ روپے سالانہ بھیجدے۔ تو ہم اُن کی جگہ ایک انگریزی رسالہ یورپ میں مفت تقسیم کردینگے۔ کیا ملت بیضا کی اشاعت کے عاشق چند ہزار بھی ہندوستان میں نہیں ؟

دوستو اُٹھو! جاگو! اور وقت کو غنیمت سمجھو!!! اسلامک ریویو ایک کامیاب ذریعہ اشاعت اسلام کا ثابت ہوا ہے۔ الحمد للہ بفضلہ تعالےٰ اس نے اپنی عزت کو یورپ میں نہایت آب و تاب سے قائم کیا ہے۔ اس کو مضبوط کرنے کی کوشش کرو۔ اور اللہ تعالےٰ سے اجر جزیل پاؤگے + والسلام

قیمت جلد اسلامک ریویو سنہ ۱۳ و ۱۶ ۱۹ء ۵ پرچے عـہ۸ر سنہ ۱۹۱۴ء ۱۱ پرچے عـہ۸ر سنہ ۱۹۱۵ء مکمل و سنہ ۱۹۱۶ء ۱۱ پرچے فی سنہ ۱۹۱۷ء سعہ ر قیمت اردو ترجمہ اشاعت اسلام سنہ ۱۹۱۴ء چھ پرچے عسعہ ر سنہ ۱۹۱۵ء و سنہ ۱۹۱۶ء فی عـہ۸ر سنہ ۱۹۱۷ء تین روپے (ے/) نمونہ ٹکٹ آنے پر رسالہ خدمت کیا جائیگا۔ کُل درخواستہائے خریداری پتہ ذیل پر آنی چاہئیں

المشتہر خواجہ عبد الغنی مینجر رسالہ اسلامک ریویو و اشاعت اسلام عزیز منزل لاہور

لنڈن

میں

جلسۂ میلاد النبی صلعم

قیمت ۳ ر

اس کتاب میں اس مقدس جلسہ کی مفصل روئداد ہے جو زیر سرپرستی سنٹرل اسلامک سوسائٹی مورخہ ۲ جنوری سنہ ۱۹۱۷ء کو سیسل ہوٹل میں مقدس تقریب ولادت آنحضرت پر منعقد ہوا۔ دیگر مشاہیر قوم و پریزیڈنٹ کی تقریر کے علاوہ مسٹر پکتھال کی ایک زبردست تقریر آنحضرت صلعم کے تعلق تعلیم کے متعلق نہایت ہی قابل [illegible] ہمارے ناظرین کرام ضرور اس کی کاپیاں خرید فرماکر [illegible] میں تقسیم فرمائیں +

المشتہر

مینجر اشاعت اسلام بکڈپو

عزیز منزل ۔ لاہور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

اشاعت اسلام

ترجمۂ اُردو اسلامک ریویو اینڈ مسلم انڈیا مجریہ لنڈن

جلد (۴) بابت ماہ اگست سنہ ۱۹۱۸ء نمبر (۸)

شذرات

انگلستان میں آرٹ پیپر کے میسّر نہ آنے کی وجہ سے ہمیں کچھ مدّت کیلئے رسالہ کے ساتھ تصاویر کے شائع کرنے کا سلسلہ ملتوی کرنا پڑا ہے۔ اُمید ہے کہ ناظرین کرام وقتی مشکلات کو ملحوظ نظر رکھکر ہمیں معذور سمجھینگے +

لنڈن مُسلم ہوس میں خاص لیکچروں کا سلسلہ

اسلامک ریویو کے تازہ نمبر سے اُس کوشش اور جد وجہد کا مفصّل حال معلوم ہوتا ہے۔ جو حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مُسلم مشنری ولایت میں کر رہے ہیں۔ اُن لیکچروں کے علاوہ جو دوسری سوسائٹیوں کے زیر اہتمام ان کی دعوت پر آپ کو دینے پڑتے ہیں خاص لنڈن مُسلم ہوس میں اکثر لوگوں کی درخواست پر آپ نے "مطالعۂ اسلام" کے عنوان سے لیکچروں کا ایک سلسلہ شروع کر رکھا ہے۔ ہر پندرہ دن کے بعد آپ ہفتہ کے روز اسلام کے کسی ایک خاص مسئلہ پر کچھ تھوڑا سا بیان کرتے ہیں۔ پھر سوالات شروع ہوتے ہیں۔ جس پر ایک نہایت ہی پُر لطف بحث ہو کر حاضرین کو بہت فائدہ حاصل ہوتا ہے۔ اور

وہ خاص طور پر اس سے متاثر ہوتے ہیں۔ اِس غرض سے آپ نے ایک خاص سلسلۂ مضامین شروع کر رکھا ہے۔ چنانچہ ماہ اپریل سنہ ۱۹۱۸ء میں آپ نے اسی سلسلہ میں جن مضامین پر لیکچر دیئے۔ اُن کو ناظرین کرام سابقہ رسالہ ماہ جون سنہ ۱۹۱۸ء اشاعت اسلام میں "ماہ اپریل سنہ ۱۹۱۸ء کے پروگرام" میں ملاحظہ فرما چکے ہیں۔ ماہ مئی سنہ ۱۹۱۸ء کی مفصل رپورٹ اسی رسالہ میں کسی دوسری جگہ قارئین کرام "بلاد غربیہ میں تبلیغ اسلام" کے عنوان سے ملاحظہ فرمائیں گے۔ اس کے علاوہ ہر مہینہ لیکچروں کا یہ سلسلہ اسی کثرت کے ساتھ جاری رہتا ہے۔ چنانچہ ماہ جون سنہ ۱۹۱۸ء کے مہینہ میں جن لیکچروں کے دیئے جانے کا انتظام پیشتر سے ہی ہو چکا تھا۔ ان کی بھی تفصیل ذیل میں درج کیجاتی ہے:-

پروگرام لیکچر بابت ماہ جون سنہ ۱۹۱۸ء

یکم جون سنہ ۱۹۱۸ء ہفتہ ۵ بجے شام کو لندن مسلم ہوس میں حضرت خواجہ صاحب نے "اسلام میں خیرات"[ل] پر لیکچر دیا +

۲ جون سنہ ۱۹۱۸ء اتوار۔ ۳½ بجے شام مسجد ووکنگ میں حضرت خواجہ صاحب نے سرمن دیا۔

۹ جون سنہ ۱۹۱۸ء اتوار۔ ۳½ بجے شام لندن مسلم ہوس میں مسٹر مارماڈیوک پکتھال نومسلم نے "اسلام" پر لیکچر دیا +

۹ جون سنہ ۱۹۱۸ء اتوار۔ ۳½ بجے شام کو مسجد ووکنگ میں جناب مسٹر عبدالقیوم صاحب ملک نے "اسلام میں انسانی ہمدردی" پر لیکچر دیا +

۱۵ جون سنہ ۱۹۱۸ء ہفتہ کو ۶ بجے شام لندن مسلم ہوس میں حضرت خواجہ صاحب نے "اسلام میں روزمرہ کی زندگی"[ل] پر لیکچر دیا +

۱۶ جون سنہ ۱۹۱۸ء اتوار کے ۳½ بجے شام کو مسجد ووکنگ میں حضرت خواجہ صاحب نے سرمن "شرین" کیا

۲۳ جون سنہ ۱۹۱۸ء اتوار کے ۳½ بجے شام کو مسجد ووکنگ میں جناب مسٹر عبدالقیوم صاحب ملک نے "حج" پر لیکچر دیا جس میں ثابت کیا کہ کل روئے زمین کی اقوام حج کے ذریعے سے ہی متحد ہو سکتی ہیں +

[ل] یہ لیکچر "مطالعہ اسلام" کے سلسلہ میں سے ہیں۔ جو حضرت خواجہ صاحب نہایت ہی اختصار کے ساتھ اسلام کے حسن و جمال و فلسفہ و ارکان کے متعلق بیان فرماتے ہیں جس پر خوب بحث ہوتی ہے جو نہایت ہی سُود مند ہوتے ہیں +

۲۳ جون ۱۹۱۸ء اتوار کے ۳ ½ بجے شام کے لندن مسلم ہوس میں سرمن و سرویس جناب رائٹ آنریبل لارڈ ہیڈلے الفاروق بالقابہم نے دیا +

۲۹ جون ۱۹۱۸ء ہفتہ کے ۵ بجے شام کو لندن مسلم ہوس میں حضرت خواجہ صاحب نے "اسلام میں ممنوعات" پر لیکچر دیا +

۳۰ جون ۱۹۱۸ء اتوار کے ۳ ½ بجے شام مسجد ووکنگ میں جناب مسٹر سلمان شلیج نومسلم نے سرمن و سرویس دیا +

مندرجہ بالا لیکچروں کے علاوہ ایک لیکچر حضرت خواجہ صاحب نے بمقام ۲ سکارس ڈیل سٹوڈیو لندن میں مورخہ ۱۲ جون ۱۹۱۸ء کو کوسمک کانشس (ادراک کونیہ) پر دیا +

لندن میں درس قرآن کریم

سب سے بڑھ کر دل خوش کن وہ خبر ہے۔ جو "درس قرآن کریم" کے نام سے خود حضرت خواجہ صاحب اپنی کسی چٹھی میں بھی سُنا چکے ہیں۔ یہ درس حضرت خواجہ صاحب ہر جمعہ کے روز لندن مسلم ہوس اور ہر بدھ کو مسجد ووکنگ میں دیتے ہیں۔ اور قرآن کے معارف و حقائق سے سرزمین تثلیث کو توحید کا والا و شیدا بنا رہے ہیں۔ نہ صرف یہی بلکہ ایک جماعت عربی پڑھانے کیلئے بھی آپ نے لندن مسلم ہوس میں ہی کھول رکھی ہے۔ جہاں ہر جمعہ کے دن ہی درس قرآن کریم کے بعد ۷ بجے شروع ہو کر آٹھ بجے تک رہتا ہے مسٹر احسان البکری عربی پڑھاتے ہیں۔ اللہ تعالےٰ حضرت خواجہ صاحب اور دیگر تمام مسلمانوں کو جو اس مقدس کام میں آپ کے ممد و معاون ہیں خاص طور پر نصرت فرمائے۔ اور آپ کے اس کام کو بار آور کرے۔ آمین ثم آمین

لندن مسلم سوسائٹی

مورخہ ۴۔ اپریل ۱۹۱۸ء کو جناب مسٹر ظہور الدین صاحب نے مشرق و مغرب کے اتحاد پر ایک نہایت ہی دلفریب مضمون پڑھا۔ مضمون نہایت ہی اعلیٰ پایہ کا تھا جو براہین قاطعہ و دلائل ناطقہ سے مزین تھا اور لیکچرار کی اس محنت شاقہ کا بیّن ثبوت تھا۔ جو اس نے اس مضمون کی تیاری کیلئے صرف کی +

مشرف بہ اسلام۔ الحمد للہ کہ دو اور سعید روحیں جو ایک معزز عبرانی خاندان سے تعلق رکھتی

ہیں حلقہ بگوش اسلام ہوئی ہیں جس میں ایک مرد ہے اور ایک اسکی لڑکی۔ اللہ تعالےٰ ان نومسلمین کو استقامت کی توفیق عطا فرمائے۔ اللھم زد فزد +

بلادِ عربیہ میں تبلیغ اسلام

ماہ مئی سنہ ۱۹۱۸ء میں مسلم مشن کا کام

خدا کرے کہ مسلم بھائیوں میں اس فرض اولین یعنے اشاعت اسلام کا احساس پیدا ہو یہاں پر اس قدر اب کام کرنے کی گنجائش نکلتی آتی ہے۔ کہ مجھے تو سمجھ نہیں آتا کہ میں کیا کروں خدا تعالےٰ نے بعض حالات ہی ایسے پیدا کر دیئے ہیں کہ مختلف سرکلوں میں اسلام کے متعلق حالات سُننے کی خواہش بڑی سُرعت سے جوش مار رہی ہے۔ ادھر عیسائیت سے جہاں نفرت بڑھ رہی ہے۔ وہاں ہیں قدرتی تحریکات مختلف مذہبی شکلوں میں پیدا ہو رہی ہیں وہ دراصل اسلام کا ہی ایک خط و خال ہے۔ کاش یہاں نصف درجن مشنری ہوں جو میری طرح یا مجھ سے یہاں کے دل و دماغ کو سمجھیں پھر کیا ہے چاروں طرف تبلیغ اسلام کا ہی غلغلہ ہو۔ ہاں ہدایت منجانب اللہ ہے۔ یہاں کے اہل قلم کو مذہبی امور نہ چھوڑ۔ پولٹیکل حالات قریب یہ مجبور کر رہے ہیں کہ جس تنگ خیال سے اسلام کی طرف آج سے پہلے انہوں نے توجہ کی تھی اُسکو اب چھوڑ دیا جائے۔ اور ضرورت ہے کہ آئندہ اِس مذہب حقہ کے متعلق یورپین مصنفین کی قلمیں حمایت میں چلیں جس کا ابتدائی رنگ پیدا ہو رہا ہے۔ یہ وقت ہے کہ اب مسلم اہل قلم اور اہل کلام اُٹھیں اور اسلامی معارف و حقائق کو بیان کریں کس قدر ہماری بدقسمتی ہے۔ کہ مسلم تعلیمیافتہ جہاں اس وقت پولیٹیکل امور کو مطمع نگاہ بنا رہے ہیں وہ یہ بھی سمجھیں کہ اہل اسلام کی اشاعت وہ باتیں جلد پیدا کر سکتی ہے۔ جن کا عشر عشیر ان کی پولٹیکل جولانیاں حاصل نہیں کر سکتیں ..... اس ماہ کے ابتدا میں بھی ایک خاتون مشرف بہ اسلام ہوئی۔ جمعہ کی نماز کے بعد حسب معمول اس سے اقرار لسانی مفصل طور پر لیا گیا +

نماز جمعہ کے علاوہ لندن مسلم ہوس میں ایٹ ہوم ۷۔ ۱۴۔ اور ۲۸ مئی کو دیئے جو ہر پہلو میں

کامیاب رہے معمولی تواضع اور نماز عصر کے بعد جلسہ تقریر ہوا۔ اور ان مواقع پر مطالعہ اسلام کے عنوان کے ماتحت میں نے تین تقریریں نماز۔ روزہ۔ زکوٰۃ اور حج پر کیں۔ اس سے پہلے دو ایٹ ہوم میں جو ماہ اپریل میں ایمانیات اور ارکان اسلام پر مفصل بحث ہو گئی۔ ہر ایک تقریر کے بعد سلسلہ سوال وجواب ایک گھنٹہ یا زیادہ وقت تک رہا۔ اور وہ بہت ہی مفید ثابت ہوا۔ اب چونکہ آئندہ جون میں ماہ رمضان المبارک ہے۔ اسلئے ایٹ ہوم اس ماہ میں نہ ہونگے۔ اس کے علاوہ مسلم ہوس میں ۱۲ مئی کو لارڈ ہیڈلے بالقابہم کا لیکچر بعنوان وارننگ (تنبیہ) پر ہوا۔ اس میں اس مرد مسلمان نے پبلک میں ایک ساٹھ ستر حاضرین کے جلسہ میں اپنی گذشتہ غلطی کا اعتراف کر کے "کردم زشراب ناب توبہ" کا وعظ پڑھا۔ سبحان اللہ یہ ہے احیاء موت اسلام۔ ایک امیرزاد اور گذشتہ سولپشت سے امیر ابن امیر کس جوانمری سے اپنے گناہوں کا پبلک میں اعتراف کرتا ہے۔ ۲۶ مئی کو میرا اپنا لیکچر بعنوان سلویشن (گناہوں سے نجات) یا اگنزالیٹشن (رفعت روحانی) پر ہوا۔ یہ گویا اسلامی اور عیسوی عقائد متعلقہ نجات کا مقابلہ تھا۔ ووکنگ مسجد کے اتوار کے جلسہ برا اتوار کو ہوئے۔ وہاں ایک روز مسٹر عبد القیوم ملک اور دو اتوار ایک نومسلم بھائی مسٹر شمس الدین شمس اور ایک اتوار میں نے تقریر کی۔ ان جلسوں کے علاوہ جو دوسرے مقامات پر میری تقریریں اور لیکچر ہوئے وہ حسب ذیل ہیں۔
۲ مئی بمقام ۷ اپرنس ہنری روم فلیٹ سٹریٹ لندن بہ مجلس انتھوسٹیڈ لوکنسنگٹن مضمون کوسمک کالسشن (اور اک کونیہ) ۱۲ مئی بمقام کلیب بہم سپر چوال سرکل سٹبر سی مضمون وکلا تموتن وانتم مسلمون۔ ۲۳ مئی۔ بہ مجلس برٹن اینڈ انڈیا بمقام ۲۱ ایجنٹ سٹریٹ ولسیٹ بہ مضمون یونیورسل ازم (اخوت عامہ) کی تعلیم کس طرح شارع اسلام نے تلقین فرمائی اور اس کے نتائج اسکے علاوہ بمقام ایلنگ ہمارے نومسلم بھائی شیخ سلمان شلیخ نے جاکر اسلام پر تقریر کی۔ جماعت قرآن: بحمد اللہ قرآن کریم کے اسباق برابر جاری ہیں جیسے میں نے پہلے لکھا تھا۔ کہ ہفتہ میں ایک سبق ہوتا ہے۔ اس سے زیادہ مجھے فرصت نہیں۔ لیکن ہر سبق میں چند رکوع میں پڑھ دیتا ہوں۔ اور ان کی تشریح کر دیتا ہوں۔ جماعت میں تین چار طالب عیسائی شامل ہو گئے ہیں۔ یہ سبق ایک دن ووکنگ اور ایک دن لندن میں ہفتہ وار

ہوتا ہے۔ باہر سے مطالبات دن بدن بڑھتے جاتے ہیں لیکن کام کرنیوالے بہت تھوڑے ہیں اور جو ہیں اول تو اُن کو یہاں کے حالات سمجھنے میں مدت چاہئے اور پھر راہ جو انہوں نے اختیار کی وہ غلط قدم ہے۔ تھوڑے دنوں میں اُن کو خود ہی سمجھ آجاویگی کہ یہاں کس بات کی اس وقت ضرورت ہے۔ آج پانچ سال سے زیادہ عرصہ مجھے یہاں ہوا اور مجھے یہ امر تسلیم کرنے میں ذرا بھی تامل نہیں۔ کہ میں نے ابھی تک یہاں کے نکتہ خیال اور انداز فہم (سائیکولوجی) کو کما حقہ نہیں سمجھا پھر یہاں تو ابھی ابتدائی اصُول اسلام اور حقیقت اسلام سے بھی ناواقفیت ہے۔ کس کا قرآن اور کس کی فرع ابھی گذشتہ ہفتہ میں نے اپنے لیکچر یونیورسلزم میں توحید کے متعلق بیان کرتے ہُوئے انا بشر مثلکم کی طرف اشارہ کیا۔ اور کسی انسان کو خدا چھوڑ کر کسی رنگ میں فوق الانسانیت اوصاف سے متصف تسلیم کر لینے کی بیہودگی پر زور دیا۔ تو ایک فوجی افسر جو دوران لیکچر میں لبشاش ہو رہا تھا لیکچر کے بعد میرے پاس آیا۔ اور شکریہ ادا کرنے کے بعد کہنے لگا کہ آج میں یہ سُنکر بہت خوش ہُوا۔ کہ آپ اپنے نبی کو انسان سمجھتے ہیں۔ اور خدا نہیں سمجھتے سبحان اللہ سوا تیرہ صدیاں ہمیں توحید کا وعظ کہتے ہوئے گذر گئیں اور کل دُنیا ہماری توحید کو تسلیم کرتی ہے۔ اور یہ فوجی افسر مجھے آج یہ سناتے ہیں۔ اور خصوصاً وہ سرحدی اضلاع میں مدتوں رہ چکے ہیں جہاں واقفیت کا یہ حال ہے ہاں فرقہ بندی کی ہوس سراسر نادانی نہیں تو اور کیا ہے ؎

دل مسلم ہے اک ستگہ فنا لو — پھل کدھر پھُول کس کے شاخ کہاں
تو طرلقیت کے ہیر پھیر میں ہے — یہاں شریعت ابھی ہے بے نشاں

اگر کسے ہست یک حرف بس است +

از لندن مُسلم ہوس ۱۱۱ لگمڈن ہل روڈ لندن

خواجہ کمال الدین امام مسجد دوکنگ

جملہ خریداران ازراہ کرم خط و کتابت کے وقت نمبر خریداری کا ضروری حوالہ فرمایا کریں و نیز اپنے حلقہ اثر میں رسالہ کی توسیع اشاعت فرماکر داخل حسنات ہوں۔ کیونکہ کاغذ کی گرانی روز افزوں ترقی پر ہے +

مسلم مشن ووکنگ

اس قحط سالی و جنگ ۔ قلت و گرانی کے زمانہ میں مسلم مشن ووکنگ کو بہت سی مالی ضروریات لاحق ہیں ۔ اور اخراجات سابقہ سے کئی گنا زیادہ ہوگئے ہیں ۔ اور روزافزوں ترقی پر ہیں ۔ اگر مسلم برادران ملت متفقہ طور پر کوشش فرمائیں ۔ تو ان مصارف کا تہیہ کرنا ان کیلئے کوئی بڑی بات نہیں ۔ ہمیں شک نہیں کہ مسلم برادران کو آئے دن کسی نہ کسی قومی تحریک میں حصہ لینا پڑتا ہے لیکن قرآن کریم کے احکام کے ماتحت جبکہ اسلام ایک بے بسی بیکسی و غربت کی حالت میں ہے ۔ ہماری سب کی سب قومی تحریکات کے مقابل اشاعت اسلام کا عظیم الشان کام ہماری تمام مالی قربانیوں کا سب سے بڑھ کر مستحق ہے صحابہ رضی اللہ عنہم نے تو اس پاک فرض کی ادائیگی میں جانیں تک قربان کرنے میں دریغ نہ کیا ۔ لیکن ایک ہم ہیں کہ گھر بیٹھے بھی دعوت الاسلام دینے والے گروہ کی کسی قسم کی امداد بھی نہیں کر سکتے یہیں تفاوت راہ از کجاست تا بکجا مسلمانوں کا کس قدر روپیہ ہے ۔ جو اگر درست طور پر جمع ہو ۔ تو اس سے کتنے بڑے بڑے قومی کام چل سکتے ہیں مثلاً زکوٰۃ کا روپیہ ۔ اگر صاحب نصاب آٹھواں حصہ بھی اشاعت اسلام کیلئے دے دیا کریں ۔ تو اس سے بھی مسلم مشن کے بہت سے اخراجات ادا ہو سکتے ہیں ۔ اس کے علاوہ قربانی کی کھالوں کا روپیہ ۔ فطرانہ عید ۔ ہر قسم کی نذر و نیاز بھینٹ ۔ خیرات ۔ صدقات یہ سب کا سب روپیہ اشاعت اسلام کے کام پر لگایا جا سکتا ہے ۔ اسلام کی حالت اس وقت ایک ایسی اضطراری حالت ہے ۔ کہ اسکی اشاعت کے لئے سود کا روپیہ بھی جائز ہے ۔ جو مسلمان اپنا روپیہ بنکوں میں رکھتے ہیں اگر وہ صرف اس کا سود اشاعت اسلام کیلئے دیدیا کریں تو اسکے ذریعے سے بھی بہت سے مشن کے کام چل سکتے ہیں ۔ امید قوی ہے کہ بہی خواہان اسلام ان وقتی ضروریات پر غلبہ پانے کیلئے کوشش فرمائیں گے ۔ اور مشن کے ضروری اخراجات کیلئے روپیہ فراہم فرما کر داخل حسنات ہونگے ۔ اس اسلامی خدمت کیلئے تھوڑی سی ہمت و سعی بکار ہے ۔ جو شخص اس کار خیر میں کمر ہمت باندھیگا ۔ اللہ تعالےٰ اس کا معاون ہوگا ۔ اس کام کیلئے مانگنے میں کچھ شرم نہیں ۔ کیونکہ یہ خدا کا کام ہے ۔ اللہ کی راہ میں لگانے کیلئے جو شخص دست سوال

درباز کرتا ہے۔ وہ سائل نہیں بلکہ مجاہد ہے پس اشاعت اسلام کے شیدائیوں اس موقعہ پر اپنی ہمت دکھاؤ۔ اٹھو اور کام میں لگ جاؤ۔

نوٹ۔ تمام ترسیل زر بنام امین صاحب مسلم مشن ووکنگ۔

(یا بنام امین صاحب) شیخ رحمت اللہ مینیجر اسلامک ریویو مسلم انڈیا انگلش ویکلی معہ دی مال لاہور

نعت

در دلم جوشد ثنائے سرورے | آنکہ در خوبی ندارد ہمسرے
آنکہ جانش عاشق یار ازل | آنکہ روحش واصلِ آں دلبرے
آنکہ مجذوبِ عنایاتِ حق است | ہمچو طفلے پروریدہ در برے
آنکہ در بر و کرم بحر عظیم | آنکہ در لطفِ اتم یکتا درے
آنکہ در جود و سخا ابر بہار | آنکہ در فیض و عطا یک خاورے
آں رحیم و رحم حق را آیتے | آں کریم وجودِ حق را مظہرے
آں رخِ فرخ کہ یک دیدارِ او | زشت رو را میکند خوش منظرے
آں دلے روشن کہ روشن کردہ است | صد درونِ تیرہ را چوں اخترے
آں مبارک پے کہ آمد ذاتِ او | رحمتے زاں ذات عالم پرورے
احمد آخر زماں کز نورِ او | شد دلِ مردم زخور تاباں ترے
از بنی آدم فزوں تر در جمال | وز لآلی پاک تر در گوہرے
بر لبش جاری ز حکمت چشمۂ | در دلش پر از معارف کوثرے
بہرِ حق داماں ز غیرش بر فشاند | تا نئے او نیست در بحر و برے
آں چراغش داد حق کش تا ابد | نے خطرے نے غم ز بادِ صرصرے
پہلوانِ حضرتِ ربِّ جلیل | بر میاں بستہ ز شوکت خنجرے

حضرت مسیح کے کلام کو کیونکر صحیح طور پر سمجھا جاسکتا ہے

مسٹر ڈین صاحب (ایک انگریز نو مسلم) کے قلم سے

اگر بائیبل کے مغربی قارئین اس کا مطالعہ کرتے وقت اسبات کو مدنظر رکھ لیا کریں۔ کہ کتب مقدسہ (اناجیل) کے مصنفین مغربی نہیں بلکہ مشرقی تھے۔ اور ان کے اخلاق و اعمال بھی مشرق ہی کے سانچہ میں ڈھلے ہوئے تھے۔ اگر اُن کو اسبات کا احساس ہو۔ کہ یہ لوگ جس زبان میں کلام کرتے اور لکھتے تھے۔ وہ سب مشرقی محاورات ہی کا مجموعہ تھی۔ تو وہ تمام باتیں جو انہیں ناقابل فہم اور غیر معقول نظر آتی ہیں۔ اسی وقت معقول دکھائی دینے لگیں اور فوراً ان کی سمجھ میں آجائیں۔ حضرت مسیح کے اکثر محاورات بہت لوگوں کیلئے اُن کے مشن کے متعلق ٹھوکر کا موجب ہوئے ہیں۔ جس کی وجہ سوائے اسکے نہیں۔ کہ مغربی لوگوں کا رُجحان مادہ پرستی کی طرف بہت زیادہ ہے۔ اور وہ ان نظریات کو جو حواس سے تعلق نہیں رکھتیں سمجھنے سے قاصر ہیں۔ وہ ہر ایک چیز کی ظاہر شکل وصورت کو ہی دیکھ کر اُسے قبول یا رد کر دیتے ہیں۔ اور ہر ایک لفظ کے لغوی معنوں کو لینا ہی ضروری سمجھتے ہیں۔ مجاز کو وہ حقیقت اور چھلکا کو مغز خیال کر لیتے ہیں۔ اور اسکی تہ کو پہنچ کر اصل مطلب کو سمجھنا نہیں چاہتے یسوع مسیح کو وہ خدا سمجھتے ہیں۔ تو ان الفاظ کے لغوی معنوں کی بنا پر جن کو حضرت مسیح نے ایک اور حقیقت کے اظہار کے لئے بطور مجاز استعمال کیا لیکن جونہی عقل انسانی سامنے آتی اور دلیل کے ساتھ اس ناحق آفرینی کی قلعی کھولتی ہے۔ فوراً انہی پرستاران مسیح کو وہی حلیم شہزادۂ امن ایک خود بین اور خود نما انسان نظر آنے لگتا ہے لیکن اگر مسیح کے الفاظ کے وہی معنے روا رکھے جاتے۔ جو ان الفاظ کو استعمال کرتے وقت خود ان کے مدنظر تھے۔ تو اس قسم کی بد اعتقادی ان کے متعلق پیدا نہ ہوتی۔ مگر ایک مغرب کا رہنے والا جب جناب مسیح کے مقدس کلام کی صداقت کو ثابت کر رہا ہو۔ اِس کھینچا تانی کو دل میں جگہ دینے کے اپنے آپ کو ناقابل پاتا ہے حالانکہ

اسکو سمجھنا چاہئیے۔ کہ مسیح مشرق کے رہنے والے تھے مشرق ہی کی زبان وہ بولا کرتے تھے اور اسی قسم کے محاورات کو وہ استعمال کرتے اور تمثیلوں میں کلام کیا کرتے تھے۔ آپ اپنے الفاظ کو قطعاً لغوی معنوں میں استعمال نہیں کرتے تھے۔ اگر اور بھی مشرقی معلمین اور بانیان مذاہب کے کلمات کو مطالعہ کیا جائے تو یہ معاملہ اور بھی صاف ہو جاتا ہے۔ مسیح نے جو کچھ اپنے متعلق کہا ہے۔ وہ کوئی نرالی اور انوکھی بات نہیں۔ دوسرے انبیاء ہی کی زبان میں وہ کلام کرتے تھے۔ مثال کے طور پر ہر ایک وہ شخص جو مسیح کی طرح اس پر یقین رکھتا ہو۔ کہ انسان اللہ تعالٰی کے نمونہ پر بنایا گیا ہے۔ اور تمام اخلاق فاضلہ اور صفات حسنہ جو اسمیں ودیعت کیگئی ہیں۔ وہ خدا ہی سے ہیں۔ وہ جب ان صفاتِ الٰہی سے متصف ہونے کا ذکر کریگا تو سوائے اس کے کہ وہ مسیح کے ہم آواز ہو کر یہ کہدے کہ "باپ مجھ میں ہے" اور کیا یہ کہہ سکتا ہے "کوئی شخص باپ پاس نہیں آ سکتا۔ مگر میرے ذریعہ سے"۔ یہ ایک اور فقرہ ہے۔ جو حضرت مسیح کے منہ سے نکلا ہے۔ اور صرف آپ ہی نے نہیں بلکہ دوسرے انبیاء نے بھی مختلف الفاظ اور جداگانہ طریق پر اپنے متعلق اسی حقیقت کا اظہار کیا ہے۔ اس فقرہ کے سمجھنے کے لئے ہمیشہ ان حالات کو پیش نظر رکھ لینا چاہیئے۔ جو کسی نبی یا مصلح کی بعثت کا اصل موجب اور سبب ہوتے ہیں۔ انبیا اس وقت آتے ہیں۔ جب نسل انسانی روحانی اور اخلاقی طور پر اسفل السافلین میں جا گرتی ہے۔ وہ اس وقت بنی نوع انسان کو اس خطرناک گڑھے سے نکالنے اور انہیں روحانیت کی بلند ترین منازل پر کھڑا کرنے اور ہر ایک پہلو سے ترقی کی شاہراہ پر چلانے کے لئے آتے ہیں۔ وہ اپنے اردگرد تمام لوگوں کو خدا کے رستہ سے بھٹکے ہوئے اور سخت ترین ظلمتوں اور تاریکیوں میں مبتلا دیکھتے ہیں۔ اور صرف اسی اکیلے نبی ہی کا ہاتھ روشنی کے اس بلند مینار کو تھامے ہوئے ہوتا ہے۔ جو راستی اور صداقت کیطرف راہنمائی کرتا ہے۔ پس اگر کوئی شخص اللہ تعالٰی کا مطیع ہو کر اس کا اطاعت گذار اور فرمانبردار بنکر اس سے ملنا چاہتا ہے۔ تو اسکے لئے ضروری ہے کہ اس رہبر حقیقی کے نقش قدم پر گامزن ہو۔ اور اِدھر اُدھر دوسرے لوگوں کے پیچھے لگنا چھوڑ دے۔ ان حالات کے اندر کوئی وقت کا نبی اگر یہی کچھ کہدے۔ جو جناب مسیح نے کہا ہے۔ کہ کوئی شخص باپ پاس نہیں آ سکتا۔ مگر میرے ذریعہ سے۔ تو کیا وہ ایسا کہنے میں حق بجانب نہ ہوگا۔ کیونکہ اپنے وقت میں وہی ایک شخص ہوتا ہے جو

اللہ تعالےٰ کی طرف سے مخلوق خدا کو نجات کی راہ دکھانے کیلئے کھڑا کیا جاتا ہے قرآن کریم نے اسی حقیقت کو دہرایا ہے۔ جہاں اس نے حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کو کہدیا ہے۔ کہ قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ کہدے (اے رسول کہ) اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو۔ تو میری پیروی کرو۔ اللہ تعالےٰ تم سے محبت کریگا۔ گناہوں کا محو ہونا اور اللہ تعالیٰ کی محبت یہ دونوں باتیں اسی شخص کو عنایت کیجاتی ہیں جو ایک باشریعت زندگی بسر کرنے کیلئے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے نقش قدم پر چلتا ہے۔ یوحنا ۱۵ باب آیت ۱۰ میں بھی یہی ہم پڑھتے ہیں۔ کہ

"اگر تم میرے حکموں پر عمل کرو گے۔ تو میری محبت میں قائم رہو گے"۔ جو صاف طور پر حقیقت کا اعتراف ہے +

پھر جناب مسیح کو بھی ان تمام مشکلات اور مصائب کا سامنا کرنا پڑا جو ہر ایک صادق انسان کے حصہ میں آتی ہیں۔ اور اگر اعتنائے ربانی کی ہم اسی تازہ تعلیم کیطرف ہی اشارہ کرتی ہے جو جناب مسیح نے اس وقت کی مہذب دنیا کے سامنے پیش کی۔ اور اس صداقت کا اظہار اس سے ہوتا ہے۔ جس کے قائم کرنے کیلئے آپ کو اپنا خون بہانا پڑا۔ تو پھر آپ کا یہ کلام بالکل صحیح ہے۔ اور عین صداقت پر مبنی۔ کہ یہ میرا خون ہے جو بہتوں کے لئے بہایا گیا۔ تاکہ وہ گناہوں سے نجات پائیں۔ آپ ایک گری ہوئی قوم کو سنبھالنے کے لئے آئے۔ وہ قوم جس کو موسیٰ نے بھی آکر اپنے پاؤں پر کھڑا کیا۔ اور نہایت ادنےٰ حالت سے اٹھا کر اعلیٰ حالت تک پہنچایا۔ پس اب پھر داؤد کی نسل سے ایک اور انسان کو کھڑا کیا گیا۔ جس طرح اللہ تعالیٰ کے دیگر فرزند مختلف وقتوں میں مبعوث ہوتے رہے۔ وہ آیا تاکہ انسان کو گناہوں کے اس اتھاہ گڑھے میں سے باہر نکالے جسمیں وہ پھر دوبارہ جا گرا تھا لیکن ان نئی تعلیمات کو دیکھ کر شریر آدمیوں نے ناک بھاؤں چڑھائے۔ اور بدکرداروں کو اسکی باتیں پسند نہ آئیں آپنے ربیوں کی اندرونی حالت کو کھولکر رکھدیا۔ اور فریسیوں کی بدعملیوں کو آشکارا کیا جس سے عام طور پر نفرت پھیلنی شروع ہوئی۔ یہود آپ کے دشمن بن گئے۔ اور انھوں نے آپ کو مارنے کی تجاویز شروع کیں۔ بظاہر صرف یہی ایک وجہ ہے۔ جو آپکے صلیب پر چڑھائے

جانے کا موجب ہوئی۔ اور کونسا وہ شخص ہے۔ جو حق کی حمایت کیلئے آیا ہے۔ اور اس سے اس قسم کا سلوک نہیں ہوا۔ کیا یہ تکلیف جو مسیح پر آئی انہیں مصائب کا ایک حصہ نہیں جو راستبازوں کے حصہ میں ہمیشہ آتی رہی ہیں۔ آپنے وہی تعلیم دی جو آپ کے نزدیک ایک گنہگار انسان کو اللہ تعالے تک پہنچا سکتی تھی۔ شریعت کی پابندی کی تعلیم کو دیکر آپ نے باطل کو صفحۂ ہستی سے نابود کر دینا چاہا کیونکہ آپ کے یقین ایمان اور اعتقاد کے مطابق یہی ایک راہ تھی۔ جس کے ذریعہ سے انسان خدا کی بادشاہت میں بڑا بن سکتا تھا۔ اپنے پیرؤوں کو اسی ایک راہ پر چلانا انہیں شریعت کا پابند بنانا ہی آپ کا مقصد حقیقی تھا۔ اور اسی نصب العین کو کامیاب بنانے کیلئے آپ نے اپنی جان تک دیدی۔ صداقت اور پرہیزگاری کے اصولوں کی آپ نے اپنے خون سے آبیاری کی پس بیشک گنہگاروں کی خاطر آپ نے جان دی۔

آپ کی باتیں

صاف اور کھلی ہیں۔ جو آسانی سے سمجھ میں آسکتی ہیں لیکن اس کے برخلاف سادہ اور صاف لفظوں کے پیچ در پیچ معنے کر کے انسان کو بالکل عالم حیرانی اور تعجب میں ڈالدیا جاتا ہے۔ حالانکہ جناب مسیح ہماری روزمرہ کی گفتگو اور بولچال کے مطابق ہی کلام کرتے اور انہی محاورات کو استعمال کیا کرتے تھے۔ جو کسی نہ کسی شہید صداقت کے متعلق گفتگو کرتے ہوئے ہم بھی بول ہی دیا کرتے ہیں۔ کوئی اصلاح دنیا میں مصلحین کے دکھ اور تکلیف اٹھائے بغیر نہیں ہوئی۔ اور نہ ہو سکتی ہے۔ اس پودہ کو نشو و نما دینے اور مثمر بنانے کیلئے ضرورت ہے کہ انسانی خون سے اسکی آبیاری کی جائے۔ گناہ کا استیصال اور اس استیصال کرنیوالوں کی شہادت دو لازم و ملزوم باتیں ہیں۔ وہ مصلحین جو وقتاً فوقتاً دنیا میں اصلاح خلق کیلئے آئے ہیں۔ ہمیشہ انہیں سخت ترین مصائب کا سامنا کرنا پڑا ہے۔ جو بعض اوقات اس قدر مظالم کا موجب بن جاتی ہیں۔ کہ ان کی جان پر بنتی ہے۔ اسی جد و جہد میں وہ مرتے ہیں لیکن اپنے پیچھے ایک انقلاب پیدا کر جاتے ہیں۔ جو آیندہ نسل کی بہبودی اور ترقی کا موجب ہوتا ہے۔ یہ نتیجہ ان اصولوں پر عمل کرنے سے رونما ہوتا ہے۔ جن کو قائم کرنے اور سکھانے

کے لئے انبیاء اور مصلحین نے اپنی زندگیاں وقف کر دیں۔ یہ نہیں کہ اُن کی جان جانے اور تکلیفیں اُن پر وارد ہونے سے گناہوں سے نجات ملجاتی ہو +

غرض نسل انسانی کو وقتاً فوقتاً ان مصائب اور دکھوں کے ذریعہ سے جو کہ ایک انبیاء پر وارد ہوئے۔ گناہوں سے نجات حاصل ہوئی ہے۔ ایسا ہی جناب مسیح کے خون کے ذریعہ بھی انھوں نے گناہوں سے نجات پائی۔ کیونکہ وہ صداقت جس کے لئے آپ آئے تھے دُنیا میں ان دکھوں کے ذریعہ سے ہی قائم ہوئی اور ہوتی ہے۔ اور لوگ اس پر عمل پیرا ہوتے ہیں۔ اس لئے محض ان دُکھوں پر ایمان لے آنے سے نجات نہیں ہوسکتی +

محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) آیت اللہ

(از جناب شیخ مشیر حسین صاحب قدوائی بیرسٹر ایٹ لاء)

بہ تسلسل صفحہ ۲۸۶ جلد ۸ نمبر ۷

لیکن یہی صاحب جب صفحات ۵۸۵-۸۶ پر پہنچتے ہیں تو اپنی پہلی تحریر کو یکقلم فراموش کر کے فرماتے ہیں "بیسویں صدی عیسوی کے فلاسفر جو اس مضبوط بُنیاد پر پھر نئے سر سے عمارت کھڑی کرنا چاہتے ہیں۔ ان کو آنیوالی نسلوں کے سامنے نہ صرف ارتقاء عالم کی عظیم الشان صداقتیں بیان کرنی پڑینگی۔ بلکہ ان بے انتہا خزانوں کی کُنجی بھی جو ہر جگہ پوشیدہ معلوم ہوتے ہیں ان کے حوالے کرنی ہوگی۔ خواہ ہم اِن پہاڑوں کی عظیم الشان چوٹیوں کو نظر حیرت سے دیکھیں اور خواہ اس بحری دنیا کے رازوں کو ایک سحر عظیم سمجھیں۔ خواہ بڑی بڑی دُوربینوں سے اجرام فلکی کے عجائبات کو ملاحظہ کریں۔ اور خواہ خوردبینوں سے بڑے بڑے باریک جانداروں کی ہستی کو دریافت کریں۔ الغرض جس طرح چاہیں اپنی دریافت اور علم کو وسیع کریں۔ ہر جگہ خدا تعالےٰ نے ہمارے رُوحانی سرور کیلئے عجیب عجیب سامان مُہیا کر رکھے ہیں۔ بنی نوع انسان کا اکثر حصہ اس دنیا کے عجائبات سے آنکھیں بند کئے ہوئے اور بغیر حظ اُٹھائے ہوئے گذر جاتا ہے۔ اور وہ مذہب بہت ہی مایوس کُن اور خلاف فطرت ہے جو اُسکو گریہ و زاری کی ادنیٰ

کہہ کر اس سے نفرت دلاتا ہے لیکن آخر کار انسان کے بے انتہا ترقی کرنیوالے دل کی آنکھیں کھل گئی ہیں۔ اور یہ بات مسلم ہو چکی ہے۔ کہ قدرت کا صحیح علم دل کو ایک نہ ختم ہونیوالی تسکین اور راحت دیتا ہے۔ نہ صرف اسلئے کہ جذبۂ تحقیق اس سے سیر ہوتا ہے۔ بلکہ اسلئے بھی کہ علم حاصل کرنے کی قدرتی پیاس بھی اس سے بُجھ جاتی ہے +

اور یہی صاحب آخر میں اپنے عقائد کا اقرار یُوں کرتے ہیں:۔

" خُدا جو نیکی ۔ حُسن اور صداقت کی رُوح ہے ہمارا حامی و مددگار رہو۔ اور مَیں دعوے سے کہہ سکتا ہوں کہ کوئی مسلم اس دُعا پر آمین کہنے سے نہ رُکیگا +

اصل بات تو یوں ہے کہ ان فلاسفروں اور سائنسدانوں کو نیچر کی نیرنگیوں سے صفاتِ باریتعالےٰ کے پتہ لگانے کا کوئی حق حاصل نہیں۔ وہ اس خلق دُنیا کو ایک اچانک واقعہ یا حادثہ خیال کرتے ہیں۔ ان کے نزدیک اس دُنیا کا نہ کوئی مُدبّر۔ نہ کوئی تربیت دہندہ۔ اور نہ کوئی بالارادہ خالق ہے۔ وہ اس ساری دُنیا و مافیہا کو ایک اتفاقیہ امر کا نتیجہ سمجھتے ہیں یا کم از کم اس دُنیا کا آغاز تو ضرور اس طرح مانتے ہیں۔ اُن کا خیال ہے کہ وہ قوانین بھی جن کا عالمگیر طور پر دُنیا میں حکمران ہونا مانتے ہیں۔ وہ بھی کسی کی مشیئت یا ارادے سے نہیں بلکہ یہ تو ایک اچانک واقعہ تھا۔ جس کا کوئی خاص مقصد یا انجام ضروری طور پر مقرر نہیں کیا گیا۔ اور جب یہ حضرات عقلمند۔ فلسفہ دان۔ زندگی کے حالات سے واقف مادے اور جسمانی دُنیا کے علم میں خوب ماہر ہونے کے باوجود بھی ایک مکھی یا مچھر بھی نہیں بنا سکتے۔ تو معلوم نہیں کہ انکی سمجھ پر کونسا پردہ پڑ جاتا ہے۔ جب وہ بڑے زور شور سے اپنی حماقت کا اظہار یہ کہہ کر کرتے ہیں کہ اس دُنیا و مافیہا کے بنانیوالے اور تربیت کرنیوالے یہ ناچیز بیجان بیعقل ذراتِ مادہ ہیں۔ اور نیز ان کو یہ کہنے کا بھی کوئی حق نہیں کہ زندگی کے قائم کرنے کے لئے جو جنگ حیوانات میں ہوتا ہے۔ وہ یہ ثابت کرتا ہے کہ خدا یا تو اچھا خدا نہیں اور یا وہ قادر مطلق نہیں۔ یا تو ان کو اس مقصد اور مدعا کا علم نہیں جو اس قیام حیات کے جھگڑے کا ہے اور یا وہ عمداً لوگوں کو قعر جہالت و ضلالت میں گرانا چاہتے ہیں محض ہلاکت و موت

سنگدلی اور ظلم کا کوئی ثبوت نہیں۔ اور ہم کسی تباہ کرنیوالے کو ضروری طور پر نیکی سے خالی اور قسی القلب نہیں کہہ سکتے۔ اگر ایک جراح ہمارے جسم کا کوئی ناسور شدہ حصہ اپنے نشتر سے کاٹ ڈالے تو کیا ہم اس کو کوئی الزام دے سکتے ہیں۔ ہر ایک ذی فہم انسان یہی کہیگا کہ ڈاکٹر صاحب نے جو ایذا رسانی کی وہ نیک نیتی سے مریض کی بہتری کے لئے کی اس واسطے وہ بری الذمہ ہیں +

قیام حیات کا ظاہرا جنگ جو اس دُنیا میں نظر آتا ہے کیا یہ ایک خیر خواہ خدا کی ہستی کا منافی ہے یا نہیں۔ اس مضمون پر اسلامک ریویو اپریل ۱۹۱۵ء میں بعنوان "جنگ اور خدا" خوب بحث ہو چکی ہے۔ میرے خیال میں یہ کہہ دینا کافی ہوگا۔ کہ جب سائنسدان اسبات کا اقرار کرتے ہیں کہ وہ خلقت دُنیا کی علت غائی سمجھنے یا سمجھانے سے عاجز ہیں تو پھر ان کا کوئی حق نہیں۔ کہ وہ اس ظاہرا ہلاکت سے خالق کے خیر خواہ خلق ہونے یا قادر مطلق ہونے سے انکار کر دیں۔ کیونکہ ممکن ہے کہ اس میں بھی الٰہی کی کچھ بہتری ہو۔ لسان الغیب جناب حافظ شیراز علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں ؎

حدیث از مطرب و مے گو و راز دہر کمتر جو ـــ کہ کس نکشود و نکشاید بحکمت این معمہ را

انسان کو ایسے قوے دیئے گئے ہیں جن کا پتہ سائنس نہیں لگا سکتی۔ بلکہ صرف جن کو ۔۔ نور رُوحانیت دکھا سکتا ہے۔ ان کی مدد سے انسان موت پر بھی فتح پا سکتا ہے ان کے ہوتے ہوئے سب رنج خوشی اور سب تکلیفیں راحتیں ہو جاتی ہیں۔ تو پھر کس سائنسدان کا حق ہے کہ وہ موت یا ہلاکت کو ظلم کہے خصوصاً جبکہ ان کو کوئی پتہ نہیں کہ موت کے بعد کیا پیش آنے والا ہے۔ اگر تو ان کا ایمان یہ ہے کہ زندگی بعد الموت کوئی چیز نہیں۔ اور ان کا خاتمہ اس زندگی کے ساتھ ہمیشہ کیلئے ہو جائیگا تو پھر کسی صورت میں بھی وہ موت کو ظلم قرار نہیں دے سکتے۔ موت سے تو انسان کے سارے تفکرات۔ الام۔ رنج سب دُور ہو جاتے ہیں۔ اور اس سے بڑھ کر ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ اس کا جسم مرنے کے بعد لاکھوں کیڑوں مکوڑوں کی خوراک بن کر مفید ثابت ہوتا ہے۔ تو پھر سمجھ میں نہیں آتا کہ سائنسدان اصحاب کونسی منطق کے ماتحت موت کو ظلم اور موت بھیجنے والے کو ظالم کہتے ہیں علم الٰہیات کے جاننے والے موت سے بالکل نہیں ڈرتے۔

ان کے نزدیک تو یہ دنیا ایک سرائے فانی ہے۔ اسی واسطے انکو نہ راحت بھلی اور نہ تکلیف بُری معلوم ہوتی ہے۔ وہ ایک ایسے طریق سے زندگی بسر کرنا چاہتے ہیں۔ کہ وہ تمام مصائب اور دُکھ جن کا مقابلہ ان کو اس دُنیا میں کرنا پڑتا ہے۔ اگلی زندگی میں جزا اور ثواب کا باعث ہوں ان کا ایمان ہے کہ یہ دُنیا تو بیج بونے کی جگہ ہے۔ خواہ اس زندگی میں انکی قسمت کچھ ہی ہو وہ ہمیشہ اسی دُھن میں لگے رہتے ہیں۔ کہ کسی طرح وہ ابدی خوشی کے گوہر مقصود سے دامن بھر لیں۔ انکو بڑی بڑی مصیبتوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے لیکن وہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ قادر مطلق اور انصاف پسند خدا نے ان کو اُن مصائب پر فتح پانے کی طاقت ضرور عطا کی ہے۔ اور اگر وہ مستقل المزاج اور صابر ہوں۔ اور صراط مستقیم پر قائم رہیں تو وہ ضرور کامیاب ہو جاتے ہیں اور اکثر دفعہ تو اسی دُنیا میں سُرخرو اور خوش ہو جاتے ہیں۔ اور بالفرض محال اگر اس دُنیا میں ناکامیاب بھی رہیں تو بھی ان کی قناعت اور رضا ان کو مایوس نہیں ہونے دیتی۔ اور اُن کا ایمان اُن کے پاؤں کو ڈگمگانے نہیں دیتا۔ ممکن ہے کہ اس چند روزہ زندگی میں ناکام رکھے جانے کے عوض میں ان کو آئندہ زندگی میں ہمیشہ کی کامیابی نصیب ہو! انسان کے اعمال صالحہ اس کے مذہبی عقائد کے مطابق وسیع ہوتے ہیں۔ اس کا معیار اور بھی بلند اور اعلیٰ ہوتا چلا جاتا ہے۔ اور ترقی آسان ہو جاتی ہے۔ وقتی تکالیف اور تفکرات چنداں تکلیف نہیں دیتے اور ہمدردیٔ خلق کے خیال میں اپنے دُکھ درد باعث تسکین قلب ہو جاتے ہیں +

جناب شیخ فریدالدینؒ صاحب عطار جو ایک مشہور مسلم ولی اللہ گذرے ہیں! اور جن پر حضرت مولوی رومیؒ کو ناز تھا ایک دفعہ فرمانے لگے۔ "کہ کاش تمام انسانوں کے غم میرے دل پر ڈال دیئے جاتے۔ تاکہ وہ سب ہر قسم کے رنج سے نجات پا جاتے" +

اسی مضمون کو کسی شاعر نے اُردو میں بڑی خوبصورتی سے باندھا ہے ؎

اے مشیر اچھا ہُوا تر تیرا داماں ہوگیا ‏ ‏ خشک اَوروں کے لئے تو بحر عصیاں ہوگیا

وہ لوگ جو کائنات کے باطنیات پر غور کرتے ہیں جو دُنیا کی علت غائی کو سمجھنے کے لئے خوب کوشش کرتے ہیں۔ اور جو نہ صرف ظاہری مادی جسم بلکہ رُوحانی اُمور کا بھی مطالعہ کرتے

ہیں۔ وہ کبھی اسباب میں شک نہیں کرتے۔ کہ خالق روزگار نہ صرف قادر مطلق بلکہ بڑا ہی خیرخواہ خلق اور وددود خدا ہے +

ہیکل جیسے ظاہر بین فلاسفر کیلئے انسان کی حقیقت ایک معمولی دودھ پلانیوالے حیوان سے زیادہ نہیں۔ اور وہ اکثر مندرجہ ذیل حوالہ دیا کرتے ہیں +

شہنشاہ سیزر مرنے کے بعد ایک تودہ خاک بنگیا۔ اور اسکی مٹی کے ڈھیلوں کو جو بڑی ہیں آنیوالی ہوا کو روکنے کیلئے استعمال کیا جاتا ہے۔ کیسا عبرتناک نظارہ ہے کہ وہ انسان جس کے نام سے دنیا کانپتی تھی اسی کے جسم کی مٹی ایک معمولی دیوار کی مرمت کیلئے استعمال ہوتی ہے"۔ لیکن محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک انسان کا رتبہ بہت بلند ہے وہ خلیفہ نائب خدا ہے۔ زمین اور آسمان اس کے ماتحت کر دیئے گئے ہیں۔ الغرض تمام دنیا اسی کیلئے پیدا کی گئی ہے۔ اور جناب حافظ علیہ الرحمتہ فرماتے ہیں ؎

ہرگز نہ میرد آنکہ دلش زندہ شد بہ عشق ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما

محمد صلے اللہ علیہ وسلم ایک باعمل انسان تھے۔ آپ نے خدا کی خیر خواہی اور نیکی کا ثبوت اپنے عملی نمونہ سے دیا۔ آپ خدا کی بھلائی کی ایک کامل مثال بن گئے۔ آپنے بدی کو اپنے نزدیک تک نہیں آنے دیا۔ آپنے لوگوں کے اخلاق کو بہت بلند کر دیا۔ گویا کہ آپ نے بنی نوع انسان کی فطرت کو بالاتر کر دیا۔ کمزور کو ظلم و تعدی سے بچایا۔ عورتوں اور غلاموں کو حقوق دلوائے۔ آپ نے لکھوکھا انسانوں کو شراب تعصب مطلق العنانی توہم پرستی وغیرہ کی لعنتوں سے بچا لیا +

آپ نے تو مذہب کی ہیئت ہی بدل دی۔ آپکے آنے سے پہلے مذہب کو ایک قسم کا فلسفہ سمجھا جاتا ہے۔ اور اگر شاذونادر کسی مذہب نے کوئی قانون زندگی بتایا بھی تو وہ ایسا کہ اس پر عمل کرنا بالکل ناممکن تھا۔ اور اگر اخلاق کو سدھارنے والی کوئی بات سکھائی تو ایسی کہ جس سے صرف انفرادی ترقی ہو سکتی تھی۔ اور کوئی قوم بحیثیت قوم کوئی ترقی نہ کر سکتی تھی +

جناب بدھ نے نروان حاصل کرنے کی تعلیم جو دی وہ اکیلا آدمی انفرادی طور ہی سے حاصل کر سکتا تھا۔ اور جناب مسیح نے بھی خدا کی بادشاہت میں داخل ہونے کا یہی راز بتایا۔

لیکن محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے اس بادشاہت کو آسمان سے اُتار کر زمین پر لا دکھایا۔ آپ نے لوگوں کو ترقی کے وہ راز بتائے جن سے نہ صرف ایک قوم یا ملک بلکہ ساری دُنیا معراج ترقی پر پہنچ جائے ؀

اُمّی۔ بے یار و مددگار۔ نم دیدہ آنحضرت صلعم کی آواز محض انسانی آواز ہی نہ تھی۔ بلکہ یہ ایک رعد تھی جو آسمان سے نازل ہوئی۔ وہ ایک کڑک تھی جس نے لوگوں کو خواب غفلت سے بیدار کر دیا۔ وہ ایک چمک تھی جس نے ان کی بداخلاقی اور گناہ کے خرمن کو جلا کر خاک سیاہ کر دیا۔ اور ساتھ ہی خدا کی بادشاہت زمین پر پیدا کر دی جس کے باشندہ فرشتہ خصلت۔ صادق القول بلا تکلف صفت شجاع۔ بغرض فیاض۔ محب وطن۔ فراخ دل۔ مہربان وحشیوں اور حیوانوں تک سے نیک سلوک کرنیوالے ہمسایوں سے محبت کرنیوالے یتیموں مسکینوں کی حفاظت کرنیوالے۔ الغرض تمام مخلوق کے حامی اور خیر خواہ تھے ؀

تاریخ کی کتابوں میں جو واقعات نبی کریم کی اصلاح قوم کے لکھے ہیں۔ اُن کا اندازہ مندرجہ ذیل اقتباس سے ہو سکتا ہے۔ لکھا ہے کہ جعفر طیار جو مسلمانوں کے اُس گروہ کا سردار تھا جو طرح طرح کی جفائیں سہنے کے بعد بموجب حکم رسُول اللہ صلعم حبشہ کی طرف ہجرت کر گئے۔ اور اس نے بادشاہ حبشہ کے سامنے نبی کریم کے مشن اور اپنے کام کی سابقہ حالت کا نقشہ یوں کھینچا۔ اس نے کہا ہم ایک جاہل اور گمراہ قوم تھے بُتوں کی پرستش کرتے تھے۔ زنا اور دیگر فسق و فجور میں مبتلا ہونا باعث عار یا ننگ نہ سمجھتے تھے ہمسایوں سے بدسلوکی اور ظلم ہمارا شیوہ تھا۔ اور کسی جابر طاقتور کا معصوم کمزور انسان سے مال چھین لینا ایک معمولی بات تھی۔ سالہا سال سے ہم اس گھری ہُوئی حالت میں پڑے ہوئے تھے کہ اللہ کا رسُول ہم میں آیا وہ ہماری ہی قوم کے ایک نامی گرامی خاندان سے تعلق رکھتا ہے۔ اور ہم اسکی شرافت۔ صداقت۔ امانت اور نیکی سے خوب واقف ہیں۔ اس نے ہم کو خدائے واحد کی طرف دعوت دی اور کہا کہ قابل پرستش صرف ایک ہی خدا ہے۔ اور باقی سب معبود باطل ہیں۔ اور یہ پتھر جن کو تمہارے باپ دادا پُوجتے چلے آئے ہیں بالکل بے سُود بلکہ تمہارے ہی محتاج ہیں۔ آپ نے ہم کو توحید کامل

کی ہدایت کی۔ اور فرمایا۔ کہ ہرگز کسی کو اُسکی ذات یا صفات میں شریک نہ کرو۔ آپ نے ہم پر پانچ وقت کی نماز فرض کی۔ زکوٰۃ ادا کرنے کا حکم دیا۔ اور سفر یا بیماری کی حالت کے سوائے رمضان کے مہینے میں روزے رکھنے کی تاکید فرمائی۔ ہم کو سچ بولنے امانت کو صحیح سالم واپس کرنے صلہ رحمی کرنے پڑوسیوں سے نیک سلوک! افعال شنیعہ سے اعراض اور ہر قسم کے لڑائی جھگڑے فسق و فجور سے پرہیز کرنے کی سخت تاکید فرمائی۔ آپ نے ہم کو یہ سکھایا کہ جھوٹی گواہی کبھی مت دینا یتیم کے مال میں کوئی خورد بُرد نہ کرنا اور عورتوں کو تہمت لگانے یا اُن کو بد نیّتی سے دیکھنے سے ہمیشہ بچنا۔ ہم نے آپ کی سب نصیحتوں اور احکام کو خوب سمجھا۔ اور اُن کو دل میں جگہ دی ہمارا ایمان ہے کہ یہ سب احکام آپ نے خدا تعالےٰ سے وحی پاکر ہم کو سُنائے اور اب ہم توحید کے سچّے پرستار ہیں۔ ہم ممنوع اشیا کے نزدیک نہیں پھٹکتے۔ اور صرف حلال اور طیّب چیزوں پر گذارہ کرتے ہیں۔ یہ تبدیلی دیکھ کر ہماری قوم (کفّار مکّہ) کے تن بدن میں آگ لگ گئی۔ اور جب اُنہوں نے پُرانے باطل عقائد خیالات اور افعال کو بدلتے پایا۔ تو اُن کے غصّے کی کوئی اِنتہا نہ رہی اُنھوں نے ہم کو ہر طرح ایذائیں پہنچائیں۔ اور بُت پرستی اور دیگر افعالِ قبیحہ جن کو ہم ترک کرچکے تھے اُن کی طرف ہمیں واپس لانے کے لیئے اُنھوں نے جان تک لڑادی۔ اور اب اُن کے مظالم اور جفائیں اِس حد تک پہنچ گئی ہیں کہ اُن کے ساتھ رہنا بالکل ناممکن ہوگیا۔ اور اسی واسطے ہم اپنے آبائی وطن کو ہمیشہ کے لیئے خیر باد کہکر آپ کی سلطنت میں اس اُمید پر پناہ لینے آئے ہیں۔ کہ آپ اِن ظالموں کے ظلم سے ہم کو محفوظ رکھیں گے +

ولیم میور جیسا متعصّب مصنّف بھی اقرار کرتا ہے کہ اُس وقت تک محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے احکام بالکل سادہ اور قلیل تھے۔ اور آپ کی تعلیم نے حیرت انگیز عظیم الشّان نتائج پیدا کیئے تھے۔ اور جس طرح عیسائیت نے اپنے ابتدائی زمانہ میں رُوحانی دنیا کو خواب غفلت سے بیدار کیا۔ اور شرک و کُفر سے جنگ کیا۔ اِسی طرح محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) کی تعلیم نے لوگوں کے دلوں میں ایک رُوح پھونک دی۔ اور آپ کے صحابہ نے بڑی بڑی قابل قدر قربانیاں کیں اور صرف ایمان کی خاطر اپنے بہترین مال اور اسباب خوشی سے اللہ کی راہ میں دے ڈالے۔ کئی صدیوں سے مکّہ بلکہ تمام جزیرہ نمائے عرب جہالت اور ضلالت کی نیند میں سویا پڑا تھا۔ اور یہودیوں

عیسائیوں یا بعض فلاسفروں نے ان کو بیدار کرنے کی جو کوشش کی۔ تو اس کا نتیجہ چند کروٹوں کے سوا کچھ نہ ہُوا۔ یہ ایک بحرِ ذخار تھا۔ جس پر ان ہواؤں نے معمولی سطحی لہروں کے سوا کچھ اثر نہ کیا۔ یہ لوگ توہم پرستی ظلم اور فسق کے دریا میں بالکل غرق تھے۔ ایک بڑے بیٹے کا اپنے باپ کی بیوہ کو ورثہ کی چیزوں میں سے ایک چیز سمجھ کر اس سے شادی کر لینا ایک معمولی بات تھی۔ نخوت اور افلاس کی وجہ سے دُختر کُشی عام طور پر رائج تھی اس رسم بد کی وجہ عموماً افلاس اور تکبر ہی ہوتی ہے۔ اور ہندوستان میں بھی اسی وجہ سے یہ بات پائی جاتی تھی۔ عربوں کا اعتقاد ایک عجیب توہم پرستی کا مجموعہ تھا بن دیکھی چیزوں سے وہ ڈرتے تھے۔ اور ان خیالی خداؤں کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے ہر طرح کے گناہوں میں آلودہ ہونا ثواب سمجھتے تھے۔ روز جزا سزا سے ڈر کر یا زندگی بعد الموت کی بہتری کے خیال سے کوئی نیک عمل کرنا ان کے لئے بالکل نئے خیالات تھے +

ہجرت سے صرف ۱۳ سال قبل مکّہ کی حالت بالکل ناگفتہ بہ اور گری ہُوئی تھی۔ لیکن معلوم نہیں کہ ان تیرہ سالوں میں کیا جادُو چل گیا۔ اور وہ کہاں سے کہاں پہنچ گئے! انہی پکّے بُت پرستوں میں سے کئی سو آدمیوں نے کُفر و شرک سے ہاتھ دھو کر خدا پرستی کا طریق اختیار کر لیا۔ اور اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کی وحی اور الہام یعنی (قرآن) کے کامل فرمانبردار بنا دیا۔ یہی عرب جو نماز کے نام تک سے واقف نہ تھے پانچ وقت اللہ اکبر کے نعرہ مارتے ہوئے جمع ہوتے۔ اور خدا تعالیٰ سے مغفرت اور رحمت کے لئے رو رو کر دُعائیں مانگتے۔ جنہوں نے کبھی خوابِ غفلت میں بھی مُروّت کا نام نہ سُنا تھا وہی اعمالِ صالحہ میں اسقدر بڑھے کہ صدق و دینے میں عفت اور انصاف میں تمام جہان کے لئے نمونہ بن گئے۔ وہ خدا کو قادرِ مطلق اور حاضر و ناظر ماننے یعنی گناہ کو ترک کرنے کے بہترین ذریعہ کو اختیار کرنے سے بڑے بڑے زاہدوں سے بھی گوئے سبقت لیجاتے تھے۔ قدرت کے منظر۔ زندگی کے تعلقات۔ واقعات کا پھیر۔ الغرض جو کچھ وہ دیکھتے ان کو خدا کا زبردست ہاتھ ہر ایک بات میں کام کرتا ہُوا نظر آنے لگا۔ اور یہی نیا ایمان جس کو وہ اس قدر بڑا سمجھتے تھے یہی ان میں معیارِ مراتب ہو گیا۔ اور ہر فرد بشر شرک اور کُفر کو ذلیل و زبون سمجھنے لگ گیا۔ نبی کریمؐ اُن کے لئے ایک بہترین نمونہ تھے۔ اور خدا کے لئے عبد

آپ ہی ان کی تمام اُمیدوں کے والی تھے۔ اور اسی واسطے اُنھوں نے آپ کی اطاعت سے سرِ مُو فرق نہیں کیا۔ اس قلیل عرصے میں اس نئی تعلیم کی وجہ سے مکہ میں دو بڑے گروہ پیدا ہو گئے تھے دونوں قبیلہ اور قوم وغیرہ کی قیود کو بالکل توڑ کر ایک دوسرے کی مخالفت پر کمر باندھے کھڑے تھے مسلمانوں نے ہر قسم کے ظلم و ستم صبر و تحمل سے برداشت کیئے۔ کُفّار نے طرح طرح کی اذیتیں دیں مگر مسلمانوں نے کبھی اُف تک نہیں۔ انہی میں سے قریباً ایک سو مرد و عورت نے بجائے اس کے کہ اپنے جان سے پیارے ایمان کو ترک کریں۔ انہوں نے ہجرت قبول کی۔ اور حبشہ میں چلے گئے۔ اور اسکے بعد اس سے بھی زیادہ تعداد خود نبی کریم کے ساتھ اپنے مادری وطن اور بیت اللہ کو جو اُن کو سب سے عزیز تھا چھوڑ کر مدینہ بھاگ جانے کی فکر کرنے لگے۔ لیکن کیا کہنے اُس پاک تعلیم کے جو نبی کریمؐ نے خدا سے پا کر لوگوں کو پہنچائی کہ ان مہاجروں کے مدینہ پہنچنے سے پہلے ہی اہلِ مدینہ کے دل محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے گرویدہ ہو رہے تھے۔ اور یہ دینی بھائی اور نبی کریمؐ اور ان کے صحابہؓ کی جان و مال سے حفاظت کرنے کے لئے تیار ہو گئے۔ یہودی مذہب بہت دیر سے مدینہ میں پہنچ چکا تھا لیکن وہ بھی نبی کریمؐ ہی کا نعرہ توحید سُنکر خوابِ غفلت سے بیدار ہوئے اور ایک نئی اور بہتر زندگی میں قدم رکھ دیا +

خود قرآن شریف میں نبی کریم کے اُن کارناموں کا ذکر موجود ہے۔ اور مندرجہ ذیل آیات میں نبی کریم کے صحابہؓ کی چند صفات بیان کی گئی ہیں۔ سُورہ مومنوں کی ابتدائی آیتوں میں فرمایا۔ قد افلح المومنون ۙ الذین ھم فی صلاتھم خاشعون ۙ والذین ھم عن اللغو معرضون ۙ والذین ھم للزکوٰۃ فاعلون ۙ والذین ھم لفروجھم حفظون ۙ الا علیٰ ازواجھم او ما ملکت ایمانھم فانھم غیر ملومین۔ فمن ابتغیٰ وراء ذٰلک فاولٰئک ھم العٰدون ۚ والذین ھم لامنتھم وعھدھم راعون ۙ والذین ھم علیٰ صلوٰتھم یحافظون ۘ اولٰئک ھم الوارثون ۙ الذین یرثون الفردوس ۭ ھم فیھا خلدون۔ (ترجمہ۔ ایمان والے (اپنی) مُراد کو پہنچ گئے۔ یہ (وہ لوگ ہیں) جو اپنی نماز میں عاجزی کرتے۔ نکمّی باتوں کی طرف رُخ نہ کرتے۔ زکوٰۃ دیا کرتے۔ شرمگاہوں کی حفاظت

کرتے (سوائے اپنی بیبیوں یا اپنے ہاتھ کے مال (یعنی لونڈیوں) سے کہ ان پر کچھ الزام نہیں لیکن جو اس کے علاوہ طلبگار ہوں تو وہی لوگ حد (شرع) سے باہر نکلے ہوئے ہیں) اور جو اپنی امانتوں اور عہد کو ملحوظ رکھتے نمازوں کے پابند ہوتے یہی لوگ وارث ہیں۔ اور یہی بہشت بریں کی میراث پائیں گے۔ اور اسمیں ہمیشہ رہینگے"۔ انہی مسلمانوں کا ذکر کرتے سورۃ الفرقان میں فرمایا۔

وعباد الرحمٰن الذین یمشون علی الارض ھونا واذا خاطبھم الجھلون قالوا سلماً ۝ والذین یبیتون لربھم سجداً وقیاماً ۝ والذین یقولون ربنا اصرف عنا عذاب جھنم ان عذابھا کان غراماً ۝ انھا سآءت مستقراً ومقاماً ۝ والذین اذا انفقوا لم یسرفوا ولم یقتروا وکان بین ذالك قواماً ۝ والذین لا یدعون مع اللہ الٰھا اخر ولا یقتلون النفس التی حرم اللہ الا بالحق ولا یزنون ومن یفعل ذٰلك یلق اثاماً۔ ترجمہ۔ رحمٰن کے بندے وہ ہیں جو زمین پر فروتنی کے ساتھ چلیں۔ اور جب جاہل ان سے (جہالت کی بات کرنے لگیں تو اُن کو سلام کریں اور الگ ہو جاویں) اور جو راتوں کو اپنے پروردگار کے آگے سجدے کریں اور کھڑے رہیں۔ وہ جو دُعائیں مانگا کریں۔ کہ اے ہمارے رب عذاب دوزخ کو ہم سے پرے رکھیو دوزخ کا عذاب بڑی مصیبت ہے۔ اور خواہ تھوڑی دیر ٹھیرنا ہو یا ہمیشہ رہنا ہو (دونوں حالتوں میں) بُری جگہ ہے۔ اور جو خرچ کرنے لگیں تو فضول خرچی نہ کریں اور نہ بہت تنگی کریں بلکہ انکا خرچ افراط تفریط سے بچ کر درمیان بیچ کی راس کا ہو۔ اور جو خدا کے ساتھ کسی دوسرے معبود کو نہ پکاریں اور ناحق کسی شخص کو جان سے نہ ماریں کہ اسکو خدا نے حرام کیا ہے۔ اور نہ زنا کے مرتکب ہوں اور جو کل کوئی مذکورہ بالا (شرک وغیرہ) کریگا۔ وہ اپنے گناہوں کا خمیازہ بھگتیگا

پھر سورۃ رعد میں مومنین کا ذکر کرتے ہوئے فرماتا ہے:۔

الذین یوفون بعھد اللہ ولا ینقضون المیثاق۔ والذین یصلون ما امر اللہ بہ ان یوصل ویخشون ربھم ویخافون سوء الحساب۔ والذین

صبروا ابتغاء وجہ ربھم واقاموا الصلوٰۃ وانفقوا مما رزقنٰھم سرًا وعلانیۃً ویدرءون بالحسنۃ السیئۃ اولٰئک لھم عقبی الدارہ جنّٰت عدنٍ یدخلونھا ومن صلح من اٰبائھم وازواجھم وذرّیّٰتھم والملٰئکۃ یدخلون علیھم من کل باب ہ سلام علیکم بما صبرتم فنعم عقبی الدار (ترجمہ۔ وہ لوگ جو اللہ کے عہد پُورا کرتے ہیں۔ اور اقرار نہیں توڑتے اور جو تعلقات اللہ نے جوڑنے کا حکم دیا ہے جوڑتے ہیں۔ اور اپنے پروردگار سے ڈرتے اور قیامت کے حساب کا اندیشہ رکھتے ہیں جنہوں نے اللہ کی رضا کیلئے تکالیف پر صبر کیا نمازیں پڑھیں اور جو ہم نے اُن کو رزق دیا اسمیں سے ظاہر او پوشیدہ خرچ کیا۔ جو برائی کے مقابلہ میں نیکی کرتے ہیں یہی لوگ ہیں جن کا انجام اچھا ہوگا ہمیشگی کے باغوں میں جائیں گے۔ اور ان کے بڑوں اور بیویوں اور اولاد میں سے جو نیک ہونگے (وہ اُن کے ساتھ جائیں گے) اور جنت کے دروازے سے فرشتہ اُن کے پاس آکر سلام وعلیک کریں گے۔ اور کہیں گے دُنیا میں جو تم نے صبر کیا یہ اس کا اجر ہے تمہاری دُنیا کا انجام کیا اچھا ہوا) +

عوام کو نبی کریم کا تلوار کا استعمال کرنا بڑا ہی عجیب معلوم ہوتا ہے۔ ان کم عقلوں کو چاہئے کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے مشن کا صحیح اندازہ لگائیں تو ان کو معلوم ہوگا۔ کہ محمد صلعم آیت اللہ تھے۔ وہ خدا کی صفات کے کامل مظہر تھے۔ اور بدیں وجہ آپ کو دکھانا تھا کہ لڑائی اور جنگ ہر حالت میں گناہ اور قابل ترک نہیں اور قانون ہلاکت جو دنیا میں چاروں طرف نظر آتا ہے اس سے خالق کی خیر خواہی یا قادر مُطلق ہونے پر حرف نہیں آسکتا۔ اور اگر محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی جنگوں میں جن کی غرض حق اور انصاف کا قائم کرنا اور دُنیا کے لئے نمونہ قائم کرنا تھا۔ اگر ان جنگوں میں چند سو آدمی مرگئے۔ تو کیا ہُوا ان چند جانوں کی قُربانی کے عوض میں لکھو کھا آدمی اور تمام آنیوالی نسلوں کے لئے نیکی اور اعلیٰ اخلاق کے نمونے قائم کئے۔ اور نسل انسانی اپنی گری ہوئی حالت سے نکلکر ایک اعلیٰ مقام پر متمکن ہوگئی۔ جناب بُدھ نے سوائے نفس کشی کے کچھ نہ بتایا۔ اور جناب مسیح نے بھی ترک دنیا ہی کا راگ سُنایا حتّٰے کہ خدا کی راہ میں مُخنّث تک بننے کی نصیحت کی۔ اور برخلاف ان کے محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے انسانوں کو انسان بلکہ کامل انسان بنانے کی کوشش

کی اور بناکر دکھا دیا۔ جناب بدھ نے طرح طرح کے جگ اور تپ سکھائے اور خود بھی تارک الدنیا ہو گیا۔ اور جناب مسیح قربانی کی تعلیم دیتے دیتے خود قربان ہوگئے لیکن محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے فطرت انسانی کی اصلاح کی۔ خدا کی بڑائی اور انسان کی ہمسری کی تعلیم دی۔ اور جو کہا اس کو اپنے عمل سے ثابت کر کے دکھا دیا۔ کسی مقصد اعلیٰ کے لئے جان دیدینا اور صداقت کی تبلیغ میں مرجانا تو کچھ مشکل کام نہیں۔ ہاں منزل مقصود پاکر پھر اپنی تعلیم پر عمل کر کے دکھانا اور اپنے رویہ کو نہ بدلنا یہ بات ذرا کارے دارد اور بڑی ہی مشکل ہے +

نبی کریم سے پہلے لوگ مذہب کو ایک خواب و خیال سمجھتے تھے۔ آپ نے ثابت کر کے دکھایا کہ مذہب ایک حقیقت اور قابل عمل اصلیت ہے۔ آپ نے یہ بات لوگوں کے دلوں میں مضبوط کر دی۔ کہ خدا انسانوں سے بیحد پیار کرتا ہے۔ بشرطیکہ انسان اس کے بنائے ہوئے رستوں پر عمل کرے۔ آپ نے دکھا دیا۔ کہ خیر خواہی اور بھلائی کا وعدہ جو خدائے خالق نے تمام الہامی کتابوں میں دیا۔ اس کے پورے ہونے کیلئے بعد الموت زندگی کی ضرورت نہیں۔ بلکہ اگر کوئی فرد بشر یا قوم صراط مستقیم پر چلے تو اسی دنیا میں فلاح اور ابدی خوشی حاصل کر لیگا نبی کریم نے زندگی بسر کرنے کے قانون ہی نہیں بتائے۔ بلکہ ایک مفید اور کارآمد زندگی بسر کر کے دکھا دی اور آپ کا اسوہ حسنہ دیکھ کر آپ کی ساری قوم دنیا کے لئے نمونہ بن گئی۔ آپ نے خوشی فلاح اور نجات ڈھونڈنے کیلئے لوگوں کو سلطنت چھوڑنے بچوں اور بیوی سے قطع تعلق کرنے والدین اور رشتہ داروں کو خیرباد کہنے یا دیگر انسانوں سے بالکل الگ ہو کر غاروں اور پہاڑوں کی خلوت ڈھونڈھنے کی راہ ہرگز نہیں بتائی۔ برخلاف اسکے آپ ہمیشہ اپنے پیرؤں کو ایکدوسرے کی مدد کرنے والدین کی عزت کرنے بڑھاپے میں اُن کے ناز اُٹھانے بیوی بچوں کی راحت کے سامان مہیا کرنے۔ دوستوں سے وفا کرنے۔ ایک امن پسند اور قابل باشندہ ہونے اور نسل انسانی کی اصلاح کے لئے ملکر کوشش کرنے کی وعظ و نصیحت کرتے رہے +

باقی آیندہ

ہستی باریتعالیٰ

ذیل میں ہم اُس کامیاب لیکچر مندرجہ اسلامک ریویو مجریہ ماہ مئی کا ترجمہ ہدیہ قارئین کرتے ہیں جو خواجہ صاحب نے ایک دہریہ انجمن کے سامنے ان کی استدعا پر دیا۔ یہ لیکچر ۳ مارچ سنہ ۱۹۱۸ء کو بمقام ۱۴۱ ۲ میریلی بون لنڈن ہوا۔ ماہ فروری میں خواجہ صاحب اور چند نومسلم دوست ایکدفعہ انجمن مذکور میں گئے جہاں انجمن ہذا کا پریذیڈنٹ حسب معمول ہستی باریتعالیٰ کے متعلق عیسائی نکتہ خیال پر نکتہ چینی کر رہا تھا۔ اسکی تقریر کے بعد جب حاضرین کو رائے زنی کا موقعہ دیا گیا تو خواجہ صاحب نے مختلف وجوہ سے پریذیڈنٹ مذکور سے اتفاق کرکے اخیر میں یہ بیان کیا کہ اگر عیسائی نکتہ خیال کے ماتحت انسان ہستی باریتعالیٰ سے اِنکار کرنے پر مجبور ہو جاتا ہے۔ تو اس سے یہ لازم نہیں آتا۔ کہ خدا کا وجود ہی کوئی نہیں۔ میں مسلم ہوں۔ اور میں خدا کی ہستی کا قایل ہوں۔ اور مجھے علم جدید کا مطالعہ اس خدا کی ہستی پر ایمان لانے کے لئے مجبور ہے۔ جس کا نقشہ مختلف رنگوں میں قرآن کریم نے کھینچا ہے۔ خواجہ صاحب کے اس بیان پر وہ انجمن چرکنی ہوگئی اور انہوں نے بیک زبان خواجہ صاحب کو کہا۔ کہ ہم حیران ہیں کہ آپ جیسا پڑھا لکھا انسان جیسے کہ آپ کی آج کی تقریر سے معلوم ہوتا ہے کس طرح خدا کی ہستی کا قائل ہو سکتا ہے۔ ہم آپ کو چیلنج کرتے ہیں۔ کہ آپ اس پلیٹ فارم پر آئیں۔ اور ہمیں اپنے قایل ہونے کے وجوہ بتلائیں چنانچہ اس امر کے لئے دو تاریخیں مقرر ہوئیں۔ ۳ مارچ اور ۲۸ مارچ کو یہ لیکچر ہوا۔ اور یہ دنداں شکن ثابت ہوا۔ اوّل تو لیکچر کے بعد جو سوالات ہوئے ان میں لیکچر پر مطلق جرح نہیں کی گئی۔ پھر اس کے بعد دوسرے ہفتوں انہوں نے کہلا بھیجا کہ ہم کسی اور ضروری بحث کی وجہ سے آپ کو یہ تاریخ دینے سے قاصر ہیں۔ اصل بات جیسا کہ ہمیں خواجہ صاحب کی چٹھی سے معلوم ہوا یہ ہے کہ اس لیکچر نے حاضرین پر دہریت کے خلاف بہت عمدہ اثر کیا۔ جس سے منتظمین انجمن مذکور بہت گھبرا گئے اور اس طرح ٹال دیا +

اب ہم ذیل میں اِس لیکچر کا ترجمہ دیتے ہیں:۔

ومن یومن باللہ ویکفر بالطاغوت

اگر تھی ازم (خدا پرستی) سے مُراد کسی معبُود کی ہستی کو تسلیم کر لینا اور ایتھی ازم (دہریت) سے مراد اُس معبُود کی ہستی سے انکار ہے۔ اور اگر ایسے معبُود کے متعلق ایک معقول علم دراصل ہمارا وہ علم ہے جو مختلف مذاہب وملل نے ہمیں اس معبود کی صفات کیے دے رکھا ہے (یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ خدا کے متعلق اسکی ذات کے سوا ہم اور کچھ نہیں سمجھ سکتے) تو پھر ایک مسلم ہونے کے حیثیت میں ایک معبُود کا قائل بھی ہوں۔ اور اس سے مُنکر بھی۔ میں تھی ازم کا حامی بھی ہوں۔ اور ایتھی ازم کا مقر بھی۔ اگر خدا وہ ہے جس کی بہترین صفات کا ظہور صلیب پر ہُوا اگر خدا وہ ہے جس کی پدرانہ محبت نے اپنے اکلوتے بیٹے کو انسان کی نجات کے لئے سُولی پر کھینچا اگر خدا وہ ہے جس نے میری فطرت ایسی نامکمل بنائی کہ اسمیں جبلاً گناہ رکھ دیا اور پھر جب میں اس فطرتی تقاضے کے ماتحت گناہ کا مُرتکب ہوا تو مجھے مجرم ٹھیرا کر سزا دینے کیلئے تیار ہو گیا۔ اگر خدا وہ ذات ہے کہ جس کی کسی خاص صفت کے ظہور پر ایمان لانے سے انسان میں ایک ایسی معجزنما تبدیلی پیدا ہو جاتی ہے۔ کہ بغیر ہاتھ پاؤں ہلائے اس کے سارے بُرے اعمال مُبدل بحسنات ہو جاتے ہیں۔ اور اگر وہ اس امر پر ایمان نہ لائے (کفارے پر) تو اُسکے نیک اعمال بالکل رائیگاں ہو جاتے ہیں۔۔ ہاں اگر خدا وہ ہے جو نہ خود قانون پر چلتا ہے۔ اور نہ قانون پر چلنے والوں کی عزت اور قدر کرتا ہے۔ بلکہ جس نے انسان کو فطرتاً گناہگار بنایا۔ اور جس کے ہاں نجات کا گر کسی مفروضہ بات پر ایمان لانے سے حاصل ہوتا ہے۔ اگر خدا وہ ہے جس نے ایک وقت انسان کو شریعت دی۔ جس پر انسان نہ چل سکا (یعنی خدا کو انسانوں کی استعداد کی خبر ہی نہ تھی) پھر ایک مدت کے بعد اسے کسی اور طریقہ نجات کی فکر پڑی۔ ایسا ہی اگر خدا وہ ہستی ہے جو پرسنل ہے۔ جو انسانی جذبات اور کمزوریوں سے خالی نہیں۔ اگر اس نے خود ہی بدی کو پیدا کیا۔ اور پھر خود ہی اس کا مقابلہ نہ کیا۔ اور اس پُر طرہ یہ کہ بدی کے آگے سر تسلیم خم کرنے میں اپنی فتح سمجھی۔ جو اپنی ہستی منوانے کیلئے معجزات کا محتاج ہے۔ اور مجھ کو عقل و درک دیکر مجھے ایسے عقائد منوانا چاہتا ہے۔ جس سے میری عقل کا فقدان ہو تو میں ایسے معبُود اور

اسکی معرفت سے بیزار۔ میں خوش ہوں اگر کوئی مجھے ایسے معبود کا منکر اور کافر کہے۔ قرآن کریم بھی مجھے ایسا کرنے کی اجازت دیتا ہے بلکہ ایسے کے پرستار بننے سے تو کفر ہزار درجہ بہتر ہے فرماتا ہے ومن یومن باللہ ویکفر بالطاغوت +

لیکن اگر خدا وہ پاک ہستی ہے جس کے وجود اور کام کی شہادت صحیفہ قدرت کا پتہ پتہ دیتا ہے جو ان تمام قوانین کا سرچشمہ ہے۔ جو کائنات پر حکمران ہیں۔ اور جن کے توڑنے کا نام ہی گناہ اور بدی ہے۔ جس نے ہر ایک چیز کی فطرت میں کمال تک پہنچنے کے جوہر رکھ دیئے جس نے ہر ایک چیز میں نمو کی خاصیت اور اس کو معراج ترقی پر پہنچانے کا راستہ مقرر کردیا ہے۔ جس نے اُن ضروریات کے اسباب بھی پہلے ہی سے پیدا کردیئے ہیں جو ہر ایک چیز کو کمال تک پہنچانے کے لئے لاحق ہوتی ہیں۔ جس نے ایک طرف اگر چیزوں میں مختلف استعدادیں اور انفعالی طاقتیں رکھ دیں تو دوسری طرف دوسری چیزوں میں فاعلی قوے پیدا کردیئے۔ جس نے ایک ہی مادے اور قوت کے صحیح اندازے کو مفید اور غلط اندازے کو غیر مفید بنا کر ہر ایک چیز میں اول الذکر کے قبول کرنے اور آخر الذکر سے بچنے کی استعداد جبلاً ڈال دی۔ جس نے میری فطرت کو مکمل بنایا مجھے اعلےٰ درجے کے روحانی اور جسمانی قوے دیئے۔ اور قوانین پر چلنا میری خلقت میں ڈالکر مجھے بالطبع معصوم بنایا۔ جس نے مجھ کو لامحدود ترقیات کی استعداد عطا کی۔ اور ان ترقیات کو چند مقررہ قوانین کی پیروی سے وابستہ کیا۔ پھر ان قوانین کا مجھے علم دیا یا انکو دریافت کرنیکا راستہ بتایا۔ وہ خدا جو انسانی جذبات اور انسانی نقائص سے پاک ہے۔ جسکی خوشنودی کے معنے یہ ہیں۔ کہ میں اپنی استعدادی قوتوں اور طاقتوں کو فعل میں لاؤں۔ اور جس کے قہر و غضب سے مراد میرا قوانین کو توڑنا جسکی طرف سے ثواب یعنی میری استعدادوں کی تکمیل اور جس کا عذاب میرے اپنے نقائص یا مخالفتِ قانون کا نتیجہ ہوتا ہے یہ ہے وہ خدا اور یہ ہے میرا معبود اُس کی ذات پر ایمان لانا میرے لئے باعث فخر و ناز ہے۔ اور اس کا پتہ مجھے قرآن نے اپنی پہلی سطر میں بتایا۔ اور جس کی تشریح مختلف طرزوں میں ایک طرف قرآن نے اور دوسری طرف صحیفہ قدرت کے ذرہ ذرہ نے کی +

آج جو کچھ میں آپ صاحبان کے سامنے پیش کرونگا۔ اس کا ماخذ قرآن ہی ہو گا۔ اگر ایک کتاب خدا کی طرف سے ہونے کا دعویٰ کرتی ہے تو اس کا فرض ہے کہ پہلے خدا کی ہستی کو ثابت کرے۔ اسکو سمجھنے کیلئے میری عقل یا منطق کی ضرورت نہیں ہونی چاہئے۔ اسکو خود اپنا پیرو کار بنکر مخالفوں کو قائل کرنا چاہئے۔ اور یہ صفت میں نے صرف قرآن ہی میں پائی جو کچھ بھی قرآن سکھاتا ہے۔ اور جتنے اصُول باندھتا ہے۔ ان سب کا ثبوت خود دیتا ہے۔ وہ اپنے احکام کو ٹھیک اور مفید ثابت کرنے کیلئے اپنے پیروؤں کا محتاج اور واعظوں کا دست نگر نہیں +

اس وقت اگر آپ صاحبان اپنے دل کو ان تمام خیالات سے یکدم پاک کرلیں جو آپنے بچپن سے خدا کی متعلق عیسائی دُنیا سے سیکھے اور جن پر آپ کا ایک مُدت تک ایمان رہا اور جن خیالات کی تردید صحیفۂ قدرت اور سائنس نے کر دی۔ اور جن کو آپ نے مجبور ہو کر ترک کیا۔ اور یہی نہیں بلکہ یہ نفرت اور بیزاری اس حد تک بڑھی کہ آج آپنے خود خدا سے بھی انکار کر دیا۔ بہرحال میں چاہتا ہوں کہ آپ خالی الذہن ہوکر اور تعصب سے دل کو پاک کرکے ٹھنڈے دل کے ساتھ مجھ سے اس خُدا کا حال سُنیں جس کا ذکر قرآن کرتا ہے +

وہ خدا جس کی ہستی قرآن منواتا ہے اس کا پتہ قرآن کریم اپنی پہلی آیت میں چار صفات بیان کر کے دیتا ہے۔ یہ چار صفات دیگر ننانویں صفات باریتعالیٰ کیلئے جن کا ذکر قرآن نے جابجا کیا ہے۔ بطور ام الصفات ہیں۔ وہ چار صفات رب العلمین۔ رحمن رحیم۔ مالک یوم الدین ہیں سب سے پہلے میں صفت رب العالمین لیتا ہے۔ عالمین سے مُراد یہاں نہ صرف مختلف طبقات ہیں۔ بلکہ ہر ایک چیز بذات خود ایک دُنیا ہے۔ اور رب کے معنی صرف پیدا کرنیوالا ہی نہیں بلکہ وہ ذات جو ہر چیز میں کمال تک پہنچنے کی طاقت ڈالتا ہے۔ اور اسکو کمال تک پہنچانے کے اسباب بھی مُہیا کرتا ہے۔ اس لفظ کی تشریح میں میں ذیل کی عبارت قرآن کی ایک لغت مفردات راغب میں سے نقل کرتا ہوں اور جس کا مؤلف امام راغب اصفہانی آج سے صدیوں پہلے گذرا ہے جبکہ ارتقائے انسان کا وہم و گمان بھی کسی کے دماغ میں نہ گذرا تھا۔ ربُوبیت کے معنے کسی چیز کا

ان تمام مدارج میں پرورش دینا ہے۔ جن میں سے یکے بعد دیگرے ہوکر وہ اپنے اصلی نمو اور کمال تک پہنچ جائے۔ ان جلی الفاظ کو آنکھیں کھولکر دیکھو کیا یہ تمام مسئلہ ارتقا (تھیوری آف الویلوشن) کی حقیقت اپنے اندر لئے ہوئے نہیں۔ اور آج یورپ نے اس کو اپنے تمام علوم کی جان قرار دیا۔ لفظ ربوبیت کے معنوں میں نہ صرف پیدائش اور پرورش ہی شامل ہے بلکہ ان تمام قواعد اور طریقوں کا تجویز کرنا اور پھر ان میں سے کسی چیز کا کمال تک پہنچانے کیلئے گذارنا بھی شامل ہے۔ یہ معنی بھی آپ لفظ رب کی ذیل میں ایک عربی لغت تاج العروس میں پائیں گے۔ لہذا لفظ رب کے معنی پیدا کرنے والا۔ پرورش کرنیوالا۔ کمال حقیقی تک پہنچانیوالا۔ اس امر کے لئے قوانین مرتب کرنے اور ان قوانین پر چیزوں کو چلانیوالا +

جب ہم صحیفۂ قدرت اور نشاء عالم کو علمی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ اور ان تمام مراحل پر غور کرتے ہیں۔ جن میں سے ذرات عالم ایتھر سے چلکر انسانی قالب تک پہنچتے ہیں۔ تو ہم حیران رہ جاتے ہیں۔ کہ کس طرح ہر ایک منزل اور مرحلہ پر مختلف صورتیں شکلیں اور مقررہ ترکیبیں پیدا ہو جاتی ہیں۔ ذرات مقررہ قواعد اور طریق کے ماتحت مختلف لیکن مقررہ اندازوں میں ترکیب پاکر مختلف عناصر پیدا کر دیتے ہیں۔ پھر یہ عناصر از سر نو مختلف لیکن مقررہ اندازوں پر نئی ترکیبیں پاکر مادہ کی مختلف شکلیں پیدا کرتے ہیں۔ اور ہوتے ہوتے انسان کی شکل اختیار کرتے ہیں۔ اور تعجب کی بات یہ ہے۔ کہ تمام حالات اور مدارج میں یہ قوانین اور قواعد مقررہ اور اٹل ہیں۔ یہ سب باتیں گویا پہلے ہی سے مقرر شدہ ہیں۔ جہاں جاؤ مادہ کو اسکی ہر حالت میں قوانین کی زنجیر سے جکڑا ہوا پاؤ گے فرمایا ولہ یسجد ما فی السموات والارض طوعاً وکرھاً۔ یعنی جو کچھ آسمان زمین میں ہے وہ سب اللہ کے آگے سربسجود ہے۔ انکار تو کیا دم تک نہیں مار سکتا +

اس قسم کی بہت سی آیتیں قرآن کریم میں ہیں۔ جو اس حکومت قانون کی طرف اشارہ

کرتی ہیں۔ جن کی اطاعت مادہ ہر ایک شکل میں بلا حیل و حجت کر رہا ہے۔ جدید سائینس کی معلومات جنہوں نے ہم لوگوں کو اس قدر حیرت میں ڈال رکھا ہے۔ یہ کوئی چیز خود پیدا نہیں کرتے۔ .... یہ تو ان قوانین کی دریافت کا نام ہے۔ جو پہلے ہی سے موجود ہیں اور جن کے ماتحت فضائے عالم میں مادہ مختلف ہیئتیں بدل رہا ہے بہرحال جسقدر سائنٹیفک تحقیق ہو رہی ہے اس سے یہی ثابت ہو رہا ہے۔ کہ ہر ایک عنصر اور ذرے کا نشو و نما حرکت و سکون سب کسی نہ کسی قانون کے ماتحت ہو رہا ہے۔ جس بات کو کل اتفاق و حوادث و نیچر کے شعبدے سمجھا جاتا تھا۔ وہی آج مقررہ اور معین قوانین کا نتیجہ ثابت ہو رہی ہیں۔ اور گذشتہ نسل کے محققین کی تھیوریوں کو بدلکر موجودہ نسل کے محققین کو ماننا پڑا ہے کہ قانون اور مادہ دو الگ الگ چیزیں نہیں۔ بلکہ اُن کی ترقی ایکدوسرے کے ساتھ وابستہ اور پیوستہ ہے۔ یا یُوں کہیئے کہ تمام دُنیا نے قانون کی حکومت کا جُوآ تسلیم کر لیا ہے۔ اب سوال یہ ہے۔ کہ آیا یہ سب کا سب محض ایک اتفاق ہے۔ یہ کائنات کسی ارادہ کے ماتحت پیدا ہوئی۔ آیا سلسلۂ علت و معلول عمل میں آیا۔ یہ مادہ خود ہی سب کچھ ہے۔ خود ہی علت خود ہی معلول +

تم نے اس کا نام ایک مشین (میکینزم) قرار دیا ہے۔ لیکن کیا تم کسی مشین کو دماغ سے الگ قیاس میں لا سکتے ہو۔ آہ ہم کس قدر متضاد باتیں منہ سے نکالتے ہیں۔ اور کس طرح معمولی سے معمولی بات میں غلطیاں کر جاتے ہیں۔ جہاں کہیں ہم کسی انسان کے ہاتھ کی بنی ہوئی مشین کا تصور کرتے ہیں۔ ہم اسکی بناوٹ کو قوامین اور اصول جرثقیل کے ماتحت سمجھ کر فوراً ایک دل و دماغ کے وجود کو تسلیم کر لیتے ہیں۔ جس نے ایسے اصول اور قوانین تجویز کیئے جو اس مشین کو وجود میں لائے۔ لیکن جب ہم قدرت کے زبردست ہاتھ کے کارناموں کو دیکھتے ہیں تو ہم باوجود اُن لکھوکھا قوانین کے جاننے کے جو کائنات کے مختلف پہلوؤں اور حصوں پر حکومت کرتے اور انکو وجود میں لاتے نظر آتے ہیں۔ اور طرفہ یہ ہے کہ ان قوانین مختلفہ کو ایکدوسرے سے تمیز کرنے کیلئے ہم نے ان کے مختلف نام بھی تجویز کر رکھے ہیں مثلاً قانون اتحاد (لاء آف کنڈینسیشن) قانون ثقل (لاء آف گریویٹیشن)

قانون مراصلت (لاء آف افینٹی) قانون تمنفر (لاء آف ریپرسیبلٹی) قانون مماثلت (لاء آف پارمنی) وغیرہ وغیرہ۔ ہم نے اس طرح قوانین تو تسلیم کر لئے۔ لیکن ہم قانون کو مادے سے جدا کرتے ہوئے یا مادہ پر قانون کی تقدیم تسلیم کرتے ہوئے سخت گھبراتے ہیں۔ اسی لئے ہیکل وغیرہ نے مجبوراً یہ کہا کہ قانون اور مادہ ایک چیز ہیں۔ اور یہ گھبراہٹ ہمیں اسلئے ہے کہ ایک دفعہ ہم نے قانون کو مادے سے جدا کیا تو ہمیں قانون کو مادہ پر مقدم ماننا پڑیگا۔ اور جب قانون مادے سے جدا اور مقدم ہوا تو ضرورتاً قانون کے ساتھ ہمیں مادہ پر ایک دماغ ایک ارادہ کی تقدیم تسلیم کرنی ہوگی۔ اور ساتھ ہی ایک مقنن کی ہستی کو چاہتا ہے +

آج سے پچاس سال پہلے تمام سائنس کی تحقیق کی انتہا مسئلہ (اٹامک تھیوری) تھی۔ یعنی پیدائش عالم کا ظہور ذرات سے ہوا۔ گویا ذرہ ہی ہمارا بڑا خدا تھا۔ اور اسی ذرہ کی بلا ارادہ اور اتفاقیہ حرکت کا نام قانون ہے۔ یا بہ الفاظ دیگر بلا کسی تدبیر و تجویز ذرات عالم نے مختلف ہیولے بدلے اور جو طریق ان ہیولوں میں اختیار کئے وہی آیندہ کیلئے قانون بن گئے۔ لیکن بعد کی تحقیقات نے آج یہ ثابت کر دیا۔ کہ یہ ذرات بھی قانون کی زنجیروں میں جکڑے ہوئے ہیں۔ یہ قانون کے موجد نہیں۔ بلکہ قانون کے غلام ہیں ان ذرات کی ابتدا ذرات برقی (الیکٹرن) ثابت ہوئے۔ یہ الیکٹرن مقررہ قوانین کے ماتحت مقررہ اندازوں پر ایک دوسرے سے ترکیب پاکر یہی ذرات ایتھر پیدا کر دیتے ہیں۔ پس معلوم ہوا کہ یہ ذرات برقی بذات خود موجود ہیں۔ اور ان کے مولد ذرات ایتھر ہیں جن کا انجماد خاص طریقوں پر جو مقررہ اور لاتبدیل ہیں ہر وقت ہوتا رہتا ہے۔ لیکن کیا یہ ایتھر جو اس وقت کُل کائنات کا مبداء قرار دیا گیا ہے بذات خود قانون کی اطاعت سے باہر ہے۔ اگرچہ ایتھر اس وقت عام طور پر ناقابل وزن قرار دیا گیا ہے۔ لیکن پھر بھی اس کا حجم اور وزن دریافت کرنے کی کوششیں کی جارہی ہیں۔ روشنی کے اصول اور برقی رد کی امداد سے یہ قرار دیا گیا ہے کہ ایتھر کرہ ہمارے کرہ ہوا سے ایک کھرب پچاس ارب حجم میں زیادہ ہے۔ اور اگر ایتھر کا ایک کرہ ارضی کرہ کے حجم جتنا بنایا جائے تو اس کا وزن دو صد پچاس پونڈ ہوگا۔ اس قسم کی تحقیقات اور تجربوں نے آخر اس ایتھر کو بھی ابدی قوانین

سے جکڑا ہوا ثابت کیا۔ لہذا یہ کہنا غلط ہے کہ قانون اس راستہ اور طریق کا نام ہے جو مادہ نے نشاء عالم میں مختلف ہیولےٰ بدلتے ہوئے خود اختیار کر لیا۔ بلکہ قانون تو شروع سے مادہ سے جدا در مادہ پر حکومت کرتا نظر آرہا ہے۔ میں نے ابھی اوپر کہا ہے کہ کیوں ایک محقق سائنٹس جو ہستئی باریتعالیٰ سے منکر ہے قانون کی اس تقدیم کو تسلیم کرنے سے گھبراتا ہے کیونکہ اس تسلیم سے ایک مادہ ور عقل کو تسلیم کرنا پڑتا ہے۔ اب یہ سائنسدان ایک اور حیلے میں لگ گئے ہیں۔ پروفیسر ہیکل اور دیگر ماہران سائنس اب مادہ اور قوت کو الگ الگ نہیں سمجھتے۔ اور ان کے کام کا نام وہ قانون تجویز کرتے ہیں۔ اب مادہ اور قوت ایکدوسرے کے جزو ہیں۔ قانون ان کی فطرت میں ہے اور اس سے جدا نہیں گویا قانون انکی روح ہے۔ اِس طرح اس جدید توحید مادہ پرستی (فزیکو مونوازم) کے ماتحت کائنات کا مبداء ایک ایسی چیز کو قرار دیا گیا ہے۔ جس کا نام پروفیسر ہیکل لاء سبسٹنس بحیثیت قانونیہ قرار دیتا ہے۔ بس صرف ایک ہی قدم آگے چلنے کی ضرورت ہے اور یہ ہمارے دوست یعنی ماہران سائنس اس خدائے قدوس کے آگے سر جھکاتے نظر آئیں گے۔ جس کا ذکر قرآن نے کیا ہے۔ سائنسدان علت العلل کو یعنی جس سے تمام چیزیں نکلیں اسکو بذات خود پیدا شدہ اور دوسروں کا خالق مانتے ہیں اسے قائم بالذات اور دوسروں کو قائم کرنیوالا تجویز کرتے ہیں۔ اس کا ہر جگہ ہونا اور ہر چیز پر حاوی ہونا تسلیم کرتے ہیں۔ اس کا غیر فانی اور ابدی و ازلی ہونے کا عقیدہ رکھتے ہیں۔ اب ذرا ان صفات کے ساتھ۔ جو سائنس نے اِس خیالی علت العلل کو دے رکھی ہیں ذیل کی صفات ملا دو یعنی اسکو علیم قدیر مدبر بالارادہ اور مقنن ازلی مان لو تو گویا تم نے قرآن اور اسلام کے خدا کو تسلیم کر لیا۔ اِس لاسبسٹنس کی جگہ مبدا عالم کا نام لاسپرٹ (یعنی وہ روح جس نے قانون دیئے) رکھ لو تو پھر ہم اور تم ایک ہی کے توحید کے قائل ہو جاتے ہیں۔ اور ایک ہی رب العالمین کے آگے سر جھکانے والے بن جاتے ہیں۔ جس نے مادہ کو مختلف ہیولوں میں جاتے اور مختلف سکون کو پیدا کرنے کی استعداد دی۔ اور پھر اسی استعداد کے نشو و نما پانے کے قانون اور اندازہ مقرر کر دیئے اور مادے کو قانون کے ماتحت رکھ کر اسمیں قانون پر چلنے کی استعداد رکھ دی +

(باقی آیندہ)

باطنیاتِ اسلام

ذیل کا لیکچر جو اسلامک ریویو کے اپریل نمبر میں طبع ہوا خواجہ صاحب نے نیو لایٹ سنٹر چرچ میں بمقام ءگیلری اولڈ بونڈ سٹریٹ میں دیا۔ یہ ایک نئی مذہبی تحریک ان تحریکات جدیدہ میں سے ہیں جو اس وقت مغربی دل کو اپنی طرف کھینچ رہے ہیں۔ یہ لوگ دراصل مذاہب کی موجودہ شکل سے بیزار ہو کر نئے ہیولوں میں دلی اور روحانی جذبات کو پورا کر رہے ہیں۔ ان کا نکتۂ خیال ابھی تک عیسائیت ہے لیکن مسیح اب خدا نہیں رہا۔ بلکہ جس خدا کا اظہار اسمیں ہوا اب وہ ان کے خیال میں سب انسانوں کیلئے ممکن الحصول ہے۔ یہ لیکچر لطور سرمن اتوار کی شام کو ہوا۔ نہایت دلچسپ بات اس لیکچر کے خاتمہ پر یہ ہوئی۔ کہ اس گرجا کے بانی نے جو ایک امریکن صاحب ہیں۔ اور جن کا نام ڈاکٹر ملز ہے سرمن کے بعد یہ کہا کہ کیا عجیب بات ہے کہ جس بات کو ہم نئی سمجھ رہے تھے۔ وہ اس سرمن کے سننے کے بعد نئی نہ رہی جس بات کو ہم نہایت مشکل سے یہاں کے لوگوں کے سامنے پیش کرتے ہیں کیسے سادے طور پر اور واضح الفاظ میں اسلام کے مقدس بانی (صلے اللہ علیہ وسلم) نے آج سے تیرہ سو برس پہلے بیان کردی۔ اور کس طرح عام فہم الفاظ میں یہ روحانی حقیقت ہمارے سامنے آج رکھ دی گئی ہے۔ ڈاکٹر موصوف نے یہ بھی کہا کہ اگر میں کل جزیرہ برطانیہ کی تلاش اس نگاہ سے کرتا کہ کوئی ایسا شخص ملجائے۔ جو ہمارے مقصد کی بوجہ احسن وکالت کرے تو شاید اسبات سے بہتر نہ کرسکتا جو اتفاق سے ہیں نے آج اپنے معزز دوست امام مسجد ووکنگ کو بذریعہ تار بلانے میں کی ہے وغیرہ وغیرہ۔ ایڈیٹر

خدا فرماتا ہے جب میں کسی انسان سے پیار کرتا ہوں تو میں اس کے کان ہو جاتا ہوں جن سے وہ سنتا ہے میں اسکی آنکھ بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے۔ میں اس کے ہاتھ اور پاؤں ہو جاتا ہوں جن سے وہ چیزوں کو پکڑتا اور چلتا ہے +

خدا فرماتا ہے۔ اے انسان تو میری اور میرے احکام کی پیروی کر تو مجھ جیسا ہو جائیگا

اور تب تو کہیگا کُن اور وہ چیز (فیکون) ہو جاویگی۔ (از احادیث محمد صلے اللہ علیہ وسلم)
تیرہ صد برس ہوئے جب کہ اولالعزم پیغمبر حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ معنی خیز الفاظ اپنے دہن مبارک سے نکالے۔ روحانیت کی بابت آپ سے پہلے جو جو اشارات کنایات استعاروں تشبیہوں اور معمات میں حضرت موسیٰ حضرت عیسیٰ و دیگر انبیاء علیہما السلام علی نبینا نے کہا۔ اپنے اس راز سربستہ کو ان سادے لیکن جامع الفاظ میں کھول دیا۔ دراصل ان الفاظ نے نہایت بیّن طور پر ربانی مذہب کی غرض و غایت کو مخلوق الٰہی کے سامنے رکھ دیا۔ اور یاد رکھو کہ تمام مذاہب اپنی اصلی شکل و صورت میں خدا کی طرف سے ہی آئے۔ انسانی آمیزش نے ان مذاہب میں اختلاف ڈالدیئے مذہب اگر اس روحانی کمال کا پتہ بتاتا ہے جو ہر قسم کی معرفت اور تقوے کا انجام ہوتا ہے اس قسم کے ہادی دنیا میں وقتاً فوقتاً بشکل انسانی آتے رہے۔ آنحضرت صلعم جناب عیسیٰ حضرت موسیٰ اور ایسا ہی دیگر انبیائے کرام اپنی زندگیوں سے اس شاہ راہ کو بتلا گئے جس پر انسان جلد اس حقیقت کو پہنچ جائے۔ یہ بزرگ تو اپنا فرض منصبی بوجہ احسن ادا کر گئے لیکن افسوس ان پیچھے آنیوالوں پر جنہوں نے یہ راہ بھلا دی اور گمراہی کی طرف چل دیئے اور بعض بعض اُن ربانی خدا بنا دیئے گئے۔ حالانکہ یہ معلم ان جسمانی کمزوریوں سے خالی نہ تھے جو کُل بنی نوع انسان کو لاحق ہوتی ہیں۔ اور حق تو یہ ہے کہ اگر آنحضرت صلعم صاف ڈور ہیں الفاظ میں بار بار مسئلہ توحید کو صاف نہ کر جاتے تو وہ پاکیزہ زندگی جو آپ نے بسر کی وہ معجزات جو آپ سے سرزد ہوئے۔ اور وہ خرق الارادہ کامیابی جو آپ کو اپنی زندگی میں حاصل ہوئی اور جس کی نظیر انسانوں میں کوئی نظر نہیں آتی۔ یہ تمام باتیں اس تائید میں تھیں کہ اگر کوئی انسان دنیا میں خدا کا بیٹا کہلانے کا حقدار تھا۔ تو نبی کریم خود خدا سمجھے جانے کے مستحق تھے لیکن آنحضرت صلعم نے خود کلمۂ اسلام (تشہد) میں خدا کے نام کے ساتھ اپنے نام پر رسول اللہ اور عبد کا لفظ بڑھا دیا اور مسلم دنیا کو انسان پرستی کی ذلت سے بچا یا +

یہ نہ سمجھنا کہ قرآن کریم میں جو بار بار وحدانیت الٰہی پر زور دیا گیا تو وہ اسلئے نہیں کہ ہمارا خدا کوئی حاسد خدا ہے۔ جیسا کہ توریت بیان کرتی ہے۔ اور اُسے یہ گھبراہٹ ہے کہ کوئی اور خدا

نہ بن جائے۔ وہ تو ان باتوں سے غنی ہے توحید پر ایمان لانے کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ انسان ہر انسان کو اپنے برابر اور اپنا ہمرنگ سمجھے۔ جس انسان کو تم آج خدا مان بیٹھے ہو وہ کل تمہارے مواصد بننے پر تمہارے برابر نظر آویگا۔ جن کمالات نے تمہاری نگاہ میں اُسے خدا بنا رکھا تھا۔ انہی استعدادوں کا تم اپنے اندر موجود ہونا تسلیم کرلوگے تمہارا خدا پھر تمہارے لئے ایک نمونہ بن جاویگا اور تمہارے سامنے ان روحانی ترقیات کی ایک شاہراہ کھل جاوے گی لیکن اگر تم نے اُسے خدا سمجھ لیا۔ اور اپنے آپ کو انسان تو اسکے کمالات کا تمہارے حدِ امکان سے باہر ہونا تم یقین کرلوگے۔ مسیح کے معجزات تو تم بھی کرسکتے ہو۔ ہاں ایمان عمل صالح نماز روزہ سے یہ بات حاصل ہوجاتی ہے۔ قربان جاؤں اس توحیدِ الٰہی کے حقیقی پیغامبر محمد صلعم پر جس نے یہ خوشخبری سُنا کر کہ انا بشر مثلکم۔ میں تم جیسا بشر ہوں ہماری اُمیدوں کو کہاں سے کہاں تک پہنچا دیا۔ جس کمال کے معراج پر آپ کھڑے ہیں وہاں تو ہم پہنچ نہ سکے۔ لیکن آپ کے تسکین خیز الفاظ ہماری استعداد کو کس قدر بلند کردیتے ہیں۔ اور ہر قسم کے شائبہ اور شکوک ایک طلسمات سے نکالکر امید کے دروازے پر لا کھڑا کرتے ہیں۔ آنحضرت صلعم مجھے یقین دلاتے ہیں کہ استعداد بشری میں میں اور آپ یکساں ہیں۔ میرا اور آپ کا نصب العین ایک ہے۔ اور ایک ہی قسم کی تکالیف اور جسمانی نقصائص ہمارے شامل حال ہیں ×۔ اور یہی بات مسیح نے بھی کہی۔ لیکن جہالت اور

× یہاں کوئی شخص یہ نہ سمجھے کہ جب انسان انسان برابر ہیں تو کیوں نبوت عام نہیں یا نبوت ختم کیوں ہوگئی۔ جس قرآن کی آیت (انا بشر مثلکم) نے اس یگانگت انسانی کی خوشخبری دی اُسی میں یہ ذکر ہے کہ نبوت اکتسابِ انسانی نہیں جو ہر ایک کیلئے کھلی ہو۔ بلکہ یہ ایک وہبی عطیہ ہے۔ فرمایا۔ قل انا بشر مثلکم یوحی الیّ انما الٰھکم الٰہ واحد لوگوں کو کہدے کہ میں تم جیسا بشر ہوں لیکن خدا تعالےٰ نے مجھ پر وحی کی ہے کہ تمہارا خدا ایک خدا ہے +

رسالت ربّی۔ جو نبوت کے اصطلاحی معنے ہیں یعنی خدا کی طرف سے انسان کی طرف ہدایت لانا یہ امر انتخاب ربانی سے وابستہ ہیں۔ اسلئے کہ یہ امر کسبی نہیں بلکہ وہبی ہے۔ یہ ایک نہایت

خوش اعتقادی کا بڑا ہو۔ جس نے اس کے سپرد وہ مرتبہ دیا جس سے اسکو ہمیشہ انکار رہا
مسیح خدا ہو یا نہو لیکن اس کا خدا ہونا میرے لئے تو کسی رنگ میں مفید نہیں۔ میں تو خدا اپنے
سے رہا۔ پھر اس کا خدا بن کر بطور نمونہ میرے سامنے آنا میرے لئے محض بیکار اور فضول ہے
القصہ یہ سب انبیاء علیہم السلام خدا کی تصویر تھے۔ اور دوسروں کے لئے بطور اسوہ تھے۔
ان میں خدا کا رنگ تو پیدا ہو گیا لیکن وہ انسان کے انسان ہی رہے۔ یہی حقیقت مذہب ہے۔ اور
اسی کمال تک پہنچانے کے لئے انسان آیا۔ جیسا کہ آنحضرت صلعم نے اس حدیث میں فرمایا۔
جو میں اوپر بیان کر آیا ہوں۔ کہ خدا تعالےٰ جب ہم کو پیار کرتا ہے تو ہمارے ہاتھ پاؤں اور
جوارح ہو جاتا ہے۔ ایک اور بھی روایت ہے۔ جس کے رُو سے خدا تعالےٰ نے فرمایا مجھے یہ امر
محبوب تھا کہ میں اپنا اظہار کروں اسلئے انسان کو بنایا۔ لہذا انسان یا یوں کہو کہ کامل انسان
کا خدا کی تصویر پر پیدا ہونا خدا کی محبت اور الفت کا اظہار ہے۔ یہ صفت الٰہی کُل باطنیات
اسلام کی بنیاد ہے +

اب بڑے سے بڑا سوال یہ ہے کہ میں کس طرح اس مقام روحانیت پر پہنچوں کہ میں خدا کا
پیارا بن جاؤں۔ کیا میں زبانی تسبیح وحمد سے یا حلقوں میں بیٹھ کر چند الفاظ دھرا لینے
سے یا خدا کا نام تسبیح کے دانوں پر رٹنے سے اس مقام پر پہنچ سکتا ہوں۔ یہ باتیں بھی فائدہ

بقیہ حاشیہ

نہ کر حاصل کرنیوالی چیز۔ اس کا دروازہ ہر ایک پر کھلا ہو۔ جیسا کہ خود خدا تعالےٰ نے فرمایا۔ "ان اللہ یعلم
یجعل رسالتہ" سورۃ الانعام آیت ۱۲۵۔ اللہ تعالےٰ ہی بہتر جانتا ہے کہ کون رسالت کے قابل ہے۔
اب اگر ہدایت مکمل ہو چکی ہے اور پیغام آچکا ہے جیسے کہ مسلمانوں کا عقیدہ قرآن کے متعلق ہے تو پھر یہ
نبوت بھی بند ہو چکا ہے۔ لیکن نبوت کو الہام پانے کی قوت سے مخدوش کرنا چاہئے مکالمۂ الٰہی کا دروازہ
اسلامی عقاید کے بموجب ہمیشہ کھلا ہے۔ انسان خدا سے بات کر سکتا ہے۔ اور نہ انسان سے کل سکتا ہے
ہاں قرآن نے وہ راہ بتلائے ہیں۔ جن سے انسان اس قابل ہو سکتا ہے +

✗۔ یہ اشارہ اس نئے طریق کی طرف ہے جو مشرق میں تو قدیم سے ہے لیکن مغرب میں اب ہو رہا ہے
مثلاً یہ کیا جاتا ہے۔ کہ چند آدمی ایک حلقے میں بیٹھ جاتے ہیں۔ اور ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑ لیتے

سے خالی نہیں۔ یہ ایک قسم کی دلجمعی کی عادت ڈال دیتے ہیں لیکن اس سے آگے چلکر تو ان حلقوں اور تسبیح کے دانوں کا کوئی فائدہ نہیں۔ بلکہ ایک مدت کے بعد ان کا یہ فائدہ بھی جاتا رہتا ہے۔ یہ ایک قسم کی عادت میں داخل ہو جاتے ہیں جو کیفیت یہ پیدا کرتے تھے۔ اب وہ زائل ہو جاتی ہے۔ ہمارا حلقوں میں بیٹھنا یا تسبیح کے دانے شمار کرنا مجھے تبت کے لاماؤں کا وہ چرخہ یاد دلاتا ہے۔ جس پر وہ چند اسماء ربانی اپنے عقیدہ کے مطابق کسی کاغذ پر لکھ کر باندھ دیتے ہیں۔ پھر چرخے کی دستی چلاتے ہیں۔ اور اس طرح ایک دور میں کئی ہزار نام پڑھے ہوئے سمجھے جاتے ہیں۔ اور جتنی دفعہ انہوں نے کوئی مقدس نام لینا ہوتا ہے بہت تھوڑے وقت میں لیا جاتا ہے۔ یہ تسبیح کرنا یا کوئی الٰہی نام لینا در اصل ایک قسم کی طیاری ہے لیکن اس سے ایک انسان محبت الٰہی کا درجہ نہیں پا سکتا۔ محبوب الٰہی بننے کیلئے کچھ اور بھی ضروری ہے۔ آؤ صحیفۂ قدرت کو دیکھیں کس طرح قانون کشش کے ماتحت ہمارے چاروں طرف متجانس چیزیں ایکدوسرے کی طرف کھچی چلی آرہی ہیں۔ اور دنیا میں عجیب و غریب نتائج پیدا کرتی ہیں۔ دیکھو تمام کرۂ ہوائی بارش کے قطروں سے معمور موجود ہے لیکن قطرات بارش اسی سرزمین کی طرف کھچے جاتے ہیں۔ جہاں کثرت سے درخت ہوں یہی کیفیت محبت الٰہی کا ہے جو ذرات برقی کی طرح ہر جگہ ظاہر موجود ہیں۔ ہاں اس ربانی بجلی کے جذب کرنے کیلئے ایک ایسے کنڈکٹر (خاردار سلاخ آہن جو بجلی کو جذب کر لیتی ہے) کی ضرورت ہے۔ جو ہمیں اپنے دل میں پیدا کرنی چاہئیے۔ محبت کے جذب کرنے کیلئے ہمیں گوشہ دل میں خود محبت پیدا کرنی ہے محبت ہی محبت کو کھینچتی ہے۔ خدا کا محبوب وہی بنتا ہے جو خدا کا عاشق صادق ہو۔ پہلے خدا کو دل و جان سے چاہو پھر خدا کی محبت کا نام منہ سے لو۔ نبی کریم نے اس حقیقت کو مندرجہ ذیل الفاظ میں سنایا۔ فرمایا جو شخص ایک بالشت میری طرف آتا ہے۔ میں ایک گز اسکی طرف آتا ہوں جو ایک گز آتا ہے۔ میں اس کی طرف ایک فرلانگ آتا ہوں اور جو میری طرف آہستہ آہستہ ٹہلتا ہوا آتا ہے۔ میں اسکی طرف دوڑتا ہوا آتا ہوں۔ یہ ہے اسلامی خدا کا نقشہ

بقیہ حاشیہ ہیں آنکھیں بند کر لیتے ہیں پھر انہیں کا مرشد یہ کہتا ہے ایخدا ہماری آنکھ ہو جا! ایخدا ہماری زبان ہاتھ ہو جا اور یہی خیال کیا جاتا ہے کہ اس طرح وہ اس مقام کو پہنچ جاویگا۔ جس کی طرف خطیب اشارہ کرتا ہے +

اس کے برکات اور فضائل تو ضرور میری طرف آتے ہیں لیکن یہ میری حرکت اور کوشش کے بعد شروع ہوتے ہیں۔ خدا کا محبوب بننے کیلئے پہلے خود اسکی محبت سے سرشار ہو کر تن من دھن کو خیر باد کہو +

(باقی آیندہ)

سادگی ایمان

ذیل میں ہم وہ معنی خیز لیکچر ہدیہ ناظرین کرتے ہیں جو جناب شیخ رحمت اللہ سیف الرحمان لارڈ ہیڈ نے الفاروق صاحب نے ۱۷ مارچ بروز اتوار کو لندن مسلم ہوس میں دیا:۔

چند روز کا ذکر ہے کہ میرے معزز مکرم بھائی جناب خواجہ کمال الدین صاحب نے مجھے کہا کہ میں سادگی ایمان پر ایک مختصر سی تقریر کروں اپنے خیالات کے اظہار کرنے کا موقع پاکر مجھے خوشی تو بہت ہوئی۔ لیکن ساتھ ہی مجھے یہ خیال بھی آگیا۔ کہ اس مضمون پر اچھی طرح بحث کرنے کیلئے میرے پاس کافی وقت نہیں۔ نیز یہ کوئی آسان امر نہیں کہ کسی خاص مذہب کی سادگی پر اس طرح رائے زنی کی جائے۔ کہ دیگر مذاہب پر کوئی زد نہ ہو اور نہ ہی ان لوگوں کو کوئی تکلیف ہو جن کا دل دکھانا میں ہرگز نہیں چاہتا۔ تاہم اس پُر آشوب زمانہ میں جب کہ ہم میں سے ہر ایک کو خوفناک خطروں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ مذہبی خیالات کو ظاہر کرنے کی کوئی روک ٹوک ہونی چاہیئے اور اظہار رائے پر کوئی سختی بھی نہ ہونی چاہیئے۔ کیونکہ کون جانتا ہے کہ اظہار حق کی طاقت کب تک اس کے پاس رہیگی۔ اور اسی واسطے اب جبکہ اعلان حق کی طاقت ہم کو حاصل ہے ہمکو اس سے فائدہ اُٹھانا چاہیئے اور ڈنکے کی چوٹ صداقت کو پھیلانا چاہیئے۔ اکثر دیکھنے میں آیا ہے کہ ایک آدمی کو مقدور بھی ہے۔ اور موقع بھی ہے کہ وہ نسل انسانی کی ترقی میں مدد دے۔ اور کوئی نیک کام کرے لیکن صرف لوگوں کی نقطہ چینی اور مخالفت سے ڈر کر وہ اس موقع کو کھو دیتا ہے۔ اور بعد میں دستِ تاسف ملتا رہجاتا ہے۔ اگر ہم کو یقین ہے کہ ہم جو کچھ کر رہے ہیں۔ وہ ٹھیک اور خدا کی مرضی کے موافق ہے تو

میرے خیال میں یہی شہادت ہمارے لئے کافی دلیری اور جرأت کا سبب ہونی چاہیئے اور ہم کو تبلیغ حق سے نہ رکنا چاہئے +

بہت دن نہیں ہوئے کہ میں نے بڑی جرات سے کام لیکر ایک لیڈی صاحب کو اسلامک ریویو کے چند مضامین پڑھنے اور ان پر غور کرنے کا مشورہ دیا۔ لیکن بدقسمتی سے یہ لیڈی صاحبہ مذہبی معاملات میں اس قدر متعصب اور تنگدل تھیں کہ سوائے اپنے بچپن کے مذہب کے کسی اور مذہب کی واقفیت حاصل کرنا وہ کفر سمجھتی تھیں۔ اور ابھی تک اس بات پر تلی ہیں۔ کہ ہم مسلمان ہمیشہ ایک سے زیادہ بیویاں رکھتے ہیں۔ اور محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) کی پرستش کرتے ہیں۔ اور جب میں نے ذرا زیادہ جرات کر کے ان کی غلط فہمی دور کرنے کی کوشش کی تو انہوں نے ... کانوں میں انگلیاں رکھ لیں۔ اور کہنے لگیں کہ خدارا اس گفتگو کو بند کرو مجھے اس قسم کی کلام سننے سے سخت تکلیف ہو رہی ہے۔ اس قسم کے تعصب اور اندھی تقلید کے مقابل میں ہر ایک انسان کی عقل چکرا جاتی ہے۔ اور میں نے اپنی زبان روک لی۔ مذہب یا بالفاظ دیگر ان اعتقاد کا مجموعہ جو ہمارے تمام تعلقات زندگی میں ہمارے افعال کیلئے رہنما ہے۔ وہ سادہ اور عام فہم بھی ہو سکتا ہے لیکن ساتھ ہی بعض خود غرضانہ برخلاف حکم خدا اور رسول اغراض کو مد نظر رکھ کر اسمیں ایسی پیچیدگیاں ڈالی جا سکتی ہیں جو انسانی عقل کے احاطے سے باہر ہوں +

بہت قدیم زمانے سے جبکہ انسانوں کو قربان کر دینا کوئی ظلم نہ سمجھا جاتا تھا۔ آج تک بعض اصحاب جو اپنے آپ کو مستقبل اور غیب کا علم جاننے والے پیش کرتے ہیں ان سب کی پیش نظر ہمیشہ سے دنیاوی اغراض ہی رہتے ہیں +

بہت ہی اوائل زمانے میں جبکہ مذہب کا نام ونشان بھی نہ تھا۔ ان دنوں عوام کا یہ خیال تھا کہ خدا کی خفگی اور غضب کے دور کرنے کا طریقہ کسی انسان یا جانور کو قربان کرنا ہے۔ اور یہ خونی قربانی مندرجہ ذیل طریقہ سے کیجاتی تھی۔ ایک بہت ہی ہونہار اور خوبصورت جوان کو چن کو اسکی خوب پرورش کیجاتی تھی۔ اور ہفتوں کے لئے اعلے اعلے کھانے اور نعمتیں اس کیلئے مہیا کی جاتی تھیں۔ پھر اسکو ایک پہاڑ کی چوٹی پر لیجا کر ایک پتھر کی سل پر باندھ دیا جاتا تھا

پھر ایک پجاری آگے بڑھ کر اپنے چقماقی چاقو سے اس کا سینہ چاک کر دیتا تھا +

پھر اس کے خون آلودہ دل کو آسمان کی طرف بلند کر کے تمام لوگ بڑی بلند آواز سے کہتے تھے "اب خدا کا غضب ٹھنڈا ہو گیا ہے"۔ ان سادہ لوحوں کو کبھی یہ خیال نہ آتا تھا کہ وہ خدا جو ایک خوفناک قتل کے واقع ہونے سے خوش ہوتا ہے۔ وہ ہرگز پرستش یا محبت کے قابل نہیں۔ اور ایسا خیال آ بھی کیسے سکتا تھا جبکہ ظالم پجاری خفیہ ذرائع سے ان سادہ لوحوں کو ان قابل نفرت بتوں اور خداؤں کی پرستش پر مجبور کرتے تھے جو ان کے اپنے طبع آزمائی کا نتیجہ ہوتے تھے +

ہم بڑی آسانی سے ان ابتدائی انسانوں کو سورج چاند ستاروں۔ خوبصورت پھول اور سایہ دار درختوں کی پرستش کرتے ہوئے تصور کر سکتے ہیں۔ کیونکہ خدا کی لا انتہا قدرت اور طاقت کو اس کے مختلف کاموں میں دیکھنے میں بھی ایک خاص لذت اور مزہ ہے۔ فطرت انسانی کی خاصیت ہے کہ جو چیز اسکی سمجھ میں نہ آئے وہ اسکو اپنے سے بالا اور قابل پرستش خیال کرنے لگتی ہے۔ اور اسی میلان نے پجاری صاحب کو اپنے غیبی معبود کے منوانے میں خوب مدد دی۔ کیونکہ یہ خدا صاحب سوائے اپنے خاص پجاری کے کسی پر ظاہر نہیں ہوتے +

تاریخ میں بہت سی ایسی مثالیں موجود ہیں جن میں ایک ناراض اور غضب میں آئے ہوئے خدا کی آڑ میں گنہگار انسانوں کو بڑے بڑے حیلوں اور مکروں کا تختہ مشق بنایا گیا۔ پجاریوں کی چالاکیاں اور انکے راز ایک خاصہ علم بن گیا۔ اور چونکہ انسان غلط راہ کی طرف آسانی سے چلا جاتا ہے۔ اس واسطے چالاک انسان ہمیشہ خداداد طاقت اور حکومت کے بہانے سے لوگوں کو اُلو بناتے رہے ہیں۔ اور سینہ چاک کرنے کے دنوں سے لیکر آج تک یہ چالاک گروہ لوگوں کو قعر ضلالت میں گراتا رہا ہے۔ لیکن کتنا افسوس ہے۔ کہ اس تہذیب یافتہ زمانے میں بھی مذہب عیسائیت ان تمام بیگناہ انسانوں کو جو مسیح کے خون کفارے یا تثلیث وغیرہ پر ایمان نہیں لائے ابدی جہنم میں ڈال دینے کا فتوے دیتا ہے۔ اور یہ ناانصافی اور ظلم سینہ چاک کرنے سے کم نہیں۔ میرے خیال میں اب یہ بات آپ صاحبان پر بخوبی روشن ہو گئی ہوگی کہ کس طرح تھوڑی سی چالاکی برتنے سے ایک پیچیدہ اور ناقابل فہم اعتقادوں کا

مجموعہ بنا دیا گیا ہے۔ پجاری صاحب ہمیشہ اپنے آپ کو معافی دینے اور گناہ بخشنے کے کامل اختیار رکھنے والا متواکر اپنی بھیڑوں کو مندرجہ ذیل منطق سناتے ہیں:۔

" اے میرے بدنصیب اصحاب۔ تمہاری فطرت میں گناہ رکھ دیا گیا ہے عنقریب تم ایک غضبناک خدا کے آگے پیش کئے جاؤ گے۔ جو تم کو جہنم کی آگ میں جھونک دیگا۔ اور تم اسی کے لائق ہو۔ کیونکہ تم نے دنیا میں آنے کی جرأت کی۔ تم تو حشرات الارض سے بھی بدتر ہو۔ تم میں کوئی خوبی نہیں۔ اور اسی واسطے تم ابدی سزا کے مستحق ہو۔ لیکن ہاں اگر میرے کہنے پر عمل کرو گے جو میں حکم کروں اس پر ایمان لاؤ تو میں تم کو بچا سکتا ہوں۔ لیکن اسمیں بہت سی شرائط ہیں۔ تمہارے لئے ضروری ہے کہ بغیر کسی چون وچرا کے تمام ناقابل فہم اصول مان لو۔ اور خصوصاً الوہیت مسیح پر ایمان لانا تو ازحد ضروری اور لابد ہے۔ اگر تمہارے اس ایمان میں شک کی لغزش آئی تو تمہاری خیر نہیں۔ اس حالت میں میری کوشش بھی رائیگان جاویگی۔ تم کو ماننا ہے۔ کہ مسیح خدا تھا یا ہے۔ اور خود خدا ہی نے اسکو ایک دردناک موت مارا تاکہ نسل انسانی نے جو گناہ اور کمزوریاں اپنے خالق کی بنائی ہوئی فطرت کے تقاضے سے کیں ان کی سزا پوری ہو جائے اور یہ سزا دہندہ۔ اور خالق دونوں ایک ہی خدا تم کو اس کے سمجھنے کی کچھ ضرورت نہیں بس ایمان لے آؤ۔ اگر میں اس وقت تم کو کہوں کہ زمین بالکل چوڑی اور ہموار سطح ہے تو تم کو شک نہیں کرنا چاہئے۔ کیونکہ مجھے خدا نے اپنے ہاتھ سے پادری بنایا۔ اور میرے احکام پر نقطہ چینی کرنے کا تم کو کوئی حق نہیں۔ ہاں میں یہ اعلان کرنا بھی مصلحت سمجھتا ہوں کہ باوجودیکہ مجھے تو آپ کی روحانی اصلاح کا فرض تفویض ہوا ہے۔ لیکن ساتھ ہی مجھے آپ صاحبان کے دنیوی معاملات کا بھی بڑا فکر ہے۔ آپ صاحبان کو ایمان رکھنا چاہئے کہ نجات کیلئے پادری صاحب کے سامنے اعتراف گناہ کرنا ضروری ہے۔ اور کلیسیا کے عمائدین نے بحث مباحثہ میں اس قدر ترقی کی ہے۔ کہ اگر وہ چاہیں تو اپنے منطق کے زور تمہارے ہر ایک فعل وقول کو باطل ثابت کر سکتے ہیں"۔ کیا سادگی اسی کا نام ہے۔ انسانی دماغ تو ایسی منطق کے سمجھنے سے عاجز ہے۔ میرا ہمیشہ سے یہ خیال رہا ہے۔ کہ ان غیر ضروری اور فضول باتوں پر اسقدر زور دینے اور ان کو صداقت الہامی کے نام سے نامزد کرنے کی غرض صرف پادری صاحبان

کے اس نام نہاد کے مشترک اعتبار کو ساں کرنا ہے میرا مطلب نہیں کہ نصاریٰ میں کوئی مواحد نیکو کار انسان ہیں نعوذ باللہ من ذالک ہر مذہب و ملت میں نیک اور راستباز مصلح گزرے ہیں اور کلیسیا کے عمائدین میں بھی بڑے بڑے خیر خواہان خلق ہوئے ہیں لیکن زیادہ تر یہی مشاہدے میں آیا ہے کہ پجاری وغیرہ کو زیادہ طاقت اور اختیار ملنے کا نتیجہ بُرا ہی ہوا ہے۔ اور دنیوی مفاد کو دینی مقاصد پر ترجیح دی گئی ہے +

وہ مشرکانہ رسومات جو زمانہ جاہلیت میں ملک عرب میں رائج تھیں۔ جن کے سننے سے جسم میں لرزہ پیدا ہوتا ہے لیکن محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے ان سب کو یا تو جڑ سے اکھاڑ دیا یا انکی ترمیم اور اصلاح کردی۔ اور ایسے اعلیٰ اخلاق سے ایک عظیم الشان انقلاب پیدا کردیا آپ نے ان تمام دشمنوں کو بالکل معاف کردیا جو آپ کے سامنے پابہ زنجیر لائے گئے۔ اور اس طرح ان سب کو اپنا گرویدہ اور فریفتہ بنالیا۔ آپ نے مکہ کی سرزمین کو تمام قسم کے بتوں اور شرک سے بالکل پاک کردیا۔ دختر کشی کی قبیح رسم کی آپ نے خوب بیخ کنی کی۔ اور آپ نے اجازت طلاق کے ناجائز استعمال کی اصلاح فرمائی۔ آپ نے اس کے قواعد اور شرائط باندھ دیئے۔ الغرض زندگی کے ہر پہلو کے لئے اپنی ذاتی مثال یا احکام نافذ فرما دیئے۔ تاکہ وہ لوگ جو جہالت اور ضلالت کے اسفل السافلین میں گرے ہوئے تھے۔ اُن کو اُٹھا کر معراج ترقی اور روحانی عرش پر بٹھا دیں۔ اور تمام قوانین کو اس قدر سادہ بنایا۔ کہ ایک بچہ بھی انکو بخوبی سمجھ لے اور اور عمل کرسکے۔ اس واسطے میں نے کہا کہ تمام مذاہب میں سے اسلام ہی سادگی کا مذہب کہلانے کا حق رکھتا ہے +

پندرھویں اور سولھویں صدی عیسوی مصلح یورپ مارٹن لوتھر نے وہ راہ اختیار کی جو اس سے نوسو سال پہلے محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو دکھائی تھی۔ یعنی تمام ان عقاید کو رد کردیا جن کی بنیاد توہمات اور تعصب پر تھی۔ اور ان کی جگہ خدا کی ذات پر کامل اعتقاد اور بھروسے کا سادہ قانون سکھایا +

اس سے انکار نہیں ہوسکتا۔ کہ کلیسیا مسیح کے بڑے حصے (رومن کیتھولک) میں بہت پیچیدگیاں ہیں اور اسکی وجہ یہی نظر آتی ہے کہ ان میں خدا کے حضور پہنچنے کیلئے بہت سے وسائط

کی ضرورت مانی جاتی ہے۔ ولیوں کی وساطت پجاریوں کے وسیلے اور مریم صدیقہ کی شفاعت ان وسائط و ذرائع کے بغیر کوئی رومن کیتھولک عیسائی اپنے خدا کے حضور نہیں پہنچ سکتا۔ اور چرچ آف انگلینڈ کا ایک حصہ بھی جو ہائی چرچ پارٹی کے نام سے موسوم ہے وہ بھی رومن کیتھولک کلیسا کے نقش قدم پر چل رہا ہے +

ہم اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ عیسائیت کے ماننے والوں نے کسی زمانہ میں مذہب سے بیں جالا کیا اور اشاعت تہذیب و علوم کو خوب ترقی دی لیکن یہ نتیجہ کوئی کس طرح نکال سکتا ہے۔ کہ وہ اس سے بھی زیادہ ترقی نہ کرتے۔ اگر ان کے مذہبی پیشوا ان کے راستے میں حائل نہ ہو جاتے اب تو ہر ایک مذہب حقوق اللہ و حقوق العباد پر بڑا زور دیتا ہے۔ اور میں کہہ سکتا ہوں کہ جو کوئی ان دو باتوں کو مد نظر رکھیگا وہ خواہ کسی مذہب کا ہو ضرور نجات پائیگا۔ مثلاً ہم ایک بچے کو بچپن ہی سے احکام کی پیروی سکھائیں۔ خدا کی ذات پر اس کا ایمان مضبوط کر دیں نیکی اور اعمال صالحہ کا عادی بنا دیں۔ اور ساتھ ہی یہ بات بھی اس کے ذہن نشین کرا دیں کہ اسکی نجات اور مکتی چاند کو سبز پنیر سے بنا ہوا ماننے پر مبنی ہے۔ تو نتیجہ کیا ہوگا + یہی کہ ہم نے اسکو اصولہائے حقہ پر چلا کر اسکو ایک نیکوکار انسان تو بنا دیا لیکن ساتھ ہی اسکی عقل و فہم کو ہم نے ضعیف کر دیا۔ اور اس کی قوت ایمان کو ہلاکت کے حد تک پہنچا دیا اسکو یہ بات سنا کر کہ نجات کا دار و مدار چاند کو پنیر سے بنا ہوا ماننے پہ ہے۔ ہم اس کے دل میں اُن شکوک اور وساوس کا باعث بنینگے۔ جن کا نتیجہ یہی ہوگا کہ وہ اس مذہب کو ترک کر دے جو نجات کا دار مدار ایک ایسے لغو اعتقاد پر رکھے۔ اسی واسطے میں بڑے زور سے پھر آپ صاحبان کو یاد دلاتا ہوں۔ کہ تمام طالبان حق کے لئے از حد ضروری ہے کہ وہ ایک ایسے مذہب کی تلاش کریں جو ناممکنات سے پاک ہو۔ جو خدا کے رحم اور شفقت کی اُمید دلائے جو خدائے واحد کے پرستاروں اور احکام کے ماننے والوں کی مدد کرے +

جب مجھکو کہا جاتا ہے کہ میں ایک بدنصیب سیاہکار گناہگار ہوں تو میں اس الزام سے اپنے آپ کو بکلّی بری نہیں سمجھتا۔ لیکن جب مجھ کو یہ سُنایا جاتا ہے۔ کہ جس خدا کی میں حمد اور پرستش کرتا ہوں وہ مجھے اسوقت تک اپنی سلطنت میں داخل نہیں کریگا۔ جب تک

ہیں بعض ناقابل فہم باتوں پر پورا ایمان نہ لے آؤں تو اسبات کے ماننے سے طبیعت ہچکچاتی ہے
کیونکہ ایک رحیم کریم خدا کی طرف یہ ظلم منسُوب کرنا گویا اجتماع ضدین کرنا ہے۔ بیشک
ہمکو ہمارے گناہوں کی سزا ملیگی۔ اور دُور کیوں جاتے ہو اسی دُنیا میں ہمارے گناہونکی
پاداش برنگِ افسوس ہمکو ملجاتی ہے۔ لیکن سادہ لوح انسانوں کو یہ سنانا کہ چونکہ وہ چند نا ممکن الوجود
کہانیوں پر جو مختلف طرزِ عبادت کے بنانیوالوں کی اختراع ہیں ایمان نہیں لاسکتے
اس واسطے وہ ابدی جہنم میں پھینکدیئے جاوینگے۔ اور اس قسم کے اور فتوے دینا گویا
انسانی فہم و ادراک کی صریح ہتک اور مخالفت کرنا ہے +

جب میں نے اپنے مسلمان ہونے کا اظہار کیا تو پہلی چٹھی جو مجھے موصُول ہُوئی اسکے
لکھنے والے نے بڑے اطمینان قلب سے مجھے یہ یقین دلایا۔ کہ اگر میں مسیح کی الوہیت
پر ایمان نہیں لاسکتا۔ تو میری نجات بالکُل ناممکن ہے۔ ذرا اس نے انصافی تعصب
اور ظلم کو تو دیکھو حد ہی کردی ہے۔ ذرا الوہیت مسیح کے جُوئے سے گردن سرکی تو ادھر ابدی
لعنت اور دوزخ کی آگ ہماری قسمت میں لکھی گئی۔ میں ایک ذرہ بیمقدار ہوں جس کو علیم خبیر
رحیم اور قادرِ مطلق ہستی نے اپنی مشیت کے ماتحت نیستی سے ہستی میں لاکر دُنیا میں بھیجدیا
لیکن جب میں دُنیا میں آگیا تو فوراً ہی پہلا بدلکر مجھے یہ دردناک حکم سُنایا کہ گناہ کا نتیجہ اور گناہ سے آلودہ
ہونے کی وجہ سے میں قابل الزام ہوں اور بجائے اسکے کہ ایک دوسرے معصوم انسان کو قتل کردیا
جائے میرے بچاؤ کی کوئی صورت نہیں۔ اس کے بعد مجھ کو کہا جاتا ہے کہ میرے گناہ بہت سخت
اور زیادہ ہیں لیکن خدائے تعالیٰ (جو میری فطرت اور میلانِ گناہ کو خوب جانتا ہے) نے رحم کرکے
تاوان لینے کا فیصلہ کیا ہے۔ اور خدا کی خفگی اور ناراضگی کو دُور کرنے اور اسکی صفت
انصاف کو پُورا کرنے کیلئے لازمی ہے۔ کہ وہ تاوان موت خوب زبردستی سے لیا جائے یعنی اسکو
صلیب جیسی سخت اور تکلیف دہ موت سے مارا جائے۔ سامعین یہ بات بھی مدنظر رکھیئے
کہ یہ سزا اور تاوان اُن عذابوں اور تکلیفوں کے علاوہ ہے جو عمائدین کلیسیا کفارہ گناہ
کیلئے تجویز فرماتے ہیں۔ مثلاً چکر پر باندھ کر اسکو بڑی تیزی سے پھرانا۔ آنکھیں نکال دینا
جسم کا جھلسنا اور یہ بات بھی قابل غور ہے۔ کہ تاوان کے طور پر جو انسان چُنا گیا وہ

کوئی معمولی انسان نہ تھا بلکہ خود خدا ہی کا بیٹا اور بیٹا بھی اکلوتا۔ لیکن اس کے آگے چلکر ہمکو یہ سُنایا جاتا ہے کہ یہ بیٹا خود خدا تھا یا خدا بنگیا۔ اور اس واسطے اس صلیبی موت سے اس کو کوئی تکلیف نہ ہوئی +

اِس ساری منطق کا لُب لباب میں پھر عرض کئے دیتا ہوں :۔

(۱) میرا ایمان ہونا چاہیئے کہ خدا تعالےٰ کو مجھ پر مہربانی کرنے کے معاوضہ میں ایک پُر جفا قربانی کی اجازت دینی پڑی۔ لیکن یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے۔ کہ کیا خُدا ہمیشہ ہی سے جفا کار اور ناانصاف تھا۔ کیا انسان کی خلقت سے پہلے بھی وہ ایسا ہی ظالم تھا +

(۲) تمام مذاہب کا مقصد لوگوں کے دلوں میں شکوک شبہات اور مخالفت پیدا کرنا معلوم ہوتا ہے۔ ان میں سے بہت سے اچھے ہیں لیکن کیوں ہم انمیں سے بہترین نہ اختیار کریں۔ کیوں ہم اس سادگی کے مذہب کی پیروی نہ کریں جو اللہ کو تمام مخلوق کا مالک منوائے۔ اور ایک بہترین شہری بنانے کے طریقے بتائے +

جب ایک امیر نوجوان نے جناب مسیح کو "اے نیک استاد" کہہ کر خطاب کیا اور پوچھا کر نیک بننے کیلئے وہ کونسا اچھا عمل کرے۔ تو آپ نے صورت کی انکساری سے فرمایا "تم مجھے کیوں نیک کہتے ہو سوائے ایک یعنے خدا کے کوئی نیک نہیں۔ لیکن اگر اچھی زندگی بسر کرنا چاہتے ہو تو موسیٰ کے دس احکام کی اطاعت کرو۔

وہ مذہب جو جناب مسیح کی اصلی تعلیم کا پیش کرنیوالا ہے وہ ہم سے کچھ دُور نہیں وہ ہر ایک انسان کو اپیل کرتا ہے۔ اسمیں کوئی ناقابل فہم اصول نہیں۔ اسمیں مذہبی پیشواؤں کو کوئی فوق العادت اختیار نہیں دیئے گئے۔ اور وہ اپنے مخالفوں کو بلاشرط ابدی جہنم میں نہیں جھونکتا + اس مذہب کا نام اسلام یعنی خالص خدا کی ذات پر ایمان لانا ہے۔ اور ہم سب کو دُعا کرنی چاہئے۔ کہ تمام دنیا اس عالمگیر اور قابل فہم مذہب کو اختیار کر کے فلاح اور بہبودی حاصل کرے +

الفاروق

عیسائیت کی ناکامی

سیٹی ٹمپل کا معرکتہ الآرا لیکچر

"مسیح سے بڑھ کر کسی آدمی کی تاریخ میں ہتک نہیں کی گئی۔ اور سب سے زیادہ ہتک کرنیوالے وہ خیر خواہان مسیح ہیں جو اس کو مسندِ الوہیت پر بٹھا کر رُتبہ عبودیت کے لائق بھی نہیں رکھتے۔"

"کلیسیائی عیسائیت کا ماننا گویا جناب مسیح کو بار بار صلیب پر چڑھانا ہے۔"

مندرجہ بالا فقرات اس سنسنی خیز وعظ کا لُبِ لباب ہیں جو ریورنڈ وی ٹی پا موری آف بریڈفورڈ نے سیٹی ٹمپل میں دیا۔ دوران وعظ میں پادری صاحب نے کہا کہ بہت سے اہل فہم کا خیال تھا۔ کہ عیسائی کلیسیا کی تکمیل میں ضرور کچھ نہ کچھ کمی رہ گئی ہے لیکن اب اس جنگ نے تو ساری حقیقت کھولدی کہ ضرور دال میں کچھ کالا ہے۔ اور کسر باقی ہے۔ اب تو یہ بات بخوبی واضح ہو گئی ہے۔ کہ موجودہ عیسائیت جو کہ پادریصاحبان پیش کرتے ہیں وہ ہرگز ضروریاتِ زمانہ کی کفیل نہیں۔ اور ترقی کی راہ میں بجائے معاون ہونے کے ایک روک ثابت ہوئی ہے" +

پادریصاحب کے ایک فوجی دوست نے ان کو لکھا "چند دن سے میرے دل میں یہ وسوسہ پیدا ہو رہا تھا۔ کہ دنیا کا خدا مرچکا ہے۔ کہ انہی دنوں میں روس کی عظیم الشان خبر موصول ہوئی" لیکن میں پوچھتا ہوں۔ کہ اس عظیم الشان انقلاب میں کلیسیا نے کونسی مدد کی تھی۔ اور ان لکھو کھا مظلوموں کی دادرسی کے لئے کلیسیا نے کونسے ذرائع اختیار کئے۔ اور میں دعوے سے کہہ سکتا ہوں کہ ان سوالوں کا جواب سوائے نفی کے اور کچھ نہیں ہو سکتا +

مندرجہ بالا اقتباس لنڈن کے ایک مشہور اخبار سے لیا گیا ہے۔ اور جن اقوال کا حوالہ دیا گیا ہے وہ ایک عیسائی انگریز پادری صاحب کے دہن سے نکلے ہوئے ہیں مجھے انکی توضیح یا تشریح کی چنداں ضرورت نہیں۔ وہ اپنے معنے خود بتا رہے ہیں۔ کئی ایک دفعہ اسلامک ریویو مجریہ ووکنگ انگلینڈ اور اس کے ترجمہ اشاعت اسلام مجریہ لاہور کے صفحوں میں یہ بات بڑے دندان شکن دلائل سے ثابت کی جا چکی ہے کہ کلیسیا کی عیسائیت ایک بازیچہ اطفال سے

زیادہ نہیں حقیقت کا تو کیا ذکر معمولی منطق اور فصاحت سے بھی بہرہ ور نہیں۔ اور
اس پر عمل کر کے کوئی انسان خلق خدا کے لئے فائدہ مند ثابت نہیں ہو سکتا۔ بلکہ یوں کہنا
چاہئے کہ الٹا نقصان ہوتا ہے۔ مذہبی نقطۂ خیال سے تو یہ تعلیم مشرکانہ ہے۔ کیونکہ ہمیں
موسیٰ کے خدائے واحد کی جگہ تین خداؤں کی پرستش کا حکم ہے۔ اور اس پر طرہ یہ کہ اس تثلیث
کو واحدانیت کے رنگ میں پیش کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ یا یوں کہئے کہ کلیسیا نے قدیم
مشرکانہ توہمات اور باطل عقاید کو ایک نئے رنگ میں پیش کر دیا ہے۔ اور حجر پرستی کے بدلے
انسان پرستی سکھائی ہے +

اخلاقی نقطۂ خیال سے بھی یہ ستم قاتل ہے۔ کیونکہ اسمیں تو ان باتوں پر ایمان لانا
مشتمل ہے۔ جس سے انسان تمام ذمہ داریوں سے بری ہو کر سارا بوجھ ایک فرد واحد کے سر لا تھوپتا
ہے۔ اس تمام دنیا کا بوجھ اٹھانیوالا ایک معصوم نبی کو خیال کیا جاتا ہے۔ نجات کی راہ
اعمال صالحہ نہیں بلکہ ایک نیکوکار انسان کے خون ناحق پر ایمان سمجھا جاتا ہے تمدن کے
لحاظ سے اگر دیکھا جائے تو بیچاری عورت کی اس قدر بیعزتی کی ہے۔ کہ اسکو شیطان کی خالہ
گناہ کی جڑ بچھو سانپ سے زیادہ قابل نفرت قرار دیا ہے۔ اور
سیاسی نظر سے دیکھا جائے تو سیزر جیسی مطلق العنانی کے سوا یہ کچھ نہیں سکھاتی +
بڑے بڑے خوفناک قتل۔ رنگارنگ کے عذاب اور ہر طرح کے دغا فریب اس مذہب
کی آڑ میں ہوئے ہیں۔ اور اپنے عروج کے دنوں میں تمام علوم کی ترقی اور ہر ایک سیاسی یا تمدنی اصلاح
کی مخالفت مذہب کلیسیا نے حد سے زیادہ کی ہے +

چند ہی دنوں کا ذکر ہے کہ جب ہمارے شہنشاہ جارج پنجم نے شراب خوری کے خلاف حکم نافذ
فرمائے تو بعض کلیسیا کے عمائدین نے صدائے احتجاج بلند کی اور کہا کہ بموجب انجیل شریف
شراب کا پینا جناب مسیح نے روا رکھا ہے تو کسی کو کیا حق ہے کہ اس کے خلاف پیروان مسیح کو
تعلیم دے۔ انگلینڈ میں بہت سے لوگ ایسے بھی ہیں جو اس جنگ کو مسیح کی تعلیم کے خلاف سمجھ کر
اسکو برا سمجھتے ہیں۔ اور ان کے خلاف کثرت سے وہ لوگ بھی ہیں جو پہاڑی والے وعظ کو
پس پشت ڈالکر خون سے ہاتھ رنگنا فخر سمجھ رہے ہیں۔ خود عیسائیوں نے مسیح کی تعلیم کا بطلان

کیا ہے۔ اور اپنے باطل عقاید سے مسیح کی بعثت کے مدعا کو بالکل مفقود کر دیا ہے۔ نادانوں نے اسکو خط بنا کر انسانوں سے دُور پھینک دیا۔ اور اتنا نہ سمجھا کہ نبیوں کے آنے کی غرض انسانوں ہی کی اصلاح ہوتی ہے۔ اور انسانوں کیلئے انسان ہی نمونہ بن سکتا ہے۔ کوئی ایک عیسائی بھی آپ ایسا نہ پائیں گے۔ جو مسیح کو خدا کا بیٹا مان کر اس کے نقش قدم پر چلنے یا اس کے نمونہ پر عمل کرنے کا خیال بھی دل میں لاتا ہو۔ اور ان کا قصور بھی کیا ہے۔ بھلا وہ انسان اور مسیح کا خدا کس طرح ایک عاجز انسان خدا کے نمونہ پر عمل کر سکتا ہے۔ ان کا خیال ہے کہ مسیح کو صرف اس واسطے پیدا کیا گیا کہ وہ صلیب پر چڑھ کر ایک بے شرمی اور لعنت کی موت مرے (بقول توریت) ان کا اعتقاد ہے کہ مسیح ابن آدم کے لئے جس کی فطرت میں گناہ کوٹ کوٹ کر بھرا ہے نمونہ بنکر ہرگز نہیں آیا۔ اور یہی وجہ ہے کہ وہ اسکی زندگی کے حالات پر کبھی غور نہیں کرتے۔ ان چار انجیلوں کے لکھنے والوں نے اتنا بھی نہ سوچا کہ ایکدوسرے کے مخالف واقعات تو نہ لکھیں۔ اور اگر اس باہمی اختلاف سے قطع نظر کر کے ہم فرداً فرداً ایک ایک انجیل کو لیں تو بھی ہمکو کسی میں بھی کوئی ایسے احکام نظر نہیں آتے جن پر چلکر انسان ایک بہتر شہری یا نفع رساں حاکم بن سکے۔ نہ ہی کوئی ایسے قابل عمل قواعد نظر آتے ہیں کہ جن پر عمل پیرا ہو کر کوئی انسان آزادی۔ زہد یا قومی ترقی حاصل کرلے۔ اسمیں شک نہیں کہ نئے عہد نامہ میں چند خوبصورت اخلاقی باتیں درج ہیں۔ لیکن یہ کوئی عجیب یا انوکھی بات نہیں جناب مسیح سے پہلے جو انبیا یا رسُول آئے۔ ان کی کتابوں میں بھی بڑے بڑے اعلےٰ اخلاق کی تعلیم موجود ہے۔ عیسائیت میں ایک بھی ایسی بات نہیں جس سے ہم یہ کہہ سکیں کہ عیسائیت جمہوریت قائم کرنا چاہتی تھی۔ کوئی ایک ہی ایسا فقرہ دکھا دو جسمیں غلاموں کو آزاد کرنے کی ترغیب دی گئی ہے۔ کوئی حکم ایسا پیش کرو جس سے انسانوں کے حقوق اور آزادی کی نگاہداشت فرض کی گئی ہو۔ بقول سینٹ پال (بانی کلیسیاء موجودہ) عورت کیا ہے۔ ایک مہلک مرض اور عورت ہو دو درجہ کی گناہگار اور سیاہکار ہے۔ اسیواسطے تو عیسائیت اسقدر ناکام رہی۔ اور اسمیں ابن مریم یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا کیا قصور۔ یہ افراط کی راہ تو ان کے بعد میں اختیار کی گئی ہے +

(الفرقان)

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۹

فہرست کتب اشاعت اسلام بک ڈپو

کتاب	قیمت	کتاب	قیمت	کتاب	قیمت
تربیت النسا	۵ر	سوانحعمری حضرت امام حسنؓ	۱ر	سوانحعمری حضرت امام حسینؓ	۳ر
انمول موتی	۸ر	انیس الوارثین	۸ر	تعلیم الصبیان	۲ر
لاڈلا بیٹا	۳ر	حوران جنت	۴ر	چڑیا پڑے کی کہانی	۳ر
ناصح مشفق	۳ر	علم کی دلوہی	۵ر	جمیلہ خاتون	۳ر
آداب لنسوان	۶ر	رسول عربی	۸ر	تاثیر صحبت	۸ر
خوش انجام	۲ر	جہاد کبیر	۲ر	اتالیق طلبا یعنی بی بی کی تمیز کی کتاب کا حل	۶ر
عربی کی چوتھی کتاب کا حل	۱۲ر	جوگی اور ناظر نظم	۲ر	جام عرفان (نظم)	۱ر
میرا خواب (نظم)	۲ر	تجلیات بیضا برابد عمرانی نظم (اقبال)	۴ر	مسلم منیر کے ولائتی لکچر حصہ اول	۱ر
صحیفہ آصفیہ	۲ر	بنگال کی دلجوئی	۱ر	کرشمۂ ادبار	۱ر
لندن میں جلسہ مولود النبی	۳ر	پیغام صلح	۱ر	لکچر اسلام در الہ آباد ..	۱ر
نکات القرآن حصہ اول	۶ر	سیرۃ النعمان	۸ر عہ	انشاء لنسوان ..	۴ر
” ” حصہ دوم	۶ر	الفاروق	۔ے ر	فیملی ڈائری	۹ر
” ” حصہ سوم	۸ر	المامون	عہ	ادیب لنسوان	۴ر
” ” حصہ چہارم	۶ر	الغزالی	عہ	انتظام خانہ داری	۴ر
جمع قرآن	۱۰ر	تائید حق	۴ر	ہنری آموزی	۴ر
حدوث مادہ	۴ر	اسرار سلیمانی مجلد ..	۴ر	کھانا پکانا	۴ر
التوحید	۱ر	طریق فلاح	۱ر	اخلاقی کہانیاں	۴ر
مادہ خانی	۱ر	مجموعۂ وظائف	۳ر	خورشید جہاں	۴ر

ایڈیٹر ادا ... اشاعت اسلام نے شائع کیا

دسمبر ۱۹۱۸ء

رجسٹرڈ ایل ۹۰۸ نمبر

وَلْتَكُن مِّنكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ

اشاعت اسلام

اُردو ترجمہ

اسلامک ریویو اسٹریری مجریہ مسجد ووکنگ (انگلستان)

زیر ادارت

خواجہ کمال الدین مبلغ اسلام

درخواستہائے خریداری بنام منیجر اشاعت اسلام

عزیز منزل - لاہور

قیمت سالانہ للعہ

ممالک غیر کیلئے عہ

شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ ۖ وَمَنْ كَانَ مَرِيضًا
أَوْ عَلَىٰ سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِنْ أَيَّامٍ أُخَرَ ۗ يُرِيدُ اللَّهُ
بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيدُ بِكُمُ الْعُسْرَ وَ
لِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ وَلِتُكَبِّرُوا اللَّهَ عَلَىٰ مَا هَدَاكُمْ
وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ۝ وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي
فَإِنِّي قَرِيبٌ ۖ أُجِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ ۖ
فَلْيَسْتَجِيبُوا لِي وَلْيُؤْمِنُوا بِي لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُونَ
أُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ إِلَىٰ نِسَائِكُمْ ۚ
هُنَّ لِبَاسٌ لَكُمْ وَأَنْتُمْ لِبَاسٌ لَهُنَّ ۗ عَلِمَ اللَّهُ
أَنَّكُمْ تَخْتَانُونَ أَنْفُسَكُمْ فَتَابَ عَلَيْكُمْ
وَعَفَا عَنْكُمْ ۖ فَالْآنَ بَاشِرُوهُنَّ وَابْتَغُوا مَا كَتَبَ
اللَّهُ لَكُمْ ۚ وَكُلُوا وَاشْرَبُوا حَتَّىٰ يَتَبَيَّنَ لَكُمُ
الْخَيْطُ الْأَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْأَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ ۖ
ثُمَّ أَتِمُّوا الصِّيَامَ إِلَى اللَّيْلِ ۚ وَلَا تُبَاشِرُوهُنَّ
وَأَنْتُمْ عَاكِفُونَ فِي الْمَسَاجِدِ ۗ تِلْكَ حُدُودُ اللَّهِ

A Fraternal Muslim Group

فہرست مضامین رسالہ اشاعت اسلام لاہور

جلد (۱۰) | بابت ماہ جمادی الاول سنہ ۱۳۴۳ھ مطابق دسمبر ۱۹۲۴ء | نمبر (۱۲)

اس ماہ کے رسالہ کے ساتھ ایک مسلم مجمع کی تصویر شائع کی جاتی ہے +

اللہ تعالیٰ کا احسان ہے۔ کہ اٹھارہ اور سعید روحیں ہماری اسلامی برادری میں شامل ہوئی ہیں۔ جناب خواجہ نذیر احمد صاحب قائمقام امام مسجد ووکنگ انگلستان تازہ ڈاک میں اطلاع دیتے ہیں۔ کہ ذیل کے انگریز مرد و خواتین نے مسلم مشن ووکنگ انگلستان کے ذریعہ اسلام قبول کیا :-

نمبر شمار	اصل نام	اسلامی نام
(۱)	مسٹر لوئیس این وائیٹ	عزیزہ بیگم
(۲)	مس ویٹ	عائشہ بیگم
(۳)	ایچ میکگڈ	حمید
(۴)	رچرڈ۔ ڈبلیو جارج	رشید
(۵)	مسز این	زینب
(۶)	مس الیتھر	فاطمہ
(۷)	مس الزبتھ	غلام سرور بیگم
(۸)	ماسٹر آسکر	محمد عبداللہ

نمبر شمار	اصل نام	اسلامی نام
(۹)	ماسٹر ارنسٹ	محمد دین
(۱۰)	سیٹا سفیڈ بروِن	عبد الباری
(۱۱)	ایل - بی - ٹی - سولڈس	عبد اللطیف
(۱۲)	مسٹر پال باٹیکل ہیوک	عبد الحمید
(۱۳)	مس ڈولی فالکنبرج	فاطمہ
(۱۴)	مس ریڈتھ لوہرٹ	حمیدہ
۱۵	مسٹر عما نوئیل اے کھاپٹو	عبد اللہ
(۱۶)	مسٹر ٹی - ای - وی ٹرنر	ابراہیم
(۱۷)	مس مارجری الیف مینگ	حسینہ بیگم
(۱۸)	جان مینفیلڈ سمتھ	جلال الدین

اس ماہ کے رسالہ کے ساتھ اشاعت اسلام کی دسویں جلد ختم ہوتی ہے۔ جن احباب کا چندہ دسمبر سنہ ۱۹۲۴ء میں ختم ہوتا ہے۔ ان احباب کی خدمت میں التماس ہے کہ از راہ کرم اپنا سالانہ چندہ مبلغ للعہ ہیشگی بذریعہ منی آرڈر ۳۱ دسمبر سنہ ۱۹۲۴ء سے پہلے پہلے بنام مینجر صاحب رسالہ اشاعت اسلام عزیز منزل - لاہور ارسال فرمائیں۔ لیکن جن احباب کا چندہ ۳۱ دسمبر سنہ ۱۹۲۴ء تک دفتر ہذا میں نہ پہنچا۔ ان کی خدمت میں جنوری سنہ ۱۹۲۵ء کا نمبر وی - پی ارسال ہوگا +

امید ہے۔ کہ احباب کرام رسالہ کی اہمیت کو مد نظر رکھ کر تعمیل ارشاد سے ممنون فرمائینگے۔ احباب کی خدمت میں التماس ہے۔ کہ وی - پی طلب کرنے کی بجائے سالانہ چندہ بذریعہ منی آرڈر اگر روانہ فرمائیں تو اسمیں طرفین کی سہولت ہوگی۔ کم از کم ۱۴ر کی بچت ہوگی۔ اور نیز منی آرڈر کوپن پر اپنا خریداری نمبر ضرور تحریر فرما کر مشکور فرمائیں +

جن احباب نے رسالہ اشاعت اسلام کی توسیع اشاعت میں حصہ لیا ہے ان کا شکریہ ادا کیا جاتا ہے۔ تمام بہی خواہان رسالہ سے ہماری فرداً فرداً درخواست ہے۔ کہ سال ۱۹۲۵ء کیلئے ایک ایک جدید خریدار اپنے حلقۂ اثر میں سے پیدا فرما کر ہمیں مطلع فرمائیں +

ہمارا جنوری ۱۹۲۵ء کا نمبر لندن کی مذہبی کانفرنس کی روئداد پر مشتمل ہوگا۔ جو گذشتہ ستمبر ۱۹۲۴ء کو لندن میں منعقد ہوئی۔ اور اس کے علاوہ حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مبلغ اسلام کے اس مضمون کا اردو ترجمہ ہدیۂ ناظرین کرام ہوگا۔ جو صاحب موصوف کی طرف سے کانفرنس مذکور میں پڑھا گیا +

خدا کا احسان ہے کہ جن اسلامی باتوں کو اہل یورپ آج تک نفرت کی نگاہوں سے دیکھتے رہے ہیں۔ آج انہی کو صدیوں کے تلخ تجربہ کے بعد عزت کی نگاہوں سے دیکھنے لگے ہیں۔ جس سے دین فطرت کی صداقت پر مہر لگتی ہے۔ اور اسلام کی حقانیت ظاہر ہوتی ہے +

پردہ جو مدتوں اہل یورپ کی نگاہ میں قابل نفرت رہا۔ آج قضاء قدر نے اس معاملہ میں ان کا نقطۂ نگاہ تبدیل کر دیا۔ اور یورپین نگاہیں بے پردگی کے بد نتائج کو محسوس کرنے لگی ہیں۔ اور اسلامی پردہ عزت کی نگاہ سے دیکھا جانے لگا ہے۔ چنانچہ لندن کے ایک وسیع الاشاعت اخبار "ڈیلی مرر" کا نامہ نگار یوں رقمطراز ہے کہ:-

"اسلام کم از کم اپنی عورتوں کا وقار قائم کرنا چاہتا ہے۔ اور انہیں بازاروں میں نیم برہنہ پھرنے کی اجازت نہیں دیتا۔ جیسا کہ مسیحی ممالک کا طریق ہے۔ اسلامی حکومت میں کوئی بے وقر آوارہ گرد عورتیں نہیں" +

ان باتوں سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ اہل یورپ کا موجودہ تمدن آہستہ آہستہ لوگوں کو اسلام کی طرف کھینچ لائیگا۔ جوں جوں اس تمدن کی قباحتیں اُنکی نظر میں آتی جاوینگی۔ اسلامی مسائل کی حقیقت و صداقت ان پر واضح ہوتی جائیگی +

حضرت نبی کریم صلعم کا یوم ولادت برٹش مسلم سوسائٹی کے زیر اہتمام جسکے صدر جناب لارڈ ہیڈلے بالقابہم ہیں۔ حضرت نبی کریم صلعم کا یوم ولادت مورخہ ۱۱۔ اکتوبر سنہ ۱۹۲۴ء بروز ہفتہ سٹواٹ رسٹارنٹ۔ اولڈ بونڈ سٹریٹ لندن ڈبلیو نمبر ۲ میں بڑے تزک و احتشام سے منایا گیا جسمیں ڈیڑھ اور دو صد کے تک مسلمانان لندن شامل تھے۔ اور اس پر رونق تقریب کی کامیابی کا سہرا سوسائٹی مذکورہ کے سر پر ہے۔ جس نے تمام گذشتہ سال سرگرمی و تندہی سے کام کرکے لوگوں میں گہری دلچسپی پیدا کر دی۔ جناب لارڈ صاحب موصوف اور مسٹر لوگرو اس سوسائٹی کے سکرٹری نے مذہبی حلقہ میں ایک حیرت انگیز بیداری پیدا کر دی ہے۔ جس سے امید ہے۔ کہ انگلستان کے ذی اثر مذہبی طبقہ میں سوسائٹی مذکورہ مستحکم طور پر اپنا قدم جمائیگی۔ اس تقریب کی روئیداد گو مختصر لیکن نہایت ہی موثر ہے۔ مسجد ووکنگ کے مفتی جناب عبد المجید صاحب عرب نے چند قرآنی آیات تلاوت کیں۔ اور اس کے بعد جناب لارڈ ہیڈلے بالقابہم نے دُعا کی جو آیندہ نمبر میں ہدیہ ناظرین ہوگی۔ اس کے بعد جناب حافظ غلام سرور صاحب نے نہایت ہی مؤثر پیرایہ میں لیکچر دیا۔ جو سامعین نے ہمہ تن گوش ہو کر سُنا۔ جو انشاء اللہ کسی آیندہ کی اشاعت میں پیش کیا جاویگا۔ گو اس سال اس سعید تقریب پر اس قدر مجمع نہ تھا۔ جسقدر کہ گذشتہ سال تھا۔ اور جسکی بہت سی وجوہات ہیں۔ جسمیں سے ایک موسم کی ناخوشگواری بھی۔ لیکن پھر بھی یہ اجتماع حاضرین میں سے ان غیر مسلمین کے دل پر اسلام کی سچی اخوت دکھ جسمیں رنگ۔ قوم و ملت کی کوئی بھی تمیز نہیں ا دلنشین کرنے میں

گذشتہ تمام تقریبوں سے زیادہ کامیاب رہا +

کانفرنس مذاہب انگلستان میں

حضرت خواجہ کمال الدین صاحب کا لیکچر

مارننگ پوسٹ کی رائے

ویمبلے کی نمائش کے سلسلہ میں جو عظیم الشان مذہبی کانفرنس انگلستان میں گذشتہ ستمبر کے آخری عشرہ میں منعقد ہوئی تھی۔ اسمیں حضرت خواجہ کمال الدین صاحب کا ایک لیکچر اسلام کے بنیادی اصولوں پر پڑھا گیا۔ حضرت خواجہ صاحب چونکہ بذات خود کانفرنس میں موجود نہ تھے۔ اسلئے آپ کی طرف سے مسٹر یوسف علی سابق آئی۔ سی۔ ایس نے اس لیکچر کو پڑھ کر سنایا۔ اس لیکچر پر انگلستان کے مشہور اخبار "مارننگ پوسٹ" نے جو رائے ظاہر کی ہے۔ وہ ذیل میں ہدیۂ قارئین کرام ہے:-

اسلامی تصویر

اس پرچہ میں مذہب کے متعلق اسلامی تصویر کو بیان کیا گیا۔ اور یہ بتایا گیا کہ قرآن کریم نے قلب انسانی کی تمام الجھنوں کو دُور کردیا ہے۔ اور ایک ایسا ضابطہ بتا دیا ہے جس پر عمل پیرا ہونا گویا فطرت انسانی کو کام میں لانا ہے۔ عبادت کے چند طریقوں کو مانتے ہوئے اس حقیقت نفس الامری پر زور دیا کہ اللہ تعالیٰ کا جاہ و جلال انسان کے رُوحانی عروج سے ظاہر ہوتا ہے +

اس پرچہ کے اندر ضابطہ کی نیکی اور عملی نیکی میں فرق کیا گیا۔ ایمان باللہ اور شفقت علی خلق اللہ کو مذہب کی ضروری شرائط میں سے قرار دیا گیا۔ اور یہ بتایا گیا کہ انسان اس دنیا میں ایک پاکیزہ اور شفاف فطرت اور لامحدود استعدادیں لے کر آیا ہے۔ وہ اس زمین پر خلیفۃ اللہ کی حیثیت رکھتا ہے۔ اور یہی اس کا نصب العین ہے۔ قرآن کریم انسان کو حیوانیت سے

اٹھا کر روحانیت کی بلند منازل پر فائز المرام کرنے کیلئے آیا ہے +

اسلام کا کام شروع سے آخر تک یہی ہے۔ کہ انسان کو اوپر اٹھایا جائے وہ ہر کام پر اقتدار رکھتا اور ہر شعبۂ زندگی پر روشنی ڈالتا ہے۔ اسلام کے پانچ ارکان یہ ہیں:۔

(۱) کلمہ شہادت یعنے توحید الٰہی اور رسالت نبوی پر ایمان
(۲) نماز
(۳) روزہ
(۴) زکوٰۃ
(۵) حج

مذہب اسلام کی پیروی سے عفت۔ دیانتداری۔ حلیمی۔ نرمی۔ معافی۔ نیکی۔ بہادری۔ سچائی۔ صبر۔ ہمدردی اور مہربانی جیسی اخلاقی صفات پیدا ہوتی ہیں +

اسلام نے عورت و مرد کی مساوات سے اول الذکر کی حیثیت کو بلند کر دیا ہے وہ فرماتا ہے۔ کہ عورتوں کا تعلق مردوں سے ایسا ہی ہے۔ جیسے دو توام بھائی۔ سب سے زیادہ قیمتی چیز ایک نیک عورت ہے۔ خدا تمہیں حکم دیتا ہے۔ کہ عورتوں کے ساتھ نیک سلوک کرو۔ کیونکہ وہ تمہاری بیٹیاں اور تمہاری پھوپھیاں ہیں۔ صنف نسوان کے حقوق بہت مقدس حقوق ہیں۔ قرآن نے یہ بھی فرمایا ہے۔ کہ اخلاقی اور روحانی ترقی کے اعتبار سے عورت اور مرد یکساں استعدادوں کے مالک ہیں۔ اور یکساں نتائج کے مستحق۔ خانگی اخلاق کے متعلق قرآن کریم کا ارشاد ہے۔ کہ کامل ترین مسلمان وہ ہے جو اپنے خاندان میں سب سے زیادہ پسندیدہ ہو۔ تم میں سب سے بہتر وہ ہے۔ جو اپنی بیوی کے ساتھ سب سے زیادہ نیک سلوک کرتا ہے۔ وہ چیز جسکو اللہ تعالیٰ پسند نہیں کرتا طلاق ہے۔ ایک مسلمان کے لئے واجب نہیں کہ اپنی بیوی کو مارے۔ اگر وہ اسکی کسی بری خصلت سے ناراض ہے۔ تو اسکی اچھی خصلت کا خیال کر کے خوش ہونا چاہئے +

اشاعت اسلام۔ آخری فقرات میں عورتوں کے متعلق جسقدر احکام نقل کئے گئے ہیں وہ دراصل آنحضرت صلعم کے ارشادات ہیں۔ قرآن کریم کی طرف "مارننگ پوسٹ" نے غلطی سے منسوب کئے ہیں اگرچہ قرآن کریم کے بر خلاف نہیں بلکہ قرآن ہی کے احکام کی تشریح و توضیح ہے +

گوشوارہ آمد خرچ بابت ماہ اکتوبر سنہ ۱۹۲۴ء دفتر ووکنگ مسلم مشن در ہندوستان

تفصیل آمد	نمبر نقشہ	رقم آمد ہندوستان پائی	آنہ	روپیہ	تفصیل خرچ	نمبر نقشہ	رقم خرچ ہندوستان پائی	آنہ	روپیہ
امداد مشن	نقشہ ۱	۰	۸	۳۲۴	خرچ مشن	نقشہ ۳	×	×	×
قیمت رسالہ اسلامک ریویو	نقشہ ۲	-	۸	۴۸۳	خرچ اسلامک ریویو	نقشہ ۴	×	×	×
میزان		۰	۰	۸۰۸					

× نوٹ۔ تنخواہ عملہ و اخراجات سائر بابت اکتوبر سنہ ۱۹۲۴ء اگلے ماہ نومبر سنہ ۱۹۲۴ء کے گوشوارہ میں دکھائے جائینگے چونکہ بجٹ پاس نہیں ہوا۔ اسلئے یہ توم خزانہ مشن سے برآمد نہیں ہوسکیں۔ سکرٹری

دستخط۔ ڈاکٹر غلام محمد آنریری فنانشل سکرٹری ووکنگ مسلم مشن ۔عزیز منزل لاہور

نقشہ ۱ تفصیل آمد مشن در ہندوستان بابت ماہ اکتوبر سنہ ۱۹۲۴ء

اسمائے معطی صاحبان	پائی	آنہ	روپیہ	اسمائے معطی صاحبان	پائی	آنہ	روپیہ
امداد مشن۔ جناب بابو منہاج الدین صاحب بھٹنڈا	۰	-	۵	امداد مشن جناب بابو محمد ابراہیم صاحب بھوانی	۰	۰	۲
" " کالا خان صاحب رسالدار	۰	۰	۲	" " میاں محمد خان صاحب اوکاڑہ	۰	۰	۲۰
" " سید فردوس شاہ صاحب کیمل پور	۰	۰	۲	" " حکیم اجمل خان صاحب دہلی	۰	۰	۵
" " سید صغیر حسن صاحب نینی تال	۰	۰	۴	" " امیر حسن صاحب کاکوری	۰	۰	۱
" جنابہ فاطمہ بی بی صاحبہ لاہور	۰	۰	۱	" جناب حافظ علی صاحب شاہ نور	۰	۰	۲۰۰
" جناب نواب فصاحت یار جنگ صاحب حیدرآباد دکن	۰	۰	۱۵	" جناب حاجی مراد علی صاحب ہیلی پولو	۰	۰	۲
" " معلوم الاسم	۰	۰	۱	" اسد اللہ خان صاحب راجمندری	۰	۰	۲
" " عباد اللہ خان صاحب پرابر	-	-	۱۲	" جناب ڈاکٹر شیخ محمد یوسف قلات	۰	۰	۱
" " فضل کریم صاحب ابازئی پشاور	۰	-	۳	" ایس شیخ محمد صاحب راجمندری	۰	۰	۱۰
" " ڈاکٹر ایم اے صوفی صاحب کلکتہ	-	۰	۱۰	" ایم تاج الدین صاحب کالی کرچی	-	-	۵
" " شیخ ہدایت اللہ صاحب پشاور	۰	۰	۷	کل میزان	۰	۸	۳۲۴
" " قاضی احمد جان صاحب پشاور	۰	۰	۷				
" " فضل الدین صاحب چینت پور	۰	۰	۵				
" " عبدالمعبود صاحب	۰	۰	۱				
" " سید سرشت حسین صاحب میسور	۰	۰	۱				

نقشہ ۲ تفصیل آمد اسلامک ریویو در ہندوستان بابت ماہ اکتوبر سنہ ۱۹۲۴ء

تفصیل	پائی	آنہ	روپیہ
جناب سید مقبول احمد صاحب الہ آباد مفت تقسیم رسالہ		۰	۵
" ڈاکٹر ایم۔ اے صوفی صاحب کلکتہ	۰	۰	۱۰
قیمت اسلامک ریویو	-	۸	۴۶۸
	-	۸	۴۸۳

صہ۔ ان کے کل عہ روپے وصول ہوئے اٹھارہ روپے غلطی سے اس ماہ رہ گئے۔ آیندہ ماہ کے حساب میں شامل میزان ہونگے +

سکرٹری

اسلام کی خوبیاں

مسلم ایسوسی ایشن کینڈ کے زیر اہتمام مسٹر ایم سُبرامینیا آئر ایف ٹی ایس نے مورخہ یکم جون ۱۹۳۴ء کو ایسوسی ایشن ہال میں "اسلام کی خوبیوں" کے موضوع پر ایک لیکچر دیا۔ دوران لیکچر میں اپنے بیان کی تائید میں آپ نے بہت سے حوالجات قرآن مجید سے دیئے۔

مسٹر سعید اے ماری کر بیرسٹر ایٹ لاء زینت افزائے کرسئی صدر تھے آپ نے لیکچرار موصوف کا حاضرین سے تعارف کراتے ہوئے کہا کہ "آپ کو مختلف مذاہب پر عبور ہے۔ اور آپ تھیوسوفیکل سوسائٹی کے ایک فرد ہیں جسکا مقصد دنیا میں ایک عالمگیر اخوت کا قائم کرنا ہے"۔

اس کے بعد لیکچرار ممدوح الصدر نے اپنی تقریر ان الفاظ سے شروع کی کہ مذاہب عالم میں اسلام کس مقام پر کھڑا ہے۔ اس امر پر کما حقہٗ غور نہیں کیا گیا مقام تاسف ہے۔ کہ اکثر لوگوں نے اسلام کا مطالعہ نہیں کیا اور اس وجہ سے وہ اس امر کو سمجھنے سے قاصر ہیں۔ کہ اسلام حکمت الہیہ کا سرچشمہ ہے حضرت محمد (صلعم) ہمیشہ فرمایا کرتے تھے کہ مذہب محض ایک ہی ہے۔ اور وہ "اسلام ہے لیکن اسلام کے معنے آپ کے نزدیک محض یہی تھے کہ احکام و رضائے الٰہی کے سامنے اپنے سر کو جھکا دینا یا کلیتہً اپنے آپ کو خدا کے سپرد کر دینا"۔ اور آپ ان تمام متقدسین کو جو آپ سے پہلے دنیا میں آئے اسلام کے پیرو کار مانتے تھے "خدا کی رضا کے سامنے سر جھکا دینا" ہر ایک متبع مذہب کے لئے ایک فرض تسلیم کیا گیا ہے۔ اور حضرت نبی کریم صلعم نے انہی وسیع معنوں میں لفظ "اسلام" استعمال فرمایا ہے۔ ان معنوں میں ہر ایک سچا مذہب "اسلام" ہے۔ اور ہر ایک ایسا شخص جو آستانۂ الٰہی پر اپنے آپ کو گرا دیتا ہے

وہ حقیقی معنوں میں اسلام کا متبع ہے۔ انبیاء میں کوئی فرق اور امتیاز نہیں ہے لا نفرق بین احد من رسلہ۔ لیکن اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ کہ ایک مہتم بالشان امر میں اسلام دوسرے مذاہب سے فرق خصوصی رکھتا ہے۔ اسکے بانی حضرت نبی کریمؐ اس زمانہ میں مبعوث ہوئے تھے جسکو تاریخی زمانہ کہا جاتا ہے آپ کی زندگی پر تاریکی کے پردہ کا ایک شائبہ بھی نہیں۔ حالانکہ دوسرے بڑے بڑے مصلحین عالم کے حالاتِ زندگی پر ایک گہرا پردہ تاریکی کا پڑا ہوا ہے خدا کا یہ پیغمبر ۵۷۰ء میں مکّہ کے قبیلۂ قریش میں تولد ہوا۔ باپ کا سایہ پیدا ہونے سے پیشتر ہی اُٹھ چکا تھا۔ والدہ بھی ایام بچپن میں ہی داغ مفارقت دے گئی + آپ نے ایک ایسے ملک اور ایسی سرزمین میں ایام زندگی بسر کیئے جس کی تاریخ اور حالات سے ہر کس و ناکس واقف ہے +

لیکچرار نے بیان کیا۔ کہ اسلام کی حقیقت معلوم کرنے کیلئے حضرت نبی کریمؐ کے حالات زندگی کا مطالعہ کرنا چاہیئے۔ جس سے معلوم ہو سکیگا۔ کہ آپ کس قدر بے تکلف۔ سادہ۔ شجاع اور نجیب و شریف واقع ہوئے تھے جس زمانہ میں آپؐ پیدا ہوئے۔ اور جن حالات کے نیچے سے آپؐ کو گذرنا پڑا۔ وہ کچھ کم مشکلات سے پر نہیں تھے۔ اور جن لوگوں سے آپ کو واسطہ پڑا۔ وہ توہم و باطل پرستی کی تاریک گہرائیوں میں گرے ہوئے تھے پچیس سال کی عمر میں آپؐ کے قبیلہ کی ایک عورت خدیجہ نامی جو عمر میں آپؐ سے بہت بڑی تھی۔ اور جس کے لئے آپؐ تجارت کرتے تھے۔ آپؐ کے حسن اخلاق جز ورسی۔ آپؐ کی وفاداری۔ آپؐ کی پاک و صاف زندگی اور حسن معاملہ سے اس قدر متاثر ہوئی۔ کہ اس نے آپؐ سے شادی کر لی۔ دونوں اس خیر و خوبی سے زندگی بسر کرتے تھے۔ کہ تمام دنیا کیلئے بطور نظیر پیش کی جا سکتی ہے۔ آپؐ کے ہموطن بھی آپکو الامین کے خطاب سے پکارتے تھے کیونکہ آپ کو کبھی وعدہ شکنی کا مرتکب نہیں پایا گیا تھا۔ اور کیونکہ آپؐ نہایت شرافت پسند واقع ہوئے تھے۔ اور ہمدردی اور خیر خواہی مخلوق کے جذبات

آپ کے سینہ میں موجزن تھے حضور کی قبل از بعثت زندگی پر تبصرہ کرتے ہوئے علامہ مقدمے بیان کیا۔ کہ یہ آپ پر بہت مصائب و آلام کا زمانہ تھا۔ یہ سخت رنج و غم سے پُر تھا۔ بالآخر یہی رنج و غم آپ کو صحرا کی طرف اور پہاڑوں کی کھوہوں میں کھینچ کر لیجاتا ہے۔ جہاں آپ تن تنہا ۱۵ سال کے ایک لمبے عرصہ تک خاموشی کے ساتھ غور و فکر میں مصروف رہتے ہیں۔ خدائے واحد کے حضور دعائیں کرتے ہیں۔ گویا آپ اس عظیم الشان کام کیلئے جو آپ کی ذات سے وابستہ تھا تیار ہو رہے ہیں۔ اس زمانہ میں سخت سے سخت شکوک اور سوالات آپ کے دل سے اُٹھتے ہیں۔ اور بالآخر تاریکی چھٹتی اور روشنی نمودار ہوتی ہے۔ اور آپ کو یہ پیغام دیا جاتا ہے۔ کہ "اُٹھ۔ تُو خدا کا رسُول ہے"۔ فرشتہ کہتا ہے کہ پڑھو! آپ جواب دیتے ہیں۔ کہ میں کیا پڑھوں؟ فرشتہ خدا کی وحدانیت۔ ملائکہ کی حقیقت۔ خلقِ عالم اور خلقِ انسان کے متعلق ذکر کرتا ہے۔ اور جس کام کے لئے آپ کو پیدا کیا گیا تھا۔ اور جس مقصد کی تکمیل آپ کے ذمے تھی۔ فرشتہ اس کی تلقین کرتا ہے۔ آپ فی الفور ایک گھبراہٹ کی حالت میں گھر واپس تشریف لاتے ہیں۔ اور اپنی بیوی سے مخاطب ہو کر فرماتے ہیں۔ کہ "آہ! میں کیا کرونگا؟ میں کون ہوں۔ اور میں کیا ہوں"؟ وفادار بیوی نہایت شفقت اور دلی اطمینان سے یُوں جواب دیتی ہے۔ کہ ہرگز نہیں! (تو ضائع نہیں ہوگا) کیونکہ تو سچا اور راستباز ہے۔ تو وعدہ خلافی نہیں کرتا۔ لوگ تیرے چال و چلن سے واقف ہیں۔ خدا اپنے وفادار بندوں سے دھوکا نہیں کرتا۔ جو آواز آپ کو آئی ہے۔ اور جس امر کی طرف آپ کو بُلایا گیا ہے۔ آپ اس پر کاربند ہو جائیں۔ آپ پر سب سے پہلے ایمان لانیوالی آپ کی زوجہ محترمہ نے آپ کے بشیری دل کو وہ اطمینان دیا جس کی اس وقت سخت ضرورت تھی۔ کیونکہ آپ خائف تھے۔ کہ اسقدر عظیم الشان کام سے عہدہ برآ ہوتا

سخت ذمہ واری کا کام ہے۔ اب آپ وہ پہلے محمدؐ نہیں تھے بلکہ اب آپ خدا کے رسول تھے۔ کہ عرب جیسے ملک کو جہاں کوئی قانون کے نام سے واقف بھی نہ تھا۔ ایک منظم سلطنت اور ایک بڑی طاقت بنا دیا آپ کے متبعین نے علوم و فنون کی شمع سے تمام یورپ کو منور کر دیا اور اور وہ عظیم الشان سلطنتوں کے بانی مبانی ہوئے۔ وہ آپ پر دل و جان سے ایسے مہربان تھے۔ کہ جس کی نظیر نظر نہیں آتی۔ دنیا میں مختلف اعتقادات اور مختلف مذاہب پائے جاتے ہیں۔ لیکن جس خلاص گرمجوشی اور تعشق سے حضرت محمدؐ صلعم کی تعلیم کردہ معتقدات کو تسلیم کیا جاتا ہے۔ وہ کہیں دوسری جگہ ڈھونڈے سے نہیں ملتا ایک مسلم خواہ لوگ اسکو کس قدر استہزاء کا نشانہ بنائیں نماز میں دوزا نو ہوتا اپنے لئے باعث شرم خیال نہیں کرتا۔ قوی ایمان نے موت کے تمام خطرات کو اس کے دل سے محو کر دیا تھا۔ افریقہ کے رہنے والے درویش توپوں کی باڑ کے سامنے بے تحاشا دوڑتے جاتے ہیں۔ اور ابھی دشمن پر وار کرنے نہیں پاتے۔ کہ ان کی صفوں کی صفیں لقمۂ اجل بن جاتی ہیں۔ لیکن وہ موت سے ذرا نہیں ڈرتے۔ اور ایسی خوشی خوشی مرنا قبول کرتے ہیں۔ کہ جس طرح کوئی شخص اپنی شادی پر خوش ہوتا ہے۔ یہ سب اس تعشق اور محبت کا نتیجہ تھا۔ جو انکو اپنے مذہب اسلام اور اپنے پیارے نبی صلعم سے تھی۔ جوں جوں آپ کے متبعین کی تعداد میں اضافہ ہوتا گیا۔ دشمنوں کی اذیت رسانیاں بھی ساتھ ساتھ بڑھتی گئیں۔ سخت سے سخت جسمانی تکالیف انکو دی گئیں اور نا قابل برداشت طریقوں سے انکو موت کا شکار بنایا گیا۔ ان کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے گئے۔ ان کے زندہ جسموں میں میخیں گاڑی گئیں۔ عرب جیسے ملک کی دھوپ کی طرف انکے منہ کر کے

جلتی ریت پر اُن کو لٹایا گیا۔ اور ان کے سینوں پر بھاری بھاری پتھر رکھے گئے۔ اُن سے کہا گیا۔ کہ محمدؐ اور اُس کے خُدا کے خیال سے باز آجاؤ لیکن اُن کے ایمان کی قوت کا اُن کے الفاظ سے پتہ لگتا ہے۔ کہ ہرگز نہیں! ہمارا ایمان یہی ہے۔ اور یہی رہیگا۔ کہ اللہ کے سوا اور کوئی معبود نہیں۔ اور محمدؐ اس کا رسُول ہے۔ یہ ظالم ایک شخص کی بوٹی بوٹی کاٹ ڈالتے ہیں۔ اور پھر پوچھتے ہیں۔ کہ کیا وہ پسند نہیں کرتا کہ محمدؐ اُس کی بجائے یہاں ہو اور وہ گھر پر آرام سے بیٹھے"۔ وہ باایمان انسان جواب دیتا ہے۔ کہ "مجھے ایک لمحہ کے لئے بھی گوارا نہیں کہ میں اپنے گھر میں اپنی بیوی بچّوں کے پاس ہوں۔ اور محمدؐ رسُول اللہ کو ایک کانٹا بھی چبھے"۔ محمدؐ (صلعم) ایک اُمّی انسان تھے۔ اور وہ اپنے آپ کو اُمّی رسُول ہی پکارتے تھے۔ آپؐ کے پیروؤں اور تمام دُنیا کے لئے قرآن مجید ایک زندہ معجزہ ہے۔ جو آپؐ کے فرستادۂ ربّ العالمین ہونے کی ایک زبردست دلیل ہے۔ کیونکہ وہ ایک بینظیر فصیح و بلیغ عربی زبان میں ہے۔ آپؐ نے "سچائی" یا "راستبازی" کو ایک بہت بڑی اہمیت دی ہے۔ آپؐ کا قول ہے۔ کہ کوئی شخص سچا یا راستباز نہیں ہوسکتا۔ جب تک کہ وہ اپنے خیالات۔ قول اور فعل میں سچّا نہ ہو۔ لیکچرار نے بعد ازاں بیان کیا کہ اسلام کے برخلاف یہ الزام لگایا جاتا ہے۔ کہ یہ (۱) بربریّت پسند ہے (۲) عورتوں کے حقوق واجبی کا احترام نہیں کرتا (۳) علوم و فنون اور علمی ترقیات کا مخالف ہے۔ لیکن ان الزامات کی تائید حضرت پیغمبر صاحب کی تعلیمات اور اُن خدمات سے جو اسلام نے تمام دنیا کی کیں نہیں ہوتی۔ ہاں اسلام کے متعلق یہ کہا جاسکتا ہے۔ کہ فی زمانہ وہ اعلےٰ عُلوم و فنون اور علمی سرگرمیوں کا علمبردار نہیں ہے۔ لیکن یہ اسلام کی تعلیمات کا نتیجہ

نہیں ہے۔ بلکہ اسلامیوں کی غفلت شعاری اور سہل انگاری کا باعث ہے۔ اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ کہ دوسرے مذاہب کی طرح اسلام بھی بدنام ہوا۔ کیونکہ اسلام کے پیرووں میں سے اسلام کی حقیقی اور اصلی روح اٹھ گئی تھی۔ یہ سچ ہے۔ کہ پیغمبر صاحب نے فرمایا ہے کہ "کفار سے مقابلہ کرو"۔ لیکن آپ کے نزدیک لفظ "کافر" کے معنے اس شخص کے ہیں۔ جو راستبازی کے رستوں پر گامزن نہ ہو۔ ہاں اگر یہ حکم ہے۔ تو یہ حکم بھی موجود ہے۔ کہ کفار سے مقابلہ کرو۔ جبکہ وہ تم پر حملہ کریں۔ یا تم کو فرائض مذہبی سے روکیں"۔ مسلمان فقیہوں کا یہ مسلمہ فیصلہ ہے۔ کہ جب ایک مطلق اور ایک شرطی حکم ہو۔ تو مطلق حکم بھی شرطی حکم کے تحت میں آئیگا۔ اور پیغمبر صاحب نے بھی یہی فرمایا ہے۔ کہ اگر کفار مسلمانوں کی اذیت سے باز آجائیں۔ تو ان پر ان کے گذشتہ اعمال کا کوئی مواخذہ نہیں۔ قرآن مجید میں حکم ہے کہ ادعوا الی سبیل ربك بالحکمۃ والموعظۃ الحسنۃ۔ وجادلھم بالتی ھی احسن الخ یعنے لوگوں کو خدا کے رستہ کی طرف دانائی اور نصیحت کے ساتھ بلاؤ۔ اور ان کے ساتھ ایک احسن اور پسندیدہ طریقہ سے مجادلہ کرو۔ کیونکہ خدا بہتر جانتا ہے۔ کہ کون اس کے رستہ سے بھٹکے ہوئے ہیں۔ اور کون راہ راست پر گامزن ہیں"۔ دین میں جبر یا سختی روا نہیں۔ اگر وہ اسلام قبول کریں وہ یقیناً راہ راست پر ہیں۔ اور اگر وہ اعراض کریں۔ تو بے شک تیرے ذمہ (اے محمد) محض ان کو تبلیغ کر دینا ہے۔ علاوہ ازیں حسب ہدایت حضرت پیغمبر صاحب مناظرات میں بھی سختی اور شدت نہیں ہونی چاہئے۔ الغرض قرآن مجید میں جبر کی کوئی تعلیم نہیں۔

اسلام نے عورت کی کیا حیثیت بتائی ہے؟ اور اس کو کس سلوک کا

مستحق قرار دیا ہے۔ اس کے متعلق ایک نہایت عام اعتراض یہ کیا جاتا ہے۔ کہ اسلام کی رُو سے عورت کی رُوح نہیں "۔ یہ اعتراض نفساً اور قطعاً غلط ہے۔ قرآن مجید نے مرد اور عورت دونوں کے لئے یکساں مغفرت اور اجر کا وعدہ فرمایا ہے۔ معاملات مذہب میں ان دونوں کی ایک ہی حیثیت قائم کی ہے۔ پھر دوسرا الزام اسلام کے خلاف یہ لگایا جاتا ہے۔ کہ اس نے کثرت الازدواجی کی اجازت دی ہے۔ ہاں یہ درست ہے۔ مگر اسلام جس قوم کو معراج ترقی پر پہنچانا چاہتا تھا۔ اس کے اندر عفت کا نام بھی نہ تھا۔ ان حالات میں محض ایک شادی کا حکم دینا بے سُود تھا۔ اس کی اصلاح ایک تدریجی رنگ میں ہو سکتی تھی۔ زیرک اور دور اندیش پیغمبر صاحب نے کثرت ازدواجی کی اجازت تو دی لیکن اس پر خاص خاص پابندیاں عاید کر دیں۔ اور اسکو خاص خاص شرائط سے مشروط کر دیا۔ ہندوستان کے اندر نبی کریم کی یہ تعلیم اُنہی نتائج کی منتج ہو رہی ہے۔ یعنے کثرت ازدواجی بتدریجاً مفقود ہوتی جاتی ہے۔ اور تعلیم یافتہ مسلمانوں میں اس کا عملدرآمد غائب ہو رہا ہے +

تمام مہذب ممالک میں ایک ہی عورت اور ایک ہی مرد کے درمیان صحیح صحیح تعلقات ازدواجی قائم کرنے پر زور تو بہت دیا جاتا ہے۔ لیکن عملی طور پر کچھ بھی نہیں ہوتا۔ بیشک ایک ہی نکاح کے اصول کو علمی طور پر صحیح سمجھنا چاہئے۔ لیکن جہاں ایک منکوحہ بیوی ہو۔ اور علاوہ ازیں کئی خفیہ ناجائز تعلقات ہوں۔ وہاں ایک نکاح پر عمل کہاں رہتا ہے۔ قطع نظر اس کے مسلم عورتیں ازرُوئے قانون شریعت بہت عمدہ سلوک کی حقدار ہیں۔ شریعت ان کے مال و متاع کی بہت حفاظت کرتی ہے۔ مسلمان ممالک کے اندر عورتوں نے بطور حکمران اور مُدبّر ہونے کے بہت کچھ کارنمایاں کئے ہیں +

اسلام کی علم دوستی کی کیفیت سُن لیجئے ۔ اگرچہ خود پیغمبر صاحب پڑھے لکھے نہیں تھے ۔ تاہم آپ نے علم کو ضروریات انسانی کی صف اولین میں جگہ دی ہے ۔ آپ نے اپنے پیروؤں کو تحصیل علم کی تاکید فرمائی ہے اور فرمایا ہے ۔ کہ ”طالبعلم کی روشنائی شہیدوں کے خون سے زیادہ گراں بہا ہے“ یہ قول اس قابل ہے ۔ کہ مسلمان لوگ اپنے قائم کردہ مدارس کے در و دیوار پر سُنہری حروف میں لکھ کر لگا دیں ۔ حضرت علیؓ نے جو حضرت پیغمبر صاحب کے پیارے داماد تھے ۔ علم کی ایک نہایت پسندیدہ تعریف بیان کی ہے ۔ فرماتے ہیں ۔ کہ علم کی حقیقی رُوح دل کا روشن کرنا ہے صداقت اس کا بڑا مقصد ہے ۔ الہام اس کا رہنما ہے ۔ عقل اسکی تعلیم کرنے والی ہے خدا اس کا مُلہم ہے ۔ اور انسان کے الفاظ اسکو زبان سے بولنے والے ۔ یہ تھے وہ بلند خیالات علم کے متعلق جن سے ترکوں کی علم وحکمت اور موروں کے علوم وفنون فیضیاب ہوئے ۔ اب اگر اسلام علمی رنگ میں رُو بہ ترقی نہ ہو اور مسلمان علمی فضیلت کے میدان میں دوسروں سے پیچھے ہوں تو خود مذہب اس کا ذمّہ وار نہیں ۔ بلکہ اس جمود کے کچھ اور ہی اسباب ہونگے یہ اسلام ہی تھا جس نے عرب اور مصر اور بغداد کے کالجوں میں عبساؤنکے اندر از سر نو علمی رُوح پھُونکدی ۔ مسلمانوں نے فلسفہ میں انتھک جد و جہد سے کام لیا ۔ اور مور سلطنت کے قیام پر انہوں نے سائنس (علوم طبعیات) کو حد کمال تک پہنچایا ۔ انہوں نے دار العلوم اور یونیورسٹیاں قائم کیں ۔ پوپ سلوسٹر ثانی اپنی جوانی کے دنوں میں کارڈووا یونیورسٹی میں ایک طالبعلم تھا ۔ جہاں اس نے جیومیٹری اور الجبرا کے مبادیات کی تحصیل کی ۔ موروں نے الجبرا کے اندر دوسرے درجہ کی مساوات (Quadratic) اور پھر (Binomial Theoreem) ایجاد کیا علم مخروطات میں انہوں نے (Sine) اور (Cosine) دریافت کئے ۔ دودین

علم Trignometry

ایجاد کی علم النجوم کو سیکھا۔ زمین کا حجم معلوم کیا۔ ایک نئے علم تعمیر کی بنیاد ڈالی۔ ایک جدید علم موسیقی کی طرح رکھی۔ فلاحت وزراعت علمی رنگ میں لوگوں کو سکھائی۔ اور صنعتوں اور کاریگروں کو معراج کمال کے انتہائی نکتہ پر پہنچا دیا۔ اسلام کی ان تمام حرکات سے فقط یورپ ہی بہرہ اندوز نہیں ہوا۔ بلکہ مغلوں کے زمانہ میں ہندوستان نے بھی ایک شاندار علم تعمیر سیکھا۔ اسلام کی ابتدائی صدیوں میں مسلمات سائنس کا زبان سے اظہار انسان کی زندگی اور آزادی کو معرض خطرہ میں ڈال دیتا تھا۔ موروں کو سپین سے بیدردی کے ساتھ نکال دینے سے اس جدوجہد کا خاتمہ ہو گیا۔ اور جو سپین کے زوال کے اسباب میں سے ایک سبب تھا۔ ان ابتدائی صدیوں میں اندر اسلام میں ایسے ایسے باکمال حکماء اور فلاسفر پیدا ہوئے ہیں کہ موجودہ گیتی ان کی نظیر سے عاجز تھی۔ حضرت علیؓ اور آپ کے شاگردوں کی تعلیمات نے صوفیانہ غوامض و نکات کا دریا بہا دیا۔ ان حالات کے معلوم ہونے کے بعد کسی شخص کو حق حاصل نہیں۔ کہ وہ اسلام کے خلاف یہ الزام لگائے۔ کہ اس نے علوم وفنون کو آغوش حمایت میں نہیں لیا +

اخیر پر قابل لیکچرار نے بیان کیا۔ کہ میں نے حاضرین کے سامنے ان باتوں کا اعادہ کر دیا ہے۔ جنہیں ان میں سے اکثر مجھ سے بھی زیادہ جانتے ہونگے۔ لیکن میرا مقصد کچھ اَور ہے۔ اور وہ تمام مسلمانوں۔ ہندوؤں۔ عیسائیوں اور بدھ مذہب والوں کو ایک ہی سلک میں منسلک کرنا ہے۔ کیونکہ سیلون کبھی ایک قومی ملک نہیں کہلا سکتا جب تک کہ تمام ایکدوسرے کے خیالات حالات سے واقف نہ ہوں۔ پھر لیکچرار نے یہ نصیحت کی۔ کہ تمام لوگوں کو مذہبی مخالفت ترک کر کے بھائی بھائی بن جانا چاہئے۔ پھر آپ نے کہا۔ کہ مسلمان دوسروں کو گبر ہندو ملیچھ اور عیسائی کافر اور بدھ ملحد کہنا چھوڑ دیں۔ یہ وقت ہے۔ کہ ہم ایکدوسرے کے مذہب کی عزت کرنا اپنا شعار بنائیں۔ ایک مذہب

چھوڑ کر دوسرے مذہب کے قبول کرنے کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ ہر ایک مذہب آفتاب صداقت کی ایک شعاع ہے۔ اگر ہم یقینی طور پر یہ سمجھ لیں۔ کہ ہم سب نے ایک ہی گھر میں جانا ہے۔ جہاں سے ہم آئے ہیں۔ تو ہم اس سرزمین کے اندر جہاں ہم ایکدوسرے کے ساتھ پہلو بہ پہلو آباد ہیں قرار اور اطمینان سے زندگی بسر کر سکتے ہیں کسی شخص سے یہ مطالبہ نہیں کیا جاتا۔ کہ وہ ان امور یا اعتقادات کو چھوڑ دے جنکو وہ عزیز سمجھتا ہے۔ لیکن ہر ایک شخص کو محض اپنا عقیدہ ہی عزیز نہیں ہونا چاہئے۔ بلکہ اسکو اسبات کا خیال رکھنا چاہئے۔ کہ اپنے ہمسایہ کا عقیدہ بھی اس کو ایسا ہی عزیز ہے۔ جیسا کہ اسکو خود اپنا + اگر یہ سچ ہے کہ سب نے خدا کی طرف جانا ہے۔ اور اگر یہ سچ ہے کہ سب کے سب سوائے خدائے ذوالجلال کے فنا ہو جانے والے ہیں۔ تو بجائے اسکے کہ ہم باہم گردست و گریبان رہیں ہمیں ایکدوسرے سے کچھ سیکھنا چاہئے اور بجائے اسکے کہ ہم نفرت اور حقارت کو کام میں لائیں ہمیں ایکدوسرے سے محبت اور الفت کا سلوک کرنا چاہئے۔ خدا محض ایک ہی ہے۔ خواہ ہم اس کو کسی نام سے پکاریں۔ وہ ایک ہی رہیگا۔ ہم سب ایک ہی باپ کے بچے ہیں۔ اور کچھ ہی ہو۔ اس دار ناپائدار میں جبکہ ہم سب اپنے اصل گھر جانے کے لئے پا بہ رکاب بیٹھے ہیں ہمیں باہمی جنگ و جدل کا بازار گرم کرنے کی کچھ ضرورت نہیں ہے +

آئی۔ ایم۔ یوسف

زندہ مذاہب کی کانفرنس

مذہب پر ایک فیصلہ کُن بات

(از قلم حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مبلغ اسلام امام مسجد ووکنگ)

کانفرنس مذاہب میں ملک کے تمام زندہ مذاہب کے نمائندوں سے استدعا کی گئی ہے۔ کہ وہ اپنے اپنے مذہب کے متعلق اظہار خیالات کریں۔ لیکن میرے نزدیک آجکل کی تحقیقات کی روشنی میں یہ تمام کارروائی بے سروپا اور بیقاعدہ ہے +

کتب مقدسہ تقریباً تمام مذاہب اپنی اپنی آسمانی کتب سے روشنی لیتے ہیں۔ اور انہی کی تعلیمات سے اپنے معتقدات اخذ کرتے ہیں۔ اور چونکہ وہ ان کو خدا کی طرف سے نازل شدہ مانتے ہیں۔ انہی کے آگے سر طاعت خم کرتے ہیں۔ لیکن زمانہ کی ہوا بدل چکی ہے علمی تحقیقات نے ان تمام کتب کو پایۂ ثقاہت سے گرا دیا ہے۔ صداقت کی کسوٹی پر پر وہ پوری نہیں اُتریں۔ ہمارا یہ بیان اس قدر مبنی بر صداقت اور صحیح ہے۔ کہ خود ان کتابوں کے ماننے والے بھی اس سے انکار نہیں کر سکتے ہم بلا خوف تردید کہتے ہیں۔ کہ قرآن حکیم اس کلیہ اور اس عالمگیر فتوے سے مستثنےٰ ہے۔ اور یہ استثنےٰ محض اسی کتاب کے لئے مخصوص ہے۔ لوگوں کی تحریف اور زمانہ کی دستبرد کا جابرانہ ہاتھ اس پر نہیں پڑ سکا۔ اس کی اصلی پاکیزگی اب تک بعینہٖ قائم ہے۔ اور یہ بغیر ایک حرکت یا سکون کے تغیر کے بعینہٖ اسی طرح ہمارے ہاتھوں میں پہنچا ہے۔ جس طرح بوقت نزول عربوں کے ہاتھ میں پہنچایا گیا تھا +

اصول مذہب میں تباین

تقریباً ہر ایک مذہب اپنے تعلیمی اصول میں اختلاف رکھتا ہے

اگرچہ تمام مذاہب ایک ہی چشمہ سے سیراب ہونیکے مدعی ہیں۔ ہریک شخص یہی دعوے کرتا ہے۔ کہ اس کے اصول مذہب منجانب اللہ ہیں۔ اور ایسا دعویٰ کرنے میں وہ حق بجانب بھی ہے۔ لیکن وہ اپنے معتقدات خصوصی کو ایک ایسی کتاب سے اخذ کرتا ہے۔ جو خود اسکے اپنے فیصلہ اور جوزمانہ حال کی تحقیقات کی رُو سے مشتبہ ثابت ہوئی ہے۔ تو پھر وہ معتقدات کیونکر پاک صاف اور خطا سے بری تسلیم کئے جاسکتے ہیں۔ اور ایسی کتاب اپنے پیروؤنکے دلوں کے اندر کیا وقعت رکھ سکتی ہے۔ اور اس کے بیان کردہ معتقدات کیا اثر پیدا کر سکتے ہیں۔ علم دلیل ایک فیصلہ کن اور صحیح فیصلہ کی طرف رہنمائی کرنیوالی چیز ہے۔ لیکن بعض لوگ کہتے ہیں۔ کہ دلیل کا مذہب میں کیا دخل؟ میں کہتا ہوں۔ کہ اگر مذہب کسی ایسے شخص کی ساطت سے اسکو ملا ہے۔ جس پر اس کو ہر طرح کا یقین اور ایمان ہے تو بیشک انسان کو اختیار ہے۔ کہ اسکو بغیر کسی دلیل معقول کے بلا چون و چرا تسلیم کرلے۔ لیکن اگر اس شخص کے معتقدات اور اصول ایک ایسی کتاب سے اخذ کئے گئے ہیں۔ کہ جسکی اصلیت مشتبہ اور جن کا بیان مشکوک ہو تو اس کے سامنے وہ کب سر تسلیم خم کرسکتا ہے؟ ہمارے عیسائی دوستوں کو لازم ہے۔ کہ وہ اس مسئلہ پر بالخصوص زیادہ گہری توجہ مبذول فرمائیں۔ وہ بڑی خوشی سے ان باتوں پر ایمان رکھیں جو حضرت یسوع مسیح کے اقوال و افعال سے ثابت شدہ ہیں۔ لیکن اگر ان کی کتابیں مسلمہ طور پر لوگوں کے دماغ کا اختراع ہیں۔ اور کسی حالت میں انسانی آمیزش سے پاک نہیں ہے۔ تو پھر وہ کب قابل تسلیم یقین کی جاسکتی ہیں۔ واقعات الم نشرح ہیں۔ اور وہ صرف ایک ہی لازمی

نتیجہ کی رہنمائی کرتے ہیں۔ ہر ایک عیسائی کو چاہئیے۔ کہ وہ حضرت مسیح کی پیروی کرنے اور ان کی تعلیمات پر ایمان رکھے لیکن وہ کتابیں جنمیں یہ تعلیم پائی جاتی ہے اپنی صحت کے ثبوت سے بالکل عاری اور عاجز ہیں۔ اور اسلئے جو کچھ نتیجہ برآمد ہوسکتا ہے۔ وہ ناظرین کرام پر پوشیدہ نہیں +

سینٹ پال کا یسوع اور انجیلوں کا یسوع اسمیں کلام نہیں کہ یہ دونوں الگ الگ شخصیتیں ہیں۔ ان میں بُعد المشرقین پایا جاتا ہے۔ معہذا سینٹ پال جن امور میں اپنے اُستاد یسوع سے اختلاف رکھتا ہے۔ ان میں وہ سند نہیں تسلیم کیا جاسکتا۔ اور اسی اصول کی بنا پر ٹالسٹائی نے سینٹ پال کے پیش کردہ معتقدات کو ناقابل قبول گردانا ہے لیکن اگر یہ فرض کرلیا جائے۔ کہ سینٹ پال کی طرف منسوب شدہ لٹریچر خود مجروح اور اس کو پال موصوف کی طرف نسبت دینا خلاف واقعات ہے۔ اور اس کی حقیقت محض اس قدر ہے۔ کہ لوگوں کو نیکی کی طرف ترغیب و تحریص دلانے کے لئے وضع کرلیا گیا ہے۔ اور اسی غرض کے لئے تمام مقدسین سابقہ بھی اس پر کاربند رہے ہیں۔ تو پھر اس قسم کے لٹریچر پر کسی مذہبی عقیدہ کی بُنیاد کب رکھی جاسکتی ہے

دیگر غیر اسلامی مقدس کتب دوسری غیر اسلامی مقدس کتابوں کی بھی وہی کیفیت نظر آتی ہے۔ جو عہد نامۂ جدید کی ہے۔ عہد نامۂ عتیق کی دوسری کتب مقدسہ قدیم پارسیوں کی ژند واستا۔ کنفیوشس کی کتب۔ بُدھ مذہب کی تین پٹاریاں یہ سب کی سب کتابیں مُسلمہ طور پر مجروح اور پایۂ ثقاہت سے گری ہوئی ہیں۔ اور نہایت عجب امر یہ ہے۔ کہ ان کتابوں کے ماننے والوں میں سے اکثر حصہ ان لوگوں کا ہے۔ جو خود ان کتابوں کی نسبت

یہی رائے رکھتے ہیں۔ جو ہم نے بیان کی ہے۔ ان حالات کے ماتحت سمجھ میں نہیں آتا۔ کہ یہ لوگ کس دل و دماغ کے انسان ہیں۔ ایک طرف تو وہ ان کتابوں کے غیر صحیح ہونے کے خود مقر ہیں۔ اور دوسری طرف یہ کیفیت ہے۔ کہ پلیٹ فارم پر کھڑے ہو کر انہی کتابوں کا پرچار کرتے ہیں +

موجودہ مذاہب میں سب سے زیادہ عجیب و غریب ہندو مت ہے یہ ایک ایسا مذہب ہے۔ کہ آج تک کوئی اسکی صحیح صحیح تعریف بھی بیان نہیں کر سکا۔ اور نہ ہی اسکی کوئی مابہ الامتیاز حدود ہی قائم کر سکا ہے۔ لاکھوں بلکہ اس سے بھی زیادہ تو اسکے اندر فرقے اور ہر فرقے کے اندر فرقے موجود ہیں۔ اور پھر لطف یہ کہ ان میں سے کسی کے اندر کوئی امر مشترک نہیں پایا جاتا۔ اگر ایک خوبصورت استعارہ استعمال کیا جائے تو یوں کہہ سکتے ہیں۔ کہ ہندو مت ایک بحر بیکران ہے۔ جس کے چاروں طرف ہزار ہا دریا نالے اور ندیاں ہیں۔ جو اس سے نکلکر تمام کی تمام الگ الگ اور مختلف سمتوں میں بہتی ہیں۔ غرضیکہ یہ ایک ایسا مذہب ہے کہ جس کی نسبت یہ کہنا بیجا نہ ہوگا۔ کہ ع

یہ ہے وہ لفظ کہ شرمندۂ معنی نہ ہؤا

اس مذہب کے بیشمار مختلف فرقوں میں سے ایک فرقہ بھی متحد الخیال اور متحد العقیدہ اور متحد الاصول نظر نہیں آتا۔ اور بنیادی عقائد میں کسی فرقہ کے اندر کوئی امر مشترک نہیں پایا جاتا۔ خواہ ایک شخص خدا کی ہستی کا منکر ہو یا مقر۔ الہام الٰہی کا ماننے والا ہو یا نہ ماننے والا۔ خواہ ایک شخص گوسالہ پرست ہو یا اس کا گوشت کھانیوالا۔ خواہ ایک شخص ایسا صاحب اخلاق ہو۔ جیسا کہ ایک ویشنو ہندو۔ اور خواہ اسقدر اخلاق پایہ سے گرا ہؤا جیسا کہ ایک شکتک یا وام مارگی۔ خواہ ایک شخص

موحد ہو یا مشرک - خواہ تناسخ کا قائل ہو یا نہ ہو - الغرض کوئی کچھ مانے یا نہ مانتے - اگر وہ ہندو الاصل ہے - تو اسکو دوسرے ہندو ہندو ہی تسلیم کرتے ہیں - خواہ عقاید کی رُو سے ان میں بعد المشرقین ہی کیوں نہ ہو ۔

ہندوؤں کا ایک جدید فرقہ ایک سیاسی گروہ

ہندو مذہب نے تھوڑے عرصہ سے ایک نئی ہیئت اختیار کی ہے - اور ایک نیا پہلو بدلا ہے - اس فرقہ کا مبداء قدیم آرین لٹریچر نہیں بلکہ سیاسیات ہیں - اور اسکے ڈھانچہ میں قومیت کے کیل کانٹے ہیں - عیسائیوں مسلمانوں اور تمام ان مذاہب کے لوگوں سے متحد ہو کر جن کا جنم بھون ہندوستان نہیں - ایک خیالی ہوم رُول کا حصول اس کے اصول اساسی میں سے ہے - پُرانے ہندو مذہب کے مختلف فرقے ایکدوسرے سے سخت مخالفت رکھتے ہیں - قدیم سناتن دھرمی اور جدید آریہ سماجی جو ہندوؤں کے مخصوص فرقے ہیں - ایکدوسرے کے سخت مخالف اور معاند ہیں - لیکن یہ سماراجی بزرگ اس قسم کے تمام تلخ تفرقوں کو نظرانداز کرتے ہیں اور وہ ان تمام اختلافات کو جو ہندوؤں میں پائے جاتے ہیں بکفلم مٹا ہوا دیکھنا چاہتے ہیں - بُدھ مت اور جین مت ہندو مذہب کے فرقے نہیں ہیں - بلکہ وہ مسلمہ طور پر دو الگ الگ فرقے ہیں - کیا اپنے اور کیا بیگانے سب انکو الگ مذہب ہی مانتے ہیں - وہ اصول اساسی میں ہندو مت سے بالکل مختلف ہیں - ہاں ان دونوں مذہبوں اور ہندو دھرم میں اس قدر اشتراک ضرور ہے - کہ ان تینوں مذہبوں کی جنم بھومی خاک ہندوستان ہی ہے - لیکن اتحاد کے لیئے محض اسی قدر اشتراک کو ہی کافی سمجھ لیا گیا ہے - اور اپنی اغراض کی تکمیل

کیلئے یہ جدید فرقہ ایک ایسے مذہب کو اپنے آغوش شفقت میں لینے کیلئے طیار ہے +

یہ امر قابل غور ہے۔ کہ غیر مذاہب کے لوگونکو اپنے مذہب میں شامل کرنا یہ ایک ایسی بات ہے۔ جس سے ہندو دھرم نا آشنا محض رہا ہے لیکن ہندو راج کے خواب دیکھنے والوں نے محض سیاسی ضروریات کی بناء پر نہ صرف اسکو جائز ہی خیال ہے۔ بلکہ عملی طور پر وہ اس پر کاربند بھی ہوگئے ہیں۔ حالانکہ ان کا یہ طرز عمل ان کی قدیم کتب مقدسہ اور بزرگان مذہب کے طریق کار کے بالکل مخالف اور متضاد ہے لیکن ان سوار اجیوں کا بڑا مقصد یہ ہے۔ کہ ہندوؤں کی تعداد میں اضافہ کیا جائے۔ اور اس طرح سے انکی طاقت کو زیادہ مضبوط بنایا جائے اسلئے خواہ کچھ ہو اسکو وہ اپنے لئے ضروری خیال کرتے ہیں۔ شدھی کے متعلق عجیب امر یہ ہے۔ کہ نئے داخل ہونیوالے کو اختیار ہے۔ کہ وہ جس عقیدہ کو چاہے قبول کرے لیکن یہ ضروری ہے۔ کہ اس کا یہ عقیدہ ہندوستان کی حدود سے باہر کا نہ ہو۔ بلکہ اس کا جنم بھوم ہند ہی ہو مثلاً یہ سماج جو حال ہی میں معرض وجود میں آیا ہے۔ شدھی کے معاملہ میں سب سے بڑھ چڑھ کر حصہ لے رہا ہے۔ اب تک اس فرقہ کے لوگ دنیا جہاں کے ہر ایک مذہب کو بُرا بھلا کہنے میں اپنی عزت اور فخر سمجھتے تھے۔ بلکہ ہندوؤں کے دوسرے فرقے بھی ان کی نکتہ چینی سے نہیں بچ سکتے تھے۔ وہ اپنے مذہبی لٹریچر میں جو سب وستم سے پر ہوتا تھا۔ اپنے ہندو بھائیوں اور غیر ہندوؤں سب پر یکساں طور پر حملہ کرتے تھے۔ وہ انبیاء اور ہادیان مذاہب پر الزام لگاتے اور ان کی سخت توہین کرتے تھے۔ وہ گوارا نہیں کرتے تھے

کہ ہندوستان کے کسی گوشہ میں بھی کوئی غیر مذہب کا شخص نظر آئے۔ اور نہ

دلی خواہش یہی تھی۔ کہ ہندوستان کی سرزمین تمام بیرونی تخم ہو نما شاک سے پاک و صاف ہو جائے۔ در حقیقت وہ شروع سے ہی مذہب کے جبین میں ایک سیاسی گروہ تھا۔ لیکن ان کی یہ اصل حقیقت نفس الامری کی پردہ پوشی عکرتی تھی آخر کار ان کی موجودہ سرگرمیوں نے تمام واقعات اور حقیقت حال کو منکشف کر دیا۔ گذشتہ دو سال سے وہ غیر اقوام کو اپنے مذہب میں شامل کرنے کے لئے معرکہ آرائیاں کر رہے ہیں۔ اس عمل کو وہ شدھی کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔ انہوں نے اپنے طریق کار کو ایک نیا لباس پہنایا ہے آج سے کچھ عرصہ پہلے وہ تمام فرقوں کو سخت حقارت سے دیکھتے تھے۔ لیکن آج یہ کیفیت ہے۔ کہ ان کے گروہ میں داخل ہونیوالا خواہ کسی عقیدہ کا ماننے والا ہو۔ اور اس کے معتقدات کچھ ہی ہوں۔ وہ ان میں داخل ہوتے ہی ہندو مذہب کا ماننے والا کہلائیگا۔ سناتن دھرم جو ہندوؤں کا ایک نہایت قدیمی فرقہ ہے۔ اور جو آریہ سماج کا اس کے جنم دن سے سخت معاند رہا ہے وہ بھی آریوں کے ساتھ شدھی کی تحریک میں ان کا ہاتھ بٹانے کے لئے طیار نظر آتا ہے۔ اسمیں شک نہیں کہ موجودہ سیاسی اغراض نے تمام فرقوں کو مٹا دیا ہے۔ اور عداوت کو مبدل بہ محبت کر دیا ہے۔ سناتنیوں کا وہ اصول کہ وہ غیر کو اپنے مذہب میں شامل نہیں کر سکتے اب یکقلم فراموش کر دیا گیا ہے جب کوئی آریہ سماجی سناتن دھرم کے فرقہ میں جانا چاہتا ہے۔ تو مقدم الذکر فرقہ اسکو بڑی خوشی سے موخر الذکر فرقہ میں جانے کی اجازت دیدیتا ہے۔ اس جگہ یہ بیان کر دینا خالی از دلچسپی نہ ہوگا۔ کہ سناتنی اصنام پرست [illegible] آریہ سماجی موحد ہونے کے مدعی ہیں۔ اور بت شکنی اور صنم [illegible] کو اپنے لئے مایہ ناز سمجھتے ہیں۔ اور یہی امر ان دونوں کی باہمی مخالفت اور دشمنی کا موجب رہا ہے۔ لیکن آج حالات دگرگوں ہو چکے ہیں۔ مذہب کو سیاست کے ذبح پر قربان کر دیا گیا ہے۔ گو آج تک سماجیوں کی تمام کوشش یہ رہی

یہ صورت بھی رہی ہے لیکن آج اگر کوئی سماجی کسی غیر ہندو کو ہندو بنانے میں کامیاب ہو جاتا ہے تو وہ اسکو بڑی خوشی سے بت پرستوں کی جماعت میں شامل ہونے کی اجازت دیتا ہے۔ اسکی وجہ ظاہر ہے۔ ہندوؤں کی بار سوخ جماعت ملک کے اندر بت پرستوں کی ہے۔ اور یہ جماعت سیاسیات میں نہایت گہری دلچسپی لیتی ہے۔ لہٰذا اس تمام جد و جہد کی اصل غرض محض سیاسی مفاد یا بالفاظ دیگر ہندوؤں کی تعداد میں اضافہ کرنا اور اس طاقت کو سیاسی اغراض کا آلہ کار بنانا ہے +

ہندوستان میں اچھوت اقوام

ہندوستان میں بعض ادنےٰ درجہ کی اقوام بستی ہیں جن کو اچھوت کہا جاتا ہے۔ ان کی تعداد لاکھوں ہی ہے۔ وہ اس ملک کے قدیم اور اصل باشندے ہیں۔ قدیم زمانہ میں موجودہ ہندوؤں نے انکو پہاڑی علاقوں میں دھکیل دیا تھا۔ اور ان بدبختوں میں سے جو لوگ میدانی علاقوں میں رہ گئے۔ وہ حملہ آوروں کے محکوم بن کر ان کی ادنےٰ درجہ کی خدمات پر لگ گئے۔ فاتحین نے ان کو پیس ڈالنے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا۔ وہ ان سے اس قدر حقارت اور نفرت رکھتے تھے کہ ان سے محض چھو جانے سے ہی ایک معمولی ہندو بھرشٹ ہو جاتا تھا۔ اعلےٰ پایہ کے ہندو کا تو ذکر ہی کیا ہے۔ وہ ان کے سایہ سے بھاگنا ضروری سمجھتا تھا۔ یہ امر بھی ایک سیاسی ضرورت پر مبنی تھا۔ مذہب سے اس کا کچھ تعلق نہ تھا +

عیسائی مشن ہندوستان میں اور اچھوت اقوام

یہ ایک حقیقت ہے کہ باہر سے آنے والے عیسائی مشن مشرق میں بالکل ناکامیاب ثابت ہوئے ہیں۔ اور ان کی ناکامیابی ضروری بھی تھی۔ وہ انجیل جیسی کتاب کو جو ان کی اپنی نظر وں میں بھی

پایۂ ثقاہت سے گری ہوئی ہے دوسری اقوام کے اندر کیونکر مقبول ہوسکتے ہیں۔ ہندوستان میں بھی علیٰ ہذا القیاس عیسائی مشنوں کو ناکامیابی ہی نصیب ہوئی ہے۔ لیکن یہاں ان کی تبلیغی جد و جہد کا رجحان اچھوت اقوام کی طرف ہی رہا ہے۔ اور جو تھوڑی سی کامیابی انکو حاصل ہوئی ہے۔ وہ انہی قوموں کے اندر ہوئی ہے۔ اور انہی کی دیکھا دیکھی ہندوؤں کے اس جدید گروہ نے اچھوت اقوام کو اپنے اندر شامل کرنے کیلئے ہاتھ پاؤں مارنے شروع کئے ہیں۔ اور ان تمام کو وہ اپنے اندر یکلخت جذب کرنا چاہتے ہیں۔ کسی مذہبی غرض کی بناء پر نہیں بلکہ محض اپنی تعداد بڑھانے کے لئے ❖

شدھی کا عجیب و غریب طریقہ آریہ سماجی فرقہ تبلیغ کے کام میں اپنے عیسائی ہمسروں سے کوئے سبقت لے گیا ہے۔ عیسائی مشنری جب میدان تبلیغ میں جاتے ہیں۔ تو علاوہ انجیل کے آلات موسیقی بھی اپنے ہمراہ لاتے ہیں۔ انکے گیت اور راگ رنگ سے لوگ ان کے گرد جمع ہو جاتے ہیں دیہاتی لوگوں کو انجیل کی تبلیغ کی نسبت راگ رنگ زیادہ مرغوب ہے مشنریوں کے ملائم الفاظ۔ اس کے دلفریب اطوار اور اچھوتوں کے ساتھ اس کا ہاتھ ملانا ان پر جادو کا اثر ڈالتا ہے۔ اصل حقیقت کا تو وہ گنوار لوگ ادراک ہی نہیں کر سکتے۔ عاقبت کا چنداں خیال ہی نہیں ہوتا۔ دنیا کے مفاد مالی اور معاشرتی بہبودی کا لالچ اُن کو عیسائیت قبول کرنے پر مائل کر دیتا ہے۔ برعکس اس کے سماجیوں نے شدھی کا ایک زیادہ سہل اور سادہ طریقہ اختیار کیا ہے۔ کیونکہ وہ اپنے ہموطنوں کی خو و خصلت سے عیسائیوں کی بہ نسبت زیادہ واقف ہوتے ہیں۔ وہ ایک ہندو گاؤں میں چلے جاتے ہیں۔ اور اچھوتوں کو ایک جگہ پر جمع

کہ لیتے ہیں۔ پھر آریہ مبلغ ان سے اس طرح مخاطب ہوتا ہے۔
دیکھو بھائیو! لوگوں کی نظروں میں تم کس قدر حقیر اور ذلیل ہو۔ تم
ہندوستانیوں کی برادری سے خارج سمجھے جاتے ہو۔ معاشرتی اور تمدنی
مفاد سے تم محروم ہو۔ اور لوگوں کا کسی قسم کا میل جول تم سے نہیں
یہ وہ باتیں ہیں جن کو عیسائی لوگ محسوس نہیں کرتے۔ جس حقارت اور
نفرت سے ان اچھوتوں کو دیکھا جاتا ہے۔ وہ ان کو اُن کی مفلسی سے
زیادہ تکلیف دہ ہوتی ہے۔ سماجی مبلغ ان سے وعدہ کرتا ہے۔ کہ وہ
اس حقارت کو مٹا دیگا۔ اور ان کی یہ تکلیف رفع کر دیگا۔ ہندو لوگ
عموماً اکٹھے ملکر کھانا نہیں کھاتے۔ اتحاد فے الطعام کے قائل نہیں
ان کا مذہب انکو اجازت نہیں دیتا۔ کہ وہ اچھوت کی حاضری میں کھانا
بھی کھائیں۔ کیونکہ محض اچھوت کا سایہ بھی کھانے کو بھرشٹ کر دیگا
اچھوت کیلئے واقعی یہ بات بہت عجیب و غریب معلوم ہوتی ہے۔ وہ
دیکھتا ہے۔ کہ سماجی اس کو اپنے ساتھ ایک ہی مقام پر کھڑا ہونے کی دعوت
دیتا ہے۔ اور اس کو اپنا حقّہ پینے کیلئے دیدیتا ہے۔ یہ ایک ایسی بین
تبدیلی وہ محسوس کرتا ہے۔ جس کا اچھوت کے دل و دماغ میں خیال بھی
نہیں آسکتا تھا۔ اس کے ساتھ کچھ نہ کچھ مالی امداد کا وعدہ بھی دیا جاتا
ہے۔ یہ ہے کیفیت شُدھی کی۔ اور اس کے کار پرداز وہ لوگ ہوتے
ہیں۔ جو اپنے آپ کو مذہبی مبلغ کہتے ہیں +

اس قسم کے واقعات ان واقعات کی یاد کو تازہ کرتے ہیں جو کئی
صدیوں پیشتر ہندوستان کے جنوبی مشرق حصص میں معرض ظہور میں
آئے۔ عیسائیت کے زمانہ وسطےٰ میں کچھ پرتگیز مشنری ہندوستان میں
آئے۔ اور جہاں آجکل بلحاظ مدراس واقعہ ہے۔ وہ وہاں وارد ہوئے
قدیم ہندوؤں کا یہ خیال تھا کہ اگر کسی غیر ہندو کا چھوا ہوا پانی کسی ہندو پر

پڑ جائے۔ تو اس کی ذات بھرشٹ ہو جاتی ہے۔ اور اس کے کفارہ میں اس کو بہت سا روپیہ اور تاوان دینا پڑتا ہے۔ نئے (یہ تگیز) مشنری کو کسی نہ کسی طرح سے اس حقیقت کا علم ہو گیا۔ اور ایک موقع مناسب دیکھ کر جب کچھ غریب ہندو ایک دریا میں نہا رہے تھے۔ وہ بھی اس میں کود پڑا۔ اور ہندوؤں پر کچھ پانی کے چھینٹے پھینک دیئے۔ اس طرح سے وہ لوگ اپنے ہندو بھائیوں کی برادری سے خارج ہو گئے۔ اور چونکہ وہ غریب تھے۔ اور تاوان کے گرانقدر اخراجات کے متحمل نہیں ہو سکتے تھے۔ ان کو اس کے سوائے کوئی اور چارہ نظر نہ آیا۔ کہ وہ مشنری کے مذہب میں داخل ہو جائیں۔ یہ پرانے زمانہ کی بات ہے اور اس وقت کی جہالت اس قسم کی کارروائی کے لئے مفید و موزوں ہو سکتی تھی۔ اب ہم تہذیب و تمدن کے زمانہ میں ہیں۔ لیکن دُنیا پُرانی قسم کے لوگوں سے اب بھی خالی نہیں۔ اور تاریخ اپنے آپ کو دُہراتی رہتی ہے +

مذہب کا انحطاط

جیسا کہ ہم اُوپر بیان کر چکے ہیں۔ کہ درحقیقت یہ مذہبی احساس نہیں جو ہندو مبلغین کو برخلاف ان کی کتب مُقدسہ کے اشاعت مذہب کیلئے برانگیختہ کر رہا ہے۔ بلکہ اسکی وجوہ سیاسی ہیں۔ اور ایکدن وہ بھی آنیوالا ہے۔ جبکہ مذہبی احساس کا نام و نشان بھی مفقود ہو جائیگا مذہب کی جگہ مادیت لے لیگی۔ جو فی زمانناً لوگوں کے دلوں پر اسقدر مستولی نظر آتی ہے۔ ہندوستان آجکل انہی تجارب میں سے ہو کر گذر رہا ہے جنمیں سے مغرب گذشتہ چند صدیوں میں گذر چکا ہے۔ وہاں اشاعتِ مذہب کی نسبت منبر سیاسی اور قومی مسائل کے لئے زیادہ استعمال ہوتا رہا ہے۔ پریسٹ (پادری) بجائے لوگوں کے مذہبی ہادی ہونے کے

سیاسی عقدوں کے حل کرنے میں زیادہ منہمک اور مصروف نظر آتا تھا۔ گذشتہ صدی تک ہندو دھرم محض چند ایک رسوم کا نام تھا جنمیں بت پرستی لازمی تھی۔ اور ایسا ہونا کچھ تعجب کی بات ہے۔ کیونکہ ان کی مذہبی لٹریچر کا زیادہ حصہ اسی قسم کی تعلیم پر مشتمل ہے! ور وید میں جو ہندو کی الہامی کتابیں بیان کی جاتی ہیں۔ ان کی زبان مردہ ہونے کی وجہ سے وہ فہم انسانی سے باہر ہیں۔ اور یہی وجہ ہے۔ کہ ان کے مطالب اور تفاسیر میں ایک نہیں بلکہ سینکڑوں اختلافات پائے جاتے ہیں۔ ہندوؤں کے کوئی دو فرقے بھی اب تک ویدوں کے ایک ترجمہ پر متفق اور متحد نہیں ہوئے۔ لیکن جیسا کہ میں پہلے ظاہر کر چکا ہوں ہندوؤں کی موجودہ سرگرمی اشاعت مذہب کے باب میں بغض اور ہی وجوہات پر مبنی ہے اور وہ مذہب جو پہلے ہی چند ایک ظاہری رسوم پر مشتمل تھا۔ اب سیاسی قومیت میں تبدیل ہو چکا ہے۔ اور اسکی دلی خواہش ہے کہ تمام غیر ہندو عناصر کو ملک سے باہر نکال پھینکے +

دنیا کا آئندہ مذہب "اسلام"

قومی تنگ تعصب آج لوگوں کو اسلام کے جھنڈے تلے آنے سے روک رہا ہے لیکن ہمیں شک نہیں کہ اسلام کی تعلیمات ہر ایک مذہب میں فتح نمایاں حاصل کر رہی ہیں۔ اور اس کے اصول کے سامنے سب گردنیں خم ہو رہی ہیں۔ حضرت پیغمبر علیہ السلام کی بعثت کے زمانہ میں خدائے بزرگ کی توحید دنیا سے مفقود ہو چکی تھی تمام دنیا بدترین قسم کے شرک میں مبتلا تھی۔ ہندوستان میں بھی اصنام پرستی کا دور دورہ تھا۔ لیکن آج یہ کیفیت ہے۔ کہ توحید ہر مذہب کیلئے بطور روح رواں کے سمجھی جاتی ہے۔ فی زمانہ پتھروں کے

آگے سر جھکانے والے ہندو بھی مورتی پوجا کی کئی گئی توجیہیں بیان کرتے ہیں ۔ ہندوستان کے مشہور و معروف لیڈر مہاتما گاندھی جیسا کہ وہ خود کہتے ہیں ۔ خدا کی توحید مانتے ہیں وہ مسلمان ہیں ۔ لیکن اگر دریائے نربدا کا ایک پتھر انکو خدا کی یاد دلا دیتا ہے ۔ تو وہ اسکو پوجتے ہیں ہندو ہیں ۔ مہاتما نے اپنے عقیدہ کی تشریح نہیں کی ۔ انہوں نے ایک رنگ میں ہندو مذہب کی حقیقت بیان کر دی ہے ۔ مذہب میں چند ایک اور ارتقائی مراحل طے ہونے دو ۔ پھر دیکھ لینا کہ خالص اسلامی توحید ہی کی ہندو میں جھلک نظر آئیگی ۔ اور ان کا مذہب اسلام ہی ہو گا ۔ خواہ نام کچھ ہی ہو ۔ آریہ سماج نے ابتدا میں توحید کی بنیاد اسلامی تعلیمات پر ہی رکھی تھی ۔ ہندوؤں کے ایک اور فرقے برہمو سماج نے اسلام سے ہی روشنی لی ۔ اور اپنی تعلیمات کی بنیاد قرآن مجید پر رکھی مغرب میں بھی کچھ جلوہ گر ہو رہا ہے ۔ یسوع کو اب خدا نہیں مانا جاتا ۔ بلکہ خدا کی صفات کا مظہر سمجھا جاتا ہے ۔ یہ نیا عقیدہ گویا توحید اور تثلیث کے درمیان بطور برزخ کے ہے ۔ یسوع کو اب الوہیت کی صفات سے معرا کر دیا گیا ہے ۔ اب اقانیم ثلاثہ میں سے اسکو ایک اقنوم تسلیم نہیں کیا جاتا ۔ وہ ہر پہلو اور ہر کیفیت میں انسان ہے ۔ خدا نہیں ہے ۔ ہاں اس کے اندر اخلاق الٰہی کے اظہار کی ایک بینظیر طاقت پائی جاتی ہے ۔ اور یہی امر انگلستان کی متعدد کانفرنسوں میں طے پایا ہے ۔ یہ عقیدہ محض کلیسیائے مذکور کا ہی نہیں ۔ بلکہ تمام دنیائے عیسائیت کے دماغ اب اسی نتیجہ پر پہنچ چکے ہیں ۔ مگر حقیقت یہ ہے ۔ کہ اس حقیقت کی دریافت کا سہرا کلیسیا کے سر پر نہیں بلکہ یہ نتیجہ ہے اسلامی عقائد کی تتبع کا ۔ ہم بھی یہ مانتے ہیں ۔ کہ حضرت مسیح اخلاق الٰہی کے مظہر تھے ۔ اسیطرح سے جسطرح کہ دوسرے انبیاء کو ہم مانتے ہیں ۔ کہ اسلامی تعلیمات کے تتبع اور پیروی سے انسان اخلاق الٰہیہ سے بہرہ اندوز

ہو سکتا ہے۔ دنیا کے اندر مذہب کا منشاء مقصد بھی یہی ہے۔ کہ اس پر چل کر انسان اپنے اندر اخلاق فاضلہ الٰہیہ پیدا کر سکے۔ اسلام نے ہر ایک شخص کا انتہائے مقصد یہی امر قرار دیا ہے۔ اور نبی کریم صلعم نے بھی یہی فرمایا ہے۔ اور قرآن مجید نے تخلقوا باخلاق اللہ کے رنگ میں رنگین ہونے کے لئے تمام ہدایات منضبط فرما دی ہیں۔ لیکن موجودہ زمانہ کا ایک کلیسیائی ابھی اس رائے کو تسلیم کرنے کیلئے طیار نہیں۔ وہ مریمؑ کے بیٹے کے علاوہ اور کسی کو اس مقام پر فائز نہیں سمجھتا۔ گو امید ہے کہ کچھ عرصہ کے بعد وہ ایسا کہنے لگ جائیگا۔ سردست اس کے لئے ایسا کرنا قبل از وقت ہے اور اتنی جلدی اس امر کی توقع بھی نہیں کی جا سکتی۔ کیونکہ تثلیثی عقیدہ کو خیر باد کہتے ہوئے کچھ زیادہ عرصہ گذرنے نہیں پایا۔ یسوع کو تخت الوہیت سے تو نیچے گرا دیا گیا ہے لیکن موجودہ کلیسیائی اس امر کو گوارا نہیں کر سکتا کہ بعض دوسروں کو بھی اس کے ہم پلہ قرار دیدے۔ خواہ وہ بعض دوسرے خدا کے برگزیدہ اور پیارے ہی کیوں نہ ہوں۔ الغرض یسوع اخلاق الٰہیہ کا مظہر ہونے میں منفرد ہے۔ اور زمانہ حال کے بہترین شارح یسوعیت یعنی ڈین کارلائل آنجہانی نے اس رائے کا اظہار کیا ہے لیکن ہم کہتے ہیں۔ کہ یہی رائے صائب ہے۔ تو پھر کوئی شخص یسوع کے مشن کو بنظر وقعت نہیں دیکھیگا۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ خود یسوع اس رائے کا حامی نہیں۔ وہ کھلے لفظوں میں دوسروں کو اپنی تقلید اور وہی کچھ کرنے کی دعوت دیتا ہے جو اس نے خود کیا۔ وہ اپنے متبعین کو اپنے نقش قدم پر چلنے اور ہر رنگ میں انکی پیروی کرنے کی تلقین کرتا ہے۔ اگر مسیح کا ایک سچا پیرو اپنے اندر خدائی اخلاق پیدا نہیں کر سکتا۔ تو پھر اس کی تعلیمات اور اس کا مشن بنی نوع انسان کی آنکھ میں کچھ وقعت نہیں رکھ سکتا +

شخصیت۔ شرک کا بقیہ انسان پرستی۔ عیسائی کلیسیا کا یہ جدید

تحمل انسان پرستی کا آخرین نقیبہ ہے۔ یہ عقیدہ انسان پرستی انسانی ترقی کی راہ میں ایک بڑی روک ہے۔ اور دماغی اور ذہنی قوے کے ارتقا کا سخت مانع۔ قرآن مجید نے حضرت نبی کریم کے منہ میں الفاظ ڈالکر کہ قل انما انا بشر مثلکم۔ اس اشکال کو ایک ہی بات میں رفع کر دیا۔ یہ قول خداوندی بنی نوع انسان کو اوج رفعت پر پہنچا نے کے لیئے ایک بینظیر زرین اصول ہے۔ ہم میں سے ایک شخص انسانی کمالات کے بلند ترین معراج پر کھڑے ہو کر جیسا کہ ہمارے نبی کریم صلعم حقیقتاً تھے۔ دوسروں کو اپنی پیروی کرنے کی تلقین اور ان کمالات میں حصہ لینے کی تحریص دلاتا ہے۔ اس قسم کی تعلیم انسانوں کے درمیان مساوات قائم کرتی ہے۔ اور ہمارے اندر حصول کمالات کا جذبہ پیدا کر دیتی ہے۔ یہی وہ تعلیم ہے جو ہمکو اسبات پر آمادہ کرتی ہے۔ کہ ہم ترقی کے میدان میں بیش از بیش گامزن ہوں۔ یہی وہ تعلیم ہے۔ جو ہر انسان ہو کر دوسرے انسان کی غلامی سے بچاتی ہے۔ اور اگر اسلام کی سچی تعریف یہ ہے۔ کہ وہ آزادی رائے کا مؤید ہے۔ تو وہ اسی اصول مساوات کی وجہ سے ہے۔ شخصیت پرستی یعنی ایک شخص کے اندر ان صفات کا ماننا جن سے دوسرے بہرہ ور نہیں ہو سکتے۔ اور پھر انکی اس قدر عزت و منزلت کرنا جو پرستش کی حد تک پہنچ جائے نسل انسانی کے لیئے ایک لعنت ہے۔ اور جسقدر جلدی اس لعنت سے رہائی ہو۔ اسیقدر نسل انسانی کی فلاح و بہبودی اسمیں مرکوز ہے +

اسلام میں شخصیت خاتم النبیین

اسلام کلیتۃً ایک اصولی مذہب ہے۔ دوسروں کی صفات حسنہ کی عزت و منزلت کرنا اسلام بھی سکھاتا ہے۔ لیکن اس کا منشا انہی صفات کے حاصل کرنے کی ترغیب دلانا ہے۔ اور نسل انسانی کو اخلاقی اور دماغی طلے

بچاتا ہے۔ گو بعض مسلمان ایسے بھی ہیں۔ جنہوں نے انسان پرستی کی لعنت سے اپنے آپ کو واغدار بنا رکھا ہے۔ مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ حضرت محمد رسول اللہ صلعم خاتم النبیین ہیں۔ اور حضور علیہ السلام کے خاتم النبیین ہونے کی وجوہات ظاہر اور باہر ہیں۔ خدا کا وہ پیغام جو وقتاً فوقتاً پیغمبروں کی وساطت اور ذریعہ سے بنی نوع انسان تک پہنچتا رہا اپنی اصل شکل میں کبھی موجود اور قائم نہیں رہا۔ اسمیں تحریف واقع ہوتی رہی۔ اور اس طرح سے اسکی اصلیت گم ہوتی گئی۔ لیکن قرآن مجید نے اپنی اصلیت کو قائم رکھا۔ اور جس طرح کہ یہ پیغمبر علیہ السلام پر نازل ہؤا تھا۔ اسی طرح او بعینہ ہم تک پہنچا ہے۔ علاوہ ازیں تقریباً تمام دوسرے انبیاء کے واقعات زندگی جو ان کی تعلیمات کے لئے بطور نمونہ اور اسوہ کے تھے۔ وہ اپنی اصل اور صحیح ہیئت میں ہم تک نہیں پہنچے۔ ہمیں ان واقعات کا بہت کم علم ہے۔ حالانکہ حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے تمام واقعات زندگی جو قرآنی تعلیمات کی تشریح اور توضیح کے لئے ضروری تھے۔ ہم تک اصلی ہیئت میں من وعن پہنچے ہیں۔ یہ دو عظیم الشان مقاصد تھے۔ جن کی تکمیل کے لئے انبیاء دنیا میں تشریف لاتے ہے۔ اور اگر اللہ تعالیٰ کا فعل کسی لغو اور بے سود تکرار کا مقتضی نہیں تو ہم کہہ سکتے ہیں۔ کہ بیشک حضرت محمد رسول اللہؐ ہی آخری نبی اور قرآن مجید ہی آخری ہدایت نامہ ہے۔ باایں ہمہ اسلام نے ایسے ایسے افراد پیدا کئے ہیں۔ جو انبیاء کے رنگ میں رنگین اور مکالمہ و مخاطبۂ الٰہیہ سے مشرف تھے۔ اسلام میں کوئی ایک ایسا زمانہ نہیں گذرا جس کے اندر ایسے لوگ پیدا نہ ہوئے ہوں جو روحانیت کے بلند مقام پر کھڑے ہونے والے تھے۔ گو حقیقتاً وہ نبی نہیں تھے اور انہوں نے کبھی نبوت حقیقیہ کا دعویٰ نہیں کیا۔ کیونکہ نہ تو وہ احکام شریعت جدیدہ

لیکر مبعوث ہوئے۔ اور نہ ہی انہوں نے حصول روحانیت کیلئے کسی نئے ضابطہ کی طرح ڈالی۔ حالانکہ جیسا کہ قرآن مجید سے ظاہر ہے۔ اصل غرض نبوت کی یہی ہے۔ کہ صاحب نبوۃ شریعت جدیدہ لائے۔ یا احکام سابقہ میں کچھ تغیر و تبدل کرے۔ وہ سب کے سب حضرت محمد رسول اللہ صلعم کے نقش قدم پہ چلتے تھے۔ اور آپ کی تتبع کا دم بھرتے تھے۔ اور ان قواعد پر سختی کے ساتھ کاربند تھے۔ جو قرآن مجید میں حصول کمال روحانیت کیلئے بیان کیے گئے ہیں۔ ان میں سے ہر ایک کی ایک بڑی تعداد متبعین کی تھی۔ جو اب تک لاکھوں کی تعداد میں پائے جاتے ہیں۔ لیکن یہ تمام لوگ حضرت مسیح کی طرح اپنے متبعین میں سے ہر ایک کو ان برکات سے حصہ لینے کی دعوت دیتے تھے۔ جن سے وہ خود متمتع تھے۔ ان کا یہ قول تھا۔ کہ اسلام کی پیروی کر کے وہ بھی ان کمالات کو حاصل کر سکتے ہیں جو ان کو خود حاصل تھے۔ ان کے متبعین میں سے بعض نے ان کی اس نصیحت کو سُنا۔ اس پر عمل کیا۔ اور بالآخر وہ ان برکات سے بہرہ ور ہوئے گو بسا اوقات ایسا بھی واقع ہوا ہے۔ کہ خود ان کی اولاد اس رستہ پر گامزن نہ ہوئی۔ جن پر وہ خود چلتے تھے۔ وہ روحانی ورثہ سے محروم رہ گئے۔ اور سوائے جسمانی طور پر ان کی اولاد ہونے کے اور کوئی خصوصیت ان کے اندر نہ رہی روحانی کمالات کے حصول میں بھی وہی قاعدہ جاری ہے جو دنیوی مال و متاع کے حصول میں پایا جاتا ہے۔ ایسے لوگوں کی اولادیں جو بڑی بڑی جائدادیں پیدا کرتے ہیں عموماً عیش و عشرت اور کاہلی کی زندگی بسر کرنے کے عادی ہو جاتی ہیں۔ جو کچھ ان کو اپنے آبا و اجداد سے ملتا ہے۔ اسمیں وہ کچھ اضافہ نہیں کرتے۔ بلکہ وہ اس مال و متاع کو جو ان کو ورثہ میں پہنچتا ہے ضائع کر دیتے ہیں۔ ان بزرگان دین اور اولیائے کرام کی اولاد کی بھی ہو بہو یہی کیفیت دیکھنے میں آتی ہے۔ خود تو وہ کسی ذاتی خوبی کے مالک نہیں ہوتے۔ لیکن بدقسمتی سے وہ اپنے زعم فاسد میں اپنے آپ کو روحانیت کے اس بلند مقام پر فائز سمجھتے ہیں۔

جن پر ان کے آباؤ اجداد فائز تھے۔ اور یہ امر ایسا ہے۔ جو از رُوئے قرآن مجید ناجائز اور ممنوع ہے۔ روحانیت کوئی نسبی اور ورثہ کی چیز نہیں۔ وہ ایک اکتسابی امر ہے۔ لیکن بعض کا خیال ہے۔ کہ روحانیت بھی ورثہ میں پہنچتی ہے۔ یا تو ایسے لوگ خود غلطی خوردہ ہیں یا دوسروں کو غلطی میں ڈالنا چاہتے ہیں۔ وہ عموماً دعویٰ کرتے ہیں۔ کہ وہ بعض پوشیدہ طاقتوں پر قادر ہیں۔ اور اپنی گفتگو میں اس امر کا انحصار بکثرت کرتے ہیں۔ گو الفاظ اور لب و لہجہ ایسا استعمال کیا جاتا ہے۔ جو ذومعنی اور بعض حالات میں مشتبہ اور مشکوک ہوتا ہے۔ وہ اپنے اندر ایسی طاقتوں کے مُدعی ہوتے ہیں۔ جو کسی فیصلہ کن معیار پر پرکھی نہیں جاسکتیں منجملہ ان کے یہ بات ہے کہ خداوند تعالیٰ انکی دعاؤں کو سنتا ہے اور انکو جواب دیتا ہے۔ اپنے آباؤ اجداد کے ان متبعین کو جو اُن سے صفات مخصوصہ میں سرفراز اور ممتاز ہوتے ہیں حقارت اور نفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ اور وہ یہی ظاہر کرتے ہیں۔ کہ دنیا میں ان صفات کے حاصل ہونے میں کوئی دوسرا ان کا شریک نہیں ہے۔ ناواقف لوگ عموماً پیر پرست واقع ہوتے ہیں۔ بغیر اس امر کے کہ انکے پیر کے بیٹے میں وہ اوصاف موجود ہوں محض پیر کی اولاد سمجھ کر اس کے گرد جمع ہوجاتے ہیں۔ پیر کا بیٹا بھی اس قسم کے اوصاف باپ کی طرف منسوب کردیتا ہے۔ جن کا خود اس نے کبھی ادعا نہ کیا ہو۔ اور نہ دوسروں کو کبھی وہ باتیں منسوب کرنے کی اجازت دی ہو۔ جہلاء کے کانوں کو یہ بات بہت مرغوب معلوم ہوتی ہے۔ کہ دنیا کی نجات اس بزرگ کے ماننے پر منحصر ہے نہ کہ اصولِ دین کی سچی اور حقیقی فرمانبرداری پر۔

الغرض عقیدہ کو عمل پر ترجیح دیجاتی ہے۔ یہی حال عیسائیت کی تاریخ سے معلوم ہوتا ہے۔ لوتھر جیسا قابل انسان بھی غلطی سے نہ بچ سکا۔ اسکے نزدیک اگر ایمان مکمل ہو تو عمل کی ضرورت نہیں۔ لیکن وہ ایسا ماننے میں حق بجانب ہے

کیونکہ سینٹ مارک کی آخری آیات جو بالآخر الحاقی دریافت ہو چکی ہیں۔ اسی قسم کے نتیجہ کے منتج ہیں۔ ان آیات کا مفاد یہ ہے۔ کہ خواہ ایک شخص کے اعمال نبیوں جیسے ہوں لیکن اگر وہ مسیح پر ایمان نہیں لایا۔ وہ دائمی سزا کا مستوجب ہو گا۔ اس قسم کے عقاید انسان پرستی کا موجب ہوتے ہیں۔ بے شک حضرت مسیح کے خدا سے لائے ہوئے پیغام کا ماننا معنے رکھتا ہے۔ لیکن محض انکی شخصیت پر ایمان لانا کچھ حقیقت نہیں رکھتا۔ مسلمان اولیاؤں کی اولاد کے بعض افراد بھی اسی رائے کے مؤید ہیں۔ لیکن اس سے اُن کو ذاتی مفاد مدّنظر ہوتا ہے۔ مگر اس قسم کی انسان پرستی اب زیادہ عرصہ تک دنیا میں قائم نہیں رہ سکتی۔ قرآن مجید نے انسان پرستی کی کس طرح سے بیخکنی کی۔ انسان پرستی اسلام میں پنپ نہیں سکتی۔ کیونکہ اسکے اصول اساسی کی بنا ہی حُرّیت اور مساوات پر رکھی گئی ہے۔ اسلام میں جس طرح مذہب میں مساوات اور حُرّیت ہے۔ اسی طرح سیاسیات میں بھی حُرّیت اور مساوات کا رنگ پایا جاتا ہے۔ اسلام دُنیا میں انسان کے پیدا کردہ تمام امتیازات کو مٹانے آیا ہے۔ خاندان۔ ذات پات۔ رنگ و رُوپ۔ تمول اور مفلسی کا یہاں کچھ امتیاز نہیں۔ اسلام نے تمام کیلئے یکساں طور پر ترقی کا دروازہ کھول دیا ہے۔ ہر ایک شخص اس مقام پر پہنچ سکتا ہے۔ جس پر دوسرے پہنچتے رہے ہیں۔ ہاں ہم کو حصول مقصد کے لئے ایک صحیح مسلک کی ضرور حاجت ہے۔ انبیاء اسی مسلک کو بتانے کیلئے مبعوث ہوتے رہے ہیں۔ علاوہ تعلیمات کے وہ اپنے نمونہ اور اُسوہ سے بھی ہم کو اس مسلک کی طرف رہنمائی کرتے ہیں۔ لیکن خدا تعالیٰ نے ان کو اسلئے مبعوث نہیں فرمایا۔ کہ لوگ ان کی پرستش کرنے لگجائیں یا اُن کے متبعین ان کو خدا بنالیں۔ یا خدائی صفات انکے اندر مانیں۔ ہم ان کی اطاعت اس لحاظ سے نہیں کرتے کہ وہ انسان

ہیں۔ بلکہ اس لحاظ سے کہ خدا کی طرف سے پیغامبر ہیں ہم ان اصولوں
کی پیروی کرتے ہیں۔ جو اُن کو بوساطت وحی بتائے جاتے ہیں۔ اسلئے
ہم ان سب کی یکساں طور پر عزت کرتے ہیں۔ کیونکہ وہ تمام کے تمام خدا
کے منشاء و مشیت کو ظاہر کرنے والے ہوئے ہیں۔ مسلمانوں کا کلمہ
یہی تعلیم ہم کو دیتا ہے۔ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ یعنی سوائے ذات باری
کے اور کوئی شخص یا کوئی چیز قابل پرستش نہیں۔ اور محمدؐ اللہ کے رسول
ہیں۔ اسلام میں پرستش کے معنے یہ نہیں کہ انسان زبان سے کچھ پڑھ لے
اور اسکے ساتھ کچھ حرکات کرلے۔ یہ تو محض علامات ہیں۔ اور یہ اس امر پر
دال ہیں۔ کہ ہم احکام خداوندی کی اطاعت پر دل و جان سے مستعد ہیں
ہم تو خدائے بزرگ کے پیغام پر سر جھکاتے ہیں۔ اور اس کے احکام پر
سربسجود ہوتے ہیں۔ اور چونکہ وہ احکام ہم کو حضرت محمد رسول اللہ صلعم کی
وساطت سے ملے ہیں۔ اسلئے کلمۂ مبارکہ میں ہم ان کا نام داخل کرتے
ہیں۔ حضرت محمد رسول اللہ صلعم سے پیشتر بھی کئی نبی خدا کا پیغام لے کر
دنیا میں تشریف لاتے رہے۔ لیکن خدا کا کلام جو انبیاء سوابق کی معرفت
نازل ہوتا رہا۔ وہ انسانی ہاتھوں کی آمیزش سے ناپاک اور ملوث ہوگیا
اور اس وجہ سے اس قابل نہ رہا۔ کہ اسکی اطاعت کی جائے۔ اس لئے
مسلمان کو خاص ایک پیغام کی اطاعت ضروری ہوگئی۔ اور یہ پیغام

قرآن مجید

ہے۔ جو مسلمانوں کا مدار ایمان ہے۔ قرآن مجید جہانکہ حضرت پیغمبر علیہ السلام
کی اطاعت کا حکم دیتا ہے۔ ساتھ ہی اسکی پیغمبرانہ حیثیت کی طرف اشارہ
کردیتا ہے۔ کسی دوسرے مذہب میں یہ امتیاز نہیں پایا جاتا۔ دوسرے
کہتے ہیں۔ کہ "میری اطاعت کرو" لیکن حضرت محمد رسول اللہ صلعم فرماتے
ہیں۔ کہ (خدا کے) پیغام کی اطاعت کرو۔ اس طرح سے وہ تمام کے تمام

انسان پرستی کی لوگوں کو جرأت دلاتے ہیں۔ ہندو دھرم کے اکثر فرقے اور بدھ مت اور عیسائی مذہب تمام کھلے طور پر انسان پرستی کے چہرہ نما ہیں۔ اسلام تمام مشرکانہ خیالات کو جڑ سے اکھاڑتا ہے۔ یہ خالص توحید کی تعلیم دیتا ہے جسمیں شرک کا ذرا بھی شائبہ نہیں۔ یہ اصول و آئین کا مذہب ہے۔ اور یہ اصول و آئین ہم کو خود اپنی سرشت کے بنانے میں مدد کرتے اور اسکو پائہ تکمیل تک پہنچانے کے قابل بناتے ہیں۔ اور انہی خوبیوں کی بنا پر مذہب اسلام تمام مذاہب پر فوقیت لے جائیگا۔ انشاء اللہ تعالیٰ +

مغرب میں ایک نئی مذہبی تحریک

مذہب کلیسیا سے بیزار ہو کر مغرب کے اندر محض "جدید تحریک" ہی معرض وجود میں نہیں آئی۔ بلکہ بہت سے لوگ اس مذہب سے نکلکر کئی نئی مذہبی تحریکوں میں داخل ہو گئے ہیں جو حقیقتاً مذہبی تحریکات نہیں کہلا سکتیں۔ کیونکہ اُن تحریکوں کا ماخذ الہام الٰہی نہیں ہے وہ انسانی ہاتھوں کی بنائی ہوئی انجمنیں ہیں۔ جن کو کلیسیا اپنی تعلیمات سے مطمئن نہیں کر سکا۔ لیکن ایک دن وہ اسلام میں شامل ہو جائینگی۔ کیونکہ ان کے بہت سے اصول جن کی وہ تعلیم کرتے ہیں باستثنائے مسئلۂ تناسخ کے اسلام سے اخذ شدہ ہیں +

بالآخر اسلام سب ادیان پر غالب آئیگا

اگر کوئی مذہب کسی خاص جگہ یا کسی خاص شخصیت سے وابستہ ہو تو ایک نہ ایکدن لوگ اس سے بیزاری کا ضرور اظہار کریں گے۔ اور بالخصوص وہ لوگ جو دوسرے ممالک کے باشندے یا کسی غیر نسل سے تعلق رکھنے والے ہوں ضرور اسکو ناقابل قبول سمجھیں گے۔ تقریباً تمام دوسرے مذاہب کے نام انکے ہادیوں کے نام پر یا ان مقاموں کے نام پر رکھے گئے ہیں جنہیں وہ زندگی بسر کرتے تھے۔ یہ امر قدرتی طور پر دوسرے لوگوں کو اُن مذاہب سے ...

قبول کرنے میں ایک روک ہے لیکن اسلام اس سے مستثنٰے ہے۔ قرآن مجید اپنے متبعین کو "مُسلم" کے الفاظ سے پکارتا ہے۔ جس کے معنے ہیں "خدا کا فرمانبردار"۔ اگر خداوند تعالیٰ سب کے لئے مشترک طور پر معبود ہے تو کوئی شخص جو اس پر ایمان لائے "مُسلم" کے نام سے شرمسار نہیں ہو سکتا یا اس سے وہ لوگوں کے نزدیک ملامت و نفرین کا آماجگاہ نہیں بن سکتا اگر یہ مذہب ایسے قوانین و آئین کا حامل ہے۔ جو نسل انسانی کو اس کے منتہائے مقصد کی طرف رہنمائی کرتے ہیں۔ تو جب مستقبل قریب میں ہی لوگوں کو علم ہو جائیگا۔ کہ اسلام کی جو گھنونی تصویر کھینچی گئی ہے وہ صحیح نہیں تو تمام دنیا حلقہ بگوش اسلام ہو جائیگی۔ قومی تباغض یا دوسری وجوہات اکثر لوگوں کو کھلم کھلا اسلام کے جھنڈے کے نیچے آنے سے روک رہا ہے۔ لیکن جو شخص ایک سچے اور صحیح مذہب کا حقیقی متلاشی ہے۔ وہ اسلام کے محاسن کی تعریف اور اس کی تائید کئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ ان محاسن کا مختصر سا خاکہ ہم ذیل کے الفاظ میں کھینچتے ہیں +

اسلام امن و صلح کا مذہب ہے،

لفظ اسلام کے لغوی معنے ہیں (۱) امن و صلح (۲) امن و صلح کے حاصل کرنے کا طریق (۳) فرمانبرداری یا اطاعت۔ کیونکہ دوسرے کی مرضی پر چلنا امن کی راہ پر گامزن ہوتا ہے۔ مذہبی اصطلاح میں اس کے معنے ہیں احکام و رضائے الٰہی کے سامنے کلیتہً سر جھکا دینا +

مذہب کا مقصد

اسلام نے اپنے متبعین کو ایک ایسا ضابطہ دیا ہے۔ جس سے انسان کے اندر کی اور اس کی فطری خوبیاں باہر نکل آتی ہیں۔ اور جو انسانوں کے درمیان صلح و آشتی کا موجب ہوتی ہیں +

پیغمبران اسلام کے حضرت محمد رسول اللہ صلعم جنکو "پیغمبر اسلام" کہا جاتا ہے تمام نبیوں کے خاتم تھے مسلمان لوگ یعنے "اسلام کے پیروکار" دنیا کے تمام پیغمبروں پر ایمان رکھتے ہیں مثلاً حضرت ابراہیم حضرت موسےٰ حضرت عیسیٰ وغیرہ وغیرہ جو بنی نوع انسان کی ہدایت کیلئے وقتاً فوقتاً خدائے بزرگ کی طرف سے مبعوث ہوتے رہے +

قرآن مجید کے مسلمانوں کی مقدس کتاب قرآن مجید ہے مسلمان سب ات پر ایمان رکھتے ہیں۔ تمام کتب مقدسہ خدا کیطرف سے ہیں لیکن وہ تمام انسانی دستبرد سے محفوظ نہیں رہیں۔ قرآن مجید جو کہ اللہ تعالیٰ کی آخری کتاب ہے۔ تمام کتب سابقہ کا ہی اعادہ ہے +

معتقدات اسلام تعداد میں سات ہیں۔ ایمان باللہ ایمان بالملائکۃ۔ ایمان بالکتب۔ ایمان بالرسل۔ ایمان بالآخرہ۔ ایمان علےٰ قدر خیرہ وشرہ۔ اور ایمان علیٰ بعث بعد الموت۔ موت کے بعد زندگی اسلامی تعلیمات کی رُو سے کوئی نئی زندگی نہیں۔ بلکہ اسی زندگی کا ایک تسلسل ہے جسمیں اس زندگی کی چھپی ہوئی حقیقتیں ظاہر ہو جائینگی۔ یہ زندگی ایک غیر محدود ترقی کی زندگی ہوگی۔ وہ جو اس ترقی کے لئے اس دنیا کی زندگی میں اپنے آپ کو قابل بنائینگے۔ وہ بہشت میں داخل ہونگے۔ اور یہ بہشت ایک دوسرا نام ہے اس ترقی پذیر زندگی کا جو بعد موت حاصل ہوگی۔ اور وہ جو اس زندگی میں بُرے اعمال کے ساتھ اپنے قویٰ کو خراب کرینگے وہ دوزخ میں داخل ہونگے۔ جس سے وہ زندگی مراد ہے جسمیں انسان انہی برکات کی قدر و قیمت نہیں سمجھ سکتا۔ اور جسمیں دُکھ اور تکلیف پائی جاتی ہے۔ اور یہ حالت اسلئے رکھی گئی ہے۔ تاکہ انسان تمام کثافتوں اور آلائشوں سے صاف ہو جائے اور خدا تعالےٰ کے حضور میں بہشت کے اندر زندگی بسر کرنے کے قابل ہوسکے موت کے بعد کی زندگی اس دنیا کی رُوحانی کیفیت کا ایک نقشہ ہے +

جھوٹے عقیدے یعنے قدر خیرہ وشرہ کے معنے سمجھنے میں بعض لوگوں نے غلطی کھائی ہے۔ اور یہ سمجھا ہے کہ اس سے مراد یہ ہے۔ کہ انسان کی "قسمت" میں روز ازل سے جو لکھا گیا وہ اٹل ہے لیکن ایک مسلم نہ تو تقدیر کا ان معنوں میں قائل ہے جنمیں دوسرے اور نہ ہی وہ یہ مانتا ہے۔ کہ جو کچھ ہونا ہے وہ روز ازل سے لکھا جا چکا ہے۔ اور اب مٹ نہیں سکتا۔ ہاں وہ تقدیر کا اس طرح سے قائل ہے۔ کہ خداوند تعالیٰ کی ہر ایک پیدا کردہ چیز کا استعمال اس کے مناسب موقع اور محل پر انسان کیلئے مفید ہے۔ اور اس کا غیر موقعہ اور غیر محل پر استعمال مضر اور بُرا ہے +

ارکان اسلام یہ تعداد میں پانچ ہیں۔ توحید باریتعالیٰ[1] اور رسالت محمدیہ۔ نماز[2]۔ روزہ[3]۔ زکوٰۃ[4] اور حج[5] +

صفات الٰہیہ مسلمان ایک ہی خدا کی عبادت کرتے ہیں۔ وہ اپنی صفات میں یگانہ ہے۔ جامع کمالات ظاہری و باطنی ہے۔ وہ قادر مطلق ہے۔ وہ علیم و بصیر ہے۔ تمام عالموں کا وہ رب ہے۔ وہی ہادی اور ناصر ہے۔ وہ از سرتاپا انصاف اور رحم ہے۔ کوئی شئے اسکی مثیل نہیں۔ اور کوئی اس کا شریک نہیں۔ وہ ماں باپ سے پاک ہے۔ اور بیوی بچے کی اس کو حاجت نہیں ہماری آنکھیں اس ذات نورانی کو دیکھنے سے قاصر ہیں۔ وہ آسمانوں اور زمینوں کا نور ہے۔ وہ نہایت رحیم اور نہایت مہربان ہے۔ وہ اپنی شان میں بےنظیر اور وہ ایک نہایت عظیم الشان ہستی ہے۔ وہ اپنے حسن میں نہایت جمیل و حسین ہے۔ وہ ہمیشہ سے ہے۔ اور ہمیشہ تک رہیگا۔ اس کی صفات ازلی ابدی ہیں۔ وہی اول تھا اور وہی آخر +

ایمان اور عمل ایمان بغیر عمل کے ایک بے حقیقت چیز ہے۔ ایمان بذاتہ کافی نہیں جب تک کہ اسکے ساتھ عمل نہ ہو۔ ایک مسلمان اس زندگی میں اور بعد الموت اپنے اعمال کا آپ ہی ذمہ دار ہونے پر ایمان رکھتا ہے۔ ہر ایک شخص اپنا بوجھ آپ ہی اٹھائیگا۔ اور کوئی دوسرا اس کے گناہ کا

کفارہ نہیں ہوسکتا +

اسلام میں اخلاق حضرت نبی کریم صلعم فرماتے ہیں کہ تخلقوا باخلاق اللہ یعنے اللہ تعالیٰ کے اخلاق اپنے اندر پیدا کرو۔ خدائی اخلاق اور خدائی صفات اسلامی اخلاق کے اصل اصول ہیں اسلام میں تقویٰ کیا ہے؟ خدائی صفات کی پوری پوری مطابقت میں زندگی بسر کرنا۔ اسکے خلاف عمل کرنا گناہ ہے +

اسلام میں انسان کی حیثیت مسلمانوں کا اعتقاد ہے کہ انسان فطرۃً معصوم پیدا ہوا ہے وہ اپنی سرشت میں عجیب وغریب استعدادیں لے کر آیا ہے۔ اور وہ غیر محدود ترقی کر سکتا ہے۔ اسکو ملائکہ پر بھی فوقیت حاصل ہو سکتی ہے۔ اور اسکو عمیق قرب الٰہی حاصل ہو سکتا ہے +

اسلام میں عورت کی حیثیت مرد اور عورت ایک ہی جوہر سے ہیں۔ انہیں یکساں طور پر روح ہے۔ اور ذہنی روحانی اور اخلاقی کمالات حاصل کرنے کی ان کے اندر استعدادیں مساوی طور پر رکھی گئی ہیں۔ اسلام کی رُو سے مرد عورت دونو پر ایک سی ہی ذمہ واریاں عاید ہوتی ہیں۔ اور مرد کے عورت پر اگر حقوق ہیں۔ تو عورت کے بھی مرد پر ایسے ہی حقوق ہیں +

مساوات اور اسلامی اخوۃ اسلام خدا کی توحید اور نسل انسانی کی مساوات کا نام ہے حسب ونسب تمول اور خاندانی امتیازات محض اتفاقی چیزیں ہیں نیکی اور خدمت خلق اللہ حقیقی طور پر قابل قدر چیزیں ہیں۔ اسلام میں رنگ نسل اور قومیت کا کچھ امتیاز نہیں۔ تمام بنی نوع انسان ایک ہی کنبہ ہیں۔ اور اسلام سفید اور سیاہ کو ایک متحد برادری میں متحد کر دینے میں بے نظیر طور پر کامیاب ہوا ہے

ذاتی رائے کی اسلام ذاتی رائے کی حمایت میں ہے! ور اختلاف رائے کو بنظر استحسان دیکھتا ہے جو حسب ارشاد حضرت نبی کریم صلعم ایک برکت ہے +

علم کی تحصیل علم اسلام میں ایک فرض قرار دیگئی ہے۔ اور یہی علم ہی کی برکت ہے۔ کہ انسان ملائکہ پر فوقیت لے جاسکتا ہے +

کسب کی ہر ایک ایسا کسب جو انسان کو دیانتداری کے ساتھ روزی کمانے کے قابل بناتا ہے۔ قابل عزت ہے۔ بے ہنری ایک گناہ خیال کیا جاتا ہے +

خیرات و صدقات کی انسان کے تمام قوئے باطنی اور ظاہری خدا کی طرف سے بطور امانت کے اسکو اپنے ہمجنسوں کے فائدہ کے لئے دیئے گئے ہیں۔ انسان کا فرض ہے کہ وہ دوسروں کیلئے زندگی بسر کرے۔ اور اسکی خیرات تمام لوگونکو بغیر کسی تمیز کے پہنچنی چاہیئے صدقات اسلام میں قرب آلٰہی کا بڑا ذریعہ ہیں۔ اسلام میں صدقات و خیرات کو لازمی فرض ٹھیرایا گیا ہے۔ اور ہر ایک شخص جس کے پاس ایک خاص مقدار سے زیادہ مال ہو اس پر زکوٰۃ کا دینا فرض ہے۔ یہ ایک ٹیکس ہے۔ جو امراسے لے کر غریبوں کو دیا جاتا ہے +

توحید فی الاسلام کی فاضل مصنف حضرت خواجہ کمال الدین صاحب نے نہایت وضاحت کے ساتھ اس کتاب میں ضروریات زمانہ کے مطابق مسلمانوں کے شعبہ زندگی پر روشنی ڈالی ہے۔ اسمیں نہایت موثر طریق سے بیان کیا گیا ہے کہ روح توحید ہی تہذیب و تمدن کی جان ہے اسی سے اخلاق فاضلہ کی تیاری ہوتی ہے علوم جدیدہ کی محرک حکمت و فضیلت کی مولد اور جمہوریت کی جان ہے توحید سے ہی حقوق انسانی کی حفاظت ہوتی ہے دنیوی دولت و ثروت حکومت شوکت! الغرض سب کچھ توحید کی خیر و برکت سے ہے۔ قیمت بلا جلد ایک روپیہ۔ مجلد صرف ایک روپیہ پانچ آنے (عہ ۱/۵)

المشتہر منیجر مسلم بک سوسائٹی عزیز منزل احمدیہ بلڈنگس لاہور

طریق تبلیغ علیٰ ما فی القرآن

اسلام کی تبلیغ دوسروں کو کس طریقہ سے کی جاوے۔ اس سوال کا حل قرآن کی روشنی میں کرنا سب سے زیادہ مناسب ہے۔ اسلام کے مبلغ کا فرض صرف تبلیغ حق ہے۔ تبدیل مذہب کے معاملہ میں اُسے زیادہ ردوکد کی ضرورت نہیں۔ قرآن کریم کہتا ہے۔ کہ مذہبی تبدیلی کی تحریک خود انسان کے دل میں پیدا ہونی چاہئے۔ اور ترغیب یا اکراہ سے کام نہیں لینا چاہئے۔ خود مسیح نے بھی یہی تعلیم دی "جو تمہاری بات نہ سُنے اور نہ قبول کرے۔ اُس سے رُخصت ہو جاؤ (مرقس ۶: ۱۱) کاش کہ مسیح اس سے زیادہ صراحت کر دیتے تا کہ آج کے دن دنیا ان مسیحی مبلغین کی ایمانی تجارت کے نتائج فاسدہ سے محفوظ ہوتی لیکن معلوم ہوتا ہے کہ مسیح نے اپنے شاگردوں کی نالائقی کا اندازہ کرتے ہوئے اس مسئلہ پر زیادہ روشنی نہیں ڈالی۔ اور اس امر کو آنیوالے کے لئے اُٹھا رکھا (یوحنا ۱۳: ۳۵) چنانچہ جب قرآن نازل ہوا تو طریق تبلیغ کا بہترین اصول ان الفاظ میں دیا گیا۔ وادع الی سبیل ربک بالحکمۃ والموعظۃ وجادلھم بالتی ھی احسن "بلا لوگونکو اپنے رب کیطرف عقلمندی اور نصیحت کے ساتھ اور اُنکے ساتھ بہترین طریق پر مجادلہ کرنا چاہئے" (قرآن ۱۶: ۲۶) ان آیات میں تبلیغ کے تین مراتب بیان کئے گئے ہیں۔ اول یہ کہ لوگونکو خدا کیطرف حکمت اور ہوشیاری کے ساتھ بلاؤ۔ دوسرے یہ کہ انکو نصیحت کرو تیسرے یہ کہ اگر بحث و مباحثہ کا موقع آن پڑے تو احسن طریق پر مباحثہ کرو۔ پھر فرمایا۔ ولا تجادلوا اھل الکتٰب الا بالتی احسن (۲۹: ۴۶) اہلکتاب کے ساتھ احسن طریق پر مناظرہ کرو۔ چنانچہ جب ایک مسلمان مسیحیت یہودیت

کے پیروؤں سے مباحثہ کرے تو اسے اس کا خیال رکھنا چاہئے۔ اور اگر وہ لوگ ہماری بات نہ سنیں تو ہمیں ناراض نہ ہونا چاہئے۔ بلکہ متانت اور سلامتی سے کام لینا چاہئے۔ اور اگر وہ صاحبان دھیان نہ دیں تو پھر ہمارا کام یہ ہے کہ الٰھنا و الٰھکم واحد ونحن لہ مسلمون ہمارا تمہارا خدا ایک ہے۔ اور ہم اسی کے فرمانبردار ہیں (۲۹ : ۴۶) درحقیقت یہ سچی اسلامی سپرٹ کا نقشہ ہے۔ ہم انہیں کو شہادت میں پیش کرتے ہیں۔ کہ ہم نے تبلیغ کا فرض پورا کر دیا۔ اور ہر چیز کو خدا کے ہاتھ میں دیتے ہیں۔ اور اسی کے فرمانبردار ہیں +

ان تمام آیات سے ظاہر ہوتا ہے کہ ہمکو تبلیغ اسلام میں بیحد نرمی اور محبت سے کام لینا چاہئے۔ اور اسلام کی حقانیت بدلائل نیرۂ مبرہن کرنی چاہئے اور بد کلامی سے بالکل اجتناب کرنا چاہئے۔ اور ہر اس بات سے دور رہنا چاہئے جو کسی طرح بھی رنج دینے والی ہو۔ کیونکہ قرآن کریم کی تعلیم ہے۔ کہ جو لوگ سوائے خدا تعالےٰ کے دوسرے جھوٹے معبودوں کو پکارتے ہیں۔ تم انہیں بُرا مت کہو۔ اب کیا ان تعلیمات کے ہوتے ہوئے ہم اسلام کو بجبر منوانے میں حق بجانب ہوسکتے ہیں؟ لیکن اسی مقدس کتاب پر یہ الزام لگایا جاتا ہے۔ کہ وہ مذہب کو تلوار سے پھیلانے کا حکم دیتی ہے؟ یہ کس قدر ناقابل معافی الزام ہے! ہم بخوشی ڈاکٹران زویمر اور مارگولیتھ اور دوسرے بدنام کنندگان اسلام کو چیلنج کرتے ہیں کہ وہ پورے قرآن میں سے کم از کم ایک ہی سورت نکال کر دکھا دیں جو تلوار سے مذہب پھیلانے کا حکم دیتی ہو۔ اور ہم ببانگ دہل کہتے ہیں۔ کہ جو لوگ اُن قرآنی آیات سے جنمیں مسلمانوں کو ان کفار سے لڑنے کا حکم دیا گیا ہے جو ان پر حملہ آور ہوئے تھے یہ نتیجہ غلط نکالتے ہیں وہ اپنی جہالت اور نالائقی کا ثبوت دیتے ہیں۔ اسلام دنیا میں اسطرح پھیلا جسطرح جنگل میں آگ۔ اور دنیا کے لوگوں نے بخوشی اپنے تمام عقاید کو ترک کرکے اسلام اختیار کیا۔ اب کوئی مؤرخ ہمیں دیانتداری سے بتا دے کہ کب

اور کس موقع پر جبکہ اسلام عرب سے باہر پھیلا تلوار اٹھائی گئی؟ ہم درحقیقت ان مسیحی مشنریوں کے بیجا اتہامات سے جو وہ اسلام پر لگاتے ہیں بیحد آزردہ ہیں۔ اسکے برخلاف اگر ہم یہ دعویٰ کریں۔ کہ عیسائی مذہب بزور شمشیر دُنیا میں پھیلا تو حق بجانب ہیں۔ کیونکہ ہم دو منٹ کے اندر اندر مستند مغربی مصنفین کے حوالے پیش کر سکتے ہیں۔ جو ہمارے قول کی تائید کرینگے۔ کیا یہ سچ نہیں کہ قدیم اقوام مثلاً پیگن سیکسن۔ اسکنڈے نیوئن برٹن گال اور آئی بیرئن اس طرح بزور شمشیر بپتسمہ کے لئے لائی گئیں۔ جس طرح قصاب بھیڑوں کو ذبح کی طرف ہنکاتا ہے۔

ہاں، امتدادِ زمانہ بیشک ان واقعات پر پردہ ڈال دیتا ہے مگر تاریخ کے صفحات سے محو نہیں کر سکتا۔ اور گذشتہ سو سال میں بہت کچھ انسان بھلائی جا چکی ہے۔ حامیان ریشنلزم اور آزاد خیال مسیحی جماعتوں نے ان لوگوں کی اس جنگی سپرٹ کو بنظر تحقیر دیکھا۔ اور ان لوگوں (یعنی مشنری) کے جانشینوں نے بجائے اپنے تئیں ملامت کرنے کے دوسرے بیگناہوں پر یہ الزام لگانا شروع کر دیا۔ مگر جھوٹ چھپ نہیں سکتا چنانچہ کچھ دن گزرے کہ کلیسیا نے ان لوگوں کے قتل عام پر جو اس کی نظر میں اشاعتِ عیسویت میں ہارج تھے، علانیہ خوشی کا اظہار کیا۔ اور گرجوں میں شکرانہ ادا کئے گئے۔ اسکے معنی یہ نکلے کہ مسیحی مبلغین نہیں چاہتے کہ اُن کے مخالفین روے زمین پر رہ سکیں۔ جو حالات، پالس کے قتل کے متعلق اخبارات میں چھپے۔ اُن کو پڑھ کر زمانہ وسطیٰ کی حالت سامنے آجاتی ہے۔ اور معلوم ہو جاتا ہے۔ کہ کلیسیائی مسیحیت نے کس طرح یورپ میں فروغ پایا۔ اس واقعہ کی مختصر روئداد جو ۲۲ مارچ ۱۹۱۳ء میں ریوٹر کی طرف سے شائع ہوا۔ یُوں ہے کہ پالس اور اسکے تین سو ہمراہی رسیوں سے جکڑے گئے۔ اور پادری نے کھڑے ہو کر کہا "یا تو ہمارے فرقے

کے عیسائی ہو جاؤ ورنہ گولی مار دیجائیگی" سوائے پالس کے سب نے اقرار کرلیا اس پر برافروختہ ہو کر سپاہیوں نے اس کا لباس پرزے پرزے کر دیا۔ اور رائیفلوں سے اسقدر مارا کہ وہ مردہ ہو کر گر پڑا۔ اب غور کیجئے۔ جب یہ لوگ غیر فرقے کے مسیحیوں کے ساتھ اس قدر ظلم روا رکھتے ہیں۔ تو پھر غیر مذاہب کے ساتھ ان کا سلوک کسقدر وحشیانہ اور خونخوارانہ ہو گا۔ ہم اس دن کے منتظر ہیں جب لبرل مسیحیت کا دور دورہ یورپ میں ہو گا۔ اور ان وحشیانہ اور ناپاک حرکات کا قطعی طور پر استیصال ہو جاویگا +

رسالہ جنوری ۱۹۲۵ء

۱۔ آئندہ رسالہ اشاعت اسلام جنوری ۱۹۲۵ء میں لندن کی مذہبی کانفرنس کی مفصل روئداد ہدیہ ناظرین کرام ہو گی۔ جو گذشتہ ستمبر ۱۹۲۴ء کو لندن میں منعقد ہوئی اور جسمیں مختلف مذاہب عالم کے نمایندے شامل ہوئے جنہوں نے اپنے اپنے مذہب کیطرف سے لیکچر پڑھے +

۲۔ اسی ماہ کے رسالہ میں انشاء اللہ تعالیٰ حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مبلغ اسلام کے اس لیکچر کا اردو ترجمہ پیش ناظرین ہو گا۔ جو صاحب موصوف کی طرف سے لندن کی مذہبی کانفرنس میں پڑھا گیا ہے +

تصنیفات حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مبلغ اسلام

أم الالسنہ
معروف بہ
زندہ و کامل زبان

کتاب بالکل جدید تصنیف ہے اور جدید مضمون پر لکھی گئی ہے اپنی نوع کی یہ پہلی کتاب اُردو انگریزی لٹریچر میں لکھی گئی ہے اسمیں یہ دکھایا گیا ہے کہ عربی الہامی زبان ہے اور کل دنیا کی زبانیں اس سے نکلی ہیں۔ اور ابتدا میں سب ملکوں کے آبا و اجداد عربی الاصل تھے۔ یہ کتاب دیکھنے سے تعلق رکھتی ہے قیمت ۲ر

مطالعۂ اسلام
مجلد ۱۴ر بلا جلد ۱۲ر
مصنفہ حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مبلغ اسلام

اس کتاب میں امنت باللہ و ملئکتہ و کتبہ و رسلہ والیوم الآخر والقدر خیرہ و شرہ من اللہ تعالیٰ والبعث بعد الموت کی نہایت فلسفیانہ اور محققانہ تفسیر کی گئی ہے۔ نیز پانچ ارکان اسلام یعنے کلمہ طیبہ۔ حج۔ روزہ نماز۔ زکوٰۃ پر فلسفیانہ روشنی ڈالی

خطبات غربیہ
مجلد ۱۴ر بلا جلد ۱۲ر

یہ وہ معرکتہ الآرا خطبے ہیں۔ جو حضرت خواجہ صاحب موصوف نے اپنے قیام لندن میں ناآشنایان اسلام کو اسلام سے معرفت کرانے اور ان پر حقانیت اسلام متحقق کرانے کیلئے انگلستان کے مختلف مقامات پر انگریزی زبان میں دئیے بعض احباب کی خواہش پر اُردو میں ترجمہ کئے گئے ہیں مکمل سٹ

مقصد مذہب
۳ر

یہ وہ معرکتہ الآرا لیکچر ہے۔ جو حضرت خواجہ صاحب نے لاہور کی مذہبی کانفرنس میں پڑھا تھا۔ اس کانفرنس میں عیسائی۔ سناتنی۔ آریہ سماجی۔ برہمو سماجی وغیرہ بہت سے مذاہب کے نمایندوں نے اپنے اپنے لیکچر پڑھے۔ اس لیکچر کی خوبی پڑھنے سے عیاں ہوتی ہے +

مذہب محبت
۷ر

اسمیں فاضل مصنف نے براہین قاطعہ کے ساتھ ثابت کیا ہے۔ کہ صرف اسلام ہی ایک مذہب ہے۔ جو زمین پر صلح امن۔ آشتی۔ محبت۔ پیار۔ یکجہتی کامیابی کے ساتھ قائم کرسکتا ہے +

ذرات عالم کا مذہب
۸ر

اسمیں مصنف نے دکھایا ہے۔ کہ سائنس اور مذہب کا آپس میں چولی دامن کا ساتھ ہے روح کی پیدائش اور اس کے فرائض مسئلہ ارتقائے انسانی۔ کفارہ پر ایمان اتنی بنک۔ قیمت ۸ر

اسلام اور علوم جدیدہ
۴ر

اسمیں فاضل مصنف نے واضح طور پر بیان کیا ہے کہ قرآن ہی ایک کتاب ہے جس نے لطیف حقائق اور باریک مسائل سمجھانے کیلئے صحیفہ قدرت اور اسکے مظاہر کیطرف انسان کو متوجہ کیا۔ قیمت ۴ر

ینابیع المسیحیت
مجلد ۱۲ر بلا جلد ۸ر

یہ کتاب اپنی نوعیت میں بالکل نئی ہے اسمیں دکھایا ہے کہ مروجہ اصول و حکایات مسیحی کو جناب مسیح کو کوئی تعلق نہیں بلکہ اس دین کی ہر ایک بات سورج پرستی اور مسیح سے قبل کی بت پرستی سے لی گئی ہے۔ اس کتاب کا صفحہ صفحہ انکشافات سے بھرا ہوا ہے۔ منکشف شدہ حالات حیرت افزا اور سنسنی خیز ہیں جن سے کروڑہا عیسائی بے خبر ہیں۔ اور جن کے پڑھنے سے وہ اپنے مسلمات پر قائم نہیں رہ سکتے

یسوع کی الوہیت پر ایک نظر
قیمت ۴ر

فاضل مصنف نے الوہیت مسیح کفارہ۔ معجزات مسیح یعنی کی حقیقت الغرض وہ مسائل جو عیسائیت سے تعلق رکھتے ہیں ان سب کی براہین قاطعہ سے تردید کی گئی ہے +

المشتہر۔ مینیجر مسلم بک سوسائٹی

تصنیفات حضرت خواجہ کمال الدین صاحب بی-اے-ایل-ایل-بی امام مسجد ووکنگ (انگلستان)

رازِ حیات یا انجیل عمل
بلا جلد عہ — مجلد عہ/

اس کتاب میں فاضل مصنف نے یہ دکھایا ہے کہ مذہب کو روزانہ زندگی میں دخل ہے ایمان کی ترقی بھی اعمال سے ہوتی ہے زندگی قوت دولت و حشمت جاہ و جلال فتح الحال کا راز قوت عمل میں ہی مضمر ہے جس طرح باغ کی تروتازگی و نشوونما پانی سے ہوتی ہے۔ اسی طرح زندگی کا راز قوت عمل میں پنہاں ہے۔ یہ کتاب تمام ہندوستان میں مقبول ہو گئی ہے +

توحید فی الاسلام
بلا جلد عہ — مجلد ۵ر

فاضل مصنف نے اس کتاب میں ضروریات زمانہ کے مطابق مسلمانوں کے ہر شعبۂ زندگی پر روشنی ڈالی ہے اسمیں بیان کیا گیا ہے کہ روح توحید ہی تہذیب و تمدن کی جان ہے۔ اسی سے اخلاق فاضلہ کی آبیاری ہوتی ہے۔ یہی علوم جدیدہ کی محرک۔ حکمت و فضیلت کی مولد اور جمہوریت کی جان ہے۔ توحید سے ہی حقوق انسانی کی حفاظت ہوتی ہے +

مسلک مروارید
بلا جلد عہ — مجلد ۱۴ر

یہ ان دس زبردست معرکۃ الآرا لیکچروں کا اردو مجموعہ ہے جو حضرت خواجہ صاحب نے سنہ ۱۹۱۱ء سے لیکر سنہ ۱۹۲۳ء تک مذہبی کانفرنسوں میں مختلف مقامات دنیا میں انگریزی زبان میں دیئے ہیں دیگر مذاہب کے مقابل اسلام کی حقانیت ثابت کرنے کیلئے مختلف مذاہب کے ماتحت اسلام پر لیکچر دیئے گئے ہیں۔ حضرت خواجہ صاحب کے تمام مذہبی لٹریچر کا نچوڑ ہے

ضرورتِ الہام
مجلد ۳ر — قیمت ۲ر

فی زمانہ تعلیمیافتہ اصحاب وحی اور الہام کے وجود سے انکاری ہیں۔ اس حالت میں وہ کسی مذہب کو خدا کی طرف سے ماننے پر تیار نہیں ہوتے۔ اس کتاب میں سائنٹیفک طریق پر اور علمی دلائل سے بتایا گیا ہے کہ الہام کی انسان کو ضرورت ہے۔ اور الہامی مذہب آیا ہے +

مکالماتِ ملیہ
بلا جلد ۱۲ر — مجلد عہ

یعنی وہ گفتگوئیں یا بحثیں جو حضرت خواجہ صاحب اور دیگر مذاہب کے رہنمایان کے درمیان مختلف مقامات پر ہوئیں۔ اسمیں جمع کی گئی ہیں۔ یہ مکالمات مبلغین اسلام اور دیگر مسلم اصحاب جنکو مخالفین اسلام سے بحث کرنی پڑتی ہے۔ انکے لئے مفید ہیں +

صلائے نصرت اہل سنت
یہ ایک فارسی نظم ہے جسمیں حضرت خواجہ صاحب نے واقعات حاضرہ قرآنی آیات و احادیث نبوی سے اشاعت اسلام کی اہمیت مسلمانوں پر واضح کی ہے۔

قیمت بلا جلد ۴ر

اسلام میں کوئی فرقہ نہیں
بلا جلد ۱۴ر — مجلد ۳ر

اس کتاب میں فاضل مصنف نے عقلی و نقلی دلائل سے ثابت کیا ہے۔ کہ اسلام میں کوئی فرقہ نہیں اور سب نام نہاد فرقوں کے اصول ایک ہیں۔ فقط فروعی اختلافات آپسمیں ہیں۔ اور تمام مسلمانوں کو یک جہتی سے کام کرنے کی تلقین کی ہے +

براہینِ نیرہ حصہ اول
معروف بہ

زندہ و کامل الہام
اسمیں یہ دکھایا گیا ہے کہ قرآن ایک خاتم اور ناطق الہامی کتاب ہے، جسمیں تہذیب و تمدن کے کل قوانین موجود ہیں۔ اس ضمن میں مصنف نے ایک حکیمانہ بحث میں موجودہ تہذیب پر تنقیدی نگاہ ڈالی ہے۔ کل مذاہب دیگر کے عقائد اور اصولوں پر نہایت منطقیانہ بحث کی ہے۔ ۱۲ر مجلد عہ

اسوۂ حسنہ
معروف بہ

زندہ و کامل نبی
مجلد ۱۴ر — قیمت ۱۸ر

اسمیں آنحضرت صلعم کا کامل نمونہ بحیثیت انسان کامل پیش کیا گیا ہے۔ یہ کتاب مقبولیت عامہ حاصل کر چکی ہے اسکو پڑھکر ماننے کے سوا چارہ نہیں رہتا۔ کہ حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں۔ اور اگر کوئی نبی کامل ہو سکتا ہے تو وہ آپ کی ذات ہے +

مسلم پبلیشر ... لاہور میں منشی محمد ... کے اہتمام سے چھپوا کر خواجہ عبد الغنی مینیجر رسالہ اشاعت اسلام نے عزیز منزل لاہور سے شائع کیا